

ردِ قادیانیت

رسائل

- مولوی صدیق گجراتی!
- سبطِ نور
- محسن رفیق باجوہ
- ملک عزیز الرحمن گجراتی
- عزیز احمد شکیلا پورک جھڑہ
- طاہر رفیق اختر
- شفیع مرزا
- ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیلووی
- عبد الرحمن ڈیرہ غازیخان
- عبد التائب خان برہم

احتسابِ قادیانیت

جلد ۶۰

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

مضوری باغ روڈ، ملتان - فون: 061-4783486

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب : احتساب قادیا نیت جلد ساٹھ (۶۰)

مصنفین : مولوی صدرالدین گجراتی

محمد رفیق باجوہ

عزیز احمد ٹھیکیدار چک جمبرہ

شفیق مرزا

عبدالرحمن ڈیرہ غازیخان

سید انور

ملک عزیز الرحمن گجراتی

طاہر رفیق اختر

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

عبدالرب خان برہم

صفحات : ۶۳۸

قیمت : ۴۰۰ روپے

مطبع : ناصر زین پریس لاہور

طبع اول : دسمبر ۲۰۱۳ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ مکتب نبوت حضور ی باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

فہرست رسائل مشمولہ..... احتساب قادیانیت جلد ۶۰

۴	حضرت مولانا اللہ وسایا	عرض مرتب	☆.....
۱۱	مولوی صدر الدین گجراتی	خلیقہ ربوہ کے مظالم کی فہرست میں میری داستان مظلومیت کا اضافہ۱
۲۱	مولوی صدر الدین گجراتی	چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں (قادیانی) کے نام بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ امامِ حجت کے طور پر مکمل چلی۲
۲۷	محمد رفیق باجوہ	ربوہ (چناب نگر) میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟۳
۳۳	عزیز احمد شکیدار چک جمرہ	ربوہ کی کہانی ربوہ والوں کی زبانی۴
۴۵	شفیق مرزا	شہر سدوم۵
۱۲۷	شفیق مرزا	کھلا خط۶
۱۳۶	عبدالرحمن ڈیرہ قازیمان	میر باپ کی پاکیزگی کے حلقے سے مرید بننے کا گریز۔ بی بی ضمیرہ تبلیغی سنر۷
۱۵۳	سید نور	چند قابل غور حقائق۸
۱۷۱	ملک عزیز الرحمن گجراتی	جماعت احمدیہ کے ہمیدہ اصحاب سے۹
۱۷۹	طاہر رفیق اختر	ربوہ کا راسپونڈنٹ (مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی) دور حاضر کا دجال۱۰
۳۰۵	ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی	الذکر الحکیم نمبر ۳۰۱۱
۳۲۹	ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی	اسح الدجال۱۲
۳۳۷	ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی	الذکر الحکیم نمبر: ۶۱ (عرف) کا نادجال۱۳
۵۹۳	عبدالرب خان برہم	جلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مرتب

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى • اما بعد!

.....۱ خلیفہ ربوہ کے مظالم کی فہرست میں میری داستان مظلومیت کا اضافہ:

صدرالدین گجراتی، چک سکندر ضلع گجرات کا پیدائشی قادیانی تھا۔ سب کچھ سچ کر قادیان جا کر رہائش رکھی۔ پاکستان بننے کے بعد سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ حاصل ہوئی تو مرزا محمود موسیو کے حکم پر چناب گجر قادیانی جماعت کی ملازمت کر لی۔ قادیانی بیت المال میں سے اس زمانہ میں تین لاکھ کاٹھن اس نے پکڑا تو پوری قادیانی قیادت، ملعون خلیفہ قادیانی تک سب ان کی جان کے دشمن ہو گئے۔ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ضلع جمنگ کے ایس۔ پی کو درخواست دی۔ جس پر مقدمہ درج ہوا۔ ان تفصیلات پر مشتمل یہ پمفلٹ ہے۔ لکھنے والا قادیانی ہے اور قادیانی قیادت کے خلاف لکھا ہے۔ آپ بھی پڑھیں کہ خنزیر قادیان کے بچو گڑے چناب گجر میں کیا کیا گل کھلا رہے ہیں اور کس طرح حکومت ”زمین جہد نہ جہد گل محمد“ بنی ہوئی ہے؟

.....۲ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں (قادیانی) کے نام بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ اتمام حجت کے طور پر کھلی چشمی:

صدرالدین گجراتی قادیانی نے چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو قادیانی مظالم، قادیانی بددیانتی اور قادیانی بدکرداری پر کھلی چشمی ارسال کی، جسے احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ”قادیانیت قادیانی کی نظر میں“

.....۳ ربوہ (چناب گجر) میں کیا کچھ ہو رہا ہے؟

قادیانی جماعت کے اہم رکن جناب محمد رفیق ہاجوہ تھے جو چوڑے سے تعلق رکھتے تھے اور چناب گجر کے رہائشی تھے۔ تعلیم الاسلام کالج چناب گجر میں پڑھتے تھے۔ انتظامی مسائل پر چناب گجر کالج کے قادیانی عملہ سے اختلاف ہوا تو قادیانیوں نے ہاجوہ صاحب کو ظلم و ستم کے نشانہ

پر رکھ لیا گیا۔ یہ زخمی حالت میں فیصل آباد مولانا تاج محمود صاحب کے ہاں آئے۔ قادیانی ہونے کے باوجود قادیانی ظلم کی چکی میں پس کر آئے تھے۔ مولانا تاج محمود نے سینہ سے لگایا۔ اس کی خواہش پر پریس کلب فیصل آباد میں پریس کانفرنس کرائی۔ فقیران دلوں فیصل آباد کا مبلغ تھا۔ پریس کانفرنس کا اہتمام فقیر کے ذمہ تھا۔ مولانا تاج محمود کے اخلاق عالی دیکھ کر پھر یہ مسلمان بھی ہو گیا تھا۔ سانحہ ربوہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کی تحقیقات کے لئے جب عدالتی ٹریبونل قائم ہوا تو جناب رفیق باجوہ کا عدالت میں بیان ہوا۔ جسے ۲ جولائی ۱۹۷۴ء کے اخبار نوائے وقت لاہور سے لے کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ اس پمفلٹ کو بھی اس کتاب کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔

۳..... ربوہ کی کہانی ربوہ والوں کی زبانی:

ایک قادیانی عزیز احمد ٹھیکیدار اپنی اندھی عقیدت لے کر ربوہ آیا۔ یہاں پوری قادیانیت کو کردار کے میدان میں اپنے سامنے عریاں رقص کرتے دیکھا تو قادیانیت پر لعنت بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ قادیانی مرکز میں کیا دیکھا؟ اس سوال کا جواب یہ پمفلٹ ہے۔ اسے احتساب کی اس جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔

۵..... شہر سدوم:

بہت ہی عالم فاضل بہت ہی اچھے اور نامور قلم کار جناب ”شفیق مرزا“ نوجوانی میں چناب نگر تعلیم کے لئے گئے۔ چناب نگر میں کینگی، فاشی و عریانی، بے حیائی، بدکاری و بد کرداری کو دیکھا تو اپنی سلیم الفطرتی کے باعث قادیانیت پر لعنت بھیج کر دائرہ اسلام میں واپس آ گئے اور بجائے چناب نگر کے لاہور رہائش رکھ لی۔ تجربہ ہے کہ قادیانیت ترک کرنے والے بہت سارے تو قادیانیت سے نکل آتے ہیں۔ لیکن قادیانیت ان سے نکلنے نکلنے نکلتی ہے۔ اپنے استاذ محترم مولانا لال حسین اختر اور برادر شفیق مرزا کے متعلق علی وجہ البصیرت کہا جاسکتا تھا کہ انہوں نے ایسے قادیانیت کو چھوڑا کہ پھر زندگی بھر قادیانیت ان کے نام سے لرزاں و ترساں رہی۔ جناب شفیق مرزا نے شہرہ آفاق کتاب ”شہر سدوم“ لکھی جو دیکھا تھا وہ لکھ کر پوری قوم کو قادیانیت کی اندرونی کیفیت

دکھادی۔ مگر اتوبعض جگہ حذف کیا کہ اس کے بغیر چارہ نہ تھا۔ باقی کتاب شامل جلد ہذا ہے۔
.....۶ کھلا خط:

جناب شفیق مرزا نے اسلامیان وطن کے نام کھلا خط لکھا جس میں قادیانی عقائد و عزائم کو آسان فہم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نکانہ صاحب نے اسے دو دورتی پمفلٹ کے طور پر شائع کیا تھا۔ اس جلد میں یہ بھی شامل اشاعت کر کے خوشی محسوس کرتا ہوں۔

.....۷ پیر باب کی پاکیزگی کے حلف سے مرید بیٹے کا گریز بمع ضمیر تبلیغی سفر:

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا موسیٰ بشیر تھا۔ جس پر غلام قادیان کے مریدوں نے بد کرداری کے سنگین و غلیظ الزام عائد کئے۔ اس کے باعث غلام قادیان کی جماعت۔ لاہور و قادیان کے دو گروہوں میں تقسیم ہوئی۔ لاہوری جماعت کے مرزائی عبدالرحمن ساکن ڈیرہ غازیخان نے قادیانی گروہ پنجاب کے امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کو اور عبدالرحمن کے بیٹے شفیق الرحمن خان ڈیرہ غازیخان نے مرزا محمود کے بیٹے مرزار فیح کو خطوط لکھے کہ وہ مرزا محمود طلحون قادیان کی صفائی پر حلف اٹھائیں۔ دونوں نے حلف اٹھانے سے گریز و فرار اختیار کر کے اپنی اور مرزا محمود کی مزید ریڈیوالتوں کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ عبدالرحمن لاہوری مرزائی ڈیرہ غازیخان نے چناب نگر و سرگودھا کا سفر بھی کیا۔ ”تبلیغی سفر“ کے نام پر ایک مضمون لکھا۔ یہ تمام خط و کتابت و تبلیغی سفر کی رپورٹ متذکرہ بالا پمفلٹ میں ایک ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس میں کاتب و مکتوب الیہ سب قادیانی ہیں۔

.....۸ چند قابل غور حقائق:

مرزا محمود قادیانی کی بد کرداری کے عریاں ہونے پر قادیانی گروہ دو حصوں میں حصے بخرے ہوا۔ آگے چل کر پھر قادیانی گروہ کی کوکھ سے حقیقت پسند پارٹی نے جنم لیا۔ اس حقیقت پسند پارٹی کے ایک لکھاری نے قادیان کی عیاری و دریائی پر یہ رسالہ لکھا۔ جو دسمبر ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس کا لکھاری ”سبط نور“ تھا جو قادیانی تھا۔ اس نے مرزا محمود کی بد کاری کو اس پمفلٹ میں جگہ

جگہ طشت از باہم کیا ہے۔

۹..... جماعت احمدیہ کے فہمیدہ اصحاب سے:

قادیانی خلیفہ موسیٰ محمود پر بدکرداری، بدکاری، گندے اور کینے، جوش و حیاہ سوز الزامات خود قادیانی جماعت کی معتد بہ تعداد نے لگائے اور ڈنگے کی چوٹ پر لگائے۔ ان میں ایک ملک عزیز الرحمن گجراتی بھی تھے جو احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف عبدالرحمن خادم کے ٹکے بھائی تھے۔ قادیانیوں کے مقدر کو دیکھو ایک بھائی مرزا محمود کو مصلح موعود قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے پر لے درجہ کا مکار و بدکار یقین کرتا ہے۔ یہ رسالہ اسی تناظر میں پڑھا جائے کہ اس کا لکھنے والا خود ایک قادیانی ہے اور قادیانی خلیفہ کو ڈانگ دے رہا ہے۔

۱۰..... ربوہ کار اسپوٹین (مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی) دور حاضر کا دجال:

راسپوٹین نامی روس میں ایک عیاش تھا جو دنیا بھر میں عیاشی کی ضرب المثل بن گیا۔ اسی عیاش کو چیلہ، اور مرزا محمود کو عیاشی کا گرد قرار دے کر راسپوٹین کو مرزا محمود کے قدموں میں بٹھا دیا ہے۔ یہ ٹائٹل سُٹوری ہے۔ اس کی تفصیلات پر مشتمل یہ کتاب ہے۔ جو قادیانی رہنما جناب محمد رفیق اختر نے مرتب کی ہے۔ اس کو بھی احتساب کی اس جلد میں شائع کیا جا رہا ہے۔

۱۱..... الذکر الحکیم نمبر ۴:

پٹیلہ کے سرجن ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھے۔ جو بیس سال تک مرزا قادیانی کے مرید رہے۔ پندرہ بیس ہزار روپیہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کو چندہ مختلف اوقات میں دیا۔ مرزا قادیانی پر دل و جان سے فدا تھا۔ مرزا قادیانی بھی اس کی تعریف میں الہامی شگوفے چھوڑتا اور قلابے ملا تا تھا کہ غلط ہے، ذہین ہے، مفسر قرآن ہے۔

اس ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی سے کہا کہ آپ اپنے کو ”مدار نجات“ قرار نہ دیں۔ اس پر مرزا قادیانی بگڑا اور خوب بگڑا۔ عبدالحکیم خان ابھی اسے ”سخ الزمان“ قرار دیتا رہا۔ لیکن مرزا اس تجویز پر اتنا سخ پاہ ہوا اور نہایت ہی غصہ سے لکھا: ”ان (مسلمانوں) کو اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال

دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیتڑے پڑ گئے ہیں۔“ (الذکر الحکیم نمبر ۳۰، خط نمبر ۲، از مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان) پوری امت مسلمہ کو سڑا ہوا دودھ، کیتڑے پڑ گئے، کا مصداق بنا دیا۔ پھر بھی ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے خط نمبر ۳ میں ”صبح الزمان“ سے خط کا آغاز کیا۔ مگر مرزا قادیانی تو ”بھوتے ہوئے بولد“ بگڑے ہوئے تیل کی طرح دائی جا ہی پڑا آیا۔ ”الذکر الحکیم نمبر ۳، خط نمبر ۳“ میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو لکھا کہ: ”ما سواہ اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔“ اسی طرح مرزا قادیانی نے رسالہ (تختہ اللہ ص ۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰۱) کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ: ”وہ قتل بھی کیا گیا ہو کیونکہ وہ مرتد تھا۔“

یہاں پر قادیانی حضرات سے میری درخواست ہے کہ آج کی پوری قادیانیت اس پر حنفیہ موقف رکھتی ہے کہ: ”مرتد کی سزا قتل نہیں۔“ مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔“ گویا خدائی حکم اور وہ بھی مرزا قادیانی کے قلم سے۔ لیکن قادیانیوں کی بد نصیبی ملاحظہ ہو کہ وہ مرزا قادیانی کے قلم سے نکلے ہوئے خدائی حکم کو نہیں مانتے۔

برادران دینی!! یعقوب عرفانی قادیانی نے قادیان سے مرزا قادیانی کے مکتوبات کو سات حصوں میں شائع کیا۔ اب ان کو کپیڈ ٹر پر قادیان ولندین سے تین جلدوں میں شائع کیا گیا۔ لیکن ان دونوں ایڈیشنوں (قدیم و جدید) میں مرزا قادیانی نے جو خطوط محمدی بیگم کے نکاح کے سلسلہ میں اس کے درگاہ کو لکھے تھے جن کو کلمہ فضل رحمانی میں قاضی فضل احمد گورداسپوری نے شائع کیا اور مرزا قادیانی نے عدالت میں تسلیم کیا کہ وہ میرے خطوط ہیں اور پھر وہ خطوط جو مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے خطوط کے جوابات میں تحریر کئے جو مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی الذکر الحکیم نمبر ۳ میں ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے شائع کر دیئے تھے۔ وہ تمام خطوط قادیانیوں کے شائع کردہ قدیم و جدید ایڈیشنوں میں موجود نہیں۔ قادیانیوں نے اپنے خود ساختہ نبی کے قلم پر سنسکر کار بھی ہے۔ وہ ان خطوط کو یوں چھپاتے پھرتے ہیں جیسے نبی اپنے گویہ کو چھپاتی ہے۔ ان خطوط سے قادیانی اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح باؤلا کتابانی سے اور کو انجیل سے بھاگتا ہے۔ ان خطوط سے قادیانیوں کے ایمان کی طرح جان بھی جاتی ہے۔ کیا قادیانی عوام سوچیں گے کہ مرزا قادیانی

کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے یہ مخطوط کیوں شائع نہیں ہو رہے؟ لیجئے! وہ تمام مخطوط جو ڈاکٹر عبدالکھیم خان کو مرزا قادیانی نے لکھے تھے بمع ان کے جواب الجواب کے الذکر الکھیم نمبر ۴ اس اقتساب کی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔ ابتداء میں تو ڈاکٹر عبدالکھیم خان مرزا قادیانی کو ”مسح الزمان“ لکھتا رہا۔ بعد میں ”اسح الدجال“ لکھنا شروع کر دیا۔ اس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

۱۲..... اسح الدجال:

یہ رسالہ بھی الذکر الکھیم نمبر ۴ کے بعد جناب ڈاکٹر عبدالکھیم خان پشیا لوی کی جانب سے شائع ہوا۔ اس میں اور الذکر الکھیم نمبر ۴ میں اکثر یکسانیت ہے۔ البتہ بعض مقامات پر بہت سی نئی باتیں ایزا دہی کی گئی ہیں۔ جو ایزا دہی ہے وہ سونے پر سہاگہ ہے۔ اس لئے اسی (۸۰) فیصد تکرار کے باوجود محض بیس فیصد خوبصورت اضافی باتوں کے لئے اس کو حکم و اضافہ کے بغیر مکمل شائع کر دیا ہے۔ جناب ڈاکٹر عبدالکھیم خان نے مرزا قادیانی کی خوب خبر لی ہے۔ ایسا اپریشن کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا تمام خبث باطن اور فعلہ پیت، مرزا کے منہ کے راستہ سے بہہ نکلا ہے۔

۱۳..... الذکر الکھیم نمبر ۶ (عرف) کا نادجال:

جناب ڈاکٹر عبدالکھیم خان نے الذکر الکھیم نمبر ۶ عرف کا نادجال ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کے وہ نئے نئے کلام لکھے کہ اگر مرزا کی جگہ ابلیس ہوتا تو اس کی تانی مرجاتی۔ یہی حال دجال قادیان کا ہوا۔ اس کے بعد مرزا اپنی کتابوں میں جس طرح جل بھن کر ڈاکٹر صاحب کو یاد کرتا ہے۔ وہ دلیل ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے تمام تیر ٹھکانے پر لگے۔ ڈاکٹر صاحب مرزا کی تردید پر دلیل دیتے دیتے آخر میں ”سچ ہے دجال کا نا ہوگا پر خدا کا نا نہیں“ کا نا لکھتے ہیں تو کمال کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کے خواب اپنے خوابوں سے مرزا قادیانی کے الہامات کا جواب اپنے الہامات سے ایسے دیتے ہیں۔ جیسے مثل مشہور ہے کہ جیسا منہ ویسی چھوڑ کی مثال صادق آ جاتی ہے۔

۱۴..... بلائے دمشق اور خلافت اسلامیہ:

عبدالرب خان برہم سکہ بند قادیانی تھے۔ مرزا قادیانی کے ملعون الہامات کو معاذ اللہ

الہامات الہیہ اور قرآن مجید کے برابر مانتے تھے۔ البتہ مرزا محمود کو بدترین خلائق اور ملعون و دجال سمجھتے تھے۔ اس نے مرزا قادیانی کے الہامات کو کسوٹی بنا کر مرزا محمود کو ملعون ثابت کر دیا۔ یہ کتاب فروری ۱۹۵۸ء میں ایک قادیانی مصنف نے لکھی ہے۔ اس میں بہت کچھ حذف کرنے کے بعد بطور خلاصہ جو باقی رہنے دیا ہے وہ پڑھیں کہ یہ بھی تاریخ کا حصہ ہے۔ پڑھتے ہوئے نہ بھولیں کہ یہ ایک قادیانی تصنیف ہے۔

اقتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۶۰ میں ذیل کے حضرات کے اس ترتیب سے رسائل جمع ہو گئے:

.....۱	مولوی صدر الدین گجراتی	کے	۲	رسائل
.....۲	محمد رفیق ہاجوہ	کا	۱	رسالہ
.....۳	عزیز احمد ٹھیکیدار چک جمرہ	کا	۱	پمفلٹ
.....۴	شفیق مرزا	کے	۲	رسائل
.....۵	عبدالرحمن ڈیرہ غازیخان	کا	۱	رسالہ
.....۶	سبط نور	کا	۱	رسالہ
.....۷	ملک عزیز الرحمن گجراتی	کا	۱	رسالہ
.....۸	طاہر رفیق اختر	کا	۱	رسالہ
.....۹	ڈاکٹر عبدالکیم خان پٹیلوی	کے	۳	رسائل
.....۱۰	عبدالرب خان برہم	کا	۱	رسالہ

گو یا کل سات حضرات کے ۱۴ رسائل و پمفلٹ

اس جلد میں جمع ہو گئے ہیں۔ سب کو جمع کرنا تو مشکل تھا جتنا کجا ہو گیا اس سے خوشی ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے اس کو خدمت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین
بحورۃ النبی الکریم!

محتاج دعا: فقیر اللہ وسایا!

۱۰ صفر الخیر ۱۳۳۶ھ مطابق ۳ دسمبر ۲۰۱۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
میرا شمارہ سلسلہ شکر ہے جس سے ہرگز نہ ہٹاؤں گا
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلیفہ ربوہ کے مظالم کی فہرست میں
میری داستان مظلومیت کا اضافہ



مولوی صدر الدین گجراتی

انتساب!

یہ عاجز اپنی داستان مظلومیت ان
 (قادیانی) مظلوم کی ارواح کے نام منسوب کرتا
 ہے جو مرزا محمود خلیفہ قادیان کی آکیموں اور
 سازشوں کے نتیجہ میں قتل ہو گئے۔

صدرالدین!

قادیانی جو رستم کا ایک منظر

ایک مظلوم کی داستان مظلومیت

میرے بیوی بچوں پر خلیفہ ربوہ کا قبضہ اور میری جان خطرہ میں

مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی تحریرات اس امر پر شاہد ہیں کہ آنجناب کو ایک طویل عرصہ سے اپنی ریاست قائم کرنے کا شوق دائمگیر ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اپنے معتقدین کو متواتر استعمال کیا جا رہا ہے۔ اگر کبھی کبھار کوئی مرید ایسا پیدا ہو گیا جو اپنے انجام سے بے خوف اور خلیفہ ربوہ کی سزا سے لاپرواہ ہو کر مرزا محمود کے راز ہائے دروں پردہ کے انکشاف پر تل گیا تو اس کی زدگی خطرہ میں پڑ گئی اور اس پر مصائب کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ موجودہ خلیفہ ربوہ کا سابقہ مرکز قادیان تھا۔ جہاں مختلف طور طریقوں اور ہتکنڈوں سے مرزا محمود نے اپنے مریدوں کو اپنے جال میں کچھ اس طرح جکڑ لیا تھا کہ وہاں کی چار دیواری میں ان کے کسی ظلم کے خلاف فریاد تقریباً ناممکن تھی۔ قصبہ قادیان میں مرزا محمود کو جو طاقت حاصل ہو گئی اور جہتی مقبرہ کی بدولت آمدنی کا جو ذریعہ پیدا ہو گیا تھا اس کے پیش نظر خلیفہ قادیان نے قیام پاکستان کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا دور لگاتے ہوئے اٹکنڈ ہندوستان کا نعرہ بلند کیا۔ مگر جب پاکستان قائم ہو گیا اور مجبوراً آنجناب کو اپنی مصنوعی ریاست کو داغ مفارقت دینا پڑا تو رتن باغ لاہور کے قیام نے آپ کو یہ احساس دلایا کہ وہ دوبارہ اپنی ایسی رہائش کا انتظام کریں جہاں کی آبادی خالصتاً اپنے مریدوں پر مشتمل ہو تاکہ دوسرے لوگ آپ کے اندرونی حالات سے واقف نہ ہو سکیں۔ چنانچہ موضع ربوہ (چناب نگر) کی داغ بیل ڈالی گئی اور غریب معتقدین کو وہاں آباد ہونے کی دعوت دی گئی۔ چند ہی سالوں میں پھر انہی مظالم کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ جو قبل از تقسیم قادیان میں جاری تھا۔ کیونکہ ربوہ (چناب نگر) میں بھی ان لوگوں کو آباد ہونے کی دعوت دی گئی۔ جن کی ضعیف الاعتقادی اندھی تقلید کا درجہ رکھتی ہے اور وہ کسی ظلم کے خلاف عینی شہادت (جو مرزا محمود کے خلاف ہو) کے لئے بھی تیار نہیں ہو سکتے۔ اندریں حالات مرزا محمود کو اپنی چار دیواری میں ظلم و ستم کی جسارت صرف اس لئے ہے کہ اس کے خلاف گواہ میر نہیں آسکتے اور اس نے اسی ہتکنڈے کی بدولت قصبہ ربوہ (چناب نگر) میں اپنی متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ جہاں ان کی اپنی عدالت پولیس اور مختلف ادارے موجود ہیں۔

چونکہ مرزا محمود اس وقت تک حکومت پاکستان کی گرفت سے محفوظ ہے اور ابھی تک حکومت اس کی حکومت کو برداشت کر رہی ہے اور اسے مظلوم انسانوں کو خلیفہ ربوہ کے جو رستم سے نجات دلانے کا احساس نہیں ہوا۔ اس لئے یہ قسم رسیدہ عاجزان چند سطور کے ذریعہ اس ظلم و ستم کی داستان کو ان معزز حکام بالا کی خدمت میں پیش کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو وقتاً فوقتاً پاکستان کے ہر شہری کو شہری آزادی اور شہری حقوق عطاء کے جانے کا یقین دلاتے رہتے ہیں۔

مرزا محمود کے جو رستم کا قصہ کوئی نئی داستان نہیں۔ بلکہ اس کا سلسلہ ۱۹۱۳ء سے جاری ہے۔ جب آجنگاب نے خلافت کی گدی سنبھالی۔ ظلم و ستم کا پہلا دارجماعت کے ان مقتدر ذریعہ اثر مخلص اور اہل علم اصحاب پر ہوا جن کی قادیان میں موجودگی مرزا محمود کے راستہ میں سدراہ تھی۔ کیونکہ وہ خلیفہ کی علمی قابلیت اور اخلاق و کردار سے واقف تھے۔ چنانچہ ان سب کو دہشت انگیزی کے ذریعہ شہر بدر کر دیا گیا۔ خلیفہ اول مولانا حکیم نور الدین صاحب کے صاحبزادے میاں عبدالحی صاحب کی پراسرار موت کے بعد ان کے ہاتھی خاندان کو ذلیل و خوار کرنے کے جو طور طریقے اختیار کئے گئے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہ پایا کہ مولانا محفوظ الحق علمی اور ان کے ساتھیوں کو قادیان سے نکال دیا گیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ مرزا محمود کے حوصلے بلند ہوتے گئے اور قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مولانا عبد الکریم صاحب مہبلہ پر قاتلانہ حملے، ان کی ہڈیوں کو نذر آتش کرنا اور حاجی محمد حسین صاحب کا قتل دو دیگر واقعات تو اس درجہ مشہور ہیں کہ ان کو دہرانے کی ضرورت ہی نہیں۔ جماعت قادیان کے چوٹی کے عالم مولانا عبد الرحمن صاحب معمری اور شمسی فخر الدین صاحب ملتانی حکیم عبدالعزیز صاحب، مجاہد بخارا محمد امین خان کی داستان مظلومیت اور ملتانی صاحب کا دن دہاڑے قتل دو دیگر واقعات کی تفصیلات میں ہم نہیں جانا چاہتے۔ کیونکہ یہ واقعات اس زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کو دور غلامی کا نام دیا جاتا ہے اور اس دور میں مرزا محمود اپنے پیشہ جاسوسی کی بدولت انگریز کو خوش کرنے میں کامیاب تھا اور اس وقت کے اکثر حکام مرزا محمود کی چال چلوسی اور خوشامد سے متاثر ہو کر اس کی پروردہ پوشی کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ وقت بیت گیا اور اب ہم ایک جمہوری نظام کے تحت اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر اس وقت بھی ہماری معروضات پر توجہ نہ دی گئی اور میرے ایسے مظلوم پاکستانی شہریوں کو مرزا محمود کے چنگل سے نجات نہ دلائی گئی تو یہ امر ان اصولوں سے انحراف ہوگا۔ جو ایک جمہوری ملک کے طرہ امتیاز ہیں۔

چونکہ یہ عاجز اپنی داستانِ مظلومیت کو فرداً فرداً بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اس لئے میں اس ٹریکٹ کے ذریعے اپنے دوست و احباب اور اہل ملک تک اپنی آواز پہنچانا اپنا فرض منہی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میری داستان اس شخص کے مظالم کے خلاف احتجاج ہے جو مذہب کے مقدس نام کو اپنی اغراضِ مخصوصہ کے لئے استعمال کرنے اور بندگانِ خدا کی ضعیف الاعتقادی کا ناجائز فائدہ اٹھانے کا عادی ہو چکا ہے۔

یہ عاجز موضعِ چک سکندر ضلعِ گجرات کا باشندہ ہے اور پیداؤںسی قادیانی تھا۔ حتیٰ کہ بہشتی مقبرہ کی سند بھی حاصل کی ہوئی تھی۔ جوشِ عقیدت میں ۱۹۴۳ء میں مجھے قادیان میں سکونت پذیر ہونے کا شوق دامگیر ہوا اور میں نے اپنی تمام وطنی جائیداد فروخت کر کے قادیان میں مکان خرید لیا۔ اس ہجرت کی محرک میری دوسری شادی تھی جو مرزا محمود کے حکم سے میں نے غیر برادری میں کی۔ شادی کے ذریعہ جکڑ بندی کے قادیانی ہتھکنڈے سے میں اس وقت واقف ہی نہ تھا۔ ورنہ ممکن تھا کہ میں غیر برادری میں شادی کے نتیجہ میں اپنے وطن کو نہ چھوڑتا۔ لیکن اس وقت کا ماحول ہی یہ تھا کہ امام (مرزا محمود) کا ہر حکمِ خدائی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ میری پہلی شادی میرے مسلمان رشتہ داروں میں ہوئی تھی۔ میری بیوی کی فوجیگی پر بھی میری برادری کے مسلمان رشتہ دار بخوشی مجھے رشتہ دینے پر آمادہ تھے۔ مگر چونکہ خلیفہ کا حکم یہ تھا کہ کوئی قادیانی مسلمانوں میں رشتہ نہیں کر سکتا۔ بصورتِ حکیم عدولی سزا دی جاتی۔ بدیں وجہ میں نے خلیفہ قادیان کی خدمت میں یہ تحریری درخواست پیش کی کہ مجھے مسلمانوں میں رشتہ کی اجازت دی جائے۔ مگر یہ درخواست منظور نہ ہوئی اور مجبوراً مجھے خلیفہ قادیان کی منتخب کردہ جگہ (غیر برادری) میں شادی کرنی پڑی۔ جس کی سزا میں آج بھگت رہا ہوں اور مرزا محمود کی سیاستِ دانی کی داد دے رہا ہوں۔ فرضیکہ میری مستقل رہائش قادیان میں ہو گئی۔ گو میں سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں قادیان سے باہر ہی رہا۔ بدیں وجہ مجھ پر قادیان کے کسی راز کا انکشاف نہ ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد میں کھاریاں ضلعِ گجرات میں بحیثیت مہاجر آباد ہوا۔ ۱۹۵۰ء میں میں سرکاری ملازمت سے پنشن پا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں مجھے خلیفہ ربوہ نے دفتر بیت المال میں کام کرنے کے لئے ربوہ بلا لیا۔ خلیفہ کے مواعظِ حسنہ سے متاثر ہو کر میں نے پوری محنت اور جانفشانی سے حسابات میں لاکھوں روپیہ کا ہیر پھیر مشاہدہ کیا۔ چونکہ منبر پر خلیفہ کی ہر وعظ کا نچوڑیہ ہوتا تھا کہ دیا شنداری ہمارا اصل الاصول ہے اور جماعت کی بہترین خدمت یہ ہے کہ

بدیانتوں کا سراغ لگایا جائے۔ اس خدمت کو سرانجام دینے والے میری دعاؤں کے مستحق ہوں گے۔ نتیجتاً مجھے اس خدمت کے بجالانے کا شوق پیدا ہو گیا اور مجھے یقین تھا کہ میری محنت کی داد دی جائے گی اور میں اس خدمت کے صلہ میں حضور کا مقرب بن جاؤں گا۔ حضور خوش ہو گئے تو خدا راضی ہو جائے گا۔ مگر وائے قسمت کہ بعد کے واقعات نے کچھ اور ہی منظر پیش کیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ جناب کے دماغ اور خلبے محض دکھاوا ہیں اور ور پردہ آجناب ہی ہیر پھیر کے ذمہ دار افراد کے سر پرست ہیں۔ اس انکشاف نے جب مجھے مزید جستجو کی طرف مائل کیا تو مجھے چند ہی دنوں میں ان الزامات کی بھی تصدیق ہو گئی جو مظلومین قادیان آجناب کی ذات پر عائد کر کے دعوت مہلبہ دیتے رہے۔ میرا اخلاص اور عقیدت رخصت ہو گئے اور مجھے ان انسانیت سوز حالات کا علم ہو گیا۔ جن کا چرچا اب اتنا عام ہو چکا ہے کہ کسی الزام کو دہرانے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ بالخصوص جب کہ اراکین مرکزی حقیقت پسند پارٹی، اخبارات، کتب اور ٹریکٹوں کے ذریعہ تمام الزامات پبلک کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔ پارٹی کے اراکین، راجہ بشیر احمد رازی، چوہدری صلاح الدین ناصر، چوہدری عبدالحمید، ملک عزیز الرحمن، ملک عطاء الرحمن، راحت، خواجہ عبدالحمید اکبر، چوہدری غلام رسول، مظفر احمد مرزا، ایم یوسف ناز، ماسٹر ہاپوں، اقبال اختر، مرزا محمد حیات، تاثیر صاحبان دو نگر ممبران پارٹی بہانگ دہل آجناب کے چال چلن کو چیلنج کر رہے ہیں۔ بہر کیف مجھے جو واقعہ پیش آیا وہ میں مختصر عرض کرتا ہوں۔

میں نے جوش عقیدت میں اپریل ۱۹۵۴ء میں لاکھوں روپے کے ہیر پھیر کی رپورٹ خلیفہ ربوہ کو دی۔ جس پر آجناب نے تحقیقات کا یقین دلایا۔ لیکن ہوا یہ کہ جب میں نے ضمنی اور ہیر پھیر کا ثبوت مہیا کر دیا تو کیا دیکھا ہوں کہ میری اشد درجہ مخالفت اور خفیہ سازشوں کا جال بچھ گیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے ربوہ میں مزید قیام کیا تو میری زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ انہی دنوں مجھ پر یہ بھی انکشاف ہو گیا کہ خلیفہ ربوہ (جناب گمر) نے میری دوسری شادی غیر برادری میں کیوں کرائی تھی۔ کیونکہ میری بیوی نے میرا ساتھ دینے کی بجائے مرزا محمود کے احکام کو مقدم سمجھا تا کہ میں اپنے بچوں کی علیحدگی کے خوف سے خلیفہ کے سامنے ہتھیار ڈال دوں اور ان حقائق کی پردہ پوشی کروں جن کا مجھے علم ہو گیا ہے۔ غرضیکہ خلیفہ ربوہ (جناب گمر) کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان سے میری عقیدت ختم ہو چکی ہے اور میں نہ صرف روپیہ کے ضمنی اور ہیر پھیر بلکہ اس

کے اندرونی راز ہائے سر بستہ سے بھی واقف ہو چکا ہوں۔ اس لئے ان کو یہ یقین ہو گیا کہ مجھ پر ان کے تقدس کا پردہ چاک ہو گیا ہے اور اب ان کا کوئی حربہ مجھ پر کامیاب نہ ہوگا۔ بدیں وجہ حسب عادت میرے خاتمہ کا بھی فیصلہ ہو گیا اور جب مجھے حالات انتہائی خطرناک ہوتے نظر آئے تو میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہ رہ گیا کہ میں حکومت پاکستان سے وادری کی درخواست کروں۔ چنانچہ میں نے صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس ضلع جھنگ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحریری درخواست پیش کی۔ جس پر کارروائی شروع ہوئی اور مقدمہ ۳۹ مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء جرم ۳۳۸/۳۳۲،۳۰۶/۳۳۸۶ تقریرات پاکستان درج ہوا۔

کارروائی ابتدائی رپورٹ

حسب آمد تحریری درخواست ازاں صدر الدین ولد غلام قادر قوم گوجر سکنتہ چک سکندر تھانہ کھاریاں ضلع سبھرات بہ مضمون ذیل مشتبہ حکم صاحب ایس۔ پی بہادر جھنگ رپورٹ ابتدائی مرتب کی جا کر تفتیش کی جاوے جو درج ذیل ہے۔

بمخبر جناب صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولیس ضلع جھنگ

جناب عالی!

خاکسار اصل باشندہ موضع چک سکندر تھانہ کھاریاں ضلع سبھرات کا ہے اور پیداہی طور پر فرقہ احمدیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ میری عمر اس وقت ۶۰ یا ۶۲ سال ہے۔ امام جماعت احمدیہ کے حکم پر ۱۹۳۵ء میں برادری کو چھوڑا اور پھر اس کے نتیجے میں گاؤں بھی چھوڑا اور اپنی جدی جائیداد فروخت کر کے قادیان میں جائیداد خرید کی اور وہاں چلا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں تبادلہ آبادی کے بعد موضع کھاریاں ضلع سبھرات میں آباد ہوا۔ مگر وہاں سے ۱۹۵۳ء میں ربوہ (چناب نگر) بلا لیا گیا اور صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں میرے سپرد کام کیا گیا۔ اس کام کے سلسلہ میں مجھے وہاں ٹھہرنے ہوتا دکھائی دیا۔ جس کی رپورٹ میں نے ۱۸ مارچ ۱۹۵۳ء کو امام جماعت احمدیہ کے پیش کی کہ قریباً ڈیڑھ لاکھ روپے کا ٹھہرنے پر انہوں نے مجھے معہ محمد اسماعیل مستور قاضی محمد رشید مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۳ء کو بلا لیا اور حالات سننے کے بعد فرمایا کہ تم پورے کاغذ کے آدھے حصے پر حساب بناؤ اور اس کا جواب آدھے حصے پر بیت المال والے دیں اور مندرجہ بالا دونوں اشخاص میری طرف سے پڑتال کر کے مجھے اصلیت سے آگاہ کر دیں تو میں انتظام کروں گا۔

لہذا میں نے جملہ حساب مورخہ ۵ جولائی ۱۹۵۴ء کو تیار کر کے چوہدری عزیز احمد نائب ناظر بیت المال کے حوالے کر دیا۔ جس میں کم و بیش ۳ لاکھ روپے کا فین ثابت کیا گیا۔ اس کے بعد باقی حکم کی تعمیل آج تک نہیں ہوئی۔ مگر میری مخالفت آہستہ آہستہ بڑھتی گئی۔ جس کے نتیجہ میں میں نے اپریل ۱۹۵۶ء کو ربوہ (چناب نگر) چھوڑنا چاہا اور اس کی تحریری طور پر اطلاع ذمہ دار افسران صدر انجمن ربوہ (چناب نگر) کو دی۔ جس پر انہوں نے مجھے روک لیا اور تسلی وغیرہ دی اور انسداد کا وعدہ کیا۔ مگر بجائے انسداد کے میری مخالفت دو چند ہو گئی جو مختلف رنگ اختیار کرتی گئی۔ پھر اس کے بعد دسمبر میں ایک واقعہ پیش آیا اور اندرونی مخالفت زیادہ تیز ہو گئی۔ اچانک مجھے پتہ چلا کہ صیغہ وصیت مجھ سے ناجائز وصولی کر رہا ہے۔ جس کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔ مجھے دھوکہ میں رکھا گیا ہے۔ لہذا میں نے ۲۱ جنوری ۱۹۵۷ء کو ایک چشمی لکھی کہ یہ روپیہ جو مجھ سے ناجائز طور پر وصول کیا گیا ہے واپس دے دو۔ جو جلتی پرنٹل کا مصداق بنی اور مجھے ربوہ (چناب نگر) چھوڑنا پڑا۔ چنانچہ میں نے مورخہ ۸ فروری ۱۹۵۷ء کو ۳ یوم کی رخصت لی اور چلا گیا اور جا کر ۱۰ فروری ۱۹۵۷ء کو استعفیٰ بھیج دیا۔ ایک چشمی امام جماعت احمدیہ کو مندرجہ بالا واقعات کے متعلق لکھی جو مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۵۷ء کو پرنٹڈ انٹرفیئر پرائیویٹ سیکرٹری فتح الدین نے وصول کی۔ ناظر بیت المال نے میرے استعفیٰ کے جواب میں لکھا کہ آ کر چارج دو تو استعفیٰ پر غور ہو سکتا ہے۔ میں ۱۸ فروری ۱۹۵۷ء کو گیا اور چارج دیا۔ مگر مجھے فارغ نہ کیا گیا اور مجبوراً (جرا) روکا گیا۔ اس کے بعد میں ۱۰ مارچ ۱۹۵۷ء کو پھر ربوہ (چناب نگر) سے چلا گیا اور گھر جا کر سیکرٹری چشمی مقبرہ کانولس دیا کہ اگر ۱۰ یوم تک میرے روپے واپس نہ کئے تو میں قانونی کارروائی کروں گا۔ یہ چشمی مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۵۷ء کو انہوں نے وصول کی۔ میں مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۷ء کو بچوں کو لینے کے لئے ربوہ (چناب نگر) گیا۔ مگر جب وہاں پہنچا تو حالات بہت خراب نظر آئے۔ لہذا میں اپنی جان بچا کر واپس چلا گیا اور گھر جا کر ناظر امور عامہ کو چشمی لکھی کہ میرے گھر اور بال بچوں پر ان کی (خود ساختہ) حکومت نے قبضہ کیا ہوا ہے جو ناجائز ہے۔ وہ میرے حوالے کر دیئے جاویں۔ ورنہ میں اس کے متعلق قانونی کارروائی کروں گا اور نوٹس میں دس دن کی میعاد مقرر کر دی۔ یہ چشمی مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء کو لکھی تھی۔ جو ۳۰ مارچ ۱۹۵۷ء کو انہوں نے وصول کی۔ جملہ خط و کتابت میں نے بصیغہ رجسٹری اکنالج منٹ کی ہے۔ رسیدات و نقل چشمی ہائے میرے پاس موجود ہیں۔ چنانچہ مجھے مورخہ ۴ مارچ ۱۹۵۷ء کو امور عامہ کے مقسب (حکومت ربوہ (چناب نگر) کے تھانیدار)

مولوی عبدالعزیز (بھانیزی) کی طرف سے چشمی موصول ہوئی کہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۷ء کی درخواست کے متعلق مجھے دفتر امور عامہ میں ملیں۔ لہذا میں مورخہ ۹ اپریل ۱۹۵۷ء کو رپوہ (چناب نگر) گیا اور ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء کو دفتر میں ملا۔ جہاں انہوں نے مجھے بٹھانے رکھا۔ جب دفتر بند ہوا تو (مختص) وصیت کے کرہ میں لے گیا اور حساب وصیت کے متعلق باتیں شروع کیں۔ اس وقت اس دفتر میں قاضی عبدالرحمن سیکرٹری وصیت، محمد الدین، مسعود، ابراہیم کلرک موجود تھے۔ باتوں باتوں میں اپنی سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت وہ تیز ہو گیا۔ پانچوں آدمی میرے گرد ہو گئے۔ میں نے وقت کی نزاکت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے انداز میں یکدم تہدیلی پیدا کر لی۔ تب انہوں نے مجھے کہا کہ ایک تحریر لکھ دو۔ میں رضامند ہو گیا۔ اس پر عبدالعزیز نے تحریر لکھی۔ میں نے اس کی نقل کر کے دے دی۔ تحریر یہ تھی کہ میں نے حساب دیکھ لیا ہے۔ درست ہے جو (رقم) میں نے لکھی تھی وہ غلط ہے۔ (رقم) ۷۵۷ روپے درست ہے۔ جو ادا کئے جاویں۔ اس ساری جبری کارروائی کے دوران میں عبدالعزیز پستول نکالے۔ میرے سر پر کھڑا رہا۔ دوسرے چاروں آدمی بھی اس کے ساتھ شریک تھے۔ میں نے اس جبری وجہ سے اور دوسرے اس لئے کہ میرا بال بچہ بھی ان کے قبضہ میں تھا۔ یہ تحریر لکھ دی ورنہ میرا دو ہزار روپیہ ہی قابل وصول تھا۔ تحریر حاصل کرنے کے بعد مجھے چھوڑ دیا گیا اور کہا کہ پرسوں تک تمہیں رقم دے دی جاوے گی۔ اس کے بعد مجھ پر سخت نگرانی شروع کر دی گئی۔ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۷ء کو پھر بلایا گیا اور کہا کہ رسید لکھ دو کہ روپے وصول کر لئے۔ میں نے کہا کہ روپے دے دو۔ رسید دے دیتا ہوں۔ محمد الدین کلرک نے ایک معمولی سی چٹ دے دی اور کہا کہ وہ روپے دوپہر تک دے دیگا۔ لہذا میں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ کسی طرح روپے مل جائیں تو میں اپنا بال بچہ لے کر چلتا ہوں۔ رسید بھی لکھ دی۔ جب دوپہر کو (دفتر سے) اس نے روپے برآمد کر لئے اور میں نے رقم کا مطالبہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ ان روپوں میں سے ۳۰۷ روپے چندہ عام ادا کر دو اور جو کاغذات تمہارے پاس ہیں وہ لا کر مجھے دے دو۔ تب میں تم کو ۷۷ روپے ادا کر دوں گا۔ میں نے کہا کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر؟ اس نے کہا تو پھر مولوی عبدالعزیز (بھانیزی) جو کہ اس وقت تھانہ لالیاں گیا ہوا تھا۔ آدے گا تو بات کریں گے۔ اب میں اس بات کو بھانپ گیا کہ مجھے دھوکہ دے کر یہاں بلایا گیا ہے۔

چونکہ میرے سب کاغذات گاڈن میں ہیں۔ جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ کاغذات تو اس نے چھپا دیئے ہیں تو میں (ان کے نغہ سے) بچ نہیں سکتا۔ لہذا میں نے اس کو جھوٹی تسلی دی

اور کہا کہ کاغذات لا کر دیتا ہوں اور دفتر سے چلا گیا اور نہایت ہی احتیاط سے وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوا اور وہاں سے بھاگ کر جنگ پہنچا۔ اب میں ان کی دست برد سے باہر ہوں اور کاغذات بھی محفوظ ہیں۔ وہ ان دونوں چیزوں میں ایک پر یا تو میرے پر اور یا میرے کاغذات پر قابو پانا چاہتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ مجھے ختم کر دیں تو کاغذات کسی کام کے نہیں اور نہ کسی کو علم ہے کہ انہوں نے کیا کام دینا ہے اور اگر وہ تمام کاغذات مجھ سے حاصل کر لیں تو میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ ان حالات میں حضور کی خدمت میں التماس ہے کہ میری حق رسی فرمائی جاوے۔ میرے بچے اور سامان سب کچھ ان کی تحویل میں ہے۔ جہاں تک میرا پہنچانا ناممکن ہے۔

دستخط اردو، جاکسار صدر الدین ولد غلام قادر قوم گوجر سکند چک سکندر تھانہ کھاریاں ضلع گجرات!

مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۷ء

کارروائی پولیس: مضمون درخواست سے صورت جرم ۳۸۶/۳۳۲، ۴۰۶/۳۳۸

ت. پ، پائی۔ جا کر رپورٹ ابتدائی ہذا مرتب ہوئی۔ سب انسپٹر صاحب انچارج بسلسلہ تفتیش جرم ۳۵۷ ت. پ در کہ گئے ہوئے ہیں۔ لہذا اصل رپورٹ ابتدائی بغرض تفتیش بختم سب انسپٹر صاحب ارسال کی گئی۔ اصل کاغذات بھی شامل رپورٹ ابتدائی روانہ کئے گئے۔

دستخط: غلام عباس محرر، ہیڈ کانسٹیبل لالیان

مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۵۷ء مقدمہ رجسٹر ہونے کے بعد میں بارہا افسران متعلقہ کی

خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ مگر یہ مقدمہ عدالت میں نہ بھیجا گیا۔ دادری سے مایوس ہو کر بلا آخر میں نے مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۷ء کو سیکرٹریٹ کے سامنے بھوک ہڑتال کر دی۔ جس پر صاحب ایڈیشنل انسپکٹر جنرل بہادر پولیس مغربی پاکستان نے مجھے دادری کا یقین دلایا اور میں نے بھوک ہڑتال ختم کر دی۔ میں نے صاحب موصوف سے صرف یہ مطالبہ کیا کہ اس مقدمہ کو عدالت میں پیش کر دیا جائے تاکہ خلیفہ ربوہ کے جو رو تم منظر عام پر آجائیں۔ لیکن بھوک ہڑتال کے بعد بھی آج تین ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ ابھی تک یہ مقدمہ عدالت میں پیش نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ میری زندگی بدستور خطرہ میں ہے۔ میرے بیوی بچوں پر مرزا محمود کا قبضہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مظلوم پاکستانی شہری کس درجہ عذاب کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ پاکستانی اخبارات بھی خلیفہ ربوہ (چناب نگر) کے مجھ پر کئے گئے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر چکے ہیں۔ مگر ابھی تک یہ عاجز دادری سے محروم ہے۔

(مولوی) صدر الدین کھاریاں ضلع گجرات!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَنْ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ سَمْعِیْ هَذَا سَمِعَهُ مِنْ سَمْعِیْ
مَنْ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ سَمْعِیْ هَذَا سَمِعَهُ مِنْ سَمْعِیْ

چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں کے نام
بحیثیت معزز ممبر جماعت احمدیہ اتمام حجت کے طور پر

کھلی چٹھی



مولوی صدر الدین گجراتی

یہ چشمی مندرجہ ذیل اقوال بائے سلسلہ احمدیہ کی روشنی میں لکھی جا رہی ہے
 قول نمبر: ۱..... ”دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ گووہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے
 اور ہر ایک محقق اور حق گو کا فرض ہے کہ سچی بات پورے طور پر مخالف گم گشتہ کے کانوں تک پہنچا
 دے۔ پھر اگر وہ سچ سن کر برافروختہ ہو تو ہوا کرے۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۹، ۲۰، خزائن ج ۳ ص ۱۱۲)
 قول نمبر: ۲..... ”مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنیاد رکھ کر
 دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔“ (اخبار الحکم مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۰۲ء)
 قول نمبر: ۳..... ”مظلوموں کے بخارات نکلنے کے لئے یہ ایک حکمت عملی ہے کہ وہ بھی مباحثات
 میں سخت حملوں کا سخت جواب دیں۔“ (کتاب البریہ ص ۱۰، ۱۱، خزائن ج ۳ ص ۱۲)
 قول نمبر: ۴..... ”خائن، زانی، فاسق، فاجر، سودخور، ظالم، دروغ گو میری جماعت میں سے نہیں
 ہیں۔“ (کشتی نور ص ۱۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۹)

گزارش!

مکرمی چوہدری (سرظفر اللہ خان خادیاہی) صاحب
 چونکہ آپ کو جماعت ہائے احمدیہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ نیز اس کے علاوہ
 آپ ایک بین الاقوامی شخصیت بھی ہیں جس کی وجہ سے آپ کی، جماعت، خاص طور پر عوام الناس
 کی نظر میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ نیز وقت بے وقت جماعت بھی آپ کی شخصیت اور اثر و رسوخ
 سے فائدہ اٹھاتی ہے اور چونکہ یہ عاجز اپنی داستان مظلومیت کو فرداً فرداً بیان کرنے سے قاصر ہے۔
 اسی لئے اس کھلی چشمی کے ذریعہ آپ کی وساطت سے جماعت ہائے احمدیہ کے لمبیدہ اشخاص سے
 خصوصاً اور اپنے دوست و احباب اور اہل ملک تک عموماً اپنی نیچف اور دردناک آواز گوش گزار کرنا
 فرض منصبی سمجھتا ہے۔ کیونکہ میری درد بھری داستان اس شخص کے مظالم کے خلاف احتجاج ہے۔ جو
 آیات اختلاف کے مطابق خلیفہ اللہ ہونے کا دعویٰ ہے اور بقول آپ کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود
 احمد) کا ہر ارشاد دین کے معاملہ میں جماعت کے لئے قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ (بیان حقیقتی عدالت
 ۱۹۵۳ء) یہ عاجز آہائی طور پر چک سکندر ضلع گجرات کا باشندہ ہے۔ میری عمر اس وقت تقریباً
 ۶۲ سال ہے اور میں پیدائشی طور پر جماعت قادیان سے تعلق رکھتا تھا۔ میں نے ۱۹۳۴ء میں دوسری

شادی کے بعد مستقل طور پر قادیان رہائش اختیار کر لی۔ مگر بسلسلہ ملازمت قادیان سے باہری رہا۔ جس کی وجہ سے مجھ پر قادیان کے کسی سربستہ راز کا انکشاف نہ ہوا۔ حتیٰ کہ میں قیام پاکستان کے بعد دوبارہ اپنے سابقہ وطن کھاریاں ضلع گجرات میں بحیثیت مہاجر آباد ہو گیا اور ۱۹۵۰ء میں ملازمت سے پنشن حاصل کر لی اور ۱۹۵۳ء میں حسب ارشاد خلیفہ صاحب ربوہ چھوٹی سرکاری ملازمت چھوڑنے کی وجہ سے بڑی سرکاری خدمت کے لئے ربوہ (چناب نگر) حاضر ہو گیا۔ جہاں میں خلیفہ صاحب کے حکم سے صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ (چناب نگر) کے حسابات کی پڑتال پر مامور ہوا۔ معمول کے مطابق خلیفہ صاحب کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر میں نے انتہائی اخلاص اور محنت اور جانفشانی سے کام کیا اور انجمن میں لاکھوں روپے کا نغین اور مالی بد عنوانیاں ثابت کیں اور ان کو میں نے تحریری طور پر خلیفہ صاحب کے پیش کر دیا۔ چونکہ ممبر پر خلیفہ صاحب کے وعظ کا نچوڑیہ ہوتا تھا کہ دینتداری ہمارا اصل اصول ہے اور جماعت کی بہترین خدمت یہ ہے کہ بددیانتوں کا سراغ لگایا جائے اور قومی بیت المال کو ایسے لوگوں سے صاف کیا جائے۔ تاکہ اشاعت اسلام کا بے نظیر کام صحیح اور عمدہ طریق پر چلایا جائے اور یہ کہ اس خدمت کو سرانجام دینے والے میری خاص دعاؤں کے مستحق ہوں گے۔ نتیجتاً مجھے بھی اس خدمت کے بجالانے کا شوق دامگیر ہو گیا اور مجھے یقین تھا کہ میری دینتداری نہ محنت کی حقیقی داد دی جائے گی اور مظلوموں کو قرار واقعی سزا دی جائے گی اور میں اس خدمت کے صلہ میں حضور کا مقرب بن جاؤں گا۔ حضور خوش ہوں گے تو خدا راضی ہو جائے گا۔ مگر وائے قسمت کہ بعد کے واقعات نے کچھ اور ہی منظر پیش کئے۔ جن کا اس چشمی میں دوبارہ بیان کرنا تو ضیح اوقات ہے۔ نیز یہ ایک طویل لرزہ خیز داستان ہے جسے چند جملوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ المختصر اس سچ بولنے اور دینتداری، اخلاص اور تقویٰ کی پاداش ہیں۔ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت مجھے قتل کرنے کی سازش کی گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے محفوظ رکھا اور اس طرح جماعت اور حکومت کے سامنے اصل حقائق پیش کرنے کی توفیق ملی۔ (الحمد للہ) اور آج اس آواز کو اٹھائے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے میں نے حق و انصاف حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر خلیفہ ربوہ (چناب نگر) اور اس کے رفقاء اپنے اثر و نفوذ کو بروئے کار لاتے ہوئے میرے انصاف حاصل کرنے کی راہ میں حائل ہے۔ مجھ سے میری جائیداد اور اولاد بھی چھین لی گئی ہے۔

جناب چوہدری صاحب! آپ چونکہ جماعت کے چوٹی کے بااثر بزرگ سمجھے جاتے ہیں اور جماعت کی نظر بھی خلیفہ کے بعد آپ ہی کی طرف اٹتی ہیں۔ اس لئے میں اس کھلی چٹھی کے ذریعہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ایک محرز بین الاقوامی شخصیت ہونے کی حیثیت کا ہی ذرا خیال کرتے ہوئے حق کی آواز اٹھانے میں میری مدد کریں اور جماعت کے ہمیدہ اصحاب تک اصل واقعات پہنچانے میں تعاون کریں۔ میری شکایت حسب ذیل میں جو آپ کی جماعت کے بارے میں ہیں:

- ۱..... جماعت کے ریزرو فنڈ کا کل سرمایہ کہاں ہے؟
- ۲..... ارکان جماعت کی ذاتی امانتوں میں بھی یعنی صیغہ امانت صدر، امین احمدیہ اور امانت تحریک جدید سے کئی لاکھ روپیہ کا سرمایہ عائب ہے۔ یہ سرمایہ کہاں ہے؟ کس کے استعمال میں ہے اور اب تک اس قدر سرمایہ کس کے ذریعہ اور کس کے استعمال سے ضائع ہوا ہے؟
- ۳..... جماعت کا کس قدر سرمایہ تجارتی اداروں، صنعتوں، فیکٹریوں، کہنیوں، ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں لگایا گیا ہے اور ان میں آج تک کیا ہوا ہے؟ گوشوارہ شائع کیا جائے تاکہ حقیقت واضح ہو۔

۴..... صدر امین احمدیہ رجسٹرڈ اور تحریک جدید امین احمدیہ رجسٹرڈ سے کتنے لاکھ روپیہ پرائیویٹ افراد کے پاس قرض ہے جس کے ذریعہ وہ لوگ اپنی ذاتی تجارت کے ذریعہ مالی فوائد حاصل کر رہے ہیں۔ یہ قرض کتنے سال سے ان لوگوں کے پاس ہے اور اس کی واپسی کیوں نہیں ہوتی اور امین کو اس سے کیا مالی فوائد حاصل ہو رہے ہیں؟

۵..... صدر امین احمدیہ پاکستان و تحریک جدید کے دونوں ادارے اور خلیفہ صاحب خود بھی وسیع پیمانہ پر احمدیوں سے قرض کے نام پر سودی کاروبار کرتے ہیں۔ حالانکہ اسلام بنیادی طور پر سود کے لین دین کے خلاف ہے۔ اس قول اور فصل کے تضاد کی وضاحت کی جائے۔

۶..... حکومت سے ایک ٹیکس اور سلیز ٹیکس بجانے کے لئے جماعت کی طرف سے قائم کردہ لمیٹڈ کمپنیاں جو تقریباً دو درجن سے بھی زائد ہیں جعلی حساب کتاب بناتی ہیں اور اکثر چور بازاری میں اپنے کاروبار کرتی ہیں۔ اس کے اسباب کیا ہیں اور خلیفہ صاحب ربوہ باوجود ذاتی طور پر ان باتوں کا علم رکھنے کے ان باتوں کا تدارک کبھی نہیں کرتے۔ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ یہ سب کچھ ان کے ایماء اور ہدایت پر کیا جاتا ہے۔

..... خلیفہ صاحب ربوہ (چناب نگر) مرزا بشیر الدین محمود احمد کے عزیز اقرباء کے خلاف کس قدر بھاری بھاری رقوم کی ڈگریاں دارالقضاء صدر انجمن احمدیہ ربوہ (جماعت کی عدالت عالیہ) دے چکی ہے جو بیچارے غریب احمدیوں کی ساری عمر کی پونجی ہے جو وہ اپنے اخلاص اور عقیدہ کے نتیجہ میں ہانے سلسلہ کے خاندان کے افراد کی نظر کر چکے ہیں۔ آخر ان کی ادائیگی میں روک کیا ہے؟ اس کے برعکس خلیفہ صاحب نے جن احمدیوں سے اپنا ذاتی روپیہ لینا ہوتا ہے ان کو خارج از جماعت کرنے اُسے بھی دریغ نہیں کرتے۔

۸..... زندگی وقف کرنے والے اور دوسرے صدر انجمن کے کارکن جو بیت المال سے تنخواہ حاصل کرتے ہیں اور بعض دیگر افراد کے فحی کام کیوں کرتے ہیں۔ آخر ان کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں۔ کیا یہ قومی اموال میں خیانت نہیں اور ہر طرح قابل مذمت فعل نہیں؟

۹..... جماعت کے فہیدہ اصحاب سے اکثر مالی حالات کو چھپایا جاتا ہے اور انجمن کے سالانہ بجٹ میں (صدر انجمن اور تحریک جدید جو دونوں رجسٹرڈ شدہ ہیں) پیش کرنے سے روکا جاتا ہے۔ جماعت کے سامنے آخر ان تمام امور کو پیش کرنے سے کیا روک ہے۔ اس ادارے میں آخر کیا خفیہ کارروائی ہے جو جماعت کے سامنے رکھنا مناسب نہیں۔ اس سے کیا خطرات ہیں۔

۱۰..... ربوہ (چناب نگر) کے موجودہ ارباب و عظیم کے سربراہوں کے خلاف قہمیری اور صحت مند تنقید پر مشتمل لٹریچر جن میں بیت المال صدر انجمن کی مالی بد عنوانیوں کو بے نقاب کیا جاتا ہے کے مطالعہ سے جماعت کو منظم طور پر آخریوں روکا جاتا ہے۔ جب کہ ان عیوب کی نشاندہی کرنے والے شواہد پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور ان مسترضین کا شوشل بائیکاٹ منظم طور پر وسیع پیمانہ پر قراردادوں اور مرکز کے حکم ناموں کے ذریعہ کیوں کیا جاتا ہے۔ کیا اس لئے تو نہیں کہ کہیں احمدی حضرات مرکز کے دھاندلی اور اصل حقائق سے واقف نہ ہو جائیں۔

۱۱..... خلیفہ صاحب ربوہ (مرزا بشیر محمود) پر جماعتی روپیہ کے ناجائز استعمال اور مشکوک ذاتی کریکٹرز کے متواتر الزامات جو بار بار لگائے جا رہے ہیں۔ ان کا جواب و وضاحتی بیان سے کیوں نہیں دیا جاتا۔ جب کہ محمد یوسف ناز صاحب آف کراچی مہبلہ کے لئے مرزا محمود کو بار بار دعوت دے رہے ہیں اور ہانے سلسلہ کا قبول نمبر ۱۲ اور درج کیا گیا ہے۔ اگر مہبلہ مناسب نہ ہو تو پھر ان الزام لگانے والے اصحاب کے خلاف ملکی عدالت میں چنگ عزت کا دعویٰ کیوں نہیں کیا جاتا۔

الزامات برأت کے یہی دو طریقے ہیں اور محض سکوت اور خاموشی سے الزام نہ صرف قائم رہتا ہے بلکہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ (الٹا خاموشی نیم رضا) اگر موجودہ خلیفہ کی زندگی میں ان الزامات کی صفائی نہ ہو سکی تو ان کی وفات کے بعد جماعت ربوہ (چناب نگر) مخالفین کے سامنے ان کا دفاع کیسے کرے گی اور خصوصاً ان کی اولاد کو صفائی پیش کرنا مشکل ہوگی۔

۱۲..... کیا جماعت ربوہ (چناب نگر) میرے مندرجہ بالا کسی ایک الزام کی تردید کر سکتی ہے اور سب سے آخر میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میرے علم مشاہدہ اور تحقیقات کے نتیجے سے یہ امر بھی ثابت ہے کہ آپ نے بھی صدر انجمن احمدیہ کے امانت سے مبلغ پچاس ہزار روپیہ سال ۱۹۵۲ء میں وصول کیا ہے۔ جس کو خلیفہ صاحب نے خفیہ رکھنے کی ہدایت کی ہے اور رقم ابھی تک واپس نہیں ہوئی۔ یہ کیوں، بدیں وجہ آپ کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنی پوزیشن پبلک کے سامنے واضح کریں اور صدر انجمن احمدیہ رجسٹرڈ کے موجودہ غبن سے لاتعلقی کا اظہار کریں اور میرے الزامات کی تحقیقات کے لئے جماعت کو مجبور کریں اور میرے خلاف موجودہ سماجی بائیکاٹ سے جماعت کو روکیں اور دنیا کو یہ بتادیں کہ آپ کی جماعت غیرت ایمانی رکھتی ہے اور پھر پرست نہیں صحیح روح اور خدمت ان کا نصب العین ہے۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اس جماعت کے قول اور فعل میں بڑا تضاد ہے۔

محترم چوہدری صاحب! ہم دونوں ہی تقریباً زندگی کے آخری حصہ میں ہیں اور آخر ہم نے اپنے مولا حقیقی کے پاس جانا ہے۔ اس لئے میں اس حقیقی عدالت کے عدل و انصاف کی یاد دلا کر آپ کو اپنے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ آپ جماعت کے ہمیدہ اصحاب کی راہ نمائی کریں اور ان کو صحیح راہ پر لانے کے لئے پہل کریں اور اس طرح حق و انصاف حاصل کرنے میں میری مدد کریں۔ والسلام!

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۵۸ء

خاکسار: (مولوی) صدر الدین ساکن چک سکندر تحصیل کھاریاں ضلع سوات

معرفت سیکرٹری مرکزی حقیقت پسند پارٹی رجسٹرڈ نمبر ۸۔ اے لندن دلا مسافر گلی کرشن نگر لاہور

پوسٹ بکس نمبر ۳۳۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
بِیْرُطِنَا

ربوہ (چنابنگر) میں
کیا کچھ ہو رہا ہے؟



محمد رفیق باجوہ

گواہ صالح نور اور مجھے قادیانیوں کی طرف سے خطرناک دھمکیاں دی جا رہی ہیں
مسلمان طلباء کی جاسوسی کے لئے قادیانی طلباء کو بھیجا جاتا ہے

گواہ رفیق احمد باجوہ کا بیان!

لاہور یکم جولائی ۱۹۷۴ء وقوعہ ربوہ (چناب نگر) کے تحقیقاتی ٹریبونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صدیقی نے آج ایک اور گواہ ٹھیکیدار ثناء اللہ کا بیان قلمبند کیا۔ ثناء اللہ سمیت اب تک ۳۳ گواہوں کے بیانات قلمبند کئے جا چکے ہیں۔ ثناء اللہ سے قبل گواہ رفیق احمد باجوہ پر جرح مکمل ہوئی۔ ثناء اللہ نے آج عدالت میں احمدیہ فرقہ کے سربراہ اور خلیفہ ادران کے عزیز و اقارب اور ان کے زیر اثر ربوہ کے لوگوں پر الزام لگایا کہ وہ قریبی آبادیوں اور دیہات سے خوبصورت لڑکیوں کو اغوا کراتے ہیں اور پھر انہیں خلیفہ کے محل میں رکھنے کے بعد خلیفہ کے منظور نظر لوگوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ گواہ نے اس سلسلہ میں ۴ خواتین کا نام بھی فاضل جج کو لکھوایا اور بتایا کہ یہ اغوا شدہ خواتین اب بھی ربوہ (چناب نگر) میں بااثر لوگوں کے پاس موجود ہیں۔ لیکن ان کے درثناء کی شکایات پر پولیس نے کسی کوئی قانونی کارروائی نہیں کی۔ کیونکہ پولیس کا بڑے سے بڑا نافر بھی ربوہ (چناب نگر) میں قادیانی فرقہ کی تنظیم کی اجازت کے بغیر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ گواہ نے اس طرح قتل کے بھی تین واقعات کا ذکر کیا اور کہا کہ دو افراد کو بااثر لوگوں نے سنگسار کر دیا اور ایک کو کلڑے کلڑے کر کے پھینکوا دیا۔ فاضل ٹریبونل جج نے اس پراسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری کو ہدایت کی ہے کہ وہ سپرٹنڈنٹ پولیس جمنگ سے اس ضمن میں فوری طور پر خصوصی رپورٹ طلب کریں۔

مختلف وکلاء کی جرح کے دوران گواہ نے بتایا کہ ربوہ (چناب نگر) میں ناکہ بندی کا رواج عام ہے۔ جب رابعہ انقلابیہ کی خفیہ تنظیم نے ۱۹۷۲ء میں ربوہ میں جلسہ منعقد کرنے کی کوشش کی تو ان کی ناکہ بندی کی کوشش کی گئی۔ گواہ نے کہا کہ رابعہ انقلابیہ ایسی تحریک ہے جو موجودہ خلیفہ کی برادری کش پالیسی کے خلاف چلائی گئی ہے۔ گواہ نے بتایا کہ مرزانا صرا احمد (قادیانی خلیفہ) کا ایک باورچی محمد علی بھی تھا۔ باورچی گیری کے زمانہ میں وہ مرزانا صرا احمد کی نجی گھریلو زندگی کے بارے میں لوگوں کو ہاتھیں بتاتا تھا۔ لہذا اسے چند ماہ پیشتر قتل کر دیا گیا۔ امور عامہ میں مقدمہ درج کرایا گیا۔ لیکن پھر اسے ختم کر دیا گیا اور آج تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی۔ گواہ نے کہا کہ وہ ذاتی طور پر اس باورچی کے بارے میں جانتا ہے۔ ویسے بھی ربوہ میں

سب کو معلوم تھا کہ وہ خلیفہ کے گھریلو امور کے بارے میں بازار میں باتیں بتایا کرتا تھا۔ اسے فوری طور پر خلیفہ کے گھر سے نکال دیا گیا تھا۔ اس نے باتیں بتانے کا سلسلہ ترک نہ کیا۔ دو افراد لطیف احمد اور بدرالدین نے ایک حادثہ میں جان دے دی۔ یہ واقعہ ربوہ میں اس سال گھوڑ دوڑ کے دوران رونما ہوا۔ کوئی رپورٹ پولیس میں نہیں دی گئی۔ اگر کوئی پیدائشی احمدی اپنے عقیدہ کو تبدیل کر لے اور جماعت سے نکل جائے تو اس کا نہ صرف یہ کہ کمرشل ہائیڈریٹ کیا جاتا ہے بلکہ اس پر تشدد کیا جاتا ہے۔ گواہ نے بتایا کہ سرکاری افسروں کو جن کا ربوہ (چناب نگر) سے تعلق ہے ربوہ کی انتظامیہ کے تابع ہونا پڑتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ احمدی طلباء سے جاسوسی کا کام لینے کے لے ربوہ سے بعض طلباء کو غیر احمدی طلباء کے جلسوں میں شرکت کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ گواہ نے کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ قادیانی مختلف سیاسی تنظیموں بشمول کیونسٹ تنظیموں میں بھی شامل ہیں۔ گواہ نے آج عدالت سے یہ شکایت بھی کی کہ اسے اور گواہ صالح نور کو احمدیوں کی طرف سے عبرتاً انجام کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ گواہ نے اعجاز بٹالوی کی جرح پر بتایا کہ لاہور میں میجر ابو الخیر کے گھر رہا جو احمدی ہیں اور جن کے بیٹے سے میری ہمیشہ کی شادی ہوئی ہے۔ میں نے ۱۹۷۲ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ چھوڑا۔ وہاں فزکس کے ڈیپارٹمنٹ میں مسٹر حبیب الرحمن پروفیسر پڑھاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ وہ احمدی ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں میں نے چیونٹ کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی اور تقریر بھی کی۔ میرے علاوہ مفتی محمود، عبداللہ درخوافتی، مولانا ہزاروی اور مولانا تاج محمود، آغا شورش کاشمیری اور سردار عبدالقیوم نے بھی تقریر کی تھی۔ ان میں سے میں تاج محمود کو لائل پور (فیصل آباد) میں ملا ہوں۔ جو میرے ہاں میری عیادت کرنے چوتھہ بھی آئے تھے۔ آغا شورش کو میں نے ان کے دفتر میں لاہور ہی ملا ہوں۔ آغا شورش کے ساتھ میری اور بھی چند ملاقاتیں ہوئی ہیں۔

گواہ نے مسٹر خاقان ہابر کے سوالوں کے جواب میں بتایا کہ مرزا وسیم احمد جماعت احمدیہ قادیان کے سربراہ ہیں اور موجودہ قادیانی خلیفہ ناصر احمد کے بھائی ہیں۔ جماعت احمدیہ خود کو بین الاقوامی جماعت سمجھتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ البدر نامی ایک پرچہ قادیان سے لکھا ہے۔ ربوہ میں قیام کے دوران ہم یہ پرچہ خلافت لائبریری میں پڑھتے رہے ہیں۔ اس پرچہ کی پالیسی یہ تھی کہ بھارت سے وفاداری برقرار رکھی جائے۔ مرزا وسیم احمد سالانہ جلسوں میں ربوہ آتے رہے ہیں۔ میں نے انہیں دو تین مرتبہ دیکھا ہے۔ قادیان والوں کے ساتھ ربوہ کا راستہ انگلستان کی معرفت قائم ہے۔ میں نے ۱۹۶۵ء میں سنا تھا کہ قادیانی خلیفہ کی تقریریں بھارت کے حق میں آرہی۔

جب کہ ۱۹۷۱ء میں میں نے خود مرزا دہسٹم کی تقریر ریڈیو پر خود بھی سنی جو کہ بھارت کے حق میں تھی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ مرزا دہسٹم انتظامی امور کی رو سے ریوہ کے تحت ہیں اور کوئی تقریر ریوہ والوں کی مرضی و ہشامہ کے بغیر نہیں کر سکتے۔ اسرائیل کا مشن بھی اسی طرح اسرائیلی حکومت کا ساتھ دیتا ہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ۱۹۶۷ء میں ریوہ کی عبادت گاہوں میں شریعی تقسیم کی گئی تھی۔ اس کی وجہ اسرائیل کا ۱۹۶۷ء کی جنگ میں عربوں کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنا تھا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ قصر خلافت ریوہ کے شیخ ماسٹر مرزا عبدالسیح کو جانتا ہوں۔ ہر احمدی کی طرح مرزا سیح بھی نظارت کا ایک حصہ تھے۔ تمام احمدیوں کا تعلق امور عامہ سے ہوتا ہے۔ سرکاری ملازمت کرنے والے احمدی اپنے اپنے حکم کی سرگرمیوں کے بارے میں امور عامہ کو اطلاع دیتے ہیں۔ جماعت احمدیہ لاہور کا اخبار ”لاہور“ ہے۔ ثاقب زیدی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ اس پرچہ میں شاہ فیصل اور کرنل قذافی کے خلاف مضامین چھپتے رہے۔ میں احمدیہ تبلیغی مشن یوگنڈا کے انچارج حکیم ابراہیم کو جانتا ہوں۔ وہ پاکستان بھی آئے تھے۔ ایسے لوگوں کو پریس میں کوئی بات دینا منع ہے۔ کیونکہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ حکیم ابراہیم کا گھر ریوہ میں ہے۔

گواہ کو اس مرحلہ پر ایک انگوٹھی دکھائی گئی۔ جس کے بارہ میں اس نے کہا کہ ایسی انگوٹھیاں عموماً ہر قادیانی پہنتا ہے۔ یہ خاص شناخت کے اعتبار سے پہنی جاتی ہے۔ قادیانیوں کا سب سے بڑا تبلیغی مرکز برطانیہ ہے۔ وقوعہ ریوہ کے بعد قصر خلافت میں ایک اجلاس بلوایا گیا۔ جس میں ۶۰۰/۷۰۰ افراد موجود تھے۔ یہ اجلاس اپنی مرضی کے آدمیوں کو گرفتار کرانے کے لئے بلوایا گیا۔

گواہ نمبر ۳۳، شہداء اللہ ٹھیکیدار سرگودھا

میں احمدی نہیں ہوں۔ ریوہ میں میں نے ایک پہاڑی کان کا ٹھیکہ ۱۹۶۶ء میں حاصل کیا تھا۔ وقوعہ کے روز میں سرگودھا سے ریوہ کے لئے چناب ایکسپریس میں آ رہا تھا۔ منصور احمد میرے ڈبہ میں بیٹھا تھا۔ ظہور، مسعود اور گلزار ہر شیخین پر اتارتے تھے اور ڈبوں کے آگے پھر کر سوار ہو جاتے تھے۔ انہیں عموماً مرزا لیا کہا جاتا ہے۔ میرے ڈبہ میں صرف منصور بیٹھا رہا۔ باقی تین کو صرف میں شیخوں پر دیکھ لیتا تھا۔ منصور لالیاں ریلوے اسٹیشن پر اتار گیا۔ جب ریوہ اسٹیشن آنے لگا اور گاڑی بیرونی سگنل کے قریب پہنچی تو میں بھی ڈبہ کے دروازہ پر آ گیا اور گاڑی ذرا آگے گئی تو پلیٹ فارم پر پہنچی تو گاڑی میں سوار متعدد لوگوں نے پلیٹ فارم پر آئے ہوئے مجمع کو ہاتھوں کے اشارہ سے بلوایا۔ جب گاڑی آہستہ ہوئی تو مجمع بہت قریب آ گیا اور انہوں نے ”غلام احمد کی

جے“ کانفرہ لگایا۔ میں اپنے ڈبے سے اتر لہاں سے اسٹیشن ماسٹر کا دفتر بھی نظر آتا ہے۔ گاڑی اتر کر میں اسٹیشن ماسٹر کے دفتر کی جانب گیا۔ مرزا سمیع اسٹیشن ماسٹر کو میں بخوبی جانتا تھا۔ لہذا میں نے سوچا کہ کچھ دیر وہاں گزاروں۔ میں نے باہر سے دفتر میں دیکھا تو بشیر احمد عمومی فون پر بات کر رہا تھا اور وہاں دو تین اور آدمی بھی موجود تھے۔ اسٹیشن ماسٹر وہاں موجود نہ تھا۔ میں وہیں کھڑا ہو گیا اور پلیٹ فارم پر ہونے والی گڑبگڑ دیکھتا رہا۔ اسی اثناء میرے سامنے کے سیکنڈ کلاس کے ایک ڈبہ سے دو طلبہ کو گھسیٹ کر اتارا گیا اور انہیں پلیٹ فارم پر زد و کوب کیا۔ گاڑی کے پچھلے حصہ کی جانب ہنگامہ زیادہ تھا۔ لہذا میں وہاں جا کر کھڑا ہوا۔ وہاں احمدیت زندہ باد، غلام احمد کی جے اور پکڑو، مارو، جانے نہ پائے کے نعرے سنائی دیئے۔ ہجوم کی تعداد تین چار ہزار تھی۔ البتہ مارنے والے کم تھے۔ گاڑی کے پچھلے حصہ میں لوگ طلباء کو مار رہے تھے اور وہاں کچھ لوگ اکسانے والے بھی تھے۔ جو دوسروں کو کہتے تھے کہ ”جاؤ احمدیت کا حق ادا کرو۔“ اکسانے والوں میں سے میں عبدالحمید چیمہ، ملک خدا بخش ریٹائرڈ تھانیدار اور مولوی برکات احمد کو جانتا ہوں۔ یہ سب ربوہ شہر کے رہنے والے ہیں۔ جب میں نے دو تین آدمیوں سے واقعہ پوچھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ: ”جاؤ احمدیت کا حق ادا کرو۔“

کچھ دیر بعد اکسانے والوں نے مارنے والوں سے کہا کہ بس کرو۔ کافی ہو چکا۔ اس لئے واپس آ جاؤ۔ جب گاڑی چل پڑی تو یارڈ کی طرف میں نے کافی سامان بکھرا ہوا پایا۔ اس طرف کو سرفظر اللہ کی کوشی ہے۔ جہاں سے پانچ چھ آدمی کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ ہنگامہ دیکھ کر میری طبیعت خراب ہو گئی اور میں سر گودھا جانے کے لئے چل پڑا۔ تاکہ بس اڈہ پر جاؤں۔ میرے آگے چند قدم کے فاصلہ پر کالج کے طلباء کی ایک ٹولی جا رہی تھی۔ ان میں سے ایک طالب علم شیر ہاز نے جسے میں جانتا ہوں میرے پوچھنے پر بتایا کہ آج ہم نے بتایا کہ ہمارے خلاف بولنے والوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ جب میں سرفظر اللہ خاں کی کوشی کے قریب سے گذرا تو میں نے میاں محمد رفیق، غلیوہ باجوہ اور راشد کو دیکھا۔ جن کے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے۔ یہ لوگ کوشی کے برآمدہ میں کھڑے تھے۔ میاں محمد رفیق موجودہ خلیفہ ناصر احمد کے بھائی ہیں۔ وہاں دو ہاڈی گارڈ بھی کھڑے تھے۔ جن کے پاس غالباً جی تھری کی رائفلیں تھیں۔ پھر میں لاری اڈہ پر آ گیا اور بس مین سوار ہو کر سر گودھا چلا گیا۔ سر گودھا سے دوسرے دن بس میں اڈہ پر آیا اور تاکہ میں بیٹھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ میاں رفیق اپنے ساتھیوں ملک خدا بخش ریٹائرڈ تھانیدار محمد منور وغیرہ کے ساتھ ایوان محمود کے سامنے کھڑے تھے۔ میاں رفیق نے مجھے کہا کہ پٹھان تم نے ہمارے خلاف بکنے

والوں کا کل حشر دیکھ لیا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اچھی طرح دیکھا ہے۔ میں کام پر گیا تو ایک ٹرک آیا۔ ٹرک والوں نے بتایا کہ چنیوٹ میں جلوس نکلنے والا ہے۔ میں اسی ٹرک میں واپس چنیوٹ گیا اور اپنے ٹرک والوں سے اس روز کام بند کرنے کا حکم دیا۔ چنیوٹ میں بہت بڑا ہجوم تھا۔ میں نے ڈاکٹر شریف ڈسٹنسٹ کی دکان کے باہر بڑا شور دیکھا۔ وہاں مجھے پتہ چلا کہ ڈاکٹر شریف نے گولی چلا دی ہے۔ جس کی وجہ سے کوئی زخمی ہو گیا ہے۔ ابھی میں وہیں تھا کہ ڈاکٹر شریف نے دوبارہ گولی چلائی۔ یہ گولی ڈاکٹر کے گھر سے چل رہی تھی۔ اسی اثناء میں سپرنٹنڈنٹ پولیس یارن خاں ایک لڑکے کو شینڈ پر لائے اور ٹرک والوں سے اسے ہسپتال لے جانے کے لئے کہا۔ مجمع اس قدر زیادہ تھا کہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر میں چنیوٹ سے سرگودھا آ گیا۔

ربوہ میں جب میں نے کام شروع کیا تو وہاں یہ اصول تھا کہ یا تو ۱۵ فیصد منافع ہر ماہ جماعت کے خزانہ میں جمع کرنا یا ربوہ کے کسی آدمی کو حصہ دار بنانا۔ چنانچہ مجھے بھی یہ کہا گیا۔ میں نے انکار کر دیا۔ مجھے انجمن کی طرف سے کہا گیا کہ ہم آپ کے ٹرکوں کے لئے ربوہ کی سڑکیں بند کر دیں گے۔ مجھے یہ بات حمید بٹ نے کہی۔ ان سڑکوں کے بغیر میں اپنے کام پر نہیں جاسکتا تھا۔ میں نے پھر بھی انکار کر دیا اور کہا کہ تم بڑے شوق سے سڑکیں بند کرو۔ میں عدالت عالیہ میں بندش کے حکم کو چیلنج کروں گا۔ دوسرے دن میاں منور نے یہ پیغام بھیجا کہ آپ کام کرتے رہیں اور پہلے کے پیغام کو خارج سمجھیں۔ پیغام لانے والا آدمی شیر زمان ٹھیکیدار ہے۔ شیر زمان ربوہ کے آس پاس کی پہاڑیوں پر کام کر رہا ہے۔ اقصیٰ تک پختہ سڑک ہے۔ وہاں سے کچی سڑک پہاڑی کان تک چلی جاتی ہے۔ جہاں میں کام کر رہا تھا میرے ٹرک کچی سڑک سے ہو کر آتے تھے۔ اس سڑک کے ارد گرد ایک شخص مبارک احمد کی زمین تھی۔ جس نے انجمن کے کہنے پر میرے ٹرک اپنی زمینوں کے بیچ سے گزارنے کو منع کر دیا اور کہا کہ یہ چار سو روپیہ ماہوار ادا کرو یا ٹرک بند کر دو۔ میں نے سول جج چنیوٹ کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا ہے جو زیر سماعت ہے۔

۲۹ مئی ۱۹۷۳ء کے واقعہ کی رپورٹ اس لئے درج نہیں کرائی۔ کیونکہ مجھے علم تھا کہ اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں نکلے گا۔ میں نے ۳۰ مئی کو ربوہ میں پولیس بھی دیکھی تھی اور یہ بھی سنا تھا کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ مسٹر شیر عالم نے جواب میں بتایا کہ ان کا تجربہ ہے کہ پولیس احمدیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتی۔ کرم الہی بمبئی کے سوالوں کے جواب میں بتایا کہ لوٹ مار اور ظلم و تشدد داور امن عامہ تباہ کرتا ربوہ والوں کا معمول بن چکا ہے اور ۲۹ مئی کا واقعہ اس کی معمولی مثال ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَنْ لَمْ یُحِبَّ اِسْمَ اللّٰهِ فَیَسْمَعْ اِسْمَ رَسُوْلِهِ
فَلَمْ یُحِبَّ اِسْمَ رَسُوْلِهِ فَیَسْمَعْ اِسْمَ رَسُوْلِهِ
فَلَمْ یُحِبَّ اِسْمَ رَسُوْلِهِ فَیَسْمَعْ اِسْمَ رَسُوْلِهِ

ربوہ کی کہانی
ربوہ والوں کی زبانی



عزیز احمد ٹھیکیدار چک جھمرہ

انتساب!

(قادیانی خاندان نبوت کے نام)

”بسم الله الرحمن الرحيم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم“

خاکسار عزیز احمد ٹھیکیدار منڈی چک جھمرہ نے ۱۹۲۷ء میں جماعت قادیان میں شمولیت کی۔ گوہارے خاندان میں بعض افراد کا اس جماعت سے دخل تھا۔ مگر ہمارے گھر میں مجھ سے ہی ابتداء ہوئی۔ میرے والد محترم میاں فضل کریم صاحب مرحوم منڈی چک جھمرہ میں ایک بہترین نیک اور ذی عزت مسلمان تھے۔ شہر اور علاقہ کے ہندو اور مسلمانوں کو ان سے خاص عقیدت تھی۔ مگر میرے احمدیت کو قبول کرنے سے مسلمان صاحبان کو مجھ سے دینی اور دنیاوی اختلافات پیدا ہو گئے۔ میں نے اس مخالفت کے ان اثرات کو اہمیت نہ دی۔ اوائل میں تو شاید میری قبول احمدیت محض رکھی ہوگی۔ مگر متواتر قادیان میں آمد و رفت اور دیگر احمدی رشتہ داروں کے خوشگوار تعلقات سے متاثر ہو کر جماعت احمدیہ سے ایک عقیدت ہو گئی اور اس سلسلہ کو محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے ماتحت دنیاوی تکلیفات پر ترجیح دی اور ہر دکاٹ کا مقابلہ کیا۔ اپنی اس چوبیس سالہ زندگی میں سلسلہ احمدیہ سے خلوص دلی سے تعلقات رکھے۔ اپنے کئی عزیزوں، بد دوستوں اور ملازموں کا احمدیت سے تعارف کروایا اور مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی تائید میں تبلیغی اجلاس منعقد کرائے اور احمدیت کا پیغام عوام تک پہنچایا اور اپنی فربش شناسی کا ثبوت دیا۔ تقسیم ملک سے پیشتر چک جھمرہ میں صرف خاکسار ہی مقامی احمدی تھا۔ چند احمدی ملازمین وقتی طور پر وہاں رہے اور ان کی نمونہ زندگی سے متاثر ہو کر اور کسی کو شامل ہونے کا موقع نہ ملا۔ ایک موٹھی ہسپتال میں ڈنری اسٹنٹ تھے۔ جن کو چنگ ہازی کا بہت شوق تھا۔ ہائی اسکول کے (قادیانی) ہیڈ ماسٹر صاحب ایک بدترین اخلاق سوز فضل کے مرکب رہے۔ ایک (قادیانی) معزز چوہدری صاحب نے ہیشہ شراب نوش فرمانے کا شغل جاری رکھا اور اب موجودہ (قادیانی) ایک عربی پچھر صاحب سود لیٹا معیوب خیال نہیں فرماتے۔ بلکہ ان کی مقرر کردہ شرح سود بہت زیادہ ہے۔ ایک (قادیانی) محترمہ اور (قادیانی) میں حالات بہت شرمناک رہے۔ موضع چندرانوالہ ایک قرہمی گاؤں کے (قادیانی) مولوی نذیر احمد صاحب برق خاندانی احمدی نے کئی ہندو اصحاب کو حضرت

مسح موعود کا خصوصی نمائندہ ظاہر کر کے بہت زیادہ لوٹا اور بدترین فعل کئے۔ میرے پاس ان کا ایک پارسی کے نام عطا موجود ہے۔ جس میں کہ انہوں نے اس پارسی کو احمدیت میں شمولیت کی دعوت دی ہے اور اس کی چھوٹی بچی کا رشتہ خود اپنے لئے خدا کے حکم کے ماتحت طلب کیا ہے اور خود میں ایک سومروی طاقت موجود ہونے کا اظہار کیا ہے۔ اس خط سے ان لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ وہ عطا عنقریب آپ حضرات کے مطالعہ کی غرض سے شائع کر دیا جاوے گا۔ غرضیکہ ان حالات کے ماتحت اور کسی مسلمان کو چک جمرہ سے احمدیت میں شامل ہونے کا حوصلہ نہ ہو اور میرے لئے مزید مشکلات کا سامنا ہوا۔ مگر ان احمدی حضرات کے افعال میرے عقائد پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ انفرادی کمزوریاں سمجھ کر جماعت احمدیہ کی تعلیم پر شک نہ کیا اور احمدیت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کرتے ہوئے اپنے عقیدہ پر چٹان کی طرح قائم رہا۔ کراچی میں ایک (قادیانی) بہت بڑے ڈاکٹر ہیں جو کہ حضرت مسیح موعود کے عزیزوں سے ہیں اور موجودہ خلیفہ (مرزا محمود قادیانی) صاحب کے نزدیک رشتہ دار ہیں۔ انہوں نے خانگی حالات کے زیر اثر چند ذی عزت احمدیوں کو ہم خیال بنا کر ایک پارٹی بنائی ہوئی ہے جو کہ اس موجودہ قادیانی جماعت اور ان کے امیر کے خلاف زہر اگلتی رہتی ہے۔ میں نے ہمیشہ اس پارٹی سے عدم تعاون رکھا اور کبھی بھول کر بھی ان کے بیانات پر یقین نہ کیا۔ بلکہ ذی اقتدار، اور کمزور احمدیوں کا ایک فتنہ سمجھا اور بعض گھریلو حالات کے غلط اثرات یقین کیا۔ میں بہر کیف ایک دنیا دار انسان تھا۔ مگر دینی عقائد پر عمل کرنے کی متناظر تھی۔ گنہگار ضرور تھا مگر ہمیشہ خدا تعالیٰ سے دینی اور دنیاوی برکات حاصل کرنے میں میری دعائیں شامل رہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۹ء کراچی میں مجھے اپنے نئے مرکز احمدیہ ربوہ (چناب نگر) میں ٹھیکیداری کا کام کرنے کی ترغیب دی اور وہاں پر ہونے والی تعمیری سرگرمیوں کا ذکر کیا اور ربوہ (چناب نگر) میں دینی اور دنیاوی لحاظ سے مجھے میرا مستقبل نہایت روشن دکھایا گیا۔

ربوہ (چناب نگر) جیسی مقدس جگہ پر سکونت اختیار کرنے اور بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت کے ذرائع پیدا ہونے پر ایک والہانہ خوشی ہوئی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے کاروبار کو سمیٹا، مکان وغیرہ فروخت کیا۔ دفتر اور کاروباری پلاٹ واقف کاروں کے سپرد کیا اور اپنے خانگی اور رہائشی سامان کو کھلے پلاٹ میں چھوڑ کر سالانہ جلسہ سے پہلے پہلے ربوہ (چناب نگر) آ گیا۔ ربوہ میں ابھی عمارتی نقشہ جات کی تکمیل ہونا باقی تھی۔ اس لئے عارضی طور پر ٹیوب ویل کا ایک سرکاری

کام حاصل کر لیا اور اپنی رہائش ایک واقفیت کی بناء پر کسی دوست کے ساتھ ربوہ میں اختیار کر لی اور ہر رات کو خود بھی وہاں آ جایا کرتا تھا۔ ربوہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے افسران اور ان کے متعلقہ عملہ سے بہترین تعلقات قائم کرنے۔ گوان کی طرف سے ناجائز فرمائشیں بھی ہوا کرتی تھیں اور میں محض تقدس کے ماتحت ان کی فرمائشیں پوری کر دیا کرتا تھا۔ کیونکہ مذہبی طور پر ان لوگوں کو حق بجانب خیال کیا جاتا تھا۔ مگر قابل برداشت حد تک آخر کار مجھے ٹی۔ آئی ہائی سکول ربوہ کی عمارت بنانے کا ٹھیکہ مل گیا۔ تب میں نے اپنے میٹرل سے انجمن کی عارضی زمین پر اپنا رہائشی مکان تعمیر کر لیا اور اپنی مکمل ذمہ داری پر اس کی تعمیر شروع کر دی۔ جب تک میرے محترم حضرت صاحب کو سید تشریف لے جا چکے تھے۔ سرکاری کام کو اپنے منشی کے سپرد کیا جو کہ اس کام کو چلانے کا اور میں نے اس کام پر توجہ دینا اپنے لئے ناممکن خیال کیا۔ کام بند کر دیا گیا۔ اب سلسلہ کے ان افسران سے بھی ویسے ملاقات کرنے کا وقت نہ ملتا تھا۔ کیونکہ میرے نزدیک سب سے ضروری فرض سلسلہ کی تعمیر پر مگرانی کرنا تھا۔ میرے اس فرض کے ماتحت ان افسران کو میرا وہاں ان کے در دولت پر حاضر نہ ہونا یقیناً ناپسند آیا اور تعمیر افسر صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے میرے دیئے ہوئے ٹینڈر پر میرے نام کے کام کا ایک حصہ اپنے ایک دوسرے ٹھیکیدار کو خود بخود دے دیا اور تعمیر کا میٹرل براہ راست اس دوسرے ٹھیکیدار کو سپلائی کیا جاتا تھا۔ پانی کی بھی سخت تکلیف دی گئی۔ اپنی ضرورت کے مطابق اپنے لئے میٹرل مجھے خود سپلائی کرنا پڑا۔ جو کہ معاہدہ کے خلاف تھا اور میرے لئے یہ کام سخت تکلیف دہ تھا۔ کیونکہ ہر کام جس کو کرنا پڑا وہ فوری ضرورت کے ماتحت ہوا اور بہت رکاوٹوں سے ہوا۔ افسران نے باقاعدہ مصدقہ طور پر کام کا ایگریمنٹ بھی نہ کیا۔ حالانکہ بارہا تحریری طور پر اس ضرورت کا اظہار کیا۔ مگر ہر وقت وعدوں پر نال مٹول ہوتی رہی۔ تعمیری کام میں جو مشکلات دی گئیں مختلف افسران کو مختلف اوقات میں موقع پر اس تکلیف کی اطلاع دی اور اس کے نقصانات کا اظہار کیا۔ حالانکہ بارہا تحریری طور پر اس ضرورت کا اظہار کیا۔ مگر کسی نے کوئی توجہ نہ دی اور کسی طریقے سے بھی کوئی مشکل حل نہ ہوئی۔ بلکہ ان میری تکلیفات میں ہمیشہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جس قسم کے تعلقات یہ احمدیہ حضرات مجھ سے چاہتے تھے۔ وہ مجھے یقیناً پسند نہ تھے۔ کیونکہ محض ایمانداری اور نیک نیتی کے ماتحت اپنے مرکز میں کام شروع کیا تھا۔ اگر دنیا دارانہ طریقہ پر ہی کام کرنا تھا تو پھر دنیا بہت تھی۔ اس مقام کو تو دین کا مرکز سمجھا اور دینداری طریقہ پر کام کرنا پسند تھا۔

میرے نظریہ میں یہ کام قوم کا تھا۔ انجینئرنگ کے لحاظ سے کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ ہو سکی اور اگر محض تعلقات اور میرے خوددارانہ رویہ کی وجہ سے یہ لوگ مجھ سے شاکے تھے۔ تو مجھے ان کی خاطر کسی طرح بھی منظور نہ تھی۔ اب مجھے صرف حضور کی انتظار تھی۔ میرے خیال میں حضور کی آمد مبارک پر یہ تکلفات فوری طور پر دور ہونا لازمی امر تھا۔

یہ افسران لوگ محض غلط فہمی کی بناء پر خود کو عوام پر ہر لحاظ سے فوقیت دیتے تھے اور عوام کی نسبت ان کو ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ ان کا طرز عمل ان کے مذہب سے جداگانہ تھا۔ ملک کے دیگر سرمایہ دار لوگوں سے ان کی ذہنیت ملتی جلتی ہے اور ربوہ کے افسران بغیر سرمایہ کے ہی عوام احمدیہ صاحبان کو حقیر ترین مخلوق خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ احمدیت کا ماحول بہر کیف امیرانہ ہے اور ان افسران کو تقریباً ہر وقت ایسے ہی لوگوں سے واسطہ رہتا ہے۔ اس لئے ان کی ذہنیت یقیناً سرمایہ دارانہ ہو چکی ہے۔ جس کو کوئی احمدی خوددار برداشت نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ کس قدر غریب یا ان کے رحم پر ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی کوئی مؤمن اور نیک احمدی ان کے نمونہ زندگی کو دیکھ کر ان کو پسند کر سکتا ہے۔ ان لوگوں کے ظاہر و باطن میں ایک نمایاں فرق ہے۔ یہ لوگ نہ ہی صرف اپنے امیرانہ نمونہ کو دھوکا دیتے ہیں بلکہ یہ ہمیشہ ایک عورت کی طرح خود کو بھی دھوکے میں رکھتے ہیں۔ ان کی بول چال شکل و شبابہت، میل میلاپ، رہنے سہنے غرضیکہ ہر فعل اور حرکت میں نفع اور ہناوت ہے۔ یہ لوگ کسی نا واجب حرکت یا عمل کو ظلم اور بے انصافی خیال ہی نہیں کرتے۔ جس احمدی دوست کو میرے اس بیان سے اختلاف ہو وہ اس کی صداقت کے امتحان کے لئے وہاں خود رہ کر دیکھے۔ وہاں رہنے سے اسے اس حقیقت کا پتہ بخوبی چل جائے گا۔

بی ای ہائی سکول ربوہ کی عمارت چھت تک پہنچ کر نامکمل رہ گئی۔ کیونکہ چھت کا سامان انجنین نے جان بوجھ کر نہ منگوا یا تھا۔ یہ ان لوگوں کی کھلم اور کامیاب سازش تھی۔ کیونکہ ان کی سابقہ چالیں اور طرز حکومت کام کو بند کرنے میں محض ناکام ہو کر رہ گئی تھیں۔ آخری انسانیت سوز ان لوگوں نے یہ حرکت بھی کی کہ میری لاگت شدہ رقم کو تا اختتام عمارت روکنے کا اعلان کر دیا۔ یہ ان کی ایک گہری چال تھی۔ ایک ٹھیکیدار یا کسی تجارتی معاملہ میں ایک معقول رقم حقدار کو ادا نہ کی جائے۔ تو یقیناً کاروباری صورت میں اس کا اثر بہت گہرا پڑے گا۔ حالانکہ عمارتی قانون کی رو سے اور ٹینڈر کی رو سے ان لوگوں کو میری لاگت معہ ہر جانہ کے ادا کرنی چاہئے تھی۔ مگر شاید ایسے لوگوں

کو انسانیت برقرار رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ لوگ خود کو مذہب کے اجارہ دار خیال کرتے ہیں۔ مذہبی لٹریچر یا اپنی الہامی کتاب کا صرف مطالعہ کر کے عوام کے سامنے اپنا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں اور شاید سننا بھی منظور نہ ہو۔ بلکہ ان کے سامنے بیٹھنا ضرور خیال کرتے ہیں۔ تاکہ یہ ضروری اور لازمی و نیاوی روزگار ہمیشہ قائم رہ سکے۔ ورنہ ان کو نہ اپنی ذمہ داری کا احساس ہے اور نہ ہی اپنے امیر جماعت کی عزت کا پاس، غریب اور عوام احمدی کو تو ایک بدترین انسان بھی خیال نہیں کیا جاتا۔ چہ جائیکہ وہ زیادہ مخلص اور ایماندار اور ذمہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ان افسران کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ کسی نو وارد احمدی کو ان کی سوسائٹی کے اندرونی حالات کا علم نہ ہو سکے۔ ان کی زندگی کا کوئی پہلو اجالے میں نہ آسکے۔ ہمیشہ اندھیرا رہے اور جو کوئی کچھ دیکھ پائے اس کی زبان بند کر دی جاوے اور دوسروں کی آنکھوں کو بند کر دیا جاوے۔ اپنی طاقت پر ناز ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی گرفت کے منکر ہوتے ہیں۔ غرضیکہ اسی دوران میں جو نیر کو از ترز تحریک جدید کے ٹینڈر ہوئے کم ریٹ ہونے کی بناء پر مجبوراً اس نئے محکمہ کو بھی میرا ٹینڈر ہی منظور کرنا پڑا۔ اس میں میٹرل ہمارے ذمہ تھا۔ ادھر سٹور صاحب نے تین دفعہ ٹینڈر کی رقومات میں کمی بیشی کرائی۔ ہر ٹھیکیدار سے ملے یہ ایک انوکھی بات ہو سکتی ہے۔ مگر شاید ان کی روزمرہ کی عادت ہو۔

اس کل کام کا ۳/۱ حصہ مجھے ملا۔ ۳/۱ حصہ مكرم نواب محمد احمد صاحب کو دیا گیا اور ۳/۱ حصہ خود تعمیر کمیٹی نے خود تعمیر کرنے کے لئے ریزرو رکھا۔ مگر حسب قاعدہ خود شروع نہ کیا۔ اس میں بھی محکمہ کی خود بے ایمانی تھی۔ اگر وہ خود کام کرتے تو ان کا ایک نمونہ قائم ہو جاتا۔ مگر ان کی منشاء تو ہمارے کاموں میں نقص نکال کر ہم کو بھگانے کی تھی اور روزانہ اجرت پر کام چلاتا تھا۔ جس میں کہ ان لوگوں کو بے ایمانی کی بنا پر ایک معقول بچت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اب کام ہو رہا ہے۔ یہی ان کی منشاء تھی۔

انگریز کمیٹی جو نیر کو از ترز تحریک جدید ہونے کے دوسرے روز ہی دریائے چناب میں طغیانی آگئی اور ربوہ کے چاروں طرف کے راستے بند ہو گئے۔ انگریز کمیٹی میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ ارضی اور ساوی حادثات کی بناء پر ٹھیکیدار پابند اختتام کام وقت مقررہ نہ ہوں گے۔ چنانچہ حضور بھی واپس سیدھے ربوہ تشریف نہ لاسکے۔ بلکہ ان کو ایک عرصہ تک لاہور رکھنا پڑا۔ چنانچہ جب کار کے ذریعے سڑک کچھ آمدورفت کے قابل ہوئی تو حضور تشریف لائے کچھ روز ان کے آرام

فرمانے کے بعد حضور کی خدمت میں عمارت اسکول کی تکلیفات کا ذکر کیا۔ تین چار عریضے تحریر کرنے کے بعد جب حضور نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر دوبار ایک مکمل خط تحریر کیا۔ جس میں سب تکلیفات کی تفصیل دی اور اپنے کچھ روپیہ کا مطالبہ کیا۔ جس کو اصل پینٹس یا نرغ کے جھگڑے سے کوئی تعلق نہ تھا اور حضور سے عرض کی گئی کہ میٹرل کی سپلائی میں بے انصافی کر کے مجھے شدید نقصان دیا گیا ہے۔ کوئی حق رسی نہیں ہوئی۔ سفر میں حضور کو اس لئے اطلاع نہیں دی گئی کہ مرکزی نظام کی برائیوں کی اطلاع حضور کی صحت پر مزید اثر انداز نہ ہو۔ حضور کی طبیعت متواتر تازہ ساز رہی ہے۔ میں نے اضافہ نہیں کرنا چاہا۔ اب حضور تشریف لے آئے ہیں۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی کا تقرر فرمادیں جو آزادانہ تحقیق کر کے تعمیر کاموں میں رکاوٹوں کی اصل وجوہات حضور کے پیش کرنے۔ نیز مجھے اسکول کی رقم کی ادائیگی کا ہونا اس لئے بھی ضروری ہے کہ سلسلہ کے تحریک جدید کے کام کو بھی کرنا ہے۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو میں نے یہ خط لکھا۔ ۶ اکتوبر کو مجھے حضور کے روبرو حاضر ہونے کا موقع ملا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ سب رسومات ملاقات ادا کیں۔ مگر مجھ اکیلے کو شرف ملاقات نہ بخشا گیا۔ بلکہ تحریک جدید کی تعمیر کمیٹی کے ساتھ ہی مجھے کمرہ ملاقات میں بلایا اور حضور نے بغیر مجھ سے کچھ دریافت کے معزز صاحب صدر مگرمی میاں عبدالرحیم احمد صاحب کو حکم دیا کہ عزیز احمد صاحب ٹھیکیدار تصدیق شدہ احمدی ہیں۔ جواب ملا۔ حضور نظارت امور عامہ میں صدقہ طور پر رجسٹرڈ ہیں اور تعمیر کمیٹی کے بھی منظور شدہ ٹھیکیدار ہیں۔ مقامی امیر چک جھمرہ نے بھی ان کی تصدیق کی ہے اور ربوہ کے فاضل سچ نے بھی ان کو تصدیق کیا ہے اور محاسب صاحب نے بھی تحقیق کرنے کے بعد ان کا نام منظور فرمایا ہے اور یہ واقعی دیرینہ خلص احمدی ہیں۔ کوئی شک و شبہ پیدا نہیں ہو سکا۔ حضور نے فرمایا کہ میاں عزیز احمد صاحب کے خلاف محکمہ قضا میں جو نیر کوارٹرز تحریک جدید ربوہ بروقت تعمیر نہ کرنے کے جرم میں ہر جانہ کا دعویٰ دائر کر دو۔ صاحب صدر نے فرمایا۔ بہت اچھا حضور۔

مگر چوہدری مشتاق احمد باجوہ ایل ایل بی جو انگلینڈ سے واپس تشریف لائے ہیں۔ عرض کی حضور جس روز انگریمنٹ ہوا ہے۔ دوسرے ہی روز دریا کی طغیانی کے باعث سب راستے مسدود ہو گئے تھے اور معاہدہ میں حوادثات ارضی و سماوی کی رو سے میعاد مقررہ پر اختتام کی پابندی ضروری نہیں رہتی۔

حضور نے فرمایا کہ بجلی گر گئی تھی جس کی وجہ سے میعاد بڑھ سکتی ہے۔ مشتاق صاحب نے کہا کہ حضور پانی کی وجہ سے سب راستے بند ہو گئے تھے۔ بنیاد کے کام میں چھنا روڑی میں ملایا جانا ضروری تھا۔ جو کہ باہر سے لایا جاتا تھا۔ چنیوٹ میں بھی نایاب تھا۔ اس لئے کام میں روک واقع ہو گئی۔ حضور نے فرمایا کہ نہیں ان کی نیت کام کو ختم کرنے کی نہیں ہے۔

مشتاق صاحب نے کہا کہ حضور جب بھی راستے قابل گذر ہوئے ہیں۔ انہوں نے چوڑی کی گاڑی لالیاں سٹیشن پر اتروالی ہے اور بڈریہ ٹرک سپلائی کرائی ہے۔ اب تک روڑی و چٹائی پتھر کا کام ہو چکا ہے۔ مزید کام جاری ہے اور سرگودھا میں لکڑی کا کام ہو رہا ہے۔ اصل میعاد مطابق معاہدہ اگر نہ بھی بڑھائی جاوے تو ۱۶ جنوری ۱۹۵۱ء ہے اور اب ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۰ء ہے۔

حضور نے فرمایا کہ جلسہ کی ضرورت کے ماتحت ہم کو یہ کارڈز ۲۰ دسمبر ۱۹۵۰ء کو تکمیل چاہئیں۔ معاہدہ کرنے والے افسروں نے غلطی کی ہے جو یہ میعاد رکھی ہے۔ اگر یہ جلسہ تک کام ختم نہ کریں گے تو بعد میں ہم ان کو کام کرنے ہی نہ دیں گے اور لیبر کو ان کے ہاں کام کرنے سے روک دیں گے اور پھر یہ اصل میعاد تک کام کو کیسے ختم کر سکیں گے۔

کچھ وقفہ کے بعد مشتاق صاحب مایوس ہو کر بولے کہ حضور معاہدہ کے قانون کے مطابق قتل از میعاد دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ حضور نے فرمایا کہ قانون ہم بتائیں گے۔ آپ دعویٰ کریں۔ مشتاق صاحب نے دریافت کیا کہ حضور نواب محمد احمد صاحب جو کام چھوڑ ہی گئے۔

حضور نے فرمایا کہ ہاں ان پر دعویٰ کرنا ہی پڑے گا۔ چنانچہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو جماعت احمدیہ کی خود ساختہ عدالت میں مجھ پر دعویٰ ہو گیا۔ پورے تین دن تک مقدمہ کی کارروائی ہوتی رہی۔ صبح چائے سے لے کر نماز ظہر تک اور نماز عصر سے لے کر نماز عشاء تک مقدمہ کی سماعت فاضل جج نے کی۔

مدعی کی طرف سے تین احمدی وکیل عدالت عالیہ احمدیہ میں ساتھ پیش ہوتے رہے اور میں فریب اکیلا بغیر کسی جرم کے قید محض میں رہا۔ مدعی کے وکیلوں نے وہ جھوٹ بولے کہ کوئی بڑے سے بڑا مفتزی اور کاذب آدمی دیدہ دلیری کے ساتھ شاید قتل کے مقدمہ میں جھوٹ بول سکتا

ہو، اور ہر جموٹ بولنے کے بعد وہ احمدی حضرات تمسخر اپنے ہونٹوں پر لاتے تھے اور پیاری دازھیوں پر فخر یہ اور فتح مندانہ انداز میں ہاتھ پھیرتے تھے۔

محترم جج نے منجھکے خیز فیصلہ کیا۔ پھر اس کی اپیل کو بھی غیر قانونی قرار دیا اور میرے اپیل میعاد کے مطالبہ پر بتایا گیا کہ یہ فیصلہ خود امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ایماہ اور منشا پر یوں کیا گیا ہے۔ اس لئے اپیل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ جو فیصلہ ہوا اس کے مطابق میں نے کام کو پورا کر دیا اور تب فیصلہ شدہ جرمانہ منسوخ سمجھا گیا۔ فیصلہ کیونکہ شرطیہ تھا۔ عائد کردہ شرط جب میں نے پوری کر دی تو پھر سب عدالتی کارروائی محض میری شخصیت اور میرے وقار کو برہا کرنے کی بناء پر کی گئی۔ ورنہ یہی حکم مجھے اگر معمولی حالت میں بھی دیا جاتا تو میں پھر بھی اس کی تعمیل کرتا۔ جب کہ ہر دو فریق احمدی خیال کئے گئے تھے تو پھر اس بناوٹ اور دروغ گوئی کے کیا معنی تھے۔

اور میرے اس جائز مطالبہ کو جس کی بناء پر کہ مجھ پر دعویٰ کیا گیا تھا۔ یعنی اسکول رقم کی ادائیگی وہ سو آج تک بھی نہ ہو سکی۔ بلکہ تحریک جدید کے کام کو چلانے کے لئے چوہدری شریف احمد صاحب ٹھیکیدار ۳ ایبٹ روڈ لاہور۔ جنہوں نے کہ بڑی جدوجہد اور خلوص دلی سے تعمیر کام شروع کیا تھا۔ نہایت اخلاق سوز اور وحیاناہ حرکات معزز احمدی افسران حضرات نے روا رکھیں اور ہم سے بعد مجبوری کام بند کروا دیا گیا۔

مندرجہ بالا ہر الزام کے ثبوت میں صدقہ تحریریں موجود ہیں۔ احمدی حضرات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ میں اپنے معزز احمدی حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ ربوہ کے مرکزی احمدی ملازمین اور افسران سلسلہ کے اخلاقی اور عملی نمونہ کو اگر نزدیک سے دیکھا جائے تو احمدیت کی تعلیم پر قطعاً کوئی عمل نہیں ہے یا مجبوراً یوں کہا جائے گا کہ تعلیم کو سمجھنا ہی مشکل ہے اور یہ تعلیم میں ہی کوئی خاص فرق ہوگا۔ کیونکہ وہاں پر اکثریت ایسے احمدیوں کی ہے جو وہاں پر منافقانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے دل احمدیت سے بیزار ہیں۔ بعض تو وہاں کی منظم برائیوں میں شامل ہیں اور بعض نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مگر احمدیت کو چھوڑ نہیں سکتے۔ دنیاوی روزگار کا مسئلہ درپیش ہے۔ پھر رشتہ داروں کا بھی ایک ایسا جال ہے جس سے کہ ٹکٹا بہت مشکل ہے۔ افسران لوگ عوام کو بھائی تو

درکنار انسان بھی خیال نہیں کرتے۔ ان کے دلوں میں ناجائز حکومت کرنے کا جذبہ سوار ہے۔ کوئی کسی کے ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتا۔ دھڑے بند یوں اور پارٹی باز یوں میں ہر ایک پھنسا ہوا ہے۔ وہاں پر جھوٹ، فریب، دھوکا، بے انصافی اور ظلم کا ایک منظم جال بنا ہوا ہے۔ قادیان میں جو تھوڑا بہت تقدس باقی رہ گیا تھا۔ افسوس کہ یہاں پر سب کچھ مفقود ہے اور خدا کے بندوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ حضور (قادیانی خلیفہ) کو سب کچھ علم ہے۔ حضور سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

-۱ محمد علی صاحب ٹھیکیدار کو سیٹھ کو تقریباً آٹھ ہزار روپیہ کا نقصان دے کر باہر نکال دیا۔
-۲ لطیف احمد ٹھیکیدار کو بھی سیٹھ کے کاروبار میں سخت نقصان دیا اور اس سے بے انصافی کی۔
-۳ عبدالعزیز صاحب بھانڑی نے کشمیری کو محض حضرت مسیح موعود کے نام کو بلند کرنے کی بناء پر اس قدر جبر و تآکب مزادی کہ دیوہ کی پہاڑیاں بھی اس کی چیخ و پکار سے کانپ اٹھیں۔
-۴ پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں اس قدر بے انصافی ہو رہی ہے اور عوام مکانات نہ ہونے کی وجہ سے زمین کے لئے تالاں ہیں۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہو رہی۔
-۵ بندوقوں کی جو بھٹی رقم لی گئی ہے اس کی واپسی پر کبھی کسی نے غور ہی نہیں کیا۔
-۶ سندھ کی اسیٹیوں میں ظلم، بے انصافی اور پرلے درجے کی بے ایمانی ہو رہی ہیں۔ بلکہ خود انجمن احمدیہ کو بہت بے درغلی سے لوٹا جا رہا ہے۔
-۷ ربوہ کے افسران نے اپنی ناجائز آمدن کے معقول ذرائع بتا رکھے ہیں۔
-۸ خاندان مسیح موعود کے بعض حالات بہت حد تک قابل اعتراض ہو چکے ہیں۔
-۹ واقفین زندگی کے ساتھ مناسب سلوک نہیں کیا جاتا۔ جس کی بناء پر اکثر لوگ تالاں ہیں۔
-۱۰ بیرونی ممالک کے مبلغین کے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا۔
-۱۱ جماعت ربوہ میں سرمایہ دارانہ ذہنیت اور محض دنیا داری پیدا ہو چکی ہے۔
-۱۲ ربوہ میں خاص طبقہ موجود ہے جو کہ احمدیت کا دشمن ہے۔ لیکن بظاہر دوست ہے۔
-۱۳ میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے آخروہ کس بناء پر ہوا ہے۔ جب کہ میرا کوئی قصور نہیں تھا۔
-۱۴ میرے تعمیر کردہ مکان کو میرے چھوڑ دینے کے بعد ٹھیلانے کے لئے کیوں تجویز کیا گیا۔

دعویٰ کے بعد جوہر اسرنا واجب اور غیر منصفانہ سلوک ہمارے ساتھ افسرانِ قیصر نے روا رکھا۔ انسانیت کو بھی اس سے عار ہونی چاہئے۔ جن افسران کو حضور کی آمد سے پہلے ہم لوگوں سے زیادتی کرنے میں کچھ بھی حجاب تھا۔ حضور کے دعویٰ کرنے کے ارشاد ہونے پر اور حضور کے نظریہ کو دیکھ کر وہ لوگ بے انصافیوں، وعدہ خلافیوں اور مظالم ڈھانے میں بے باک ہو گئے۔ بلکہ انسانیت کے دائرہ سے بھی باہر ہو گئے۔ حتیٰ کہ ہمارا وقار، ہمارا حال، ہمارا گھر، ہماری آزادی سب کچھ چھین لی گئی۔ ہمارا قیصری سامان ضبط کر لیا گیا۔ جو ہمارا سامان امیرِ محلہ نے اپنے پاس امانت رکھوایا۔ وہ بھی واپس نہیں کیا گیا۔ ہمارا کام بند کر دیا۔ تحریک جدید کی تیاری اور کٹوتی کوئی رقم ادا نہیں کی گئی۔

اور بالکل یہی کچھ چوہدری شریف احمد علیکھیدارا بیٹے روڈ لاہور کے ساتھ ہوا۔ اس کی مکمل تحریرات کی نقل جو اس نے دورانِ قیصر سلسلہ کے ارکان کو ارسال کی تھیں۔ میرے پاس موجود ہیں۔ ۶ فروری ۱۹۵۰ء سے لے کر آج تک متعدد بار اخبار آزاد مغربی پاکستان زمیندار میں ان مظالم کے خلاف احتجاج کیا گیا ہے۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی اور نہ ہی اربابِ حکومت نے ان مظالم کے انسداد کرنے پر توجہ دینی ضروری خیال کی ہے۔ شاید جماعت احمدیہ سرمایہ داروں اور ذی اقتدار لوگوں کی جماعت ہے اور ان کے نزدیک ہر فعلِ قانون کی زد سے باہر خیال کیا گیا ہے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ یہ لوگ اس قدر جاہلانہ حکومت کا مظاہرہ کر سکیں۔ جماعت احمدیہ نے میری آواز کے خلاف آج تک ایک حرف بھی تردید میں تحریر نہیں کیا۔ جس سے کہ صاف ظاہر ہے کہ میرے پاس صداقت ہے۔ میرے بیانات میں غلط بیانی کا شبہ تک نہیں اور پھر کسی حد تک میرے پاس ان حقائق کی تائید میں تحریرات بھی موجود ہیں۔ جس سے کہ انحراف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جماعت احمدیہ کی طرف سے تصدیق شدہ اور مہر شدہ شہادت کی گئیں ہیں۔ حضور (قادیانی خلیفہ) نے اپنے ایک خطبہ میں خود میرے بیانات کی حرف بحرف تائید کر دی ہے اور جو کچھ میں نے اس کی تائید اپنے الفاظ میں کی ہے۔

بہر کیف اس سلسلہ کی صداقت پر شک کرتے ہوئے ۱۵ مارچ ۱۹۵۱ء کو احمدیت قادیانیت سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ کسی دنیاوی غرض کے ماتحت نہیں بلکہ جماعت مذکورہ کی

دنیا دارانہ رویہ سے متاثر ہو کر مگر میں جماعت کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ آخر مجھے بھی احمدیت کبھی پیاری تھی۔ میں اس پر دل و جان سے فدا تھا۔ تیس جو بیس سال کا عرصہ عمر کا ایک خاص حصہ ہوتا ہے۔ تمام عمر اس سوسائٹی اور اسی ماحول میں گذری۔ کانوں نے بھی ایک آواز سنی تھی۔ یہ خیال بھی نہ تھا کہ کبھی ان کانوں میں اس کے خلاف آواز بھی قبول کی جاوے گی۔ یہ خدا تعالیٰ کی شان ہے۔ اللہ اکبر! بعض منافق اور بے ایمان احمدی کہیں گے کہ میرا ایمان پہلے ہی سے کمزور ہوگا۔ ان کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے اور ان کو فوراً خود اپنے گناہوں کا جائزہ لینا چاہئے۔

مجھے علم ہے کہ بیرونی جماعتوں کے احمدی حضرات صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں اور ان کو مرکزی نام نہاد احمدیوں، افسروں اور اہل کاروں کا کچھ بھی علم نہیں اور وہ محض خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت یہاں جھکے ہوئے ہیں۔ ان کا ربوہ کے منافقین ظالموں سے کبھی واسطہ نہیں پڑا ہوگا۔ ان سے میری خاص طور پر درخواست ہے کہ میرے اس بیان کو کسی مخالف کا سمجھ کر پھینک نہ دیں۔ بلکہ مطالعہ فرمائیں اور پھر اس کا امتحان کریں اور اگر یہ سب کچھ ٹھیک ہو تو پھر شندے دل سے غور کریں۔ یہ ضرور ہوگا۔ سوسائٹی کے لحاظ سے رشتہ داروں کے تعلقات کی بناء پر اقتصادی طور پر بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھ پر خود ان سب حالات نے اپنے اثرات ڈالے۔ مگر خدا تعالیٰ ہر مشکل کو آسان کر سکتا ہے۔ مومن کا ہر قدم خدا تعالیٰ کی رضا کے ماتحت اٹھتا ہے اور پھر جو قدم اٹھتا ہے وہ مضبوط ہوتا ہے۔ ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ مجھے بھی ربوہ کے ایک معمولی رشتہ دار نے منافقانہ زندگی گزارنے کی ترغیب دی تھی اور اپنی مثال پیش کی تھی۔ مگر منافق سے کافر ہزار درجہ بہتر ہے۔ جو احمدی اپنی زندگی منافقین میں گزار رہے ہیں۔ وہ اپنی زندگیوں پر اپنی اولادوں پر ظلم کرتے ہیں۔ ان سے انتقام لینے والا خود خدا تعالیٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت دے۔ گمراہی سے بچائے اور ہر مشکل کو آسان کرے اور آخرت نیک کرے۔ آمین ہم آمین!

خاکسار، عزیز احمد عفی عنہ، ٹھیکیدار آف منڈی چک، جمبرہ، حال سرگودھا

مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۱ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ عَرَفَ لَيْلِي عَجَزَ لَيْلِي

شهر سوم



شقیق مرزا

قادریانی امت اور جنسی انارکی

کسی شخص یا گروہ کی جنسی انارکی کے واقعات کا تذکرہ یا ان کی اشاعت عام طور پر ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے۔ ہمیں بھی اصولاً اس سے اتفاق ہے۔ لیکن اس امر کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذہب کا لبادہ اوڑھ کر خلق خدا کو گمراہ کرے اور "تقدس" کی آڑ میں مجبور مریدوں کی عصمتوں کے خون سے ہولی کھیلے، سینکڑوں گھروں کو ویران کر دے، انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقدس افراد کے ہارے میں ڈاڑھی خانی کرے تو اسے محض اس بناء پر نظر انداز کر دینا کہ وہ ایک مذہبی دکان کا بااثر مالک ہے۔ قانوناً، شرعاً، اخلاقاً ہر لحاظ سے نادرست اور نا واجب ہے۔ قرآن مجید نے مظلوم کو نہایت واضح الفاظ میں ظالم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔ بقولہ تعالیٰ: "لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم" مرزا غلام احمد نے جس زبان میں گل افشانی کی ہے کوئی بھی مہذب انسان اسے پسند نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور خاص ان کا نشانہ بنے ہیں۔ گو دیگر انبیاء کرام اور صلحاء امت میں سے بھی شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو ان کی "سلطانِ تقویٰ" کی زد میں نہ آیا ہو۔ مسلمانوں کو "کجگریوں کی اولاد" قرار دینا، مولانا سعد اللہ ہمایونی کو "شخص" اور "طلعتہ السہماء" کے نام خطاب کرنا، مناظرہ مذہب میں مسلمانوں کے شہرہ آفاق مناظر کو "بھونکنے والا کتا" کے الفاظ سے یاد کرنا اور اس نوع کی دیگر بے شمار دشنام طرازیوں کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ کون سی نفسیاتی الجھن ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس شخص کو ایسے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔ مرزا غلام احمد کے بعد ان کے بیٹے مرزا محمود نے اپنے بلند ہانگ و دعاوی کی آڑ لے کر جن قبیح حرکات کا ارتکاب کیا۔ ان کی طرف سب سے پہلی انگلی بھیر سراج الحق نعمانی نے اٹھائی اور اس "ابن صالح" کے کبروتوں کے ہارے میں ایک رقتہ لکھ کر مرزا غلام احمد قادریانی کی چڑی میں رکھ دیا۔ گو بچہ کا بیٹا "مریدوں کی عدالت" سے شبہ کا فائدہ حاصل کر کے بچ گیا۔ لیکن اس کے دل میں یہ بات پوری طرح جاگزیں ہوگئی کہ مریدوں کی تسلیم یعنی ہی کافی نہیں۔ محاشی جبر کے ساتھ ساتھ ان پر ریاضتی جبر کے ہتھکنڈے بھی استعمال کئے جائیں۔ تاکہ وہ کبھی سچ بات کہنے کی جرأت نہ کر سکیں۔ بھیر سراج الحق نعمانی نے اظہار حق کا جو "جرم" کیا تھا۔ اس کی پاداش میں مرزا محمود نے ساری عمر اسے جہنم نہ لینے دیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس پر تشدد کیا۔ اطمینان کامل کے بعد مرزا محمود پھر اپنے دھندے میں مصروف ہو گیا اور اس کی اہرشی احتیاطوں کے باوجود ہر چند سال کے بعد

اس پر بدکاری کے الزامات لگتے رہے۔ مباہلے کی دعوتیں دی جاتی رہیں۔ مگر وہاں ایک خاموشی تھی سب کے جواب میں، جوں جوں وقت گزرتا گیا بڑے بڑے مخلص مرید واقف راز ہو کر ایک ہی نوعیت کے الزامات لگا کر علیحدہ ہوتے گئے اور انسانیت سوز بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ تین تین یا پانچ پانچ سال بعد الزامات لگانے والے ایک دوسرے سے قطعاً نا آشنا ہیں۔ مگر الزامات کی نوعیت ایک ہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود یا اس کے خاندان کے افراد نے کبھی بھی حلف مؤکد عذاب اٹھا کر اپنے ”مصلح موعود“ کی پاکیزگی کی قسم نہیں کھائی۔ مرزا محمود کی سیرت کے تذکرہ میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے۔ کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ ریکارڈ درست رہے۔ نیز اس بناء پر کہ وہ بھی اس بدکار اعظم کی شریک جرم ہیں۔ ہم نے ان کے نام بھی اسی طرح نہ دئے ہیں۔ حال ہی میں مفت روزہ ”نصرت“ کراچی (۱۳ مارچ ۱۹۷۶ء) سے متعلق ایک صحافی خاتون نے خلیفہ جی کی ایک سراپا مہربوی سے پوچھا کہ اتنی کسنی میں آپ کی شادی مرزا محمود ایسے بوزے سے کیسے ہو گئی تو انہوں نے جواباً کہا جیسے حضرت عائشہ صدیقہ کی شادی حضور ﷺ سے ہو گئی تھی۔ (معاذ اللہ مرحب) اس جواب سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس ظلمت کدے کا ہر فرد مقدسین امت پر کچھڑا چھالنے کی مذموم سعی کس دیدہ دلیری سے کرتا ہے اور پھر ہمارے بعض اخبار نویس حضرات کس بے خبری سے اسے اچھالتے اور جالتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سراپا مہربوی وہ ہیں جن کے بارے میں ان کی خلوتوں کے ایک راز دار کا بیان عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے کہ ان کے موئے زہار موجود نہیں ہیں اور ان کی ”بے رحمی“ ایک ایسا امر ہے جس سے ہر باخبر قادیانی واقف ہے۔ ایک قادیانی مبلغ نے اپنی اہلیہ کے حوالے سے مؤلف کو حلفاً بتایا کہ ان صاحبہ نے خود اس پائو مولوی کی بیوی کو بتایا کہ ”میں بے رحم ہوں“ میں ان کا نام بھی لکھ سکتا ہوں۔ مگر اس خیال سے کہ کہیں اس کی گزارہ الاؤنس والی ملازمت ختم نہ ہو جائے۔ اس سے احتراز کرتا ہوں یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی بھی کلیک میں چپک کیا جاسکتا ہے۔ یہ ضیاع کس کشتی کی وجہ سے ہوا تھا۔ اس کا تحریر میں لانا مناسب نہیں۔ صرف ان سے اتنی گزارش ہے کہ وہ آئندہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ یا کسی اور مقدس ہستی پر الزام تراشی سے باز رہیں۔ ورنہ ساری داستان کھول دی جائے گی اور ”چھو پھانسی“ کی کارکردگی الم نشرح ہو جائے گی۔

مرزا محمود احمد کی ”جنسی عدوان“ پر جن لوگوں نے مؤکد عذاب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے۔ ان کا تعلق مخالفین سے نہیں ایسے مریدوں سے ہے

جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ تیج کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نہایت قریبی عزیز، ہم زلف اور برادران نسبتی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات موجود ہیں۔ جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے۔ اس کا سبب اشاعتِ فحش سے اجتناب دگریز نہیں۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی تصدیق کے لئے اس قدر ثبوت، شہادتیں اور قرائن موجود ہیں۔ جن کا انکار ناممکن ہے۔

ان الزامات کی صحت و صداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی اخلاص کے ساتھ قادیانیت کو سچا سمجھتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے۔ ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے۔ بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہو گئے۔ ایک شخص کو پاکبازی کا مجسمہ مان کر اس کو ”کارڈر“ میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا رد عمل ہو سکتا ہے۔ یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سماعی یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں۔ عملی تجربہ سے گزرے ہوئے افراد بھی ہیں۔

دوسرا طبقہ مرزا محمود کو تو ”جو لیس سیزر“ کا ہم مشرب سمجھتا ہے۔ مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں۔ میرے نزدیک دونوں قسم کا رد عمل الزامات کی صحت پر برہان قاطع ہے۔ ماہرین جرمیات کا کہنا ہے کہ **Perfect Crime** وہ ہوتا ہے جو کبھی **Trace** نہ ہو سکے۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً ہر فیکٹ کرائم کہلا سکے۔ کیونکہ جرم ذہن کی **Abnormal** حالت میں ہوتا ہے۔ اس لئے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور ہو جاتی ہے۔ کوئی ایسا **Flaw** ضرور رہ جاتا ہے جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک قاتل فحش کے کلوئے کلوئے کر کے انہیں جار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانہ تک کو مٹا دیا ہے۔ مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد ان کے جرائم کی چھٹی کھاتے ہیں۔ بیس میں عریاں رقص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں:

”جب میں دلالت کیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا صاحب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ

دکھائیں جہاں پوربھن سوسائٹی عریاں نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک ادویہ امیں لے گئے۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے۔ اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لئے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا یہ سگی ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ سگی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر ہاؤ جود اس کے سگی معلوم ہوتی ہیں۔“ (افضل مورہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء)

مگر فریب ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔ خلیفہ صاحب نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں شجر پر سوار ہوں اور اس کی آجیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوگی۔ اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ قادیان کا یہ خواب اس پس منظر میں تھا کہ وہ ”خاتون جو ہر زنا سیت“ ہی سے محروم ہو چکی تھی۔ اب مرید اسے بھی اپنے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح پوری ہوئی۔ حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں ”پیش بینی“ کا ہے۔

خلیفہ جی کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شہادت سے کچھ ایسا اظہر ہوتا ہے کہ ان کی صورت ایک ”ڈرائیوڈ“ سے ملتی ہے۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو ”کار خاص“ کے نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گمروں میں سیاہ فام بچے پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا۔ حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے مزین لیکچر دیا جاتا۔ مگر کہتے ہیں چور کی داڑھی میں تنکا۔

ایسے ہی وہ اپنی ایک بیوی کی وفات پر اپنی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”شادی سے دو مہینے قبل کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں آئے گی۔ ایک دن میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی سفید لباس پہنے مٹی سٹائی، شرمانی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے۔“ (سیرۃ ام طاہرہ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، ریلوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے۔ لیکن سینے سٹانے، شرمانے لجانے اور دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں۔ ہمیں ”رائل فیملی“ کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں۔ کیونکہ اس ماحول میں مجرورہ بیچ جانا بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ مگر ہم ان کے بارے میں کف لسانی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ

سربراہان قادیانیت عموماً اور مرزا محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں۔ اس لئے ان کے بہرہ پر کوئی پھینکتا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے۔ ضمناً قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے۔ اگر درخت اپنے پھل سے بچانا چاہتا ہے قادیانیت یقیناً ”شجرہ نجیبہ“ ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی ”سلیٹی جین“ اور لنک میکلوڈ روڈ پر قیم ”حصیقاں“ اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے ”نبی“ کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری، مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہاء درجہ کی قسوت قلبی، شقاوت ذہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب ان کا ہر قابل ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لئے سامان عبرت موجود ہے۔ قانچ کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ”دکھ کی مار“ اور ”سخت بلا“ ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے اور اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک و تعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لئے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقعہ حال قادیانی کا کہنا ہے: ”اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص قانچ سے نہ مرے وہ قادیانی ہی نہیں۔“ مرزا محمود احمد نے اپنے باپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اکابر اور جید علماء دین کے وصال پر جشن سرت منایا اور ان کا یہ وعدہ اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالہ سامری مرزا محمود کو ”قانچ کا شکار“ بنا کر دس سال تک ”رہین بستر و بالمش“ کر دیا اور اس عبرت ناک رنگ میں اس کو اعضاء و جوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا کہ وہ مجنونوں کی طرح سر ہلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بید لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں۔ گویا وہ ”لا یسموت فیہا ولا یحیی“ کی تصویر تھا۔ مگر قادیانی مذہبی افسوس کی مالکان اس حالت میں بھی ”الٹا“ ”اخبار“ اس کے ہاتھ میں پکڑا کر ”زیارت“ کے نام پر مریدوں سے پیسہ بٹورتے رہے اور پھر سات بجے شام مر جانے والے اس ”مصلح موعود“ کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور ”سرکاری اعلان“ میں اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی الجھی ہوئی داڑھی کو ہائیر و جین یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے طلائی ٹکڑیاں لٹکھڑیاں اور خط بنایا گیا اور غارہ لگا کر اس کے چہرے پر ”نور“ دارو کیا گیا۔ تاکہ مریدوں پر اس کی ”اولیائی“ ثابت کی جاسکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو ”عذاب الہی“ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں تو یہ ”انتلاء“ بن جاتا ہے اور اس کے لئے دلائل دیتے ہوئے قادیانی تمام وہ روایات پیش

کرتے ہیں جن کو وہ خود بھی تسلیم نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا خوشی منانا ایک ایسا المناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفیرین کی جائے کم ہے اور سابق وزیر اعظم پاکستان کے پھانسی پانے پر ہفت روزہ ”لاہور“ کا یہ لکھنا کہ اس سے مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیشین گوئی پوری ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔ مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضور ﷺ کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کی رو سے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امت مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

آخر میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست ہے جنہوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں کسی نوع کا تعاون فرمایا۔ اس سلسلے میں بطور خاص کمری میاں محمد رفیق صاحب کا تذکرہ ضروری ہے جن کے اصرار لگن اور تعاون سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا۔ میاں صاحب موصوف نحر کائنات سید ولد آدم حضور ﷺ سے شدید محبت و وارسی کا تعلق رکھتے ہیں اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر مگرین ختم نبوت سے محض خدا کی رضا کے لئے کدورت رکھتے ہیں۔ گویا ان کا عمل ”الحب لله والبیغض لله“ کا مصداق ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ خداوند کریم انہیں دنیا میں حضور ﷺ کی نظر رحمت کا مورد اور آخرت میں ان کی شفاعت کا مستحق بنائے۔

شفیق مرزا، لاہور

اسلام کی دلہیز تک

”شہر سدوم“ کے اب تک کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور کتنی تعداد میں اس کی فوٹوٹائپ کا پیاں تقسیم ہو چکی ہیں۔ اس کے بارے میں ذوق اور قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اندرون ملک ہی نہیں بیرون ملک تک سے اس کے متعلق اس قدر اطلاعات ملی ہیں کہ مجھے خود اس پر حیرت ہوئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو کس قدر پذیرائی بخشی اور یہ صرف امت مسلمہ کے سرکارِ دو عالم ﷺ سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے سواذ اعظم میں ہی ذوق و شوق اور تجسس سے نہیں پریمی گئی بلکہ ”تصر خلافت“ کے ایوانوں میں بھی اس کی بھرپور گونج سنائی دی اور ربوہ کے واقفان حال نے تو تازہ یک یا گرما گرم پکڑوں کی طرح اس کی تلاش کر کے، اسے چھپ چھپ کر اس طرح پڑھا کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی کتابوں کو بھی اس اشتیاق

سے نہ پڑھا ہوگا۔ خدا گواہ ہے کہ جب میں نے حصول تعلیم کے لئے ربوہ (چناب نگر) کی سر زمین پر قدم رکھا تو میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ ”نبوت و خلافت“ کی جھوٹی رداؤں میں لپٹے ہوئے رویائے صادقہ اور کثوف کی دنیا میں ”سیر روحانی“ کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں افراد سے ”دین اسلام“ کو اکثاف عالم تک پہنچانے کے جھوٹے دعوے کر کے ان کی معمولی معمولی آمدنیوں سے چندے کے نام پر کروڑوں نیکو اربوں روپیہ وصول کرنے والے اور انہیں تان جو میں پر گزارہ کی تلقین کر کے خود ان کے مال پر بھروسے اڑانے والے اندر سے اس قدر غلیظ اس قدر گندے اور اس قدر ناپاک ہوں گے اور ایسی کسی تصوراتی لہر کا ذہن میں آجانا فی الواقع ممکن بھی نہ تھا۔ کیونکہ میرے والد محترم فوج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قادیانیت کے چنگل میں پھنس چکے تھے۔ بلکہ انہوں نے میرے دو بڑے بھائیوں کو بھی قادیانیت کی جانی، مالی، لسانی، حالی اور قلبی خدمت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

ان حالات میں، میں نے ربوہ (چناب نگر) کے شور زدہ زمین پر قدم رکھا تو چند ہی دنوں میں میرے تعلقات ہر کہوہ سے ہو گئے اور ہمارے خاندان کی یہ اتنی بڑی احمقانہ ”قربانی“ تھی۔ جسے وہاں ”اخلاص“ سمجھا جاتا تھا اور اس کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں میرے روابط کا دائرہ پھیلا گیا اسی نسبت سے اس جبریت زدہ ماحول میں ربوہ (چناب نگر) کے ہاسیوں کی خصوصی اور دوسرے قادیانیوں کی عمومی بے چارگی اور بے بسی کا احساس میرے دل میں فرونی تر ہوتا گیا اور اس پر مستزاد کہ ”خاندان نبوت“ کے تمام ارکان بالخصوص مرزا محمود احمد کے بارے میں ایسے ایسے ناگفتہ بہ انکشافات ہونے لگے کہ ذہن ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا تھا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے پرانے قادیانیوں سے اس بارے میں مزید استفسار کیا تو پھر تو مشاہدات اور آپ بیتیوں کی ایک ایسی پٹاری کھل گئی کہ میری کوئی تاویل بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور میں اپنے مشاہدات کی جو یہ تعبیر کر لیتا تھا کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے لوگ اور ان کے ارد گرد رہنے والے تو بدکردار ہیں۔ لیکن خود وہ ایسے نہیں ہو سکتے۔ وہ خود بخود ہوا ہو کر رہ گئی۔

اس دوران قلب و ذہن، کرب و اذیت کی جس کیفیت سے گزر سکتا ہے اس سے میں بھی پورے طور پر گزارا۔ اس لئے اگر کسی قادیانی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض الزام تراشی اور بہتان طرازی صرف ان کا دل دکھانے کے لئے ہے تو وہ یقین جانے کہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سارے دلائل تو میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لئے دیتا رہا۔ مگر دلائل کب

مشاہدے اور تجربے کے سامنے ٹھہر سکے ہیں کہ یہاں ٹھہر جاتے۔ پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ الزامات لگانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ خود قادیانی امت کے لئے جان اور مال کی قربانیاں دینے والے اور اپنے خاندان اور برادر یوں سے اس کے لئے کٹ کر رہ جانے والے لوگ ہیں۔ کیا وہ محض قیاس اور سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا اقدام کرنے پر عقلاً تیار ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

انسان جس شخصیت سے ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتا ہے اس کے بارے میں اس نوع کے کسی الزام کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر وہ ایسا کرنے پر مل جاتا ہے تو پھر سوچنا پڑے گا کہ اس شخصیت سے ضرور کوئی ایسی ابتلازل بات سرزد ہوئی ہے کہ اس سے فدایت کا تعلق رکھنے والے فرد بھی اس پر انگلی اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور پھر یہ انگلی اٹھانے والے معمولی لوگ نہیں۔ ہر دور میں خاندان نبوت کے ہمین دیار میں رہنے والے ممتاز افراد ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے زمانے میں مرزا محمود احمد پر بدکاری کا الزام لگا۔ جس کے بارے میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے پہلے امیر مولوی محمد علی کا بیان ہے کہ یہ الزام تو ثابت تھا، مگر ہم نے شبہ کا قاعدہ دے کر مرزا محمود احمد کو بری کر دیا۔ پھر محمد زاہد اور مولوی عبدالکریم مہبلہ والے اور ان کے اعزہ اور اقرباء نے اپنی بہن ”سیکنڈ“ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کے لئے باقاعدہ ایک اخبار ”مہبلہ“ کے نام سے نکالا اور خلیفہ صاحب کے اشارے پر ”میر قاسم علی“ جیسے چھٹ بھٹیوں نے ان کے خلاف مستریاں مشین سویاں ایسی طعنہ زنی کر کے اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی اس کے بعد مولوی عبدالرحمان مصری، عبدالرزاق مہتہ، مولوی علی محمد اجیر، حکیم عبدالعزیز، فخر الدین ملتانی، حقیقت پسند پارٹی کے بانی ملک عزیز الرحمن، صلاح الدین ناصر بنگالی اور دوسرے بے شمار لوگ وقتاً فوقتاً مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان پر اسی نوعیت کے الزام لگا کر علیحدہ ہوتے رہے اور بدترین قادیانی سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔

ملازمتوں سے محروم اور جائیدادوں سے حاق کئے جاتے رہے۔ مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ کیا محض یہ کہہ کر کہ یہ قریب ترین لوگ محض الزام تراشی کرتے رہے۔ اصل حقائق پر پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی ماں پر بدکاری کا الزام لگا تا ہے تو نفظ یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا کہ دیکھو کتنا برا آدمی ہے۔ اپنی ماں پر الزام لگا تا ہے۔ درست نہ ہوگا۔ یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کی ماں نے گول بازار کے کس چوراہے میں بدکاری کی ہے کہ خود اس کے بیٹے کو بھی اس کے خلاف زبان کھولنا پڑی ہے۔ جس رفتار سے ان واقعات سے پردہ اٹھ رہا تھا۔ اسی سرعت سے میرے اعتقادات کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی اور میری زبان ایک طبعی رد عمل کے طور پر ریوہ

(چناب نگر) کے اس دجالی نظام کی قلعی کھولنے لگ پڑی تھی اور اس خباث کو نجابت کہنے کے لئے تیار نہ تھی۔ مرزا محمود احمد بارہ سال کے بدترین فالج کے بعد جنم واصل ہوا تو ربوہ کے قصر خلافت میں جس دو جانب کھلنے والے کمرے میں اس کی لاش رکھی ہوئی تھی میں بھی وہاں موجود تھا اور میرے دوست سنی فضل الہی اور خلیل احمد، جو اب مرئی ہیں۔ بھی میرے ساتھ ہاکیاں لے کر وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ میں نے مرزا محمود احمد کو انتہائی مکروہ حالت میں پاگلوں کی طرح سر مہاتے اور کرسی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ سے لے جاتے ہوئی کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کی معاشی نبوت پر پلنے والے اس حالت میں بھی اس کی ”زیارت“ کے نام پر لوگوں سے پیسے پوڑتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ بس گزرتے جائیں۔ بات نہ کریں۔ حسب توفیق نذرانہ دیتے جائیں۔ اس دوز میں اس کے جسم کی ایسی غیر حالت تھی کہ بیوی بچے بھی انہیں چھوڑ چکے تھے اور سوئٹزر لینڈ سے منگوا کی گئی۔ نرسیں بھی دو ہی ہفتے کے بعد بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اب تو وہاں تراشی ہوئی داڑھی والا اور اٹن وزیہائش کے تمام لوازمات سے بری طرح تھوپا گیا ایک لاش پڑا تھا۔

میں نے مذکورہ بالا دونوں نوجوانوں کو کہا کہ یا کل تک تو اس چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے۔ مگر آج اس پر بڑی محنت کی گئی ہے تو ان میں سے موخر الذکر کہنے لگا۔ ”تو ساڈا ایمان خراب کر کے چھڑیں گا“ یہ دونوں اپنی ”پختہ ایمانی“ کی بناء پر ابھی تک قادیانیت کا دفاع کر رہے ہیں۔ لیکن میں نے اس ایمان کو ڈنی طور پر اسی وقت چناب کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔

مرزا ناصر احمد کو ایک مخصوص پلاننگ کے تحت خلافت کے منصب پر بٹھایا گیا تو اس نے دوسرے امیدوار مرزا رفیع احمد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس سے ملے جلنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو ملازمتوں سے محروم کرنے اور ربوہ بدر کرنے کے احکامات جاری ہونے لگے اور یہ سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ گدی نشینی کی اس جنگ میں ہزاروں افراد ان کے خاندان خواہ مخواہ نشانہ بن گئے۔ سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوئے یہ لوگ اپنی برادر یوں سے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے جنازوں اور شادیوں تک میں شرکت کو حرام قرار دینے کے پہلے ہی علیحدہ ہو چکے تھے۔ اس لئے ان کے لئے نہ جائے ماندن، نہ پائے رفتن کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ربوہ میں رہائشی زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور صدر انجمن احمدیہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کی گھریلو کنیز اور ذاتی تنظیم ہے وہ کسی بھی وقت باغیوں کو رہائش سے محروم کر دیتی ہے اور ان کی بڑی تعداد پھر اس خوف سے کہ وہ اس مہنگائی کے دور میں سر کہاں چھپائیں گے۔ دوبارہ ”خليفة خدا بنانا ہے“ کی ڈگڈگی پر قہص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس دور میں بھی یہی کچھ ہوا۔

ان دنوں میں اقتدار کی اس کھکھش کو بہت قریب سے اور بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس دور میں میرا عقائد و نظریات کے حوالے سے قادیانی امت سے کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا اور ایک روایتی قادیانی کی طرح میں اتنا ہی عالی تھا جتنا کہ ایک قادیانی ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں غالباً اپنی والدہ محترمہ کی تربیت کے زیر اثر قادیانیوں کے اس عمومی طریق استدلال کا سخت مخالف تھا۔ جس کے تحت وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی اولاد کا معمولی معمولی باتوں میں بھی حضور ﷺ سے موازنہ شروع کر دیتے تھے اور میری اس پر بے شمار کڑائیاں ہوتیں۔

قادیانیوں کی اس بارے میں دریدہ ذہنی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا ایک بااثر مولوی جو آج کل اپنی اسی ختاسیت کی وجہ سے گھٹنوں کے درد سے لاچار ہے کہا کرتا تھا کہ خاتم النبیین کی طرز پر ایسی ترکیبیں اس کثرت سے زور دار طریقے سے رائج کرو کہ اس ترکیب کی (نعوذ باللہ) کوئی اہمیت ہی نہ رہے۔

یاد رہے کہ میری والدہ محترمہ میرے والد کے بے حد اصرار کے باوجود قادیانیت کے جال میں نہیں پھنسیں اور میں نے بھی ایک مرتبہ بھی ان کی زبان سے مرزا غلام احمد قادیانی یا اس کے کسی نام نہاد وظیفہ کا نام تک نہیں سنا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ میں پانچ وقت نماز پڑھتی ہوں۔ حکم خداوندی ادا کرتی ہوں۔ تہجد بھی پڑھتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات بھی میرا معمول ہے۔ اگر اس کے باوجود خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشا تو نہ بخشے۔ میں حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مان سکتی۔

مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے سلسلے میں جب ہارس ٹریڈنگ شروع ہوئی تو میں نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے احتجاج کیا اور اپنی مظلوموں میں اس پر خوب کھل کر تبصرے کئے۔ ایک موقع پر ہمارے ایک چھٹکوی دوست نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کسی دوسرے پیر کے بیٹے اور پوتے اس کے بعد گدی پر بیٹھ جائیں تو ہم اسے گدی کہتے ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور پوتے بھی کام کر لیں تو یہ خلافت کیوں کہلاتی ہے؟ تو میں نے اسے کہا کہ جس طرح عام آدمی کو آنے والا خواب، خواب ہوتا ہے اور خلیفہ قادیانی کو آنے والا خواب ”رؤیا“ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ گدی خلافت ہوتی ہے۔ مرزا ناصر احمد کے جاسوسوں نے فوراً اسے اس بات کی خبر کر دی اور وہ بہت چراغ پا ہوئے اور ایک اجتماعی ملاقات میں میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے دھمکی دی کہ آپ کوئی بات نہیں مانتے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہئے میں اسی لحاظ سمجھ گیا کہ اب مرزا ناصر احمد کے کٹوے جلنے لگے ہیں اور وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے میرے خلاف اقدامات کریں گے۔ اسی دوران ایک اور واقعہ ہوا کہ میں لیتھ میں مقیم تھا کہ بیت المال کا ایک کلرک جسے ربوہ کی زبان میں اسپیکٹر بیت المال

کہتے ہیں۔ میرے پاس ٹھہرا اور آزادانہ بات چیت کے دوران اس نے مجھے امررونی حال بتاتے ہوئے کہا کہ خاندان والے خود تو کوئی چندہ نہیں دیتے لیکن ہمارے حقیر معارضوں میں سے بھی چندہ کے نام پر جگا ٹیکس کاٹ لیتے ہیں۔ ان دنوں مرزا ناصر احمد کسی دورے پر افریقہ یا کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا۔ میں نے کہا اگر تم ایسے ہی دل گرفتہ ہو تو دعا کرو کہ اس کا جہاز کریش ہو جائے اس آدمی نے یہ بات تو زبردستی لے کر لیا۔ موقوفہ انسل امیر جماعت فضل احمد کو بتائی تو اس نے نمبر بنانے کے لئے مرزا ناصر احمد کو فوری رپورٹ دی کہ شفیق تو تمہارا جہاز کریش ہونے کی دعا کرتا ہے۔ مرزا ناصر احمد کہ یہ بات سن کر آگ لگ گئی۔ مجھے فوراً وہاں بلا یا گیا۔ سو پہلے تو ریڈیو کے ڈی آئی جی عزیز بھانڈوی اور اس کے گماشتوں کے ذریعے قادیانی غنڈے میرے پیچھے لگائے گئے۔ مگر میں پھر بھی باز نہ آیا تو ریڈیو کی تمام عبادت گاہوں میں میرے سوشل بائیکاٹ کا اعلان کر دیا گیا اور پاکستان کی تمام جماعتوں کے افراد کو خطوط کے ذریعے بھی اس کی اطلاع کر دی گئی لہذا مرزا ناصر احمد نے اس پر ایک پورا خطبہ بھی دے ڈالا جو آج تک شائع نہیں ہوا۔

میرا مزید ناطقہ بند کرنے کے لئے میرے دو بڑے بھائیوں سے تحریری عہد لیا گیا کہ وہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔ سوانہوں نے بھی مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور میرے آہائی گھر پر تسلط جما کر مجھے وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ واقعات صرف مجھ پر ہی نہیں بیٹے اور سینکڑوں نہیں، ہزاروں افراد اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں۔ مگر کسی حکومت نے، انسانی حقوق کی تنظیم نے اس پر آواز احتجاج بلند نہیں کی۔ کسی عاصمہ جہا نگیر، آئی اے رحمان نے ان لوگوں کی بنیادی شہری اور انسانی حقوق کی بحالی اور ان کو پہنچائے جانے والے نقصان کی حطانی کے لئے آواز نہیں اٹھائی۔ مگر کسی قادیانی کے پاؤں میں کاٹنا بھی چھو جائے تو شور مچا دیا جاتا ہے۔

ایک طرف تو یہ صورت حال تھی تو دوسری طرف بڑے بڑے قادیانی عہدیدار مجھے ”حضور“ سے معافی مانگ لینے کی تلقین کر رہے تھے۔ لیکن میں ”تغیب امر“ کو کسی بھی صورت میں گاجر کہنے کے لئے تیار نہ ہوا تو قادیانیوں نے لاہور میں میری رہائش گاہ پر آ کر مجھے قتل کرنے اور سبق سکھا دینے کی دھمکیاں دیں۔ لاہور میں بہترین مکان خرید کر دینے کی پیش کش بھی ہوئی۔ مگر میں اس ترغیب و ترہیب کے بھڑے میں نہ آیا۔ قادیانی امت کا رنج اس بات سے مزید بڑھ گیا تھا کہ میرا اختلاف اب انگریزوں کے خود کاشتہ پودے کے صرف اعمال ہی سے نہیں تھا، نظریات سے بھی تھا اور میں مرزا غلام احمد قادیانی کی ظلی، بروزی، لغوی اور غیر تشریحی نبوت پر لعنت بھیج کر مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کے سبز پرچم کے نیچے آ چکا تھا۔ مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے عہد میں

ان کے مختلف ”مظنی مشاغل“ کی کہانیاں ٹی۔آئی کالج سے لے کر ربوہ کے ہر اس گھر تک پھیلی ہوئی تھیں جہاں کسی خوش رو کا بھیرا تھا اور اس طرح ”خاندان نبوت“ کی دوسری ”کلیاں“ بھی اپنے اپنے ذوق کا سامان کرنے کی وجہ سے گونا گوں کہانیوں کی زد میں تھیں۔ لیکن مرزا ناصر احمد کے سینکڑوں ”کیوتروں“ کوئی آئی کالج کی رہائش گاہ سے ”قصر خلافت“ منتقل کرنا یا ان کے آزاد کردینے کا معاملہ خاصے دنوں تک ایک مسئلہ بنا رہا اور مولوی تقی نے اس پر بڑا دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ”مغل“ کوئی ”ہادی“ ترک کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

ایک دن مرزا ناصر احمد کے ”فیض جسمانی“ کے کرشموں کا بیان جاری تھا اور جو دو حامل بلڈنگ میں واقعہ دو خانہ نور الدین میں حکیم عبدالوہاب بڑے مزے لے کر سنا رہے تھے کہ صاحبزادہ صاحب نے کس طرح ریلوے کے ایک کانٹے والے لٹری کی ”ٹریا“ کو اس کے باپ کی غیر موجودگی میں خود اس کے ریلوے کوارٹر میں جالتاڑا۔ ابھی یہ حکایت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ الشکرۃ الاسلامیہ والی پرانی بلڈنگ کے مالک، حکیم صاحب کو ملنے کے لئے آگئے اور باتوں باتوں میں احمدیت کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل و خوار ہونے کے واقعات کا تذکرہ شروع ہو گیا اور تمام اکابر مسلمانان پاک وہند کو پیش آنے والے مہینہ مصائب کو احمدیت کی مخالفت کی سزا قرار دے کر ”احمدیت“ کی سچائی ثابت کی جانے لگی۔

جب حکیم صاحب کے پرانے شناسا اس نو دارو نے یہ داستان ختم کی تو حکیم صاحب نے بڑی آہستگی سے کہا کہ وہ آپ کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا گیا تھا اس کے بعد بھی آپ ربوہ میں ہی رہ رہے ہیں تو میں حیران رہ گیا کہ ایک طرف تو وہ ”احمدیت“ کے خاصیت پر مخالفین کو کھینچنے والے نقصانات اور آلام و مصائب کو اپنے مسخ موعود اور مصلح موعود کی ”کرامات“ کے طور پر پیش کر رہا تھا۔ مگر جو نبی اس نے حکیم صاحب کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس کی آنکھیں بھرا آئیں اور وہ گلو کیر آواز میں کہنے لگا حکیم صاحب انسان زندگی میں مکان ایک بار ہی بنا سکتا ہے اور پھر اب تو بچے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ ان کی شادیوں کا مسئلہ بھی ہے۔ برادری سے پہلے ہی قطع تعلق کر چکے ہیں۔ اب جائیں تو جائیں کہاں؟ دو خانہ نور الدین کے انچارج اکرم بھی اس محفل میں موجود تھے۔ وہ اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ ”محمد علی سبزی فروش“ کا المناک قتل بھی ربوہ میں مرزا ناصر احمد کے عہد میں ہی ہوا اور اس کی بھی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ چونکہ اس کا ”خاندان نبوت“ کے گھروں کے اندر آنا جانا تھا اور وہ راز ہائے درون خانہ کو بیان کرنے میں بھی کسی حجاب سے کام نہیں لیتا تھا۔ اس لئے بری طرح ذبح کر دیا گیا۔ مگر ”نیک اور پاکہاڑ“ لوگوں کی اس ہستی

کے کسی ایک فرد نے بھی اس قتل کے راز سے پردہ اٹھانے کی جرأت نہ کی۔

یوں تو قادیانی امت کے بزرگ بھرمز محمود کے زمانے ہی سے سیاست کا کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں۔ لیکن ۱۹۵۳ء کی مجاہدانہ تحریک نے ان کو بڑی حد تک محدود کر کے رکھ دیا اور مرزا محمود نے ان تمام اسلامی اصطلاحات کا استعمال ترک کرنے کا عہد کر لیا۔ جو امت مسلمہ کے لئے اذیت کا موجب بنتی رہی ہیں۔ لیکن وہ قادیانی ہی کیا ہوا جو اپنی بات پر قائم رہ جائے۔ جو نئی حالات بدلے مرزا محمود احمد نے بھی گرگٹ کی طرح بینئر تبدیل لیا اور دوبارہ وہی پرانی ڈگر اختیار کر لی۔ مرزا محمود احمد اس کے جلد ہی بعد ڈاکٹر ڈوٹی کی طرح عبرتاک فالج کی گرفت میں آیا تو مرزا ناصر احمد نے جس کے لئے اس کا شاطر والد جماعت کو اپنے مخلوط کی ابتداء میں ”ہوالناصر“ لکھنے کی تلقین کر کے راہ ہموار کر چکا تھا اور پھر عیسائی طریقے کے مطابق اپنے حواریوں کی ایک منڈلی کے ذریعے اپنے آپ کو منتخب کر دیا کھل کر پر پردے نکالنے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی گیم آف نمبرز میں مرزا فریح احمد کو مات دے کر اور مرزا القمان احمد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے گدی نشینی کے لئے اپنا راستہ بنایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو آگے لانے میں قادیانی امت نے قریباً ”۶ کروڑ روپیہ“ صرف کیا اور اپنے تمام تنظیمی اور دوسرے وسائل اس کے لئے استعمال کئے۔ اس عہد میں مرزا طاہر احمد صاف طور پر سیکنڈ ان کمان بن کر سامنے آیا اور جماعت میں یوں تاثر دیا جانے لگا کہ اب احمدیت کا غلبہ ہوا ہی چاہتا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ لیکن جب آٹھویں عشرے کے اوائل میں تحریک ختم نبوت پوری قوت سے دوبارہ ابھری اور ذوالفقار علی بھٹو نے ہی ان کو غیر مسلم اقلیت دینے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو قادیانی اپنے ہی زخموں کو چاٹ کر رہ گئے۔

پروفیسر سردر مرحوم نے ایک دفعہ بتایا کہ تحریک ختم نبوت کے ایام میں قادیانیوں نے ایک وفد ”خان عبدالولی خان“ سے ملنے کے لئے بھیجا اور جس وقت اس نے خان صاحب سے ملاقات کی میں بھی وہیں پر موجود تھا۔ جب قادیانیوں نے بھٹو کو لانے میں اپنی خدمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے۔ اس لئے آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنے سیکولر نظریات کے حوالے سے اس تحریک کے پس منظر میں ہمارے حق میں آواز اٹھائیں تو خان عبدالولی خان نے بے ساختہ کہا ”بھئی“ ہا چا خان“ کا بیٹا اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ جس بھٹو کو لانے کے لئے تم نے ۶ کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے اس مسئلہ میں اس کی مخالفت کر کے خواہ مخواہ امت مسلمہ کی مخالفت مول لے لے۔

تحریک ختم نبوت کے دنوں میں آغا شورش مرحوم کے مفت روزہ ”چٹان“ میں بڑی باقاعدگی سے کبھی اپنے نام سے اور کبھی کسی قلمی نام سے قادیانی امت کے بارے میں لکھا کرتا تھا۔ آغا صاحب کے پاس یوں تو آنے جانے والوں کا عام دنوں میں بھی تانتا بندھا رہتا تھا۔ لیکن اس دوران تو وہاں سیاست دانوں، علماء اور دانش وروں کی آمد ایک سیلاب کی صورت اختیار کئے ہوئے تھی۔ آغا صاحب ہر قابل ذکر آدمی کو کہتے تھے کہ بھی یہ کام صرف اور صرف ذوالفقار علی بھٹو ہی کر سکتا ہے۔ اس لئے تمام سیاسی اختلافات ہالائے طاق رکھ کر اس کام کے لئے اس کی حمایت کریں۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس فیصلے کے اثرات اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیں گے اور قادیانی اپنے ہی زہر میں کھل کھل کر مرجائیں گے۔ یہ چند باتیں تو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آگئیں۔ بیان ”خانہ نبوت“ میں ہونے والی جنگ اقتدار کا ہور ہا تھا۔ مرزا طاہر احمد کی جانب سے مرزا ناصر احمد سے رشتہ کو مضبوط کر لینے کے بعد اس کی لابی بہت مضبوط ہو چکی تھی اور مرزا رفیع احمد کے خلاف چھوٹی چھوٹی اور معمولی شکایتیں کر کے اس نے اپنا مقام مرزا ناصر احمد کی نظروں میں خوب بنا لیا تھا۔ اس لئے جب مرزا ناصر احمد ایک نوخیز دو شیزہ کو ”ام المؤمنین“ بنا کر راہی ملک عدم ہوئے تو مرزا طاہر احمد کی گدی نشینی میں کوئی روک باقی نہ رہی اور اس نے اقتدار کی ہاگ ڈور سنبھال کر تمام وہ حربے اختیار کئے جو اورنگ زیب نے اپنے والد اور بھائیوں کے خلاف استعمال کئے تھے۔ اس ماحول میں پلٹنے والا مرزا طاہر احمد کس قدر نیک اور پاکباز ہو سکتا ہے اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے ہو سکتا ہے کہ ربوہ میں تعلیم کے دوران ہی مجھے ”محمد ریاض سکنہ عالم کڑھ ضلع گجرات“ نے جواب فوج میں ہیں، نے ایک چوکیدار کے حوالے سے بتایا کہ میاں طاہر روزانہ نماز فجر پڑھنے کے بعد ”ولی اللہ شاہ“ سابق ناظر امور عامہ کے گھر جاتا ہے اور اس کی لڑکیوں کو سینے کے گنبدوں سے پکڑ کر اٹھاتا ہے اور آخری فقرہ پنجابی میں خود چوکیدار ہی کی زبان میں صحیح مفہوم ادا کرتا ہے کہ ”ادہ حرامزادیاں وی لیریاں ہو کے پیاں رہندیاں نیں۔“

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قصہ یہیں تمام ہوا۔ یہ تو ایک ایسا شہر طلسمات ہے کہ اس کا ہر حصہ طلسم ہو شہر یا کو بھی شہر ما کر رکھ دینے والا ہے اور بیدری کا یہ جملہ بلاشبہ اپنے اندر بے پناہ صداقت لئے ہوئے ہے کہ بڑے گھروں کی غلامتیں بھی بہت ہی بڑی ہوتی ہیں۔

قادیانی امت کے راہنماؤں کی بد اعمالیوں کے بارے میں جب میں حق المؤمنین کے مرتبے پر پہنچ گیا تو میں نے دنیا بھر کے مسلمان دانشوروں کی چیدہ چیدہ کتب کا بغور مطالعہ شروع کیا کہ قادیانیوں کے اعمال کے بعد ان کے افکار و نظریات کی صحت کا بھی جائزہ لوں تو چند ہی

دلوں میں قادیانی افکار و نظریات کا علمی و عقلی دامن بھی مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور خاص طور پر فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے نہرہ کے نام خطوط اور تھکیل جدید الہیات اسلامیہ کے مطالعہ سے میرا ایمان اس بات پر چٹان کی طرح پختہ ہو گیا کہ ختم نبوت حضور ﷺ کی انٹرنیشنل فکر ہے اور اس کی علت عاقبہ یہ ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو وحدت خداوندی اور سرور دو عالم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے ایک نقطے پر اکٹھا کیا جائے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ اس لئے اس نے ہر شعبہ حیات میں اپنے انداز میں وحدت کا ایک سفر شروع کر رکھا ہے۔

مذاہب کی دنیا میں اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سفر کا آغاز کیا اور جب تک دنیا سفری و مواصلاتی اعتبار سے اس رنگ میں رہی کہ ہر گاؤں، ہر قریہ اور ہر سستی اپنی جگہ ایک الگ دنیا کی حیثیت رکھتی تھی تو ان لوگوں کی طرف قوی اور زبانی نبی تشریف لاتے رہے۔ لیکن جب علم الہی کے مطابق حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانے میں دنیا کا سفر گلوبل و بلج کی جانب شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام سابق انبیاء کرام علیہم السلام کی اصولی تعلیم کو قرآن کریم میں جمع کر کے اسے خاتم الکتب بنا دیا اور ان کے اوصاف اور خوبیوں کو نہایت ارفع و اعلیٰ شکل میں حضور ﷺ کی ذات مبارک میں جمع کر کے انہیں خاتم النبیین کے منصب پر سرفراز کر دیا۔ اس لئے جس طرح خاتم الکتب قرآن مجید کے بعد کسی دوسری کتاب کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح خاتم النبیین کے بعد کسی دوسرے نبی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے وحدت ادیان، وحدت انبیاء، وحدت کتب، وحدت انسانیت، وحدت کائنات اور وحدت انفس و آفاق کے اس پروگرام کو ڈانٹا میٹ کرنا چاہتا ہے جو اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔

ان چند سطروں کی روشنی میں قادیانیوں کو خود سمجھ لینا چاہئے کہ وہ کتنی گمراہ کن، کتنی خوفناک اور کتنی جاہ کن منزل کی طرف جارہے ہیں اور اس میں مرزا غلام احمد اور اس کے نام نہاد نظریات کی حیثیت کیا ہے؟ ان نظریات کو سمجھنے اور مٹھنے ہوئے ہم خود دیکھ رہے ہیں ان کا ثنا اور پرچم ختم نبوت کی سر بلندی تقدیر خداوندی ہے اور اسے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں روک سکتی۔ قادیانیت تو ویسے ہی اب فرنگ کی متروکہ کھیل بن کر رہ گئی ہے جس کے منہ میں دانت ہے نہ پیٹ میں آنت۔ اس لئے اب محض نعرے بازی اور ترقی کا پروپیگنڈا سے زندہ نہیں رکھ سکتا۔ عملی طور پر بھی اس نے امت مسلمہ کے انتشار میں اضافہ کرنے اور مختلف مذاہب کے ہاتھوں کے خلاف اچھائی غلیظ زبان استعمال کر کے ان کی باہمی منافقت کو جیز کرنے کا فریضہ ہی انجام دیا ہے۔ اس

لئے ہر صحیح الفکر آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ جس نام نہاد نجی نے اپنی ۸۶ سے زائد کتب میں برطانوی حکومت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں لکھا اور محض اس کی مدح کے قصیدے ہی لکھے ہیں وہ کیا کسر صلیب کر سکتا ہے؟ اور جلد ہی یہ بات قادیانیوں کی سمجھ میں بھی آ جائے گی اور اب مرزا طاہر احمد کو بھی اپنے دادا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ”ستارہ قیصرہ“ کی طرز پر کوئی ”تحدہ شہزادہ چارلس“ کے نام سے کوئی قصیدہ مدحیہ لکھ دینا چاہئے۔ تاکہ ”کسر صلیب“ کا جو کام مرزا غلام احمد کے ہاتھوں تکمیل رہ گیا ہے وہ مکمل ہو جائے اور قادیانیت کے مذہبی بیگار کمپ میں غلامی کی زندگی بسر کرنے والے جو ”ہاری“ ایک عرصہ سے یہ راگ الاپ رہے ہیں۔

جب کبھی بھوک کی شدت کا گلہ کرتا ہوں وہ عقیدوں کے غبارے مجھے لادیتے ہیں ان کی اشک شوئی کا بھی شاید کوئی اہتمام ہو جائے۔ اگرچہ یہ امکانات بہت ہی دور دراز کے ہیں۔ کیونکہ جس امت کے نام نہاد نجی کے لئے حقیقت الوحی کے ڈیڑھ سو کے قریب ”الہامات“ میں سے سو سے اوپر صرف دس روپے کی آمد کے بارے میں ہیں۔ ان کی دعات سے اچھی امید کیوکرگی جاسکتی ہے۔ ہاں! البتہ یہ کام پاکستان کے انسانیت نواز حلقوں کا ہے کہ وہ اس معاملہ کو انٹرنیشنل، ایشیا و اچ اور انسانی حقوق کی دوسری تنظیموں کے سامنے اٹھائیں اور قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے کا توڑ کریں جو وہ بیرونی دنیا کے سامنے، پاکستان میں اپنے اوپر ہونے والے مصنوعی مظالم کے حوالے سے کر رہے ہیں۔

شفیق مرزا، لاہور!

تقدیس کے بادہ خانے میں

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کے مظالم کی داستان اس قدر مہیب اور خوفناک ہے کہ اس کا تصور کرتے ہوئے بھی روح کپکپاتی اور سینہ بریاں ہوتا ہے۔ معاشی طور پر ملت اسلامیہ پہلے ہی پسپی ہوئی تھی، سیاسی آزادی کی اس عظیم تحریک نے دم توڑا تو انگریز کی اہرنی فراست اس نتیجہ پر پہنچی کہ جب تک مسلمانوں سے دینی روح، انقلابی شعور اور جذبہ جہاد کو کچھ کر کے انہیں چلتے پھرتے لاشے نہ بنا دیا جائے۔ اس وقت تک ہمارے سامراجی عزائم تھنہ جھیل رہیں گے۔ جاگیردار طبقہ اپنے مفادات کی خاطر پہلے ہی فرنگی حکومت کی مدح و ثنا میں مصروف تھا۔ ”علماء“ کا ایک گروہ بھی قرآن حکیم کی آیات کو سن مانے معافی پہتا کرتا جبرطانیہ کی حمایت کر کے اپنی چاندی کر رہا تھا۔ مگر انگریز سرکار ان سارے انتظامات سے مطمئن نہ تھی۔ اس کے نزدیک مسلمانوں کا انقلابی شعور کسی وقت بھی سلطنت برطانیہ کے لئے خطرہ بن سکتا تھا۔

اس لئے اس نے مسلمانوں کی دینی غیرت، سیاسی بصیرت اور قومی روح پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے ایک ایسے خاندان کا انتخاب کیا جو اپنی سفلیکی و غذاری میں کوئی ثانی نہ رکھتا تھا اور اس کا بڑے سے بڑا فرد بھی سرکاری دربار میں کرسی مل جانے کو باعث افتخار سمجھتا تھا۔ اس کمردہ منصوبہ کو انجام تک پہنچانے اور مسلمانوں کی وحدت ملی کو پاش پاش کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جس نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کو داغ دار کرنے کے لئے (العیاذ باللہ) اپنی بے سرو پا تاویلات سے امت مسلمہ میں اس قدر فکری انتشار برپا کیا کہ انگریز کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لئے برصغیر میں ایک ایسی جماعت میسر آ گئی جو ”الہامی بنیادوں“ پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتی رہی اور آج انگریز کے چلے جانے کے بعد گو اس کی حیثیت ”متزود کہ داشتہ“ کی ہی رہ گئی ہے۔ مگر پھر بھی وہ اسراٹل سے تعلقات استوار کر کے، عربوں میں تشبیح جہاد کا پرچار کر کے، انہیں یہود کی غلامی پر آمادہ کرنے کی مذموم جدوجہد میں مصروف ہو کر وہی فریضہ سرانجام دے رہی ہے جو اس کے آقا یان ولی نعمت نے اس کے سپرد کیا تھا۔ حضرت سید الانبیاء ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وحدت انسانیت کا جو انشراحیشل فکر، ختم نبوت کی شکل میں دیا تھا۔ قادیانی امت نے اس کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نئی نبوت کا نالگ رچا کر وحدت ملت اسلامیہ ہی کو سبوتاژ کرنے کی سعی نامسعود شروع کر دی۔ دین سے تلعب کے نتیجے میں اس مسیحیت جدیدہ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھینکار نازل ہوئی کہ خود ”نبوت باطلہ کا گھرانہ“ عصمت و خفیت کی تیز سے عاری ہو کر اس طرح معصیت کا مہلب دوزخ بنا کہ قریب ترین مریدوں نے اسے ”فحش کامرکز“ قرار دیا۔ گویہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر واضح رنگ میں جنسی عصیان کا تو کوئی الزام نہ لگا کر اس کو تسلیم کئے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ ان کی جنسی زندگی ناآسودگی کا شکار رہی۔ اگر ”محمدی بیگم کے پاجامے منگوا کر سوکھنے والی روایت“ کے ساتھ ساتھ، اس مظلوم خاتون کے بارہ میں آسانی نکاح کے تمام الہامات بھی طاق نسیاں پر رکھ دیئے جائیں اور بڑھاپے میں مولوی حکیم نور الدین کے نسخہ ”زودجام عشق“ کے سہارے پچاس مردوں کی قوت حاصل کر لینے کے دعاوی کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی کو حبالہ عقد میں لانے اور پھر بوجہ اس کی غیر معمولی فرمانبرداری کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو بھی ان کی تحریرات میں ایسے شواہد بکثرت ملتے ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی عائلی زندگی خوشگوار نہ تھی اور معاشرتی سطح پر پہلی بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں محض ”بچھے دی ماں“ بن کر رہ جانا، بڑا دلدور واقعہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اتنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مرزا قادیانی جب بھی اپنے ناقدرین کو جواب دینے پر آمادہ ہوئے، انہوں نے الزامی جوابات کی

کمین گاہ پر بیٹھ کر درشت کلامی ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشارے کنائے میں ہی نہیں، اکثر اوقات واضح الفاظ میں ایسی باتیں کہہ گئے جو ان کے دعاوی کی مناسبت سے ہرگز ان کے شایان شان نہ تھیں۔ مثلاً ہندوؤں کے خدا کو "ناف سے چھرا بچ" یعنی قرز زینا اور ماسٹر مرلی دھر کے محض یہ کہہ دینے پر کہ آپ تو لاچار اور قرض دار ہیں۔ انہیں یہ جواب دینا کہ ہمارے ہاں ہندو جاٹوں کا یہ طریق ہے کہ جب انہوں نے کسی کو اپنی دختر نیک اختر، نکاح میں دینی ہوتی ہے تو وہ خفیہ طور پر جا کر اس کے کھاتہ، کھینوں اور خسرہ نمبر کا پتہ کرتے ہیں۔ مگر ہمارے درمیان تو ایسا کوئی معاملہ نہیں۔ پنجابی میں یہ کہنے کے مترادف ہے کہ "توں مینوں کڑی تے نہیں دینی۔" ہم اس جواب کا تجزیہ خود قادیانی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قادیانی خلافت کی نیلی فلموں میں مرزا محمود احمد ہمیشہ ہی ایک ایسا ہیرو رہا ہے جس کے ساتھ کسی دن نے ٹکرائے کی جسارت نہیں کی۔ ان پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام ۱۹۰۵ء میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لئے ایک چارکنی کمیٹی مقرر کر دی۔ جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا قاعدہ دے کر ملزم کو بچایا۔ عبدالرب برہم خاں ۱۳۳۵ء پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلفیہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہوری سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا۔ مگر ہم نے ملزم کو **Benefit of Doubt** دے کر چھوڑ دیا۔ ۱۹۱۳ء میں جب گدی نشینی کے لئے جنگ اقتدار چھڑی تو دہلی کی محلاتی سازشوں کے ماہرین نے ایک مذہبی جماعت کے سربراہی کے لئے بائیس سال کے ایک ایسے چھوکرے کو منتخب کر لیا، جس میں پیر کا بیٹا ہونے کے علاوہ کوئی خصوصیت موجود نہ تھی۔ ایسا بر خود غلط اور کندہ ناتراش قسم کا آدمی عمر کے بیچانی دور میں ایک ایسے منصب پر فائز ہوا جسے بظاہر ایک تقدس حاصل تھا۔ مرزا محمود نے تقدس کے اس کٹھنرے کو اپنے لئے پناہ گاہ سمجھتے ہوئے جنسی عصیان کا وہ ہولناک ڈرامہ کھیلا کہ الامان والحفیظ۔

بلوغت سے لے کر مکمل طور پر مفلوج ہو جانے تک ہر چند سال کے وقفہ کے بعد القابات کی رداؤں میں لطف اس پیرزادے پر مسلسل بدکاری کے الزامات مخلص مریدوں کی طرف سے لگتے رہے۔ مہبلہ کی دعوتیں دی جاتی رہیں۔ مگر ذہنی طور پر پورا طمع و بے دین ہونے کے باوجود اس کو کبھی بھی جرأت نہ ہوئی کہ کسی مظلوم مرید کی دعوت مہبلہ پر میدان میں نکلے۔ جب بھی کسی ارادت مند نے واقف رازدروں کو لٹکارا تو قادیانی گماشتوں اور معیشت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ملاؤں نے ایک طرف اخبارات و جرائد میں ہلکا کار شروع کر دی اور

دوسری طرف اس محرم راز کو بدترین سوشل ہائیٹکات کا نشانہ بنایا گیا اور اسے اقتصادی و معاشرتی الجھنوں میں مبتلا کرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے جب کسی قدر کامیابی ہوئی تو اسے اپنے بد معاش بیہکاء "معجزہ" قرار دیا گیا۔

کوئی شخص اپنی والدہ پر الزام تراشی کی جرأت نہیں کرتا اور اگر خدا نخواستہ وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر اس کو خاموش کرانے کی کوشش کرنا کہ دیکھو یہ بہت بری بات ہے۔ مناسب نہیں۔ اس امر کا جائزہ لینا بھی تو ضروری ہے کہ وہ کن المناک حالات سے دوچار ہوا ہے کہ اسے اپنی اتنی عزیز ہستی کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا۔ پھر کی جلتیں اگر اس کی خلوتوں سے نالاں ہوں تو مریدوں کا اسی سانچے میں ڈھل جانا، ایک لازمی امر ہے۔ مرزا محمود احمد جب گدی نشین ہوا تو اس نے اپنے باوا کی نبوت کو ٹھوڑا لہا

احمد چائی نے رکھ لی احمد اول کی لاج

کے مقام پر پہنچایا۔ کبھی مسلمانوں کو اہل کتاب کے برابر قرار دیا اور کبھی انہیں ہندوؤں اور سکھوں سے مشابہت دے کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے دیا۔ قادیانیت کا غالب عنصر اس دور میں اس نچلے اور متوسط طبقے پر مشتمل تھا جو معاشی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئیوں کی فضا میں رہتے ہوئے زمین محسوس کرتا تھا اور انگریزوں سے قادیانیت کی سند اس کی ملازمت کو محفوظ رکھتی تھی۔ جب نئی نبوت، تکفیر مسلمین اور ان کے جنازوں کا ہائیٹکات، انتہاء کو پہنچا تو مذکورہ بالا دونوں طبقوں نے قادیان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ وہاں رہائش اختیار کریں۔ کیونکہ جس معاشرہ کو ایک "نبی" کے انکار کی بناء پر کافر قرار دے کر وہ طہیجہ ہوئے تھے۔ وہاں رہنا اب ان کے لئے ناممکن تھا۔ قادیان میں مرزا محمود احمد نے اپنے خاندان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے مریدوں کے چندے سے خریدی ہوئی زمین کچھ اپنے عزیزوں کے ذریعے نہایت مہنگے داموں فروخت کی اور کچھ صدر انجمن احمدیہ کی معرفت اپنے ماننے والوں کو گراں قیمت پر فروخت کی۔ مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت اس کا انتقال ان کے نام نہ کروایا گیا۔ اس طرح وہ اپنے معاشرہ سے کٹ کر قادیانیت کے دام میں اس طرح پھنسے کہ

نہ جائے رفتن نہ پائے مائمن

اپنی سوسائٹی سے طہیجہ ہو کر اب ایک نئی جگہ پر نئے حالات کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہر جائز و ناجائز خوشامد کر کے پیر اور اس کے لواحقین کا قرب حاصل کرتے اور انہوں نے وقت اور حالات کے دباؤ کے ماتحت ایسا ہی کیا۔ مگر پیر نے مجبور مریدوں کی عزتوں پر ڈال کر بیٹکڑوں

عصمتوں کے آئینے تار تار کر دیئے اور اگر کوئی بے بس مرید بلبلا اٹھا تو اسے شہر سے نکال دینے اور
مقتلعہ کر دینے کی دھمکیاں دے کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فخر الدین ملتانی ایسے کئی لوگوں کو قتل
کروا کر دہشت کی فضا پیدا کی گئی مگر اس تمام بڑی اہتمام کے باوجود مرزا محمود، اپنی پاکبازی کا
ڈھونگہ رچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ گاہے ناہے اس دریا سے اسکی موج اٹھتی کہ ذریت ہبشرہ
کے بارے میں جملہ الہامات کشوف اور روڈیا دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ یوں تو مرزا محمود کی
زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جو بد کاری کی غلاطت سے آلودہ نہ ہو اور جس میں اس پر زنا کاری
کا الزام نہ لگا ہو۔ لیکن ذیل میں ہم ان الزامات و بیانات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی گونج
اخبارات و رسائل ہی میں نہیں، ملک کی عدالتوں تک میں سنی گئی اور اس کے ساتھ بعض بالکل نئی
روایات بھی درج کرتے ہیں جو آج تک اشاعت پذیر نہیں ہو سکیں۔ قادیانی امت کی جنسی تاریخ
پر اس سے جو شتر متعدد کتب آچکی ہیں۔ لیکن وہ تقاضائے حالات کے ماتحت، جس رنگ میں پیش
کی گئیں۔ اس کی بہت سی وجوہ تھیں۔ آئندہ سطور میں ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو ذرا
وضاحت سے پیش کریں اور اس سے جو شتر جو چیزیں اجمال سے بیان ہوئی ہیں۔ ان کی تفصیل کر
دیں۔ کیونکہ اگر اس وقت اس کام کو سرانجام نہ دیا گیا تو آنے والا مورخ بہت سی معلومات سے
محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ پرانے لوگوں میں سے جو لوگ صبح گئے یا شام گئے، کی منزل میں ہیں۔ وہ
نہ ان سے مل سکے گا اور نہ ان دل دوز واقعات کو سن سکے گا جو خود ان پر یا ان کی اولاد پر گزرے
ہیں۔ یہ سب شہادتیں موکد حذاب قسموں کے ساتھ دی گئی ہیں اور یہ تمام افراد قادیانی امت کے
خواص میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔
مگر چند ایسے بھی ہیں جو اپنی برین و اشک کی وجہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قادیانیت سے وابستہ
ہیں۔ مگر وہ قادیانی مصلح موعود کو پورے یقین، پورے وثوق اور پورے ایمان کے ساتھ جو لیس
سیزر کا مثل، راسپوٹین کا بروز اور ہرموڈیس کا ظل کامل سمجھتے ہیں اور ہر عدالت میں اپنی گواہی
ریکارڈ کرانے کے لئے تیار ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ بھی خیال کریں کہ برائی کی اشاعت کا
طریق مناسب نہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس امر کو مد نظر رکھیں کہ یہ اظہار ان
مظلوموں کی طرف سے ہے جن میں سے بعض کی اپنی عصمت کی رواج پاک ہوئی اور اظہار حق کی
پاداش میں ان پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر وارد ہوتے تو باتیں بن جاتیں۔ یہ اظہار ان
مظلوموں کی طرف سے ہے جنہیں خدا نے بھی یہ حق دے رکھا ہے۔

”لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم“

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور میاں زاہد، حال امرتسر مارکیٹ برائڈر تھروڈ لاہور کے نام کے ساتھ ”مباہلہ والے“ کا لفظ شعی ہو کر رہ گیا ہے۔ ان مظلوموں نے ۱۹۲۷ء میں اپنی ایک ہمشیرہ ”سکینہ بیگم“ پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف اس زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ بیت الخلافت میں مقیم مذہبی مہنتوں کی روحیں کپکپا اٹھیں۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نور الدین کی اہلیہ محترمہ ان کو بد وقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود احمد کے ناقوس خصوصی ”افضل“ کے کذب و افتراء کا جواب دینے کے لئے مباہلہ نامی اخبار جاری کیا۔ جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر ”مرزا عبدالحق“ ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ ہیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر اب بھی ربوہ کے پاپائے مانی کو بد کردار سمجھتی ہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ کسی کام کی خاطر ”قصر خلافت“ میں گئیں۔ مرزا محمود نے اپنی گھناؤنی فطرت کے مطابق ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرید خاندان نے اپنی زوجہ پر اعتماد کر کے ہر پر تین حرف بھیجنے کی بجائے اس معاملہ کی تحقیق کا ارادہ کیا اور پاپائے مانی کے پاس پہنچا۔ پیر تورنگ ماسٹر تھا۔ اس مریدوں کو بچانے کا فن خوب آتا تھا۔ اس نے بڑی مصونیت سے کہا مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آرہی۔ ”سکینہ بیگم“ بڑی نیک اور پاک ہازلڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچے تو مشاطرہ پیر اپنا عیارانہ منصوبہ عمل کر چکا تھا۔ اس نے مرید کے لئے دام بچھاتے ہوئے کہا میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے۔ دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ چونکہ میں خلیفہ ہوں۔ مصلح موعود ہوں۔ اس لئے ”سکینہ بیگم“ ایک روحانی تعلق کی بنا پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں خواب کے عالم میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء غلبہ ان پر

اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھادی کہ دیکھ لو۔ اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند نے کہا۔ ”تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں۔“

مولوی محمد دین صاحب سابق ہیڈ ماسٹر حال صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے مرزا محمد حسین صاحب المعروف ”ماسٹر بی کام“ کو بتایا کہ جن دنوں مرزا عبدالحق، انجمن کے وکیل کے طور پر گورداسپور میں پریکٹس کر رہے تھے۔ ایک روز وہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ جیسا کہ دوسرے شاکر آتے تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی اہلیہ اب تک حضرت صاحب کو بدکردار سمجھتی ہیں اور واقعہ کی صحت پر مصر ہیں تو انہوں نے کہا: ”جی ہاں۔“

اس سلسلہ میں عبدالرحمان صاحب آف ڈیرہ غازی خاں اور مرزا عبدالحق کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اسے ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: وہ یہاں کتاب سے حذف کر دی ہے۔ اس لئے کہ وہ خود مستقل پمفلٹ اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہیں۔ فقیر مرتب!)

ایک احمدی خاتون کا بیان

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار مہبلہ قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ گو اس وقت یہ چھپنے بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر خلیفہ صاحب مہبلہ کے لئے آمادہ ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تا مل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ اس کو سالہ سامری کو مقابل پر لٹکنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس لئے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نور الدین صاحب کی صاحبزادی عاتکہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عاتکہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا، انتقال کر گئی ہیں۔ اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں۔

”میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں؟ میں اکثر اپنی سمیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچے شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاسکے! الخ“

(نوٹ: یہ مکمل واقعہ احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں تاریخ محمودیت کے عنوان سے درج ہے۔ اس لئے یہاں سے خارج کر دیا ہے۔ مرتب!)

مرزا محمود اور مس روٹو

مرزا محمود جس کے میدان دفاع میں نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ لاہور سسل ہوٹل میں آئے تو وہاں کی نوجوان اطالوی منظمہ مس روٹو کو دل دے بیٹھے اور پھر پہلا پھسلا کر اسے قادیان لے گئے۔ لاہور تو خبروں کا شہر ہے۔ بات نکلی تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم تک پہنچ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک نظم کہہ دی اور اگلی صبح اس کا ہر شعر لوگوں کی زبان پر تھا۔ بات بنتی نظر نہ آئی تو مرزا محمود نے حسب روایت بہانہ بنایا کہ میں اسے اپنی بیوی اور لڑکیوں کے انگریزی لہجہ کے لئے لایا تھا۔ (افضل مورچہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۳ء) اس پر اخبارات نے لکھا کہ اطالوی تو خود انگریزی کے بعض الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے۔ پھر ایک رقاصہ لڑکی کو گورننس کے طور پر رکھنا کون سی دانشمندی کی علامت ہے؟ اس پر قادیانی امت کے راسپوٹین کے لئے کوئی جائے فرار نہ رہی اور اس نے مس روٹو کو اپنے محرم راز ڈرائیور (تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ڈرائیور نڈیر تھا) کے ہمراہ پانچ ہزار روپیہ دے کر واپس بھیج دیا۔ قادیان میں مس روٹو تجربات کی جس بھیٹی سے گزری، وہ اس قدر لرزہ خیز نوعیت کے تھے کہ اس نے آتے ہی ایک وکیل کو مرزا محمود کے خلاف کیس دائر کرنے کے لئے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو سامنے بٹھا کر بدکاری کرتا رہا۔ (مخلص از کمالات محمودیہ وقتہ انکار ختم نبوت) وکیل نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا۔ یہاں تو افشائے راز کا تحفظ بھی معصیت سے کیا گیا تھا۔ میں نے کئی ہاؤس لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ وکیل کون تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ سابق چیف جسٹس محمد منیر تھے۔ جو اس وقت وکالت کی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ واللہ اعلم!

اب آپ مولانا ظفر علی کی وہ نظم مطالعہ فرمائیں جو نہ صرف ادبی و فنی اعتبار سے ایک شاہکار ہے۔ بلکہ اس میں قادیانی نبوت و خلافت کی بھی دجیاں بکھیر کر رکھی گئی ہیں۔

اطالوی حسینہ

از تقاض!

اے کشور اطالیہ کے باغ کی بہار
لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن
مغیر جمال تیری چلبلی ادا
ہر درگاہ شوق تیرا دل رہا چلن

لکھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
 پروردہ نسوں ہے تیری آنکھ کا شمار
 بیجانہ نشاط تیری ساق صندلیں
 رونق ہے ہونٹوں کی تیرا حسن بے حجاب
 جب قادیان پہ تیری لٹلی نظر پڑی
 میں بھی ہوں تیری چشم پر انسوں کا معترف

ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سو فتن
 آوردہ جنوں ہے تیری بوئے بزمین
 بیجانہ سرور تیرا سر میں بدن
 جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن
 سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن
 جادو وہی ہے آج اے قادیاں شکن
 (ارمغان قادیان ص ۵۰، مشائخ کردہ مکتبہ کارواں لاہور)

مقبول اختر صاحبہ کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام

مقبول اختر صاحبہ حکیم قطب الدین صاحب آف بدو ملی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں
 انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا، وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر مرحوم کو
 لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں۔ ہم صحیح کئے بغیر انہیں بچھنے نقل کر رہے ہیں۔
 (نوٹ: یہ خط کمالات محمودیہ نامی کتاب مندرجہ احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں مکمل
 موجود ہے۔ اس لئے یہاں سے خارج کر دیا ہے۔ فقیر مرتب!)

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے معرکہ آراء خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری ۲۵ ٹی گلبرگ لاہور میں متیم ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں انہوں نے بانی
 قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نور الدین کے سربراہ
 جماعت ہونے کے بعد، وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر
 مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں جب مرزا محمود انگلستان یا ترائے کے لئے
 روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا محمود رجیم میں آپ صف اول
 کے لوگوں میں شامل تھے۔ فحاش سے مبرا تو کوئی انسان نہیں ہوتا۔ نہ شیخ صاحب کو اس کا دعویٰ
 ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی یا مالی بددیانتی کا کوئی
 الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا تو
 انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر حقائق اپنا آپ منوالیتے ہیں۔ جب انہوں
 نے تحقیقات شروع کی تو اعتقاد کی دھند چشتی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی
 اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین

پرائیویٹ مخلوط لکھے۔ یہ مکاتیب پڑھنے سے پیشتر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں جو ایک معاشرہ سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب اور کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے سیدنا کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بعض تحفظات کے وعدہ پر اس ریاست میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بدظلم ہے۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنا دیتے ہیں کہ وہ ان علاقوں کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے ”دلائل“ سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کی حیثیت تاریکیوں کی سی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے توبہ کا مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا لٹکا اسی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے تنخواہ دار ملاؤں سے پردہ پیکٹ شروع کروا دیا۔ انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زنا کاری سے ہٹانے کے لئے اس امر کی تشبیہ کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی صاحبزادی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے۔ مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھ آگئی کہ معیشت، ماحول اور لایعنی عقائد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے بچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چوبیس گھنٹے کا نوٹس دے کر خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اب آپ وہ مخلوط ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: یہ تمام مخلوط ”کمالات محمودیہ“ نامی کتاب میں درج ہیں۔ جو احتساب قادیانیت جلد نمبر ۵۸ میں چھپ چکی ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ فقیر مرتب!)

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمن مصری، قادیان

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے۔ اس پر نظر ثانی کے لئے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمن مصری سے مجسٹریٹ فرسٹ کلاس کے حکم

کے ماتحت ۱۳ مارچ ۱۹۳۸ء کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے ۲۳ مئی ۱۹۳۸ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا۔ لہذا اب وہ عدالت ہذا میں نظر ثانی کی درخواست دے رہا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو خلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکا ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کئے۔ اولاً پی۔ اے۔ اگزیٹ جو مورخہ ۲۹ جون ۱۹۳۷ء کو شائع ہوا اور ٹائٹل "اگزیٹ پی۔ جی جو ۱۳ جولائی ۱۹۳۷ء کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں۔

مدعی نے اگزیٹ پی۔ جی میں سے ایک پیرا کی بناء پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

”میرے عزیزو، میرے بزرگو! آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی، ہاں اپنے اس بھائی کو جس نے محض آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجے سے چھڑانے کے لئے اپنی عزت، اپنے مال، اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے.....“

مدعی کا دارو مدار اس پیرا پر بھی ہے جس کا خلاصہ یوں دیا جاسکتا ہے۔ ”موجودہ خلیفہ میں ایسے عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لئے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لئے جدوجہد کر سکوں۔“

میرنی رائے میں متذکرہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بناء پر کسی شخص کی حفظ امن کی ضمانت طلب کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے جس کے دوران میں اس نے کہا ہے۔ ”موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ محصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے اس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔“

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔ اب اگر اس پوسٹر کو، جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے درخواست کنندہ کے بیان کی روشنی میں، جو اس نے عدالت میں دیا ہے پڑھا جائے جیسا کہ بہت

سے پڑھنے والے ایسا کریں گے تو ان کا رنگ کچھ اور ہی ہو جائے گا اور میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا ہے اور حفظ امن کی ضمانت کا متقاضی ہے۔

ایک اور بھی امر ہے۔ مورخہ ۲۳ جولائی کو خلیفہ نے ایک خطبہ دیا۔ جو بعد میں یکم اگست کے اخبار ”الفضل“ میں جو کہ جماعت کا سرکاری پرچہ ہے، چھپا۔

اس خطبہ میں جماعت سے علیحدہ ہونے والے مضمون پر حملے کئے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس Unfortunate اور افسوسناک تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخر الدین نے جو انجمن کا سیکرٹری تھا، جس کے صدر شیخ عبدالرحمن مصری ہیں، ان کا جواب لکھا، جس میں اس نے کہا: ”اسی لئے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کیشن کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تاکہ اس کے روبرو تمام امور اور شہادتوں اور محلی در محلی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے کہ کس کا خاندان ”فحش کا مرکز“ یا بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا۔“

اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں اس نے اپنے دشمنوں اور مخزجین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا: ”ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور فحاشی کا اڈہ بن جائیں گے۔“ میری رائے میں فخر الدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا۔ کیونکہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی بھٹون نے فخر الدین کو ہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے، اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ انجمن ایک مختصری حیثیت رکھتی تھی۔ جس کا صدر عبدالرحمن مصری تھا اور سیکرٹری فخر الدین تھے۔ اصل پوسٹر ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی نقل ایک کانسٹیبل نے کی تھی۔ جس کا یہ بیان ہے کہ نیچے فخر الدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے۔ مگر اس امر کے برخلاف فخر الدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا اور جس کے نیچے صرف اس قدر دستخط ہیں۔ فخر الدین ملتان، میں کانسٹیبل کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس کے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔ یہ امر کہ فخر الدین نے اصل مسودہ پر ”سیکرٹری“ کے الفاظ نہ لکھے تھے۔ ظاہر نہیں کرتا

کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کا پی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً اس بیان کے پیش نظر جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں، مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمن کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظ امن کی ضمانت طلب کی، وہ مناسب تھی۔ ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے اور نصف سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ لہذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط ایف۔ ڈبلیو سکسپ سنج

(عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور)

مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

شیخ مصری صاحب اور میر محمد اسماعیل

مصری صاحب نے مؤلف کو بتایا کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انکشاف پر مرزا محمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر عالم انگیز واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزا محمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے: ”حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں، اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا خرچ ہے۔“

شیخ صاحب اور قاضی اکمل

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ: ”جب میں نے خلیفہ صاحب“ کی اہلیہ مریم کی موت کی تفصیلات کے بارے میں ”پیغام صلح“ میں لکھنا شروع کیا اور یہ بتایا کہ اسکے رحم سے اس قدر پیپ خارج ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی بند نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے چار مرتبہ کفن تبدیل کیا گیا تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد قاضی اکمل نے مجھے خط لکھا اور میری تصحیح کرتے ہوئے بیان کیا کہ چار نہیں، پانچ کفن تبدیل کئے گئے تھے۔“

مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق

مولانا محمد اسماعیل غزنوی حکیم نور الدین کے نواسے تھے اور مرزا محمود سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے متعدد افراد کو بتایا کہ: ”مرزا محمود احمد ایک عورت کو شبہ ہاشی کا پانچ صد

روپیہ ادا کرتا تھا۔“ مجھے علم ہوا تو میں نے کھوج لگانا شروع کیا اور بالآخر اسے ڈھونڈ نکالا اور پوچھا تم کیسے مرزا محمود سے پانچ سو روپیہ بیانی رات وصول کر لیتی ہو۔ اس عورت نے بے باکانہ جواب دیا: ”مولوی توں راتیں میرے نال سوں، جے صبح توں میٹوں پنج سو روپیہ نہ دتاتے میں تیتوں ہزار روپیہ دیواں گی۔“

مولوی صاحب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ ملک عزیز الرحمن صاحب کا کہنا ہے کہ یہ بیگم عثمانی تھیں۔

قادیان کار لہجہ اندر..... دریا کے کنارے

مولانا موصوف ہی نے بتایا کہ مرزا محمود دریائے بیاس کے کنارے پھیر و چچی میں پلنگ منایا کرتا تھا اور ایسے موقع پر وہاں متعدد خیمے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا تھا۔ ایسے ہی ایک جشن کے موقع پر، وہ وہاں گئے تو گیٹ کپرنے انہیں روک لیا۔ ازاں بعد خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور انہیں اندر بلا لیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مرزا محمود پندرہ بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ وہ اس منظر کی تاب نہ لا سکے اور نگاہیں نیچی کر لیں تو مرزا محمود نے نہایت ادا باشانہ طریقے سے پوچھا: ”مولانا کیا ہوا ہے۔“

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر کا مقاطعہ کیوں؟

مولوی ظفر محمد صاحب ظفر عربی زبان کا نہایت اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں اور عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں اس قدر خوبصورت شعر کہتے ہیں کہ ان کے قادیانی ہونے پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ ایک مرتبہ پایائے ثانی نے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور پھر بڑی مدت کے بعد ان کی جان چھوٹی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: ”جن ہاتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمہیں بتا دوں تو تم مرد ہو جاؤ۔“ یہ فقرہ کسی تفسیر کبیر کا محتاج نہیں۔ البتہ قادیانیوں کی پختہ زقاری کی ”داڈ“ دینی پڑتی ہے کہ: ”وہ سب کچھ جان کر بھی ”انوار خلافت“ اور ”برکات خلافت“ کا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔“ جب میں نے مولوی صاحب ایسے بے ضرر انسان کے ساتھ اس بدترین سلوک کی تحقیقات شروع کی تو پتہ چلا کہ انہیں بھی یہ سزا ”اس جرم“ کی پاداش میں ملی تھی کہ انہیں اپنے ”مصنوع موعود“ کی عدم الشال جنسی انار کی کا علم ہو گیا تھا۔ اب ذرا تفصیل مطالعہ فرمائیں:

..... ۱..... مولوی ظفر محمد صاحب قادیانی امت کے گناہوں (نظارت امور عامہ) میں ملازم تھے اور مولوی فرزند علی ان کے افسر اعلیٰ کے طود پر کام کر رہے تھے۔ یہ ان دنوں کا تذکرہ ہے جب خلیفہ جی مصری صاحب سے یہ دھہور ہوا تھا۔ جن لوگوں کو قادیان اور ربوہ کے نظام حکومت کے بارہ میں علم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ وہاں ہر کام، خواہ وہ کسی سطح پر ہو، خلیفہ جی کی اشریاد اور اشارے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مگر مرید سادہ بعض اوقات ”حسن ظنی“ کے چکر میں پھنس جاتا ہے اور پھر قادیانی طلسم ہو شربا کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ ظفر صاحب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ خلیفہ جی نے سیکورٹی فورس کے نچلے عملہ کو بلا واسطہ یہ حکم دیا کہ مصری صاحب کی بیٹی ”امت الرحمن“ کو اغوا کر لیا جائے۔ انہی محافظین میں سے کسی نے مولوی ظفر صاحب کو بتایا کہ: ”حضرت صاحب نے حکم دیا ہے کہ مصری صاحب کی بیٹی امت الرحمن کو اغوا کر لیا جائے۔“

مولوی صاحب موصوف کو یقین نہ آیا کہ ”ہمارے حضرت یہ کام بھی کرتے ہیں۔“ انہوں نے اپنی اس بے یقینی کا ذکر اپنے افسر مولوی فرزند علی سے کیا اور اس نے فوراً مولوی ظفر محمد کی اس ”ایمانی کمزوری“ کی رپورٹ خلیفہ جی کو پہنچا دی اور اس طرح ان کا نام ”مقرئین“ کی فہرست سے کٹ گیا۔

..... ۲..... جرم بہر حال جرم ہے۔ خواہ وہ کھلے بندوں کیا جائے یا تقدس کی جعلی رداؤں میں لپٹ کر۔ جب خلیفہ جی کے نت نئے ”معرکوں“ کا چرچا بڑھنے لگا تو مولوی ظفر صاحب نے اپنے طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کے بیانات لے کر انہیں ایک کاپی میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ کاپی دفتر میں چھوڑ آئے اور مولوی تاج دین نے یہ کاپی اٹھا کر خلیفہ جی کو پہنچا دی اور اس طرح ”خدا کے مقرر کردہ خلیفہ“ کو یقین ہو گیا کہ مولوی ظفر محمد کا ایمان بہت کمزور ہو گیا ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ اس کا منہ بند کرنے کے لئے فوراً اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ کیونکہ ”چپ کا روزہ“ بعض قوی کی تقویت کے لئے خاصا مفید ہے۔

اب یہ بھی شبہ ہوا کہ کہیں انہوں نے کچھ ریکارڈ گھر میں نہ چھپا رکھا ہو۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے امور عامہ کے ذریعے مولوی صاحب کے گھر میں چوری کر دائی گئی اور معمولی معمولی چیزیں بھی اٹھوائی گئیں۔ انہی چیزوں میں سے مولوی صاحب کے بیٹے ناصر احمد ظفر کے بچپن کا ایک فریم شدہ فوٹو بھی ہے جو اب کچھ عرصہ ہوا مرزا ناصر احمد پاپائے سوم نے ناصر احمد ظفر کو واپس کیا ہے۔ مگر دانشمند مرید نے نہ تو اپنے والد سے دریافت کیا اور نہ مرزا ناصر احمد سے کہ: ”حضور میرا یہ بچپن کا فوٹو کس ”معجزہ“ کے نتیجے میں آپ کے گھر پہنچا ہے۔“

مولوی صدر دین امیر احمد یہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بیان

مولوی صدر دین صاحب کا بیان ہے کہ: ”مجھے یقینی ذرائع سے یہ علم ہو گیا تھا کہ مرزا محمود عجمی ذوق کا دلدادہ ہے۔ اس وجہ سے میں نے ہائی سکول میں مرزا محمود کا داخلہ بند کر دیا تھا اور جب تک میں ٹی۔ آئی ہائی سکول قادیان کا ہیڈ ماسٹر رہا ہوں میں نے کبھی اس کو سکول میں گھسنے نہیں دیا۔“

ڈاکٹر اللہ بخش سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا بیان

ڈاکٹر صاحب نے متعدد مرتبہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ مرزا محمود کو طے کے لئے گئے تو مرزا محمود کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ کیمیکل ایگزیمینٹر ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً ہی پتہ لگا لیا کہ یہ یو شراب کی ہے۔

عبدالعزیز نو مسلم کی صاحبزادی ”خلافت مآب“ کے چنگل میں

عبدالعزیز نو مسلم کی صاحبزادی ایک مرتبہ بد قسمتی سے ”تقر خلافت“ میں چلی گئیں۔ وہاں کشتہ ”زد جام حشق“ کی مجرمانہی سے وجود میں آنے والی ”ذریعہ بھرشہ“ پہلے ہی تاک میں بیٹھی تھی۔ مرزا محمود نے اپنے روحانی و جسمانی فیوض سے اسے مالا مال کر دیا۔ لڑکی نے ساری چپتا اپنے والد کو کہہ سنائی تو قادیانی ریاست کی خاندانی انتظامیہ حرکت میں آ گئی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ خود عبدالعزیز نو مسلم کی تحریر میں پڑھے: ”مجھے ایک روز دلی اللہ شاہ (سالا خلیفہ قادیان) نے اپنے دفتر میں بلایا اور کہا کہ تمہارے متعلق جو افواہ فضل کریم، عبدالکریم صاحبان نے پھیلائی ہے۔ اس کے متعلق تم ایک تحریر لکھ دو کہ وہ سراسر قلط ہے۔ میں نے بہت نالنے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے ایک مسودہ لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دستخط کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ میں قلط بات پر کیوں دستخط کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بات تو دراصل تمہاری ٹھیک ہے مگر سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے۔ اس لئے تم دستخط کر دو۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں سچی بات سے کیسے انکار کروں اور خواہ مخواہ آپ تنگ نہ کریں ورنہ اصل حقیقت آپ کو سناؤں تو خلیفہ صاحب کی پردہ دری ہوگی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو ذمہ کا ناشروع کیا کہ تمہارا وظیفہ بند ہو جائے گا اور تم قادیان سے نکالے جاؤ گے۔“ (عبدالعزیز نو مسلم ”مہلہ“ کیم جنوری ۱۹۲۹ء ص ۲۰)

مقدسین قادیان کی سیہ کاریاں اور خفیہ عیاشیاں

”میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی نوے فیصد آبادی مقدسین قادیان کی سیہ کاریوں اور خفیہ عیاشیوں سے آگاہ ہے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اخبار ”مہابلہ“ نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اخبار ”مہابلہ“ کے بیان کردہ واقعات کی تائید اور تصدیق کرتا ہوں۔“

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامن گیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا مگر دل میں آرزو آرزو گزار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجلاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دوا گھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا جس کے اشتہار عموماً اخبار ”الفضل“ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش ہی میری عقیدت زائل کرنے کا باعث ہوئی۔ ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سر بستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنا لیتا تو خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مختصر یہ کہ آج میں اس قابل ہوں کہ اس دجالی فرقہ سے توبہ کروں۔ میری دعا ہے اور برادران اسلام سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادیان کے واقف حال لوگوں کو سچی گواہی دینے کی جرأت عطا فرمائے اور ان کو توفیق دے کہ وہ سچائی کے مقابلہ میں کسی تکلیف کو روک نہ سکیں۔“

(خاکسار شیخ مشتاق احمد ”احمدیہ دوا گھر“ قادیان، اخبار ”مہابلہ“ دسمبر ۱۹۲۹ء)

بد معاشی سے مفاہمت، مردہ خراب ہونے کے ڈر سے

حکیم عبدالوہاب صاحب بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحمید ایڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ ثریا اور مرزا محمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ ثریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے ”تصر خلافت“ گئی تو رات کو وہیں سو گئی۔ مرزا محمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھپ چھپاڑ شروع کر دی۔ ثریا نے باقاعدہ مقابلہ کیا تو مرزا محمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا: ”مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں سمجھا میری اہلیہ ہیں۔“ ثریا نے جواب دیا:

”سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی، جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے۔ پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی۔“ ثریا نے..... والہس آ کر اپنی والدہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تو اس کے بعد ثریا کے والد شیخ عبدالحمید نے اپنی وصیت منسوخ کر دی اور قادیان آنا جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چار سال بعد پھر آنا جانا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا: ”شیخ صاحب کون سی نئی بات وقوع پذیر ہوئی ہے جو آپ نے آنا جانا شروع کر دیا ہے۔“ شیخ صاحب نے جواب دیا: ”ساری دنیا چھوڑ کر ہم یہاں آئے تھے۔ اب کہاں جائیں۔ اپنا مردہ کون خراب کرے۔ اسے لئے ظاہر میں نے تعلقات بحال کر لئے ہیں۔“

زکوٰۃ کا حسن استعمال

عرصہ ہوا ”حقیقت پسند پارٹی“ کی طرف سے مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں کے متعلق ایک حیرت انگیز ٹریکٹ شائع ہوا تھا۔ جس کے ایک لفظ کی بھی تردید کرنے کی قادیانی امت کو ہمت نہیں ہوئی۔ اس میں مرزا محمود کے اس فرمان کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ زکوٰۃ براہ راست ”خلیفہ“ کے نام آنی چاہئے۔ کیونکہ یہ خاص حق خلافت ہے۔ اسی ٹریکٹ میں مرقوم ہے۔

”ہم اپنے قطعی اور یقینی علم کی بناء پر جانتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کی بہت سی بدکاریوں کا موجب یہ طریق عمل ہوا ہے۔ وہ زکوٰۃ کے روپیہ سے ان عورتوں اور لڑکیوں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ جن سے بدکاری کرتے اور کرواتے ہیں۔“ (خلیفہ ربوہ مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں ص ۳۸)

مبلیغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا فلسفہ

”اس (مرزا محمود) نے اپنے جنون زوج کی تسکین کے لئے اپنی ”عبقریت“ کو اپنی کمینگی میں غرق کر کے عصمت اور حیاء کے تصور کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ وہ قادیان میں اپنے پرچار کوں کو شادی کے بعد معادور دراز ملکوں میں بھیج دیتا تھا۔ اس طرح ان کی معلقہ بیویاں اس کے لئے کال گرلز (Call Girls) بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاندانوں کی غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بننا پڑا۔ اسی طرح نا بھیریا کے ایک ”مبلیغ“ اور واقف زندگی کی بیوی کو بھی ساتھ المہ پیش آیا۔ ذرا سی لہر اٹھی مگر جہاں جنسی معصیت کا دور دورہ تھا۔ وہاں یہ الم ناک حادثہ بکھر رہا گیا۔“ (تقدیر کا رقم نبوت ص ۳۵)

خاندان نبوت کے اتالیق کا درس عبرت حاصل کرنا

مرزا محمد حسین صاحب ۱۳۴۱ء، آریہ نگر، من آباد، لاہور قادیانی امت کے خاندان نبوت کی مستورات کے اتالیق رہے ہیں۔ وہ ایک علم دوست، خلوت پسند اور کم آئین شخص ہیں۔ مگر اس کے باوصف لاہور کے علمی و ادبی حلقوں میں خاصے معروف ہیں۔ حضرت آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب ”نورتن“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ گا ہے ماہے وہ قادیانیت سے اپنی علیحدگی کی داستان اپنے رفقاء کو سناتے رہتے ہیں۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ: ”میرا بچپن غربت، جوانی، علالت اور بڑھاپا کتابوں میں گزرا ہے۔ میں قادیان میں مرزا محمود احمد کے گھر میں مستورات کا اتالیق رہا ہوں اور کسی (Closed Society) میں رہتے ہوئے وہاں کے سربراہ کی خواتین کا استاد ہونا اس معاشرے کے لحاظ سے خاصی فخر کی بات ہوتی ہے۔ اگر میں مرزا محمود احمد اور اس کے جلو میں رہنے والے افراد کی بدچلنی کے بارہ میں حق الیقین کے مقام تک نہ پہنچتا تو نہ قادیان کو چھوڑتا اور نہ قادیانیت کو ترک کرتا۔“

جب میں نے اس ایجاز و اختصار کی کچھ مزید تفصیل چاہی تو وہ قدرے تامل کے بعد گویا ہوئے: ”مستورات کا استاد ہونے کی وجہ سے مجھے خلیفہ حجتی کی مختلف بیویوں کی باہمی چپقلش اور سو قیانہ طعنے بازی کا علم تو ہوتا رہتا تھا۔ مگر میں اسے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ڈاکٹر احسان علی، مصلح الدین سعدی اور پھر مندرجہ ذرا نیور سے بڑے تو اتر کے ساتھ یہ معلوم ہونا شروع ہوا کہ ”قصر خلافت“ میں جنسی عصیان کا ناپاک دھندہ ہوتا ہے۔ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ان باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھا، گو حقائق اور واقعات دن بدن بکھر کر سامنے آ رہے تھے۔ میں یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا رہا کہ ”خلیفہ صاحب“ کے ارد گرد رہنے والے لوگ بدعاش ہیں۔ مگر خود ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ آخر میں نے اس امر کا ارادہ کر لیا کہ ان افراد میں سے کسی کو اعتماد میں لوں اور پھر خلیفہ صاحب کو ان لوگوں کی خباثیوں سے مکمل طور پر آگاہ کر دوں تاکہ اس ہنسی خلیجان سے نجات پاؤں، جس سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے اس ارادہ کا مصلح الدین سعدی سے ذکر کیا تو اس نے کہا پہلے حضرت صاحب سے اجازت لے لیں۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تمہارے مطلق سن کر حیران تو ہوئے۔ مگر اب انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ میں اس وقت بھی اس یقین سے معمور تھا کہ یہ جموٹ بول رہا ہے۔ تھوڑے وقتے کے بعد جب مجھے کوئین والا پان لاکر دیا گیا اور ساتھ

ہی یہ ہدایت نامہ بھی کہ مریم کے پاس مت جانا، اسے مطمئن کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ فی
کے پاس جانا، وہ تمہاری شاگرد ہے اور شاگردوے بھی استاد سے دتا ہے۔ اس لئے تم اس سے
خوب نپٹ لو گے۔ اسی دوران مجھے نذیر ڈرائیور سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مرزا محمود بہت خوش
ہے کہ میں بھی زیر دام آ گیا ہوں اور اس نے کہا یہ اب پھنسا ہے۔

گواہ میرا یقین تو ڈالو ان ڈول ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے اتمام حجت کی خاطر
مزید آگے جانے کا تہیہ کر لیا اور مصلح الدین سہدی کی معیت میں کمرہ خاص کی طرف روانہ ہوا۔
میرا ”راہبر“ بھی سوچ رہا ہوگا۔

کاروان غولان صحرائی کو رہبر مان کر

ہو چکا گمراہ گمراہی کو منزل جان کر

ابھی کچھ زینے باقی تھے کہ میرے گا بیڈ نے مجھے کہا کہ حضرت صاحب کو کچھ لوگ ملنے
آ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ اوپر چلا گیا اور میں ڈاکٹر شمس اللہ کے کمرہ میں
بیٹھ گیا۔ قریب نصف گھنٹے کے بعد مصلح الدین سہدی واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی
تھیں۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا ماسٹر صاحب آپ اس سلسلہ میں اور لوگوں سے بھی باتیں
کرتے رہے ہیں۔ اب انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔“

تب یہ عقہہ کھلا کہ اس خلوت کدہ میں جانے کے لئے ایک ہی Source استعمال
ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مختلف ذرائع استعمال کرنے سے راز کھل جانے کا اندیشہ بھی تھا اور یہ فکر بھی کہ یہ
لوگ کہیں اس عشرت کدے سے باہر بھی اپنا تعلق قائم نہ کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی ”واقفان سر خلافت“ کی تنظیموں میں سر دمہری اور تہدید غالب آ گئی۔

ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم پر میری پٹی، بند کر دی گئی تاکہ میں **T.B. of The Spine**
سے صحت یاب نہ ہوں اور مر جاؤں اور اس راز کو افشاء نہ کر سکوں۔ اس طرح مجھے مرزا محمود کو اس کے
”حواریوں“ کی بد معاشی سے آگاہ کرنے کی حسرت ہی رہی۔ البتہ خود مذہب کے پردہ میں
ہونے والی جنسی پورشوں اور ان میں مرزا محمود اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے طلوت ہونے کا
ایسا قطعی علم ہوا کہ میرے لئے اس فضا میں رہنا دو بھر ہو گیا۔ واپس گھر آیا تو ماغ سائیں سائیں
کر رہا تھا۔ اعتقادات کی عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ جس شخص کے لئے مسلسل پانچ سال تک
تہجد میں دعائیں کرتا رہا۔ اسے فداہ ابلی و امی کہتا رہا وہ اس قدر بد کردار نکلا کہ اس کا مثیل تلاش
کرنے نکلیں تو صدیوں جھگتے رہیں۔ اس سبب قراری، بے چینی، بے کلی اور اضطراب کے عالم میں

لیٹا تو خوفناک بخار نے آیا۔ ساری رات انگاروں پر جلتے ہوئے کائی۔ صبح ہوش آیا تو دیکھا کہ سر کے سارے بال ایک ہی رات میں جھڑ چکے تھے۔ اب میں دہریت کے بدترین ریلے کی زد میں تھا۔ میں نے قرآن پاک کو اٹھا کر گندگی میں پھینک دیا۔ (استغفر اللہ) چند دن یہی حالت رہی۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے دیکھیری فرمائی اور مجھے اس دوسری گمراہی سے بھی نکالا اور میں نے دوبارہ نمازیں شروع کر دیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد کمالیہ میں ایک ماہر طبیب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے بالکل ”فارغ البال“ دیکھ کر کہا: ”اس عمر میں بالوں کی جڑیں تو رہتی ہیں۔ آپ کے بالوں کی تو جڑیں ہی جل چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اس پر میں نے اس واقعہ کا مختصر آڈ کر کیا تو وہ کہنے لگے۔ مرزا صاحب خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ پر اس Shock کا سب سے ہلکا اثر ہوا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسے مواقع پر قلعج ہو جاتا ہے یا دانت گر جاتے ہیں اور کمترین اثر یہ ہوتا ہے کہ بال گر جاتے ہیں۔“

شاید اسی شدید صدمہ کا اثر ہے کہ وہ آج بھی زندگی کے معبد میں ایک راہب کی طرح حیات مستعار کے دن پورے کر رہے ہیں۔

عبدالرب خاں صاحب برہم کی جرأت رندانہ

خان عبدالرب خاں صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی فحی زندگی کے واقعات سنائے۔ اس پر اس ”مخلص“ قادیانی دوست نے مرزا محمود احمد کو لکھ بھیجا کہ خاں صاحب موصوف نے آپ کی بد چلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل بھی ایسے دیئے ہیں جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم اے المعروف ”قمر الانبیاء“ نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا۔ بس اب کام بن گیا۔

اس کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو ”قصر خلافت“ میں مرزا محمود احمد نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تا کہ رعب

ڈال کر حق کو بدلا جاسکے۔ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کی بد چلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گوانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمیشہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ خان صاحب موصوف نے کہا، یہ درست ہے۔ لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیا داری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لئے ہی اس جماعت میں شامل تھے۔ خان صاحب موصوف نے ملاقات کے فوراً بعد دلیرانہ اقدام یہ کیا کہ ”قصر خلافت“ سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب ”بلائے دمشق“ بھی لکھی ہے۔ خان صاحب کا حلیہ بیان درج ذیل ہے: ”میں شرعی طور پر پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کچال چلن نہایت خراب ہے۔ اگر وہ مہابہ کے لئے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مد مقابل مہابہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔“

(عبدالرب خاں برہم، فیصل آباد)

ایک مضطرب مرید کی چٹھی عیار پیر کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

باادب گزارش ہے کہ ایک عرصہ سے بعض باتوں کے متعلق حضور کی خدمت عالیہ میں عرض کرنا چاہتا تھا۔ لیکن بعض مصروفیتوں کی وجہ سے حضور سے عرض نہ کر سکا۔ اب مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء خاکسار کو تبلیغ کا موقع ملا۔ جب خاکسار نے بعض لوگوں کو تبلیغ کی، تو انہوں نے میری گفتگو کو روک کر کہا۔ کیا تم لوگ ہم سیدھے سادھے مسلمانوں کو درغلا کر ایسے شخص کا مرید بنانا چاہتے ہو جو کہ بد چلن اور زانی ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک) جس کی بد چلنی کے متعلق اس کے مرید بھی شور مچا رہے ہیں۔ جب تک تم اپنے خلیفہ کی پوزیشن صاف نہ کرو، اس وقت تک آپ لوگوں کو قطعاً حق حاصل نہیں کہ ہم مسلمانوں کو آ کر پھسلانے کی کوشش کرو۔ سیدی، میں نے ان گندے الزامات کو غلط اور جھوٹا ثابت کرنے کی اپنی لیاقت کے مطابق از حد کوشش کی۔ لیکن وہ سبھی

اعتراض کرتے رہے کہ اگر یہ الزامات جھوٹے بھی ہیں تو آپ کے خلیفہ کو اپنی طرف سے پوری طرح پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اب تمہارا تبلیغ کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی بار سامنے آتے رہے ہیں اور دشمن کے پاس اس وقت حربہ ہی یہی ہے جو کہ تبلیغ کے لئے یقیناً رکاوٹوں کا موجب ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے لائے ہوئے نور کو اس طریق سے مدغم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ان حالات میں حضور پر نور جس طریق سے مناسب خیال فرمائیں۔ میرے نزدیک بھی ضروری ہے کہ کوئی تسلی بخش علاج تجویز فرمائیں کہ جس سے حضور والا کی پوزیشن ایسی صاف ہو کہ دشمن کے حربہ کا پورے طور پر انسداد ہو جائے اور آئندہ حضور کی ذات والاصفات پر ایسے الزامات لگانے کی کسی حریف سلسلہ کو جرأت نہ ہو۔

میرے پیارے آقا اس قسم کے الزامات کا سلسلہ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ چنانچہ عبدالعزیز نو مسلم کی لڑکی کا واقعہ، مستریوں کی لڑکی اور لڑکے کا گندا اچھالنا۔ پھر زینب اور حلیمہ کا واقعہ پھر والدہ عبدالسلام کا واقعہ، اسی طرح محمودہ اور عائشہ کا واقعہ اور اسی قسم کے اور کئی واقعات جو حضور سے پوشیدہ نہیں ہیں اور وقتاً فوقتاً حضور کو بدنام کرنے کے لئے الزام لگائے جا رہے ہیں۔ اب اس قسم کے الزام حد سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اس کے متعلق حضور نے ۶ مارچ ۱۹۳۷ء کے خطبے میں بھی ذکر فرمایا تھا۔

تو بدیں حالات میرے آقا، از حد ضروری ہے کہ حضور سنت نبوی کے مطابق کوئی ایسا طریق اختیار فرمائیں کہ جس سے مخالف کا ہمیشہ کے لئے منہ بند ہو جائے یا ہمیں کم از کم وہ ہتھیار مل جائے جس سے دشمن کو لاجواب کیا جاسکے۔

مثلاً حضرت مسیح موعود (قادیانی) کی کتب سے معلوم ہوا ہے کہ حضور نے دشمن کے چھوٹے سے چھوٹے الزام کا بھی عقلی و نقلی، غرضیکہ ہر طریق سے دندان شکن جواب دیا ہے اور پھر وہ جواب بھی ایسا کہ دشمن کی نسلوں تک سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

باقی رہا یہ سوال کہ ہمارے علماء چار گواہوں کی شرط پیش کرتے ہیں۔ ہمارے مخالف کے پاس تو بیسیوں گواہ پیش کرنے کا دعویٰ ہے۔ پس اس قسم کے دلائل عوام الناس کے لئے بجائے تسلی کے ٹھوکرا کا موجب بن رہے ہیں۔ ان حالات کو پیش کر کے عاجز، حضور والا سے قوی امید رکھتا ہے کہ حضور نہ صرف جماعت کی تسلی و توفیق کے لئے بلکہ دیگر بندگان خدا کی ہدایت کے لئے بھی، جو کہ محض اس قسم کے دسائوں کی وجہ سے احمدیت جیسی صداقت سے محروم ہو رہے ہیں۔ ان

الزامات سے اپنی ذات بابرکات کو پاک و صاف کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حضور کا حافظہ نامر اور دشمنوں کے ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین! والسلام، فقط آداب!

خاکسار: خادم عبدالرحیم مہاجر

مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات

”جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی تھی تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا تھا۔ قادیان کی سر زمین میں فہادات کے موقع پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی جانب سے یکدم چھاپہ پڑا۔ جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہاں احمدی سی آئی ڈی ناکام رہی۔ لیکن خلیفہ کی اپنی اہر منی فراست ان کے کام آئی۔ کیونکہ جب پولیس سرپر آگئی تو اس ”مقدس پاکہاز مسلم معملح دوراں“ نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات ہاندھ کر کوشی دار السلام (قادیان) بھجوادیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا۔“

مخدرات میدان معصیت میں

”طویل مشاہدے کے بعد یقین ہوا اور پیر پستی کے برگ حشیش کا اثر زائل ہوا۔ لیکن سارا ماجرا بیان کرنے کی استعداد مفقود ہو گئی۔ چونکہ سیاہ کاریاں محیر العقول تھیں۔ اس لئے ان کی نوعیت اس سیاہ کار کے لئے مدافعت بن گئی۔ کون مان سکتا کہ اس نے محرم اور غیر محرم کی تمیز کو روند کر رکھ دیا تھا اور اس کے لئے وہ اپنی جہنمی محفل میں کہا کرتا تھا کہ: ”آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح ہوئی ہے کہ کوئی مقبرس سے مقدس رشتہ جماعت میں حائل نہیں ہو سکتا۔“ العیاذ باللہ!

جیسا کہ اس تالیف میں ایک جگہ محمد یوسف ناز کا بیان نقل ہوا ہے۔ وہ اپنی مخدرات کو میدان معصیت میں پیش کرتا اور اس کے تربیت یافتگان ان سے حظ اندوز ہوتے اور خود اس روح فرسا منظر کا تماشا کر کے ابلیسی لذت محسوس کرتے۔“

خلوت سیدہ کے وقت کلام الہی کی توہین

”سیدہ طور پر خلوت سیدہ (خلوت صحیحہ نائل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم مہربانہ کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے

دستِ عمر یعنی رقبے کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشا تو یہ کیسا نہ کرتا ہوگا۔“

مؤلف ”فتنہ افکار ختم نبوت“ سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ: ”مصلح الدین سہری نے مؤکداً حداب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ دادمیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔“ (استغفر اللہ)

آخری فقرہ کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ مولوی فضل دین صاحب نے انہیں بتایا کہ انہیں ان کے بڑے بھائی مولوی علی محمد صاحب اجمیری نے بتایا تھا کہ مرزا محمود اپنی محفل خاص میں کہا کرتا تھا کہ ”حضرت مسیح موعود“ بھی یہی کام کرتے تھے۔

تین سہیلیاں تین کہانیاں

قادیان اور ربوہ میں بے شمار ایسی کہانیاں جنم لیتی ہیں جو مجبور مریدوں کی ارادت اور قادیانی گمشاپو کے تشدد کے باعث ہمیشہ کے لئے دفن ہو جاتی ہیں اور اس ریاست اندر ریاست کو مذہب کے لبادے میں ہر شرمناک کارروائی کرنے کی کھلی چٹھی مل جاتی ہے اور حکومت کا قانون، عاجز اور بے بس ہی نہیں، لاوارث اور یتیم ہو جاتا ہے۔ انہی کہانیوں میں سے ایک کہانی غلام رسول پٹھان کی بیٹی کلثوم کی ہے۔ جس کی نش تالاب میں پائی گئی۔ اس لڑکی کلثوم کی سہیلی عابدہ بنت ابوالہاشم خاں بنگالی کو شکار کے بہانے باہر لے جایا گیا اور ترکی مصلح جہلم میں ”اتفاقیہ“ گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ تیسری سہیلی امت الحفیظ صاحبہ بنت چوہدری غلام حسین صاحب ابھی بقیہ حیات ہیں۔ اگر وہ اپنی دو سہیلیوں کے ”اتفاقیہ“ قتل پر روشنی ڈال سکیں تو تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور اس طرح مرزا محمود احمد کی کرامات میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

”مصلح موعود“ کی کہانی حکیم عبدالوہاب کی زبانی

حکیم عبدالوہاب عمر قادیانی امت کے خلیفہ اڈل مولانا نور الدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا بچپن اور جوانی قصر خلافت کے درو دیوار کے سائے میں گزری ہے اور اس آسپ کا سایہ جس پر بھی پڑا ہے اس نے مشاہدہ پر اکتفاء کم ہی کیا ہے۔ وہ حق الیقین کے تجربے سے گزرا ہے۔ یہی حال حکیم صاحب کا ہے۔ اگرچہ اس مرتبہ میں متعدد دوسرے افراد بھی ان کے شریک ہیں۔ لیکن انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی داستان بھی بغیر کسی لاگ پٹ کے کہہ سکتے ہیں اور

اپنے اوپر قادیانیوں کے معروف طریق کے مطابق تقدس کی جعلی روایتیں اوڑھتے اور اگر اس اظہار حقیقت میں ان کا کوئی عزیز زد میں آجائے تو وہ اسے بچانے کی بھی زیادہ جدوجہد نہیں کرتے۔ عموماً وہ اپنی آپ بیتی حکایت عن الخیر کے طرز پر سناتے ہیں اور گوان روایات کے مندرجات بتا دیتے ہیں کہ ان کا مرکزی کردار وہ خود ہی ہیں۔ لیکن اگر کوئی پیچھے بڑا کرکریدنا ہی چاہے کہ یہ نوجوان کون تھا تو وہ بتا دیتے ہیں کہ یہ میں ہی تھا۔ انہوں نے بتایا:

..... ۱ ”۱۹۲۳ء میں مرزا محمود بغرض سیر و تفریح کشمیر تشریف لے گئے۔ دریائے جہلم میں تیراکی میں مصروف تھے کہ مرزا محمود نے غوطہ لگا کر ایک سولہ سالہ نوجوان کے ”منارہ وجود“ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو ان کے دو اخانہ کے انچارج جناب اکرم بٹ نے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو وہ بولے یہ میں ہی تھا۔“

..... ۲ قصر خلافت قادیان کے گول کمرہ سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے، جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کے سینے کے اہراموں سے کھیلتا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ جواباً کہا گیا کہ اگر جسم کے ان ابھاروں کو نہ چھیڑا جائے تو مزہ کیا خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مہافت کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتی ہے کہ: ”اس طرح کہیں اس نشیب و فراز کا تناسب نہ بدل جائے۔“

..... ۳ ”ایک دفعہ آپ کی بیگم مریم نے اس نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت مبارک عبادت گاہ (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلا دوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ رشیم میں لمبوس سولہ سنگھار کئے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی۔ چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ حضور اجازت ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اس کے جذبات مشتعل ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ ”گرو جی پکھرے ہی میں نہال ہو جائیں گے۔“ اس لئے اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف صاحب اس نوجوان کے پاس آئے، کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیویوں کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھپانا چاہتے ہیں۔ اس

لو جوان نے جواب دیا۔ بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے۔ اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں۔“

۴..... ”مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشدد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بے ہوش ہو گئی۔ جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی۔“
دو اخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: ”امت الرشید“

نوٹ..... اس روایت کی مزید وضاحت کے لئے صالح نور کا بیان غور سے پڑھیں جو اسی کتاب میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملک عزیز الرحمن صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز بیان کرتے ہیں کہ چٹنی بے راہروی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا لوگ بڑے احمق ہیں۔ ایک باغ لگاتے ہیں۔ اس کی آبیاری کرتے ہیں جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں: ”اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔“

ربوہ کی معاشی نبوت کا عظیم فراڈ

حکومت کے خلوت خانہ خیال کی نذر

صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس انجمن کی جائیداد ملک کے مختلف حصوں میں بھی تقسیم کے بعد ناصر آباد، محمود آباد، شریف آباد، کریم نگر فارم، تھر پارک سندھ کی زمینیں پاکستان میں آگئیں تو مرزا محمود نے ربوہ میں ایک ڈمی انجمن ”ظلی صدر انجمن احمدیہ“ قائم کی اور چوہدری عبداللہ خاں برادر چوہدری ظفر اللہ خاں ایسے قادیانوں کے ذریعے یہ زمین اپنے صاحبزادوں اور انجمن کے نام منتقل کرالی اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد یہ ظلی صدر انجمن، مرزا غلام احمد کی ظلی نبوت کی طرح اصلی بن گئی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وہاں کی تمام جائیداد بھارتی حکومت سے واگڈار کروالی اور اسی مقصد کے حصول کے لئے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ایک بھائی مرزا وسیم احمد کو وہاں ٹھہرایا گیا۔ جو آج بھی وہیں مقیم ہے۔

۲..... جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے قادیان میں سکنی زمین، صدر انجمن احمدیہ کو کون کو فروخت کرتی تھی مگر وہ خریداروں کے نام رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت رجسٹر نہیں کروائی جاتی تھی۔ جیسا

کہ ربوہ میں ہوتا ہے۔ اس طرح سرکاری کاغذات میں زمین اصل مالکان کے نام ہی رہتی ہے۔ حالانکہ وہ اسے فروخت کر کے لاکھوں روپیہ ہضم کر چکے ہوتے ہیں۔ اس عیاری پر پردہ ڈالنے کے لئے خلیفہ ربوہ نے مہاجرین قادیان کو چکمہ دے کر کہ قادیان ”خدا کے رسول کا تخت گاہ“ ہے۔ (نعوذ باللہ) اور انہیں اس بستی میں واپس جانا ہے۔ انہیں قادیان کے مکانوں کا کلیم داخل کرنے سے منع کروایا اور خود چار کروڑ روپے کا بوس کلیم داخل کر دیا۔ اب اگر مرید بھی کلیم داخل کر دیتے تو حکومت اور مریدوں سے دہرے فراڈ کی قلمی کھل سکتی تھی۔ اس لئے مریدوں کو کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا گیا۔ مگر بہت سے شاطر مرید اس عیاری کو سمجھ گئے اور انہوں نے خود بھی بے پناہ بوس کلیم داخل کئے اور پھر قادیانی اثر و رسوخ سے منظور کروائے۔

اگر حکومت صرف قادیانیوں کی پاکستان میں جعلی اور بوس الاٹمنٹوں کی تحقیقات کروائے تو کروڑوں روپے کے فراڈ کا پتہ لگ سکتا ہے اور مؤلف کتاب ہذا بعض جعلی کلیموں کے نمبر تک حکومت کو مہیا کرنے کا پابند ہے۔

۳..... ربوہ کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت علامتی قیمت پر دی گئی تھی۔ مرزا محمود نے یہاں بھی قادیان والا کھیل دوبارہ کھیلا اور ٹوکن پرائس پر حاصل کردہ اس زمین کو ہزاروں روپیہ مرلہ کے حساب سے مریدوں کے نام فروخت کیا۔ مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت سب لیز ہولڈرز کے نام زمین منتقل نہ ہونے دی۔ اس طرح مریدوں کا لاکھوں روپیہ بھی جیب میں ڈالا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپیہ کے ٹیکس بھی ہضم کئے گئے۔ مریدوں پر انارعب بھی قائم رہا کہ وہ زمین خریدنے کے باوجود مالکانہ حقوق سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے خاندان نبوت کی عیاشیوں اور بد معاشیوں کے متعلق آواز بلند کی، اسے اپنی ریاست سے باہر نکال دیا اور قبائلی نظام کے مطابق اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اب جو مرید ایک نبی کے انکار کی وجہ سے ساری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دے کر علیحدہ ہوئے ہیں۔ وہ اپنی مخصوص Conditioning اور لائسنسی علم الکلام کی وجہ سے واپس امت مسلمہ کے سمندر میں تو نہیں آسکتے۔ وہ اسی گندے اور متعفن جوہر میں رہنے پر مجبور ہیں۔ اس لئے ایسے مریدوں سے سچائی کی توقع عبث ہے۔

۴..... الف..... ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے سلسلہ میں سب سے پہلا اور اہم قدم یہ ہے کہ ربوہ کی لیز فوراً ختم کی جائے۔

ب..... ربوہ کو چنیوٹ کے ساتھ شامل کر کے سرکاری دفاتر ربوہ کے اندر منتقل کئے جائیں اور اندرون شہر خالی پڑی ہوئی زمین پر فوراً سرکاری عمارات تعمیر کی جائیں۔ ربوہ میں چند کارخانے قائم کئے جائیں اور اردگرد کے لوگوں کو وہاں معاش کی سہولتیں مہیا کی جائیں تاکہ قادیانی یلغار اور لالچ کا ہدف نہ بن سکیں۔

۵..... ربوہ کے تمام تعلیمی اداروں سے قادیانی اساتذہ کو فوراً تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ مسلمان طلبہ کو کفر کی تعلیم دینے کی ناپاک جسارت نہ کر سکیں۔

۶..... ربوہ میں بڑا تھانہ قائم کیا جائے اور اس کی عمارت گول بازار کے سامنے ٹیلی فون ایکسچینج کے ساتھ تعمیر کی جائے۔

۷..... خدام الاحمدیہ اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کو توڑ دیا جائے اور نظارت امور عامہ (شعبہ احتساب) کو ختم کر کے ربوہ کا نام تبدیل کر کے چک ڈھکیاں اسکا پہلا نام رکھ دیا جائے تاکہ قادیانی اپنی وجاہت نہ پھیلا سکیں۔ اگر مندرجہ بالا امور پر عمل نہ کیا گیا تو ربوہ کبھی کھلا شہر نہ بن سکے گا۔ وہاں قادیان سے بدتر غنڈہ گردی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ کیونکہ قادیان میں تو پھر کچھ آبادی ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی تھی۔ مگر یہاں تو انگریز کی معنوی ذریت کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔

۸..... قادیانی ڈاکٹروں، مسیح انواج میں قادیانی افسروں اور سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کے سالانہ اجلاس، ربوہ کے سالانہ میلے پر منعقد ہوتے ہیں۔ جہاں خلیفہ کو حکومت کے راز منتقل ہوتے ہیں اور ملک کی معیشت پر قادیانی گرفت کو مضبوط کرنے کے پروگرام بنتے ہیں۔ اس لئے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کی چھٹی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اسلام دشمن اور ملک دشمن وقتی ساخت کے باعث ملک و قوم کو مزید نقصان نہ پہنچائیں۔

جناب صلاح الدین ناصر کا ازالہ اوہام

جناب صلاح الدین ناصر ایک نہایت معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد خان بہادر ابوالہاشم بنگال میں ڈپٹی ڈائریکٹر مدارس تھے۔ ناصر صاحب پارٹیشن کے بعد پاکستان آ گئے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے۔ لیکن جب ان کو خلیفہ جی کی حدیم المثل، جنسی بے زاہر روی کا یقینی علم حاصل ہو گیا تو وہ رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمشیرگان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے۔ وہ مرزا محمود کی تنگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مدعا سے کام نہیں لیتے۔ جب ان

کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے: ”بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں، ہم نے تو لیب لائبریری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی اغزشی میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بولہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آ جاتی ہے۔“

اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو میں نے کہا، جناب اس اجمال سے تو کام نہ چلے گا۔ کچھ بتائیں شاید کسی قادیانی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو فرمانے لگے: ”یوں تو مرزا محمود یعنی ”مودے“ کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہو گئے تھے اور ہماری ہمیشہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سنگھڑوں کی بد فطرتی اور بد معاشی کو Expose کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح ٹوٹے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی۔“

میں نے ہمت کر کے پوچھ لیا۔ جناب وہ دھکا تھا کیا؟ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں نمی ہی آ گئی۔ ماضی کے کسی دل دوز واقعہ نے انہیں چر کے لگانے شروع کر دیئے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد کہنے لگے: ”تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لئے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ ”حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔“ میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا۔ اس لئے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا۔ جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پٹی کی پٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی۔ اس نے مجھے اپنی ”ہومیو پیتھی“ کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: ”اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کر لوں گا۔ تمہیں شرم نہیں آتی، اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے۔“ میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح تہمتہ لگایا اور کہا: ”داڑھی منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا۔“

یہ دن میرے لئے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔“

جناب صلاح الدین ناصر ”حقیقت پسند پارٹی“ کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واضح کاف کیا۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگے: ”مغربات کے ایک جلسہ میں تقریر

کرتے ہوئے میں نے مرزا محمود کے متعلق کہا کہ اس کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک قادیانی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا اس کی وضاحت کریں۔ میں نے کہا یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا۔ کیا اس نے تمہاری شلووار اتاری تھی۔ میں نے جواب دیا۔ اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں۔ آپ نے خوب پہچانا ہے۔ یہی بات تھی۔ جلسہ کے تمام سامعین کھٹکھٹلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے ہلکے گئے۔“

میں کہاں آ نکلا

جناب محمد صدیق قادیانی صاحب زیدی قادیانی امت کے خوش گلو شاعر ہیں۔ اگر وہ اپنی شاعری کو مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کی قصیدہ خوانی کے لئے وقف کر کے تباہ نہ کرتے تو ملک کے اچھے شعراء میں شمار ہوتے۔ سچ کہنے کی پاداش میں وہ ربوئی ریاست کے زیر عتاب رہ چکے ہیں۔ مگر اب چونکہ انہوں نے خوف فساد کی وجہ سے قادیانی امت کے سیاسی و معاشی مفادات کے لئے اپنے آپ کو رہن کر رکھا ہے اور نفرت روزہ لاہور“ قادیانی امت کا سیاسی آرگن بن گیا ہے۔ اس لئے اب ربوہ میں ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر مدارت ہوتی ہے اور ہر طرف سے انہیں ”بشری لکم“ کی نوید ملتی ہے۔ عرصہ ہوا انہوں نے ایک نظم اپنے خلیفہ صاحب کے بارہ میں لکھی تھی مگر اشاعت کے مرحلہ پر اس پر یہ نوٹ لکھ دیا گیا۔ ”ایک پیر خانقاہ کی لادینی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر۔“

قارئین غور فرمائیں کہ ”پیر خانقاہ“ اور ربوہ کے مذہبی قبرستان کے احوال میں کیسی مماثلت و مشابہت ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی کی تصویر ہے۔

شورش زہد پنا ہے میں کہاں آ نکلا
 نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص
 ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آ نکلا
 چشم خود ہیں میں نہاں حرص زرد گوہر کی
 نہ تو ظلمت نہ ضیا ہے میں کہاں آ نکلا
 راستی لٹھ بہ لٹھ ہے رواں سوائے دروغ
 کذب کے لب پہ دعا ہے میں کہاں آ نکلا
 دن دہائے ہی دکائوں پہ خدا بکتا ہے
 صدق پابند جفا ہے میں کہاں آ نکلا
 یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج
 نہ حجاب اور حیا ہے میں کہاں آ نکلا
 ختمہ زن ہے سفلی اس کی ہر اک سلوٹ میں
 یہ جو سرسبز قبا ہے میں کہاں آ نکلا
 دنوازی کے پھریوں کی ہواؤں کے تلے
 جانے کیا ریگ رہا ہے میں کہاں آ نکلا
 عجز سے کھلتی سمٹی ہوئی باجھوں پہ نہ جا
 ان کے سینوں میں دعا ہے میں کہاں آ نکلا

یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار
 یہ جو آنکھوں میں جلا میں کہاں آ نکلا
 قلب مؤمن پہ سیاہی کی تمہیں اتنی دینز
 ناقد سہم گیا ہے میں کہاں آ نکلا
 الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا
 چو کڑی بھول گیا ہے میں کہاں آ نکلا

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون

مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، بلکہ خود تعارف ان کا محتاج ہے۔ مذہبی و دینی علوم کے علاوہ سیاسی فطیب و فرار پر جس طرح وہ نظر رکھتے ہیں اور جس جرأت اور بے باکی سے باطل کو لٹکارتے ہیں، یہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا موصوف نے مؤلف اور امیر الدین صاحب سینٹ بلڈنگ تھارٹن روڈ لاہور کے سامنے بیان کیا ہے کہ: ”ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لئے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں۔ خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے۔ مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا۔ وہ بھی کہتے رہے کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کئے تو اتنا حراہ آیا، فلاں سے کیے تو اتنا۔“

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام

حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر ”ریاست“ سردار دیوان سنگھ مفتون کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو، ہمیں بھی اس ظالم کے تشدد سے نجات دلاؤ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ سے کوئی جرأت مندانہ اقدام تو نہ کیا۔ البتہ ”ریاست“ میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہروی کے الزامات لگا رہے ہوں، اسے اس قسم کے عہدہ سے چننا رہنا سخت نامعاقت اندیشانہ فعل ہے۔ قادیانی ”رائل پارک فیملی“ کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی مولوی نور الدین جانشین اول جماعت قادیان کی صاحبزادی امتہ الحی بیگم تھیں۔

راجہ بشیر احمد رازی کی تخریباتی داستان

راجہ بشیر احمد رازی حال مشن روڈ بالقابل ناز سینما لاہور، راجہ علی محمد صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ جو ایک عرصہ جماعت ہائے احمدیہ گجرات کے امیر رہے۔ ۱۹۳۵ء میں زندگی

وقف کرنے کے بعد ربوہ چلے گئے اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں نائب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران ان کے تعلقات شیخ نورالحق ”احمدیہ سنڈیکیٹ“ اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض سے ہو گئے جو مرزا محمود احمد کی خلوتوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ راجہ صاحب ایک قادیانی گھرانے میں پلے تھے۔ اس لئے متعدد مرتبہ سننے کے باوجود انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ قعر خلافت میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر نذیر ریاض صاحب سے کہا کہ میں تو اس وقت تک تمہاری باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جب تک خود اس ساری صورت حال کو دیکھ نہ لوں۔ ڈاکٹر صاحب مذکور نے ان سے پختہ عہد لینے کے بعد ان کو بتایا کہ مجھ صاحب کا گھریال ہمارے لئے سینئر ڈائنام کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب اس پر وہ ہمیں تو آ جانا۔ مقررہ وقت پر راجہ صاحب ڈاکٹر نذیر کی معیت میں قعر خلافت پہنچے تو خلاف توقع دروازہ کھلا تھا۔ راجہ صاحب کچھ ٹھکے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کہیں ڈاکٹر بیج ہی نہ کہہ رہا ہو۔ پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں انہیں قتل کروانے یا پٹوانے کا تو کوئی پروگرام نہیں۔ مگر انہوں نے حوصلہ نہ چھوڑا اور ڈاکٹر نذیر کے پیچھے زینے طے کرتے گئے۔ جب اوپر پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں ایک کمرہ میں جانے کا اشارہ کیا اور خود کسی اور کمرہ میں چلے گئے۔ راجہ صاحب نے پردہ ہٹا کر دروازے کے اندر قدم رکھا تو عطر کی لپٹوں نے انہیں مسحور کر دیا اور انہوں نے دیکھا کہ چھوٹی مریم آراستہ عیسیٰ بیٹی ہے اور انگریزی کے ایک مشہور جنسی ناول ”طینی فل“ کا مطالعہ کر رہی ہے۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ: ”یہ منظر دیکھ کر میرے رد نگلے کھڑے ہو گئے اور میری سوچ کے دھاروں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ میں نے چشم تصور سے اپنے والد محترم کو دیکھا اور کہا تم اس کام کے لئے چندہ دیتے رہے ہو۔ پھر مجھے اپنی والدہ محترمہ کا خیال آیا جو انڈے بیچ کر بھی چندہ کے طور پر ربوہ بھجوادیا کرتی تھیں۔ اسی حالت میں آگے بڑھا اور پینک پر بیٹھ گیا۔ وہاں تو دعوت عام تھی، مگر میں سعی لاکھ حاصل میں مصروف تھا اور مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا تھا۔

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اصل میں مجھے اس قدر Shock ہوا تھا کہ میں کسی قابل ہی نہ رہا تھا۔ اس لئے میں نے بہانہ کیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے یہ فریضہ سرانجام دینا ہے اور اگر حکم سیری کی حالت میں، میں یہ کام کروں تو مجھے اپنڈیکس کی تکلیف ہو جاتی ہے۔ اس طرح معرکہ ادلی میں ناکام واپس لوٹا اور آتے ہوئے مریم نے مجھے کہا: ”کل اکیلے ہی آ جانا، یہ ڈاکٹر نذیر بڑا بدنام آدمی ہے، اس کے ساتھ نہ آنا۔“ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ

کہنے لگے کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ: ”یہ کون کتنا بڑا سا لے آئے تھے۔“ دوسرے دن میں وہی طور پر تیار ہو کر گیا اور گزشتہ شکایت کا ہی ازالہ نہ ہوا۔ میرے اعتقادات، نظریات اور خلیفہ جی اور ان کے خاندان کے بارہ میں میرا میدانہ حسن ظن بھی حقائق کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور میں نے واپس آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ ازاں بعد مجھے رشوت کے طور پر انڈن بھیجنے کی ہائیکش ہوئی۔ مگر میں نے سب چیزوں پر لات ماردی۔“

اب آپ (کمالات محمودیہ ص ۵۵) سے ان کی تحریر کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں: ”یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوارٹروں میں، خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے ”قصر خلافت“ کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نورالحق ”احمدیہ سنڈیکیٹ“ سے راہ و رسم بڑھی تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا۔ جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احمقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعوے کے لئے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد ریاض صاحب کا جن کی ہم کابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقع ہاتھ آیا۔ جس کے بعد میرے لئے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامن کی کوئی سی بھی تاویل و تخریف کافی نہ تھی اور اب میں بفضل ایزدی علی وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بد اعمالیوں پر شاہد ناطق ہو گیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بد اعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سقیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق اور بھول کا دخل نہیں۔ محاسب کا گھڑیال (نوٹ: محاسب کے گھڑیال سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو رات نو بجے کا وقت، عشرت کدے کے لئے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں بے شک ۹ بج چکے ہوں، جب تک محاسب کا گھڑیال ۹ نہ بجائے، اس وقت تک وہ شخص اندر نہیں آسکتا) ان رنگین مجالس کے لئے سینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب نہ جانے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب چیلنج کریں تو میں حلف مؤکد خدا اب اٹھانے کو تیار ہوں۔“

والسلام!

(بشیر رازی سابق نائب ایڈیٹر، صدر انجمن احمدیہ، ربوہ)

یوسف ناز ”بارگاہ نیاز“ میں

”ایک مرتبہ، جب کہ میاں صاحب چاقو لگنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے۔ اس کے چند دن بعد مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے سامنے

مرزا صاحب کے مریدان باصفا کا ایک جم غفیر ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر اضطراب کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیر کے دیدار کی ایک معمولی سی جھلک ان کے دل ناصبور کو اطمینان بخش دے گی۔

پرائیویٹ سیکرٹری کے حکم کے مطابق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں۔ یعنی ہر شخص کی الگ الگ چارجکھوں پر جامہ تلاشی لی جاتی تھی اور اس امر کی تاکید کی جاتی تھی کہ حضرت اقدس کے قریب پہنچ کر نہایت آہستگی سے السلام علیکم کہا جائے اور پھر یہ کہ اس کے جواب کا منتظر نہ رہا جائے۔ بلکہ فوراً دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آ جایا جائے۔ میں خود ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ گراں بندشوں نے کچھ آزرده سا کر دیا اور میں واپس چلا گیا۔ چنانچہ پھر دو بجے بعد از دوپہر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نورالحق صاحب، جو ان کے ذاتی دفتر کا ایک رکن ہے۔ اس سے اطلاع کے لئے کہا۔ حضرت اقدس نے خاکسار کو شرف باریابی بخشا۔ اس وقت کی گفتگو جو ایک مرید (میرے) اور ایک پیر (مرزا صاحب) کے درمیان تھی۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

میں نے نہایت بے تکلفی سے کام لیتے ہوئے حضور سے دریافت کیا کہ ”آج کل تو آپ سے ملنا بھی کارے دار ہے۔“

فرمایا: ”وہ کیسے؟“

عرض کیا کہ چار چار جگہ جامی تلاشی لی جاتی ہے تب جا کر آپ تک رسائی ہوتی ہے۔ جو اب انہوں نے میرے ”عمود محی“ کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ: ”جامہ تلاشی کہاں ہوئی ہے کہ جس مخصوص ہتھیار سے تمہیں کام لینا ہے وہ تو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اپنے ساتھ اندر لے آئے ہو۔“

اس حاضر جوابی کا بھلا میرے پاس کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں خاموش ہو گیا۔ مگر ایک بات جو میرے لئے معصہ بن گئی، وہ یہ تھی کہ سنا تو یہ تھا کہ چار پائی سے مل نہیں سکتے۔ حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے۔ مگر وہ میرے سامنے اس طرح کھڑے تھے۔ جیسے انہیں قطعی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

میں میاں صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اگر وہ اس بات کو جھٹلانے کی ہمت رکھتے ہیں تو حلف مؤکد عذاب اٹھائیں اور میں بھی اٹھاتا ہوں۔ ایم یوسف ناز، کراچی
حال مقیم لاہور

(یہاں عبارت کی حریانی دور کرنے کی سعی کی گئی ہے)

قادیانی امت کے نام نہاد ”خالد بن ولید“

قادیانی امت نے اپنے جنتی کی اتباع میں وحدت امت کو لمیا میٹ کرنے اور مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لئے اسلامی اصطلاحات کا جس بے دردی سے استعمال کیا اور ان مقدس ناموں کی جس قدر توہین کی ہے۔ ایک عامی تو درکنار، اچھے بھلے تعلیم یافتہ افراد کو بھی اس سے پوری شناسائی نہیں۔ مرزا غلام احمد کے لئے نبی اور رسول کا استعمال تو عام ہے۔ ان کی اہلیہ کے لئے ”ام المؤمنین“ چائینوں کے لئے ”خلیفہ“ ان کے اولین پیروؤں کو ”صحابہ“ اور ”رضی اللہ عنہم“ کا خطاب ہی نہیں دیا۔ بلکہ انہیں بمراحل اصحاب نبی ﷺ سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

صحابہ سے ملا جو مجھ کو پایا

کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ایک قرآنی آیت ”یأتی من بعدی اسمعہ احمد“ کی لایعنی تاویلات کر کے اسے بانی جماعت پر چسپاں کیا جاتا ہے اور ایک دوسری آیت کی غلط توجیہ کرتے ہوئے موس قادیانیت کی ”بعثت“ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانیہ قرار دے کر اس کے ماننے والوں کو صحابہ سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صلحا امت کی توہین ہر قادیانی اس طرح کر جاتا ہے کہ سلب ایمان کی وجہ سے اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا ناپاک حرکت کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ آئین مملکت کے بارہ میں ڈاؤن خانی کرنے پر تو قانون حرکت میں آ جاتا ہے۔ مگر قرآن مجید، حضرت خاتم النبیین، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مقدس اسلامی اصطلاحات کے متعلق قادیانی امت کی دیدہ و لیری پرسرکاری مشینری کے کان پر جوں نہیں ریگتی۔

اگر پوری تفصیل درج کی جائے تو بجائے خود اسی کی ایک کتاب بنتی ہے۔ اسی بے راہروی میں قادیانی امت کے پوپ دوم نے ملک عبدالرحمن خادم گہرائی، مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مولوی جلال الدین شمس کو ”خالد بن ولید“ کا خطاب دیا تھا کیونکہ ان ہر سہ افراد نے سب کچھ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے، افتراء پروازی کرنے اور قادیانیت کی حمایت اور خلیفہ کی پاکبازی ثابت کرنے میں سب قوتیں ضائع کیں۔ گویہ الگ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ذاتی طور پر اسی گوسالہ سامری کی جانب سے ذلیل ترین الفاظ کا تحفہ ملا۔ کوئی ”طاغونی چوہا“ کہلایا اور کوئی ”لندن میں رہنے کے باوجود مولوی کا مولوی ہی رہا۔“

ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں میں سے ایک کے متعلق اس کے سگے بھائی نے اپنی کتاب ”زیوہ کا مذہبی آمر“ میں لکھا ہے کہ ”وہ فن اغلامیات میں یہ طوطی رکھتے تھے“ دوسرے

صاحب اپنی گونا گوں ”صفات“ کی وجہ سے ”رحمت منزل“ گجرات کے اطفال و بنات سے ایسے گہرے مراسم رکھتے تھے کہ امیر ضلع تلاش کرتے رہے تھے۔ مگر وہ اچانک بلڈ پریشر کے دورہ کے باعث غائب ہو کر اسی مقام پر جا پہنچا کرتے تھے۔ تیسرے صاحب کی مساعی جمیلہ بھی کسی سے کم نہیں۔

قاضی خلیل احمد صدیقی ”حور و غلمان“ کے نرغے میں

قاضی خلیل احمد صدیقی اب بھی خاصے وجہ ہیں۔ میٹرک کے بعد اپنے عنفوان شباب میں قادیانی امت کے بیگار کیمپ ”جامعہ احمدیہ“ یا مشنری ٹریننگ سنٹر میں داخل ہوئے۔ وہ خود بھی اس وقت قیامت تھے مکران پر کئی اور قیامتیں ٹوٹ پڑیں۔ جس کی تفصیل کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے ٹریکٹ ”میں نے مرزائیت کیوں چھوڑی“ میں دی ملاحظہ فرمائیں۔

”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعینوں کا کام ہے۔ حلف مؤکد عذاب شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے صاحبزادے مرزا نعیم احمد کے ایما پر زنا کرنے میں شرکت کی۔ مرزا نعیم احمد نے اپنے گھر کی کوئی نوکرانی و بہترانی (جو کہ مسلمان ہیں) کو زنا کئے بغیر نہیں چھوڑا۔ نیز ایک واقعہ پر مرزا نعیم احمد نے مجھے خلیفہ صاحب کی بیوی (مہر آ پابنت سید عزیز اللہ شاہ) کے ساتھ برا کام (زنا) کرنے کو کہا۔ میں نے مرزا نعیم احمد صاحب کو جواباً کہا کہ میاں صاحب وہ تو ہماری ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ والدہ کے ساتھ برا کام کیا جائے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور کی عزت کی طرف دیکھو۔ تو مرزا نعیم نے جواب دیا۔ ”بھائی ماں واں مت سمجھو، جو بات میں نے تم سے کہی ہے، یہ مہر آپا کے فرمان کے مطابق کہی ہے۔ تمہیں ان کا حکم ٹالنے کی اجازت نہیں۔“

میں آج تک یہی سمجھ رہا تھا کہ مرزا نعیم احمد نوجوان ہے۔ اگر وہ کسی بدی کا ارتکاب کرتا ہے یا کرداتا ہے تو مجھ پر کی بات نہیں۔ اس کے ذاتی چال چلن سے جماعت احمدیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن مہر آپا کے متعلق جب مرزا نعیم نے بات کی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

واقعات اور حقائق عقلی و عقلی تو بہت سے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ کے بعد مجھے اچھی طرح علم ہو گیا کہ ”احمدیت“ کی آڑ لے کر شہوت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں وغیرہ کی عصمتوں سے جوہولی کھیل جاتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

تقدس و خلافت کے پردے میں عیاشیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے۔ جس میں بھولے بھالے لڑکوں و لڑکیوں کو مذہب کے نام پر قابو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے میں ”ان“ سے بہت متنفر ہو گیا اور میں نے اب صدق دل سے اس ناپاک Society جماعت سے اپنا قطع تعلق کر لیا ہے اور توبہ کر کے صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

یاد رہے کہ میں ربوہ کے قصر خلافت میں عرصہ چھ ماہ تک آتا جاتا رہا ہوں اور مجھ سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ علاوہ قصر خلافت کے ”خانہ ان نبوت“ میں کیسے کیسے رنگین اور سنگین حالات رونما ہوتے ہیں جو وقت آنے پر بتلائے جاسکتے ہیں۔ اگر میرے مذکورہ بالا بیان کی صحت پر فہم کو کوئی اعتراض ہو تو میں بروقت ان کے بالتقابل مبالغہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

راقم الحروف: خلیل احمد، سابقہ محکم جامعہ احمدیہ، ربوہ

مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۱ء

راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام

جناب عطاء الرحمن راحت ملک، گجرات کے مشہور لیبر لیڈر ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ مرزا محمود آجمنانی کے چرنوں میں تھے۔ وہاں انہوں نے جنسی بے راہروی کا ایسا طوفان دیکھا کہ چکرا کر رہ گئے۔ جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ مرزا محمود ایک بد کردار اور بدکار انسان ہے تو انہوں نے بیعت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا اور ”دور حاضر کا مذہبی آمر“ کے نام سے ایک خوبصورت کتاب لکھی جس میں خلیفہ ربوہ کے دعویٰ الہام کی قلعی کھولتے ہوئے لکھا ہے۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی مد لقا

اس سے خدا بولتا ہے مجھ کو یہ معلوم نہ تھا

اسی دور میں انہوں نے خلیفہ ربوہ کو ایک کلی چشمی لکھی تھی جو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

مکرمی میاں صاحب! سلام سنون!

آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا آپ سے خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے اور نیز یہ کہ آپ صاحب الہام ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں۔ خدا آپ پر عاشق ہے اور ہر لمحہ آپ سے مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ اگر آپ کے مندرجہ بالا دعویٰ درست ہیں تو میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کروں گا کہ:

-۱ کیا خدا کا محبوب ہونے کا مدعی لوگوں کو اس قسم کی گالیاں دے سکتا ہے۔ مثلاً خبیث، کبیہ صفت، کتے، سیلہ کذاب، بکواسی، لومڑی وغیرہ؟
-۲ کیا خدا کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرنے والا زنا کر سکتا ہے؟
-۳ کیا تاریخ اسلام سے ایک مثال بھی ایسی دی جاسکتی ہے کہ کسی خلیفہ نے اپنے مریدوں میں سے بعض کو محض اس لئے خارج کر دیا ہو کہ وہ اس خلیفہ پر تنقید کرتے تھے؟
-۴ کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مہبلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے بڑے صاحبزادے کو جانشین بنانے کی دل میں آرزو نہیں کی اور موجودہ تحریک اپنے صاحبزادے مرزا ناصر احمد کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے نہیں چلائی؟
-۵ کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مہبلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ زانی نہیں ہیں؟
-۶ کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مہبلہ کریں گے کہ آپ نے لوگوں کے چندوں سے اپنے عزیز واقربا کو فائدہ نہیں پہنچایا اور نیز یہ کہ آپ چھ ہزار روپیہ سالانہ انجمن سے نہیں لے رہے؟
-۷ کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مہبلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے ربوہ میں ناجائز اسلحہ زریز زمین نہیں رکھا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم ہے؟
-۸ کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مہبلہ کریں گے کہ بچپن میں آپ پر عالم مفعولیت طاری نہیں رہا؟
-۹ کیا آپ میرے ساتھ مہبلہ کرنے کو تیار ہیں کہ انجمن کے حسابات میں گڑبڑ نہیں ہے اور اس گڑبڑ کا آپ کو کوئی علم نہیں یا یہ گڑبڑ آپ کے ایمام پر نہیں ہو رہی ہے؟
-۱۰ کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مہبلہ کرنے کو تیار ہیں کہ جن لوگوں کو جماعت سے خارج کیا گیا ہے ان کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ آپ کی بدعنوانیوں پر تنقید کرتے ہیں؟
-۱۱ کیا آپ اس بات پر مہبلہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کے دل میں خلیفہ مولوی نور الدین کی قدر و منزلت اور احترام ہے؟
- مندرجہ بالا گیارہ مشقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن فی الحال میں آپ کی توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانے کے لئے بھی آپ کو مہلے کی دعوت دیتا ہوں اگر آپ خود کو خدا کا محبوب کہتے ہیں تو آئیے فیصلہ انہی امور پر ہو جائے۔ یقیناً خدا فیصلہ کرے گا اور ہم میں سے

جو بھی جھوٹا ہو گا وہ ڈاکٹر ڈوئی کی طرح قانچ کی موت مرے گا۔ اگر آپ اپنے دعاوی میں سچے ہیں تو آئیے اس چیلنج کو منظور فرمائیے اور فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیجئے۔ لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان امور پر کبھی مبالغہ کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ اپنے اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور ڈاکٹر ڈوئی کی موت مرنا پسند نہیں کریں گے۔

ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام

آپ کو یاد ہو گا کہ جب تک ہم ربوہ میں رہے، ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں تو کبھی مجلس کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں

پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

اور خود خوب رنگ لریاں مناد، پیش و عشرت میں زندگی بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا۔ انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل ہے۔ خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس، دوستوں کے چھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چسبن سبھی کچھ تھا۔ لیکن۔

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغِ ندامت

سب سے بڑا مسلم انسان کی فطرت صحیح ہے۔ جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر اقدام پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔

آپ کا ریاض!

آمین!

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) نے دو مرتبہ ان سے لواطت کی ہے۔ ایک دفعہ قعر خلافت میں، دوسری دفعہ ڈلہوزی میں، میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری

تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی۔ بلکہ تا کمل لکھ کر دی۔

حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں، جو درج ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصِیْ عَلٰی رَسُوْلِهٖ الْکَرِیْمِ!

وَعَلٰی عِبْدِهٖ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد التماس ہے کہ میں نے آپ کو جو بات بتائی تھی، میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر..... خاکسار: حبیب احمد اعجاز

چوہدری علی محمد صاحب ماجی کا بیان

چوہدری علی محمد صاحب ماجی روزنامہ ”نوائے وقت“ لاہور اور ”کوہستان“ کے نمائندہ کے طور پر کام کرتے رہے ہیں۔ قادیانی امت کی متعدد فرموں میں بطور اکاونٹنٹ کام کرتے رہے ہیں اور خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتمادیوں اور فراڈ کے دستاویزی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں۔

”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جموئی قسم کھانا لعنتوں کا کام ہے کہ صوفی روشنی دین صاحب ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد بن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے۔ قلبی عقیدت کی بناء پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کو قعر خلافت میں اپنے ایک کمرہ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارت کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو۔ وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ مرزا حنیف احمد نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو۔ وہ دراصل تمہاری والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رویت عینی پر حلفاً مصرح

رہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ ان میں شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ کس طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔“

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرت ناک عذاب نازل فرمائے جو ہر مجلس اور دیدار پینا کے لئے از یاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں! اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بد عنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں یقینی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹ اور نائب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

(خاکسار چوہدری علی محمد عثمانی عند واقف زندگی، نمائندہ خصوصی ”کوہستان“ لائل پور)

محمد صالح نور کا لرزہ خیز بیان

مولوی محمد صالح نور، محمد یامین تاجر کتب کے بیٹے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مرزا محمود کے داماد عبدالرحیم کے پرسنل سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ ان کا خلیفہ بیان ملاحظہ فرمائیں: ”میں پیدائشی احمدی ہوں اور ۱۹۵۷ء تک میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فقہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھٹانے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی امۃ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ ان سے خلیفہ صاحب کے بد چلن ہونے، بد قماش اور بد کردار ہونے کی تصدیق کی، باتیں تو بہت ہوئیں۔ لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امۃ الرشید بیگم سے یہ کہا آپ کے خاندان کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب، آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاندان کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے گھر نہیں بسانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امۃ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر، میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بناء پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں۔ حق

البتین کی بناء پر خلیفہ صاحب کو ایک بد کردار اور بد چلن انسان سمجھتا ہوں اور اس کی بناء پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔“

(خاکسار محمد صالح نور، واقف زنگی سابق کارکن، وکالت تعلیم تحریک جدید ربوہ)

مولوی عمر الدین صاحب شملوی مبلغ جماعت قادیان کی روایات

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

میں آج بتاریخ ۲۹ مئی ۱۹۳۰ء کو خانہ خدا مسجد میں بیٹھ کر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل بیان دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اے خدا، اگر میں نے اس کے بیان کرنے میں افتراء پر دازی کی ہو، تو تیری ذات جو عظیم خبیر ہے، مجھے اس افتراء پر دازی کی سخت سے سخت سزا دے۔

۱..... ۱۹۱۶ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے جب کہ میں ان کا مخلص مرید تھا۔ میرے پاس میاں عبدالسلام صاحب نے مجھے بتایا کہ میاں محمود احمد صاحب کا چال چلن خراب ہے۔ اس لئے تم اس کو مصلح موعود نہ ثابت کیا کرو اور میں اس کا معنی شاہد ہوں۔ جب میں بڑا ہوں گا تو میاں محمود احمد سے مبالغہ کروں گا تا کہ دنیا کو ثابت ہو جائے کہ: ”میں میاں محمود احمد پر بد چلنی کا الزام لگانے میں سچا ہوں اور میاں محمود احمد بد چلن ہے۔“

میں نے یہ واقعہ انہی دنوں تحریر کیا میاں محمود احمد کو لکھ کر بھیج دیا تھا۔ جس کے جواب میں میاں صاحب نے کہا کہ عبدالسلام کی ماں کی شرارت ہے۔

۲..... ایک دفعہ میں ایک تبلیغی دورہ کے لئے حافظ جمال احمد کے ساتھ پنجاب میں بھیجا گیا تو اس وقت میرا قاسم علی صاحب ایڈیٹر ”فاروق“ قادیان سے نوشہرہ میں دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ قادیان میں میاں محمود احمد کے خلاف گندے پوسٹر جن پر زنا کی تصویریں بنائی ہوئی ہیں، لگائے جاتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں جو حضرت پر اتنا بڑا الزام لگاتے ہیں۔ میرا قاسم علی صاحب نے بجائے ان لوگوں کا کچھ ذکر کرنے کے فرمایا:

اگر میاں صاحب کے متعلق میں تمہیں اصل بات بتا دوں تو تم ابھی مرتد ہو جاؤ گے۔ تم تو ایک میاں کا ذکر کرتے ہو۔ یہاں تمہیں تانی ہی ٹوٹی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا۔ اگر تم اس امر کا میاں صاحب سے میرے نام پر ذکر کرو گے تو میں صاف انکار کروں گا۔ میں نے قادیان

جا کر یہ سب باتیں میاں صاحب کو بتادیں تو انہوں نے فرمایا کہ: ”سب میرا قاسم علی کی بیوی کی شرارت ہے۔“

۳..... میاں صاحب جب خلیفہ ہوئے تو میں نے ایک شخص کو، جو اس وقت شملہ کے وٹری ہسپتال میں ملازم تھے اور بیعت نہ کرتے تھے۔ بیعت کے لئے بہت مجبور کیا تو انہوں نے انکار کر دیا اور پورے دثوق سے کہا کہ میں محمود احمد کو خوب جانتا ہوں اور میں قادیان میں ہی پڑھا ہوں۔ میاں تو لوہاٹ (یہاں عبارت کی عبرانی کا ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے) کا رسیا ہے اور یہ وہاں آج کل عام ہے اور میاں اس کا شکار ہے۔ تب میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ لیکن پھر بھی اس کو تائید کی کہ وہ جماعت میں ضرور شامل ہو جائے۔

۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے کہ جناب میاں صاحب بھی شملہ میں تھے اور مولوی عبدالکریم اور ان کی ہمیشہ ”سکینہ بی بی“ اور ان کے بھائی محمد زاہد نے میرے داماد پابو عبدالحمید صاحب کو بتایا کہ میاں محمود احمد سخت زنا کار ہے اور قوم کی عصمت سے کھیلتا ہے لہذا اس پر زاہد نے اپنی ذاتی شہادت دی اور ان کی ہمیشہ سکینہ بی بی نے بھی اپنی ذاتی شہادت پیش کی اور کہا کہ ہم اپنی ذاتی شہادت کی بناء پر کہتے ہیں کہ میاں محمود احمد سخت بدچلن ہے۔ میں نے اس کو زنا کرتے دیکھا تھا اور اس پر میں نے جرح کر کے بیان کی تھلینڈ کی کوشش کی۔ لیکن وہ اپنے بیان پر پوری طرح قائم رہے تو میں حیرت میں پڑ گیا اور میاں صاحب کو ایک لمبی چٹھی لکھی۔ جس میں محمد زاہد اور سکینہ بی بی کے بیان کردہ واقعات کو پوری تفصیل سے لکھا گیا۔

میں، ان تمام واقعات کو سننے کے باوجود میاں صاحب کا دل سے مرید تھا۔ اس لئے میں نے میاں صاحب سے مرتد ہونے والے اپنے داماد اور ایک شخص کو زور سے نصیحت کی۔

میرا داماد پابو عبدالحمید، جو مخلص احمدی اور بہت صالح نوجوان ہے۔ اس نے میاں محمود احمد کو انہیں دنوں تمام حالات لکھ کر مہلبہ کا مطالبہ کیا اور میاں صاحب سے علیحدہ ہو گیا۔ مگر میں نے اسے بہت سمجھایا کہ جب تک شریعت کے مطابق چار گواہ الزام زنا کے ثبوت میں پیش نہیں ہوتے، طرم کو بری ہی سمجھنا چاہئے۔ پھر ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کا واسطہ دے کر اسے دوبارہ بیعت کی رغبت دی تو اس نے پھر بیعت کر لی۔ مگر جب وہ کچھ عرصہ قادیان، خلیفہ صاحب سے ملنے کے لئے گیا تو خلیفہ صاحب نے بہت محبت سے پر خلوص استقبال کیا اور اکیلے کمرہ میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور جب خلیفہ صاحب نے یہ دیکھ لیا کہ مرید واقعی اب بہت اخلاص رکھتا ہے تو اس سے کہا کہ عبدالحمید تمہاری وجہ سے سلسلہ کی بدنامی ہوئی۔ یعنی نہ تم میرے متعلق الزام زنا

کو شتہ کرتے اور نہ یہ رسوائیاں ہوتیں۔ اس لئے اب تم کو کفارہ اس طرح ادا کرنا چاہئے کہ کسی طرح سیکنہ سے یہ تحریر لکھوا کر مجھے لادو کہ میں نے کسی شخص کو نہیں کہا کہ: ”میاں صاحب نے میرے ساتھ زنا کیا ہے۔ لوگ یونہی میرے نام سے میاں صاحب کو بدنام کر رہے ہیں۔“

اس پر مخلص مرید مذکور کو دل میں سخت شک پڑ گیا۔ کیونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ یہ سب کچھ، جواب کرنے کرانے کی تعلیم دے رہے ہیں، یہ بالکل جلسازی ہے۔ خلیفہ صاحب کو خوب علم ہے کہ وہ لڑکی (سیکنہ) ان پر الزام لگاتی ہے اور اس نے اپنے شوہر (عبدالحمق مرزا) کو بھی، جو میاں صاحب کا مخلص مرید ہے، بتا دیا تھا اور وہ خود اس کا معترف ہے، پھر ایسی تحریر لکھوانا جلسازی کے سوا کچھ نہیں۔ ان حالات میں اس مخلص مرید کو بالآخر میاں صاحب کی بیعت سے علیحدہ ہونا پڑا۔

مہلبہ والوں کا تمام وکمال واقعہ میرے سامنے ہے۔ وہ میرے قریبی رشتہ دار ہیں اور میں نے ان سب کے بیانات خود لئے ہیں اور خوب ٹھوک بجا کر ان بیانات کی پرکھ کی اور میاں صاحب کو تمام معاملہ سے مطلع کیا۔ ان حالات کے علاوہ شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کا مطالبہ بھی ہے اور مولوی فخر الدین صاحب ملتانی جیسے مخلص احمدی کا، محض اس لئے قتل کروایا جاتا ہے کہ وہ حقیقت کو طشت ازہام کرنے کے لئے خلیفہ صاحب کے ظلم و تشدد کے باوجود پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ معاملہ کو بالکل واضح کر دیتا ہے۔

چوہدری غلام رسول صاحب کا اعلان حق

نوٹ..... چوہدری صاحب موصوف آج کل گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔

”میرا خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدگی کا سبب خلیفہ کی بد چلنی، بد کرداری، زنا کاری اور غیر فطرنی افعال کا ارتکاب ہے۔ یہ الزامات خلیفہ صاحب ربوہ کی ذات پر متواتر نصف صدی سے لگ رہے ہیں۔ اب خلیفہ صاحب اپنی بد کاریوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے جنون کے ابتدائی دور سے گذر رہے ہیں اور مظلوم اور پھری کا شکار ہونے کی وجہ سے معطل الاعضاء اور مجبوط الحواس ہیں۔ اس وجہ سے الزامات کی تردید کے لئے ان سے مخاطب نہیں ہوتا۔ بلکہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے، مرزا شریف احمد صاحب (دونوں خلیفہ صاحب کے بھائی ہیں) نواب مبارک بیگم صاحبہ، امۃ الحفیظ صاحبہ (دونوں خلیفہ صاحب کی ہم شیرگان ہیں) مرزا ناصر احمد ایم اے آکسن، مرزا مبارک احمد بی اے، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور دیگر خلیفہ کے صاحبزادگان و صاحبزادیاں اور خلیفہ کی ازواج اور خلیفہ کے مخلص مرید چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں

صاحب حج عالمی عدالت، سید نعیم احمد بن سید عزیز اللہ شاہ (خلیفہ صاحب کے نستی بھائی ہیں) اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم اے سے کہتا ہوں۔ اگر وہ خلیفہ صاحب کو نیک چلن، خدا رسیدہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں تو خلیفہ صاحب پر عائد کردہ الزامات بالمقابل حلف مؤکد عذاب قسم کھا کر تردید کریں۔

میں قارئین سے کہوں گا کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب ربوہ کی سیاہ بد اعمالیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس لئے یہ کبھی ان کی پاکیزگی کا حلف مؤکد عذاب اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔“

یوسف ناز کا حلفیہ بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمد عبده ورسوله!
میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے پر ایمان رکھتا ہوں اور ان کو مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں مؤکد عذاب حلف اٹھاتا ہوں۔
میں اپنے علم، مشاہدہ اور روایت یعنی اور آنکھوں دیکھی بات کی بناء پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ: ”مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا۔“
اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ میں اس پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

محمد یوسف ناز، معرفت عبدالقادر

تیرتھ سنگھ، جے بلوچی روڈ، عقب شالیمار ہوٹل، کراچی

مصری عبدالرحمن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بد فعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

بقلم خود محمد عبداللہ احمدی، سینٹ فرنیچر ہاؤس، مسلم ٹاؤن لاہور
میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ

میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بد فعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے۔ ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ: ”قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔“ نعوذ باللہ من ذالک!

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلیہ تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط! (سیدہ ام صالحہ بنت سیدہ اراحین، من آباد لاہور) میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر، اسی کی قسم کھا کر، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار، بد چلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بد چلنی کے متعلق خانہ خدا، خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو۔ حلف مؤکد بعد اب اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مہبلہ کے لئے نکلیں تو میں مہبلہ کے لئے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تاکہ دوسروں کے لئے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام!

(خاکسار: محمد عبداللہ، آنکھوں کا ہسپتال، قادیان، حال فیصل آباد)

جناب قریشی محمد صادق صاحب شبنم (بی. اے)

نظارت امور عامہ میں تختب کو تو ال شہر، کے طور پر رہے ہیں۔ آل انڈیا نیشنل لیگ کے سیکرٹری اور خلیفہ ربوہ کے بڑے چہیتے تھے۔ انہوں نے اپنے طور پر خلیفہ کو جو خط لکھا، ملاحظہ فرمائیں۔ ”جب میں لاہور میں آیا تھا تو میں نے آپ کے اخلاق اور آپ کی بیویوں، لڑکیوں اور میاں شریف احمد صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب اور ان کے لڑکوں کے اخلاق کے متعلق بہت سی باتیں سنی تھیں۔ لیکن خوش اعتقادی کی وجہ سے میں یقین نہ کرتا تھا۔ آخر جب میں قادیان آیا تو

سب سے پہلے غائب سے ان کے متعلق تحقیقات کرنے کی تحریک میرے دل میں ڈالی گئی تو پھر جب میں مختصراً ہوا تو آفیشل طور پر بھی میں نے تحقیق کی اور جو جو معلومات مجھے اس بارہ میں ہوئیں، وہ میں نے کچھ تو نظارت کی معرفت اور کچھ براہ راست تحریری طور پر پہنچا دیں۔ ان معلومات میں سے بعض کا ذکر میں ذیل میں مجمل طور پر کرتا ہوں۔ کیونکہ مفصل طور پر رپورٹ کر چکا ہوں اور بعض کی رپورٹ کا موقع نہیں ملا۔

-۱ آپ امر دپرست اور ایرانی مذاق کے شائق ہیں۔
-۲ آپ محرم اور نامحرم عورتوں کے ساتھ بدکاری کرتے ہیں۔
-۳ آپ اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو دوسروں کے حوالے کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ زنا کریں۔ گویا آپ نے ایک حسن بن صباحی باطنی فرقہ بنایا ہوا ہے۔
-۴ آپ شراب پیتے ہیں۔
-۵ آپ کالز کا مبارک بدکار ہے۔ شراب پیتا ہے، نماز نہیں پڑھتا۔
-۶ میاں بشیر احمد صاحب محمی ذوق رکھتے ہیں۔
-۷ میاں بشیر احمد صاحب کے لڑکے لواطت کرتے ہیں، نمازیں نہیں پڑھتے۔
-۸ میاں شریف احمد صاحب طفل تراشی کرتے ہیں، نماز بہت کم پڑھتے ہیں۔
-۹ میں نے ایک رپورٹ میں ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی بیوی عزیزہ کا شیخ بشیر احمد کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے نہ کوئی گواہ کو سزا دی اور نہ ہی اپنی بیوی کو اور نہ ہی شیخ بشیر احمد صاحب کو۔ معاملات بدستور ہیں۔ کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔
-۱۰ میں نے رپورٹ مندرجہ (۹) میں یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ آپ کی لڑکیوں امتہ العیوم اور امتہ الرشیدہ کا ایک غیر آدی کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ نے شہادت بھی لی۔ لیکن طرفین میں سے کسی کو بھی سزا نہ دی۔ ان تمام واقعات کے میرے پاس مکمل ثبوت ہیں۔ جن کو بروقت پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔“

بیٹا بھی اپنے باپ کی پاکیزگی کی قسم کھانے کو تیار نہیں

بلسلسلہ خط و کتابت شفیق الرحمن اور مرزا رفیع احمد ولد مرزا محمود احمد

(نوٹ: اسی کتاب میں یہ خط و کتابت علیحدہ مستقل اشاعت پذیر ہے۔ اس لئے

یہاں حذف کر دیا ہے۔ مرتب)

اہلیہ صاحبہ جناب عبدالرب خاں اور ”قمر الانبیاء“

عبدالرب خان صاحب حال فیصل آباد، بیان کرتے ہیں کہ: ”ہم مرزا بشیر احمد المعروف ”قمر الانبیاء“ کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آگئی۔ سب افراد خانہ کمروں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیر سامنے سے آگئے اور انہوں نے میری اہلیہ کو چھاتیوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں۔ انہوں نے ایک زقائے دار تھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا۔ جس سے وہ دہرے ہو گئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتے پر بلا یا۔ میں نے انہیں اس بد معاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے، رات آندھی تھی، کچھ مجھے نزلہ کی شکایت بھی تھی۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آگئیں اور انہوں نے ایک دو ہتھ میری پشت پر رسید کیا اور کہا: چلو اٹھو، تم اس بد معاش کے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔“

”قمر الانبیاء“ غمپور پٹھان کے کمرے میں

حکیم عبدالوہاب عمر صاحب کا بیان ہے کہ مرزا بشیر احمد المعروف ”قمر الانبیاء“ ایک پٹھان لڑکے ”غیور“ میں بڑی دلچسپی لیا کرتے تھے اور ٹی، آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے پارٹیشن کروا کے غیور کے لئے ایک علیحدہ کمرے کا اہتمام بھی کروا دیا تھا۔ غیور، بیازلی رنگ کا بہت ہی حسین و جمیل لڑکا تھا۔ میاں صاحب کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کے لئے پٹالہ گیا اور پھر امتحان ختم ہونے کے بعد قادیان واپس پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میاں صاحب کو پتہ لگا تو انہیں آتش شوق نے بے قرار کر دیا اور وہ بارش میں بھیگتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کانی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ میاں صاحب کا ارادہ تھا کہ غیور کی شادی، صاحبزادی نامرہ بیگم سے کروا دیں۔ مگر خلیفہ جی راضی نہ ہوئے۔ اس پر میاں بشیر احمد نے خان بہادر دلاور خاں سے غیور کے لئے سلسلہ جنابانی کی۔ خان صاحب مذکور نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارہ میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں حیران ہوا کہ میاں صاحب نے ایسے لڑکے کے بارہ میں سفارش کیوں کی۔ غیور معروف و مجہول ہر رنگ میں طبع آزما رہا۔ منشیات کا عادی ہو گیا اور پھر انہی وجوہ کی بناء پر اسی ملک عدم ہوا۔

دربارہ میاں شریف احمد

مولوی عبدالکریم ٹیپل روڈ لاہور کے والد محترم ”خاندان نبوت“ کے گھر میں خانساں کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس وجہ ان کا بچپن انہی ”مقدماتین“ کے درمیان گزرا ہے۔ انہوں نے متعدد افراد کے سامنے اور خود مولف کے سامنے متعدد مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ شام کے دھندلکے میں مختلف کمروں میں شمعیں روشن کر رہے تھے کہ انہیں ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے اندر گئے تو وہاں مرزا شریف احمد استانی میمونہ کی صاحبزادی صادقہ کے ساتھ مصروف پیکار تھے۔ دروازہ کھلا تو صادقہ کی جان میں جان آئی اور میاں شریف بھی آہستہ سے کھسک گیا اور صادقہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوج سے یک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے ماہے اجالے جانے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش، امرد ہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ ان کے تعلقات اور عجمی ذوق کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے اور ”غلیص مرید“ بسا اوقات ان حالتوں میں بھی ان کی دست بوسی کر رہے ہوتے، جب کہ وہ جنسی حالت میں ہوتے۔

میاں شریف کی ایک صاحبزادی امۃ الودود اچانک داغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے فوت ہو گئی تھیں۔ اس کے متعلق مختلف نوع کی روایات واقفان حال بیان کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ چونکہ میں خود انہی کے گھروں میں پلا ہوں۔ اس لئے میں نے اس حادثہ فاجعہ کے بارہ میں مکمل تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ امۃ الودود کو اس کی سہیلی صادقہ ملنے کے لئے آئی۔ گرمی کے دن تھے۔ اس لئے اس نے کہا، میں ذرا غسل کر لوں۔ وہ غسل کرنے کے لئے ہاتھ روم میں چلی گئی۔ جب نہادھو کر اس نے ہاتھ روم کا دروازہ کھولا تو اس نے دیکھا کہ میاں شریف کچھ فاصلے پر کھڑا ہے اور نفس اشارے کر رہا ہے۔ اسے سننے میں امۃ الودود بھی آگئی۔

اب یہ تینوں اس طرح کھڑے تھے کہ میاں شریف درمیان میں تھا اور صادقہ اور وہ دونوں آسنے سامنے تھے۔ امۃ الودود نے دیکھا کہ صادقہ کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا ہے اور جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا معاملہ ہے۔ اس پر میاں شریف نے مڑ کر دیکھا تو اپنی صاحبزادی کو پیچھے کھڑا پایا۔ بیٹی اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکی اور فوراً ہی ہلاک ہو گئی۔

سدومیت اور ربوہ، ایک رات میں لے.....

تقسیم برصغیر سے قبل قادیان اور سدومیت کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ تھا اور آج کل سدومیت ربوہ کی کالچ انڈسٹری ہے۔ جائے رہائش سے محروم، قبائلی معاشرے میں جکڑے ہوئے، معمولی تنخواہوں پر ”خدمت دین“ کا فریضہ سرانجام دینے والے ملازمین یا ملازمان ایک لمبے عرصے تک رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے محروم رہتے ہیں اور انہیں ایک ایسی ہستی میں رہنا پڑتا ہے جہاں نہ کوئی پارک ہے نہ سینما، نہ ہوٹل ہے نہ تھیٹر، وہاں زندگی کی تمام آسائشیں صرف ایک خاندان کے لئے وقف ہیں۔ جو دوسروں کو تو اس امر کی نصیحت کرتا ہے۔

مرد وہ ہے جو جھاکش ہو گل انعام نہ ہو

لیکن خود موسم گرما کی پہلی کرن پڑنے پر بھور بن کی طرف بھلگ کھڑا ہوتا ہے اور گا ہے ماہے ”مہمات دینیہ“ کی سرانجام دہی کے لئے یورپ اور امریکہ میں پھرے اڑاتا پھرتا ہے۔ اب مجبور مریدوں کے لئے تفریح کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ عجمی ذوق سے اپنا دل بہلائیں۔ اس لئے وہ دوران سال تو تعلیمی اداروں کے طلباء سے دل بہلاتے ہیں اور پھر درائی کی تلاش میں اپنے ”ظلی حج“ یعنی سالانہ میلے کا انتظار کرتے ہیں اور اس ”روحانیت سے معمور“ موقع پر ڈیوٹی پر متعین نوجوان اپنے ساتھیوں اور ”افسروں“ کا نشانہ ستم بنتے ہیں اور اکثر پیشتر تو خود اس قدر عادی ہو جاتے ہیں کہ ان کی ”آتش شوق“ انہیں بے چین کئے رکھتی ہے۔ میلے کے موقع کے علاوہ خدام الاحمدیہ کے اجتماعات اور تربیتی کلاسوں میں اس ”فن شریف“ کے مظاہرے کے دن ہوتے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں ایسی ہی ایک تربیتی کلاس کے موقع پر ایک ہی رات میں ”اساتذہ اور طلباء“ کی سترہ ایسی وارداتیں ہوئیں، جن کی اذراں بعد انکو آڑی ہوئی۔ مگر اس تحقیق کا مقصد بھی نئے شکاروں کی تعین کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ سو کچھ نہ ہوا۔ ایسی ہی ایک تربیتی کلاس کے موقع پر خلیفہ ربوہ کے ایک پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک نہایت قریبی عزیز اور ایک سابق مبلغ نے جو آج کل سی ڈی اے راولپنڈی میں ملازم ہیں، مجھے بتایا کہ میں نے اپنے ایک شاگرد کو تربیتی کلاس میں شمولیت کے لئے ربوہ بھیجا ہے۔ لیکن اسے یہ ہدایت کر دی ہے کہ وہاں اساتذہ کرام امر دہستی کے شائق اور ایرانی مذاق کے رسیا ہیں۔ وہ ضرورتاً ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے اگر ایسا کوئی موقع پیش آ جائے تو تم بچ بچا کر آ جانا تو یہ خدمت میں سرانجام دوں گا۔

ربوہ کے تعلیمی اداروں میں ایسی گھاتیں اور وارواتیں بکثرت ہوتی ہیں۔ ربوہ میں قادیانی امت کے شعراء کی اکثر بیشتر تقسیمیں اس قدر گندی اور اتنی غلیظ ہیں کہ ان کو قتل کرنا بھی بار خاطر ہے۔ یہ غلاطت ان کے قلب و ذہن میں اس طرح جاگزین ہوئی ہے کہ وہ اپنے ”نبی صاحب“ کو بھی معاف نہیں کرتے۔ مرزا غلام احمد کا ایک شعر ہے۔

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبداء الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ البصار کا
ایک قادیانی اپنے مزاج کے مطابق اس کی بیروڈی یوں کہتا ہے۔
کس قدر ظاہر نور اس مبداء الانوار کا
جس پہ میں مرتا ہوں وہ لوٹرا ہے تھانیدار کا

ہم علی وجہ البصیرت اپنی رویت یعنی اور علم قطعی کی بناء پر جانتے ہیں کہ ربوہ میں سدومیت اس بیانے پر ہے کہ اگر خدا نے ربوہ کو تباہ نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی۔ اس کی صداقت کی شہادت ہر وہ شخص دے گا جس کو ربوہ کے احوال و ظروف سے ذرا سی بھی واقفیت ہے۔ نو عمر طلبہ کو پھانسنے کے لئے ایک نظم وہاں ماہرین نے لکھ رکھی ہے جو وہ مردوں کو سنا کر انہیں ہائل بہ کرم کرتے ہیں۔ اس نظم کے چند بند پیش خدمت ہیں۔

ذکر ماضی پہ ہے دنیا کا سبھی دار و مدار
فطرتاً یاد گزشتہ سے ہے انسان کو پیار
یاد گزرا ہوا آتا ہے زمانہ ہر دم
یاد آتے ہیں وہ دن جب کہ سما میں تھا
کہیں شیریں کہیں عذرا کہیں لیلیٰ میں تھا
میرے عشاق کے نمبر کو بڑھا دیتا تھا
روز عاشق میرے آپس میں لڑا کرتے تھے
یاد کرتے تھے مرے عاشق پیار مجھے
جو کئی بار کھلی تھی وہ کھلی میری تھی
خوب تھا کوچہ و بازار میں چڑچا میرا
اور زاہد مجھے بیت اللہ نما کہتے تھے

روز ہیں عہد گزشتہ کے ہی ذکر و اذکار
میں بے چارہ بھی ہوا ہوں اسی عادت کا شکار
دل کے پہلو میں ہے ماضی کا سینما ہر دم
کشور عشق میں جب حسن کا داور میں تھا
شوخیوں بلکہ مجھے حسن سکھا دیتا تھا
آئے دن میرے لئے جنگ ہوا کرتے تھے
پٹ کے بھی ترک نہ کرتے تھے خریدار مجھے
جو کہ عشاق سے پر تھی وہ کھلی میری تھی
ہر طرف شہر میں اک شور تھا برپا میرا
سب مجھے جلوہ گہ شان خدا کہتے تھے
ٹانگے والے میرے جلوے کے تنہائی تھے

سائیکلوں والے میرے عشق کے سوداگی تھے ان میں اکثر میرے ظاہر میں بڑے بھائی تھے اور اکثر میرا ہو جاتا تھا جرمانہ معاف رات کو گھر پہ بلا تے تھے پڑھانے کے لئے عشق کاراز اند میرے میں بتانے کے لئے پاس ہر سال بڑی شان سے ہو جاتا تھا ایک بھی حسن کے زقار میں دانا نہ رہا دعوتوں میں مجھے منت سے بٹھانا نہ رہا ہائے سب بھول گئے اب میری الطاف و نیاز بے نیازی کا سبق دے دیا دیوانوں کو چائے بھی پیٹا دیں، کھانا وہیں پر کھانا جان من اللہ مجھے اور نہ اب ترسانا اپنے جنتوں سے خدا کے لئے مجمل لے لیں خود کشی کر کے زمانے سے گزر چکا ہوں گا اشک آنکھوں میں یہ کیسے ہیں یہ رونا کیسا آپ کے صدمہ فرقت کی مکافات سہی جن کو کرنے نہ دئے بھر میں نالے میں نے خواب گاہوں میں کئے جن کی اجالے میں نے دے رہے ہیں میرے احسانوں کا بدلہ الٹا جڑھ سے موچھوں کو بھی ہر روز اڑاتا ہوں میں لوگ چالاک مگر واز سمجھ جاتے ہیں ہائے بالوں نے میرا گلشن جوین لوٹا اے خدا حسن کا سر سبز گلستاں کر دے بھر زمانے میں مجھے شاہ حسیناں کر دے پھر میری دادی پر خار میں آ جائے بہار

سبھی استاد میرے وصل کے شیدائی تھے مجھ سے پیش آتا تھا اچھی طرح کالج کا سٹاف میرے استاد مجھے ہاتھ میں لانے کے لئے کوششیں کرتے تھے پھر گھر پہ ملانے کے لئے میں وقادار وہیں رات کو سو جاتا تھا ہائے افسوس مگر اب وہ زمانہ نہ رہا اب آنا نہ رہا مجھ کو بلانا نہ رہا دیکھتا کوئی نہیں اب مجھے ہادیدہ ناز شمع نے خوب جلا کر میرے پردانوں کو کوئی کہتا تھا میرے گھر پہ ذرا کل آنا ٹیلی ہاتوں سے ذرا دل بھی میرا بہلانا کل کاتنے کے لئے لیں بھی سائیکل لے لیں ورنہ اک روز گلا کاٹ کے مر جاؤں گا مسکرا کر میں کہا کرتا تھا اچھا اچھا کل فلاں ہل پہ سر شام ملاقات سہی جن کے سبب حسرت و امان نکالے میں نے جن کے دل حسن کی آغوش میں پالے میں نے چھیڑتے ہیں وہ میرا کھینچ کے دامن الٹا شیو دو ہار موج و شام کراتا ہوں میں گال پہ سرخی و پوڈر بھی لگاتا ہوں میں اک بناوٹ ہے میرا ناز سمجھ جاتے ہیں روسیاہوں نے میرے حسن کا خرمن لوٹا میرے رخسار کے ہر بال کو پنہاں کر دے پھر میرے واسطے عالم کو پریشاں کر دے پھر میرے عشق کے ہو جائیں ہزاروں بیمار



رحمت اللہ اروپی کا کشتہ

رحمت اللہ اروپی کو جرنوالہ کے ایک مضافاتی قصبہ اردپ کے رہنے والے ہیں۔ کافی عرصہ ہوا، ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لئے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہیں یا قید حیات سے آزاد ہو چکے ہیں۔ بہر حال اگر وہ زندہ ہیں تو خدا انہیں صحت و عافیت دے کہ انہوں نے قادیانی امت مجہولہ کی طرح مرزا غلام احمد کو امتی اور نبی، ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی، غیر تشریحی نبی، بغوی معنوں میں نبی اور ظلی اور بروزی نبی کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھایا، بلکہ مرد میدان بن کر صاف کہا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب شریعت نبی تسلیم کرتے ہیں۔

۱۹۷۴ء میں جب قادیانی امت کو چوہڑوں، چماروں، پارسیوں اور ہندوؤں کی صف میں شامل کر کے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تو انہوں نے اپنا یہ موقف حکومت کو پیش کیا کہ وہ اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں۔ لیکن وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو تشریحی نبی ماننے سے انکار کرنے کے لئے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اوائل جوانی میں جب وہ اپنے والد کے ساتھ قادیان میں تھے تو انہیں قائد خدام الاحمدیہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا اور ان ایام میں وہ لوائے احمدیت کو پکڑ کر قصر خلافت کے ہر حصے میں آزاد اندازے جاتے تھے۔ انہی ایام میں اپنے اغلاص کے اظہار کے لئے ہر سہ پہر کو وہ ایک ایسے چوزے کو جو ابھی اذان نہیں دیتا تھا، ذبح کر کے اور اس کے پیٹ میں ایک کشمیری سینب کو چھید کر رکھ کر پاد بھر گئی اور ایک چھٹانگ گری، بادام اور کشمش میں ہلکی آنچ پر پکا کر اس کا سوپ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار اس کے ساتھ بیسن کی گھی میں تر تہر تندوری روٹی بھی انہیں بھجوا یا کرتے تھے۔ اتنا کہ کہ کہ وہ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا کہ ایسی مرغن اور مقوی غذائیں کھانے والا سرکاری ساڑھ پھر کوئی اپنی یا بیگانی کھتی دیران کئے بغیر رہ سکے گا؟ تو وہ دھیمے سے مسکرا کر کہنے لگے کہ جب مجھے اپنی اس خدمت کے نتائج کا علم ہوا تو اس وقت تک کئی گھرا جڑ چکے تھے اور میرے ہاتھ میں صرف خدام الاحمدیہ کا ڈنڈا ہی باقی رہ گیا تھا اور میں یہ سوچنے لگ پڑا تھا کہ جب انسان کے پاس دنیاوی وسائل کی فراوانی ہو، تو عمر لڑکیوں اور لڑکوں سے میل جول کے مواقع بھی پوری طرح میسر ہوں، اندھی عقیدت سے محروم رہنے کے سوا اور کسی اور گھم سے بھی بات سننے سے بھی انکاری ہوں تو ایسا پیرا اگر بد معاشی نہ کرے تو پھر شاید اس سے بڑا بد معاش اور

کوئی نہ ہوگا اور اسی سے روکنے کے لئے اسلام نے تہمت کے مواقع سے بھی بچنے کی تلقین کی ہے۔ میں نے ایک بہت پرانے قادیانی سے، جو مرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر مرزا طاہر احمد تک کے جملہ حالات سے واقف ہیں اور سال خوردگی کی انتہائی سٹیج پر ہونے کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مرزا صاحب (مراد مرزا غلام احمد) نے بھی بڑھاپے میں۔

ہرچہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں ہمہ
واں چہ مطلوب شہا شد عطائے آں کسم

کے تحت ایک نوجوان لڑکی سے شادی رچا کر اسے اللہ رکھی سے نصرت جہاں بیگم بنا دیا تھا۔ لیکن فطرت کی تعزیروں نے وہاں بھی اپنا کام دکھایا اور پھر ان کی اولاد نے جو کچھ کیا اور جنسی عصبان میں جس مقام تک پہنچی، یہ کام کشتوں کی اولاد ہی کرتی ہے۔ نازل اولاد یہ کام نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کشتوں کے پٹے لگا دینا اس کا کام ہی نہیں۔

ہج کی تیاری..... بیٹنگ اور باؤٹنگ

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مرزا ناصر احمد آنجناب نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی ایک ایسی طالبہ کو اپنے حوالہ عقد میں لے لیا تھا جس پر ان کے صاحبزادے مرزا القمان احمد نے ڈورے ڈالے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں قادیانی حلقوں میں یہ بھی سننے میں آیا کہ مرزا ناصر احمد اور مرزا القمان میں شدید شکر رنجی ہی نہیں بلکہ باقاعدہ خصامت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پرانے قادیانی خاندان کے کسی قدر مضطرب ایک فردوائی ایم سی ایے کارز (دی مال لاہور) پر چائے کی دکان کے مالک انیس احمد سے پوچھا کہ ان خبروں میں کس حد تک صداقت موجود ہے تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ایسا ہونا تو لازمی تھا۔ کیونکہ کرکٹ ہج کی تیاری تو بیٹے نے کی تھی مگر والد صاحب نے اس پر بیٹنگ اور باؤٹنگ شروع کر دی اور پھر وہی ہوا جو ایسے معاملات میں ہوا کرتا ہے کہ چڑھتی دھوپ اور ڈھلتی چھاؤں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ شروع ہوگئی۔ مرزا ناصر احمد نے اپنے ازکار رفتہ اعضاء میں جوانی کی انگلیں بھرنے کے لئے تمام جدید وسائل علاج میسر ہونے کے باوجود کھٹے کا استعمال شروع کیا جو اس نہ آیا اور اس کا جسم پھول کر پتا بن گیا اور وہ آنا فانا اللہ تعالیٰ کی عبرت تک گرفت میں آ کر کھٹے کی آگ میں جھلنے کے بعد نار چہنم کا ایندھن بننے کے لئے عدم آہوسد حار گیا۔

ہمارے ایک قادیانی دوست نے مرزا ناصر احمد کی اس شہادت پر انہیں ”شہید فرج“ کا خطاب دیا ہے اور ان کا اصل خط بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بعد میں ایک مشترکہ دوست کے ذریعے میں نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ اس خطاب کو تراشنے کے لئے آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ فیروز اللغات میں اس کے لئے ”چوتھا شہید“ کا عوارہ پہلے سے موجود ہے تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواباً کہا کہ لغوی اعتبار سے یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ خاندان جس کے طوفان میں جس طرح فرقاب ہے اس کے لئے لغت بھی نئی ہی کا سن Coin کرنی پڑے گی۔

آلہ واردات

ملک عزیز الرحمن ۸ ماہے عزیز والا کرشن نگراں اور میرے قریبی عزیز ہیں اور اپنی مخصوص ذہنی تلخیص کے باعث وہ ابھی تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود، مہدی موعود اور مجدد وقت تسلیم کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا پرچار کرتے رہنے کو ہی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ ان کا کسی قدر مزید تعارف کرا دوں۔ یہ احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف ملک عبدالرحمن خادم ایڈووکیٹ گجرات، جنہوں نے کسی زمانے میں ”احمدیہ پاکٹ بک“ لکھی، کے سگے بھائی ہیں۔ ان کے ایک دوسرے برادر معروف لیبر لیڈر راحت ملک بھی ان کے سگے بھائی ہیں۔ جنہوں نے کسی دور میں خلیفہ ربوہ کے بارے میں ”ربوہ کا مذہبی آمر“ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اور انہوں نے خود ”خالد احمدیت“ کا خطاب پانے والے اپنے بھائی کے بارے میں لکھا ہے کہ ”وہ سن اغلامیات میں بدطولی رکھتے تھے۔“

ملک عزیز الرحمن قصر خلافت میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے اور جب انہیں مرزا محمود احمد کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بد معاش اور بد کردار آدمی ہے تو انہوں نے اس سے ایسی مکمل تلخیص کی اختیار کر لی کہ اپنے خالدا احمدیت جھائی کا جنازہ اس بنا پر نہ پڑھا کر اسے بھی یقینی علم تھا کہ مرزا محمود احمد بد معاش ہے۔ مگر اس کے باوجود اسے مصلح موعود ثابت کرنے پر تیار رہا۔ وہ مرزا غلام احمد کو تو مجدد وقت اور مسیح موعود ثابت کرنے کے لئے تو عالمیانہ اعزاز میں تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ لیکن اسی تو اتر سے مرزا محمود احمد کو بد معاش اور بد کردار ثابت کرنے کے لئے بیسیوں پمفلٹ شائع کر چکے ہیں۔

اس سے ان کی اپنے افکار و نظریات میں پختگی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ اس معاملے میں اتنے قہمرد ہیں کہ کہتے ہیں چونکہ مرزا محمود احمد اور ان کی والدہ ”نصرت جہاں بیگم“ دونوں ہی ایک قبیل سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے

مطابق قادیان کی پاک سرزمین سے نکال کر ربوہ کی لختی سرزمین میں لادین کیا ہے۔
 وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ ”پسر موعود“ اور ”زوج موعود“ کے ربط و ضبط کے بارے
 میں بھی ایسی ناگفتی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ میرے جیسے بندے کو بھی جو قادیانی خلفاء سے لے کر
 جہلا تک کی ساری کڑوتوں کے سلسلے میں کسی اشتباہ کا شکار نہیں، تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہو کر
 یہ سوچنا پڑتا ہے کہ یا الہی یہ ماجرا کیا ہے اور صرف یہی خیال آتا ہے کہ آدمی جب گناہ کی دلدل
 میں دھنستا ہے تو پھر اس حد تک کیوں دھنستا چلا جاتا ہے کہ جب تک اسل السالین کے مقام پر نہ
 پہنچ جائے اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

ملک عزیز الرحمن صاحب گھر کے بھیدی تھے۔ اس لئے تین کے مقام پر پہنچنا ان کے
 لئے کوئی زیادہ مشکل نہ تھا۔ لیکن جب وہ اپنی تحقیق عارفانہ سے مرزا محمود احمد اور اس شوق فردزاں
 کے متعلق ٹھوس معلومات ملنے اور مشاہدات سے اسے مزید پختہ کرنے تک پہنچ گئے تو ہیریت کی
 زنجیروں کو ایک جھٹکے سے توڑنے کے لئے انہوں نے اپنی الہیہ محترمہ عظمت بیگم کو استرا دے کر قصر
 خلافت بھجوا دیا اور کہا اگر حضرت صاحب دست درازی کی کوشش کریں تو پھر انہیں آلہ واردات
 سے ہی محروم کر دیتا۔ لیکن خلیفہ صاحب بھی گرگ باراں دیدہ تھے اور انہوں نے اپنی مصیبتوں کو
 چھپانے کا بوا فرعونی نظام وضع کر رکھا تھا۔ تلاش لی گئی اور عظمت بیگم سے استرا برد ہو گیا اور ملک
 صاحب کو ان کے پورے خاندان سمیت ربوہ بدر کر دیا گیا۔

صالح نور نے مجھے بتایا کہ میں نے ازراہ مذاق ملک صاحب سے پوچھا کہ آپ اس
 کے مولید ملائحتی تصور لانا تھا کیوں کٹوانا چاہتے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک عملی ثبوت بھی ہوتا
 اور ویسے بھی ایک نادر چیز ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمت کرڈوں سے کم نہ ہوتی اور میں تو
 اسے سر کے کی بوتل میں ڈال کے رکھتا۔

تکبیر اور ذبیحہ

میں نے مہلبہ والے زاہد سے پوچھا کہ حکیم عبدالوہاب جو نور الدین کے بیٹے ہیں، وہ
 تو مرزا محمود احمد کی تمام رنگینیوں کو بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کے
 بھائی عبدالمنان عمر بڑی پراسرار خاموشی اختیار کئے رکھتے ہیں۔ کیا انہیں علم نہیں کہ مرزا محمود احمد
 ایک بدکردار آدمی تھے تو وہ کہنے لگے کہ میں اب بڑھا پے کی اس منزل میں ہوں۔ جہاں اس قسم کی
 باتوں کے کرنے سے انسان طبعاً حجاب کرتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک صداقت کا اظہار ہے۔ اس

لئے میں برملا اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ یہاں عبدالمنان عمر کو مرزا محمود احمد کی تمام وارداتوں کا پوری طرح علم ہے اور ان کا ڈپلومیسی کے تحت اس بارے میں زبان نہ کھولنا محض منافقت ہے۔ ورنہ میں اپنی نو عمری میں جب خود شعلہ جوالہ ہوتا تھا تو مجھے علم ہے کہ قصر خلافت کے ایک دروازے پر یہاں عبدالمنان عمر کھڑے ہوتے تھے اور دوسرے پر میں اور ہمیں اس بات کا یقین علم ہوتا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور انہی ایام میں وہ عیاش پیر کبھی مجھ پر تکبیر پھیر دیتا تھا اور کبھی میاں منان کا ذبیحہ کر دیتا تھا۔

اک تے تھا ڈیاں نمازاں نے.....

فتنہ انکار ختم نبوت کے مؤلف مرزا محمد حسین اگرچہ خاندان نبوت کا ذبیحہ کے درون حرم ہونے والے واقعات سے صرف آگاہی نہیں تھے بلکہ مشاہدے کی سرحدوں سے نکل کر تجربے کی کٹھالی سے نکلنے کی دلہیز پر آچنبچے تھے۔ لیکن اس مرحلے پر اپنی بزدلی یا نام نہاد پارسیائی کی بناء پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد انہیں مرزا محمود احمد اور ان کے چھٹے ہوئے بد معاشوں کے ہاتھوں جس ذہنی تشدد اور اذیت کا شکار ہونا پڑا اور جس طرح ان کے جسم کے ناسور والے حصے پر پٹی لگانے سے ڈاکٹر کو حکماً منع کر دیا گیا، اس کا ان پر اتنا گہرا اثر رہا کہ وہ اپنے دم واپس تک مرزا محمود احمد کی خلوتوں کے بارے میں اشارتاً اور کتابیۃً ہی گفتگو کرتے رہے اور مذکورہ بالا کتاب میں بھی جو باتیں اس ضمن میں انہوں نے درج کی ہیں۔ ان میں سریت اور اخفاء کا پہلو غالب ہے۔

ایک روایت انہوں نے مصلح الدین کے حوالے سے متعدد مرتبہ جھینچ جھینچ ہوم دی مال لاہور میں بیان کی، جسے سننے والے بیسیوں افراد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت موجود ہیں۔ لیکن چونکہ وہ حسب معمول اسرار کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھی، اسی لئے یہ یونہی ملفوف اور راز سر بستہ رہی۔ اس کا اصلی نقاب صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم نے سرکایا اور پھر چوہدری فتح محمد عرف بھٹہ سابق فیجر نمان آئل ملز حال شالیمار ٹاؤن لاہور نے رہی سہی کسر بھی نکال دی۔ میں نے کہا کہ چوہدری صاحب آپ تو علم و تحقیق کی دنیا کے آدمی نہیں آپ کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی بد کرداری کا کیسے علم ہو گیا۔ تو کہنے لگے افسوس کہ بھر پور جوانی کی لہر میں میں بھی اس سیلاب میں بہ گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپ اس سے نکلے کیوں کر؟ آپ کو تو ہر طرح کا خام مال میسر تھا۔ کہنے لگے کہ حضرت صاحب جس مقام تک چلے جاتے تھے وہاں تو عزازیل کے پر بھی جلتے لگتے تھے۔ میں نے کہا آپ کو علم ہے کہ اس سے قادیانیوں کی تسلی ہوتی ہے نہ عام لوگوں

کی اس لئے ذرا کھل کر بات کیجئے۔ کہنے لگے تم میرے بیٹوں کے برابر ہو۔ تم سے کیا بات کروں۔ لیکن تمہارے اصرار پر حلفاً کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شہاب سجائی ہوئی تھی کہ مؤذن نے آ کر روایتی انداز میں آواز لگائی۔ ”حضور نماز کے لئے“ یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو حضور نے جو بڑے مؤذن میں تھے، کہا:

اک تے تہا ڈیاں نمازاں نے یہہ ماریا اے
یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام رندان ہادہ خوار نے سنا اور کلکھلا کر فس پڑے اور پھر مؤذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز پڑھا دی جائے حضور مصروف ہیں۔ چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ یہی وہ لمحہ تھا کہ میں نے اس منم کدہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ایسی توجہ کی کہ پھر قادیان دربوہ کا رخ تک نہ کیا اور اگرچہ میری معاشی اور معاشرتی زندگی پر اس کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں مگر زہر ہلاہل کو قند کہنے پر تیار نہیں ہوں۔

اس سے اس خانوادہ کو نعوذ باللہ نبوت، رسالت، امامت اور اہل بیت کے مقام تک پہنچانے والے خود سوچ لیں کہ کیا انکوور کو کبھی محفل کا پھل لگ سکتا ہے اور اگر نہیں تو پھر مرزا غلام احمد کیسے نبی ہیں کہ جس اولاد کو وہ ذریت ہمشرہ قرار دیتے رہے اور ان کے قصیدے لکھتے ہوئے یہاں تک کہتے رہے کہ۔

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں

یہی ہیں پچھن جن پر بنا ہے

وہ اپنی بدکرداری اور اپنی اندرونی محفلوں میں اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے میں اس مقام تک چلی گئی کہ اس کا تصور بھی کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں نہیں آ سکتا۔

لارڈ ملہی اور ظفر اللہ خاں

لاہور کے سیاسی و سماجی حلقوں کے لئے چوہدری نصیر احمد ملہی المعروف لارڈ ملہی کا نام اجنبی نہیں۔ وہ ون یونٹ کے دوران مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم رہے اور پھر انہوں نے پنجاب کلب میں اپنا ایسا مستقل ڈیرہ بنایا کہ یہ ان کی دوسری رہائش گاہ بن کر رہ گئی۔ ان کا تھوڑا ہی عرصہ ہوا، انتقال ہوا ہے۔ ان کے بیٹے چوہدری افضل احمد ملہی ایڈووکیٹ لاہور بار کے رکن ہیں۔ لارڈ ملہی مرحوم نے ترقی پسندی سے لے کر بقول ممتاز کالم نگار رفیق ڈوگر آخری جہر میں مذہب کی طرف مراجعت کا بڑا طویل سفر کیا۔ لیکن انہیں قریب سے جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ جموٹ

نہیں بولتے تھے اور کسی واقعہ کے بیان میں ان کی ذات بھی ہدف بن جاتی تھی تو وہ اسے بچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کلاسک پر کھڑے کھڑے بات چل نکلی تو میں نے ان سے چوہدری ظفر اللہ خاں کے کردار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے طالب علمی کے دور میں میں نے شاہنواز (شاہنواز موٹرز اور شیزان والے) سے اس بارے میں پوچھا تو چونکہ وہ میرے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے۔ اس لئے بے ساختہ کہنے لگے یا روہ تو جب آتا ہے، جان ہی نہیں چھوڑتا اور اس نے مجھے اپنی بیوی کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ لارڈ ملسی نے مزید بتایا کہ: ”انہی ایام میں ظفر اللہ خاں نے مجھے بھی چھانسنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں اس کے قابو میں نہیں آیا۔“

یہ ہے جنرل اسمبلی میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے، قائد اعظم کا اپنے نام نہاد عقائد و نظریات کی خاطر جنازہ نہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو ایک کافر حکومت کا مسلمان دزیر یا ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر قرار دینے والے کا اصل کردار اور یہ صرف ظفر اللہ خاں ہی سے مخصوص نہیں ہر بڑا قادیانی دہرے کردار کا مالک ہوتا ہے۔

امر و دکھانے کا مصلح موعود کی طریقہ

انگریزی اور اردو زبان کو یکساں قدرت کے ساتھ لکھنے کے ساتھ ساتھ فلسفہ سیاست کے علاوہ فلم، موسیقی اور آرٹ پر گہری نگاہ رکھنے والے معدودے چند نامی صحافیوں میں احمد بشیر کی شخصیت اپنی ایک چمک رکھتی ہے۔ وہ اپنے صاف سقرے کردار، اکثر پین اور ہر حالت میں سچ کہہ کر اپنے دشمنوں میں اضافہ کرتے رہنے کی عادت کے باوجود حق گوئی و بے باکی میں ایک ایسا مقام رکھتے ہیں کہ اس عہد میں اس کی مثالیں اگر نادر الوجود نہیں تو خال خال ہو کر ضرور رہ گئی ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ قادیانی امت کے مصلح موعود کے عجائب و غرائب کی ذیل میں آنے والے احوال و ظروف کا تذکرہ ہو رہا تھا تو انہوں نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو مکس گنجی ذوق کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امر و دہمی کھاتے جا رہے تھے۔

احمد بشیر صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ موجود ہیں اور اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں اس پر صرف یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اس نوع کے افعال

سے دل بہانے والے ایک روحانیت کے پردے میں رومانیت کا کھیل کھیلنے والوں کی تو اس خطے میں کوئی کمی نہیں۔ لیکن امرودکھانے کا یہ مصلح موعودی طریقہ ایسا ہے کہ شاید ہی نہیں یقیناً پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکے گی۔ ایسے شخص کو آپ مفسول کہیں گے یا مفسول مطلق اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔

مظہر ملتانی کی ایک حیران کن روایت

مظہر ملتانی نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناکفہ بہ حرکات کو مہتر عام پر لانے کے لئے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا۔ مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اوآخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوشی کی سیر حیاں ناکھڑا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے۔ لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پاکلیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیا ہی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفضیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

قاضی اکمل اور مرزا بشیر احمد

قاضی اکمل بڑی معروف شخصیت تھے۔ اب تو عرصہ ہوا حاویہ میں پہنچ چکے ہیں۔ جس زمانے میں راقم الحروف ریوہ میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا۔ چند مرتبہ ان کے پاس بھی جانا ہوا۔ وہ صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹرز میں رہتے تھے۔ بو اسیر کے مریض تھے۔ اس لئے لیٹے ہی رہتے تھے اور ان کے پہلو میں ریڈیو مسلسل اپنی دھنیں بکھیرتا رہتا تھا۔ یہ خبیث الطرفین شخصیت ہی وہ ہے جس نے مرزا غلام احمد کے عہد میں خود ان کے سامنے اپنی یہ نظم پیش کی تھی جس کے یہ اشعار زبان زد عام ہیں۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل غلام احمد کو دیکھے قادیان میں
ان کوٹلے کے لئے گئے تو نصر اللہ ناصر میرے ساتھ تھے۔ اگر ان کا حافظہ جواب نہ

دے گیا ہو یا ملازمت کی مجبوریاں زیادہ نہ بڑھ گئی ہوں تو وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ قاضی اکمل نے تفسیر طبع کے طور پر یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ہم چند دوست مرزا بشیر احمد کے پیچھے قادیان سے باہر سیر پائے کے دوران نماز پڑھ رہے تھے۔ مرزا بشیر احمد نے امامت کروائی اور ابھی وہ نماز میں ہی تھے تو میں نے کہا: ”اوائے وضو کجا سائی“ یہ ہے قادیانی نماز.....

جب میں لاہور آیا تو مظہر ملتانی مرحوم نے قاضی اکمل کے اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا ایک شعر مجھے دکھایا جو ایک طویل نظم کا حصہ تھا۔ وہ شعر مجھے اب بھی یاد ہے جو یہ ہے۔

بدن اپنا پھر آگے اس کے ڈالا تو کلت علی اللہ تعالیٰ
اس قادیانی کی خباث کا اندازہ لگائیں کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کرنے میں کس قدر بے باک تھا۔ ایک دوسرا شعر بھی قاضی اکمل کے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں مظہر ملتانی مرحوم نے مجھے دکھایا تھا۔ لیکن وہ اس قدر خستہ تھا کہ اس کا صرف ایک ہی مصرع پڑھا جاسکتا تھا۔ جو یہ ہے:

نہ بیخ مار و حبیب میرے کہ ہو چکا ہے دخول سارا

اب اگر قادیانی امت کے نام نہاد ”صحابیوں“ کی یہ حالت ہے تو پھر ان کے ”نبی صاحب“ خلفا اور دوسرے اہل بیت کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اپنے ہی پوتے کے اغوا کا منصوبہ بنا لیا

ریوہ میں چار سداہ کی ایک ممتاز دیرینہ احمدی فیملی رہائش پذیر تھی۔ مرزا ناصر احمد کو پتہ نہیں کیا سو جمی کہ اس نے اپنے بیٹے مرزا القمان احمد کا نکاح اس خاندان کے سربراہ کو باصر ارضی کر کے ان کی صاحبزادی سے کر دیا۔ یہ لڑکی ایک انتہائی شریف اور صبح دار خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ قصر خلافت میں آگئی تو اس نے اپنے خاندان، اس کے والد مرزا ناصر احمد اور دیگر افراد خانہ کی اصل ”روحانیت“ اور ”احمدیت“ کا حقیقی عکس دیکھا تو اس کے لئے ایک ہل بھی یہاں رہنا ناممکن ہو گیا۔ ناچار اس شریف زادی نے ساری داستان اپنے گھر والوں کو بتائی اور مرزا القمان سے طلاق لے لی۔ اس عرصہ میں ان کے ہاں ایک بیٹا تولد ہو چکا تھا۔ مرزا القمان احمد نے مرزا ناصر احمد کی شہ پر اس بیٹے کو اغوا کر کے اسے فوری طور پر لندن سگنل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے لئے نہ صرف پاسپورٹ تیار کروایا گیا بلکہ ویزہ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن ”خاندان نبوت“ سے ہی قرہی تعلق رکھنے والے ایک معروف و متمول شخص نے نہایت خاموشی سے یہ اطلاع درانی صاحب کو پہنچا دی اور وہ اپنے بچوں کو بڑی مشکل سے ریوہ سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اب یہ لڑکا رضوان

پشاور کے ایک کالج میں زیر تعلیم ہے۔ مگر ”خاندان نبوت“ کے غنڈے وہاں سے بھی اسے اغوا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ مگر مقامی مسلمان طالب علموں، اساتذہ اور پرنسپل کی خصوصی نگہداشت کے سبب وہ ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اس کی ایک وجہ رضوان کے عزیز واقارب کا پوری طرح چوکس رہنا ہے۔ اگر وہ کہیں ربوہ میں ہی رہائش پذیر ہوتے تو پتہ نہیں تھا وہاں غنڈے ان کا کیا حشر کرتے اور اس بستی میں کوئی ایک شخص بھی کچی گواہی دینے کے لئے تیار نہ ہوتا۔

جب تک حکومت ربوہ کی رہائشی زمین کی (جو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت کوڑیوں کے مول لی گئی تھی) لیز ختم کر کے لوگوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیتی اور وہاں کارخانے لگا کر روزگار کے مواقع پیدا نہیں کرتی۔ ایک ہی اقلیت کے تسلط کے باعث یہاں غنڈہ گردی ہوتی رہے گی اور قانون بے بس اور لاچار رہے گا۔

عروسہ گیسٹ ہاؤس

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں ”خاندان نبوت“ کے معتبوب امیدوار ”خلافت“ مرزا رفیع احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز پیر صلاح الدین جو بیوروکریسی میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز رہے ہیں، راولپنڈی میں ”عروسہ گیسٹ ہاؤس“ کے نام سے فحاشی کا ایک اڈہ چلاتے ہوئے پکڑے گئے۔ جس پر ان کا منہ کالا کیا گیا اور اس کی روسیاهی کی تصویریں تمام قومی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ جس کو اس بارے میں کوئی شک ہو، وہ نوائے وقت اور جنگ کے فائلوں میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہے۔

غیر چندہ کتھے دیاں گے

قادیانی امت نے ماڈرن گدا گروں کا روپ دھار کر اپنے مریدوں کی جیبیں صاف کرنے کے لئے چندہ عام، چندہ جلسہ سالانہ، چندہ نشر و اشاعت، چندہ وصیت، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ خدام الاحمدیہ، چندہ انصار اللہ، چندہ اطفال الاحمدیہ، چندہ بہشتی مقبرہ اور اس طرح کے بیسیوں دیگر چندے وصول کرنے کے لئے گداگری کے اتنے کھنگول بنائے ہوئے ہیں کہ عام قادیانیوں سے جینے اور مرنے کا بھی ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے اور خود تو ”خاندان نبوت“ کے افراد اندرون ملک اور بیرون ملک عیاشانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن اپنے مریدوں کو سادگی

اور ”احمدیت“ اور ”اسلام“ کے فروغ کے لئے سادگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ اس مسلسل کنڈیشننگ کا یہ عالم ہے کہ عام قادیانی اسے بھی زندگی کا حصہ خیال کرنے لگ پڑتے ہیں۔ ماسٹر محمد عبداللہ ٹی۔ آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہیں اس بات کا یقینی اور قطعی علم ہو گیا کہ یہ مدرسہ خلیفہ جی اور ان کے حواریوں کو خام مال سپلائی کرنے کی زمری ہے تو انہیں یہ باتیں زبان پر لانے کی پاداش میں جماعت سے ہی نہیں نکالا گیا بلکہ مذہبی جاگیرداریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں شہر بدر بھی کر دیا گیا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پھر ”احمدیت“ پر ہی تین حرف بھیج دیں۔ کیونکہ اس کے رہنماؤں کے احوال و ظروف سے تو آپ کو بخوبی آگاہی ہو چکی ہے تو وہ کہنے لگے۔ ”اے گل تے ٹھیک اے پر فیر چندہ کتے دیاں گے؟“

لاہوری پارٹی کے سابق امیر مولوی صدر الدین نے جب وہ قادیان میں ٹی۔ آئی ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تو انہوں نے بھی اسی صورت حال کو ملاحظہ کیا تھا۔ ماسٹر عبداللہ اور مولوی صدر الدین نے ایک دوسرے کو ملنا تو درکنار شاید دیکھنا بھی نہ ہو لیکن ان کے بیانات میں مطابقت قادیانیوں کے لئے قابل غور ہے۔

یادوں کا کارواں چند مزید جھلکیاں

..... آغا سیف اللہ مربی ”سلسلہ عالیہ احمدیہ“ جو کئی سال تک ۸۷ سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں ”تبلیغی فرائض“ انجام دیتے رہے ہیں۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی اپنے مخصوص ایرانی ذوق کی وجہ سے خاصے معروف تھے اور سیالکوٹ کے نواحی قصبے کے ایک دوسرے طالب علم نصیر احمد سے ربط و ضبط کی وجہ سے رسوائی کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ موخر الذکر کو قدرے بھاری سرینوں کی وجہ سے نصیر احمد ”ڈھونگی“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آغا سیف اللہ نے میرے سامنے بوجہ واضح طور پر یہ تو تسلیم نہیں کیا کہ ان کے نصیر احمد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا تھی۔ لیکن اتنا ضرور بتایا کہ ایک دوسرے مربی صاحب داؤد احمد حنیف نے نصیر احمد سے ”کرم فرمائی“ کی استدعا کی تھی۔ لیکن انہوں نے آغا صاحب کو بتادیا۔ جس پر انہوں نے داؤد احمد حنیف کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی جو بالواسطہ اشارہ تھا کہ قادیانی امت کے قواعد و ضوابط کے مطابق کسی دوسرے کی جولوگاہ میں اس طرح کا کھلا تجاؤزور دست نہیں۔ آخر اجازت لے لینے میں ایسی کون سی قباحت ہے۔

موصوف نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے ایک ایم ایس سی دوست سے بھی مسلسل فیض یاب ہوتے رہتے ہیں اور انہیں اس بات پر خصوصی حیرت ہے کہ مردوزن اور دو مردوں کے درمیان جنسی مراسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ سارا پراس بالکل ایک جیسا ہے۔ پھر پتہ نہیں لوگ ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فنِ طفل تراشی کی کراہت کو کم کرنے کے لئے یہ بھی بتایا کہ مجید احمد سیالکوٹی مربی سلسلہ نے انہیں دورانِ تعلیم ہی ”سلوک“ کی ان منازل سے کچھ آگاہی بخشنے ہوئے کہا تھا کہ میرا داد احمد آنجنابی سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ جو ”صحرتِ مصلح موعود مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی“ کے نہایت قریبی عزیز اور میر محمد اسحاق کے بیٹے تھے۔ انہیں بھی اس خاندانی علتِ المشائخ سے حصہ وافر ملتا تھا اور موصوف (مجید احمد سیالکوٹی) کو افرجہ سالانہ میرا داد احمد کے ساتھ کئی سال تک پرنسپل اسٹنٹ کے طور پر ڈیوٹی دیتے ہوئے بعض بڑے نادر تجربات ہوئے اور اسی تعلق میں انہوں نے یہ بھی بتایا: ”ایسے ہی ایک موقع پر رات کے پچھلے چور جب سب اپنی اپنی ڈیوٹی سے تھک باز کرستانے کے لئے لیٹے تو میرا داد احمد نے میرے شجر حیات کو پکڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیا اور اسی عالم میں میں نے ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مجھے اندرون ملک مربی بنا کر نہیں رکھیں گے بلکہ کسی بیرونی ملک میں بھجوادیں گے اور پھر انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔“

راقم یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مجھے فنونِ کثیفہ کی اس صنف کے ایک اور ماہر جامعہ احمدیہ کے پرانے طالب علم صادق سدھو نے بتایا کہ میرا داد احمد انہیں حلیہ میں بلا کر اکثر پوچھا کرتے تھے کہ تم سلسلہ اغلامیات کے یہ مرحلے کس طریقے سے طے کرتے ہو۔ اس پس منظر میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ان کمزور لمحات میں اگر مجید احمد سیالکوٹی میرا داد احمد سے کچھ اور بھی منوالیتے تو شاید وہ اس سے بھی انکار نہ کرتے اور یوں قادیانی کام شاستر کے کچھ نئے آسن بھی سامنے آجاتے۔

خیر یہ چند جملے تو یونہی طوالت اختیار کر گئے۔ تذکرہ ہو رہا تھا آغا سیف اللہ صاحب کا جو آج کل قادیانی امت کے ناقوسِ خصوصی ”افضل“ کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے راقم الحروف کو خود بتایا کہ ان کی اہلیہ جو ”خاندانِ نبوت“ سے بڑی عقیدت رکھتی ہیں۔ ایک مرتبہ خلیفہ ثانی کے اس ”حرمِ پاک“ سے ملنے گئیں۔ جو ”بشری مہر آبا“ کے نام سے معروف ہیں تو جب تکلفات سے بے نیاز ہو کر کھلی ڈلی گفتگو شروع ہوئی تو موصوف نے کسی لگی پٹی کے بغیر کہا کہ ان کا تو رحم ہی موجود نہیں ہے۔ یہ رحم کس طرح ”معجزانہ“ طور پر غائب ہوا تھا اور عصمت کے اس دیرانے میں کس

انداز میں ”رذیاد کشف“ کی چادر چڑھا کر اس معالجے کو ٹھپ کر دیا گیا اور اندھے مریدوں اور مجبور عقیدت مندوں سے اس پر کیونکر ”زندہ ہاد“ کے نعرے لگوائے گئے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل پہلے آچکی ہے۔ اس لئے مزید طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ورنہ یہ حقائق ہمینی واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انہیں پوری تفصیل سے لکھا جائے تو ”کمزربک آف ورلڈ ریکارڈز“ کے کئی ایڈیشن اسی کے لئے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔

وہ لوگ جو طنز کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مسالک و مکاتب فکر کے دینی مدرسوں میں فقہی موشگافیاں جدا جدا اسکی، مگر عملی نصاب (کورس) ایک ہی ہے۔ وہ جامعہ احمدیہ کو اس فن میں وہ مقام دینے پر مجبور ہوں گے کہ پورے وثوق سے کہا جاسکے گا کہ یہاں سے ”احمدیت“ کی تبلیغ کے جو ”چراغ“ روشن ہو چکے اور ہو رہے ہیں۔ وہ کون کون سی تاریک راہوں کو منور کریں گے اور ”احمدیت“ کا ”نور“ کس طریقے سے پھیلائیں گے۔

شہر سدوم کا نوحہ

عمرطوی ایڈووکیٹ

پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون ستائے گا
ایک قصہ سنانے کی خاطر

ان راہروں کا

جو چلے شہر امید کو

اور صحرائیں بھٹکے ہوئے پھر رہے ہیں

جن کے اونٹوں کے کوہان سب گل چکے

اور محل نشینوں کے ننگے بدن

ہا دھر صر کا ایندھن ہوئے

پتھروں کی برستی ہوئی چھاؤں میں کون سا اجنبی آ گیا

ایک قصہ سنانے کی خاطر

ان طلسمات کا

خواہشوں سے سلکتے ہوئے

شہزادوں کے دھڑ جن میں پتھر ہوئے

کتابخانه آستان قدس
تاسیس ۱۳۰۲ هجری قمری
کتاب شماره ۱۰۰۰۰
تاریخ ثبت ۱۳۰۲ هجری قمری

کھلا خط



شفیق مرزا

بسم الله الرحمن الرحيم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کرمی و محترمی

آپ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ قوموں کی زندگی میں سب سے زیادہ نازک وقت وہ ہوتا ہے جب وہ غلامی کی خواب گراں سے بیدار ہو کر آزادی کے لئے تلملائی ہیں اور آنا فانا ہی ان کے قلب و ذہن میں کچھ کر گزرنے کے جذبات موجیں مارنے لگتے ہیں۔ ایسے لمحات میں غلاموں کی بیڑیوں کی چمک دشمنانِ شعور و آگہی کے لئے ہانگ در اہی نہیں تیغِ قضا بن جاتی ہیں اور ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ انہیں اپنے ظلم و ستم، جبر و تشدد اور مکر و فریب کے سارے جال ٹوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو وہ اپنے مذموم افعال کی جو بدیہی کے تصور ہی سے لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں اور آزادی کی نیلم پری کو دوبارہ پابہ زنجیر کرنے کے لئے سیاسی، معاشی اور مذہبی محاذ پر ہرجمن و ہر سامری کام میں لاتے ہیں۔ لیکن آزادی کا نشہ کچھ ایسا ہوتا ہے کہ یہ تمام حربے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور ان نام نہاد آقاؤں کو ہلا خراپنے کے کا حساب دینا پڑتا ہے۔ اس وقت سے لے کر جب حضرت بلالؓ نے اپنے دل میں ایمان کی پہلی کرن پھوننے پر اپنے مالک کے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے ایک مسلمان غلام پر کوڑے برسائے سے انکار کیا تھا۔ تا اس دم یہی سلسلہ جاری ہے اور کراہت سے ہر قسم کی غلامی کے مٹنے اور اس کے ہر گوشے میں محمد عربیؐ کے پھیرے لہرانے تک چراغِ مصطفوی و شرارِ بولہبی کی یہ کھشکشاں جاری رہے گی۔ اس پس منظر میں برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے ایک بھر پور انگڑائی لیتے ہوئے خوابوں کی دنیا کو الوداع کہنے کی تیاریاں شروع کیں تو فرنگی اقتدار کے رنگ محل میں لچل چل گئی اور انہوں نے اپنے آزمودہ ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں میں تشعب و افتراق کو ہوا دینے، حریت پسندوں پر زنداں وا کرنے اور انہیں معاش سے محروم کر کے اپنے قدموں پر جھکانے کی ہر سعی کر ڈالی۔ لیکن اس دورانے بھی کچھ کام نہ کیا تو دانش فرنگ نے پیغمبرِ آخر الزمان ﷺ کے در مان فیض سے امتِ مسلمہ کو علیحدہ کرنے کی سازش کرتے ہوئے اپنے ایک پرانے نمک خوار سے جعلی نبوت کا دعویٰ کروا کے مسلمانوں کا رخ مدینہ سے موڑ کر قادیان کی طرف کرنے کا ناکم رچایا اور یہی تاجِ برطانیہ کا کچھ اتنا دفا ولد اور اتنا غلامی پسند تھا کہ اس کے ذہن میں یہ بات سرے سے موجود ہی نہیں تھی کہ نبی کا کام لوگوں کو طوق و سلاسل سے آزاد کر کے ایک ہادقار قوم کے طور پر کھڑا کرنا ہوتا ہے۔ سو وہ تمام سلسلہ انبیاء کی انقلابی تاریخ کو طاق لسیاں پر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو الہامی بنیادوں پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دینے کا درس دیتے ہوئے بڑی ڈھٹائی سے یہ راگ الاپتا رہا۔

تاج و تخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام ان کی شاہی میں میں پاتا ہوں فلاح روزگار
 اس خود ساختہ نبی کا اپنی ۸۵ کے قریب کتب میں انگریز حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی
 تحریر نہ کرنا بلکہ خوشامد اور کاسہ لیسے کرتے ہوئے اس کی بدترین قہیدہ خوانی کرنا اور مناظراتی
 و مشاجراتی فضا پیدا کر کے امت مسلمہ ہند کی توجہ سیاسی جدوجہد سے ہٹا کر مذہبی مناقشات کی طرف
 پھیرنا صرف اس عہد کے حکمران طبقے ہی کے لئے منفعت بخش ہو سکتا تھا۔ جس کے لئے تمام
 مسلمانان عالم کا حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر اجماع اور عقیدہ جہاد سواہن روح بنا ہوا تھا۔ اور
 اس کی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح کوئی ایسا اہتمام ہو جائے کہ مسلمانوں کے دل سے تاجدار مدینہ کی
 محبت اور جہاد کی روح دونوں ختم ہو جائیں۔ اب چونکہ ایک نبی کے حکم میں ترمیم و تنسیخ دوسرے نبی
 کے ذریعے ہی سے ہوتی ہے۔ اس لئے برطانیہ ہی کی شہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے پہل اپنے
 آپ کو ایک مسیحیت مخالف مناظر کی حیثیت سے متعارف کروایا اور پھر مجدد، محدث، امتی نبی، ظلی
 نبی، بروزی نبی اور لغوی نبی کا دعویٰ کرتے ہوئے انجام کار باقاعدہ امر و نہی کے حامل ایک صاحب
 شریعت نبی ہونے تک جا پہنچا اور وحدت امت مسلمہ کی بنیادی اینٹ یعنی خاتمیت محمدی پر ضرب
 لگانے کی ناکام کوشش کر کے مسلمان پنجاب بن گیا اور اپنے اوپر ایمان نہ لانے والے مسلمانوں ہی کو
 کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ان سے مناکحت و معاہرت کے رشتے توڑ کر ان کے
 بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے کر ایک نئی امت کی بنیاد رکھی اور امت محمدیہ کے مقابل میں
 ایک نئی امت کھڑی کی۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ بعض مسلم فرقوں کے درمیان پائے
 جانے والے اختلافات خواہ کتنے بھی سنگین نوعیت کے کیوں نہ ہوں اور ان کے درمیان یہ شدت
 تعلیظ کے طور پر تکفیر تک ہی کیوں نہ جائے اس کی حیثیت فروری ہے۔ کیونکہ تمام فرقے قرآن کریم
 کے آخری کتاب، امت مسلمہ کے آخری امت اور حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر پورے صدق
 دل سے ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار اپنے نبی پر ایمان نہ لانے والوں کو
 انکار نبوت کی بناء پر کافر سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ فروری نہیں بلکہ اصولی اختلاف ہے۔ جب قادیانی
 فکری و عملی دونوں اعتبار سے مسلمانوں سے سماجی انقطاع کیئے ہوئے ہیں اور اس پر پوری سختی سے
 عمل پیرا ہیں تو مسلمانوں کا بھی یہی مطالبہ ہے کہ وہ ہم سے الگ رہیں اور محض ملازمتوں پر شب
 خون مارنے اور معاشی فوائد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان کہنے کی ضد ترک کر دیں اور
 قومی اسمبلی کے فیصلہ اور خود اپنی تعلیمات کے مطابق ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے امن اور
 چین سے رہیں اور ہر قسم کی اشتعال انگیزیوں سے پرہیز کریں۔ مگر قادیانیوں کو مسلمانوں سے لاگ

بھی ہے اور گاؤں بھی۔ وہ مسلمانوں سے نفرت بھی کرتے ہیں۔ لیکن گلشن کا کاروبار چلانے کے لئے ان سے محبت کا ڈھنڈورا بھی پیٹتے ہیں۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف ڈاڑھ خانی کرتے ہیں۔ آئمہ اطہار پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ علماء کے خلاف مخصوص قادیانی لب و لہجہ میں سب و شتم کرتے ہیں۔ مگر رہنا مسلمانوں کے اندر ہی چاہتے ہیں کہ اس کے بغیر یہ ڈرامہ سٹیج نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں نے بعد از خرابی بسیار انہیں اپنے جسد ملی سے کینسر کی طرح کاٹ کر علیحدہ کر دیا ہے تو فرنگی کا یہ خود کاشتہ پودا ان کے اندر افتراق انتشار کو بھڑکانے کی ہی سہی مذموم نہیں کر رہا۔ اپنا شباب فرنگی سامراج کے پہلو میں گزار کر اب امریکہ کی ٹانگہ بن کر ملک و ملت کے خلاف زہریلے پرائیگنڈے میں مصروف ہے اور واشنگٹن سے پاکستان کی امداد بند کرانے کے لئے کوشاں ہے اور اس امر کو فراموش کر رہا ہے کہ امداد امریکی قرضوں کے جال کے علاوہ بدترین امریکی مرہی معاہدہ سیٹو میں پاکستان کو پھنسانے والا اور ملکی کابینہ کی منظوری کے بغیر اس معاہدے پر دستخط کر کے اپنا استغنیٰ بھیج دینے والا ننگ وطن بھی ایک قادیانی جو ہدیری ظفر اللہ آنجمانی ہی تھا۔ حیرت ہے کہ ایک معمولی رجسٹرڈ کمپنی کو بھی اتنا تحفظ حاصل ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی پراڈکٹ کو رجسٹرڈ کرا لیتی ہے تو کوئی دوسرا ادارہ ایسی کوئی پراڈکٹ اس پیٹنگ یا اس سے ملتی جلتی پیٹنگ میں اپنی پراڈکٹ نہیں بیچ سکتا۔ لیکن قادیانی مسلمانوں کو اتنا بھی حق دینے کے لئے تیار نہیں کہ وہ قرآن و سنت کی نصوص سے طے شدہ اور چودہ سو سال سے متفقہ ختم نبوت کے اس مفہوم کو کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ مسلمانوں کی قطعی و حتمی شناخت کا معیار قرار دے سکیں۔ قادیانی اپنا کلمہ الگ بنائے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کا کلمہ پڑھتے ہوئے محمد رسول اللہ سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتب میں صراحت سے درج ہے۔ قادیان و ربوہ کے جلسوں کو ظلی حج قرار دیتے ہیں اور اپنے نبی صاحب کے مرتبے کو یہاں تک پہنچا دیتے ہیں کہ۔

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اول کی لاج (نعوذ باللہ)
 بلکہ یہاں تک کہنے میں بھی کوئی ہاک محسوس نہیں کرتے کہ: ”ان (مسلمانوں) کا خدا اور ہے اور ہمارا اور۔“ تو پھر ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کرنے میں کیا مشکل ہے کہ قادیانی اسلام ہی کے نہیں پاکستان کے بھی فدا رہیں۔ اس لئے ملک و ملت کے ہی خواہ ہونے کے اعتبار سے آپ کا یہ فرض ہے کہ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں، تبلیغی سرگرمیوں اور چال بازیوں پر کڑی نظر رکھیں اور ان سے ایسی علیحدگی اور انقطاع اپنا شعار بنا میں جس سے آپ کی اسلامی غیرت اور حب الوطنی کا اظہار ہوتا ہو۔ خدا تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین! والسلام اشفیق مرزا، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
کراچی

پیر بابا کی پاکیزگی کے حلف سے
مرید بیٹے کا گریز
جمع
ضمیمہ تبلیغی سفر



عبدالرحمن ڈیرہ غازیخان

پیش لفظ

راقم الحروف بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے وعاوی کی صداقت کے متعلق ایک عرصے سے جستجو میں مصروف رہا۔ ان کی تصانیف اور ان کے دوسرے کارہائے نمایاں جو اعداء اسلام کے مقابل ہیں۔ انہوں نے سرانجام دیئے۔ وہ کاشف شکوک و ظنون ہوئے۔ لیکن ایک سنگ راہ بدستور رہا۔ وہ آنجناب کے فرزند اکبر مرزا محمود احمد صاحب کا کردار وہ بڑے ذہین اور فطین انسان تھے۔ بہت عمدہ مقرر تھے۔ اعلیٰ درجے کے منتظم تھے۔ انہوں نے اپنے رنگ میں جماعت کو پروان چڑھایا۔ تنظیم میں ایک قسم کی بیداری پیدا کی۔ لیکن اپنی تقاریر و بیانات اور وعاوی سے ابتلاء بھی پیدا کئے۔ جماعت کی تنظیم اور اس کی اطاعت سے جو پھر پرستی سے بھی تجاوز کر گئی تھی۔ ان کی شخصیت کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ لیکن ان کے بعض جارہانہ دعاوی جماعت کے لئے زنجیر باہن بن جاتے رہے۔ لیکن سب سے زیادہ ابتلاء انگیز ان کے ذاتی کردار کا معاملہ تھا۔ سنگین الزامات سے ان کا گریز اور فرار جماعت کے اعلیٰ تقویٰ اور دوسرے جو یائے حق لوگوں کے لئے ایک معرہ بنا رہا۔ مجھے اس بات نے مرزا قادیانی کا حلقہ بگوش ہونے سے باز رکھا۔ آخر کار میں نے اور میرے لڑکے نے ان کے صاحبزادے مرزا رفیع احمد اور جماعت ربوہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق صاحب سے خط و کتابت شروع کی۔ اوّل الذکر سے اس لئے کہ بیٹا باپ کے لئے بہت غیور ہوتا ہے۔ چونکہ میری جستجو کا سارا مدار مٹو کد بالعداب حلف پر تھا۔ مجھے یقین تھا کہ مرزا رفیع احمد صاحب بلا حیل و حجت اپنے والد بزرگوار کی برأت میں حلف کے لئے تیار ہو جائیں گے اور میرے لئے راستہ صاف کر دیں گے۔ مثلاً میں خود اپنے والد بزرگوار کے کردار کی پاکیزگی کے متعلق سنگین سے سنگین حلف اٹھانے سے گریز نہیں کروں گا۔ جب دل کا معاملہ اس ایک نقطہ پر آ کر ٹھہرا کہ وہ قسم کھائیں اور میں جماعت میں شامل ہو جاؤں تو تامل کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ مؤخر الذکر بزرگ سے میں اس لئے مخاطب ہوا کہ الزامات کی موج تند جولاں ان کے گھر سے اٹھی اور قادیانی خلافت کے نہنگوں کے نشین تہ و بالا ہوئے۔ مرزا عبدالحق صاحب کے سسرال ختم ٹھونک کر باہر آ گئے۔ دعوت مہلبہ سے لکارا۔ کیونکہ ان کو اپنی عزیزہ کی بات پر پورا پورا یقین تھا۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ محض جھوٹ کی خاطر اتنی قربانیاں دے۔ جتنی ان کے سسرال نے دیں۔ جھوٹ اور بیچ کا ایک امتیازی نشان یہ رہا ہے کہ انسان بیچ کے لئے جان پر کھیل جاتا ہے۔ لیکن جھوٹ کے لئے معمولی سر درد سے بھی گریز کرتا ہے۔ علاوہ ازیں کون ہو شمند انسان اپنی عزیزہ کی بدکاری کا ڈھنڈھورا دیتا ہے کہ پیر کو زانی ثابت کیا جائے۔

حیرت کا مقام ہے کہ جب مہلبہ کا غلطہ اٹھا۔ قتل و آتش تک تو نوبت آئی۔ لیکن خلیفہ صاحب نے اپنی پاکیزگی کی قسم کھانے سے گریز کو ایمان بنا لیا۔ یہ بھی سنا جاتا رہا کہ انہوں نے باوجود گریز کے واقعہ تک کا ذکر کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ واقعہ چودہ سو سال پہلے مشیت ایزدی سے ان کی برأت کے لئے ہوا اور سورہ نور ان کے لئے نازل ہوئی۔ لیکن حضرت رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے کسی پہلو کی اتباع نہ کی۔ کیا سرور کائنات نے اس جتنہ کے اٹھانے والوں کا بایکٹ کیا تھا؟

میں نے اور میرے لڑکے نے مذکورہ بالا حضرات سے رجوع کیا۔ لیکن وہ دونوں اپنے خلیفہ صاحب کے نقش قدم پر چلتے رہے۔ مجھے خدا کی تعویذ سے ڈراتے رہے۔ لیکن معاملہ کی روح سے دور رہے حالانکہ جو لوگ خلیفہ صاحب کے کردار کے خلاف بغاوت کر کے نکلے۔ وہ محض حق و صداقت کی پرکھ کے لئے ہزار حلف اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں جو لوگ خلیفہ صاحب کو یوم تہل السرائر سے پہلے فدا ہوا دینی و دنیائی کا دینہ دیتے تھے۔ ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ ایک صبح اٹھ کر محض افتراء کے طور پر ان پر جنسی معصیت کا الزام لگانا شروع کر دیں۔ کوئی انسان اپنی ماؤں کے گناہوں کی جستجو نہیں کرتا۔ وہ اس فضا اور ماحول سے گریز یاں رہتا ہے۔ جس میں اس کی ماں پر زبان طعن دراز ہوتی ہے۔ بیٹے اور ماں کے گناہ میں ہمالیہ سے زیادہ سنگین پردہ حائل ہوتا ہے۔ جس وقت بیٹا ماں کے کردار کی شناخت سے بیزار ہو کر الگ ہوتا ہے تو وہ یقیناً ایسے انکشاف کے بعد ہوتا ہے۔ جس سے انکار ناممکن ہوتا ہے۔ یہی حال ان حضرات کا ہے جو خود تو خلیفہ صاحب کے متعلق کوئی بات نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اس سے عرق انفعال میں ڈوب جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کو خدا اور رسول کا واسطہ دیا جاتا ہے اور ان کی حلف کو معیار حق و صداقت قرار دیا جاتا ہے تو وہ بڑی صفائی سے بات کرتے ہیں اور حلف اٹھاتے ہیں۔ لیکن مرزا رفیع احمد صاحب اور مرزا عبدالحق نے بڑے عمدے طریق سے حلف سے گریز کی ہے اور ایک جو بیائے حق کو مرزا قادیانی کی قبولیت سے محروم کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ ربوہ کے خلیفہ ثانی کا دعویٰ تھا کہ وہ مرزا قادیانی کے موعود بیٹے اور ذریت طیبہ ہیں۔ وہ کئی روحانی مدارج کے مدعی بھی تھے۔ اس لئے ان کا معاملہ صاف ہونا از بس ضروری ہے وہ ہر وقت احتساب کے مستوجب ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو جو بیائے حق ان کو نظر انداز کر کے بھی رجوع کر سکتا تھا۔ خلیفہ ثانی کے کردار اور الزامات کی تشفی بخش صفائی سے گریز نے کم از کم مجھے محضے میں جتلا کر دیا ہے۔ اس کی ساری ذمہ داری اس وقت مرزا رفیع احمد اور مرزا عبدالحق پر عائد ہوتی ہے۔ اگر الزام لگانے والے حلف عذاب کے لئے تیار ہیں تو ان کو کیا تامل ہے جو خلیفہ ثانی کو مصلح موعود مانتے ہیں۔ لیکن خلیفہ ثانی

اور ان کی جماعت نے جو طریق اختیار کر رکھا ہے وہ اس خطا کار ماں کا ہے۔ جو اپنے مجروح دل بیٹے کی علیحدگی کو سوسائٹی کے سامنے اس طرح پیش کرتی ہے۔ جیسے اس بیٹے نے صالح ماں کے خلاف بغاوت کی ہے اور ماں کی اطاعت اور احترام نہ کر کے حضور سرور کائنات ﷺ کی تعلیمات کی بے حرمتی کر رہا ہے۔ بیٹا شرم کے مارے سر بگریاں ہے۔ کیونکہ جو کچھ وہ اپنے رویے اور احتجاج کے حق میں کہے گا۔ اس میں اس کی ماں کی عصمت کا معاملہ طشت ازہام ہوتا ہے۔ جب ساجی دباؤ سے وہ اذیت ناک حقیقت کا اظہار کرتا ہے تو ماں آسمان سر پر اٹھالیتی ہے اور چلاتی ہے۔ دیکھو یہ نابکار بے حیا بیٹا ماں کی عصمت پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔ لامحالہ لوگ ماں کے طرفدار ہو جاتے ہیں اور دکھی بیٹے کو ملامت کرتے ہیں۔ لیکن خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ماں کی بخش کاری کے نظارے سے بیٹے کے دل پر کتنی قیامتیں نازل ہوئیں۔ وہ حقیقت میں مظلوم بیٹا، ماں کے فریب کارانہ داویلا سے ظالم سمجھا جاتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوا۔ جو خلیفہ ثانی سے زخمی ہو کر نکلے اور خلیفہ صاحب نے اور جماعت نے داویلا چھایا کہ دیکھو مرید ہو کر زنا کا الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ یہی بات ان کی سچائی کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ کوئی مرید مرشد پر الزام نہیں لگاتا۔ جب تک مرشد کی بخش کاریاں عریاں ہو کر اس کے سامنے نہ آجائیں اور اس کے لئے نہ جائے انکار ہو اور نہ اذہار۔

میں ان دو حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا مرزا قادیانی کا اپنے مخالفوں سے یہی رویہ تھا۔ کیا وہ ہر فیصلہ کن بات پر حق و صداقت کی خاطر مبالغے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے تھے؟ کیا حضرت مولانا نور الدین کو اگر خدا خواستہ یہ سانحہ پیش آتا تو وہ اس طرح سے گریز کرتے جس طرح نام نہاد موعود بیٹے نے کیا تھا؟ چونکہ غلط و کتابت سے معاملہ صاف نہیں ہوا اور مذکورہ بالا حضرات نے مجھے ڈرانے کی سعی کی ہے۔ کشف خطا کے لئے ساجی نہیں ہوئے۔ ساری خط و کتابت شائع کر رہا ہوں۔ تاکہ قارئین خود فیصلہ فرمائیں۔ میں نے آخری خط میں اشاعت کا ذکر بھی کیا ہے۔

عبدالرحمن!

خط نمبر ۱

قرآن کی تفہیک سے رک جائیں؟

مکرم مرزا (عبدالرحمن سرگودھا) صاحب! آپ کا مضمون بعنوان ”حضرت خلیفہ المسیح الثانی کے کارنامے بلحاظ فیض روحانی“

رسالہ ”انصار اللہ“ ربوہ ماہ نومبر میں نظر سے گزرا اور تو لکھیں تو تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ خلیفہ صاحب ثانی کی ذات بے برکات سے ناواقف ہیں۔ آپ کو تو آپ کی زوجہ محترمہ سیکینہ بیگم نے آج سے کئی سال پہلے خلیفہ صاحب کی ناپاک زندگی سے آگاہ کر دیا تھا۔ کاش کہ آپ نے اپنی بیوی سے پوچھ لیا ہوتا۔ خلیفہ صاحب کے روحانی فیوضات کیا ہیں؟ آپ خدا کو کیا جواب دیں گے۔ خدا کے لئے تدبیر سے کام لیں اور ایک ناپاک گندے، بدکار آدمی کو قرآنی آیات کا مصداق نہ ٹھہرائیں۔ قرآن کی تفہیم سے رک جائیں اور اپنی بیوی کی شہادت پر اعتبار کریں۔ عبدالرحمن! بلاک نمبر ۴، ڈیرہ قازی خان، مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۶۶ء

خط نمبر: بجواب عبدالرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

کوشی نمبر ۶، انکم لکس روڈ سرگودھا چھاؤنی

مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ

مکرمی السلام علیکم!

میں مشرقی پاکستان گیا ہوا تھا۔ وہاں سے واپس آ کر آپ کا خط ملا۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو نور فراست دے تو میرے مضمون سے سدھر سکتا ہے کہ الزامات جو حضور کی ذات بابرکات پر لگائے جاتے ہیں، درست نہیں۔ ہم خدا کے فضل سے اہل غرض نہیں ہیں۔ بلکہ سینکڑوں روپے ماہوار چندہ دیتے ہیں اور نصف سے زیادہ وقت خدمت دین کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ (جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے) اگر ان میں سے کوئی بات بھی درست ہوتی تو تعلق اخلاص ممکن نہ ہوتا۔ ہم نے اس شخص کو دیکھا اور خوب گہرے طور پر دیکھا۔ وہ ایک نہایت قیمتی موتی تھا۔ لیکن پھر بھی شکر کھانے والوں نے شکر کھائی۔ یہ ان کی عقل اور فہم اور دینی حس کا قصور تھا۔ انہوں نے یہ بھی سوچا کہ اگر وہ خود باللہ ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ وہ لوگ سمجھتے رہے تو اس کو اتنے بیٹھے پھل کیسے لگ گئے۔ اگر میں اس درخت کے پھل گنواؤں تو یہ جگہ کافی نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برکت بخشی اور ہر طرف سے بخشی۔ اس پر بدظنی کرنے والے نور ایمان سے محروم رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی قانون ہے۔ میں نے اس خیال سے یہ چند حرف لکھے ہیں کہ شاید یہ آپ کی ہدایت کا موجب ہوں۔ ورنہ میں اس کے جواب کی طرف مائل نہ ہوتا۔ والسلام!

عبدالحق، امیر جماعت احمدیہ سابق صوبہ پنجاب وہاں لہورا

کیا آپ کی زوجہ محترمہ نے مرزا محمود پر زنا کا الزام لگایا تھا؟

اصل سوال کی یاد دہانی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

محترم برادر مرزا عبدالحق صاحب، سلمک اللہ تعالیٰ!

آپ کا جواب ملا۔ جس کا میں بہت شکر گزار ہوں۔ امید ہے کہ میرے شکوک دور کرنے میں میری رہنمائی کریں گے۔ کیونکہ وہی شکوک جماعت ربوہ میں داخل ہونے میں مانع ہیں۔ آپ نے اپنے خط میں جماعت سے خلوص اور دل بستگی کا اظہار کیا ہے۔ اس میں تو کسی کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ پہلے میں آپ سے جو کچھ لکھنا چاہتا ہوں، معذرت چاہتا ہوں میرے لکھنے کی غرض صرف حقیقت پر پہنچنا ہے۔ مجھے حسب ذیل سوالات کے جوابات درکار ہیں۔

۱..... کیا آپ کی زوجہ محترمہ سیکنڈ بیگم نے خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام لگایا تھا؟

۲..... کیا خلیفہ صاحب کے پاس زنا کا الزام سن کر گئے تھے؟ نیز انہوں نے کیا جواب دیا جس کی وجہ سے آپ کی تسلی ہوئی؟

ممکن ہے جو جواب آپ کی تشفی کا موجب بنا ہو، میرے لئے بھی ہدایت کا موجب بن جائے۔ مجھے امید کامل ہے کہ آپ ان حذکرہ بالا سوالات کے جوابات سیدھے سادھے الفاظ میں دے کر ممنون فرمائیں گے۔ والسلام!

عبدالرحمن لاہوری

لاہوری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، بلاک نمبر ۴

ڈیرہ غازی خاں، مورخہ ۲۵ فروری ۱۹۶۶ء

مخط نمبر: ۳..... عبدالرحمن، بطور یاد دہانی

زنا کے الزام کی صفائی کیجئے!

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مکرم و محترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ نے میرے ایک خط کا جواب نہایت محبت اور خلوص کے رنگ میں دیا تھا جس

میں آپ نے خلیفہ صاحب کی عظمت اور بزرگی کا اظہار کیا تھا۔ یہ رنگ مجھے پسند آیا تو میں نے اپنے ہلکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے دوبارہ آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ جس میں تین سوالات درج کئے تھے اور آپ سے درخواست کی تھی کہ جواب سے نوازیں تاکہ ہمارے دلوں سے بھی تاریکی کے بادل چھٹ جائیں اس خط کا جواب دستیاب نہیں ہوا۔ اس وجہ سے دوبارہ یاد دہانی کے طور پر خط لکھ رہا ہوں اور اس میں انہی سوالات کا اعادہ کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان سوالات کے جوابات دے کر ممنون فرمائیں گے تاکہ ہلکوک کا ازالہ ہو سکے۔

سوال

..... کیا آپ کی بیوی محترمہ سیکینہ بی بی نے اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی پر زنا کا الزام نہیں لگایا تھا؟

..... ۲ پھر اس الزام کو سن کر کیا آپ خلیفہ صاحب کے پاس نہیں گئے تھے؟

..... ۳ خلیفہ صاحب کی طرف سے وہ کیا جواب تھا جس نے آپ کی تسلی کر دی؟

چونکہ یہ الزامات آپ کی بیوی کی طرف سے منسوب کئے جاتے ہیں اور آپ کا بھی کسی نہ کسی رنگ میں ذکر آتا ہے اور اس وجہ سے ان الزامات کی صفائی آپ ہی کر سکتے ہیں۔ امید ہے کہ برا نہ مناتے ہوئے جواب سے نوازیں گے۔ ممکن ہے کہ یہ جوابات میری ہدایت کا موجب نہیں۔

عبدالرحمن، اپریل ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۳..... بھوج عبدالرحمن

جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مکرمی عبدالرحمن صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا۔ اس سے پہلے خط بھی ملا تھا۔ یہ باتیں خط و کتابت میں لانی مناسب نہیں ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ آپ کو کسی وقت توفیق دے تو میرے پاس آئیں۔ میں انشاء اللہ! آپ کی تسلی کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ پسند کریں گے تو آمد و رفت کا کرایہ پیش کر دوں گا۔ لیکن اسے سمجھنے کے لئے صحت نیت ضروری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اخلاص کے ساتھ پورا جھکاؤ ہو تو وہ ہدایت سے محروم نہیں رہنے دیتا۔ ان الزامات میں بے حد مبالغے کئے گئے ہیں۔ الزامات

لگانے والوں نے اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو نہیں دیکھا جو ان الزامات کی پوری تردید کرتا ہے۔
والسلام!

خاکسار: مرزا عبدالحق، امیر جماعت ہائے احمدیہ، سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور
خط نمبر: ۴..... عبدالرحمن، اصل سوال کی حزید یاد دہانی

میرے سوال کی طرف توجہ دیجئے

محترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

آپ کا خط مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۶۶ء کو ملا۔ آپ نے لکھا ہے میں نے جن امور سے متعلق آپ سے دریافت کیا ہے۔ ان کو خط و کتابت میں لانا مناسب نہیں اور تسلی دلانے کے لئے آپ نے سرگودھا آنے کی دعوت دی ہے۔ اس بارہ میں یہ عرض ہے کہ مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں۔ جو امر مجھے ربوہ جماعت سے دور رکھنے کا موجب ہے۔ وہ وہی الزامات ہیں جو وقتاً فوقتاً خلیفہ صاحب کی ذات پر لگتے رہے ہیں۔ پھر ان الزامات میں تو اترا کارنگ پایا جاتا ہے۔ سرگودھا صرف اس شرط پر آنے کو تیار ہوں کہ آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دیں۔ جن کا تعلق آپ کی بیوی محترمہ سکی نہ بیگم سے ہے۔ کیونکہ عام سماعت کے مطابق آپ کی محترمہ نے آپ کو ہی خلیفہ صاحب کے کردار سے آگاہ کیا تھا۔ میرے لئے اس وقت تک دوسرے دلائل تسلی کا موجب نہیں ہوں گے۔ جب تک آپ ان الزامات کی تردید نہ کریں۔ اگر خلیفہ صاحب کا کردار ہی محل نظر ہو تو دوسرے دلائل کی طرف توجہ کرنا بے فائدہ ہے۔ نہ کوئی سمجھ دار آدمی ان دلائل سے مطمئن ہو سکتا ہے اگر آپ مجھے ان الزامات کا جواب نفی یا اثبات میں دینے کو تیار ہوں تو مجھے سرگودھا آنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ امید ہے کہ میرے اس ذہن کو مد نظر رکھ کر جواب سے نوازیں گے۔ اگر دوسرے غیر متعلقہ مباحث میں ڈال کر تسلی دینے کی کوشش کرنا ہے تو پھر مجھے سرگودھا کا سفر اختیار کرنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

عبدالرحمن!

۱۶ اپریل ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۵..... بطور یاد دہانی

خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر سنگین قسم کے الزامات کا تدارک کیجئے

آخری حزید یاد دہانی

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مکرم و محترم مرزا صاحب، السلام علیکم! مزاج مبارک

مورخہ ۱۶ اپریل ۱۹۶۶ء کو آپ کی خدمت میں جواباً مراسلہ ارسال کیا تھا کہ جس میں خاکسار نے تحقیق حق کے لئے سرگودھا آنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا تاکہ اس الزام کی تردید یا توثیق، جو آپ کی زوجہ محترمہ سیکینہ بیگم نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر لگایا تھا معلوم کر سکوں۔ افسوس ہے کہ آپ نے جواب تک نہیں دیا۔ آپ کی یہ خاموشی اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ آپ کی محترمہ نے خلیفہ صاحب دوم کی ذات پر کوئی سنگین قسم کا الزام عائد کیا تھا۔ جس کو آپ پردہ راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور اب مجھے اس امر کا حق پہنچتا ہے کہ میں تمام خط و کتابت شائع کر دوں تاکہ اپنے اور بیگانے خلیفہ صاحب کے دعویٰ مصلح موعودیت کی حقیقت سے آشنا ہو سکیں۔ والسلام!

عبدالرحمن لاجپورین، بلاک نمبر ۴

ڈیرہ غازی خاں، مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۶۶ء

اب یہ خط و کتابت کا سلسلہ شفیق الرحمن خان صاحب اور مرزا رفیع احمد صاحب خلف الرشید تقدس مآب مرزا محمود احمد کے مابین ہوا۔ جو ہدیہ ناظرین ہے۔ اس پمفلٹ کو ربوہ کی ہر جماعت میں کثرت سے تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ یہ ٹریکٹ بنی نوع انسان کے لئے اور خصوصاً جماعت ربوہ کے لئے موجب ہدایت بن سکتا ہے۔

خط نمبر: شفیق الرحمن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مکرم مرزا رفیع احمد صاحب!

میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے علم کلام سے متاثر ہوں، کتب دیکھی ہیں۔ اپنی استعداد کے مطابق مطالعہ بھی کیا ہے۔ جن میں سچائی رتب نظر آتی ہے۔ چونکہ اب ایک گروہ کی طرف سے، مرزا صاحب کے خلیفہ مرزا محمود احمد پر نہایت ہی بھیا تک الزامات لگائے گئے ہیں۔ وہ الزامات ہیں بھی ان کے مریدوں کی طرف سے جو کسی زمانہ میں خلیفہ صاحب کے نہایت ہی قریب رہ چکے ہیں۔ ان میں ایک مولوی عبدالرحمن صاحب مصری بھی ہیں۔

ان الزامات کی تردید یا تو خلیفہ صاحب کی ازواج کر سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے خاوند کے عیوب سے بگلی واقف ہوتی ہے یا خلیفہ صاحب کے صاحبزادگان کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی گھر کے ماحول سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ میں مرحوم خلیفہ صاحب کی بیوگان کی طرف تو خط نہیں لکھ

سکتا۔ آپ کے نام سے واقف تھا۔ کیونکہ آپ ایک دفعہ ڈیرہ غازی خان تشریف لائے تھے۔ آپ سے خدا کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ میری تسلی حلف سے کریں کہ وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب پر لگائے گئے ہیں، غلط ہیں۔ خلیفہ صاحب کی زندگی مقدس انسانوں کی طرح تھی۔ وہ مرزا صاحب کی پیش گوئی، مصلح موعود کے مصداق ہیں۔ مجھے اس بات سے تسلی نہیں ہے کہ آپ خلیفہ صاحب کو مان رہے ہیں۔ اس وجہ سے بعض اوقات وہ الزامات غلط ہو سکتے ہیں کہ ایک آدمی اپنے خاندان کے وقار کو ملحوظ رکھ کر بھی حقیقت سے چشم پوشی کرتا ہے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتا۔ چونکہ یہ مذہب کا معاملہ ہے۔ اس وجہ سے نہیں ہے۔ خدا کے نام پر اپیل کی ہے اور حلف کا مطالبہ کیا ہے۔ اگر آپ نے خاموشی اختیار کی تو میں سمجھ لوں گا کہ عائد کردہ الزامات مبنی برصدقت ہیں اور قیامت کے روز میرا ہاتھ آپ کے گریبان میں ہوگا۔

شفیق الرحمن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خان

خط نمبر: ۱..... بجواب شفیق الرحمن، جواب مرزا رفیع احمد صاحب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مکرم شفیق الرحمن خاں صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط کچھ عرصہ ہوا، ملا تھا۔ چونکہ پچھلے دنوں میں دورہ پر رہا۔ اس لئے جلد جواب نہ دے سکا۔ آپ نے اپنے خط میں جو دل آزار مفتریانہ باتیں لکھی ہیں۔ ان کو میں حوالہ بخدا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کا فیصلہ فرمادے گا۔ اس امر کا بہت افسوس ہے کہ آپ قرآن کریم کی تعلیم سے بالکل لاعلم ہیں۔ ان لوگوں کی جن باتوں کو آپ نے بیان کیا ہے، قرآن کریم نے جموں قرار دیا ہے۔ آپ سورۃ نور پر غور کریں، اس کی آیت ۱۲، ۱۳ میں صاف طور پر ایسے لوگوں کو جموں قرار دیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی گواہی قبول نہیں کرتے تو میری گواہی اس کے مقابل پر کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یہ یقین رکھیں اور مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ قیامت کے دن میرا گریبان آپ کے ہاتھ میں نہیں ہوگا۔ میرا خدا مجھے یقیناً اس ذلت سے بچائے گا۔ میں نے اس کی اتنی حثایات دیکھی ہیں کہ میں اس بارہ میں شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ ہاں! اگر آپ نے ان باتوں سے توبہ نہ کی اور قرآن کریم کے فیصلہ کو، جو سورۃ نور میں بیان ہوا ہے۔ قبول نہ کیا تو آپ کا گریبان قیامت کے دن میرے ہاتھ میں ہوگا اور آپ اس دن کی رسوائی سے بچ نہیں سکیں گے۔ انشاء اللہ!

والسلام! مرزا رفیع احمد

حلیفہ قسم کا مطالبہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم و محترم مرزا صاحب، السلام علیکم!

مدت ہوئی ہے کہ آپ کی طرف سے میرے خط کا جواب موصول ہوا تھا۔ جواب الجواب ارسال کرنے میں تاخیر ہوا ہے۔ میں نے آپ کو لکھا تھا کہ آپ ان الزامات کی تردید حلفاً کریں جو خلیفہ صاحب کی ذات پر متواتر لگتے رہے ہیں۔ آپ نے تردید کرنے کی بجائے سورۃ نور کی آیت ۱۲، ۱۳ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ میں نے ان آیات کو غور سے پڑھا، وہاں تو خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی تردید نظر نہیں آئی۔ وہاں صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ پر بے بنیاد الزامات کی تردید خود اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے بھی خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید کی ہے۔ اگر کی ہے تو کہاں؟

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے فتویٰ کی بناء پر خلیفہ صاحب کو الزام لگانے والوں نے مہابہ کے لئے بلایا۔ لیکن خلیفہ صاحب مقابل پر نہ آئے۔ حالانکہ بڑے مرزا صاحب کے فتویٰ کی بناء پر ہی ان کو مہابہ پر آنا پڑا تھا۔ نامعلوم ان کے پاس کون سی شرعی دلیل تھی جس کی وجہ سے وہ مہابہ پر نہ اترے۔ آپ نے لکھا کہ جب آپ کو قرآن کی گواہی میں یقین نہیں تو میری گواہی پر کیسے یقین آئے گا۔ قرآن کی گواہی کے متعلق تو لکھ چکا ہوں کہ وہ خلیفہ صاحب کے الزامات کی تردید نہیں کر رہی، باقی رہا آپ کی گواہی میں یقین سے کہتا ہوں کہ آپ الزامات میں قسم اٹھائیں تو میں آپ کو صادق ہی گردانوں گا۔ کیونکہ ہر آدمی نے ایک دن خدا کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ حلف کے الفاظ یہ ہیں۔

”میں اس خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس کی جموئی قسم کھانا لعینوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کی ذات پر جو دو قافو قازنا کے الزامات لگتے رہے ہیں۔ وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بناء پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مرحوم مقدس، پاکہاز، اسلامی عبادات کو کما حقہ ادا کرنے والے اور خدا کے مقرر کردہ مصلح موعود ہیں۔ اگر میں اپنے حلف میں جموئا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک

سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لئے عبرت کا موجب ہو۔“
مجھے امید ہے کہ آپ ان الفاظ میں قسم کھانے سے گریز نہیں کریں گے اور مجھے
دوسرے دلائل لاطائل سے تسلی دلانے کی کوشش نہ کریں۔ میرے لئے اب صرف قسم ہی بریت کی
دلیل ہے۔ وہ بھی خلیفہ صاحب کے خاندان کے کسی فرد کی۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی طرف
رجوع کیا ہے۔، جواب دے کر ممنون فرمائیں۔
والسلام!

شفیق الرحمن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خاں، مورخہ ۹ جون ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۳..... شفیق الرحمن

قصر خلافت کی رنگین اور سنگین محفلیں

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

کرم و محترم جناب صاحبزادہ مرزار فیح احمد صاحب السلام علیکم..... حراج شریف!

آپ کی خدمت میں مورخہ ۹ جون ۱۹۶۶ء کو جواباً مراسلہ ارسال کیا تھا۔ آپ نے
میرے پہلے خط مورخہ ۲ مارچ ۱۹۶۶ء کے جواب میں سورہ نور کی آیت نمبر ۱۲، ۱۳ کی طرف اشارہ کیا
تھا۔ اسی تحقیق کی خاطر آپ کی خدمت میں لکھا تھا کہ آیا خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر ان سنگین
الزامات کی حلفاً تردید کر سکتے ہیں جو انہی کے مریدین کی طرف سے عائد کئے گئے ہیں۔ جب کہ
مریدین کے علاوہ الزام لگانے والوں میں خلیفہ صاحب کے خاندان کے افراد اور ان کے قریبی
رشتہ دار بھی شامل ہیں۔ مثلاً آپ کے چھوٹے بھائی مرزا حنیف احمد صاحب، بی۔ اے، ایل ایل۔ بی
نے ربوہ میں اپنے دوستوں کے سامنے خلیفہ صاحب کی ذات پر عائد کردہ الزامات کی توثیق کی تھی۔
اس توثیق کی وجہ سے بعض افراد ربوہ چھوڑ کر پہلے جھنگ چلے گئے۔ بعد ازاں اب وہ رحیم یار خاں
میں آباد ہیں۔ بعض اب بھی ربوہ میں رہتے ہیں۔ وہ اپنی خانگی مجبوریوں کی وجہ سے ربوہ کو چھوڑ نہیں
سکتے۔ کیونکہ ان کا گزارہ آپ لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح سید خاندان (ام طاہر اور بشری
زوجین خلیفہ صاحب ثانی کا خاندان) کے افراد مثلاً سید نعیم احمد صاحب بھی ولایت چائے ہوئے
اپنے دوستوں کو قصر خلافت کی رنگین محافل کا حامل بنا کر گئے تھے۔

جن افراد کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ زندہ ہیں۔ وہ کبھی بھی حلفاً تردید نہیں کر سکتے کہ

انہوں نے خلیفہ صاحب ثانی کی ذات پر الزام نہیں لگائے۔ ان حقائق اور شواہد کی موجودگی میں جب آپ بھی خاموشی اختیار کر کے الزام لگانے والوں میں شامل ہوتے ہیں تو خلیفہ صاحب ثانی پر عائد کردہ الزامات کو غلط قرار دوں یا صحیح؟ فقط!

خاکسار: شفیق الرحمن خاں معرفت مولوی محمد افضل خان صاحب

بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خاں، مورخہ ۱۰ جون ۱۹۶۶ء

خط نمبر: ۲..... بحوالہ شفیق الرحمن

سوال گندم جواب چنا، جواب مرزار فیح احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شفیق الرحمن خاں صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا۔ میرا جواب وہی ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں۔ ایک ایسا انسان جس کا توکل اپنے حاضر و ناظر عالم الغیب اور قدرتوں والے خدا پر ہو، اسے دنیا کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ دنیا اسے گندہ کہے، حرام کار قرار دے یا جو چاہے وہ کہے۔ اسے اس سے کیا۔ اسے تو اپنے خدا سے واسطہ اور تعلق ہے اور وہ خدا کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ یہی طریق میرے باپ نے اختیار کیا اور یہی میں بھی بتوفیق الہی اختیار کروں گا۔ رہا یہ کہ مرزا حنیف احمد یا کسی اور رشتہ دار نے ایسی بات کی، اول تو یہ بات جھوٹ اور خلاف عقل معلوم ہوتی ہے اور اگر صحیح ہے تو بھی جس نے ایسا کہا، وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم اسے جھوٹا قرار دیتا ہے۔ کیا آپ کو علم نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان کی اپنی بہن نے ایسا الزام لگایا تھا۔ کیا حضرت لوط علیہ السلام کے اپنے مریدوں اور قریبوں نے ان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا کہ انہوں نے شراب کے نشہ میں اپنی ہی بیٹیوں کے ساتھ بد فعلی کی اور کیا حضرت سلیمان پر اس سے بڑھ کر الزام نہیں لگایا گیا کہ نعوذ باللہ وہ چھپ کر بت پرستی کرتے تھے اور اور یاہ توکل کرا کے اس کی بیوی سے زنا کیا۔ کیا آپ ان الزامات کو، جو ان محسوسوں اور پاک ہازوں پر لگائے گئے اور ان کے اپنے مریدوں اور قریبوں کی طرف سے لگائے گئے، سچا مانتے ہیں اور ول میں نہانی کفر رکھتے ہیں۔ اگر سچا نہیں مانتے تو کیوں؟ اس لئے کہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔ میں بھی اسی وجہ سے ان لوگوں کو، جنہوں نے میرے باپ پر، یا ہمارے خلیفہ اول پر یا دوسرے پاک ہازوں پر الزام لگائے ہیں، جھوٹا اور مورد نظرین سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قرآن کریم انہیں جھوٹا قرار دیتا ہے۔

والسلام! مرزار فیح احمد

کیا خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی خلیفہ کی پاک دامنی پر قسم کھا سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مکرم و محترم جناب مرزا رفیع احمد سلمہ الرحمن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط ملا، جس میں آپ نے گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر بائبل کی رو سے عائد کردہ الزامات کو دہرا کر یہ لکھا ہے کہ یہ الزامات ان کے مریدین نے لگائے تھے۔ افسوس اس امر کا ہے کہ آپ نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ کسی نبی پر بھی ان کی زندگی میں ان کے کسی مرید نے بھی زنا وغیرہ کا الزام عائد نہیں کیا۔ جن الزامات کی آپ نے نشاندہی کی ہے، وہ بائبل کے مرتبین نے انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کئے ہیں۔ بائبل کے مفسرین اور قرآن مجید کے مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ باتیں بعد کی اختراع ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی تاریخی ثبوت ہو کہ کسی نبی پر ان کی زندگی میں، ان کے ماننے والوں میں سے کسی نے زنا کا الزام عائد کیا ہے تو مجھے حوالہ کے ساتھ تحریر کریں۔

دوم..... تمام انبیاء علیہم السلام کی بریت اور عصمت پر قرآن مجید نے گواہی دی ہے۔ اس وجہ سے ہر مسلمان ہر ایک نبی کی پاک دامنی کے لئے ہر قسم کا حلف اٹھانے کو تیار ہے۔ بلکہ آپ سے بھی یہ کہا جائے کہ بائبل کے مطعون انبیاء علیہم السلام کی پاک دامنی پر حلف اٹھائیں تو آپ انشراح صدر سے تیار ہو جائیں گے۔

سوم..... آپ، خلیفہ صاحب پر زنا کا الزام لگانے والوں کو قرآن کی کسی نامعلوم آیت کی روشنی میں قابل نفرت اور جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ جب آپ کو خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ مندرجہ ذیل قسم کھانے سے گریز کیوں کرتے ہیں۔ یہ الفاظ میں کسی اور خط میں بھی لکھ چکا ہوں۔ اب دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔

”میں اپنے خدا کو حاضر و ناظر جان کر قسم کھاتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتوں کا کام ہے کہ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کی ذات پر جو وقتاً فوقتاً الزامات لگتے رہے ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔ میں گھر کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے حق الیقین کی بناء پر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مقدس، پاکباز، اسلامی عبادات کو کما حقہ ادا کرنے والے اور مرزا غلام

احمد قادیانی کی پیش گوئی مصلح موعود کے حقیقی مصداق ہیں۔ اگر میں حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر ایک سال تک ایسا عذاب نازل کرے جو تمام دنیا کے لئے عبرت کا موجب ہو۔“
مجھے اب امید ہے کہ میرے تذکرہ بالا حلف کے الفاظ کو لکھ کر دستخط کر دیں گے۔
میرے نزدیک خلیفہ صاحب کی بریت کے لئے دعویٰ راستے تھے۔
ایک ان کا خود مہالہ کرنا۔

دوم آپ کے گھر کے کسی ممبر کا حلف اٹھانا۔ (گھر کے ممبر سے مراد آپ کی ازواج اور لڑکے ہیں) چونکہ خلیفہ صاحب اپنی زندگی میں مہالہ کی دعوت دینے والوں کے مقابل پر نہیں آئے۔ اب کسی متذبذب آدمی کے اطمینان کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ ہے گھر کے کسی آدمی کا حلف اٹھانا۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی خدمت میں لکھا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ آپ جواب دیتے ہیں۔ لیکن حلف نہیں اٹھاتے۔ آپ کا حلف نہ اٹھانے کی وجہ سے میرا شک یقین میں متبدل ہوتا جا رہا ہے۔ آپ قرآن کی روشنی میں الزام لگانے والوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ لیکن خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر حلف نہیں اٹھاتے، اس کی کیا وجہ ہے؟

میرے نزدیک تو قرآن مجید کی کسی آیت سے اشارہ انحص کے طور پر بھی (ان کی) بریت ظاہر نہیں ہوتی۔ معلوم نہیں کہ آپ سورہ لور کی آیت ۱۳:۱۲ سے خلیفہ صاحب کی پاک دامنی پر کس طرح استدلال کرتے ہیں۔ میں تمام بحثوں کو ایک طرف رکھتے ہوئے صرف آپ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ تذکرہ بالا لفظوں میں قسم کھا کر مجھے اطمینان دلادیں۔ میں قسم کا مطالبہ صرف اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ ڈیرہ غازی خان میں اس قسم کے آدمی بھی ہیں جو اس محمدی سے دعویٰ کرتے ہیں کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کا کوئی فرد بھی آپ کی پاک دامنی پر قسم نہیں کھا سکتا۔ والسلام!
شفیق الرحمن خاں معرفت مولوی محمد افضل صاحب
بلاک نمبر ۱۲، ڈیرہ غازی خان، مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۶ء

تبصرہ

ملک عزیز الرحمن قادیانی، سحرات

- ☆ نام نہاد مصلح موعود قاج جیسی خبیث مرض کا شکار ہو گیا۔
- ☆ خلیفہ قسم سے گریز کیوں؟
- ☆ حضرت مسیح موعود کی صداقت اور بدکار کا عبرتناک انجام۔

☆ حضرت مسیح موعود کا الہام: "کلب یموت علی کلب"
☆ خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی بدکار کو بہشتی مقبرہ بھی نصیب نہ ہوا۔

اظہار حقیقت

اس پمفلٹ میں جماعت احمدیہ ربوہ کے دو ممتاز ارکان کے خطوط شائع کئے جا رہے ہیں۔ جن سے یہ بات عیاں ہے کہ یہ لوگ حقیقت کو چھپانے کے لئے کس طرح گریز کی راہ اختیار کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہمارا ان سے مطالبہ یہ ہے کہ اپنے نام نہاد مصلح موعود کی پاکیزگی کو حلف مؤکد عذاب کے ذریعہ ثابت کریں۔ لیکن یہ لوگ مرزا قادیانی کے واضح تحریروں کی موجودگی میں بھی نہ صرف گریز ہی کرتے ہیں بلکہ یہاں تک لکھ دیتے ہیں کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ مرزا محمود احمد پر خدا تعالیٰ کے واضح عذاب کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے بھی یہ لوگ نہایت بے باکی سے کہتے جا رہے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا میاں صاحب مرحوم کے ساتھ سلوک نہایت اچھا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک اچھا ہوتا ہے وہ فاجح جیسی خبیث مرض کا شکار ہو کر گیارہ سال چارپائی پر بیمار رہ کر مرزا قادیانی کے الہام "کلب یموت علی کلب" کے مصداق نہیں بنتے۔ میاں صاحب مرحوم کا وجود مرزا غلام احمد قادیانی کی سچائی کا ایک تین ثبوت تھا۔ خدا تعالیٰ نے مرزا قادیانی کے ساتھ کشتی نوح میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ جو میرے اس گھر کی چار دیواری میں داخل ہو گیا ہے اس پر بلا نازل نہیں ہو سکتی۔ اس کی تشریح فرماتے ہوئے مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو میری تعلیم کی چار دیواری یعنی اس پر عمل پیرا رہے گا اس پر بلا نازل نہیں ہو سکتی اور اس شخص پر بھی بلا نازل نہیں ہو سکتی۔ جو میرے دنیاوی گھر کی چار دیواری کے اندر رہتا ہے۔ چنانچہ اپنے وعدہ کی لاج رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ نے جب فاجح کی بلا مرزا محمود احمد پر نازل کرنی تھی جو مرزا قادیانی کی تعلیم سے منحرف ہو چکے تھے اور جن پر خدائی وعدہ کے مطابق اس گھر کی چار دیواری میں بلا نازل نہیں ہو سکتی ان کو اس گھر کی چار دیواری سے نکال باہر کیا اور ربوہ جیسے کلر شورزین میں لا کر میاں محمود احمد کو فاجح کی بلا میں مبتلا کر دیا اور اس طرح اس بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے روک لیا جس میں دفن ہونے سے کوئی دنیاوی طاقت مرزا محمود احمد یا ان کے خاندان کو روک نہیں سکتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے کمال قدرت نمائی سے اپنے ہر دو دعویٰ کی لاج رکھی۔ قادیان سے نکال کر اس کے گھر کی چار دیواری سے باہر فاجح کا شکار کیا اور ساتھ ہی بہشتی مقبرہ کو بھی محفوظ رکھ لیا۔ یہ ہے وہ سلوک جو میاں محمود احمد کے ساتھ خدا تعالیٰ کا تھا اور جس پر جماعت احمدیہ تاز کر رہی ہے۔ اب میں مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ صوبائی امیر جماعت ہائے احمدیہ اور میاں

رفیع احمد صاحب ابن میاں محمود احمد صاحب کے خطوط پر مختصر سا تبصرہ کرتا ہوں۔

صبح موعود کی صداقت اور بدکار کا عبرتناک انجام

ان خطوط میں مکرم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا لکھتے ہیں کہ: ”الزام لگانے والوں نے اس شخص (یعنی مرزا محمود احمد صاحب ناقل) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک کو نہیں دیکھا۔ جو ان الزامات کی پوری تردید کرتا ہے۔“

اب ہم دیکھتے ہیں کہ: ”اس انسان“ کے ساتھ خدا تعالیٰ کا سلوک مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صدی چاروہم کی مندرجہ ذیل تحریرات کی روشنی میں کیا ہوا۔

۱..... ”فالج نہایت سخت پلا ہے۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۲۲، خزائن ج ۳ ص ۲۲۲)

۲..... ”فالج نہایت سخت دکھ کی مار ہے۔ قہر ہے غضب الہی ہے۔“

(انجام آقہ ص ۶۶، ۶۷، شخص، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۳..... اور خود خدا تعالیٰ نے فرمایا: ”اے عبدالحکیم تو مفلوج ہونے سے بچایا جائے گا۔ کیونکہ

اس میں ثنات اعداء ہے۔“ (تذکرہ ص ۶۷، ۶۸، طبع سوم)

۵..... ایک شخص ڈوئی نامی امریکہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ اپنے

شہر سھوان سے نکالا گیا۔ کئی لاکھ کی جائیداد سے بے دخل ہوا اور آپ مرض فالج میں گرفتار ہو گیا اور

اب وہ ایک قدم چل نہیں سکتا۔ ہر ایک جگہ اٹھا کر لے جاتے ہیں اور امریکہ کے ڈاکٹروں نے

رائے دی ہے کہ اب یہ قابل علاج نہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۲۱۶، خزائن ج ۳ ص ۲۲۶ شخص)

ان مذکورہ بالا احوالات کی رو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا

اگر فالج کا شکار ہو جائے، اپنے شہر سے نکال دیا جائے، جائیداد سے بے دخل ہو جائے اور وہ چلنے

کے قابل بھی نہ رہے اور ڈاکٹروں کو لا علاج قرار دے دیں تو سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے اس پر غضب

الہی نازل کیا۔ سو عرض ہے کہ مرزا (عبدالحق سرگودھا) ایڈووکیٹ صاحب کے خلیفہ ثانی کے ساتھ

خدا تعالیٰ کا سلوک بمثل ڈوئی آف امریکہ تھا۔ چنانچہ وہ اپنے شہر قادیان سے نکالے گئے۔ لاکھوں

کی جائیداد سے بے دخل ہوئے اور ۲۶ فروری ۱۹۵۵ء کو ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ وہ اپنا ایک قدم

بھی زمین پر رکھنے کے قابل نہ تھے اور ڈاکٹروں نے انہیں لا علاج قرار دے دیا تھا۔ آخر کار اسی

مرض میں گیارہ سال جتلا کر ۸ نومبر ۱۹۶۶ء کو وفات پا گئے۔ خلیفہ صاحب خود ہی اپنی کتاب

دعوت الامیر میں فالج کو غضب الہی قرار دے چکے ہیں۔ خود اپنے بارہ میں یوں لکھتے ہیں:

”۲۶ فروری ۱۹۵۵ء کو مجھ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اب میں عملاً بیکار ہوں۔“ (اشہار ۱۹۵۵ء)

۲..... ”اب میں ۶۸ سال کا ہوں اور قلع کی بیماری کا شکار ہوں۔“

(افضل مورچہ ۳ اگست ۱۹۵۶ء)

۳..... ”پچھلے سال اکتوبر میں جاہ سے واپسی پر میری بیماری کی تکلیف کچھ اس طرح بڑھ گئی

تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ قلع میں اضافہ ہو رہا ہے۔“ (افضل مورچہ ۵ فروری ۱۹۵۸ء)

ان بینہ چوتوں کے بعد بھی اگر مرزا (عبدالحق) ایڈووکیٹ صاحب کی سمجھ میں بات نہ آئے کہ خدا تعالیٰ کا سلوک ان کے خلیفہ ثانی کے ساتھ ایک مفتری، ہش ڈوٹی تھا، نہ کسی مصلح کی طرح تھا، تو اس کا علاج سوائے خدا کے اور کسی کے پاس نہیں۔ خدا کا سلوک تو ایسا عبرتناک ہے جس کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی۔

مرزا قادیانی نے لکھا کہ: ”جموٹا دعویٰ کرنے والا ۲۳ سال کے اندر اندر مارا جاتا ہے

اور ۲۳ سال زندہ نہیں رہ سکتا۔“ چنانچہ مرزا قادیانی کے اس حوالہ کو جو (اربعین نمبر ۳ ص ۲، خزائن ج ۱۷

ص ۲۸۷) میں ہے پیش کر کے ہم نے اپنے ٹریکٹ ایک قادیانی دوست کا خط اور اس کے

جواب میں لکھا تھا کہ میاں صاحب ۲۳ سال کے عرصہ کے اندر اندر قہر اور غضب الہی کا شکار ہو گئے

ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی تحریر کے مطابق جموٹا دعویٰ مصلح کرنے کے سبب وہ ۲۳ سال کے اندر

راہی ملک بقاء ہو گئے۔ یاد رہے کہ محمود احمد نے دعویٰ مصلح موعود ایک حلیفہ بیان کے تحت کیم راج

۱۹۳۳ء کو کیا تھا۔ اس کے مطابق ان کو اٹھائیس فروری ۱۹۶۷ء سے قبل وفات پانا ضروری تھا۔

چنانچہ وہ آٹھ نومبر ۱۹۶۶ء کو وفات پا گئے اور مرزا قادیانی کے اس الہام کو بھی پورا کر گئے جو (تذکرہ

ص ۱۸۰) پر درج ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ”کلب یموت علی کلب“ اس حوالہ کی رو سے

بقول مرزا قادیانی ایسے شخص کا ۵۲ سال کے اندر اندر فوت ہونا ضروری تھا۔

مرزا قادیانی اگر بہ نظر غور دیکھیں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ کا ان کے ساتھ

دعویٰ سلوک تھا جو وہ ازل سے لے کر اب تک مفتریوں کے ساتھ کرتا چلا آیا ہے۔

میاں محمود احمد کا اپنا قدم زمین پر نہ رکھ سکتے اور ڈاکٹروں کے لا علاج کر دینے کا ثبوت

ان کے لڑکے ڈاکٹر مرزا منورا احمد صاحب ایم۔ بی۔ بی۔ ایس کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۶۳ء

اس کے بعد میں مرزا رفیع احمد کے خط کے بارے میں کچھ تحریر کرنا چاہتا ہوں۔

انہوں نے لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف سورہ لور کی آیت ۱۲، ۱۳ میں محمود احمد کی بریت کی

ہے۔ مرزا فریح احمد نے یہ تحریر کر کے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اس میں تو صرف حضرت عائشہؓ صدیقہ کی بریت کرتے ہوئے حکم دیا ہے کہ ایسی صورت میں چار گواہ پیش ہونے چاہیں۔ یاد رہے کہ چار گواہ کی شرط ہزا کے نفاذ کے لئے رکھی گئی ہے اور جہاں صرف بچے اور چھوٹے کی تمیز کرنا مقصود ہو وہاں چار گواہ نہیں صرف مہبلہ رکھا گیا۔ جیسا کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا۔ رہا چار گواہوں کی شہادت درکنار، ہم چار چھوڑتیں گواہ پیش کر سکتے ہیں اور یہ گواہ ہم پیش بھی کر چکے ہیں۔

اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے چند ایک حوالہ جات ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جن سے یہ بات عیاں ہے کہ بچے اور چھوٹے کی تمیز کے لئے مہبلہ ضروری ہے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

..... ”مہبلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر کس دوسرے کو مغتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔“

(الحکم مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۲ء)

..... ۲ دم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے پچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے یا پچشم خود اس کو شراب پیتے دیکھا ہے تو اس حالت میں بھی مہبلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور ردیت پر بنا رکھ کر ایک مؤمن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔

(الحکم مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۲ء)

..... ۳ ”یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے پچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مہبلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔“

(تلخیص رسالت ج ۲ ص ۲، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۱۳)

مرزا فریح احمد صاحب کو اپنے باپ کی طرح قرآن دانی پر بڑا ناز معلوم ہوتا ہے اور وہ اپنے باپ کی طرح ہر کس و ناکس کو لا علم قرار دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ ان کی خدمت میں بہ حوالہ جات پیش کر کے گزارش کرتا ہوں کہ یہ تحریریں ان کے دادا بزرگوار کی ہیں۔ جن کو محمد مصدق چار دہم ہونے کا دعویٰ تھا اور مرزا فریح احمد کے خیالات کے مطابق نبوت کا۔ انہوں نے تو اس سورہ نور کی آیت ۱۲، ۱۳ کی موجودگی میں زنا کا الزام لگنے پر مہبلہ کو ہی جائز قرار دیا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ مہبلہ لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ گویا جب اجتہادی اختلاف نہ ہو تو مہبلہ کرنا ہی برأت کا راستہ ہے۔ لیکن موجودہ دور کے قرآن دان سورہ نور کو پیش کر کے اپنے دادا کی تحریروں کو وقعت نہیں دیتے۔ حالانکہ جماعت احمدیہ کے ساتھ جو

سلوک بھی خدا تعالیٰ کا ہے وہ محض اور محض مرزا قادیانی کی وجہ سے ہے نہ کہ میاں محمود احمد کی وجہ سے یا ان نام نہاد قرآن دانوں کی بدولت میاں صاحب کے ساتھ خدا کا سلوک تو مرزا قادیانی کے اسی فرمودہ کے مطابق تھا جو انہوں نے کشتی نوح میں یوں تحریر کیا ہے۔

”آخر کار ایک مجرم اس عذاب میں ڈالا جاتا ہے۔ جس میں نہ وہ زندہ رہے نہ مرے۔“ دیکھ لو میاں محمود احمد پر ۱۹۵۴ء میں قطع و تین کے قرآن میں خدائی وعدہ کے مطابق گردن پر چاقو سے حملہ ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں فالج کا حملہ ہوا وہ جان لیوا ثابت ہوا۔ پورے گیارہ سال بیمار رہ کر ۸ نومبر ۱۹۶۶ء کو خلافت کے ۵۲ سال پورے کرنے سے قبل وفات پا گئے اور اس الہام کو پورا کر گئے۔ (تذکرہ ص ۱۸۶) پر درج ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: ”کلب یعوت علی کلب“ جس کی تفسیر خود مرزا قادیانی نے کی کہ یہ شخص ۵۲ سال پورا کرنے سے قبل وفات پائے گا۔ ان واقعات اور نشانات کے باوجود بھی اگر کوئی نہ مانے اور میدان مہبلہ میں نہ آئے تو پھر اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے یہی کہا جاسکتا ہے کہ لوگ جموٹے ہیں۔ اگر سچے ہوتے تو ضرور میدان مہبلہ میں آتے۔ یوسف ناز نے مہبلہ کی دعوت ۱۹۵۶ء سے دی ہوئی ہے اور وہ (دور حاضر کے مذہبی آمر ص ۵۳، ۵۴) پر درج ہے۔ مگر آج پورے گیارہ سال گزر چکے ہیں۔ کسی کو مہبلہ کے میدان میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ اٹنی سیدھی باتیں پیش کر کے سیدھے سادھے عوام کو پیدوں کی طرح دھوکا دینا ان لوگوں کا شیوہ بن چکا ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو سچائی کے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! والسلام!

ملک عزیز الرحمن جنرل سیکرٹری

حقیقت پسند پارٹی عزیز و لامسافر گلی کرشن نگر لاہور!

(نوٹ: اس رسالہ میں مرزا عبدالحق قادیانی ایڈووکیٹ سرگودھا اور مرزا رفیع احمد

قادیانی جناب نگر کے خطوط کے عکس بھی ہیں۔ چونکہ خط درج ہو گئے عکس کا حصہ ہم نے ترک کر دیا ہے۔ مرتب!)

ضمیمہ تائید مزید خط و کتابت مابین مرزا عبدالحق و مولوی عبدالرحمن لاہوریرین

تبلیغی سفر

کافی عرصہ سے میرے دل میں خلیفہ ثانی ربوہ کے متعلق چند شبہات کھلتے تھے جو کہ ان

کے مریدوں نے ان کی ذات گرامی پر لگائے تھے۔ بضر تحقیق حق خاکسار نے مرزا عبدالحق

صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا اور میرے لڑکے شفیق الرحمن خان نے صاحبزادہ مرزار فیح احمد صاحب سے خط و کتابت اس بارے میں کی جو کہ چھپ کر تقسیم ہو چکی ہے۔ نومبر کے مہینے میں خاکسار لاہور گیا۔ اپنے ضروری کام سے فارغ ہونے کے بعد دل میں خیال آیا کہ مرزا عبدالحق صاحب سے سرگودھا جا کر ملاقات کروں۔ چنانچہ میں سید غلام اکبر شاہ صاحب کے ہمراہ سرگودھا پہنچا اور مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کی کوشی پر عصر کی نماز مرزا عبدالحق کے ساتھ ادا کی۔ ان کے دریافت کرنے پر خاکسار نے عرض کیا میرا نام عبدالرحمان ہے اور خاکسار نے ہی آپ سے خلیفہ ثانی کے متعلق خط و کتابت کی تھی۔ مگر آپ نے میرے شبہات کا ازالہ نہیں کیا۔ اس لئے میں خود ہی جناب کی خدمت میں تحقیق حق کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ ایک خط میں آپ نے مجھے سرگودھا آنے کی دعوت دی تھی۔ اس کے بعد مرزا نے کہا کہ میں نے کلب جانا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ کلب جانا کوئی اتنا ضروری نہیں جتنا دینی کام کی اہمیت ہوتی ہے۔ خاکسار نے بہتر ان کو کہا۔ مگر وہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے اور کئی دفعہ اٹھ اٹھ کر کلب کو جانے کے لئے تیار ہو جاتے۔ آخر کار مجبور ہو کر مرزا نے کہا کہ آپ کل صبح آٹھ بجے میرے پاس آنا اور میں آپ کی تشفی کرادوں گا۔ کیونکہ میرے پاس لاہوریری ہے۔

میں نے کہا کہ مرزا صاحب یہ کوئی کتابی مسئلہ نہیں ہے جو آپ مجھے کتب سے دکھائیں گے۔ یہ تو ایک سیدھی سادی بات ہے کہ خلیفہ ثانی کی ذات گرامی پر ان کے مریدوں نے زنا کا الزام لگایا تھا یا نہ؟

اس بارہ میں آپ کی بیوی صاحبہ کی شمولیت بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ کی بیوی نے آپ کو بتایا اور آپ اپنے پیر خلیفہ صاحب کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ خلیفہ ثانی نے آپ کی تسلی کس طرح کرائی تھی۔ جس طرح خلیفہ صاحب نے آپ کی تشفی کرائی تھی اسی طرح سے آپ ہماری بھی تشفی کرویں۔ مگر مرزا نے ایک نہ مانی اور مجھے اور میرے ساتھی کو چھوڑ کر چلتے بنے اور چلتے چلتے یہ فرما گئے کہ کل صبح آٹھ بجے آتا۔ خاکسار نے کہا کہ جس طرح آج آپ نے ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے کل بھی اسی طرح سے کریں گے؟

دوسرے دن صبح ساڑھے سات بجے ہم دونوں ان کی کوشی پر پہنچے مگر مرزا عبدالحق موجود نہ تھے۔ ان کی کوشی کے مالی سے ہم نے دریافت کیا کہ مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا

کہ مرزا صاحب یہاں کوٹھی پر نہیں ہیں اور کہیں چلے گئے ہیں۔ آخر ہم دونوں ۳ گھنٹے تک انتظار کرنے کے بعد گیارہ بجے کوٹھی سے واپس آئے۔ مرزا عبدالحق ہمیں اس دن نہ ملے۔ آخر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ مرزانے عہد اجواب دینے سے گریز کیا۔ یقیناً اس معاملہ میں ضرور کچھ نہ کچھ حقیقت ہے جو کہ مرزانے ہم کو دوبارہ وعدہ کر کے بھی جواب دینے سے گریز کیا ہے۔ سرگودھا سے واپسی پر اپنے ساتھی سمیت ربوہ (چناب نگر) اترا اور رات مہمان خانہ میں گزار دی

نسیم سیفی صاحب، قاضی نذیر احمد صاحب لائل پوری، میاں غلام محمد صاحب اختر سے فرد افراد ملاقاتیں ہوئیں۔ ان حضرات نے اصولی مباحثہ مسئلہ کفر و اسلام، مسئلہ نبوت وغیرہ کو چھوڑ کر مولوی محمد علی صاحب کی ذات کو مرکز موضوع بنا لیا۔ سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ قرآن مجید چوری لے آئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ جو ترجمہ کرے یا جو کوئی کتاب لکھے وہ ترجمہ اور کتاب تو اسی شخص کے نام سے شائع ہوگی۔ اگر وہ قادیان کی جماعت کو ترجمہ دے آتے تو وہ اس ترجمہ کو ہرگز شائع نہ کرتے۔ وہی ترجمہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مولوی صاحب کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ اس میں کون سی قباحت ہے اور کون سی چوری ہے؟ اس طرح جماعتوں کی تعداد کی کثرت قلت چندہ کی زیادتی اور کمی پر باتیں ہوئیں۔ میں نے ہر چند ان حضرات سے کہا کہ میں اس فرض کے لئے نہیں آیا میں تو صرف بعض اصولی باتوں کی تحقیق کے لئے آیا ہوں جن سے آپ لوگ عدا گریز کر رہے ہیں۔ پھر میں نے خلیفہ ثالث سے ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھے یہ سن کر نہایت ہی صدمہ ہوا کہ خانہ ساز خلافت کو خلافت راشدہ کے برابر قرار دینے والا شخص تفریح اور شکار پر ربوہ (چناب نگر) سے باہر گیا ہوا ہے۔ مجھے شکار کے حلال و حرام پر بحث کرنا مقصود نہیں۔ صرف یہ عرض کرنا ہے کہ خلفائے راشدین کب تفریح کے لئے شکار کو جاتے تھے۔ پھر صحیح موعود اور خلیفہ اول نے کتنے دن شکار کے لئے ہفتہ میں مقرر کئے تھے؟

عبدالرحمان لاہوری

لاہوری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

بلاک نمبر ۳، ڈیرہ قازی خان



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ

چند قابل غور
مر
حقائق



سبط نور

چند قابل غور حقائق

امریکن مدی رسالت ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت کا واقعہ ان عظیم الشان نشانات میں سے ہے جو مسیح موعود کے ہاتھ پر اسلام کی تائید میں ظاہر ہوئے۔ میاں محمود احمد نے اپنی کتاب (دعوت الایمر ص ۲۱۳ تا ۲۱۶) میں اس نشان کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

”اس وقت ڈوئی کا ستارہ بڑے عروج پر تھا۔ اس کے مریدوں کی تعداد بہت بڑھ رہی تھی اور وہ لوگ اس قدر مالدار تھے کہ ہر نئے سال کے شروع میں ۳۰ لاکھ روپے کے تحائف اس کو پیش کرتے تھے اور کئی کارخانے اس کے جاری تھے۔ چھ کروڑ کے قریب اس کے پاس روپیہ تھا اور بڑے نوابوں سے زیادہ اس کا عملہ تھا۔ اس کی صحت ایسی اچھی تھی کہ وہ اس کو اپنا معجزہ قرار دیتا تھا اور کہتا تھا کہ میں دوسروں کو بھی اپنے حکم سے اچھا کر سکتا ہوں۔ غرض مال، صحت، جماعت، اقتدار، ان چاروں باتوں سے اس کو وافر حصہ ملا تھا۔ (مرزا کے) اس اشتہار کے شائع ہونے پر لوگوں نے اس سے سوال کیا کہ وہ کیوں آپ (مرزا قادیانی) کے اشتہارات کا جواب نہیں دیتا تو اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ تم فلاں فلاں بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ ان کیڑوں مکوڑوں کو جواب دوں گا۔ اگر میں اپنا پاؤں ان پر رکھ دوں تو ایک دم میں ان کو کچل سکتا ہوں۔ مگر میں ان کو موقعہ دیتا ہوں کہ میرے سامنے سے دور چلے جاویں اور کچھ دن اور زعمہ رہ لیں۔“..... اس کی سرکشی اور تکبر ہمیں پر ختم نہ ہوا اس نے کچھ دن بعد آپ کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی نسبت یہ الفاظ استعمال کئے۔ ”یہ یوقف محمدی مسیح“ اور یہ بھی لکھا: ”اگر میں خدا کی زمین پر خدا کا وغیر نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔“ اور دسمبر ۱۹۰۳ء کو تو گھلا گھلا مقابلے پر آکھڑا ہوا اور اعلان کیا کہ ایک فرشتے نے مجھے کہا ہے کہ تو اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔ گویا حضرت اقدس کی پیش گوئی کے مقابلے میں آپ کی ہلاکت کی پیش گوئی شائع کر دی۔ یہ اس کا مقابلہ جو پہلے اشارہ شروع ہوا اور آہستہ آہستہ صراحت کی طرف آتا گیا۔ جلد پھل لے آیا اور اس آخری حملے کے بعد چونکہ وہ مقابلے پر آ گیا تھا۔ مسیح موعود نے اس کے خلاف لکھنا چھوڑ دیا اور ”فاننظرونہم منتظرون“ کے حکم کے مطابق خدائی فیصلے کا انتظار شروع کر دیا۔ آخر اللہ تعالیٰ جو پکڑنے میں دھیمہ ہے۔ مگر جب پکڑتا ہے تو سخت پکڑتا ہے۔ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور وہ پاؤں جن کو وہ اس کے مسیح پر رکھ کر پکڑنا چاہتا تھا اس نے معطل کر دیئے۔ اس کے مسیح پر پاؤں رکھنے کی طاقت تو اس کو کہاں مل

سکتی تھی وہ اس پاؤں کو زمین پر رکھنے کے قابل بھی نہ رہا۔ یعنی خدا کا غضب فالج کی شکل میں اس پر نازل ہوا۔ کچھ دن کے بعدفاقہ ہو گیا۔ مگر وہ ماہ بعد ۱۹ مئی کو دوسرا حملہ ہوا اور اس نے رہی سہی طاقتیں بھی توڑ دیں۔ جب وہ بالکل ناچار ہو گیا تو اس نے اپنا کام اپنے نائبوں کے سپرد کیا اور خود ایک جزیرہ میں جس کی آب و ہوا فالج کے لئے اچھی تھی بودوباش اختیار کر لی۔ مگر اللہ تعالیٰ کے غضب نے اس کو اب بھی نہ چھوڑا اور چاہا کہ جس طرح اس نے اس کے صبح کو کیڑا کہا تھا اس کو کیڑے کی طرح ثابت کر کے دکھائے اور وہ چیزیں جن پر گھمنڈ کر کے اس نے یہ جرات کی تھی انہیں کے ذریعہ اسے ذلیل کرے۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ اس کے بیمار ہو کر چلے جانے پر اس کے مریدوں کے دل میں شک پیدا ہوا کہ یہ تو اوروں کو دعا سے نہیں بلکہ حکم سے اچھا کرتا تھا یہ خود ایسا بیمار کیوں ہوا اور انہوں نے اس کے بعد اس کے کمروں کی جن میں وہ کسی کو جانے نہیں دیتا تھا تلاشی لی تو ان میں سے شراب کی بہت سی بوتلیں نکلیں اور اس کی بیوی اور لڑکے نے گواہی دی کہ وہ چمپ کر خوب شراب پیا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ اپنے مریدوں کو سختی سے شراب پینے سے روکتا تھا اور کسی نشہ کی چیز کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ حتیٰ کہ تمباکو نوشی سے بھی منع کرتا تھا اور اس کی بیوی نے کہا کہ میں اس کی سخت غربت کے ایام میں بھی وفادار رہی ہوں۔ مگر اب مجھے یہ معلوم کر کے سخت افسوس ہوا ہے کہ اس نے ایک مالدار بڑھیا سے شادی کی خاطر یہ نیا مسئلہ بیان کرنا شروع کیا ہے کہ ایک سے زیادہ شادیاں جائز ہیں۔ درحقیقت اس مسئلہ کی تہہ میں اس کا اپنا ارادہ شادی کا ہے۔ چنانچہ اس نے اس بڑھیا کے خطوط جو ڈوئی کے خطوں کے جواب میں آتے تھے لوگوں کو دکھائے۔ اس پر لوگوں کا غصہ اور بھی بھڑکا اور جماعت کے اس روپیہ کا حساب دیکھا گیا جو اسی کے پاس رہتا تھا اور معلوم ہوا کہ اس نے اس میں سے پچاس لاکھ روپیہ غبن کر لیا ہے اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ شہر کی کئی نوجوان لڑکیوں کو اس نے خفیہ طور پر ایک لاکھ سے زائد روپیہ کے تحائف دیئے ہیں۔ اس پر اس کی جماعت کی طرف سے اسے ایک تار دیا گیا جس کے الفاظ یہ ہیں: ”تمام جماعت بالاتفاق تمہاری فضول خرچی، ریاکاری، غلط بیانی، مبالغہ آمیز کلام، لوگوں کے مال کے ناجائز استعمال، ظلم اور غضب پر سخت اعتراض کرتی ہے۔ اس واسطے تمہیں تمہارے عہدے سے معطل کیا جاتا ہے۔“

ڈوئی ان الزامات کی تردید نہ کر سکا اور آخر سب مرید اس کے مخالف ہو گئے۔ اس نے چاہا کہ خود اپنے مریدوں کے سامنے آ کر ان کو اپنی طرف مائل کر لے۔ مگر سٹیشن پر سوائے چند لوگوں کے کوئی اس کے استقبال کو نہ آیا اور کسی نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ آخر وہ عدالتوں

کی طرف متوجہ ہوا۔ مگر وہاں سے بھی اس کو قوی فہم پر قبضہ نہ ملا اور صرف ایک قلیل گزارہ دیا گیا اور اس کی حالت ناچاری کی یہاں تک پہنچ گئی کہ اس کے جیسی نوکراس کو اٹھا اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پر رکھتے تھے اور سخت تکلیف اور دکھ کی زندگی وہ بسر کرتا تھا۔ اس کی تکلیف اور دکھ کو دیکھ کر اس کے دو چار ملنے والوں نے جو ابھی تک اس سے ملتے تھے مشورہ دیا کہ وہ اپنا علاج کروائے۔ مگر وہ علاج کروانے سے اس بنام پر انکار کرتا تھا کہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگوں کو علاج سے منع کرتا تھا اور خود علاج کرتا ہے۔ آخر جب اس کے ایک لاکھ مریدوں میں سے صرف دو سو کے قریب باقی رہ گئے اور عدالتوں میں بھی ناکامی ہوئی اور بیماری کی بھی تکلیف بڑھ گئی تو وہ ان تکالیف کو برداشت نہ کر سکا اور پاگل ہو گیا اور ایک دن اس کے چند مرید اس کا وعظ سننے کے لئے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے تمام جسم پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ اس کا نام جبری ہے اور وہ ساری رات شیطان سے لڑتا رہا اور اس جنگ میں اس کا جرنیل مارا گیا ہے اور وہ خود زخمی ہو گیا ہے۔ اس پر ان لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص بالکل پاگل ہو گیا ہے اور وہ بھی اس کو چھوڑ گئے۔

کس قدر عبرت انگیز واقعہ ہے جو میاں محمود احمد نے اپنے قلم سے لکھا ہے۔ لیکن یہ امر اور بھی عبرت انگیز ہے کہ آج خود میاں محمود احمد پر بحمدہی کیفیت طاری ہے جو ڈاکٹر ڈوئی پر وارد ہوئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب کا دعویٰ رسالت و نبوت کا نہیں، ڈوئی عیسائی اور رسول کریم ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ میاں صاحب نے آج سے سولہ سترہ برس پہلے مؤکد عذاب حلف اٹھا کر بڑی تجذبی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا تھا کہ: ”میں اس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کی جھوٹی قسم کھانا لہتوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور ۱۳۔ ٹیپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیش گوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی مصلح موعود ہوں۔ جس کے ذریعہ سے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور تو حید و نبی میں قائم ہوگی۔“

میاں صاحب کے اس مؤکد عذاب حلف پر ابھی گیارہ برس بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ انہیں اسی فالج کی بیماری نے آن پکڑا۔ جو ڈوئی کو لاحق ہوئی تھی اور آج ان کی جو کچھ حالت ہے وہ خود ان کے فرزند ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے: ”اعصابی بے چینی بصورت لسیان اور جذبات کی شدت یعنی رقت جو مقدس ہستیوں یا مقدس مقامات کے ذکر پر عموماً پیدا ہو جاتی ہے۔ کم و بیش جاری ہے۔ چند دن ان علامتوں میں قدرے

فرق محسوس ہوتا ہے تو پھر چند دن زیادتی معلوم دیتی ہے اور اس طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے۔ لیکن رہنے کے باعث ناگوں میں کچھ اذیت اور اکڑاؤ بھی بدستور ہے۔ کوئی ممکن کوشش حضور کو چلانے کی کامیاب نہیں ہوئی۔ سابقہ ڈاکٹروں کے علاوہ اس عرصہ میں جرمنی کے مشہور ڈاکٹر (بجروف انگریزی) پر دوسرے سے مشورہ کر کے ان کا علاج بھی کیا گیا۔ مگر اس سے بھی ابھی تک کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا۔ اس طرح جاپان کے ایک ماہر ڈاکٹر کو بھی اس سلسلہ میں مشورہ کے لئے لکھا ہے۔ مگر ان کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ یہ حالات عرض کرتے ہوئے خاکسار احباب جماعت کی خدمت میں درد مند اندول سے درخواست کرتا ہے کہ حضور کی شفا اب دوائیوں سے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور دست شفاء سے ہی انشاء اللہ ہوگی۔“

اس کے ساتھ ہی مسیح موعود کے اس بیان کو بھی پڑھ لیجئے جو حضور نے ڈوئی کے انجام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ”آخر کار اس پر فاج گرا، اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اس کو اٹھا کر لے جاتے رہے اور پھر بہت سے غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔“

(تہذیب حقیقت الوقی ص ۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۱۲)

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ مسیح موعود نے فاج کے مرض کو ”دکھ کی باز“ قرار دیا ہے۔

(انجام آقہم ص ۶۶، خزائن ج ۱۱ ص ۱۱۱) (میں شخص)

کہا جاتا ہے کہ میاں صاحب کا دعویٰ ماموریت کا نہیں تھا۔ لیکن جو شخص یہ اعلان کرے کہ اسے مسیح موعود کے منصب پر کھڑا کیا گیا ہے اور موعود کا عذاب حلف اٹھا کر ایسا کہے اس کا یہ دعویٰ ماموریت کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے؟ بہر حال جہاں تک ان کی موعود کا عذاب حلف کا تعلق ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ ان کی موجودہ بیماری کا اس سے بہت بڑا تعلق نظر آتا ہے۔ اگر وہ فی الواقع اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود جیسے عظیم منصب پر فائز ہوتے تو وہ اس موعود کا عذاب حلف کی زد میں نہ آتے اور ایسی ”دکھ کی باز“ جس میں ڈوئی کی طرح نہ ان کے ہوش و حواس بجا ہیں نہ وہ اپنے پاؤں پر چل پھر سکتے ہیں۔ بلکہ تختہ کی طرح انہیں اٹھا کر ادھر ادھر لے جایا جاتا ہے۔ ہرگز ان پر نہ ہوتی۔ اسی حقیقت پر بعض دیگر امور کو آئندہ صفحات میں واضح کیا گیا ہے۔ میاں صاحب کے فدائیوں اور ان کی جماعت کے بھگوار لوگوں کے لئے اس میں درس عبرت ہے اور امید ہے کہ وہ ہر قسم کے حسدبانہ خیالات اور محبت کے جذبات کو دل سے نکال کر ان مضامین پر شخصہ دل سے غور کریں گے۔ ”وما ارید الا اصلاح و ما توفیقی الا باللہ“ والسلام!

قادریانی خلافت کی بے اعتدالیوں

سبح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کا مقصد وحید تھا۔ باطل عقائد کا انتیصال۔ حضور (مرزا) کے وصال کے بعد جماعت کو مولوی نور الدین جیسا عظیم الشان خلیفہ ملا۔ جس کے چھ سالہ عہد مسعود میں جماعت کے عروج اور فروغ کے لئے مساعد حالات پیدا ہوئے۔ دشمنوں نے عناد اور فساد کا جوالا ڈروشن کر رکھا تھا وہ حضرت ممدوح کی مساعی جلیلہ اور جماعت کے امن پسندانہ رویے سے ٹھنڈا ہو گیا۔ احیاء دین اور تجدید دن اور تجدید ملت کا عصر آفرین ورثہ حضرت موصوف کو ملا اور اس کی قبولیت اور پذیرائی کے آثار ہر طرف سے نمودار ہونے لگے۔ حکم الامت شخصی سلطوت وصولت سے ہمیشہ مجتنب رہے۔ اس اجتناب نے ان کی شخصیت کو محبوب بنا دیا۔ ان کو امام زمان کے مقدس مشن سے عشق تھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنی ذات کو اس مشن میں ضم کر دیا۔ اپنے علم و عرفان سے تعصب کے خازن کو ہموار کیا اور پر امن اور نتیجہ خیز تبلیغ کو جولا نگاہ بنا دیا۔ ان کی وفات جماعت کے لئے سانحہ المیہ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خوفناک موثر ثابت ہوئی۔ کیونکہ ان کے بعد قادیان میں جو نظام پروان چڑھا اس میں شخصی آمریت کے جراثیم مضمر تھے۔ میاں محمود احمد اپنی عمر کے لحاظ سے نہایت نا پختہ اور خام فکرتھے۔ حالانکہ سنت اللہیہ ہے کہ دینی قیادت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد تفویض ہوتی ہے۔ خود سبح موعود کو امامت کا درجہ ایک طویل تربیت کے بعد خدا نے بخشا۔ ۱۹۱۳ء میں جماعت کی قیادت ایک ایسے انسان نے نصیب کر لی جس کی قابلیت صرف اتنی تھی کہ اس نے Coup کے لئے پہلے سے تیاریاں کر رکھی تھیں۔ وہ اس قیادت کی صحیح اہلیت و استعداد سے بالکل عاری تھا۔ اس فہدان کی حطانی کے لئے اس نے اپنے آپ کو گونا گوں القاب سے نوازا شروع کر دیا۔ کبھی ”فضل عمر“ بن کر حضرت فاروق اعظم سے برتری کا مدعی بن بیٹھا۔ جن لوگوں نے میاں صاحب کو حضرت عمرؓ سے افضل تسلیم کر لیا اور کرتے چلے گئے۔ وہ..... حضرت عمرؓ کو کیا سمجھتے ہوں گے۔ اس پر مستزاد کہ میاں صاحب نے اپنے لئے His Holiness کا عیسائی لقب بھی منتخب کر لیا۔ عقل و خرد کا یہ حال تھا کہ کسی نے اس کی بے ربطی پر لب کشائی تک نہ کی۔ یہ بے قاعد گیاں اور بے عنوانیاں اس واسطے جماعتی عقائد پر حاوی ہو گئیں کہ ایک شخص کی ذات میں ”قیادت اور نبیت“ جمع ہو گئی تھی۔ ایسا احتجاج ہمیشہ فتنے برپا کیا کرتا ہے۔ تاریخ اس کی شاہد ماثق ہے۔ چنانچہ قادیان میں بھی یہی کچھ ہوا۔ میاں صاحب..... ساری جماعت کو مرکب بنا

کر آپ راکب ہو گئے۔ جماعت کو اس کا احساس تک نہ ہوا کہ ان کے خلیفہ صاحب اپنی رنگین بیانتوں سے عمل کے فقدان کا مداد کر رہے ہیں۔

چونکہ خلیفہ صاحب پر کوئی ضابطہ نافذ نہ تھا۔ انہوں نے وقتی مصلحتوں کے پیش نظر عقائد سے بھی تلعب شروع کر دیا۔ مثلاً غلبہ حاصل کرتے ہی مسیح موعود پر دعویٰ نبوت کا افتراء باندھا اور ان کی نبوت کی تبلیغ شروع کر دی۔ اس سے انہوں نے اپنی خلافت تو بنالی۔ لیکن مسلمانوں کو کافر کہہ کر اور ان سے عمرانی روابط منقطع کر کے مسیح موعود کے اسلام افروز پیغام کے آگے اپنی حقیقتات کی دیواریں کھڑی کر دیں۔ غیر فطری عقائد کے نفاذ کے لئے انہوں نے ایک آہنی نظام برپا کیا۔ جماعت کے افراد کی عقول و قلوب پر اپنی تعزیرات کے قفل لگا دیئے۔ معمولی انحراف پر شدید سزائیں دیں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں قادیانی احمدی جماعت سے خارج کر دیئے گئے کہ انہوں نے کسی مسلمان کا جنازہ پڑھایا۔ کسی غیر احمدی رشتہ دار سے رشتہ ٹاٹھ کیا۔ اس قسم کے مقاطعہ سے ارباب پیغام صلح بھی نسیخ سکے۔ حالانکہ وہ مسیح موعود کے حلقہ بگوش اور سر بکف خدام تھے۔ ان کے متعلق مسیح موعود سے دوری کے افسانے تراش کر جماعت کو ان سے ایسا متنفر کیا کہ وہ عملاً ان کو غیر احمدیوں سے بھی زیادہ برا سمجھنے لگے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ حضرت مولوی محمد علی کی وفات کی خبر ”الفضل“ نے ایک تاریک گوشے میں نہایت بے رشتی سے شائع کی۔ لیکن مولوی ظفر علی خاں کی وفات کی خبر کو نمایاں جگہ ملی اور اس وفات پر یہ کہہ کر ماتم کیا گیا کہ مولوی ظفر علی خاں کی موت سے پنجاب کی علمی ادبی اور ثقافتی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ختم ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ باب مسیح موعود کے خلاف شدید اور غلیظ دشنام سے لبریز ہے۔

خلیفہ صاحب اپنے مریدوں سے یہ توقع کرتے تھے کہ وہ ان کی تعلیم پر اپنا تن من و جان قربان کر دیں۔ لیکن جب خلیفہ کے لئے امتحان کا وقت آیا کہ وہ اپنی حناد انگیز تعلیم کے لئے کیا قربانی کرتے ہیں تو وہ ۱۹۵۳ء میں منیر ٹریبونل کے سامنے اپنی تعلیم کی بنیادی باتوں سے بھی منحرف ہو گئے۔ تکفیر مسلمین سے انکار کیا اور اعلان کیا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔ مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت کی ممانعت سے بھی منحرف ہو گئے اور ٹریبونل کے سامنے اعلان کیا کہ وہ اس امتناع کی نظر ثانی کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ قریباً نصف صدی سے ارباب ”پیغام صلح“ کو اس بات پر مطعون کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو کافر کیوں نہیں کہتے اور ان کے جنازوں میں شرکت کو ممنوع کیوں نہیں سمجھتے۔

اس طرح اپنی واضح اور صریح تحریرات سے میاں صاحب منکر ہو گئے اور ان کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال دی۔ وہ اپنے ساختہ پر واضح عقائد کے لئے اتنا بھی نہ کر سکے کہ ان کو تسلیم ہی کر لیں۔ قادیانیوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے مصلح موعود کی اولوالعزمی کا تماشا دیکھا۔ حالانکہ یہ لوگ ان کے حکم کے ماتحت قائد اعظم کے جنازے میں شریک نہ ہوئے تھے اور اپنی عدم شرکت کو اپنی احمدیت کا تقاضا سمجھتے تھے۔ درحقیقت میاں صاحب موصوف نے جو عقائد منیر ٹریبونل کے سامنے تسلیم کئے۔ وہ ارباب پیغام صلح کے عقائد سے بھی فروتر تھے۔ اب ارباب بصیرت نے دیکھ لیا کہ مسیح موعود کی تعلیم کی صحیح حالت دونوں جماعتوں میں سے کون سی جماعت ہے۔

چونکہ میاں صاحب نے ایک خواب کی بناء پر مصلح موعود کا دعویٰ کر رکھا تھا اور اس دعویٰ میں مسیح موعود کی قوت قدسی پر ایک قسم کا حملہ تھا۔ خدا نے ان کو ڈھیل دی۔ لیکن میاں صاحب نے اس تر بے و اجمال کو اپنے لئے تائید ایزدی سمجھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اب ان کو "لو تقول علیٰ نبینا بعض الاقوال" کی قرآنی دفعہ کے ماتحت اپنی گرفت میں لے لیا۔ تین سال سے ہوش و حواس سے عاری ہیں۔ تختے کی مانند سٹیج پر لائے جاتے ہیں۔ کبھی الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں اور اکثر رونے لگ جاتے ہیں۔ اسی دماغی حالت کا آغاز فوج سے ہوا جس کو مسیح موعود نے دکھ کی مار کہا ہے اور اپنے دشمنوں کے لئے مجنون اور مفلوج ہونے کی بددعا بھی کی ہے۔ چونکہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے وہ ایک مریض اور اذکار رفتہ انسان کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے اپنے ہاتھوں سے اس کو معزول کر دیا ہے اور اپنی حکمت بالغہ کے ماتحت ہاد جو صدقات اور دعاؤں کی بھر مار کے بیماری کو ممتد کر دیا ہے۔ تاکہ خلیط ایض خلیط اسود سے متمیز ہو جائے۔ جس زبان کی بددلت میاں صاحب موصوف نے سلطان البیان ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ آج نطق اور گویائی سے عاجز ہے۔ جس دماغ نے گونا گوں عقائد ایجاد کئے تھے۔ وہ ذہول و نسیان کا بئیرا ہے جو علماء ایمان بالکھلافہ کی رٹ لگا رہے تھے اور ارباب "پیغام صلح" پر زبان طعن دراز کر رہے تھے وہ خود ساختہ "مصلح موعود" کی عملی معزولی پر آنکشت بدعنوان اور سرنگریباں ہیں۔ کیونکہ..... خدا کے فرستادہ لیڈر کبھی مجنون اور مفلوج ہو کر کھٹے نہیں ہو جاتے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِئِالْبَصَارِ

لو تقول کی آیت کے ماتحت خدائی گرفت

مندرجہ بالا مضمون کے آخری پیرا کے جواب میں خلافت مآب کے برادر خورد

مرزا ابیہر احمد نے جو کچھ لکھا وہ بردایت ”الفضل“ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں حسب ذیل ہے:

”باقی رہا حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی موجود بیماری کا سوال سو حضرت میاں صاحب موصوف نے اپنے اس مضمون میں یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ یہ ایک بشری لازمہ ہے جو حضور کی مظفر و منصور زندگی اور نصرت من اللہ کے مقام کو ہرگز منکوک نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی تھی کہ یہ بیماری بھی پندرہ سولہ سال کی ایسی شاندار اور کامیاب زندگی کے بعد آئی ہے جو ہر بد باطن معاند کا منہ بند کرنے کے لئے کافی ہے۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا ابیہر احمد کے نزدیک خلیفہ صاحب کی موجودہ بیماری ایک بشری لازمہ ہے اور ان کی پندرہ سولہ سال کی شاندار کامیاب زندگی کے ہوتے ہوئے ”لو تقول..... الخ“ کی آیت کے ماتحت خدائی گرفت کا نتیجہ نہیں۔ لیکن مسیح موعود کی تحریرات کو اگر بغور پڑھا جائے تو ان سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ ایک سچے ملہم اور مامور کی شاندار اور کامیاب زندگی کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دعویٰ ماموریت پر کم از کم تیس سال کا عرصہ گزر چکا ہو۔ چنانچہ اربعین نمبر ۳ ص ۸، خزائن ج ۱ ص ۳۹۳ میں آپ لکھتے ہیں: ”ہزار ہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اسی دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس نے افتراء کے طور پر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے زندگی کے تیس برس پورے کئے ہوں۔“

لیکن آج مرزا ابیہر احمد کے نزدیک تیس برس کی میعاد مدعی ماموریت کے لئے ضروری نہیں۔ کامیاب زندگی کے سولہ سترہ سال بھی کافی ہیں۔ اس کے بعد اگر مدعی ماموریت کسی ایسی بیماری میں پکڑا جائے جس کو مسیح موعود نے خبیث مرض اور دکھ کی مار قرار دیا اور جس کے لاحق ہونے پر آپ نے ڈوٹی کے خاتمہ کو انجام بد قرار دیا تو مرزا ابیہر احمد کے نزدیک یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کو خدائی گرفت کہا جاسکے۔ بلکہ یہ محض لازمہ بشریت ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو مسیح موعود کے مندرجہ بالا بیان کو آپ کیا کہیں گے اور ڈوٹی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے کیا اس کا مفلوج ہونا بھی لازمہ بشریت ہی ہے؟ اور مسیح موعود نے جو اس مرض کو اس کے مقتدری علی اللہ ہونے کی دلیل ظہر ایا تھا۔ یہ صحیح نہیں؟ پھر ہم ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا وہ کسی ایسے صادق مامور من اللہ کی مثال پیش کر سکتے ہیں جس کو دعویٰ ماموریت کے بعد اس قسم کی امراض لاحق ہوئی ہوں؟ اگر ایک بھی مثال آپ پیش نہیں کر سکتے اور نہ مسیح موعود کی کھلی تحریرات اس کی موید ہیں تو خلیفہ کی مرض کو لازمہ بشریت قرار دے کر ٹال دینا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟

قادیانی ”قمر الانبیاء“ کی عتاب کاریاں

الفضل مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء میں قادیانی حضرت ”قمر الانبیاء“ نے میرے ایک مضمون کا سات ماہ بعد جواب دیا ہے۔ میرے مضمون کو ناپاک لکھا ہے اور حرف اول سے لے کر آخر تک درشت کلامی کا سہارا لے کر بات بنانے کی کوشش کی ہے۔ عادت مستمرہ کے مطابق میرے مضمون کا کوئی فقرہ نقل تک نہیں کیا۔ مبادا ”ناپاک“ ہونے کا الزام طشت از ہام ہو جائے۔ اگر ”قمر الانبیاء“ کا لہجہ نرم اور مصالحانہ ہوتا تو مجھے نہ صرف حیرت ہوتی بلکہ صدمہ بھی ہوتا۔ کیونکہ اس سے میرا سارا نظریہ باطل ہو جاتا۔ ان کے مضمون کا لب و لہجہ اس آب و ہوا کی عمامازی کرتا ہے جس میں انہوں نے گذشتہ نصف صدی تربیت حاصل کی ہے۔ ارباب پیغام صلح اور ان کے زعماء کرام ان کی تلخ نوائی کے خوگر ہو گئے ہیں۔ جب بھی الفضل میں پیغام صلح کے خلاف سب و شتم کا نعرہ بلند ہوا تو ادھر سے جو جواب ملا وہ بقول غالب یہ تھا۔

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کے رقیب گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا
پیغام صلح کی اسی درخشندہ روایت کا دامن تمام کر میں ”قمر الانبیاء“ کی عتاب ناک
درشت کلامی کے جواب میں چند معروضات پیش کروں گا۔ ان میں جواب آں غزل کا اندازہ
نہیں۔ کیونکہ مجھے اس صلب کا احترام مقصود ہے۔ جس سے مکرم مضمون نگار کا تعلق ہے۔ اگرچہ
انہوں نے اپنے صلیبی روئے سے اس مقدس صلب کی تقدیس کو بھی ملحوظ نہیں رکھا۔ ہاں! سخن
مستمرانہ انداز میں یہ ضرور کہوں گا۔

شعلوں کا تو کیا ذکر کہ بدنام ہیں شعلے
شبم میں شراروں کی جلن دیکھ رہا ہوں
اپنے مضمون میں انہوں نے مجھے کیا کچھ کر کیا کچھ کہہ ڈالا۔ اس کے متعلق عرض ہے۔
سخن شناس نہ دلبر اخطا میں جا است

قمر الانبیاء نے خلیفہ اول کو محبوب امام تسلیم کیا ہے۔ حالانکہ ۱۹۵۶ء میں اسی مہینے میں
انہوں نے خلیفہ اول کو اپنے مصلح موعود سے کہتر قرار دیا تھا اور اس کی تصدیق میں قرآن کریم کی
آیت: ”فضلنا بعضهم علی بعض“ نقل کر دی تھی۔ حالانکہ اس آیت کا اشارہ انبیاء کی طرف
ہے اور اس میں تقابلی کی ممانعت مضمر ہے۔ کیا محبوب امام کے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہئے۔ اسی پر بس
نہیں کی۔ مکرم مضمون نگار نے خلیفہ اول کی اولاد میں سے ایک کو تلقین فرمائی کہ وہ مصلح موعود کی

برتری اور افضلیت پر مضمون اشاعت کر کے اپنی جان بخشی کا سامان کرے۔ جب انکار ہوا تو اس سے اپنی بخشی کے لئے جواز نکالا گیا۔ اول تو خلیفہ اول کی کوئی یادگار قائم نہیں ہوئی جو حقیقی نور ہستیا تھا۔ ربوہ (چناب نگر) میں اس کا فضل عمر ہسپتال کے نام سے احیاء کیا گیا۔ قمر الانبیاء کو خوب یاد ہوگا کہ جب جماعت کی طرف سے اس دلا زار ترمیم پر استفسار ہوا تو مصلح موعود نے کس لب و لہجے میں خلیفہ اول کے متعلق بات کی۔ پھر مولوی صاحب کی شان میں ایک سالانہ جلسے میں گہر باری کی۔ اس سے عیاں ہے کہ یہ لوگ مولوی صاحب کو جماعت میں کیا درجہ دیتے ہیں۔ حالانکہ مسیح موعود نے خلیفہ اول کو عبقری کہا ہے۔ میر محمد اسحاق مرحوم کی روایت ہے کہ حضور کی زندگی میں مولوی صاحب سخت بیمار ہوئے۔ مرض نے مہلک صورت اختیار کر لی۔ حضور خود علاج کرتے تھے۔ جب کوئی فائدہ نظر نہ آیا تو اماں جان نے رقت کے لہجے میں حضور سے کہا کہ وہ دعا کریں کہ مولوی عبدالکریم کے بعد یہ سلسلے کے بڑے ستون ہیں۔ اس میں کوئی تقابل کا پہلو نہ تھا۔ پھر بھی مسیح موعود نے فرمایا کہ مولوی نور الدین ہزار مولوی عبدالکریم سے بھی بڑا ہے۔ کسی مرشد نے اپنے مرید کی وہ تعریف نہیں کی جو امام الزمان نے مولوی نور الدین کی کی ہے۔ کیا میاں محمود احمد اور ان کے برادر خورد نے اس کیفیت کو کبھی پیش نظر رکھا؟ مسیح موعود احمدیت کی روح تھے اور مولوی صاحب اس کی ضمیر، وہ ایک بارش کے قطرے کی طرح دریاے مغفرت میں گرے۔ اپنی بے بضاعتی کا اقرار کیا۔ اس اکسار پر آسمانی صدف نے اپنی آغوش کو اوکڑا کر دیا اور یہ قطرہ دز شہوار بن کر احمدیت کی زینت بن گیا۔ لیکن اس کے بعد ان کی تصانیف کو لپٹا منسپا کیا گیا۔ پھر یہی عتاب ان کی صلیبی تصانیف پر نازل ہوا۔ اس پر بھی دعویٰ ہے کہ مولوی صاحب کو اپنا محبوب امام تسلیم کرتے ہیں اور جماعت لاہور کے خلاف گلہ ہے کہ وہ مرکز سے ہٹ گئی ہے اور بزرگوں کا احترام نہیں کرتی۔

کھلی ہوتی ہیں آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

خلافی استبداد کے ماتحت مسیح موعود کے دعاوی کی تحریف کی گئی۔ ایک آہنی آمرانہ نظام کی تخلیق ہوئی۔ جس کے بل بوتے پر خاص قسم کے عقائد کو منوایا گیا۔ چونکہ مسک رواں تھا۔ مصلح موعود کے دعویٰ کا اعلان بھی ۱۹۴۳ء میں ہو گیا۔ لیکن تقریباً نصف صدی کے بعد نبوت سے تدریجاً انکار شروع ہو گیا۔ اب انہی تحریروں کو پیش کیا جاتا ہے جو ۱۹۱۳ء سے جماعت لاہور پیش کرتی رہی ہے۔ تکفیر سے بھی دست کشی بڑے زوروں سے شروع ہے۔ اب مسلمانوں کے اسلام کو بھی تسلیم کیا جا رہا ہے۔ کیا اس تغیر و تبدل سے جماعت لاہور کے عقائد کی سرخروئی ثابت نہیں ہوتی۔ اس

لئے جو کچھ اس کے خلاف لکھا گیا صریحاً ناروا تھا۔ راقم الحروف کے مضمون کا مفاد صرف اتنا ہے کہ مسیح موعود کی تعلیم کا صحیح چہرہ اب افق پر ابھر رہا ہے۔ جس قوت نے مولا کا عذاب قسمیں اٹھا اٹھا کر آپ پر افتراء باندھے اور دعویٰ الہام کے ماتحت مصلح موعود کے منصب پر تسلط جمایا۔ وہ اب بطش شدید گرفت میں ہے۔

جب ۱۹۴۴ء میں مکرم خلیفہ صاحب نے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو انہوں نے اور ان کی جماعت نے سمجھ لیا کہ اب جماعت لاہور اور اس کا مسلک بقاء منشور ہو جائے گا۔ چونکہ یہ خانہ ساز بات تھی اور خدا کی طرف منسوب ہو رہی تھی۔ اس کے نتائج کے رد فرما ہونے کے لئے ایک معیاری میعاد کی ضرورت تھی۔ وہ ہے ۲۳ سال۔ یہ اس لئے کہ حضرت سرور کو نبی ﷺ دعویٰ رسالت کے بعد ۲۳ سال تک رونق بزم حیات رہے۔ اسی طرح منفری کہنے والوں کی منکالت عریاں ہوئی۔ اب ”قمر الانبیاء“ نے اس مسئلہ مسئلے سے بھی روگردانی فرمائی ہے اور فرماتے ہیں کہ چونکہ مصلح موعود اپنے دعویٰ کے بعد پندرہ سال کے اندر جلاء مرض نہیں ہوئے۔ اس واسطے ان پر قرآنی دفعہ قطع و تین کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ پندرہ سال کی میعاد پر اصرار، بوکھلائے ہوئے دماغ کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ اس کی تائید میں کوئی سند نہیں پیش کی گئی۔ محض تر بصر و امہال کے عقیدہ سے انکار کر دیا ہے۔ ”قمر الانبیاء“ نے مصلح موعود کی موجودہ مرض سے پہلے پندرہ سالوں کو مبارک دور قرار دیا ہے۔ اس دور میں جو برکات نازل ہوئیں ان میں پہلی برکت تو یہ ہے کہ مصلح موعود خود قادیان سے پاکستان خیریت سے پہنچے۔ لیکن وہ کیا دعویٰ کرنے کے بعد قادیان سے آئے اور کس روپ میں تشریف لائے۔ برکت کے اس پہلو کو اجاگر کرنا مکرم مضمون نگار بھول گئے ہیں۔ پھر انہیں پندرہ سال میں انہوں نے تبلیغ احمدیت سے دستبرداری کا اخبارات میں اعلان کیا۔

ایک روایت کے مطابق ایک اسلامی جماعت کے لیڈر سے بالواسطہ استفسار کیا کہ وہ اپنے عقائد میں کتنی ترمیم کریں کہ مسلمان مطمئن ہو جائیں۔ اسی دور مسعود میں احمدیت کی اصطلاح کو ساقط کرنے کے ارادہ کا اعلان بھی ہوا۔ تاکہ حکومت وقت اور علماء خوش ہو جائیں۔ پھر غیر معمولی نصرت کا اور پہلو یہ بھی ہے کہ عدالت میں اعلان کیا کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں ہے۔ اس اعلان کے بعد بھی یہ کتنا افسوس کہ روزگار دعویٰ ہے کہ جماعت قادیان کو جو ایمان اور محبت مسیح موعود سے ہے وہ جماعت لاہور کو نہیں۔ حالانکہ موخر الذکر جماعت نے کبھی یہ اعلان نہیں کیا کہ مسیح موعود کو ماننا ضروری نہیں۔ اب قمر الانبیاء خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ کس جماعت کا مسیح موعود

کے ساتھ گہرا تعلق ہے اور کس جماعت نے اس تعلق کو سیاست کے تابع رکھ کر اس کی اہانت کی ہے۔ ۱۹۵۴ء میں بقول قمر الانبیاء جو خطرناک آگ مشتعل ہوئی۔ اس میں کس کا ایمان را کھ ہوا۔ کس نے جان بچانے کے لئے عقائد کا سودا کیا سینکڑوں احمدی اس پاداش میں جماعت سے خارج ہو کر امام الزمان کی غلامی سے محروم ہوئے کہ انہوں نے مصلح موعود کے تجویز کردہ عقائد سے سرمو انحراف کیا تھا۔ لیکن جب اپنے تسلیم کرنے کا موقعہ آیا تو محض امدیشہ ہائے دور دراز سے مرحوب ہو کر ان کی منسوخی کا اعلان کر دیا۔

یہ شہادت کہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا خدا گواہ ہے کہ مکرم خلیفہ صاحب کی بیماری پر ہم میں سے کسی کو کوئی انتقامی خوشی نہیں۔ یہ شیوہ و شعار ارباب ربوہ (چناب نگر) کا ہے کہ وہ مخالفین کی مرض اور مرگ سے گونا مسرت حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے خلافتی نظام کے انکار کی پاداش میں لوگ مرض اور موت سے دو چار ہوتے ہیں۔ چونکہ خلیفہ صاحب مکرم نے ایک دعویٰ کیا اور خدائے قہار سے جھوٹا ہونے پر سزا کی استدعا کی۔ اس لئے ان کی موجودہ بیماری جب کہ وہ دینی اور دنیوی امور میں قیادت کے ابتدائی فرائض ادا کرنے سے قاصر و عاجز ہیں۔ ایک فرقانی پہلور کستی ہے۔

چناب ”قمر الانبیاء“ اور ان کے ہموادوں کو اس بصیرت افروز بیماری پر پردہ ڈالنے کے لئے اس علم الکلام کا سہارا نہ لینا چاہئے۔ جس سے آتھم اور ڈوئی کا انجام مشتبہ ہو کر رہ جائے۔ کیونکہ ان کے ہر دکار آج تک یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ان پر کوئی آسمانی تعزیر نازل ہوئی۔ آخر ڈاکٹر ڈوئی مسیح موعود کے قول مبارک کے مطابق قانع کرنے کے بعد تختے کی مانند سٹیج پر لایا جاتا تھا اور وہ بھی دستخط تو کر لیتا ہوگا۔ اس کی سزا تو یہ تھی کہ قانع کے بعد وہ کچھ نہ کر سکا۔ جس کی پاداش میں اس پر یہ عذاب نازل ہوا تھا۔ پیش گوئی میں مصلح موعود کو ”مظہر الحق والعلیٰ کان اللہ نزل من السماء“ کہا گیا۔ نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ خدا اس کو اپنے عطر سے مسوح کرے گا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایسی پیش گوئی کا حصدان کسی ایسی مرض میں مبتلا ہو جائے۔ جس سے وہ بالکل ناکارہ ہو کر رہ جائے۔ جو نفس قدسی خدا کے عطر سے مسوح ہوگا۔ کیا وہ زہول اور لسیان کا شکار ہو سکتا ہے جو آسمان سے اس واسطے نازل ہو کہ خدا کے دین کا یول بالا کرے۔ کیا یہ گوارہ ہو سکتا ہے کہ وہ بے چینی اور بے قراری کی نذر ہو کر رہ جائے۔ ویسے تو قمر الانبیاء نے ایک مضمون میں اعلان کر دیا تھا کہ لسیان نبوت کے منافی نہیں ہے۔ حالانکہ نبوت سے لسیان کے امکان کی بھی نفی ہو جاتی ہے۔

ایک سانس میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔ دوسرے سانس میں ایمان بالخلاف کا عقیدہ تراش لیا جاتا ہے کہ وہ ایمان ایک ایسی ہستی کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے جو مجبور و معذور ہے۔ کہاں یہ دعویٰ کہ خلیفہ مکرم، حضرت فاروق اعظم سے افضل ہیں۔ کہاں یہ کہ موجودہ معذوری میں محض دستخط ہی کر سکتا کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ قرآن انبیاء نے تاریخ کا سہارا لیا ہے کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ تاریخ میں کوئی ایسا وجود بھی ہوا ہے جو خدا کا فرستادہ ہو اور اس کا ماننا ضروری ہو۔ لیکن وہ عمر کے ایک حصے میں بالکل ناکارہ اور نکتنا ہو کر رہ گیا ہو، اور اس کی حالت بقول قرآن مجید ”لایسموت ولا یحییٰ“ کی مصداق ہو کر رہ گئی ہو۔ یہ ٹھیک ہے۔ انبیاء اور اولیاء پیار ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی نکلے ہو کر نہیں رہ جاتے۔ کیونکہ یہ سراسر خدا کی سنت کے خلاف ہے۔

یہ تو قرآن انبیاء کو مسلم ہے کہ ان کے مصلح موعود کو فوج کا مرض لاحق ہے۔ وہ اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ مسیح موعود (مرزا) نے فوج کو دکھ کی مار اور خبیث مرض کہا ہے اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ مرض اہل اللہ کو نہیں لگتی۔ بلکہ خدا کے دشمن اس کا شکار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مامور زمان نے اپنے دشمنوں کے لئے دعا کی کہ خدا ان کو مفلوج اور مجنون کرے تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے۔ اس لئے حضرت اقدس کے مشن کا موعود حامل اس مرض کا کیسے شکار ہو سکتا ہے۔ اگر اس کو یہ خبیث مرض لاحق ہو گیا ہے تو یہ اس بات کا تین ثبوت ہے کہ اس کو خدا کے نزدیک حضرت اقدس کے مشن سے نہ صرف واسطہ ہی نہیں۔ بلکہ اس کے وجود سے اس مشن کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس ایک دلیل سے موعودیت الف لیلیٰ و داستان باطل ہو کر رہ جاتی ہے۔ شاید وہ ان بودی و لیلوں سے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک خدائی نشان ہے کہ قادیانی آمرانہ نظام کے ہتھی انقضاض سے مامورانہ مشن کے تقدس کی تصدیق ہو رہی ہے۔ کیونکہ یہ نظام جہاد بن کر مشن کی روح کو مجروح کر رہا تھا۔ خلافتی استبداد سے روحانی استبداد منبث رہی تھی۔ ۱۹۱۳ء سے یہ نعرہ لگ رہا تھا کہ انجمن کی کوئی حیثیت نہیں۔ سب کچھ خلیفہ ہی کی ذات ہے۔ اس تیزابی عقیدہ نے جماعت کی وحدت کو پھاڑ دیا۔ اس کی تقویت کے لئے ایک اور عقیدہ بروئے کار آیا کہ خلیفہ معزول نہیں ہو سکتا۔ اب خلیفہ صاحب مکرم کی ہوش ربا علالت نے ان عقائد کے تار و پود یکمیر دیئے ہیں۔ ان کی زعم کی میں گمران کمیشن ریوہ (چناب گمر) میں بن گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اصل چیز انجمن ہی ہے۔ کیونکہ کمیشن کے پس منظر میں انجمن کا نظریہ ہی کارفرما ہے۔ اسی نے خلیفہ صاحب کی عملی معزولی کا راز بھی افشاء ہو گیا ہے۔ گویا خدا نے جماعت سے خلیفہ صاحب کو معزول کرایا ہے۔ اس

پر طرہ یہ کہ اس کمیشن کے خالق اور صدر ”خود قمر الانبیاء“ ہیں۔ جو خلیفہ صاحب کی ہوش کی زندگی میں زبردقوع کا نشانہ بنے رہتے تھے اور ان کی اسباط کے لئے گونا گوں القاب خطبوں میں استعمال ہوتے تھے۔ اب خلیفہ صاحب کی طویل علالت کے صدمے..... وہ کرتا دھرتا بجتے جا رہے ہیں اور اپنے لئے زمین ہموار کرنے کی خاطر آڑے ترچھے مضمون رقم فرماتے رہتے ہیں تاکہ جماعت ان کے لئے دیدہ براه اور گوش برآواز ہو جائے۔ دوسروں کا سنگین احتساب بڑا آسان ہے۔ لیکن اس سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ کبھی کبھار اپنے نفس کا محاسبہ بھی ہو تو شاید عتاب کاریوں سے اجتناب کی صورت پیدا ہو سکے۔ لیکن بقول شاعر

کار ذاتی سے ہیں عاجز پا کہا زان جہاں اپنے منہ کی گرد پانی آپ دھوسکتا نہیں

روشن حقائق کے خلاف الفضل کا دشنام آمیز احتجاج

گد پے میں جب تڑنہ فرخندہ دیکھتے کیا ہو ابھی تو تلخے کام و دہن کی آزمائش ہے چشم فسوں گر کا اشارہ پا کر ”الفضل“ نے میرے تفصیلی مضمون کو جو پیغام صلح مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ ”ایک اور ناپاک مضمون“ قرار دیا ہے۔ عادت مسترہ کے مطابق اپنے الزام کے اثبات میں میرے مضمون کا ایک لفظ تک نقل نہیں کیا۔ کیونکہ وہ کوئی ایک مکمل فقرہ نقل کرنے کے بعد ناپاک کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اس کو یہ بھی پورا یقین تھا کہ کسی قادیانی کو ”پیغام صلح“ والے مضمون کو پڑھنے کی جتو نہیں ہوگی۔ جو کچھ ”الفضل“ نے رقم فرمایا ہے وہ اپنے ہونے والے آقائے دلی نعمت کے افکار پریشان کا بے ربط اعادہ ہے۔ معتبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ ادارہ یہ بھی میاں بشیر احمد کارم فرمودہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں حقائق سے فرار ہے اور دلائل کے فقدان کا تلخ کلامی سے مداوا کیا گیا ہے۔

اتقا کہاں بہار کی رنگینوں میں جوش شامل کسی کا خون حتماً ضرور ہے
الفضل نے واعظانہ کلون اندامی بھی کی ہے۔ اس نے فرمایا ہے: ”خدا سے ڈر اور اور سچ
موجود کے الہاموں کو کسی کا نشانہ نہ بناؤ۔“

حالانکہ میرے معروضات کا مفاد یہ تھا کہ غیر صالح اطلاق سے حضور کے الہاموں کی تحقیر ہوتی ہے۔ اس احتجاج کو یہ کہہ کر تسلیم کر لیا کہ صاحبزادہ صاحب نے قمر الانبیاء ہونے کا کب دعویٰ کیا تھا۔ گویا اس غلط اطلاق سے جو کئی سالوں سے ہونہا تھا۔ تماشائی کی گئی ہے۔ اگرچہ صاحبزادہ صاحب نے خود اپنے الفاظ میں دستبرداری کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ کیونکہ ایک جلسے میں ان کی تقریر

بعنوان ”ذکر حبیب“ کے موقعہ پر ایک ہمہ گیر شہرت والے احمدی صدر نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ ان کو قمر الانبیاء کی تقریر کی صدارت کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت صاحبزادہ صاحب نے اس اعلان کی نفی نہیں کی تھی۔ بلکہ مصداق بنے بیٹھے رہے۔ جب راقم الحروف نے احتجاج بلج کیا تو اس پر افضل نے یہ فرمایا: ”اگر تمہاری خوشی اور تمہارے دل کی تسلی اسی میں ہے تو تم بے شک اس الہام کو کالے چور پر چسپاں کر لو۔ مگر خدا کے لئے مسخ موعود کے ایک الہام کو ہنسی کا نشانہ نہ بناؤ۔“

گویا اولادِ مشرہہ پر اطلاق سے تو اس الہام کی تضحیک ہوتی ہے اور کالے چور پر چسپاں کرنے کی ”افضل“ نے کھلی چٹھی دے دی ہے۔ ”درازدستی کوتاہ آسمیناں ہیں“ اگر پہلی بات ہے تو اس کے مجرم ارباب ربوہ (چناب نگر) اور ان کے احباب اور رہبان ہیں۔ جنہوں نے قمر الانبیاء والے الہام کو صاحبزادہ صاحب پر چسپاں کئے رکھا۔ اب کالے چور پر اطلاق کے خلاف ان کو کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔ یہ تقابلی کتنا لچر اور اذیت ناک ہے۔ عجب تر بات یہ ہے کہ اب صاحبزادہ صاحب کو اپنے مصداق ہونے میں اس عظیم الشان الہام کی تحقیق نظر آنے لگی ہے۔ لیکن ان کے نزدیک کالے چور کی چھٹی سے استخفاف کا کوئی اذیت ناک پہلو نہیں لگتا۔ ان کے تو قیر کے پیمانے دنیا سے نرالے ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۹ء میں برادر اکبر کے روز افزوں جنون کی پردہ داری کرنے میں لسیان کا نبوت سے نااطہ جوڑا اصل حدیثیہ کو شدید ہزیمت قرار دیا۔ حالانکہ از روئے قرآن کریم سرور کائنات کی یہ فتح مبین تھی۔ اس ذریتِ طیبہ نے مسخ موعود کی پہلی اہلیہ کو ”منجھ کی ماں“ کہہ کر احمدیت کا مورخ ہونے کا لقب پایا۔ افضل نے میرے مضمون کو ناپاک قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس میں مسخ موعود کی عظمت اور رفعت اور ان کے مشن کے تقدس کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی خلیفہ اول کی بزرگی اور برتری کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ جادوئے محمود کی تاثیر سے اسی فلک پیا بزرگ اور فقید المثال عالم کے ایمان افروز محاسن جماعت سے اوجھل ہو کر جماعت کے سوادِ اعظم میں تیرگی اور خیرگی کا ساں پیدا کر رہے ہیں۔ ایسے تذکرے کو ناپاک کہنا زلیخ نظر عشاۃ بھر اور دقر اذان کا درد ناک مظاہرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب قادیانی جماعت میں خلیفہ اول کا ذکر کرنا ایسا ہی ہے جیسے قبرستان میں کوئی آذان دے۔ میرا مضمون ان کے لئے آئینہ حقیقت نما ثابت ہوا۔ انہوں نے اس کو ناپاک کہہ دیا جس طرح ایک زنگی نے آئینے میں اپنی شکل دیکھتے ہی اس کو ناپاک کہہ کر پھینک دیا تھا۔ اب میں یہی کہہ سکتا ہوں۔

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور میرے مضامین کی محرک ایک بات ہے وہ یہ کہ اب ربوہ (چناب نگر) میں گلرگستاخ

کے لطن سے ایسی بجلیاں نکل رہی ہیں۔ جن سے نظر بظاہر احمدیت کا دشمن خطرے میں ہے۔ چونکہ ارباب اقتدار نے مقدس مشن کو اپنی آرزوں اور امنگوں کا تابع مہمل بنا دیا ہے۔ اس واسطے اس محرک اور متحرک سلسلہ پر جمود اور خودطاری ہے۔ اس لئے دسوزی کا تقاضہ تھا کہ ان کے افکار و افعال کو کاغذی پیرہن میں پیش کیا جائے تاکہ ”سہات مستقر آ و مقاماً“ اور ”حسنست مستقر آ و مقاماً“ میں تمیز نمایاں ہو جائے۔ جس طرح قرآن انبیاء والے الہام سے ان لوگوں نے اب توبہ کر لی ہے۔ وہ مصلح موعود والے الہام کی عظمت اور عصمت کا خیال کرتے ہوئے اس کو اس ”وجود قدسی“ پر چسپاں نہ کریں۔ جو ایک طویل عرصے سے موت اور زندگی کے برزخ میں ہے۔ لیکن یوگیموں پر پوپینڈے کے بل بوتے پر ان کے احبار اور جہان نے اس عظیم الشان الہام کو ایک ایسے نقش پر چسپاں کر رکھا ہے جس کی اپنی ہوش کے زانہ میں یہ حالت تھی کہ اس کے اجالے داغ داغ۔ اس کی محرشب گزیدہ اس کی خلوتیں اس کی جلوتوں سے خائف اور جلو میں اس کی خلوتوں سے ہراساں تھیں۔ لیکن اب جب کہ وہ معمولی بشری تقاضوں کو پورا کرنے سے بھی عاجز و درماندہ ہے اور خود جماعت نے ہونے والے خلیفہ کے ایماء پر اس کو معذور سمجھ کر عملاً معزول کر دیا ہے۔ اس کو سچ موعود کے الہاموں کا مصداق مانتے چلے جانا ان کو ”الفضل“ کے الفاظ میں ہنس کا نشانہ بنانا ہے۔ کیا سچ موعود (مرزا) نے ایسے ہی آدمی کے لئے پیش گوئیاں کی تھیں؟ یا کیا اب اللہ تعالیٰ نے دنیوی حکومتوں کی طرح اس کو سولہ سال کے بعد ریٹائر کر دیا ہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ایک عامی بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ حق پویش کون ہے اور حق کوش اور خادم دین کون؟

”الفضل“ نے اپنے آقائے ولی نعمت کے نقش قدم پر چل کر ”مصلح موعود“ کے علمی و دینی اور تبلیغی کارناموں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن نہ اس نے کبھی پہلے تفصیل دی ہے نہ اب۔ اگر واقعی کوئی نیک کارنامہ سرانجام پایا ہے تو خدا جو ذرہ نواز ہے وہ مصلح موعود کو ان کی دعا کے مطابق ان کو کام کرنے والی زندگی عطا کرتا۔ نہ کہ ایسے امراض میں مبتلا کر دیتا جن کو اس کے سبب نے خبیث امراض قرار دیا ہے۔ کیا خدا کو اپنے دین کی خدمت عزیز نہ تھی؟ اگر خلافت ربوہ ”شاخ مشر ہوتی تو باغبان اس کو کبھی خشک نہ ہونے دیتا۔ اس کے اثبات میں ہمارے سامنے سچ موعود کی درخشندہ سنت موجود ہے جنہوں نے اپنی بیماریوں کے باوصف اعداء کو یہ چیلنج دیا تھا۔

اے آنکھ سوئے من بہ دویدی بھد تہم از باغبان ہتس کہ من شاخ مشرم
 مامور کی مسیحا شان کا تقاضا ہے کہ اس کے مشن کا حامل اور عامل نکما ہو کر نہ رہ جائے۔
 ان کو خود آخری عمر میں انوار اشہاب سے خدانے نوازا۔ ان کی آنکھوں کو اپنے نور سے منور کیا۔ اسی

سلط الہی کا تقاضا تھا کہ قادیانی دوستوں کے مصلح موعود بھی اسی سلوک سے سرفراز ہوتے۔ اگر وہ مقدس تحریک کے صحیح سربراہ ہوتے۔ اب جب کہ خدا نے ان کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا اور وہ نہ صرف بیمار ہی نہیں بلکہ بیکار بھی ہیں۔ ان کو ”مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء“ کہنا اس پر جلال الہام کا ایسا استخفاف ہے جو خدائی تقدیر کو دعوت دے رہا ہے اور خلیفہ صاحب مکرم کی مرض کو مہلک کر رہا ہے تاکہ ان کی زندگی میں خدا امیران فریب پر یہ واضح کر دے۔

جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا وہ ناپائیدار ہوگا

قادیانی احباب اور ان کے اجبار کا یہ کہنا کہ: ”حضرت مصلح موعود“ پر پندرہ سال تک کوئی گرفت نہیں ہوئی یا مسیح موعود کی ایک عبارت کا حوالہ دینا جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ان کے دعویٰ کے گیارہ سال بعد بھی ان کو خدا کی تائید حاصل ہے۔ کیا اس سے وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور نے کوئی خاص میعاد مقرر کی تھی۔ جس میں وہ سرفراز و کامران رہیں گے۔ ان کا چیلنج تھا کہ وہ یوم وصال تک خدا کی گود میں رہیں گے۔ اس لئے انہیں فرمایا تھا۔

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

اب اس ترازو میں خلیفہ صاحب مکرم کی موعودیت کو تول کر قادیانی احباب خود فیصلہ فرمائیں کہ ان کو در مولیٰ سے کتنی نصرت حاصل ہے اور وہ کس زمرے میں شمار ہو سکتے ہیں۔ ان کے مزموں کا رتا مومنوں کا ذکر تو اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ خود فریبی میں گن رہیں۔ اس پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

رکھ دیئے مرجھائے ہوئے پھول نفس میں
شاید کہ گوارا ہو اسیروں کو اسیری

خدا نے امراض کا جہوم اس واسطے کیا کہ مکائد کا پردہ چاک ہو جائے۔ لیکن قادیانی رہبان و اجبار کی چابکدستی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے خدا کی تقدیر پر بھی عنکبوت کی تاروں سے پردہ دری شروع کر دی ہے۔ ایسا ہی جیسے عیسائیوں نے کیا تھا۔ چونکہ ابن اللہ کے شرک افزہ عقیدے سے خدا کی وحدانیت پر ضرب پڑتی تھی۔ خدا نے صلیب کا سانچہ برپا کیا۔ عیسائیوں نے کمال عیاری سے اس عبرت ناک سے کفارہ کا عقیدہ تراش لیا۔ اب خلافت مآب کی علالت پر فریب نظر کے پردے ڈالے جا رہے ہیں۔ مبادا سنگین حقائق کے عالم آشکار ہونے سے بیت عنکبوت تار تار ہو جائے۔ چونکہ خلافت مآب نے حق پرستی کے نخلستان کو پیر پرستی کا ریگزار بنا دیا ہے۔ اس میں ان کی موعودیت جلوہ سراب بنی ہوئی ہے۔ لیکن کب تک؟ انجام کار خدائی تقدیر اس اثناہ کا اعادہ کر کے رہے گی جو ۱۹۱۵ء میں مسیح موعود کے صحابیوں نے کیا تھا اور بیاگ دہل کہا تھا: ”کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ زرم عیار ہوگا۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ

جماعت احمدیہ
کے
فہمیدہ اصحاب سے



ملک عزیز الرحمن گجراتی

خلیفہ ربوہ کا یہ شیوہ ہے کہ ہر وہ کام جس کو وہ خود سرانجام دیتے ہیں۔ اسے تو شریعت کے مطابق گردانتے ہیں۔ مگر جب وہی کام دوسرے لوگ کریں تو یہ شور برپا کر دیا جاتا ہے کہ یہ کام خلافت شریعت ہے۔ چنانچہ وہ ان افراد کا مکمل سوشل بائیکاٹ اور ان کی جائیدادیں ضبط کر لینے سے قطعاً دریغ نہیں کرتے جو خلیفہ سے یہ تمام انشراح صدر عدم وابستگی کا اعلان کر چکے ہیں۔ مگر جب دوسرے لوگ بھی تہدیلی عقیدہ کی بناء پر ہی ان کو مقابلہ کا ہدف بناتے ہیں تو ان کے سامنے قرآنی آیت ”لا اکراه فی الدین“ پیش کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ ”بائیکاٹ کرنا تو یہودیوں اور کافروں کا شیوہ ہے۔“

(المفضل سورہ ۱۰ جون ۱۹۵۶ء)

اسی طرح مرزا محمود احمد اپنے مخالفین کو بدکار وغیرہ کہنے سے خود بھی گریز نہیں کرتے۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کی تحریر ملاحظہ ہو۔ ”وہ مسلمان جو تخت حکومت پر متمکن ہیں اور جو بادشاہت کے دعویدار ہیں اور وہ کسی ملک کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ اڈل درجہ کے بدکار..... پھر اخلاق اور عادات میں نہایت گندے اور خطرناک قسم کی بدکاریوں میں گرفتار پائے جاتے ہیں۔“

(المفضل سورہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء)

جب اسی طرح خلیفہ قادیانی پر بھی ۱۹۲۷ء، ۱۹۳۷ء، ۱۹۴۷ء اور ۱۹۵۶ء میں ہر دس سال بعد تقریباً عینہ وہی الزام بدکاری کا لگا جس کا ہدف مذکورہ بالا عمارت میں انہوں نے مسلمان بادشاہوں کو بنایا تھا۔ تو ناقوس خصوصی پھر اپنے دکھاوے کے اصول کے مطابق قرآنی آیات پیش کر کے یہ کہنے لگا کہ اس ضمن میں الزام لگانے والوں کو چار گواہ پیش کرنے چاہئیں۔ حالانکہ جب بدکاری کا الزام خود انہوں نے بادشاہوں پر لگایا تھا تو اس وقت انہوں نے چار عینی شاہد پیش کرنے والی آیت کو مد نظر نہ رکھا تھا۔ کیا روحانی راہ نما کو چار عینی گواہوں کے بغیر کسی پر الزام لگانے کی اجازت ہے؟ کیونکہ دوسروں کی طرف سے جب یہی الزام ان پر لگتا ہے تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ چار گواہوں کے بغیر الزام لگانا خلاف شریعت ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ہماری طرف سے چار عینی شاہد بھی پیش کرنے کا مطالبہ تسلیم کر لیا گیا اور قادیانی خلیفہ سے پوچھا گیا کہ وہ عدالت بتائیں جس میں ایسے چار عینی شاہد پیش کئے جاسکیں۔ اس پر انہوں نے چپ سادہ لی اور اب تک جواب دینے سے قاصر ہیں۔ مگر ہم نے اس پر اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے دوسرا شرعی طریقہ پیش کر کے خلیفہ کو میدان میں لگانے کی دعوت دی۔ یہ وہ طریقہ تھا جس کو مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دنیا کے سامنے آ کر پیش کیا یعنی مہبلہ۔ اسی پر جماعت احمدیہ نے اپنی سچائی کی اساس رکھی تھی۔ جموٹے الہام اور خواہیں تو خلیفہ نے ثابت کر دیا کہ ان کی تخلیق تو دائیں ہاتھ کا

کام ہے اور یہ کہ ایسے الہامات و کشف تو جموئے بن سکتے ہیں۔ مگر سچائی کے پرکھنے کی ایک دلیل کا وہ کوئی حل نہ کر سکے۔ وہ تھا قرآن کریم کا اور جماعت احمدیہ کا مسلمہ اصول کہ جموئا کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ قرآن کریم میں خدائے عظیم ذمیر فرماتا ہے: "قل یا ایہا الذین ہادوان زعتم انکم اولیاء اللہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صدقین • ولا یتمنونه ابدأ بما قدمت ایدیہم واللہ علیم بالظالمین (الجمعاہ: ۷۶:۷۷)" یہودی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے دوست ہیں اور یہ کہ خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔ فرمایا ان سے کہہ دو کہ اے یہودیو! اگر تم اپنے آپ کو خدا کے دوست سمجھتے ہو تو اپنے لئے موت کی تمنا کرو۔ مگر یہ یاد رکھو کہ یہ لوگ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ اپنی بد اعمالیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

چنانچہ اس خدائی فیصلہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے ان کے سامنے قرآن کریم کا مہبلہ کا اصول پیش کیا اور ان کو لکارا کہ میدان مہبلہ میں نکلو۔ اگر تم بدکار نہیں تو موت کی تمنا کرو۔ گو خلیفہ نے توجہ کا روزہ رکھ لیا۔ مگر اپنے جعلی خالد بن ولید کو چمکا دیا۔ چنانچہ انہوں نے یہ شور برپا کر دیا کہ بدکاری کا الزام لگنے کی صورت میں مہبلہ جائز نہیں۔ اس ضمن میں مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ جن سے ثابت ہے کہ زنا کا الزام لگنے پر مہبلہ جائز ہی نہیں۔ بلکہ اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

۱..... "مہبلہ صرف ایسے مہضوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بناؤ رکھ کر کسی دوسرے کو مغتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔" (الحکم مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۲ء)

۲..... "دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اور اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے چشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے۔ یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خور ہے۔ کیونکہ چشم خود اسے شراب پیتے دیکھا ہے تو اس حالت میں بھی مہبلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور روایت پر بناؤ رکھ کر ایک مؤمن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔" (الحکم مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۲ء)

۳..... "یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے چشم خود زنا کرتے دیکھا ہے یا چشم خود شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لئے مہبلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔" (تلخیص رسالت ج ۲ ص ۲۲، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۴۲)

ان مذکورہ بالا تین حوالہ جات سے جو صحیح موعود کے ہیں زنا کے الزام پر مہلبہ کرنے کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس سے یہ امر بھی ثابت شدہ ہے کہ زنا کا الزام لگانے والے خواہ چار گواہ پیش نہ بھی کریں۔ مگر وہ میدان مہلبہ میں اتر آئیں تو ان سے مہلبہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ خلیفہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے دھوکہ دہی کی غرض سے یوں لکھتے ہیں: ”مہلبہ اخبار وہی ہے جو کسی زمانہ میں جمونے خط بنا کر اپنے اخبار میں شائع کرتا تھا اور ان پر لکھا ہوتا تھا۔ ایک معصوم عورت کا خط لیکن ہر خط گناہ ہوتا تھا اور ادھر لکھا ہوتا تھا۔ نقل مطابق اصل اور اندر اکثر خطوں میں یہ لکھا ہوتا تھا کہ میں مہلبہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گناہ شخص سے مہلبہ کون کر سکتا ہے۔“

اس اقتباس کو پڑھنے کے بعد یہ دھوکا لگتا ہے کہ خلیفہ تو مہلبہ کے لئے تیار ہیں۔ مگر چونکہ گناہ آدمی دعوت مہلبہ دے رہا ہے۔ اس لئے اس سے مہلبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر خلیفہ کو کیا معلوم تھا کہ ایک شخص خدا تعالیٰ ایسا کھڑا کر دے گا جو نام کے ساتھ خلیفہ کو دعوت مہلبہ دے گا۔ جو ”دور حاضر کے مذہبی آمر“ نامی کتاب (معنفہ راحت ملک) کے ص ۱۵۳، ۱۵۵ سے درج کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

”اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبده ورسوله“ میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو بھی برحق سمجھتا ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور صحیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں..... مؤکد عذاب حلف اٹھاتا ہوں۔ میں اپنے علم مشاہدہ اور روایت یعنی اور آنکھوں دیکھی بات کی بناء پر خدا کو حاضر ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ ایک غیر مرد سے زنا کر دیا۔ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ اس بات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔

دستخط: محمد یوسف ناز، معرفت عبدالقادر تیرتھ سنگھ

جے للہوانی روڈ عقب شاپہار ہوٹل کراچی

حال معین پور ٹیکریکل چول فارم چک نمبر ۱۳۶-۱۵۱ بی راستہ اقبال مگر ضلع مظفری

اس اعلان کے شائع ہونے کی دیر تھی خلیفہ گھبرا گئے اور آج اس دعوت مہبلہ اور حلف مؤکد بعد اب کو اٹھاتے ہوئے پورا ڈیڑھ سال ہو چکا ہے۔ مگر وہ آج تک اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ صرف حیلوں بہانوں سے کام لے رہے ہیں۔ ایک طرف تو مکرم و محترم محمد یوسف ناز اس حلف کے بعد خدا تعالیٰ کے انعامات کے دارث بن چکے ہیں۔ پورے نو سال میں خدا تعالیٰ نے جب کہ وہ خلیفہ کے مرید بھی تھے۔ اولاد عطا نہ کی مگر اس حلف کے بعد خلیفہ سے علیحدگی اختیار کر لینے پر خدائے رحیم و کریم نے ان کو اولاد زرینہ سے نوازا تو دوسری طرف اس جھوٹے مصلح موعود کو خدا تعالیٰ نے یہ توفیق نہ دی کہ سچائی کے دعویٰ دار ہوتے ہوئے بھی موت کی تمنا کرتے۔ اگر محترم یوسف ناز کا بیان جھوٹا تسلیم کیا جائے تو اے احمد یو! خدا تعالیٰ کے اس فیصلہ کو بھی جھوٹا اور غلط کہنا پڑتا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ جھوٹا کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کرتا۔ جھوٹا ہو کر موت کی تمنا کرنا خدا کے فیصلہ کے سراسر خلاف ہے۔ آپ یوسف ناز کو جھوٹا کہہ کر قرآن کو نعوذ باللہ جھوٹا قرار دے رہے ہیں۔ اگر یوسف ناز جھوٹے ہو کر بھی موت کی تمنا کر رہے ہیں تو اس کے برعکس مرزا محمود احمد بقول آپ کے سچے ہوتے ہوئے بھی موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے۔ کیا موت کی تمنا نہ کرنا اس کی سچائی کی دلیل ہے یا جھوٹے ہونے کی۔ آپ لوگ اسی آیت کو پیش کر کے اپنی سچائی منوایا کرتے تھے۔ مگر جب اپنی باری آئی تو اس قرآنی اصول ہی کو غلط قرار دیا جا رہا ہے۔ آپ لوگوں کے لئے یہ امر نہایت درجہ مشکل ہے کہ مرزا محمود احمد کو جھوٹا قرار دیں یا ان کو حلف مؤکد بعد اب کے ذریعہ موت کی تمنا کرنے پر مجبور کریں۔ مگر خدا تعالیٰ کے طریقے بھی نرالے ہیں۔ خلیفہ موت کی تمنا نہیں کرتے تو نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کی گرفت میں وہ ۱۹۳۳ء سے آچکے ہیں۔ انہوں نے مصلح موعود کا دعویٰ ایک خواب کو پیش کر کے حلیفہ بیان کے ساتھ کیا۔ (گو وہ مؤکد بعد اب حلف نہ تھی) مگر تاہم خدا تعالیٰ کے نزدیک ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے یہ قسم ہی کافی تھی۔ چنانچہ وہ آج کل مندرجہ ذیل خدائی عذاب کا شکار ہیں۔

..... اؤل ان کو قادیان کی مقدس ہستی سے نکال دیا گیا اور وہ بھیس بدل کر لاہور آ گئے۔ یہ وہ ہستی تھی کہ جس کے نام کی بدولت انہوں نے جماعت احمدیہ کو گمراہ کرنے کی مکمل کوشش کی اور جس کی مقدس سرزمین میں وہ پسر نوح ہوتے ہوئے بھی ہنسی مقبرہ میں دفن ہونے کے خواب دیکھ رہے تھے اور قادیان کی سرزمین بھی ان ہی کی بے اعتمادیوں اور بے راہ رویوں کی بدولت پاکستان سے چھن گئی۔ اگر ”یہ لوگ زندگی کے فیشن سے دور نہ جا پڑتے“ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ قادیان پاکستان سے الگ کیا جاتا۔

۲..... دوسرا عذاب خلیفہ پر ان کے ہم زلف ڈاکٹر شیخ عبداللطیف کے ذریعہ وارد کیا گیا۔ یہ ڈاکٹر صاحب خلیفہ کے دانت کی درد کی تکلیف کی خبر سن کر بغرض علاج دہلی سے قادیان پہنچ جایا کرتے تھے۔ مگر جب ان کو رتن باغ لاہور میں مع اپنی اہلیہ کے اپنے ہم زلف خلیفہ کی صحبت نصیب ہوئی تو ان کو علم ہو گیا کہ یہ شخص اول درجہ کا بدکار ہے۔ چنانچہ انہوں نے بھی اپنی طاقت اور بساط کے مطابق کراچی کے حلقہ میں خوب اس کی تشہیر کی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ: ”ان کی بے وقت موت بھی خلیفہ کا ہی کرشمہ ہے۔“

۳..... تیسرا عذاب خلیفہ کا اپنے ۳۲ سالہ عقائد سے دستبرداری ہے۔ انہوں نے ۱۹۵۳ء میں تحقیقاتی عدالت کے سامنے اپنے عقائد میں تبدیلی کر لی۔ کہاں خلیفہ حتی طور پر کہا کرتے تھے کہ: ”اسحق ہے جو یہ کہتا ہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔ کس کا دل گردہ ہے جو یہ کہے کہ مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان نہیں۔“ (افضل موروی ۲۲ ستمبر ۱۹۲۹ء، موروی ۶ مئی ۱۹۱۳ء، موروی ۲۰ مئی ۱۹۱۳ء) مگر کہاں تحقیقاتی عدالت کے اس سوال کے جواب میں کہ: ”کیا مسیح موعود کا ماننا جزو ایمان ہے۔“

خلیفہ نے جواباً کہا: ”جی نہیں۔“

۴..... چوتھا عذاب نام نہاد خلیفہ پر ۱۹۵۳ء میں چاقو کے حملہ کی صورت میں وارد کیا گیا۔ جب ان پر ایک شخص نے چاقو کا حملہ کیا تو اس شاطر اعظم نے یہ اعلان جاری کر دیا کہ اگر میں چاقو کے حملہ سے مارا جاتا تو میری مماثلت (نعوذ باللہ۔ ناقل) حضرت عمر فاروق سے قائم ہو جاتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے مجھے اس حملہ سے اس لئے بچایا کہ میں (نعوذ باللہ۔ ناقل) حضرت عمر سے افضل ہوں۔ گویا چاقو کے حملہ سے مارے یا نہ مارے جانے کی صورت میں فیصلہ انہی کے حق میں رہا۔ پس خدا تعالیٰ نے ان کے لئے عذاب کو ایسی شکل دی جس سے اب وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان پر انعام خداوندی ہے۔ وہ عذاب کیا ہے؟ ان پر عذاب الہی بذریعہ فاج اور یہ پانچواں عذاب ہے۔

۵..... پانچواں عذاب ان کا پاگل اور مفلوج ہونا ہے۔ ان پر ۱۹۵۳ء میں فاج کا حملہ ہوا۔ چنانچہ خلیفہ لکھتے ہیں: ”پھر..... مجھ پر فاج کا حملہ ہوا۔“ (افضل موروی ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء)

”اب میں ۶۸ سال کی عمر کا ہوں اور فاج کی بیماری کا شکار۔“

(افضل موروی ۳ مارچ ۱۹۵۶ء)

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فاج اور پاگل پن کو نہایت سخت دکھ کی مار قرار دیا ہے۔ نیز ان کو ضعیف امراض قرار دیا ہے۔ (ملاحظہ ہوا ربیعین نمبر ۳ ص ۳۰ حاشیہ) مسیح موعود تحریر فرماتے

ہیں: ”تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر کے کسی کو اندھا کر دے کسی کو مہذوم کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون۔“

(انجام آقلم ص ۶۶، خزائن ج ۱۱ ص ۶۶)

پس پرنور کا نہایت سخت دکھ کی مار اور خبیث مرضوں میں مبتلا ہونا جماعت احمدیہ کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ خلیفہ کے پاگل ہونے کا اعتراف منجھلے میاں بشیر احمد نے افضل ربوہ میں صبح موعود کی ایک خواب شائع کر کے کیا ہے۔ اس خواب میں صبح موعود نے دیکھا کہ:

”میرا دایاں ہاتھ دیوانہ کے ساتھ میں ہے۔“

(افضل مورہ ۲۷ جنوری ۱۹۵۷ء)

اس رویا سے بھی ثابت ہے کہ صبح موعود کی جماعت پر پاگل کا قبضہ ہوگا۔ کیا کوئی عقلمند آدمی ایک منٹ کے لئے بھی یہ برداشت کر سکتا ہے کہ وہ پاگل کے تابع ہو۔ آپ سوچیں اور غور کریں کہ کیا پاگل سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی احسن کام کرے۔ اے صبح موعود کے نام لیواؤ۔ ذرا آنکھیں کھول کر عقل و خرد سے سوچو کہ کیوں صبح موعود کے ہاتھ کو پاگل کے ہاتھ میں دے کر خوش ہو رہے ہو۔ صبح موعود سے محبت اور اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ ان کے ہاتھ کو پاگل کے چنگل سے آزاد کرایا جاتا۔ چہ جائیکہ آپ پاگل کی امداد پر کمر بستہ ہیں تا وہ صبح موعود کے ہاتھ پر اپنی گرفت اور سخت کر دے۔ ہوش میں آؤ اور ہمارے ساتھ مل کر صبح موعود کے ہاتھ کو پاگل کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش میں شریک ہو جاؤ۔ تا خدا کے حضور قبول کئے جاؤ۔ ورنہ اس آگ سے ڈرو جو نافرمانوں اور جھوٹوں کے لئے تیار ہے۔ آپ ایک ایسے انسان کی اتباع کر رہے ہیں جو نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا ہے۔ اس کو کسی پر حسن ظن نہیں۔ کیونکہ اس نے تمام عمر کسی سے کوئی نیک سلوک نہیں کیا۔ اس کی نمازوں کی یہ حالت ہے کہ مجبوراً سر محمد ظفر اللہ خاں کو بھی یہ کہنا پڑا کہ اس طرح تو نمازوں کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نام نہاد خلیفہ کا اپنا قول ہے: ”کہ اگر روحانی خلیفہ بدکار ہو تو اسے فوراً چھوڑ دینا چاہئے۔“

(افضل مورہ ۳۰ جون ۱۹۳۸ء، رسالہ عقیدہ الاذہان ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء، ص ۸)

آپ اس قول پر ہی عمل کرتے ہوئے اس سے دستبرداری کا اعلان کر دیں۔ اگر ایسا کرنا آپ کے لئے ممکن نہیں تو کم از کم پھر سچائی کی خاطر خلیفہ کو مہلہ کے لئے ہی تیار کریں۔ آپ نے اپنے دوٹوں سے ان کو خلیفہ بنایا اور خود ہی یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ لہذا ان کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ گویا بقول آپ کے جس خدا نے آپ کے دلوں کو پھیر کر انہیں خلیفہ منتخب کرایا۔ اب اس خدا میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اب آپ ہی کے دلوں کو اس سے پھیر دے۔

کتاب بڑا ہے یہ گناہ جس کے آپ مرتکب ہو رہے ہیں۔ آپ کے خود ساختہ غیر شرعی عقیدہ کو خدا تعالیٰ نے باطل قرار دینے کے لئے آپ کے خلیفہ کو مفلوج اور پاگل کر دیا۔ اب وہ عملاً معزول ہیں ان کے اپنے قول کے مطابق وہ ایک بے معنی اور سانس لینے والی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسی حالت میں میرا وجود سلسلہ کے لئے مفید نہیں ہو رہا۔ اب آپ کی دعائیں اور بکرے خدائی عذاب سے انہیں ہرگز ہرگز بچا نہیں سکتے۔ آپ لوگوں کو تنظیم اور تعمیر مساجد کے دھوکے دیئے جا رہی ہیں۔ کہا جا رہا ہے تنظیم سب سے مقدم ہے۔ حالانکہ تنظیم کو مقدم کرنے والا خلیفہ کا اپنا نظریہ تنظیم کے بارہ میں یہ ہے: ”میں نے پورے پورے طور پر تہیہ کر لیا ہے کہ چاہے وہ کتنا شور مچائیں اور لوگوں کو ابھاریں قطع نظر اس کے میری جان خلافت بلکہ سلسلہ رہے یا نہ رہے۔ میں نے ان کے پول ضرور کھولوں گا۔“ (افضل مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۳۰ء)

آپ کے خلیفہ کو تو صرف لوگوں کے پول کھولنے کی خاطر خلافت اور سلسلہ کی تباہی کی بھی کوئی پروا نہیں۔ ان کو تو صرف اور صرف اپنی گدی عزیز ہے۔ خلافت، سلسلہ رہے یا نہ رہے۔ اس سے انہیں کیا ہے وہ اپنی اغراض کی خاطر اس سلسلہ اور خلافت کی قربانی بھی دینے کے لئے تیار ہیں۔ مگر آپ کو یہ تلقین کر رہے ہیں کہ: ”تنظیم کو اپنی جان و مال اور عزت سے زیادہ عزیز سمجھو بلکہ سلسلہ کا اتحاد دس ہزار نور الدین سے بھی زیادہ ہیں۔“ (افضل مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۵۶ء)

پس جس سلسلہ کے اتحاد پر دس ہزار نور الدین قربان کئے جاسکتے ہیں۔ وہ سلسلہ لوگوں کے پول کھولنے کی خاطر اگر جہاد و برباد ہو جائے تو خلیفہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔

یاد رکھو! اگر ایسی تنظیم ضروری ہوتی تو مسیح موعود ایسی تنظیم کو قائم کرتے یا یہ کہنا پڑے گا کہ نعوذ باللہ مسیح موعود میں تنظیم قائم کرنے کی اہلیت ہی نہ تھی۔ مگر پیر نوح ان سے زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو ہدایت فرماتا ہے کہ: ”عقل و خرد سے سوچو۔ چنانچہ اس ضمن میں ایک مقولہ درج کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔“

☆ جو عقل سے کام نہیں لیتا وہ بے وقوف ہے۔

☆ جو عقل سے کام لیتا نہیں چاہتا وہ حصب ہے۔

☆ جس میں جرات نہیں وہ غلام ہے۔

والسلام!

داعی الی الخیر الملک عزیز الرحمن، جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی

(مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۵۸ء)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَرْزَا اَحْمَدُ كَلِمَاتِی
مَرْزَا اَحْمَدُ كَلِمَاتِی

ربوہ کار اسپوٹین

(مرزا محمود کی کہانی مریدوں کی زبانی)

دور حاضر کا دجال



طاہر رفیق اختر

انتساب

”اندھی عقیدت میں ڈوبے ہوئے

احمدیوں کے نام جو پلید عقیدہ اجرائے نبوت اور

مرزا محمود کے مصلح موعود (مامور) ہونے پر ایمان

رکھتے ہیں۔ انہی دو عقائد کی وجہ سے وہ ذلت کی

وادی میں بھٹک رہے ہیں۔“

فہرست

۱۸۷	جنیت..... جنیت کیا ہے، جنسی انحراف کی مختلف شکلیں	باب نمبر: ۱.....
۱۹۵	روڈس کار اسپوشین	باب نمبر: ۲.....
۲۰۸	مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار، افراد خانہ اور اعزہ کے حلیہ بیانات	باب نمبر: ۳.....
۲۰۸	خلیفہ مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار	
۲۰۸	حکیم عبدالوہاب کا بیان	
۲۱۲	ساس ہفتی بیگم پر دست درازی	
۲۱۳	امت الحفیظہ دختر مرزا محمود احمد کا بیان	
۲۱۳	بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف کا حلیہ بیان	
۲۱۳	ڈاکٹر مشرا احمد پوتامرزا محمود احمد کا مصححانہ بیان	
۲۱۳	مولوی عبدالمنان صاحب عمر کی شہادت اور فواب مبارکہ بیگم کے کردار پر مزید روشنی	
۲۱۵	مرزا حقیق احمد کا حلیہ بیان بروایت علی محمد ماحی	
۲۱۶	مرزا محمود احمد کا س روڈ کو قادیان لے جانا اور پریس کار و عمل	
۲۱۸	باب نمبر: ۴..... مریدین اور اغیار کی حلیہ شہادتیں	
۲۱۸	پہلا اثر ام اور مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور کی شہادت	
۲۱۹	مہلبہ والوں کی لٹکار	
۲۲۰	مولوی صدر الدین امیر جماعت احمدیہ لاہور کا بیان	
۲۲۱	آفتاب اقبال ابن ڈاکٹر محمد اقبال کی شہادت	
۲۲۱	مہارک شاہ ابن مولوی محمد سرور کی شہادت	
۲۲۳	مرزا طاہر احمد پسر مرزا عبدالرحمن کا بیان	
۲۲۳	نذیر احمد ڈرائیور کا بیان	
۲۲۳	”کوئی قادیانی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے“ داؤد کا بیان	
۲۲۵	قریبی نذیر احمد کی شہادت	
۲۲۵	ڈاکٹر محمد احمد کی شہادت	
۲۲۵	جناب صدر الدین ناصر کا بیان	
۲۲۷	امت الودود کا قصہ	
۲۲۸	جناب مصلح الدین سعدی کی شہادت	
۲۲۹	مصلح الدین کی دوسری شہادت	

۲۲۹	چوہدری محمد نصر اللہ ان چوہدری عبداللہ شیبجا چوہدری ظفر اللہ سابق وزیر خارجہ پاکستان کی شادی کا قصہ
۲۳۰	ایک نوجوان ہنر مند احمد کی منگنی کا قصہ
۲۳۱	عبدالرشید ابن مولوی نذر محمد کارکن امور عامہ کا بیان
۲۳۲	عبدالحمید اسلم والے کا بیان
۲۳۳	رفیق احمد لاہوری بی۔ اے، ایل۔ ایل، بی۔ ایل کا بیان
۲۳۴	بے وضو نماز پڑھانا "تواؤی نمازاں نے یہہ مار یا اے"
۲۳۴	دوسری شہادت فتح محمد المعروف قاسم
۲۳۵	ایک احمدی خاتون عائشہ بنت شیخ نور الدین کا بیان
۲۳۶	مولانا اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق
۲۳۸	ڈاکٹر اللہ بخش سابق جنرل سیکرٹری احمدی انجمن لاہور کا بیان
۲۳۸	عبدالعزیز نو مسلم کی صاحبزادی خلافت مآب کے چنگل میں
۲۳۸	حکیم عبدالعزیز (سابق پریزیڈنٹ انجمن انصاف احمدی انجمن پنجاب) کا مرزا محمود کے سامنے آئینی میں اعلان حق
۲۳۹	شیخ شتاق احمد مالک احمدیہ دوا گھر کا بیان
۲۳۹	ڈاکٹر محمد عبداللہ "آکھوں کا ہسپتال" قادیان (حال فیصل آباد) کا بیان
۲۴۱	مرزا محمد حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمدی کہانی
۲۴۳	مشہور کالم نگار احمد بشیر کا بیان (سردیہ اور امرود کھانا)
۲۴۳	محمد یوسف ناز کا دوسرا بیان
۲۴۳	محمد عبداللہ احمدی کا بیان
۲۴۳	منیر احمد کا بیان
۲۴۳	سیدہ ام صالحہ بنت سید ابراہیم بن من آباد کا بیان
۲۴۵	قاضی طویل احمد کا بیان
۲۴۶	راحت ملک کا چھٹی خلیفہ ربوہ کے نام
۲۴۸	چوہدری غلام رسول کا اعلان حق
۲۴۸	عبدالرب خان برہم کا حلفیہ بیان
۲۴۹	آغا سیف اللہ کا بیان
۲۵۰	منظہ الدین ملتانی کی ایک حیران کن روایت
۲۵۰	ماسٹر محمد عبداللہ سابق ہیڈ ماسٹر مشرماڈل گورنمنٹ ہائی سکول کا بیان
۲۵۰	عبدالحمید اکبر کا حلفیہ بیان

۲۵۱	صیق احمد فاروق سابق مبلغ کا حلیہ بیان
۲۵۲	میاں محمد زاہد (سہیلے والا) کا سہیلہ
۲۵۳	حافظ عبدالسلام کا حلیہ بیان
۲۵۳	غلام حسین احمدی کا بیان
۲۵۳	شیخ بشیر احمد مصری کی شہادت
۲۵۴	ثریابت شیخ عبدالحمید کا بیان
۲۵۴	زکوٰۃ فتنہ اور بدعتی
۲۵۵	مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجے کا قلعہ
۲۵۵	باب نمبر: ۵..... خطوط
۲۵۸	ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام
۲۵۹	باب نمبر: ۶..... مرزا بشیر احمد ابن مرزا قادیانی کے کردار کی ایک جھلک
۲۵۹	فصح الدین کا بیان
۲۶۱	ابلیہ صاحبہ جناب عبدالرب خان اور مرزا بشیر احمد
۲۶۱	مرزا بشیر احمد کا خویر وغیرہ سے معاشرت
۲۶۲	باب نمبر: ۷..... مرزا شریف ابن مرزا قادیانی کے کردار کی ایک جھلک
۲۶۲	عبدالکریم کی شہادت
۲۶۳	باب نمبر: ۸..... مرزا ناصر احمد ابن مرزا محمود احمد سربراہ ثالث جماعت احمدیہ ربوہ کے متعلق چوہدری عبدالحمید عبوالی ضلع نارووال اور چوہدری محمد اشرف کے بیانات
۲۶۵	باب نمبر: ۹..... قتل
۲۶۵	استانچی زوجہ مرزا محمود احمد کی وفات کا قصہ
۲۶۶	مرزا احمد اسحاق کا وفات کا قصہ
۲۶۶	سارہ اور ام وسم پاگل ہو گئیں
۲۶۷	روزی کا قتل
۲۶۷	فخر الدین ملتانی کی شہادت
۲۶۷	باب نمبر: ۱۰..... عبرتاک انجام
۲۶۹	باب نمبر: ۱۱..... جماعت احمدیہ کا فکری انتشار اور مستقبل
۲۷۷	باب نمبر: ۱۲..... مرزا محمود احمد کا حکومتی خاکہ

تقدیم

مرزا محمود احمد قادیانی پر مرزا غلام احمد قادیانی کی حیات سے لے کر تا مرگ احمدی حضرات درپردہ اور اعلانیہ سنگین قسم کے زنا کے الزامات لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ مباہلے والے (عبدالکریم و محمد زاہد) عبدالرحمان مصری فاضل از ہر یونیورسٹی، فخر الدین ملتانی اور حقیقت پسند پارٹی کے معزز اراکین خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ مختلف اوقات میں پمفلٹوں، اشتہارات، رسالہ جات اور اخبارات میں زنا کے متعلق مضامین تو شائع ہوتے رہے ہیں۔ لیکن وہ مواد کتابی شکل اختیار نہ کر سکا۔ حقیقت پسند پارٹی کے خروج کے بعد مرزا محمود احمد کے اندرونی سربستہ راز کتابی شکل میں آنے شروع ہوئے۔ چنانچہ سب سے پہلے راحت ملک برادر خور ملک عبدالرحمان خادم مؤلف احمدیہ پاکٹ بک نے ”ربوہ کا مذہبی آمر“ کے نام سے کتاب شائع کی۔ دینی حلقوں میں خاص مرکز توجہ دینی۔ ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ اس کتاب میں سابقہ منتشر مواد جمع کر دیا گیا۔ اس میں ایک لطیفہ کی بات یہ ہے۔ کتاب میں مرزا محمود احمد اور اللہ رکھا درویش کے فوٹو قابل دید ہیں۔ مصنف نے مرزا محمود احمد کو ذلیل کرنے کے لئے اللہ رکھا درویش کے فوٹو کے نیچے مرزا محمود احمد کا نام اور مرزا محمود احمد کے فوٹو کے نیچے اللہ رکھا کا نام لکھا تھا۔ اس کتاب میں جماعت احمدیہ کے احباب کو خصوصاً اس طرف توجہ دلائی ہے کہ مرزا محمود احمد نے جس فتنہ کا صورت پھونکا ہے اس کا ہیرو اللہ رکھا ہے۔ جس کا نہ اپنا گھر بار ہے، نہ مال بچہ ہے، غریب دنا دار۔ دوست یاروں کے گھر سے کھانا کھانے والے کو اپنا مذہب مقابل بنا کر لاکھڑا کیا ہے۔ یہ ہے مرزا محمود احمد کا وہ حریف جس کے کندھوں پر ۱۹۵۶ء میں ”عظیم فتنہ“ کا اعلان کر کے تمام جماعت سے از سر نو بیعت لی تھی۔ بہر حال مرزا محمود احمد کے چار انہ، تہار انہ اور منعمانہ مزاج کے لحاظ سے کتاب کا نام موزوں ہے۔ اس کے بعد دوسری کتاب شہید فخر الدین صاحب ملتانی کے صاحبزادے مظہر الدین ملتانی نے ”تاریخ محمودیت“ تالیف کر کے اپنے باپ کی شہادت کا بدلہ لے لیا۔ جن خطوط اور مواد کے شائع ہونے کے خوف سے ملتانی صاحب کو شہید کیا گیا تھا۔ مظہر الدین نے وہ مواد اور بعض دوسری شہادتیں شائع کر دیں۔ اس کتاب میں عبدالرحمان مصری کے خطوط تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور میرا خیال ہے ان خطوط سے بڑھ کر خلیفہ ربوہ کی بدکرداری پر کوئی دستاویز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خطوط مرزا محمود احمد کے حوالے کئے گئے۔ جواب دینے کا مطالبہ کیا۔ اس کتاب کا نام بھی مرزا محمود احمد کی

بد کرداری کے لحاظ سے موزوں ہے۔ گو یہ کتاب اولین ماخذ ہے۔ لیکن کسی سلیقہ سے شائع نہیں ہوئی۔ بہر حال ایک عرصہ تک لوگوں کی توجہ کا مرکز یہ کتاب رہی ہے۔ اس کے بعد شفیق مرزانے کتاب ”شہر سدوم“ تحریر کی۔ دیباچہ میں اپنے حالات زندگی (جماعت احمدیہ کے لئے اپنی زندگی وقف کرنا۔ سربستہ رازوں کا علم ہونا۔ جماعت سے لگانا اور مصائب سے دوچار ہونا) بیان کئے ہیں۔ یہ دیباچہ مرزا شفیق کی مجاہدانہ زندگی کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ کتاب ہزاروں کی تعداد میں بک چکی ہے۔ مرزا شفیق نے دلاویز انداز میں واقعات کو بیان کیا ہے۔ علم جنسیت میں بے شمار اصطلاحات کا اضافہ کیا ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے اردو ادب کی بھی خدمت کی ہے۔ پہلی شائع شدہ کتب کی نسبت بدکاری کا زیادہ مواد مہیا کیا ہے۔ اس کتاب کا انٹرنیٹ پر احمدی حضرات مطالعہ بھی کرتے ہیں۔ مجھ سے خود ایک سابق احمدی مبلغ نے ذکر بھی کیا تھا۔ درپردہ احمدی حضرات اس کتاب کو کثرت سے پڑھتے ہیں۔ لیکن میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ لکھوں گا۔ مرزا محمود احمد کی سنگین بدکاری کی نسبت سے ”شہر سدوم“ نام موزوں نہیں۔ مرزا جنس لطیف کے شوقین تھے۔ ہاں ”سدومیت“ محض ”منہ کا مزہ“ ہد لئے کے کیا کرتے تھے۔ اگر مرزا بشیر احمد کے حالات خبیثہ کے متعلق لکھا جا رہا ہو تو پھر یہ نام بہت موزوں ہے۔ کیونکہ موصوف سدومیت کا ”بادشاہ“ تھا۔ اس کے بغیر اپنی زندگی بے کیف محسوس کرتا تھا۔ کیونکہ یہ کتاب موضوع کے لحاظ سے بہترین ہے۔ عوام کی مقبول کتاب ہے۔ اس لئے میں اس کتاب کے اس ”نقص“ سے صرف نظر کرتا ہوں۔ لیکن جب ایک قاری اس کتاب کو پڑھتا ہے تو ایک شیطان کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے آ جاتی ہے۔ بلکہ یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ خود بھی مرزا محمود کی سنگین محفل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے بعد متین خالد کی مشہور کتاب ”قادیانیت اس بازار میں“ کا ذکر کرتا ہوں۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے مواد جمع کیا ہے۔ اخبارات میں اچھے تبصرے ہوئے ہیں۔ عوام میں مقبول ہے۔ کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ فاضل مؤلف نے یہ کتاب محض آخرت کے زوارہ کے لئے لکھی ہے۔ پیسہ کمانا مطلوب نہیں۔ احمدیوں کو راہ راست پر لانا مقصود ہے۔ مجھے اس کتاب کے نام پر بھی شکایت ہے۔ فاضل مؤلف نے مرزا محمود احمد کو اس بازار سے تشبیہ دی ہے۔ جب کہ اس بازار کی تماش بینی لذت خواہی مرزا محمود کی سنگین بدکاری سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ اس بازار کے دھندے کے بھی کچھ قواعد و ضوابط ہیں۔ مثلاً جب محرم کا مہینہ آئے گا اس بازار کے دروازے بند ہو جائیں گے یا دیگر مذہبی تہوار ہوں تو بھی ان تہواروں کی حرمت کی وجہ سے تماش بینوں کے لئے دروازے بند کر

دیئے جاتے ہیں۔ پھر کسی دروازہ بند کر کے پردہ میں رہ کر لذت خوانے ہم آغوش ہوتی ہے۔ لیکن مرزا محمود احمد کے ہاں حجاب فضول ہے۔ روفو کو سیسل ہوٹل سے انخوا کر کے قادیان لے جایا گیا تو حصول لذت کے وقت اپنی بیٹی کو پاس بٹھا لیا۔ قارئین اندازہ لگالیں گے۔ اس بازار کی مرزا محمود کی رنگین محفل کے ساتھ کیا مناسبت ہے۔ میرے خیال میں خالد متین صاحب نے ”اس بازار“ کے رہنے والوں کے ساتھ ”زیادتی“ کی ہے۔

بہر حال یہ کتاب اپنے مواد کے لحاظ سے بہترین کتاب ہے۔ لہذا کتاب کے نام کو نظر انداز ہی کرنا پڑے گا۔ میں نے اپنی کتاب کا نام ”ریوہ کار اسپوٹین“ رکھا ہے۔ گو ”راسپوٹین“ مرزا محمود احمد کے پاؤں کی خاک ہے۔ بدکاری کے لحاظ سے راسپوٹین کی مرزا محمود احمد کے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی ماں نے اس سے بڑھ کر بدکار نہیں جتا۔ نہ بنے گی۔ جس کے سامنے کوئی رشتہ بھی حرمت والا نہیں۔ مجھے مرزا محمود کی اپنی والدہ کے ساتھ لذت خواہی کی کوئی شہادت نہیں ملی۔ جو ملی ہیں وہ ثقہ نہیں لیکن اپنے گھرانے اور رشتے داروں کی کوئی عوت اور بچہ اس کی گرفت سے نہیں بچ سکا۔ اب میں عبدالمنان عمر سے رجوع کروں گا۔ ممکن ہے وہ کچھ روشنی ڈال سکیں۔ میں نے راسپوٹین کی نسبت سے اس لئے کتاب کا نام رکھا ہے۔ راسپوٹین دنیا کی ادبیات میں بدکاری کی ایک علامت ہے۔

میں آخر میں احمدی حضرات کی خدمت میں درخواست کروں گا۔ مجھے مرزا محمود احمد سے کوئی پیر نہیں۔ تمہارا دل دکھانا مطلوب نہیں۔ بڑی سوچ بچار کے بعد اس فیصلہ پر پہنچا کہ سابقہ کتب کے مواد کے علاوہ جو میرے پاس مواد ہے وہ بھی احاطہ تحریر میں آجائے۔ خصوصاً ڈاکٹر مبشر احمد ابن ڈاکٹر منور احمد ابن مرزا محمود احمد کے ساتھ سدومیت ولواطت کا واقعہ۔ یہ دل ہلا دینے والا واقعہ ہے۔ میں نے کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ جب کہ دیگر مؤلفین نے یہ رنگ اختیار نہیں کیا۔ بہر حال پہلی کتب اپنی جگہ، یہ کتاب اپنی جگہ۔ مزید اضافوں کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

آخر میں اپنی گزارشات کو اس قسم کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔ ”میں اس واحد قہار کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جموئی قسم کھانا لعنتوں، مردودوں اور فاسقوں کا کام ہے۔ میں خدائے عزیز کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مرزا محمود احمد پر لے درجہ کا بدکار تھا۔ اگر کوئی اس کا رشتہ دار یا احمدی مہلبہ کے لئے تیار ہو تو وہ پردہ پر اسٹر علم و عرفان اردو بازار، لاہور سے رابطہ قائم کرے۔“ والسلام!

رفیق طاہر

جنسیت

مرزا محمود احمد کی جنسی کج رویوں سے متعلق لکھنے سے قبل ”جنسیات“ کا مختصر مطالعہ ضروری ہے۔ تاکہ موصوف کی جنسی سنگینی کو پڑھتے ہوئے ذہن کے کسی گوشے میں بھی شک و شبہ نہ رہے۔ کیونکہ بعض جنسی واقعات میں اتنی سنگینی پائی جاتی ہے سلیم فطرت اسے ماننے سے ابا کرتی ہے کہ ایک انسان شہوت کی اس گہرائی میں گر سکتا ہے۔ ایک دو واقعات محض اس وجہ سے اس کتاب میں شامل نہیں کئے گئے۔ وہ مسلمانوں کی ولازاری کا موجب ہیں۔ میرے قلم نے بھی یہ پسند نہیں کیا کہ ان کو صفحہ قرطاس پر لایا جائے۔ دنیا کے ہر لٹریچر میں جنسیات کا کھوج ملتا ہے۔ اس ضمن میں افلاطون کے شاگرد ہیراکلیڈ یزپوشائی کی کتاب جنسی حظ، اوڈو کی فن عشق بازی جو نیال، مارشل اور ہورلیس کی نظمیں اور موساد کے دو ناول جسن اور جو لیٹ قابل ذکر ہیں۔ ان میں اس دور کے معاشرے کی عکاسی ہوتی ہے۔ افلاطون کے مکالمے سپوزیم، اور فیدو اور سیمو کی نظمیں ہم جنس عشق کی حسین مرقع ہیں۔ قدیم چینی لٹریچر میں دو کتابیں ”سنہرا کنول“ اور چنگ پنک می قابل ذکر ہیں۔ سنہرا کنول میں تاؤ مت کے قہقین کے لئے اعادہ شباب اور جنسی حظ کے طریقے درج کئے گئے ہیں اور جنسی تزیینات سے بحث کی گئی ہے۔ چنگ پنک می میں ایک شخصی سہمی ہن کی عشقیہ داستان بیان کی گئی ہے۔ ہندوستان میں جنسی موضوع پر دتسیان کی کتاب ”کام شاستر“ مشہور ہے۔ دتسیان (اصلی نام ملی ناگاتھا) ایک سنیا سی تھا۔ اس کا زمانہ پہلی اور چوتھی صدی بعد از مسیح کے درمیان بتایا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں لنگ شیو پوتا اور پونی شکتی دیوی کی علامتیں ہیں اور ان کی مندروں میں پوجا کی جاتی ہے۔ اس نے اس کتاب میں جنسی کج رویوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ ”کام شاستر“ کا ترجمہ یورپ کی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ جنسی مقابرت پر ایک اور کتاب سکوشاستر (کوک شاستر) لکھی گئی۔ دتا کانے پائٹی پتر کی کبیوں کی فرمائش پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ وہ دست برد زمانہ کا شکار ہو چکا ہے۔ البتہ اس کے حوالہ جات کتب میں ملتے ہیں۔ ہمارے دور میں ملک راج آئمنڈ نے اپنی کتاب ”کام کلا“ میں قدمائے ہند کے جنسی نظریات قلمبند کئے ہیں۔

عربی زبان میں جنسیت پر وسیع ادب ہے۔ جاحظ کی کتاب ”العرس والعرائس، الہملی کی کتاب الباہ۔ ابن حاجب اللعمان کی کتاب اللعیاں۔ جلال الدین سیوطی کی کتاب ”الانلیاح فی علم النکاح“ الف لیلہ ولیلہ اور شیخ نغزادی کی ”الروضۃ العاطر فی نزہة

الخطاظر“ میں جنسی مباحث ہیں۔ شیخ نغزادی نے جنسی مقاربت کے تمام طور و طریقوں کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔

جنسی بے راہ روی کا تسلسل اب تک قائم ہے۔ دور حاضر میں ہر زبان میں نثر اور نظم میں یہ ادب پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ بکا جیو اور شہزادی مارگریٹ کی کہانیاں۔ بزارکا کے سائیکسٹ۔ دلاں کی نظمیں، چاسر کی شاعری، شیکسپیر اور مولیر کی تمثیلات، ڈاؤنچی، مائیکل انجلو اور رافیل کی تصاویر ذوق جمالیات کی عکاسی کرتی ہیں۔ اٹھارہویں صدی، یورپ کی جنسی کج روی کا دور کہلاتا ہے۔ ادباء نے جنسی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ مارگن، رابرٹس سمٹھ، ٹاکر فریزر، رابرٹ برفالٹ ایڈوڈ وڈولسٹیر مارک اور جرج ڈلیوں نے علم جنسیات کو وسعت دی۔ ہرش فیلڈ، پولی ایڈلر، فریڈ و ہزیک نے عصمت فردی کو اپنا موضوع بنایا۔ جنسی نفسیات میں فرائڈ ہویلاک اٹلیس، ہرش فیلڈ، کرائٹ ایچک نے اہم انکشافات کئے۔ برٹنڈرسل، ڈی ایچ لارنس، ہنری ملر، سارتر، سمون روبوما سٹرز جالس وغیرہ کے خیالات نے یورپ میں جنسیت کی نئی نئی راہیں دکھائیں۔

مرزا محمود احمد کی جنسی بے راہ روی کو قارئین کے ذہن کے قریب تر کرنے کے لئے چند ایسے سچے جنسی واقعات درج کئے جاتے ہیں۔ تاکہ مرزا قادیانی کے جنسی واقعات پڑھنے سے قاری کے دل کے کسی گوشہ میں کوئی شک و شبہ پیدا ہو تو وہ دور ہو سکے۔ گو مرزا قادیانی کی جنسی انحرافی میں وہ سنگینی پائی جاتی ہے وہ ان واقعات میں نہیں پائی جاتی۔ لیکن کسی حد تک مماثلت ضرور ملتی ہے۔

زرینہ کا روح فرساحا دہ

علی عباس جلاپوری نے اپنی کتاب ”جنسیاتی مطالعے“ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ”زرینہ..... یہ نام فرضی ہے..... ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوئی۔ وہ سرخ اور سفید خوب روڑکی تھی اور کئی بھائیوں کی ایک بہن تھی۔ وہ دس برس ہی کی عمر میں بالغ ہو گئی۔ کھتی ہے: ”میں دس برس کی عمر ہی میں جوان ہو گئی۔ ان دنوں امی سخت بیمار تھیں اور میری خالہ جو مجھ سے چند سال بڑی ہیں آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے سمجھایا چند بڑی عمر کی لڑکیوں نے بتایا تھا میں نے امی سے چھپایا مگر انہیں پتہ چل گیا۔ وہ بہت روئیں۔ یقین نہ آیا اور مجھے ایک ماہر انگیز لیڈی (ڈاکٹر کے پاس) (توسین کے اندر کے الفاظ کتاب میں نہیں ہیں۔ یا تو زرینہ نے ہی نہیں لکھے یا کتابت کرتے وقت کاتب چھوڑ گیا ہے اور پروف ریڈنگ میں بھی رہ گئے ہیں) لے گئیں۔ معائنہ کرایا۔ وہ بھی حیران رہ گئی۔“

زرینہ کے مصائب کا آغاز اسی وقت سے ہوا۔ ایک دفعہ اس کی امی کو کسی کام کے لئے کسی دوسرے شہر کو جانا پڑا۔ زرینہ گھر میں اکیلی رہ گئی۔ انہی ایام میں اس کے سگے ماموں نے اس بھولی بھائی لڑکی کو بہلا پھسلا کر اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ جب اس کے بڑے بھائی کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھی لڑتی بہن کی آبروریزی پر کمر بستہ ہو گیا اور یہ سلسلہ دور تک چلا گیا۔ (زرینہ، جلاپوری صاحب کو لکھتی ہے) ”میں نے جس ماحول میں آنکھ کھولی۔ وہ درندوں اور لٹیروں کا ماحول تھا۔ میں کس جگر سے بتاؤں کہ میرا سگا بھائی اور سگا ماموں، سگا چچا مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بناتے رہے۔ میں کچھ نہیں جانتی کہ یہ حادثہ کب اور کس طرح پیش آیا اور نہ ہی ان حادثات کی تعداد کا اندازہ ہے۔ میں آپ کو ان دنوں کی ذہنی کیفیت رتی رتی بتا سکتی ہوں۔ ان باتوں کو اتنی کم عمری میں کیونکر سمجھتی تھی کہ بری اور گناہ ہیں۔ پھر بھی کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔ ہاں! چند ہم جو لیاں اور ایسی لڑکیاں جو خود ان باتوں سے دوچار تھیں۔ واقف تھیں میری مصیبتوں سے۔ مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کے ذہن پر تو بری طرح بوجھ نہ رہتا تھا وہ تو میری طرح پریشان ہو کر خود کو بچانے کے ایسے جتن نہ کرتی تھیں۔ جب کہ ماضی کے یہ روپ سامنے آتے ہیں تو جنس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ یقین کیجئے کہ میں نے ایسے ہولناک بھیمانک چہرے دیکھے ہیں کہ میں آج بھی کانپ اٹھتی ہوں۔“

زرینہ کی ماں گھر لوٹی تو زرینہ کے ماموں نے زرینہ کے بھائی کی شکایت کی اور اپنی بہن کو بیٹے کے خلاف خوب بھڑکایا۔ زرینہ کی ماں نے بیٹی سے پوچھ چکھ کی کہ تمہارا ماموں یہ کہتا ہے۔ زرینہ نے پرورد کر کہا کہ وہ خود بھی تو ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ یہ سن کر زرینہ کی ماں بیٹی کو گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ مشورے کی ابتداء میں مجھے (علی عباس جلاپوری) شک تھا کہ زرینہ جنس زدہ ہے اور جو بھی مرد اس سے مخاطب ہوتا ہے وہ اس کے بارے میں خیال ہی خیال میں فرض کر لیتی ہے کہ میرا اس سے جنسی تعلق ہے۔ لیکن بعد میں مجھے یقین آ گیا کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے حرف بہ حرف صحیح ہے۔“ (جنیاتی مطالعے ص ۳۳، ۳۵)

زرینہ کے اس حادثے کے لکھنے کے بعد مزید ایک عطائی اور ڈاکٹر صاحب کا پیش آنے والا حادثہ بیان کرتے ہیں۔ زرینہ نے جو اپنی سرگزشت جلاپوری صاحب کو رقم کی یہ ظاہر

۱۔ مرزا محمد حسین بی. کام اور داد احمد کا بھی یہی حال ہے۔ انہوں نے مرزا محمود کی جنسی مجلس میں جو مشاہدات کئے ہیں ان کی وجہ سے شادی سے متنفر ہو گئے۔ محمد حسین تو بغیر شادی فوت ہو گئے اور داد احمد زندہ ہیں۔ لیکن شادی نہیں کی۔

کرتی ہے۔ معاشرے میں ایسے بھی بد کردار ہوتے ہیں۔ جن کی نظر میں محرمات اور غیر محرمات سب برابر ہیں۔ جب آتش شہوت بھڑکتی ہے تو اس کی زد میں آجاتے ہیں۔

رکیں امرہوی اپنی تصنیف ”جنسیات“ میں بیٹی کے ساتھ والد کا جنسی ہوس کو پورا کرنے کا المناک واقعہ رقمطراز ہیں۔ مرزا الف (کراچی) کا بیان ہے کہ: جس سانحے نے میری روح کے گلے اڑا دیے ہیں۔ اس کا تعلق میری ازدواجی زندگی سے ہے۔ پانچ سال قبل میری شادی اپنے ہی جیسے ایک متوسط اور بظاہر شریف گھرانے میں ہوئی۔ شادی میری پھوپھی کی پسند سے طے پائی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ مقام تک پہنچنے میں میری پھوپھی کا بڑا ہاتھ ہے۔ ان کے احسانات کبھی نہیں بھلا سکتا۔ جب انہوں نے یہ رشتہ تجویز کیا تو میں نے آنکھ بند کر کے ہاں کر لی۔ ہامی بھری۔ اس میں شک نہیں کہ میری بیوی نہایت حسین اور تین حسین بچوں کی ماں ہے۔ پانچ سال کی ازدواجی زندگی میں بیوی کا کردار ہر طرح کے شک و شبہ سے بلند رہا ہے۔ کسی حد تک خدمت گزار بھی ہے۔ انہی خوبیوں کی بدولت میں باوجود یہ کہ اس کی تعلیم واجبی ہے۔ دل سے اس کا قدر دان رہا اور اسے ہر طرح میری بھرپور محبت حاصل ہے۔

اب یہاں سے اس ایسے کا آغاز ہوتا ہے۔ جس نے مجھے جہنمی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ چھ مہینے قبل میں اپنے سسرال گیا ہوا تھا۔ ایک روز میرے چھوٹے سالے اور سالی کھیلتے ہوئے میرے پاس آئے۔ ان بچوں کے پاس ۱۹۶۰ء کی ایک بوسیدہ بیاض (ڈائری) تھی۔ یہ بیاض سسر صاحب کی تحریر کردہ تھی۔ وہ اس میں اپنی زندگی کے نجی واقعات قلم بند فرمایا کرتے تھے۔ (کاش میں اس بیاض کو نہ دیکھتا)

میں یونہی اس بیاض کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ ۲۰ فروری کی تاریخ کے نیچے انہوں نے اپنے سسر حیدر آباد کا روزنامہ تحریر کیا تھا۔ اس سفر میں ان کی بیٹی اور میری بیوی ان کی ہم رکاب تھی۔ انہوں نے حیدرآباد کے ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا اور اپنی اور اپنی لڑکی کی داستان بیان کی تھی۔ ۲۰ فروری کا یہ اعتراف پڑھتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ روح میں جیسے ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہے۔ اگر اس روز نامے کو شیطان کی ڈائری کہا جائے تو بجا ہے ڈائری میں ہمارے خسر صاحب کے سیاہ نامہ اعمال تھے۔

کہیں ایک عورت کا ذکر کہیں دوسری کا اور یہ سب انہی کے خاندان عالی شان کی لڑکیاں تھیں۔ مارچ، اپریل، جون، اگست اور دسمبر کے مہینے میں میری بیوی کے ساتھ شب گزاری کی کہانیاں تحریر تھیں۔ یہ حادثہ ناقابل برداشت، میں نے اس کا ذکر بیوی سے کیا۔ پہلے تو اس نے

جنسی حوکے ساتھ تردید کی۔ مگر جب یہ بیاض، شیطان کی ڈائری اس کے سامنے پیش کی گئی تو وہ خوف
دوہشت اور احساس جرم کے زبردست صدمے سے ماؤف سی ہو گئی اور اس نے اعتراف کیا۔ جی
ہاں! مجھ پر یہ قیامت ٹوٹ چکی ہے۔“
(جنسیات ص ۷۹، ۸۰)

جنسی انحراف کی مختلف شکلیں (اقسام)

جنسی انحرافات سے مراد جنسی خواہش کی تسکین کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرنا جو طبی
معمول سے مختلف ہو۔ ماہرین علم جنسیات اور تحلیل نفسی نے جنسی انحرافات کی مختلف شکلیں بیان کی
ہیں۔ ان میں سے بعض مرزا محمود احمد میں پائی جاتی ہیں۔ وہ درج کردیتا ہوں۔

۱..... ایذا کوئی (Sadism): اس کا مطلب یہ ہے کہ فریق ثانی کو اذیت دے کر جنسی حظ
اٹھایا جائے۔ اس موضوع پر وساد نے دو ناول جنٹل اور جولیت (مرزا محمود احمد کی ذاتی لائبریری
میں موجود تھے) لکھے۔ جو دوں جلدوں میں شائع ہوئے۔ فحش کاری کا شاہکار ہیں۔ وساد نے
اپنے ناولوں میں ایذا کوئی کی مثالیں اپنے معاشرے سے ہی دی ہیں۔ اس قبیل کے افراد کبھیوں
کے بدن میں نشتر چبھو کر حظ اٹھاتے۔ اٹھارہویں صدی کے انگلستان اور فرانس میں قبحہ خانوں میں
کوڑے مارنے اور کھانے کا عام رواج تھا۔

مرزا محمود احمد میں ایذا کوئی کی عادت بدرجہ اتم موجود تھی۔ اپنی بیویوں کو سخت مارا کرتا تھا۔
ام طاہر (مریم) کے مرنے پر خطبہ دیا اور میں نے خود سنا تھا کہ میں مریم کو بہت مارا کرتا تھا۔ ساتھ ہی
ایک بیہودہ دلیل دی کہ وہ پنجابی بولتی تھی۔ میں پنجابی بولنے کو ناپسند کرتا ہوں۔ مجھے محمد احمد حامی نے
بتایا کہ ام طاہر کو اتنا مارا کرتا تھا کہ اس کی چھینیں دور تک جاتی تھیں۔ دوسری بیویاں اماں جان
(مرزا محمود احمد کی ماں) کو کہتیں کہ جا کر چھڑائیں۔ اماں جان کہتیں یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے۔ اسی
طرح امتہ لچی کو بھی سخت ایذا کیں دی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ اس کو زہر دے کر مار دیا گیا۔

میرا یہ خیال ہے کہ بیوی کے لئے سخت ایذا کوئی یہ ہے کہ اس کے سامنے کسی غیر عورت
سے جماعت کی جائے اور اسے دوسرے مردوں کو پیش کر دیا جائے۔ مرزا محمود احمد کا تو دن رات
مشغلہ یہی تھا۔ مرزا محمود احمد صرف اپنی بیویوں کو ہی ایذا پہنچا کر محظوظ نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ جنسی لذت
کو پورا کرنے کے لئے اپنے مریدوں کو بھی سخت ایذا دیا کرتا تھا۔ کسی مرد کا بائیکاٹ کر دیا اور بیوی
بچوں اور والدین اور دیگر رشتے داروں کو حکم دے دیا کہ اس سے کلام نہیں کرنی۔ میں نے خود اپنی
آنکھوں سے سرد شاہ صاحب (سرد شاہ صاحب مبارک شاہ کے والد بزرگوار تھے جن کا ذکر
آئندہ کے صفحات میں آئے گا) رئیس جامعہ احمدیہ کو مبارک مرکز میں مرزا محمود احمد کے قدموں میں

پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ گڑگڑاہٹ سے اپنے ناکردہ گناہ کی معافی مانگ رہے تھے۔ محمود فرعونی رعونت سے شاہ صاحب کے ماتھے کو اپنے قدموں سے جھٹکتے ہوئے اپنے گھر میں چلے گئے اور وہ زار و قطار روتے رہے تھے۔ اس قسم کی ایذا رسانی بھی جنسی خط کا ایک حصہ ہے۔ ایذا کوئی کی مختلف شکلیں ہیں اور ماہرین علم جنسیات کے نزدیک یہ عادت مرد اور عورت دونوں میں پائی جاتی ہے۔

کالی گولا قیصر روم جب کسی عورت سے مجامعت کرتا تو جنسی عمل کرتے ہوئے کہا کرتا:

”میں منہ سے ایک کلمہ نکالوں تو یہ مر مر میں گردن اپنی تن سے جدا ہو جائے۔“ اسی طرح جیمز دوم شاہ انگلستان ایذا رساں تھا اور اپنی ملکہ ”میڈی او موڈینہ“ کو تھپے میں بیدار کرتا تھا۔ اسی طرح روم کی ایک ملکہ تھیوڈورا اپنے عاشق کو ذہنی کوفت دینے کے لئے اپنے محبوب کے سامنے دوسروں سے ہم بستری کرتی تھی۔

ایک عالم جنسیات برڈانخ نے کہا ہے کہ ایذا کوئی طبعی طور پر جنسی ملاپ میں مشمول ہے اور خط نفسانی اور اذیت کے احتزاج ہی سے جنسی جہلت ترکیب پائی ہے۔ کلو پیٹرا کہتی ہے:

”موت کی ضرب عاشق کی چنگی کی طرح ہے کہ تکلیف بھی دیتی ہے اور مرغوب بھی ہوتی ہے۔ علم جنسیات کی کتب میں ایسے ایسے واقعات بھی پڑھنے میں آتے ہیں کہ مرد نے اپنی محبوبہ سے اختلاط کیا۔ جنسی خط نقطہ عروج کو پہنچ کر محبوبہ کا گلا گھونٹ (دبا) کر ہلاک کر دیا۔“

ایذا طلبی

جہاں اپنی بیوی کو دوسروں کو بناؤ سنگھار کر کے پیش کرنا بیوی کے لئے ایذا کوئی ہے۔ وہاں خاوند کے لئے ایذا کا پہلو بھی لگتا ہے۔ مرزا محمود احمد جہاں ایذا کوئی تھے۔ وہاں ایذا طلب بھی، ایذا طلبی بھی جنسی انحراف کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔ مرزا محمود احمد اپنی بیویوں کو بناؤ سنگھار کا حکم دیتے۔ پھر ان کو دوسروں کے سامنے پیش کرتے جیسا کہ بعد کے واقعات سے اس صورت کی بھی وضاحت ہوگی۔

جنسی کتب میں اس قسم کی ایذا طلبی کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ صرف ایک بیان کی جاتی ہے۔ میزوخ ایک مشہور ماہر علم جنسیات ہے۔ اس نے ایک دن اپنی بیوی واٹھا کو بناؤ سنگھار کر کے اپنے ایک دوست کے پاس بھیجا۔ مرزا محمود احمد کی طرح جب واٹھا اس کا حکم مان کر اس کے دوست کے پاس جانے لگی تو خوشی کے مارے ناچنے لگا۔

نزکسیت

جنسیات کی اصطلاح میں جو مرد یا عورت اپنے ہی حسن پر فریفتہ ہو وہ نزکسیت کا

مریض ہوتا ہے۔ اس مرض کا مرض مختلف انداز سے اپنی ذات کا اظہار کرتا ہے اور جنسی لذت محسوس کرتا ہے۔ مرزا محمود احمد اس مرض میں بری طرح مبتلا تھا اور یہی سمجھتا تھا کہ عورتیں ان کے حسن پر فریفتہ ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ ہے جب مرزا محمود احمد نے مرزا عبدالحق کی بیوی سیکینہ سے جنسی خواہش پوری کی تو اس نے اپنے خاوند کو بتا دیا۔ مرزا عبدالحق نے غلام فرید اور اس کے ساتھیوں سے اس کا اظہار کیا۔ ملک غلام فرید نے کہا حضور سے جا کر بات کریں۔ مرزا عبدالحق نے مرزا محمود احمد سے وقت لے کر ملاقات کی۔ مرزا محمود احمد نے نہایت سکون سے اپنی ایک بیوی کو بلایا اور پوچھا سیکینہ مجھے کیسے سمجھتی ہے۔ بیوی نے جواب دیا وہ تو آپ سے بہت پیار اور محبت کرتی ہے اور دلی لگاؤ رکھتی ہے۔ مرزا محمود احمد نے مرزا عبدالحق سے کہا۔ مرزا صاحب! بات یہ ہے میں مغل ہونے کی وجہ سے بہت خوبصورت ہوں۔ عورتیں میرے حسن پر فریفتہ ہیں۔ دوم میں بیدار بھی ہوں۔ بیدار ہونے کے ناطے سے مجھ سے محبت کرتی ہیں۔ نفسیات اور طبی کتب میں یہ لکھا ہے کہ جب کوئی عورت کسی مرد پر فریفتہ ہو جاتی ہے اور اس سے کسی وجہ سے جنسی تعلق پیدا نہیں کر سکتی تو وہ عالم تخیل میں ہی یہ محسوس کرتی ہے کہ وہ مرد اس سے جنسی حظ اٹھا رہا ہے۔ وہ عالم تخیل میں اتنی لذت محسوس کرتی ہے وہ یوں سمجھ رہی ہوتی ہے وہ عالم وجود میں ہی اس مرد سے مجامعت کر رہی ہے۔ دراصل سیکینہ کا جنسی حظ اٹھانا عالم تخیل کا معاملہ ہے۔ مرزا عبدالحق اس دلیل سے قائل بلکہ گھائل ہوئے کہ وہ سیکینہ پر اپنی جان دینے لگے۔ میری بیوی میرے بدمذہب سے والہانہ محبت کرتی ہے۔

مرزا محمود احمد اپنی نرگسی مرض کا اظہار اور بھی مختلف رنگوں میں کیا کرتا تھا۔ مثلاً مجھ سے بڑھ کر کوئی قرآن نہیں جانتا۔ انسان روحانیت میں ترقی کرتا کرتا رسول کریم ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔ اسلام کی فتح میرے ہاتھ پر ہی مقدر ہے۔ میں اس وقت تک نہیں مردوں کا جب تک اسلام کا غلبہ تمام دنیا میں نہ ہو جائے۔ یہ سب تعلیمات تھیں۔ اس طرح اپنی بڑائی کا اظہار کر کے اس قسم کا جنسی حظ اٹھاتا تھا۔ نرگسی مرض کے اظہار کے کئی طریقے ہیں۔ اس مرض میں جلا آدمی اپنی بڑائی کا بہت اظہار کرتا ہے۔ نرگسیہ میں بچکانہ عادات کا بھی اظہار ہو جاتا ہے۔ مرزا محمود احمد اپنی والدہ کی گود میں بیٹھ جاتا اور ان سے پیار کرتا نرگسی بیماری والا شخص عموماً سدومیت کا مریض ہو جاتا ہے۔ قارئین اس کتاب میں پڑھیں گے کہ مرزا محمود احمد بھی اس صفت میں مبتلا تھا۔

نمائشیت

خود نمائی انسان کی ایک کمزوری ہے۔ لیکن جنسیات کی اصطلاح ”نمائشیت“ یہ ہے کہ

صنف مخالف کے سامنے اپنا ستر کھول دیتا۔ یہ مرض عورتوں میں بھی ہوتا ہے اور مردوں میں بھی۔ یہ مرض مرزا محمود احمد میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ مجلس خاص میں جہاں عورتیں عریاں ہوتی تھیں وہاں مرزا محمود بالکل ننگا دھڑنگا بیٹھا ہوا ہوتا تھا۔ جیسا کہ مولوی محمد اسماعیل غزنوی کی شہادت سے واضح ہو جائے گا۔ مرزا قادیانی کے مصاحبین کا متفقہ بیان ہے۔ ”جب ایک کمرے میں کئی جوڑے جنسی حظ اٹھا رہے ہوتے ہیں تو مرزا محمود احمد بالکل عریاں ہو کر چٹنا اور یوں محسوس ہوتا کہ جنسی شہوت کے غلبہ سے پاگل ہو چکا ہے۔“

روس کے اعتراضات میں بھی یہ ہے کہ وہ عورتوں کے سامنے ستر کھول دیتا تھا۔ مجھے ایک دوست حافظ غلام حسین نے جنسیات پر ایک کتاب دی تاکہ میں زیر طبع کتاب کے لئے کچھ مواد لے سکوں۔ اس کتاب میں دو سیمیلیوں کا ذکر ہے۔ وہ اپنے ڈرائیور کو ساتھ لے کر ساحل سمندر پر جاتی ہیں۔ جب نہا کراپنے ہٹ میں آتی ہیں تو لباس کو اتار دیتی ہیں اور اپنے ڈرائیور کو آواز دیتی ہیں۔ وہ ہٹ کے اندر داخل ہوتا ہے تو دونوں سیمیلیوں کو ننگا دیکھ کر واپس جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ ایک سیمیلی اس کو مردانہ غیرت دلاتی ہے تو وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ مجامعت اور مجانبست کرتی ہیں۔ اسی طرح مرزا محمود احمد کے ایک خاص مصاحب پروفیسر عبدالسلام اختر ایم اے کے متعلق کسی نے بتایا کہ: ”وہ اپنے گھر کے اندر عریاں پھرتا تھا۔ یہ شخص مرزا محمود احمد کی خاص چیتھی بیوی بشریٰ کا اتالیق تھا۔“

ہوس دید

یعنی جنسی عمل کو دیکھ کر محفوظ ہونا۔ یہ ان لوگوں کا انحراف ہے۔ جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ عملی رنگ میں کچھ کر نہیں پاتے تو دوسرے جوڑوں کے ملاپ اور مجانبست کو دیکھ کر جنسی حظ اٹھاتے ہیں۔ یہ بیماری بھی مرزا محمود احمد میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ محمد یوسف ناز کی شہادت سے بھی عیاں ہے۔ ناز صاحب پروگرام کے مطابق مرزا قادیانی کی ملاقات کو گئے۔ جس کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں مرزا محمود نے اپنی لڑکی کو بلایا۔ دیوانوں کی طرح چیخ کر ناز کو کہا۔ اس کے کپڑے اتار کر اس کی..... پھاڑ دو۔ ناز مرزا محمود کے حکم پر اس لڑکی پر ٹوٹ پڑا۔ اسی طرح دیگر مصاحب بھی یہی کہتے ہیں کہ مرزا محمود جب قوت مجانبست سے عاری ہو گیا تو پھر ہوس دید سے ہی حظ اٹھایا کرتا تھا۔

جنسی عفریت

یہ وہ شخص ہوتا ہے جو حد درجہ مغلوب الشہوت ہوتا ہے۔ مرزا محمود احمد انہی لوگوں میں

سے تھا۔ جیسا کہ اس کتاب میں سہری صاحب کی شہادت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات مرزا محمود پر شہوت کا اتنا غلبہ ہو جاتا تھا۔ اس کی والدہ چار پائی سے ہانکھ دیتی تھیں۔ ماہرین نفسیات نے اس قسم کے آدمی کی جسمانی علامتیں بیان کی ہیں۔ وہ یہ ہیں جسم گھٹا ہوا اور گردن موٹی اور کندھوں میں دھنسی ہوئی چھوٹا قد، موٹی آنکھیں کان کھیلے، آواز گہری ہوتی ہے۔ اس قسم کے آدمی اپنی بیویوں کے لئے عذاب ہوتے ہیں۔ شیخ الغزالی نے زہرہ کی کہانی میں ایک جنسی عفریت میمون کا ذکر کیا ہے جو صرف شہد، پیاز اور اٹڑا کھایا کرتا تھا۔ مرزا محمود احمد مقوی اودیہ یعنی کھٹے وغیرہ کا بہت استعمال کرتا تھا۔ ان کے بیٹے مرزا حنیف احمد نے اپنے بیان میں کہا کہ باہضور ہزاروں روپوں کے کھٹے تیار کرواتے رہتے ہیں۔ مشہور فلسفی ابن سینا لونی ہنجد ہم شاہ فرانس، مشہور افسانہ یوز موویاساں بھی جنسی عفریت تھے۔ لونی ہنجد ہم شاہ فرانس اور موویاساں دونوں مرزا محمود احمد کی طرح آتھک میں جلا اور پاگل ہو کر مرے تھے۔

باب نمبر ۳:

روس کا راسپوٹین

دنیا کے ادب میں جنسی عفریت کے لحاظ سے ”راسپوٹین“ ضرب المثل ہے۔ اس لئے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ راسپوٹین کے جنسی پہلو کو قارئین کے سامنے پیش کروں۔ تاکہ ان کا قلب مرزا محمود احمد کی جنسی بے راہ روی کی سنگینی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جائے۔ بعض اوقات مرزا محمود کا شدید دشمن بھی سن کر انکار کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مولانا عطاء اللہ بخاری کہا کرتے تھے۔ مرزا محمود احمد کی بدکاریاں لوگوں کو نہ بتایا کرو۔ وہ جہیں ہی جموٹا اور کذاب سمجھیں گے۔

راسپوٹین ۱۸۷۱ء میں روس کے علاقہ سائبیریا کے ایک گاؤں ”پوکزو دو سکی“ میں پیدا ہوا۔ نام ”گرگوری یوفیموویچ راسپوٹین“ یا ”گرگوری یوفیموویچ“ (Grigori Yefimovitch) تھا۔ اسے پیار سے گریٹا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ باپ کا نام ”الطیم ایٹوری ویچ“ اور ماں کا نام ”اینا ایگورونا“ تھا۔ باپ ایک معمولی گاڑی بان تھا۔ کبھی کبھار راسپوٹین بھی باپ کے ساتھ دوسری گاڑی میں سوار ہو کر دوسرے علاقوں میں چلا جاتا تھا۔ راسپوٹین بچپن سے ہی تعلیم کی طرف راغب نہ تھا۔ آوارگی میں وقت گزار دیتا۔ زیادہ تر اصطلیل میں رہنا پسند کرتا۔ اس طرح بچپن کے بارہ سال اصطلیل اور آوارگی میں گزارے۔ سا بھر یا میں

سردی کی شدت کی وجہ سے گاؤں کے لوگ شام کو کاموں سے فارغ ہو کر کسی ایک گھر میں چولہے کے گرد بیٹھ کر اپنے مسائل اور حالات کا ذکر کرتے۔ یہ لوگ گھوڑے کی چوری کو انسان کا قتل خیال کرتے تھے۔ ان دنوں کسی کا گھوڑا چوری ہو گیا۔ رات کو گاؤں کے لوگ راسپوٹین کے گھر چولہے کے گرد بیٹھے گھوڑے کے چور کو ڈھونڈنے کی باتیں کر رہے تھے۔ حاضرین مجلس میں ایک دولت مند شخص پیٹر الیکزینڈروچ بھی شامل تھا۔ لوگ اس کو احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ راسپوٹین بھی باتیں سن رہا تھا۔ دفعۃً چلا اٹھا کہ گھوڑے کا چور پیٹر الیکزینڈروچ ہے۔ حاضرین دم بخوردہ رہ گئے۔ ماں نے پیٹر سے بار بار معافی مانگی۔ لیکن لوگوں نے اسی رات تاریکی میں پیٹر کو اسی گھوڑے کے ساتھ دیکھا اور خوب پیٹا۔ لوگوں نے صبح علی الاعلان راسپوٹین کی پیش گوئی کو درست قرار دیا۔ اس طرح گاؤں میں عقیدت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔

گاؤں کے ایک میلہ میں راسپوٹین کی ایک خوبصورت دو تیزرہ اس ”کو دیا فیڈر دنا“ سے ملاقات ہو گئی۔ بڑی کوشش سے دونوں شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ اس کے بطن سے دو بیٹیاں ”میٹر یوتا“ اور ”دیریا“ اور ایک لڑکا ”میٹیا“ پیدا ہوئے۔ لڑکے کا ذہنی توازن صحیح نہ تھا۔ راسپوٹین دیران علاقوں یا دیریا کے کنارے چلا جاتا اور پراسرار قوتوں سے امداد کا طالب رہتا۔ اس کے ایک دوست پیچر کن کے بقول راسپوٹین نے اسے بتایا کہ: ”دریائے توراکے کنارے اس نے نعمتیں ہزاروں فرشتوں اور حوروں کو نہایت سریلی میٹھی آواز میں دہی گانا گاتے ہوئے سنا جو گاؤں کی لڑکیاں مل کر گاتی ہیں۔ یہ حوریں چاند کی رو پہلی چاندنی میں جمولا جمول رہی تھیں۔ وہ مستی میں سرشار اسی حالت میں جب اصطلیل پہنچا تو اسے سرکوشی میں ہدایت کی گئی کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر صحراؤں اور جنگلوں میں نکل جائے اور راستی کو تلاش کر لے۔“

راسپوٹین نے بھی آہائی پیشہ اختیار کیا۔ بعض اوقات اس کے ساتھ مذہبی مبلغ بھی سفر کرتے وہ ان سے الہیات پر بحث کرتا تو وہ دم بخوردہ جاتے۔ ایک دن ایک مسافر سے مذہبی موضوع پر بحث ہوئی تو اس نے راسپوٹین کا مذہب کی طرف رجحان دیکھ کر مشورہ دیا کہ وہ ”درخوئور“ کی درسگاہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخل ہو جائے۔ چنانچہ ۳۳ سال کی عمر میں اس نے درخوئور درس گاہ میں داخلہ لے لیا۔ یہ خانقاہ سائبیریا کی خانقاہوں میں سے نمایاں ترین تھی۔ اس خانقاہ کے پیروکاروں کو خلا کٹی کہا جاتا تھا۔ اس خانقاہ میں الوہیت کے علاوہ یہ تعلیم دی جاتی تھی کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو خلا کٹی فرقہ کے مخصوص ضابطوں کو اپنانے سے دنیا میں جنت پالیتا ہے۔ یہ فرقہ فری مین کی تحریک کی طرز پر کام کرتا تھا۔ فرقہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا کئی

بارہویں کی سرزمین میں مختلف انسانوں کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کے ساتھ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ انسان گناہوں کے ذریعہ ہی خدا کی رحمت کا دروازہ کھولتا ہے۔ اس فرقہ کے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ جو اس فرقہ کا ریکس ہوتا ہے۔ وہ خدا کا مظہر ہوتا ہے۔ اس کی ذات باعث صد فخر و مہابات ہے۔ ان کے نزدیک ان کے جسم میں گناہ گناہ نہیں رہتا۔ (ربوہ کے مشہور جعل ساز صوفی غلام رسول راجہ جی کا یہ عقیدہ تھا "الوہی قدی زنی" ولی کبھی کبھار زنا کر لیا کرتا ہے) تمام بد اثرات ختم ہو جاتے ہیں جو عورتیں بھی اس کے ساتھ جنسی لذت میں شریک ہوتی ہیں۔ وہ خدا کی نظر میں ان عورتوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ جو اس کے قریب آنے سے انکار کرتی ہیں۔

اس فرقہ کے لوگ اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کے لئے رات کو کسی خفیہ مسکن میں جمع ہوتے تمام رات رقص کرتے صبح نمودار ہوتے ہی اپنی قمیص سینوں تک اٹھا لیتے اور رفتہ رفتہ لباس عریاں زیب تن کر کے رقصاں رہتے۔ روشنی گل ہو جاتی تو تمام مردوزن رشتہ کی قوموں سے بے نیاز ہو کر جنسی اختلاط میں مشغول ہو جاتے۔ راسپوٹین کو اس فرقہ کی اس قسم کی رسوم نے بہت متاثر کیا اور اس کو یقین ہو گیا کہ انسان گناہ کے ارتکاب کے ذریعہ ہی حیات نو پاسکتا ہے۔ راسپوٹین کے نزدیک عیسائیت کے قدیم طریقہ عبادت اور دعا میں لایعنی ہیں۔ صرف "فرقہ خلائی" ہی راہ راست پر ہے۔ اس فرقہ کے بانی "راڈیوف" کو پیغمبر سمجھتا۔ اس پر خدا کی وحی نازل ہوتی تھی۔ راسپوٹین نے "درخورنو" کی خانقاہ کے تہہ خانوں میں سالہا سال تنہائی میں گزارنے سے اپنے اندر بے انتہا قوت ارادی پیدا کر لی تھی۔ اسی قوت ارادی نے ہی اس کو روس کی تاریخ میں یہ مقام دیا "درخورنو" خانقاہ چھوڑنے سے قبل یہ فیصلہ نہ کر پایا کہ وہ اپنے بال بچوں میں چلا جائے یا راہبانہ زندگی گزارے۔ کیونکہ خلائی فرقے کے لوگ ازدواجی زندگی کو لعنت سمجھتے تھے اور ہر قسم کے جنسی اختلاط کو جائز قرار دے کر انہیں روحانی شادیوں کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ راسپوٹین نے اپنی جنسی خلش کو دور کرنے کے لئے ایک راہب ماکاری سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ راسپوٹین جنگل میں آستانہ ماکاری پر گیا۔ ماکاری نے راہبانہ زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ جس پر راسپوٹین نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی۔ راسپوٹین نے کئی سالوں تک سیلانی زندگی عورتوں کو کھکول ہاتھ میں لے کر قریہ قریہ پھرتا رہا۔ اس کی کرامات کی دھوم مچ گئی۔ مردوں اور عورتوں کو گناہ کے ذریعہ نجات حاصل کرنے کی تلقین کرتا اور کہتا "اپنے غرور کو گناہ سے نیست و نابود کرو اور اپنے جسم کا امتحان لو۔" اس کے وعظ سے متاثر ہو کر خوب رو۔ لڑکیاں اپنے والدین کو چھوڑ کر راسپوٹین کی مصاحب بن گئیں۔ وہ آگ کا آلاؤ جلا کر لڑکیوں کے ہمراہ رقص کرتا۔ ایک

کہانی کے مطابق وہ اپنی مداح عورتوں کے جمرٹ میں جو بڑوں اور تلابوں میں عریاں کھڑا ہو جاتا اور عورتیں اس کے غلیظ جسم سے میل اتارتیں۔

رفتہ رفتہ راسپوٹین خلائی فرقہ کا ایک اہم ترین رکن بن گیا۔ اس فرقہ کے لوگ اس کو ولی اور اس کی باتوں کو وحی قرار دینے لگے۔ پیش گوئیوں کو بالکل ایز صورت میں بیان کرنے لگے۔ آخر سیلانی زندگی ترک کر کے راسپوٹین اپنے گھر آ گیا۔ باپ، بیوی اور بال بچوں نے بمشکل شناخت کی سورات کے وقت بیوی سے تہہ خانہ کھولنے کو کہا۔ تمام رات عریاں عبادت میں مصروف رہا۔ لیکن اپنی بیوی کی طرف رغبت نہ کی۔ گناہ کے ذریعہ نجات کا حصول مسیحی تعلیم کے خلاف تھا۔ لہذا پادری پیٹر اور دیگر اہل کلیسا راسپوٹین کے اس فلسفہ کی وجہ سے اس کو گمراہ اور قرین ابلیس قرار دینے لگے اور قادر پینر نے راسپوٹین کے افعال شنیعہ اور اس کے گمراہ کن نظریات کے تعفن کی رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجی۔ گورنمنٹ نے پردیری ریورینڈر لارڈ شپ کی سرکردگی میں ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کیا۔ (مرزا محمود احمد کے زما پر بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی حیات میں ایک کمیشن تشکیل دیا گیا تھا اور شرعی ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے بری کر دیا گیا تھا) لارڈ شپ نے مقامی لوگوں کے بیانات قلمبند کئے۔ مقامی لوگوں نے راسپوٹین کو عبادت گزار، پاک باز، مٹی، خدا رسیدہ اور دعا گو قرار دیا اور اس کی دعاؤں اور بددعاؤں میں جادو کا اثر ہے۔ لارڈ شپ نے لارڈ پیٹر کی درخواست پر ایک سپاہی کے ذریعہ راسپوٹین کو کمیشن کے سامنے طلب کیا۔ جب سپاہی تہہ خانہ میں پہنچا تو اس وقت راسپوٹین عبادت میں مشغول تھا۔ سپاہی بھی راسپوٹین کے ساتھ دنگاؤں میں مشغول ہو گیا اور فرط عقیدت سے راسپوٹین کے ہاتھ جو منے لگا۔ سپاہی نے کمیشن کو بتایا کہ راسپوٹین کے خلاف لگائے گئے تمام الزامات غلط ہیں۔ اس خدا رسیدہ شخص کو کمیشن کے سامنے لانے کی جرأت نہیں رکھتا۔ لہذا کمیشن نے ثبوت مہیا نہ ہونے کی وجہ سے بری کر دیا تو راسپوٹین کی جائے رہائش ایک زیارت گاہ بن گئی۔

جب راسپوٹین گھر کے تہہ خانہ میں چلہ کشی کرنے کے بعد باہر آیا تو لوگ زیارت کے لئے دیوانہ وار کھڑے تھے۔ اس وقت اس نے اپنا پہلا مذہبی خطاب کیا وہ یہ تھا۔ ”میں تمہیں وہ مسرت بخش پیغام دینا چاہتا ہوں جو مادر وطن نے مجھے دیا ہے اور وہ ہے گناہ کے ذریعے نجات کا راستہ۔ گناہوں میں سر تیا غرق ہو جاؤ۔ تاکہ گناہ خود ہار مان جائے۔ اس کے بعد جنت تمہارے قدموں میں ہوگی۔“

راسپوٹین کی ”روحانی شہرت“ ہر سو پھیل گئی۔

شاہی محل میں آمد اور بیمار شہزادے کا علاج

زار روس گولاس دوم کے ہاں چار بچوں کے بعد شہزادہ "الکسی" وارث تخت پیدا ہوا۔ یہ لڑکا پیدا اسی طور پر موروثی مرض ہیوفیلیا میں مبتلا تھا۔ اگر اس کو چوٹ لگ جاتی تو سارا جسم متورم ہو جاتا اور تکلیف سے بڑھا جاتا۔ ایک دفعہ نوکر کے لڑکے سے کھیلتے ہوئے اونچی جگہ سے گرا اور ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ شہزادہ مارے درد و چیخا اور اس کی درد بھری چیخیں سارے محل میں سنائی دیتی تھیں۔ شاہی حکیم اور ڈاکٹر نے بہت علاج کیا۔ لیکن بے سود اور درد سے آرام نہ آیا۔ جب گھر میں کوئی مصیبت آ جائے تو بڑے بڑے آدمی بھی تو ہم پرست ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے بادشاہ اور ملکہ بچے کی بیماری کی وجہ سے تو ہم پرست ہو چکے تھے۔

اسٹانا اور ملٹیا دو سگی بہنیں تھیں۔ وہ ٹرورشین پیوہل پارٹی کی رکن تھیں۔ راسپوٹین بھی اس پارٹی کا ممبر بن چکا تھا۔ فادر فوفان نے راسپوٹین کا تعارف ان دو بہنوں سے اس کی کرامات اور فہمی قوت کے حوالہ سے تعارف کرایا۔ وہ اس سے بہت متاثر ہوئیں۔ دوسری ملاقات میں اسٹانا نے شہزادہ الکسی کی بیماری کے متعلق بتایا تو راسپوٹین نے اسٹانا کو الکسی کی صحت یابی کا یقین دلاتے ہوئے کہا: "جاؤ ملکہ کو کہہ دو کہ اب اسے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آ گیا ہوں۔ الکسی بالکل تندرست ہو جائے گا۔" دوسرے دن دونوں بہنوں نے ملکہ سے ملاقات کی اور راسپوٹین کی بہت تعریف کی تو ملکہ کو راسپوٹین سے ملنے اور بادشاہ سے ملانے اور اس سے شہزادہ کا علاج کرانے کی بہت خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ خفیہ دروازے سے راسپوٹین کو محل میں لایا گیا۔ راسپوٹین نے تمام شاہی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ملکہ اور بادشاہ کو اپنی ہانہوں میں سمجھ لیا اور اس کو شہزادہ کے کمرہ میں لے جایا گیا۔ جب راسپوٹین شہزادہ کے کمرہ میں گیا تو شہزادہ کے سینہ پر صلیب کا نشان بنایا۔ صلیب کا نشان بنتے ہی شہزادہ نے آنکھیں کھولیں۔ راسپوٹین کی طلسمی نظر شہزادہ کے چہرہ پر جمی ہوئی تھی۔ شہزادہ کا کرب، سکون اور آرام میں بدل گیا۔ ہونٹ گلابی ہو گئے اور راسپوٹین نے شہزادے سے کہا: "میں نے تمہارا درد بہکا دیا ہے۔ اب تمہیں کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچائے گی اور کل تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر ہم دونوں بڑے پیار سے کھیل کھیلیں گے۔"

شہزادہ بستر مرگ سے صحت یاب ہو کر اٹھا اور فرط محبت سے راسپوٹین کے ساتھ لپٹ گیا۔ راسپوٹین مسکرایا اور کہا: "تمہیں آئندہ کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں گا دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

ملکہ نے مخاطب ہو کر کہا: ”میری دعاؤں کی طاقت پر یقین رکھو۔ تمہارا بیٹا بچ جائے گا۔“ حکومت کی طرف سے راسپوٹین کو ”فادر گرگوری“ کا مستقل خطاب دیا گیا۔

راسپوٹین کی محل میں آمدورفت خفیہ راستہ سے شروع ہو گئی۔ لیکن الیکسی کا اتالیق موسیو جیلرڈ اور شاہ کی بیٹیوں کی اناراسپوٹین کو اس کی ناشائستہ اور اخلاق سوز حرکات کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ بیٹیوں کے کمروں میں آدھمکتا۔ جیلرڈ، انامیریا اور دیگر وزراء کی بیگمات نے شاہ اور ملکہ کو راسپوٹین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہے۔ ملکہ اور شاہ راسپوٹین کے خلاف عائد کردہ الزامات پر کان نہ دھرتے تھے۔ حتیٰ کہ ملکہ کی ملاقاتیں راسپوٹین کے اہل خانہ سے شروع ہو گئیں۔ ٹروٹین بیوٹل پارٹی جنسی آلودگی کی وجہ سے راسپوٹین کے خلاف ہو گئی۔ امراء اور وزراء کی سازشوں اور جنسی افواہوں کے پیش نظر فادر راسپوٹین نے اعلان کیا کہ ”بد قماش اور بد کردار لوگوں نے میرے تقدس اور زہد کے دامن کو میلا کر دیا ہے۔ لہذا وہ اسے ایک مرتبہ پھر رہبانیت کے پاکیزہ اور صاف شفاف سمندر میں دھونے جانے لگا ہے۔“ راسپوٹین نے راہبانیت اختیار کرنے سے قبل ملکہ اور شاہ کو متنبہ کرتے ہوئے لکھا: ”مجھے معلوم ہے کہ انگلیس کے گماشتے مجھے تم سے جدا کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی ایک نہ سنو۔ اگر میں تم سے جدا ہو گیا تو چھ ماہ کے اندر اندر نہ صرف تم اپنا آپ کھو بیٹھو گے۔ بلکہ تخت و تاراج بھی تم سے چھن جائے گا۔“

چنانچہ فادر راسپوٹین سیلانی لباس میں مشرقی ممالک کی طرف چلا گیا۔ مختلف مقامات پر چلے گئے۔ مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اسی دوران اپنے روحانی تجربات اور کرامات کا جذبہ کے نکلوانے پر لگتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر اپنے گاؤں پر کرودسکی میں واپس آ گیا۔ عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گیا۔

شاہی محل میں واپس اور سینٹ پیٹرز برگ میں قیام

زار اپنے اہل خانہ کے ساتھ موسم خزاں میں پولینڈ کے قصبہ اسکیرنیوس میں شکار کھیل رہا تھا تو الیکسی کا پاؤں دریا کے کنارے سے پھسل گیا اور گھٹنے کا جوڑ کھل گیا۔ شاہی حکیم اور ڈاکٹر نے بہت علاج معالجہ کیا۔ لیکن تکلیف دور نہ ہوئی۔ راسپوٹین کو ٹیکلرام کے ذریعہ الیکسی کی بیماری سے مطلع کیا گیا۔ راسپوٹین نے ملکہ کو مخاطب ہو کر جواب دیا: ”خدا نے تمہارے آنسوؤں اور دعاؤں کو بہ نظر کریم دیکھا۔ نا امید نہ ہو تمہارا بچہ زندہ رہے گا۔ ڈاکٹروں کو کہہ دو کہ الیکسی کو پریشان نہ کریں۔“

ٹیلگرام میں الیکسی کی بیماری کے لئے کچھ ہدایات بھی تھیں۔ الیکسی ٹیلگرام ملنے ہی صحت یاب ہونے لگا۔ بادشاہ کے اصرار پر راسپوٹین کو محل میں آنے جانے کی درخواست کی گئی اور وہ سینٹ پیٹری برگ میں منتقل ہو گیا۔ محل سے آخری راہبانہ سفر میں جو اپنے تجربات، مشاہدات اور کرنامات قلمبند کئے تھے۔ وہ ملکہ کو دیئے۔ اب راسپوٹین ملک کی اہم شخصیت قرار دیا جانے لگا۔ اس کی اقامت گاہ پر حفاظتی پہرہ متعین کر دیا گیا۔

الیکسی کو اس کے اصرار پر فوجی مشقوں کے ساتھ لے جایا گیا۔ ابھی ٹرین چلی ہی تھی کہ الیکسی کے ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ شاہی ڈاکٹر ڈیوئیگنوں نے بہت علاج کیا۔ لیکن الیکسی کے ناک کا خون نہ بند ہوا۔ الیکسی کو محل میں لایا گیا۔ راسپوٹین کو مطلع کیا گیا۔ راسپوٹین نے محل میں داخل ہوتے ہی صلیب کا نشان بتاتے ہوئے شاہ سے کہا: ”خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایک دفعہ پھر تمہارے بچے کی جان بچالی ہے اور اسے نئی زندگی بخش دی ہے۔ آئندہ میرے مشوروں پر عمل ضروری ہوگا۔ اب شاہ اور ملکہ کی عقیدت اور محبت نقطہ عروج پر پہنچ گئی۔ زار روس کہا کرتا تھا کہ جب مجھے کوئی فکر دامنگیر ہوتی ہے تو قادر راسپوٹین سے چند منٹ گفتگو کرنے سے راحت محسوس کرتا ہوں۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کپڑے ہی کر اور ان پر تیل بولے گاڑ دیا کرتی تھی۔“

راسپوٹین کے جنسی تعلقات

راسپوٹین کی روحانی مجلس میں اکابرین (وزراء، امراء، جرنیل) کی بیگمات اور شاہی خاندان کی لڑکیاں شامل ہوتی تھیں۔ ان کو گناہ کے ارتکاب سے ہی نجات حاصل کرنے کا سبق دیا جاتا تھا۔ اس طرح فلسفہ گناہ کی وجہ سے حسین عورتوں کے ساتھ جنسی روابط بڑھنے لگے۔ پولیس کی رپورٹ کے مطابق جب راسپوٹین ادنیٰ درجے کی عورتوں کے ساتھ جنسی اختلاط سے سیر ہو جاتا تو پھر نچلے طبقے کی عورتوں کو اپنی ہوس کا شکار کرتا۔

پولیس کی رپورٹ کے مطابق ڈوینا راسپوٹین کے گھر کی خادمہ تھی۔ وہ سڈول جسم کی خوبصورت اور حسین دیہاتی لڑکی تھی۔ جب راسپوٹین شراب میں دھت ہوتا تو ڈوینا اس کے کپڑے تبدیل کرتی اور بستر پر لٹاتی جب راسپوٹین کو کوئی شکار نہ ملتا تو ڈوینا ہی راسپوٹین کے بستر کی زینت بنتی تھی۔

۱۔ مرزا محمود احمد نے بھی عورتوں کے لئے درس قرآن جاری کیا اور ایک مجلس عرفان عبادت گاہ مبارک میں منعقد ہوتی تھی۔

روزمرہ آنے والی حسین عورتوں میں نن اکولینا، اولگا ولا ڈیمیرونا (حکومت وقت کے مشیر نوشین کی بیوی) مادام گولووینا۔ انا میر یاوشنا، پرنس ڈولگوروکیا، پرنس شاخووسکیا تھیں۔ پولیس کی ایک رپورٹ میں ماسکو کی فرانسیسی نژاد اداکارہ ویرا کا بیان تحریر کیا گیا ہے۔ جس میں وہ کہتی ہے کہ: ”جب میں راسپوٹین سے ملنے کے لئے اس کے گھر گئی تو ”اولگا“ جتنی ہوئی آسان سر پر اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور راسپوٹین کی کرسی کے قریب فرش پر گر پڑی وہ بدستور چلاتی رہی۔ میرے سج، میرے سج اور راسپوٹین کے جوتوں کو چاٹتی رہی۔ پھر اٹھی اور راسپوٹین کا سردلوں ہاتھوں سے پکڑ کر دیوانہ دار چومنے لگی۔ ساتھ ہی وہ چلاتی جاتی تھی۔ میری جان، میری روح، یہ تمہاری پیاری پیاری داڑھی، یہ خوبصورت ہال، میری زندگی، میرا ایمان، میرے محبوب، میرے خداوند، لیکن راسپوٹین اسے بار بار جھڑکتا اور اسے کتیا، وحشی اٹلیس کہتے ہوئے نفرت کا اظہار کرتا۔ پھر وہ خوابگاہ میں چلی گئی۔ اس کے پیچھے راسپوٹین بھی گیا۔ راسپوٹین کی بھاری بھر کم آواز باہر تک آ رہی تھی اور پھر جب اولگا اور مونیوا خوابگاہ سے واپس آئیں تو ”اولگا“ بدلی ہوئی عورت تھی اور وہ بڑے شاہانہ انداز سے ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوئی۔ مادام گولووینا (زار روس کے سابق مشیر گولوون کی بیوہ اور ملکہ کی قریبی سہیلی پرودوا کی قریبی رشتہ دار) اس کی خوبصورت بیٹی مونیوا محبت میں ناکامی کے بعد اس کے ساتھ رہتی تھی۔ دونوں ماں بیٹی راسپوٹین کے حلقہ جنسی ارادت میں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ ایک کرنل کی گلوکارہ بیوی بھی بڑی مداح تھی۔ وہ گیت گاتی تو راسپوٹین پر وجد طاری ہو جاتا اور رقص کرنا شروع کر دیتا۔“

شہزادہ ایلکسی کی انا میر یاوشنا (شاعی محل میں آمد کے چند روز بعد ہی راسپوٹین کے جذبہ شہوت کا شکار ہوئی) پرنس ڈولگوروکیا اور پرنس شاخووسکیا دونوں راسپوٹین کی محبت میں گرفتار تھیں اور اپنے گھروں کو چھوڑ کر اریہ کے مکانوں میں رہائش پذیر تھیں۔ پولیس رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین کے خلوت کدہ کی زینت بنتیں اور جنسی اختلاط سے حظ اٹھاتی تھیں۔ راسپوٹین ”حلقہ پاک ہازاں“ میں شمولیت کرنے والی عورتوں سے گناہ کی فلاحی اس رنگ میں کرتا۔

”یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں خراب کر رہا ہوں۔ بلکہ میں تمہیں پاک اور مقدس کر رہا ہوں۔ ہمیں گناہ ضرور کرنا چاہئے تاکہ ہمیں پچھتانے اور تائب ہونے کا موقع مل سکے۔ اگر خدا ہماری آزمائش کے لئے ترغیب گناہ کا کوئی ذریعہ پیدا کرتا ہے تو ہمیں اس کی رضا کا احترام کرتے ہوئے خود کو رضا کارانہ طور پر گناہ کے حوالے کر دینا چاہئے۔ تاکہ ہم اس کے بعد انتہائی عذامت سے توبہ کریں۔“

اس مجلس میں کسی حسین عورت کو اپنے قریب بلا تا اس کا سراپنی گود میں لے کر اپنی انگلیوں سے اس کے بالوں میں لگھمی کرتا۔ اس کے ہونٹوں اور گالوں کو چومتا۔ لیکن اس کی زبان پر خدا اور عیسیٰ علیہ السلام کی باتیں ہوتیں۔ لیکن جسم کا ایک ایک انگ فضل شیعہ میں مصروف ہوتا اور اس کی باتیں پورے اٹھاک سے سنتیں۔

راسپوٹین کی تمام زندگی جنسی افعال قبیحہ سے پر ہے۔ دنیا کی ہر زبان کا ادب ان افعال شیعہ سے بھرا ہوا ہے۔ صرف دو عورتوں کے واقعات بیان کر کے اس بات کو ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ قارئین پاکستان کے جنسی عفریت مرزا محمود احمد کی زندگی کے بے راہ روی کے واقعات پڑھنے کے لئے بے تاب ہوں گے۔

دیر الگویٹڈ راٹھکوہ سکیا بیان کرتی ہیں کہ: ”جب وہ راسپوٹین کی خوابگاہ میں جہاں ایک مسہری ایک سنگھار میز دو کرسیاں اور ایک چھوٹا میز جس پر رائٹنگ پیڈ اور قلم پڑے ہوئے تھے داخل ہوئی تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خوابگاہ میں نہ تو شبیہ مسیح تھی اور نہ ہی صلیب بلکہ ایک دیوار پر نیم تاریکی میں رنگارنگ ربن میں لپٹی ہوئی فریم شدہ دراز ریش ٹھنص کی تصویر آویزاں تھی۔ خلائی فرقے کے لوگ اکثر اپنے بزرگوں کی تصویر رنگارنگ ربن میں رکھتے تھے۔ لہذا مجھے اس دن معلوم ہوا کہ راسپوٹین بھی خلائی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ راسپوٹین دے پاؤں کرے میں داخل ہوا اور دروازے کی کنڈی لگا دی۔ پھر کرسی پر بیٹھے ہوئے میری دونوں ٹانگیں اپنے گھٹنوں میں دبائیں میں نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ وہ کہنے لگا کہ: ”کچھ کہنے آئی ہو۔“ میں نے کہا کہ: ”دنیا میں کہنے کے لئے رکھا ہی کیا ہے۔“ اس نے میرے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا کہ: ”جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنو۔“ کیا تمہیں وہ شعر یاد ہیں۔ جس میں کہا گیا ہے کہ جو جوانی ہی سے جسمانی لذت کی خواہش مجھے اذیت پہنچاتی رہی ہے اور مجھ سے اس کی سزا مت دے۔“ میں نے چونک کر کہا کہ مجھے یاد ہے۔ اس نے میری رانوں پر زور دیتے ہوئے کہا: ”میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوتا ہے۔ لوگ تیس سال کی عمر تک تو بخوشی گناہ کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد نہیں۔ اس وقت خدا سے لو لگنا چاہئے۔ پھر جب دل و دماغ مکمل طور پر خدا کی طرف لگ جائے تو اس وقت گناہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ گناہ ایک خاص قسم کا ہوگا۔ گناہ تاب ہونے سے محل جاتا ہے اور انسان پھر ویسے کا دیرانیک بن جاتا ہے۔ سب سے اہم چیز محبت ہے۔ مجھ سے محبت کرو۔ محبوب کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ میں تمہیں بہت اسرار اور رموز سے آشنا کر دوں گا۔ میں تمہیں گناہ کی ہاریکیاں بتاؤں گا۔ جس سے نہ صرف سکون قلب ملے گا۔ بلکہ راہ نجات

بھی نظر آئے گی اور تم خود کو جنت میں محسوس کرو گی۔ یہ موٹی موٹی کتابیں جو پڑھی جاتی ہیں بے معنی ہوتی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ذہنی خلفشار بڑھتا ہے۔ دیر اکہتی ہے کہ میری قوت مدافعت جواب دے گئی۔ میرے اعضاء مفلوج ہو گئے اور میری تمام طلب سلب ہو گئی تھی۔" راسپوٹین نے مجھے اگلے ہفتے عبادت میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ: "تم اتنے لوگوں سے تعلقات رکھنے کی کیوں مصیبت اٹھاتی ہو۔ صرف میری بن جاؤ۔ ان سب کو جہنم میں جانے دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ زندگی کیا ہے۔"

اس کی سخت انگلیاں میرے جسم کو ٹٹولتی رہیں۔ اس نے میرے پے در پے پوسے لئے۔ دیرا کے قول کے مطابق راسپوٹین نے اسے گود میں بٹھانے کی کوشش کی۔ مگر وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی۔

"دیر الیگزینڈر" ایک اور کسن لڑکی کی داستان غم بیان کرتی ہے۔ (پولیس کی رپورٹوں میں بھی درج ہے) جس نے دیرا کو بتایا کہ راسپوٹین نے اسے ہفتے کی عبادت میں شریک ہونے کے لئے کہا۔ جب وہ عبادت میں شریک ہونے کے لئے اس کی خواہگاہ میں گئی تو خدا اور یسوع علیہ السلام پر پورا یقین ہونے کے باوجود میری کسی نے مدد نہ کی۔ کمرے میں اس کے اور میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں نہ صلیب تھی نہ شبیہ مسیح۔ ایک دراز ریش بزرگ کی تصویر تھی۔ راسپوٹین نے مجھے تصویر کے سامنے دوڑا تو اس نے کہا۔ ابھی میں جھکی ہوئی تھی کہ راسپوٹین نے تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "اے درختوور کے پیغمبر سامیون۔" ہمارے گناہ پر کرم کر دو اور اس کے ساتھ ہی میرے پڑے تار تار کر دیئے۔ میں بے ہوش ہو گئی اور جب ہوش آیا تو میں فرش پر برہنہ پڑی تھی اور راسپوٹین میرے سامنے ناورداد برہنہ کھڑا تھا۔ اس نے مجھے بازوؤں میں اٹھایا تو میری چیخ کھل گئی۔ چیخ سن کر ایک عورت اندر آئی۔ اس نے مجھے نایامز اٹھنایا اور دوسرے کمرے میں چھوڑ آئی۔ جس میں دو کرسیاں اور بستر پڑا تھا۔ وہ عورت میرے لئے چائے اور کھانے کے لئے ٹوسٹ وغیرہ لائی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے سوچا کہ اسے تمام واردات بتاتے ہوئے مدد طلب کروں۔ لیکن وہ بھی بھینٹا نکلا۔ اس دن سے اس تہ خانہ میں راسپوٹین کے دوستوں کی ضیافت کا سامان بنی ہوئی ہوں۔

ردسوکھتا ہے کہ اوائل شباب میں ایک دن وہ ایک کونچے سے گذر رہا تھا۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ نوجوان لڑکیاں پانی بھرنے کنویں پر آ رہی تھیں۔ میں نے ایک طرف کھڑے ہو کر

ان کے سامنے ستر کھول دیا۔ ان میں سے بعض نے شرما کر منہ پھیر لیا۔ بعض مسکرانے لگیں اور چند ایک بلند آواز میں مجھے گالیاں دینے لگیں۔ ان کا شور وغل سن کر ایک راگبیر ادھر متوجہ ہوا اور میری طرف لپکا۔ میں بھاگ نکلا۔ جلد پکڑا گیا۔ گیارہ سو کہتا ہے کہ میں پاگل بن گیا۔ جس پر راگبیر نے معذرت سمجھ کر اسے چھوڑ دیا۔

وفات

قادر راسپوٹین کی وفات چند حروف یا چند سطور میں بھی لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن وفات سے قبل دو مکالمے کہے تھے ان کا جانا "قادیانیوں" کے لئے ضروری ہے۔ دوم راسپوٹین نے زار اور اس کی ملکہ کو مخاطب ہو کر سلطنت کے چلے جانے کی پیش گوئی کی تھی۔ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ قادیانیوں کو بتانا مقصود ہے کہ اس قسم کے بدکار بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جن پر زمانہ صداقت کی مہر ثبت کر دیتا ہے۔ کسی پیش گوئی کا پورا ہونا بدکار کی پاکیزگی کا ثبوت نہیں۔

قادیانیوں کو یہ بتانا بھی مطلوب ہے کہ اتنے بڑے بدکار کے ساتھ لوگوں اور خاص طور پر ملکہ اور بادشاہ کو کتنی عقیدت تھی۔

راسپوٹین مادام گولودینا کے گھر اپنے خلاف سازشوں کا ذکر کر کے اپنے معتقدین کو یہ بتا رہا تھا کہ یہ لوگ مجھے ختم کرنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں۔ لیکن خداوند کریم اور یسوع مسیح اپنے سچے اور حقیقی مقلد (راسپوٹین) کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ و مہمان رکھے گا اور شکبرانہ لہجے میں با آواز بلند کہا: "مجھے جس چیز کی ضرورت ہو (عورت کی) اس کے حصول کے لئے میز پر رکھا رہتا ہی کافی ہے۔ صرف یہی طریقہ ہے جس کے ذریعہ میں روسی امراء سے نپٹ سکتا ہوں۔"

اس مجلس میں پرنس فیلیکس، یوسوف، مادام گولودینا کی بیٹی مونیٹا بھی حاضر تھے۔ یوسوف راسپوٹین کی شخصیت سے متاثر نہ ہوا۔ بلکہ اس نے راسپوٹین کے شکبرانہ لہجے کو ناپسند کیا۔ پرنس کی بے اہمائی اور بے رخی کی وجہ سے راسپوٹین بوکھلا گیا۔ پرنس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اٹھا اور کہا "شادی کی سالگرہ کے موقع پر ہمیں بھولنے نہ۔" پرنس نے کہا: "سالگرہ آپ کے بغیر تو پیمبکی رہے گی۔" اپنا ہاتھ پرنس کے ہاتھ سے نکال کر مونیٹا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کے پے در پے بوسے لینے شروع کر دیئے۔ لیکن پرنس نے اس کی نازیبا اور ناشائستہ حرکت کو بہت برا جانا اور راسپوٹین کو آخری ٹھکانے لگانے کا عزم بالجبرم کر لیا۔ آخر کار اپنے منصوبہ میں اپنے دوست ڈمٹری پالوویچ (زار کا محافظ) کو اعتماد میں لیا اور زہر کھلانے کا پروگرام بنایا۔ زہر ہلا

بل یوریشیویچ (روس کی ریڈ کراس تنظیم کا سربراہ) کی معرفت ٹرین کے انچارج ڈاکٹریز دوٹ (یہ شخص بھی راسپوٹین سے سخت نفرت کرتا تھا) سے حاصل کیا۔ آخر کار اکتوبر ۱۹۱۶ء میں راسپوٹین کے قتل کے منصوبے کو آخری شکل دی گئی۔

پرنس یوسوف نے مونیخ کی معرفت گہرے روابط قائم کر لئے۔ پرنس خانہ بدوشوں کے گیت بریل پر بہت عمدہ گاتا تھا۔ راسپوٹین خود بھی اس قسم کے گیت بہت ہی پسند کرتا تھا۔ مونیخ نے پرنس سے کہا کہ راسپوٹین آپ سے گیت سنتا چاہتا ہے۔ پرنس کی امید پوری ہوئی۔ مونیخ پرنس کی موجودگی میں اس کی بیوی ارنیا کی خوبصورتی کا ذکر راسپوٹین سے بہت کیا کرتی تھیں۔ راسپوٹین کا شیطانی قلب ارنیا کو دیکھنے اور جنسی حظ اٹھانے کے لئے بے تاب تھا۔ آخر کار قتل کے منصوبے کی تمام کڑیوں کو مکمل کرنے کے بعد پرنس نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو راسپوٹین کو اپنے محل میں شام کو آنے کی دعوت دی۔ راسپوٹین نے رازداری قائم رکھنے کے لئے رات ساڑھے گیارہ بجے محل میں جانے کا پروگرام بنایا، وہ ارنیا کی ملاقات کی سوچوں کے سمندر میں گم تھا۔ وزیر داخلہ نے فون پر آگاہ کیا کہ کچھ لوگ اس کی جان کے درپے ہیں۔ لیکن اس جنسی عفریت نے یہ کہتے ہوئے ٹیلی فون بند کر دیا کہ: ”مجھے مارنے والے کسی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کے ہاتھ اتنے لمبے نہیں کہ میری گردن تک پہنچ سکیں۔“

رات کے ساڑھے گیارہ بجے راسپوٹین اپنی کے ذریعہ شہزادہ فلکس یوسوف کے تہہ خانہ میں پہنچ گیا۔ سیر ہو کر شراب پی کر یوسوف کو مخاطب ہو کر کہا کہ: ”لوگ مجھے جا دو گے کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں صرف شہروں کو خاک تو دوں، آبادیوں کو قتل و قحط اور بارونوں کو ہولناک قبرستان بنانے کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ میں بہترین تعبیر گو اور صلی دوراں ہوں۔ پراسرار روحانی طاقتوں اور قوتوں کا مالک ہوں۔ اللہ نے مجھے ہدایت کا رہنما بنا دیا ہے اور اس دنیا کی کلید میرے ہاتھ میں دی ہے۔ دنیا و آخرت میں میرا مقام بہت بلند ہے۔ میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔“

اس کے بعد عورت کی ان الفاظ میں تعریف کی۔ ”عورت کائنات میں سب سے زیادہ خوبصورت اور انسانی راحت کا اعلیٰ سرچشمہ ہے۔ انسان کی انسانیت اس کے طفیل ہے۔ عورت فرشتوں سے زیادہ بندگی گزار، پیکر بے مثال، نیلگوں فلک کا درخشندہ تابندہ ستارہ، ایک گوہر بے بہا جو ہر نایاب، محبت کا خزانہ، تمناؤں کی جان، آرزوؤں کا ایمان ہے جسے قدرت نے حسن

۱۔ مرزا محمود کا بھی دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مصلح موعود ہیں۔

وجہال کی مصحوبیت اور عشق و محبت کی پاکیزہ روح قرار دیا ہے۔ عورت گل مسرت کی لطیف خوشبو، نگاہ مضطرب کی تسکین، تعلیم حیات کی ملکہ، بہار کی جان، حیات کی روح، چناب کی تمنا اور درو کی دوا ہوتی ہے۔“

اس کے بعد شہزادہ یوسوف کو بچھوڑتے ہوئے کہا کہ: ”مجھے اس آسانی ہستی اور آفریشن کے تاج کے پاس لے چلو جو آفریدہ آسمان ہے۔ ہم اس تصور کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس میں ساری دنیا دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنا چاہتے ہیں، جس میں ساری دنیا کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس کا دل بظاہر سمندر کی خاموش سطح دکھائی دیتا ہے۔ مگر باطن گہرائیوں میں طوفان کی طرح اگلزائیاں لے رہا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ محبت کی دیوی ہے۔ وہ رات کا تارہ ہے اور صبح کا ہیرا ہے۔ ہم اس کی جھولی خوشیوں سے بھر دیں گے اور ایسا نور عطاء کریں گے جس کی شکل زمین و آسمان میں نہیں ہوگی۔“

راسپوٹین شراب کی مستی کے عالم میں اریٹا کی تعریف کرتے کرتے باوا گوئی پر اتر آیا۔ لیکن شہزادہ نے نہایت شغل اور مبر سے کام لیا اور اس کا خاص آدمی زہر آلود شراب لے آیا۔ شہزادہ نے مودہ بانہ لہجے میں راسپوٹین سے کہا کہ ”شہزادی صاحبہ خواب گاہ میں مقدس باپ کا انتظار کر رہی ہیں۔ یہ ان کے نام کا آخری جام نوش فرما کر انہیں روحانیت سے مستفید فرمائیں۔“ راسپوٹین نے تمام شراب پی لی۔ لیکن حاضرین حیران تھے کہ زہر ہلاہل والی شراب پینے کے باوجود زندہ ہے۔ لہذا شہزادہ یوسوف اور ڈیوک نے راسپوٹین کے جسم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ خنجر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا گیا۔ جسم میں ابھی بھی زندگی کی رت تھی اور اٹھا کر دریا کے کنارے لے گئے اور رسیوں سے باندھ کر دریا میں پھینک دیا۔

زار نے راسپوٹین کی لاش کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ آخر کار دو روز کی مسلسل جدوجہد کے بعد لاش تلاش کی گئی۔ لاش کا معائنہ کروایا گیا تو معلوم ہوا۔ اس کی موت ڈوبنے سے ہوئی ہے۔ ڈاکٹر حیران تھے خطرناک زہر اور گولیوں کی بوچھاڑ اور پیٹ میں خنجر گھونپنے کے باوجود کیسے زندہ رہا۔ آخر کار ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء کو راسپوٹین شاہی اعزازات کے ساتھ زار کے سکولیکو کے ہارٹس میں دفن کیا گیا۔

مرزا محمود احمد کو راسپوٹین سے کئی ہاتوں میں مشابہت حاصل ہے۔ لیکن موت میں بھی دونوں سخت جان تھے۔ مرزا محمود احمد بھی دس سال قانع کی بیماری میں مبتلا رہا۔ کھانا پینا چھوٹ چکا تھا۔ صرف ٹیل یا پانی کے ذریعے سیال خوراک دی جاتی تھی۔ جسم گل سڑ چکا تھا۔ بدبو تک آتی تھی۔ لیکن گھروا لے حیران تھے کہ اس کی جان کہاں اٹکی ہوئی ہے۔

مرزا محمود احمد کے افراد خانہ اور اعزہ کے حلفیہ بیانات

خلیفہ مرزا محمود احمد کا اپنا اقرار فرانس کے نیم عریاں کلبوں کی سیر

مرزا محمود نے اپنے ایک خطبہ میں خود اقرار کیا: ”جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چوہدری ظفر اللہ خان سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آسکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے۔ مگر مجھے ایک ادبیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں میری نظر چونکہ کمزور ہے اس لئے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چوہدری صاحب سے کہا کیا نگلی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ نگلی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ نگلی معلوم ہوتی ہیں۔“

(افضل مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۳ء)

احمدی حضرات کی خدمت میں عرض کروں گا کہ وہ کون سی شریعت ہے جس کی رو سے یہ جائز ہو کہ محض یورپین تہذیب دیکھنے کے لئے نیم عریاں کلبوں کی سیر کی جائے۔ یہ محض تماشائی بینی تھی جس کے لئے خلیفہ ۱۹۲۳ء میں یورپ گئے تھے۔ اس کے بعد روفو کا واقعہ بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے۔ احمدی حضرات کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ ان واقعات پر غور کریں اپنی آخرت کو بہاد نہ کریں۔

حکیم عبدالوہاب سالامرزا محمود احمد کی شہادت

..... حکیم عبدالوہاب مولوی نور الدین (پہلے سربراہ جماعت احمدیہ) کے بیٹے اور مرزا محمود احمد کے سالیے تھے۔ جسمانی لحاظ سے مضبوط، درمیانہ قد، رنگ گندی، موٹی آنکھیں، ایک ہی نظر میں عورت کو اپنی طرف مائل کر لیتے تھے یا عورت مائل ہو جاتی۔ تقسیم ہند کے بعد ان کا مطب جو دعائل بلڈنگ بالقابل رتن باغ حال میوہ ہسپتال میں تھا۔ تقسیم کے بعد ضمیر کی آزادی نصیب ہوئی تو حکیم صاحب ان احباب میں سے ایک تھے جنہوں نے مرزا محمود احمد کے محبوب کی خوب

پردہ دری کی۔ اپنی آپ بیتی بھی بیان کی اور دوسروں کے روگٹھے کھڑے کر دینے والے چشم دید واقعات بھی بیان کئے۔ موصوف کی یہ عادت تھی کہ جو کوئی بھی احمدی دواخانہ نور الدین (جو دہا ل بلڈنگ) پر آ جاتا تو اب واقعات بیان کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ بغیر کسی تمہید کے گفتگو کا آغاز کر دیتے۔ بعض اوقات سامع حیران رہ جاتا کہ حکیم صاحب کیا بیان کر رہے ہیں۔ دراصل وہ ہاتھ دکھی اور زخمی دل کی آہیں ہوتی تھیں۔ جو زبان پر آئے نہیں رہتی تھیں۔ وہ وہی شخص جان سکتا ہے جس کے دل میں اپنے کردہ گناہوں کی آگ جل رہی ہو۔ وہ گفتگو، اقرار جرم ہوتی تھی۔ کبھی کبھی خاکسار کو بھی حکیم صاحب کی صحبت میں جانے کا اتفاق ہوتا۔ ایک دفعہ ام طاہر صاحبہ کا ذکر چھڑ گیا تو حکیم صاحب نے آنکھیں بند کر لیں۔ گویا پرانی یادوں میں گم ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے ام طاہر کی ”جائے لذت“ کیا تھی گویا پان کا پتا۔ پھر کلام جاری رکھا۔ ایک عورت (ام طاہر) کا ذکر اس رنگ میں کیا۔ وہ رنگ بھی رومانوی اور افسانوی تھا۔ کہنے لگے اس عورت کا کیا کہنا۔ ایک دفعہ پردہ گرام کے مطابق اس عورت کے ہاں میری ہاری تھی۔ کمرے میں داخل ہوا تو ایک عجیب نضا تھی۔ بھیننی بھیننی خوشبو آ رہی تھی۔ بنگ پر خوبصورت نرم بستر اچھا ہوا تھا۔ فرش پر ایک بوٹے دار قیمتی قالین تھا۔ جس پر پاؤں دھنس جاتے تھے۔ داخل ہوتے ہی ایک حسین پری میرے ساتھ لپٹ گئی اور میرے جذبہ شہوت کو تیز کرنے لگی۔ کبھی میرے ہونٹ چومتی، کبھی میری زبان منہ میں لے کر چومتی، کبھی میرے گالوں کو نرم ہاتھوں کے ساتھ تھکتی، کبھی رخساروں پر گلدگی کرتی۔ کبھی میرے ”آلہ حیات“ کو لمس کرتی۔ آدھ گھٹنے تک اسی طرح میرے ساتھ لہو و لعب اودا اٹھکلیاں کرتی رہی۔ جب اس عورت (ام طاہر) کے جذبہ شہوت کی تپش تیز ہوئی تو اپنی قمیص اتار بیٹھی۔ چند ساعت کے بعد میری قمیص بھی اترا دی۔ اب دونوں کے جسم کے درمیان جو کپڑا حاصل تھا وہ بھی دور ہو گیا۔ اوپر کا عریاں جسم ملنے سے تپش شہوت بڑھنا شروع ہو گئی۔ تھوڑا ہی وقت گزرا کہ اس عورت نے اپنی شلوار کو یوں اتار پھینکا جیسے کسی شخص نے ہماری بوجھ اٹھایا ہوا ہو۔ تھک جانے کے بعد اس بوجھ کو اتار پھینکتا ہے۔ اسی لمحہ میری شلوار کو بھی اتار پھینکا۔ اب پوری شہوت کے ساتھ میرے ساتھ اٹھکلیاں کرنا شروع کر دیں۔ کبھی میرا عضو تاسلِ نعل میں لیتی۔ کبھی ران میں لیتی۔ کبھی چند ساعت کے لئے نعل میں لیتی اور کبھی دبر میں بھی لے لیتی اور باہر نکلوا دیتی۔ کبھی منہ میں لٹدے کر چومتی۔ کبھی بستر پر لیتی۔ مجھے اوپر لٹا لیتی اور اپنی نرم نرم رانوں میں خوب دباتی۔ کبھی میرے اوپر لپٹ جاتی اور مردانہ حرکات کر کے حظ اٹھاتی۔ دونوں ایک دوسرے کے رخسار، زبان اور ہونٹ چومتے۔ کبھی میرا عضو تاسلِ ہاتھ میں پکڑ کر مسلٹی۔ میں اپنا مردانہ عا اور غرض بیان کرتا

تو کہتی جوان! ابھی آپ کی جوانی اور طاقت کو دیکھ لیتی ہوں۔ ذرا ٹھہریے! غرض تقریباً چار گھنٹے تک اسی وادی گناہ میں کھیلتے رہے۔ اس کے بعد آرام سے نرم و گداز بسترے پر چٹ لیٹ گئی اور آخری گناہ کی طرف بلا یا۔ یہ بھی عجیب لمحات تھے۔ یونہی لیل میں عضو تناسل داخل ہوا۔ یوں دروازہ ناک آواز نکالی جیسے ایک باکرہ پہلی رات مرد کے ساتھ جماعت کے وقت نکالتی ہے۔ ایک خاص آواز میں کہتی۔ دہاب! مجھے مار دیا ہے۔ مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ میرے جانی مجھے چھوڑ دو۔ میں مر جاؤں گی۔ گویا ان الفاظ سے میری مردانگی کی داد دے رہی تھی۔ اپنی بیٹی بیان کرنے کے بعد عجیب لہجے میں کہا: ”یہ عجیب عورت تھی۔“

عمل لواطت

۲..... دوسرا واقعہ بھی سنئے۔ میں ایک دفعہ حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگے۔ آڈیشن ان میں آپ کو چائے پلاؤں۔ راستے میں مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کی باتیں کرتے رہے۔ جب واپس آ رہے تھے پہلے مینڈ ٹیب میں بیان کرنے لگے۔ ایک شخص مرزا محمود کے ساتھ عمل لواطت کر رہا تھا۔ فارغ ہونے میں دیر ہو گئی تو (پھر شکم مینڈ پر آ گئے) مجھے کہا جلدی کرو میں نے دعوت پر جانا ہے۔ میں ہنس پڑا اور کہا وہ آدمی آپ ہی تھے۔ کہنے لگے ”ہاں“ میں نے پوچھا کیا مرزا محمود احمد کو یہ علت تھی۔ کہنے لگے نہیں یہ پرورش کی انتہاء ہے۔

میں نے سوال کیا۔ آپ کو کس طرح اس برائی کی طرف مائل کیا اور کب شامل ہوئے۔ کہنے لگے ایک دفعہ کشمیر میں مرزا محمود احمد کے ساتھ جانا ہوا۔ ایک چشمہ میں نہا رہے تھے۔ محمود نے غوطہ لگا کر نیچے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ لیا۔ میں کچھ شرمندہ سا ہو گیا۔ علیحدگی میں کہنے لگے دہاب! اس کو بھی استعمال بھی کیا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس کے بعد مجھے اس برائی کی تاریک دادی میں دھکیل دیا۔ پھر کہنے لگے جوانی ہو، پیدہ بھی ہو، ہر قسم کی سہولتیں بھی میسر ہوں۔ کسی گرفت کا بھی خوف نہ ہو تو پھر کون برائی سے بچتا ہے۔ بہر حال بد قسمتی سے ابتدائے جوانی میں عمر کا ایک حصہ گزارا ہے۔

۳..... پانچ صد عورتوں سے جماعت کر چکا ہوں۔ ایک دفعہ حکیم صاحب کہنے لگے مرزا محمود احمد نے کہا گیارہ بارہ سال کی عمر میں اس کام میں پڑا ہوں۔ پانچ صد عورتوں سے جماعت کر چکا ہوں۔ میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ پھر کہنے لگا۔ عورت کا کیا ہے۔ خواہ کتنی ہی مضبوط اور پر شوہت ہو تو اس کے ساتھ بغیر جماعت کئے ہاتھوں میں ہی اس کو فارغ کر سکتا ہوں۔

۴..... قادیان میں ”قصر خلافت“ کے گول کمرے سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد

نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے۔ جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کی چھاتی سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نسل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ اس نوجوان نے جواباً کہا کہ اگر جسم کے ان اہماروں کو مسلمانہ جائے تو عجزہ خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کی خوبصورتی کو برقرار رکھنے کے لئے یہ نہیں چاہتی کہ اس کے نشیب و فراز کا تناسب بدل جائے۔

گناہ کا آغاز

حکیم صاحب اپنا واقعہ آغاز گناہ مینہ غیب میں بیان کرتے ہیں: ”ایک دفعہ مرزا محمود احمد کی بیوی مریم نے ایک نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت عبادت گاہ مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹاتا تو میں تمہیں اندر بلا لوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کئے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی۔ چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ اجازت ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا۔ کیونکہ اس کے جذبہ شہوت اس قدر مشتعل ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا کہ اس وقت کنارہ کرنا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ بے نسل مرام واپس آ گیا۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیویٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف اس نوجوان کے پاس آئے۔ کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیوی کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھپانا چاہتے ہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا: بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے۔ اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں۔“ (دریافت پر کہا وہ نوجوان میں ہی تھا)

۶..... ”مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشدد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے جاری بیہوش ہو گئی۔ جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی۔“

دواخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا: یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا۔ ”امتہ الرشید۔“

”اسے دوسرا توڑنے اور دوسرا کھائے۔“

امتہ الرشید بنت مرزا محمود کا بیان بروایت محمد صالح نور

مولوی محمد صالح نور، محمد یامین تاجر کتب کے بیٹے ہیں۔ قادیان اور ربوہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ مرزا محمود کے داماد عبدالرحیم کے پرسنل سیکرٹری بھی رہے ہیں۔ ان کا حلیہ بیان ملاحظہ فرمائیں: ”میں پیدائشی احمدی ہوں اور ۱۹۵۷ء تک میں مرزا محمود احمد کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ کے کردار کے متعلق بہت ہی گھٹاؤ نے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ کی صاحبزادی امتہ الرشید بیگم (بیگم میاں عبدالرحیم احمد) سے ملاقات کی۔ ان سے خلیفہ کے بد چلن ہونے، بد قماش اور بد کردار ہونے کی تصدیق کی۔ باتیں تو بہت ہوئیں۔ لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے امتہ الرشید بیگم سے کہا آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب آپ کو کیا بتاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لئے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر امتہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لڑخیز بات سن کر میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بناء پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں حق یقین کی بناء پر خلیفہ کو ایک بد کردار اور بد چلن انسان سمجھتا ہوں اور اسی کی بناء پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔“

(خاکستار، محمد صالح نور، واقف زندگی، سابق کارکن، وکالت تعلیم تحریک جدید، ربوہ)

اپنی ساس صغریٰ بیگم پر دست درازی

یہ واقعہ کئی احمدیوں نے بیان کیا ہے۔ مثلاً مظہر الدین صاحب ملتان، عبدالوہاب، ڈاکٹر محمد احمد جامی نے مولوی عبدالمنان (مولوی عبدالمنان عمر مولوی نور الدین کے بیٹے ہیں اور زندہ ہیں) کی وساطت سے بیان کیا ہے۔ ایک دفعہ امتہ النبی زوجہ مرزا محمود احمد (بنت مولوی نور الدین) روتی جھپٹی زخموں سے چور گھرائی۔ اپنی ماں (زوجہ مولوی نور الدین) سے کہنے لگی۔ مجھے کس عذاب میں ڈال دیا ہے۔ زندہ ہوں اور نہ مردہ۔ مرزا محمود مجھے بدکاری کی طرف بلاتا ہے۔ انکار پر مار مار کر لہو لہان کر دیا ہے۔ کوئی چمڑانے والا نہیں۔ صغریٰ بیگم (والدہ امتہ النبی) کہنے لگیں۔ چلو میں چلتی ہوں۔ مرزا محمود سے کہتی ہوں جب مرزا محمود کے پاس کمرہ میں گئیں تو ناسحانہ انداز میں کہنے لگیں محمود اب آپ خلیفہ بن گئے ان برائیوں کو ترک کر دو۔ ابھی وہ ناسحانہ

انداز میں گفتگو کر رہی تھیں۔ مرزا محمود انھا تو صغریٰ بیگم (اپنی ساس) پر ہاتھ ڈال دیا۔ بعض تو یہ کہتے ہیں بمشکل اپنی جان اور عزت بچا کر آئیں اور بعض کہتے ہیں مرزا محمود احمد کے منہ پر ایک پتھر رسید کر دیا۔

اس واقعہ کی اس حوالہ سے بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ صغریٰ بیگم (زوجہ مولوی نور الدین) مرزا محمود کی سخت دشمن تھی کہ مولوی دوست محمد شاہد مؤلف تاریخ احمدیت کی انیسویں جلد میں اس بات کا اقرار کرتا ہے۔ صغریٰ بیگم نے خلیفہ مسیح الٹانی کو زہر دینے کی کوشش کی۔ قارئین ذرا غور کریں کیا کوئی ساس اپنے داماد کو بھی زہر دینے کا خیال دل میں لاسکتی ہے۔ وہی ساس یہ عمل کرتی ہے جب کہ ساس اور داماد کے درمیان سخت قسم کی دشمنی ہو۔ بہر حال یہ واقعہ دو بیٹوں نے بیان کیا ہے اور قادیان میں اس کی بازگشت کئی دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ یہ تو قادیان میں عام مشہور تھا۔ مولوی نور الدین کی زوجہ صغریٰ بیگم اپنے داماد مرزا محمود احمد کی شدید مخالف ہے اور اپنے داماد کو اچھا نہیں سمجھتیں۔

امتہ الحفیظہ دختر مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان

امتہ الحفیظہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی تھی۔ ان کی شادی نواب عبداللہ سے ہوئی تھی۔ مرزا عمر حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کا یہ بیان ہے کہ اس خاندان میں ان کے خیال کے مطابق یہی عورت باحیا اور باوقار تھی۔ مرزا عمر حسین بیان کرتے ہیں کہ وہ امتہ الحفیظہ کے گھر پڑھانے جایا کرتا تھا۔ جب موصوف کو یہ علم ہو گیا کہ مجھے محمود کے کردار کا علم ہو گیا ہے اور اس کی زد سے کوئی محرم رشتہ بھی نہیں بچ سکا تو ایک دفعہ کہنے لگیں مرزا صاحب! جب مجھے یا میری بچیوں کو اماں جان سے ملنے کی خواہش پیدا ہو تو میں اپنی بچیوں کو اپنے ساتھ لے جا کر اماں جان سے ملانے لے جاتی ہوں اور بچیوں کو سخت ہدایت ہوتی ہے۔ مجھے چھوڑ کر کسی اور کے کمرہ میں نہیں جانا۔ مطلب یہ تھا کہ میں یا میری بچیاں اماں جان کے گھر جاتی ہیں تو وہ بھائی مرزا محمود احمد کے کمرہ میں نہیں جاسکتیں۔ اس طرح ان کو یہ سختی سے ہدایت ہے کہ کسی کے ساتھ اپنے ماموں (مرزا محمود) کے گھر نہیں جانا۔ اس ضمن میں امتہ الحفیظہ کے ایک فرد ”پاشا“ کا ذکر بھی کر دیتا ہوں۔ اس سے بھی یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ مرزا محمود احمد اور ان کے بیٹوں کی بچیوں کے متعلق کیا سوچ رکھتے ہیں۔ پاشا نواب خاندان میں بہت خوبصورت تھے۔ اس کی شادی مرزا محمود احمد کے خاندان میں ہو گئی۔ پہلے تو وہ اس خاندان کی کسی لڑکی سے شادی کرنا پسند ہی نہیں کرتا تھا۔ طوعاً و کرہاً کرنا پڑ گئی۔ لیکن جلدی ہی اس لڑکی کو طلاق دے دی اور ایک درزی سعید احمد کی صاحبزادی سے شادی کر

لی۔ اس طلاق کی وجہ سے اس کی مالی حالت بہت پتلی ہو گئی ہے۔ سنا ہے کہ اس نے ربوہ میں ایک جنرل سٹور کھول رکھا ہے۔ لیکن اب مجھے معلوم نہیں کہ طلاق کی وجہ سے اس کو کون کن مصائب سے گزرنا پڑ رہا ہے۔ وہ پاکستان میں ہی ہیں یا باہر چلے گئے ہیں۔ احمدی حضرات یا شاہ صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ تم نے اپنے خاندان کی ایک عورت کو کیوں طلاق دی۔ وہ باکر دار شخص یہی جواب دے گا کہ مرزا محمود احمد کے خاندان سے کوئی بچی شادی کر کے لانا ایسا ہی ہے جیسے اس ”اس بازار“ سے کسی بیسوا کو گھر لے آنا۔

بیگم ڈاکٹر عبداللطیف کا حلفیہ بیان

بیگم ڈاکٹر عبداللطیف، ہم زلف خلیفہ ربوہ فرماتی ہیں: ”مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ بد چلن، زنا کار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے ہوئے دیکھا اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر مولا کا عذاب حلف اٹھاتی ہوں۔“

(ماخوذ از تاریخ محمودیت ص ۳۳)

ڈاکٹر مبشر احمد پوتا مرزا محمود احمد کا معصومانہ بیان

مجھ سے ”حضور ابا“ نے بدکاری کی ہے۔ پروفیسر سراج اللہ قریشی کا بیان ہے کہ جب ماسٹر فقیر اللہ نے وفات پائی تو بیوی کی طرف سے رشتے داری کی وجہ سے نماز جنازہ کے لئے ربوہ گئے۔ ماسٹر صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ روزمرہ کی ڈائری لکھا کرتے تھے۔ ان کی ڈائری میں ان کے قلم سے لکھا ہوا یہ واقعہ پڑھا کہ ”ایک دن مبشر احمد آئے تو رو رہے تھے۔ میں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو بڑے معصومانہ انداز میں کہا کہ آج مجھ سے ”حضور ابا“ نے بدکاری کی۔“

مولوی عبدالمنان عمر کی شہادت

مولوی عبدالمنان عمر، مولوی نور الدین کے بیٹے ہیں۔ مولوی فاضل اور ایم۔ اے ہیں جامعہ احمدیہ میں ریکس الہدیث تھے۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام اردو میں بحیثیت مدیر کے کام کیا

۱۔ پروفیسر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ لیکن مرزا محمود احمد کی بدکاریوں اور غلط عقائد کی وجہ سے جماعت سے الگ ہو گئے ہیں۔ اسلامیاہ کالج ریلوے روڈ سے ریکس اساتذہ کے عہدہ سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ جانے بچانے ادیب، شاعر اور استاد ہیں۔ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ قریشی صاحب سے اب بھی اس واقعہ کی تصدیق کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی انکار نہیں کرتے۔

۲۔ مبشر احمد ماسٹر فقیر اللہ سے قرآن سیکھتے جاتے تھے۔

تھا۔ قرآن مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ قرآن مجید کی لغت کے بھی مؤلف ہیں۔ سب سے اہم اور علمی کام تہویب احمد بن حنبل ہے غالباً اس کی تین جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آج کل امریکہ میں مقیم ہیں۔ سنا ہے اردو زبان میں تفسیر مرتب کر رہے ہیں۔ مرزا محمود احمد کے سارے بھی ہیں۔ مولوی صاحب نے ڈاکٹر محمد احمد حامی کو بتایا کہ مرزا محمود کو اس کی بہن نواب مبارکہ بیگم نے خراب کیا۔ مجھے مولوی عبدالمنان سے اس بارے میں اختلاف ہے۔ میرا موقف یہ ہے کہ نواب مبارکہ بیگم کو مرزا محمود احمد نے خراب کیا تھا۔ بقول مولوی عبدالمنان دونوں بہن بھائی اکٹھے کئی دفعہ ننگے سوتے ہوئے پائے گئے اور اماں جان نے کئی بار ان کو ایک بستر میں اکٹھے سوتے ہوئے پایا اور جگایا۔ دونوں بہن بھائی بہت ننگی شاعری بھی کیا کرتے۔ ایک دن اس مصرعہ پر طبع آرزائی ہوئی۔

”میں بار بار ماگوں تو بار بار دے“ الغرض اس طرح مصرعہ پر طبع آرزائی کی گئی۔ نواب مبارکہ صاحبہ نے کہا جانی محمود! ہات تو تبت بنتی ہے یہ نظم جلسہ سالانہ پر پڑھوائیں۔ مرزا محمود احمد نے نواب مبارکہ کا یہ چیلنج منظور کرتے ہوئے کہا۔ پیاری جان! جلسہ سالانہ کے موقع پر اس نظم کو ناقد پڑھے گا۔ چنانچہ یہ نظم پڑھوائی گئی۔

نواب مبارکہ کے کردار پر مزید روشنی

نواب مبارکہ بیگم مرزا غلام احمد قادیانی کی بیٹی تھی۔ نواب محمد علی کے عقد میں آنے کی وجہ سے نواب مبارکہ بیگم کہلاتی تھی۔ بہت ہی خوبصورت اور خوش ذوق تھی۔ نواب محمد علی اور نواب مبارکہ دونوں کی عمروں میں بہت فرق تھا۔ مبارکہ آتش شہوت کی مجسمہ اور نواب صاحب ڈھلی ہوئی جوانی کی وجہ سے زمہریر کا تودا، بھلا نواب صاحب مبارکہ کی آتش شہوت کب بجھا سکتے تھے۔ نواب مبارکہ، نواب صاحب سے صرف یہ کام لیتی تھی۔ اپنے پستانوں اور ”جائے لذت“ پر بلائی یا کوئی اور میٹھی چیز لگا کر چسویا کرتی تھی اور سکول سے خوبصورت استاد انگریزی پڑھنے کے بہانے بلالیا کرتی تھی۔

مولوی عبدالمنان کے علاوہ مجھے مظہر الدین ملتانی، پسر نضر الدین ملتانی نے بھی یہ بات بیان کی تھی۔ لیکن مظہر الدین نے صرف چسوانے کا ذکر کیا تھا۔ اساتذہ کے آنے جانے کا کر نہیں کیا۔

مرزا حنیف احمد کا حلیفہ بیان بروایت علی محمد ماہی

علی محمد ماہی صدر انجمن احمدیہ میں اکادمکٹ رہے ہیں اور خلیفہ ربوہ کی مالی بے اعتدالیوں اور فراڈ کے دستاویزی ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ان کا بیان ملاحظہ فرمائیں: ”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتوں کا کام ہے کہ صوفی روشن دین صاحب ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے

اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور قلمس احمدی ہیں اور جن کے مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد بن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانه مراسم تھے۔ قلبہ عقیدت کی بناء پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کو قمر خلافت میں اپنے ایک کمرہ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارت کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح موعود سمجھتے ہو۔ وہ زنا کرتا ہے اور یہ کہ مرزا حنیف احمد نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو۔ وہ دراصل تمہاری والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی رویت عینی پر حلفاً مصرر ہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ ان میں شدت کے ساتھ پائی جاتی ہے کہ کس طرح انہیں جلد از جلد و نیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔“

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میری بیوی بچوں پر ایسا عبرت ناک عذاب نازل فرمائے جو ہر قلمس اور دیدہ بینا کے لئے از دیا دیمان کا موجب ہو۔

ہاں! اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بد عنوانیوں، خیانتوں اور وحانہ لیبوں کے ریکارڈ کی رو سے میں عینی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹس اور نائب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔

(خاکسار چہ ہدی علی محمد علی عند واقف زندگی، ملاحظہ خصوصی ”کوہستان“ لائل پور)

مرزا محمود کا مس روفو کو قادیان لے جانا اور پریس کارڈ عمل

مرزا محمود وہ پھنورا تھا جو ہر قسم کی تازہ کلی پر بیٹھتا اور اس کا رس چوستا تھا۔ ایک مرتبہ لاہور سسل ہوٹل میں آئے تو وہاں کی لوجوان اطالوی منظمہ مس روفو کو دل دے بیٹھے اور پھر بہلا پھلا کر اسے قادیان لے گئے۔ لاہور تو خبروں کا شہر ہے۔ بات نکلی تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم تک پہنچ گئی۔ انہوں نے فوراً ایک نظم کہہ دی اور اگلی صبح اس کا ہر شعر لوگوں کی زبان پر تھا۔ بات جتنی نظر نہ آئی تو مرزا محمود نے حسب روایت بہانہ بنایا کہ میں اسے اپنی بیوی اور لڑکیوں کے

انگریزی لہجہ کے لئے لایا تھا۔ (الفضل مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۳ء) اس پر اخبارات نے لکھا کہ اطالوی تو خود انگریزی کے بعض الفاظ صحیح طور پر نہیں بول سکتے۔ پھر ایک رقاصہ لڑکی کو کورس کے طور پر رکھنا کون سی دانشمندی کی علامت ہے؟ اس پر قادیانیت امت کے راسپوشین کے لئے کوئی جائے فرار نہ رہی اور اس نے مس روفو کو اپنے محرم راز ڈرائیور (تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ ڈرائیور نذیر تھا) کے ہمراہ پانچ ہزار روپیہ دے کر واپس بھیج دیا۔ قادیان میں مس روفو تجربات کی جس بھٹی سے گزری، وہ اس قدر لرزہ خیز نوعیت کے تھے کہ اس نے آتے ہی ایک دکیل کو مرزا محمود کے خلاف کیس دائر کرنے کے لئے کہا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی کو سامنے بٹھا کر بدکاری کرتا رہا۔ (مخلص از کمالات محمودیہ وقتہ انکار ختم نبوت) دکیل نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ یہ کوئی معمولی گناہ نہ تھا۔ یہاں تو افشائے راز کا تحفظ بھی معصیت سے کیا گیا تھا۔ میں نے کئی ہا خبر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ دکیل کون تھے تو انہوں نے بتایا کہ وہ سابق چیف جسٹس محمد منیر تھے۔ جو اس وقت وکالت کی پریکٹس کیا کرتے تھے۔ خاکسار نے ایک دفعہ عطاء اللہ بخاری سے ملاقات کی تو موصوف نے فرمایا میں نے ہی مقدمہ دائر نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا کہ روفو جو واقعہ بیان کر رہی ہے حج روفو کے بیان کو صحیح بیان نہ سمجھے گا۔ مرزا محمود احمد بری قرار دے دیا جائے گا۔ اب مولانا ظفر علی کی نظم ملاحظہ فرمائیے:

اطالوی حسینہ

از نقاش!

لاہور کا دامن ہے تیرے فیض سے چمن
پروردگار عشق تیرا دل رہا چمن
ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سو فتن
آوردہ جنوں ہے تیری بوئے ہمہ تن
بیجانہ سرور تیرا مرمریں بدن
جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن
سب نشہ نبوت غلی ہوا ہرن
جادو وہی ہے آج اے قادیاں جنم
(ارمغان قادیان ص ۵۰، مشائخ کردہ مکتبہ کارواں لاہور)

اے کشور اطالیہ کے باغ کے بہار
بغیر جمال تیری چلبلی ادا
مجھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
پروردہ نسوں ہے تیری آنکھ کا شمار
بیجانہ نشاط تیری ساق صندلیں
رواق ہے ہوٹلوں کی تیرا حسن بے حجاب
جب قادیان پہ تیری لیلی نظر پڑی
میں بھی ہوں تیری چشم پر انسوں کا مترف

امام طاہر کی موذی بیماری

مولوی عبدالمنان عمر ابن مولوی نور الدین سربراہ اول جماعت احمدیہ نے مجھ سے بیان کیا تھا۔ جب ام طاہر سوزاک و آتھک کی موذی بیماری کی بناء پر مید ہسپتال میں داخل تھی تو میں عیادت کے لئے گیا۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم کی بناء پر کسی کو عیادت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ لہذا مجھے کمرہ میں اندر جا کر عیادت کرنے سے روک دیا گیا۔ میں نے دروازہ پر کھڑے پہرہ دار سے کہا کہ میرا نام لو کہ عبدالمنان عمر عیادت کے لئے آیا ہے۔ ام طاہر نے اندر بلا لیا۔ رحم سے پیپ پہنے کی وجہ سے کمرہ بدبودار تھا۔ ام طاہر نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ اس موذی بیماری میں محمود کی وجہ سے جھلا ہوئی ہوں۔

یہ ایک طبی اصول ہے کہ جب بدی حد سے بڑھ جائے تو اس کا اثر جوارح پر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں جو آتا ہے کہ قیامت کے دن گنہگار کے اعضاء بول کر گواہی دیں گے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اعضاء کی حالت خود بتائے گی کہ انسان نے کیا کچھ کیا ہے۔ گو یہ شہادت کلمے طور پر روز محشر میں ادا ہوگی۔ لیکن اس دنیا میں بھی بدی کا اثر جوارح پر پڑتا ہے۔ جس کا اظہار جوارح زبان حال سے کر رہے ہوتے ہیں۔

ام طاہر کی بیماری اصل کی بدکاری پر واضح دلیل ہے۔ شہادتوں سے یہ واضح ہے کہ مرزا محمود احمد نے ہی ام طاہر کو بدی کی طرف مائل کیا تھا۔ مولوی عبدالمنان عمر یہ بھی شہادت دیتے ہیں۔ ام طاہر بدکاری کی طرف مائل نہ ہوتی تھی تو اس کو مرزا محمود سخت جسمانی ایذا دیتا تھا۔ اس کے بھائی ولی اللہ شاہ، عزیز اللہ شاہ وغیرہ اس کے پاس آئے تو اس کو سمجھایا جو مرزا محمود کہتا ہے اس پر عمل کر۔ ورنہ تمہیں جان سے مار دے گا۔ تب مجبوراً وہ کربا بدی کی وادی میں چل پڑی۔

باب نمبر: ۴

مریدین، لاہوری احمدی اور غیر از جماعت احباب کی حلفیہ شہادتیں

پہلا الزام اور مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا اقرار
مرزا محمود پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام ۱۹۰۵ء میں لگا اور ان کے والد
مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لئے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی۔ جس نے الزام ثابت ہو
جانے کے باوجود شرعی چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا قاعدہ دے کر محمود کو بچا لیا۔ عبدالرب برہم

خاں ۱۳۳۵ء پینچل کالونی فیصل آباد کا حلیفہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہور سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا۔ مگر ہم نے ملزم کو **Benefit of Doubt** دے کر چھوڑ دیا۔

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم مرحوم اور میاں زاہد ”مباہلے والے“ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان مجاہدین نے ۱۹۲۷ء میں اپنی ہمیشہ سیکنہ بیگم پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو نذر آتش کر دیا اور چناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نور الدین کی اہلیہ صغریٰ بیگم محترمہ ان کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں راہی عدم ہو چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود کے کذب و افتراء کا جواب دینے کے لئے ”مباہلہ“ نامی اخبار جاری کیا۔ جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ تھیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر عمر بھر مرزا محمود کو بدکار سمجھتی رہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ قادیان میں کسی کام کی خاطر ”قصر خلافت“ میں گئیں۔ مرزا محمود نے جبراً ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرزا عبدالحق، خلیفہ کے پاس پہنچا تو کہا کہ سیکنہ یہ بات کہتی ہے اس نے بڑی ”مصعومیت“ سے کہا: مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آ رہی۔ سیکنہ بیگم بڑی نیک اور پاکہا ز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا، آپ کل فلاں دقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچا تو خلیفہ مرزا محمود نے کہا: میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے۔ دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ: ”چونکہ میں خلیفہ ہوں، مصلح موعود ہوں، اس لئے سیکنہ بیگم ایک روحانی تعلق کی بناء پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں عالم تخیل میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء و غلبہ ان پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ ان کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھادی کہ دیکھ لو اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند

نے کہا: ”تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں۔“

مولوی محمد دین سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان نے مرزا محمد حسین المعروف ماسٹر بی کام کو بتایا کہ جن دنوں مرزا عبدالحق، انجمن کے وکیل کے طور پر گورڈ اسپور میں پریکٹس کر رہے تھے۔ ایک روز وہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ جیسا کہ دوسرے شاگرد آتے تھے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کی اہلیہ اب تک ”حضرت صاحب“ کو بدکردار سمجھتی ہیں اور واقعہ کی صحت پر مصر ہیں تو انہوں نے کہا۔ ”جی ہاں“

مولوی صدر الدین امیر جماعت لاہور کا بیان

مولوی صدر الدین سیالکوٹ کے رہنے والے اور گکے زئی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۰۰ء سے پہلے کے گریجویٹ تھے۔ بی۔ئی کا امتحان پاس کیا۔ ٹریننگ کالج میں ہی بحیثیت پروفیسر ملازمت مل گئی۔ جب مولوی نور الدین کے دور میں قادیان میں ہائی سکول بنانے کا منصوبہ تجویز ہوا تو مولوی نور الدین نے مولوی صدر الدین کو بحیثیت ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا اور انہوں نے گورنمنٹ ٹریننگ کالج سے استعفیٰ وے دیا۔ ۱۹۱۳ء تک رییس الہاساتذہ کے طور پر کام کیا۔ جب مولوی نور الدین کی وفات ہوئی اور جماعت میں اختلاف پیدا ہوا تو مولوی صدر الدین ان اصحاب میں سے تھے جو قادیان کو چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ احمدیہ جماعت لاہور نے لاہور میں مسلم ہائی سکول رام گلی میں جاری کیا تو اس کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ پھر جرنل چلے گئے۔ وہاں تبلیغی مشن کھولا اور عبادت گاہ تعمیر کی۔ جماعت احمدیہ لاہوری کا تبلیغی مشن کا مرکز ہے۔ مولوی صدر الدین نے جرنل زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ مختصر حالات زندگی بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ کن کن لوگوں نے خلیفہ محمود کی زندگی پر گندے اثرات لگائے ہیں۔

(مؤلف کتاب ہذا) میں حلفاً بیان کرتا ہوں کہ مولوی صدر الدین سے یہ سنا تھا کہ تینوں بھائی ہی بڑے بدکار تھے۔ ان کو ہاشل میں آنے کی اجازت نہیں تھی۔ مولوی صاحب نے کہا اگر اس (مرزا محمود) کے عقائد صحیح بھی ہوتے تو میں نے اس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی تھی۔ خلیفہ مرزا محمود کی زندگی میں مولوی صاحب نے اپنے ایک جمعہ کے خطبہ میں اس دور کا اہمہ کہا تھا۔ اہمہ نے تو بیت اللہ کی اینٹوں کو گرانے کے لئے لشکر کشی کی تھی۔ اس کم بخت نے بیت اللہ کی ٹکری پر ان الفاظ سے حملہ کیا ہے کہ ”مکہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔“ جب کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو ہمیشہ کے لئے باعث برکت قرار دیا ہے اور اس کے فیوض باقیامت جاری رہیں گے۔

آفتاب اقبال ابن ڈاکٹر محمد اقبال کی شہادت

جب مولوی نور الدین کے دور میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے قلم و نسق اور پڑھائی کی شہرت عام ہوئی تو ڈاکٹر محمد اقبال نے اپنے صاحبزادہ آفتاب اقبال کو پڑھائی کے لئے قادیان بھیج دیا اور وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ آفتاب کی زوجہ محترمہ بیگم رشیدہ نے آفتاب اقبال کے حالات زندگی اپنی تصنیف ”علامہ اقبال اور ان کے فرزند اکبر آفتاب اقبال“ میں بیان کئے ہیں۔ اس میں مرزا محمود احمد کی زندگی کے متعلق شہادت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ ”قادیان میں قیام کی بدولت آفتاب اقبال اس جماعت (جماعت احمدیہ قادیان) کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کے اخلاق سیاہ سے باخبر ہوئے اور انہوں نے مرزا بشیر الدین محمود کے ایسے ایسے کارہائے نمایاں سے آگاہ کیا تھا کہ میں ایک عورت کے ناطے اپنے قلم سے اس روداد کو بیان کرنے سے لرزہ محسوس کرتی ہوں۔“ (علامہ اقبال اور ان کے فرزند اکبر آفتاب اقبال مؤلفہ بیگم رشیدہ آفتاب اقبال بہ اہتمام فیروز سنز پرنٹرز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کراچی اشاعت اگست ۱۹۹۹ء)

قارئین توجہ فرمائیں: آفتاب اقبال صاحب ایک طالب علم تھے جن کا مطلق نظر صرف پڑھائی تھا۔ مرزا محمود احمد اپنی نوعمری میں ہی اپنی بدکرداری کی وجہ سے اتنے مشہور ہو چکے تھے کہ طلباء کو بھی ان کی بدکرداری کا بخوبی علم تھا اور بدکرداری بھی اس سچ تک جس کو ایک عورت بیان کرنے سے لرزہ محسوس کرے۔ اس شہادت سے بھی مولوی صدر الدین کا بیان صحیح ثابت ہوتا ہے کہ میں نے تینوں بھائیوں کا داخلہ ہاسٹل میں ممنوع قرار دے دیا تھا۔

مبارک شاہ ابن مولوی محمد سرور شاہ کی شہادت

مرزا محمود احمد کے عمل بدکاری کے وقت بیٹی کا رقص

ڈاکٹر محمد احمد حامی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مبارک شاہ پسر مولوی سرور شاہ سے ایک واقعہ کی تصدیق چاہی۔ وہ یہ کہ کیا کبھی ایسا بھی ہوا تھا کہ ایک آدمی مرزا محمود کی لڑکی یا بیوی پر سوار ہو اور اس آدمی کے اوپر مرزا محمود سوار ہو گیا ہو۔ حامی صاحب کہتے ہیں کہ شاہ صاحب بولے کہ اس قسم کی کہانیاں صحیح ہیں۔ یہ واقعہ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔ میں ام ظاہر پر تھا۔ مرزا محمود مجھ پر سوار تھا اور اس کی ایک لڑکی پاس ہستی، خوش ہوتی رقص کر رہی تھی۔

۱۔ مولوی سرور شاہ جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے۔ سلسلہ کے مفتی بھی۔ کتب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے موصوف نے کوئی تفسیر بھی لکھی تھی۔ بہر حال جماعت احمدیہ کی ایک جانی پوجانی شخصیت تھے۔ مبارک شاہ ان کے بیٹے ہیں۔

حامی صاحب بیان کرتے ہیں: شاہ صاحب کہنے لگے صرف میں ہی زندہ رہ گیا ہوں جس نے ام طاہر کے ساتھ اپنا جسم تنہائی میں ملایا تھا۔ ہانی فوت ہو چکے ہیں۔ حامی صاحب کہنے لگے کہ مبارک شاہ ان واقعات کو یاد کر کے بہت ہی روتے ہیں اور خدا سے توبہ استغفار کرتے رہتے ہیں۔ میں (مؤلف کتاب ہذا) مبارک شاہ کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے کردہ گناہوں کی حقیقی توبہ اس رنگ میں ہوگی کہ وہ واقعات یا تو خود حااطہ تحریر لے آئیں جو مرزا محمود احمد کی صحبت میں پیش آئے یا کسی کو لکھوا دیں۔ تاکہ ریکارڈ کے طور پر ضبط تحریر میں آجائیں۔ کیونکہ مرزا محمود کی بدکاریوں کی پردہ دری میں عبادت ہے۔ کیونکہ اس شخص نے صرف بدکاری ہی نہیں کی بلکہ اللہ اور اس کے رسول اور قرآن کی توہین بھی کی ہے۔ مبارک شاہ خوب جانتے ہیں۔

مبارک! تمہارے نطفہ سے فلاں عورت سے بچہ پیدا ہونا چاہئے

قاری بعض واقعات میں ابہام اور الجھاؤ محسوس کرے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کافی عرصہ پہلے یہ باتیں سنی تھیں۔ اس وقت لکھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ مرور وقت سے بعض نام ذہن سے اتر گئے۔ دوم اس وقت راوی سے مزید تحقیق بھی نہ کی۔ اب جب وہ باتیں لکھ رہا ہوں تو نام ذہن سے اتر جانے اور مزید تحقیق نہ کرنے کی وجہ سے قاری کچھ ابہام محسوس کرے گا۔ اس وجہ سے معذرت خواہاں ہوں۔ لکھ اس لئے رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ کوئی اس بات کو جاننے والا اس کتاب کو پڑھ لے تو اس واقعہ کو مفصل لکھ دے یا مجھے معرفت پبلشر بھیج دے۔ عبدالرحمان مصری سے ایک واقعہ ایسا ہوا۔ جب ام طاہر نے آنکھ دسوزاک کے موذی مرض سے وفات پائی تو اس کے اندر سے اتنی پیپ نکلے کہ کفن چار دفعہ تبدیل کیا۔ مصری صاحب ام طاہر کی بیماری اور کفن کا پیپ سے آلودہ ہونے کا واقعہ پیغام صلح میں لکھا تو مصری صاحب نے لکھا کہ تین دفعہ کفن تبدیل کیا گیا تو اکمل صاحب نے لکھ بھیجا کفن تین دفعہ تبدیل نہیں ہوا۔ بلکہ چار دفعہ تبدیل ہوا تھا۔ میں بھی صرف ریکارڈ کے لئے کچھ احوال سے واقعات لکھ رہا ہوں تاکہ کوئی واقعہ کاران کو مکمل کر دے۔ یہ جو روایت لکھنے لگا ہوں۔ یہ مبارک شاہ سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ زندہ ہیں۔ ممکن ہے میرے اس احوال سے واقعہ کی کسی طرح تکمیل ہو جائے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کے سید مبارک شاہ کے ساتھ قریبی تعلق ہیں اور خط و کتابت ہے۔ اس کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس واقعہ کی جہاں کڑیاں غائب ہیں وہ مکمل کروادیں۔ یہ واقعہ مجھ سے میجر محمد یونس نے بیان کیا۔ میجر صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل کے بیٹے اور حکیم قطب الدین کے پوتے تھے۔ غالباً ان کے اباؤ اجداد بدو ملہی کے رہنے

والے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ڈاکٹر اسماعیل پنڈی میں مقیم ہوئے۔ چوہدری سرفظر اللہ مرحوم سابق وزیر خارجہ پاکستان کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ جب پاکستان میں آئے تو ڈاکٹر کے ساتھ ضرور ملاقات کرتے۔ چوہدری محمد ظفر اللہ میں دوست لوازی کی بہت عادت تھی۔ میجر محمد یونس نے بتایا ایک دفعہ چوہدری، والد کو ملنے آئے تو مجلس میں یہ قرار پایا۔ جس زبان میں گفتگو کرنا قرار پائی جائے۔ اس کے علاوہ دوسری زبان کا کوئی لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ قرار یہ پایا پنجابی میں گفتگو کی جائے۔ چنانچہ میں حیران رہ گیا۔ چوہدری صاحب نے اپنی تمام گفتگو میں پنجابی کے علاوہ کوئی دوسری زبان کا لفظ نہ استعمال کیا۔ جب ہم اس بات سے عاجز آگئے یہ بات اس وجہ سے بیان کی ہے کہ تاکہ قاری کو یہ معلوم ہو جائے۔ یہ واقعات بیان کرنے والے جماعت کے محترم اشخاص ہیں۔ عجیب بات یہ ہے چوہدری ظفر اللہ کو یہ بھی علم تھا کہ ڈاکٹر اسماعیل مرزا محمود سے متعلق اچھا ذہن نہیں رکھتے۔

تمہید کچھ طویل ہو گئی ہے۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۵۵ء یا ۱۹۵۶ء کا ہے جس شخص کی بیوی (عالمہ عبدالرزاق مہتہ ہے) کے ساتھ یہ واقعہ ہوا اس کا نام بھول گیا ہوں۔ واقعہ یہ ہے مبارک شاہ کا یہ بیان ہے۔ مرزا محمود نے کہا کہ فلاں آدمی ”خالی“ ہے۔ اس کا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ مبارک! تیرے نطفہ سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہونا چاہئے۔ مبارک شاہ صاحب کہتے ہیں جب وہ شخص دفتر میں جاتا تو میں اس کے گھر داخل ہو جاتا تو مرزا محمود احمد کے حکم کے مطابق اس آدمی کی زوجہ کے بطن سے ایک بچہ پیدا کر دیا۔ اس بچہ کی شکل میری ہی جیسی تھی۔

مرزا طاہر احمد پسر مرزا عبدالحق کا بیان

”میری شکل دیکھو کیا میری شکل مرزا محمود احمد سے نہیں ملتی۔“ اوپر غیر کے نطفہ سے بچہ پیدا کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ مزید دو واقعات پڑھ لیجئے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ راجا غالب احمد سابق چیئر مین تعلیمی بورڈ سرگودھا کو ان کے دفتر میں ملے گیا۔ ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اسی دوران مرزا طاہر احمد پسر عبدالحق ایڈووکیٹ دفتر میں داخل ہوئے تو راجا صاحب نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔ حامی! نہیں جانتے یہ کون ہیں۔ حامی صاحب نے جواب دیا نہیں راجا صاحب نے کہا یہ مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ کے صاحبزادے ہیں۔ طاہر احمد نے چٹختے ہی کہا۔ نہیں میں تو مرزا محمود احمد کا بیٹا ہوں۔ حامی کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ کیا تم میری شکل دیکھتے ہو۔ مرزا عبدالحق جیسی ہے یا مرزا محمود احمد سے ملتی ہے۔ حامی صاحب کہتے ہیں یہ الفاظ کہہ کر وہ چلا گیا۔ راجا صاحب نے اپنی نظریں نیچے جھکا دیں اور شرمندہ ہو گئے۔ دل میں یہ کہتے ہوں گے

میں نے کیوں بے وجہ تعارف کرادیا ہے۔

مرزا محمود کو غیر کے نطفہ سے پچ پیدا کرانے کا شوق اپنی بیویوں سے بھی تھا۔ میاں انظہر احمد (اجی) صاحب کی شکل بالکل محمود احمد کے ڈرائیور نذیر احمد سے ملتی ہے۔ مرزا شاس اور واقف حال مرزا انظہر احمد کو نذیر احمد ڈرائیور کا بچہ ہی کہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ چوہدری عبدالحمید ڈاڈا نے اس کے منہ پر یہ کہہ دیا ”جمل نذیر ڈرائیور کے بیٹے۔“

نذیر احمد ڈرائیور کا بیان

بیگم مرزا محمود احمد کی شب عروسی نذیر احمد ڈرائیور کے ساتھ

نذیر احمد ڈرائیور گندی رنگ مضبوط جسامت اور دراز قد کا مالک تھا۔ مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کا ایک اہم ممبر تھا۔ اس کا بیان ہے کہ جب مرزا محمود احمد ڈاکٹر اسماعیل (مرزا محمود احمد کا ماموں) کی بیٹی کو شادی کر کے گھر لایا تو اس کی پہلی رات میرے ساتھ گزری۔ ڈرائیور بیان کرتا ہے کہ جب میں پہلی رات حجرہ عروسی میں داخل ہوا تو وہ پریشان ہو گئی۔ ویسے تو پہلے سے ہی مرزا محمود کی بدکاریوں سے آشنا تھی۔ لیکن وہ یہ امید نہیں کرتی تھی کہ پہلی رات ہی ایک ڈرائیور کے ساتھ گزارنا پڑے گی۔ پہلا سوال یہ کیا۔ کیا تم ناصر کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوتا ہے۔ نذیر نے کہا جو عورت بھی اس چار دیواری میں قدم رکھے گی اس کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔ تم ناصر اس سے مشتاقی نہیں۔

”کوئی قادیانی میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے“ بیان داؤد احمد

داؤد احمد ابن راجہ مد علی کے کئی بھائی ہیں۔ میں صرف دو کے نام جانتا ہوں۔ میجر محمد احمد۔ میجر الیاس احمد۔ میجر محمد یونس پسر ڈاکٹر محمد اسماعیل کا یہ بیان ہے کہ داؤد اس کے دوست تھے۔ قادیان میں تو اس نے مرزا محمود احمد کی بدکاری کا کبھی ذکر نہیں کیا تھا۔ تکمیل پاکستان کے بعد مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کا ممبر بننے اور ام و سیم کے ساتھ ناجائز تعلقات کے بارے میں ذکر کیا۔ میجر بیان کرتے ہیں داؤد نے کہا کہ جس رنگ میں طریقے کے ساتھ مرزا محمود احمد کے ساتھ بدکاریوں میں شامل ہوا اب عورت کی صحبت سے اتنی نفرت ہو گئی ہے کہ شادی کرنے کا ارادہ ہی نہیں۔ پاکستان کے بننے کے بعد مرزا محمود احمد کے رہائش کدہ کے قریب تک نہیں پھٹکا۔ پھر انگلستان چلے گئے تو ڈاکٹر محمد احمد حامی نے بیان کیا۔ وہ احمدیوں سے اتنی نفرت کرتے ہیں۔ اس نے یہ وصیت کر دی ہے کہ اس کے جنازے کو کوئی قادیانی ہاتھ نہ لگائے۔

قریشی نذیر احمد کی شہادت..... مرزا محمود احمد کی شراب نوشی

ڈاکٹر محمد احمد حامی واقف زندگی تھے۔ بعض تنظیمی معاملات میں حامی کو مرزا محمود کے پاس جانا پڑتا تھا۔ جب قریشی کو یہ علم ہوا تو کہنے لگے حامی! جب اس (محمود احمد) نے پیالہ پیا ہوا ہوا تو اس کے سامنے نہ جانا۔ قریشی نذیر احمد مولوی فاضل جامعہ احمدیہ میں استاد اور حامی کے رشتے دار تھے۔

ڈاکٹر محمد احمد حامی کی شہادت

روزی، ڈیزئی پر مجرمانہ حملہ:

ڈاکٹر محمد احمد حامی نے بیان کیا: ۵۲-۱۹۵۱ء کا واقعہ ہے کہ میں اپنی خالہ فاطمہ (نصرت) گزراہائی سکول کی استانی) کے پاس گیا۔ وہ بہت ہی پریشان حالت میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی پریشانی کی حالت دیکھ کر پوچھا۔ خالہ! کیا بات ہے۔ آپ پریشان حالت میں معلوم ہوتی ہیں۔ تو پوچھنے پر پھٹ پڑیں۔ ”کہا آپ کو مرزا محمود کے کردار کا علم نہیں۔ آج ابوالہاشم کی بیٹیوں روزی اور ڈیزئی پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ وہ آج شام کو اپنی بچیوں کو لے کر لاہور چلی گئی ہیں۔ میں بھی اپنی بچیوں کو ساتھ لے کر جا رہی ہوں۔“

ابوالہاشم بنگال کے رہنے والے تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے وہ محکمہ تعلیم میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ انگریزی دانی کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ لاہور میں برکت ہال میں چوہدری ظفر اللہ کی زیر صدارت تقریر کی۔ چوہدری صاحب کی وجہ سے لاہور کا تعلیم یافتہ خصوصاً دکلاء کا طبقہ تقریر سننے کے لئے آئے تھے۔ تقریر کیا تھی ایک جاوہر تھا۔ تمام سامعین مبہوت اور سکوت کے عالم میں تھے۔ ”انگریزی زبان“ کا مزہ لے رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے ابوالہاشم کی تقریر ختم ہونے کے بعد صدارتی تقریر کی۔ تقریب جلسہ ختم ہونے کے بعد غلام فرید (مترجم قرآن مجید انگریزی اور مبلغ انگلستان) نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ کی تقریر کی بہت اچھی پرفارمنس تھی۔ چوہدری صاحب نے بے ساختہ جواب دیا۔ فرید! میری کیا تقریر تھی میں نے جو مجھے انگریزی آتی تھی وہ بول دی۔ تقریر تو مقرر ابوالہاشم کی تھی۔ انگریزی کا ایک بہتا ہوا دریا تھی۔ یہ تھا ابوالہاشم۔ ان کے خاندان کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا مزید ذکر آگے آئے گا۔

جناب صلاح الدین ناصر کا بیان

جناب صلاح الدین ناصر خان بہادر ابوالہاشم کے بیٹے اور روزی اور ڈیزئی کے بھائی تھے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے۔ لیکن جب ان کو خلیفہ کی جنسی بے راہ روی کا یقینی علم ہو گیا تو وہ

رات کی تاریکی میں والدہ اور ہمیشہ گان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے۔ وہ مرزا محمود کی تنگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مدہم سے کام نہیں لیتے تھے۔ جب ان کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے: ”بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لاہور پری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں۔ ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی ایڈسٹری میں دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو قادیانیت وجود میں آ جاتی ہے۔“

ناصر صاحب نے اس اجمال کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”یوں تو مرزا محمود یعنی ”مودے“ کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہو گئے تھے اور ہماری ہمیشہ جاہدہ بیگم کا ڈرامائی نقل بھی ان مذہبی سنگڑوں کی بد فطرتی اور بد معاشی کو Expose کرنے کے لئے کافی تھا۔ مگر ہم حالات کی آہنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لئے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح لوثے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کنزوری پر حیرت ہوتی تھی۔“

دھکے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: ”تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لئے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ: ”حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔“ میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا۔ اس لئے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا، جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطنت سوار تھی۔ اس نے مجھے اپنی ”ہومیو پیتھی“ کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: ”اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کر لوں گا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے۔“ میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا ”داڑھی منڈوا کر بھروس چلا جاؤں گا۔“ یہ دن میرے لئے قادیانیت سے ذہنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔“

جناب صلاح الدین ناصر ”حقیقت پسند پارٹی“ کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واضح کاف کیا۔ اہم تقریر عبدالرحمان خدام کے شہر گجرات میں کی تھی۔ خدام نے جلسہ کے قریب ایک

مکان میں وہ دلولہ انگیز تقریر سنی تھی۔ ہوا یوں کہ صلاح الدین ناصر نے کہا کہ محمود مرزا کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا اس کی وضاحت کریں۔ ناصر صاحب نے کہا یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا کیا تمہاری شلووار اتاری تھی۔ ناصر نے برکتہ جواب دیا۔ اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں۔ آپ نے خوب پہچانا یہی بات تھی۔ جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔ صلاح الدین ناصر کی اس بے باکی کی یہ سزا ملی موصوف کو زبردے کر مراد آیا گیا۔

امتہ الودود کا قصہ

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے خالہ صاحبہ نے کہا: ”آپ کو معلوم ہے کہ امتہ الودود کا لُج کے ٹینک میں ڈوب کر مری تھی۔ اس کو ڈوبنے میں میرا اور استانی میونسپل کالونیا تھا۔ دونوں کے سپرد مرزا محمود نے یہ کام کیا تھا کہ امتہ الودود کو ڈوبنا ہے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی کی خالہ نے ڈوبنے کی وجہ یہ بیان کی کہ مرزا محمود احمد کے نطفہ سے حاملہ ہو گئی تھی۔“

”امتہ الودود مرزا شریف احمد کی بیٹی اور مرزا محمود احمد کی بیٹی تھی۔“

حامی صاحب نے پشمان غلام رسول شیر فروش کی بیٹی کلثوم کو ڈاب میں ڈوبنے کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ بھی مرزا محمود احمد کے نطفہ سے حاملہ ہو گئی تھی۔ پشمان غلام رسول کی اولاد بہت ہی خوبصورت تھی۔ اس کا لڑکا عبدالکریم تھا۔ غالباً وی وی پر کسی ڈرامے میں بھی کوئی کردار ادا کیا تھا۔ غلام رسول کی ایک بیٹی مصلح الدین کے عقد میں آئی تھی۔ مصلح الدین مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا۔ تعلیم کے دوران ہی فوج میں بھرتی ہو گیا تھا اور شرقی پاکستان کے سانحہ کے دوران وفات پائی۔ چوہدری عبدالحمید ڈاڈا کا یہ کہنا ہے۔ غلام رسول پشمان کی بیٹی مرزا منصور احمد سے حاملہ ہوئی تھی۔ مرزا منصور احمد مرزا شریف احمد کا بیٹا اور جماعت احمدیہ ربوہ کے موجودہ سربراہ مرزا مسرور احمد کا والد تھا۔ ساری عمر نماز روزہ کے قریب تک نہیں گیا۔

اصل حقیقت یہ ہے۔ حسین لڑکی تھی۔ مرزا منصور احمد اور مرزا محمود احمد دونوں کا اس سے تعلق ہوا۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا منصور کیا دوسرے تمام بالغ افراد خاندان مرزا محمود احمد کا بھی اس بچی سے تعلق ہوگا۔ بہر حال وہ لڑکی حاملہ ہونے کی وجہ سے ڈاب میں ہلاک کی گئی تھی۔ خواہ حمل مرزا محمود احمد کا تھا یا منصور کا۔

نوٹ..... حامی صاحب نے کالج کے تالاب میں ڈوبنے کا ذکر امتہ الودود کا کیا ہے۔ پھر اپنی ایک رشتے دار کے حوالے سے۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے کہ ٹینک میں ڈوبنے سے غلام

رسول پٹھان کی بچی کلثوم کی موت واقع ہوئی تھی اور امتہ الودود کی موت دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ مولوی عبدالمنان عمریا اور کسی محرم راز سے حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کروں گا۔

جناب مصلح الدین سعدی کی شہادت

مصلح الدین سعدی، جناب عبدالرحیم درد کے چھوٹے بھائی اور مشہور سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام کے ہم زلف تھے۔ جناب عبدالرحیم درد مرزا محمود احمد کے سیکرٹری اور انگلستان کے تبلیغی مشن کے انچارج بھی رہے تھے۔ ایم۔ اے انگریزی تھے۔ غالباً چیف جسٹس منیر احمد کے کلاس فیلو بھی تھے۔ جماعت احمدیہ کی جانی پیمانی شخصیت تھے۔ ذہنی طور پر زیادہ سیاسی تھے۔ تاریخی ریکارڈ ہے کہ ملک صاحب جب انگلستان کے مشن کے انچارج تھے تو موصوف نے احمدیہ دارالذکر میں قائد اعظم کو بھی بلایا تھا اور قائد اعظم نے وہاں ایک مختصر تقریر بھی کی تھی جو جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں موجود ہے۔ غالباً اس وقت کے انگلستان کے کسی اخبار میں بھی شائع ہوئی تھی۔ یہ تمہید اس غرض سے لکھ رہا ہوں تاکہ قاری کو مصلح الدین سعدی کی شخصیت کا علم ہو سکے۔ وہ کس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے سعدی صاحب مرزا محمود احمد کی مجلس بدکاری کے نورتن تھے۔ یہاں تک کہ مرزا محمود احمد کے جعلی دستخط کر کے ان کے اکاؤنٹ سے پیسے بھی نکلوا لیا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد مرزا محمود احمد کے قریب نہیں چکے۔ سعدی صاحب چٹاگانگ میں گئے تو حامی صاحب کو بھی کسی کام کے سلسلہ میں چٹاگانگ جانا پڑا۔ ان کو معلوم ہوا کہ سعدی صاحب یہاں ہیں۔ مرزا محمد حسین کی اس شہادت کی تصدیق کرنے کے لئے سعدی صاحب ان کے پاس گئے۔ مرزا محمد حسین صاحب (جو مرزا محمود احمد کے خاندان کے اہلیق اور استاد تھے) نے سعدی صاحب کے حوالہ سے یہ بیان کیا کہ جب مرزا محمود احمد صاحب پر جنسی دورہ پڑتا تھا تو اماں جان (والدہ مرزا محمود احمد) سعدی کو بلاتی تھیں کہ مرزا محمود کو چار پائی پر مضبوطی سے باندھ دو۔ اس جنسی دورہ کے دوران جو بھی سامنے آ جاتا وہ مرزا محمود کے فعل بد سے بچ نہیں سکتا۔ اس وجہ سے اماں جان اپنے بیٹے کو چار پائی پر بندھوا دیا کرتی تھیں۔ اس کے بعد جنسی دورے کو ہلکا کرنے کے لئے بار بار مشت زنی کی جاتی تھی۔ سعدی صاحب نے اس واقعہ کی نہ صرف تصدیق کی بلکہ کہا حامی صاحب! کن کن چھوٹی چھوٹی باتوں کے پیچھے پڑے ہو۔ جو باتیں میں جانتا ہوں ان کے سامنے یہ واقعہ تو بالکل بیچ ہے۔ دیکھ لیں قادیان سے آنے کے بعد رتن باغ (رہائش گاہ) مرزا محمود احمد کی طرف منہ نہیں کیا۔ دور چٹاگانگ آ گیا ہوں۔ یہی دعا ہے کہ مرزا محمود احمد سے دور ہی مروں۔

مصلح الدین سعدی کی دوسری شہادت

”میدہ طور پر غلطی سے (غلط سمجھنا نقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے وسیع و عریض رقبے کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشا تو یہ کیانہ کرتا ہوگا۔“

مؤلف ”فتنہ انکار ختم نبوت“ سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ: ”مصلح الدین سعدی نے مؤکلہ عذاب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ داد پیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔“ (استغفر اللہ)

چوہدری محمد نصر اللہ ابن چوہدری عبداللہ بھتیجا

چوہدری ظفر اللہ سابق وزیر خارجہ پاکستان کی شادی کا قصہ

نواب شاہ صاحب کی شادی کا ذکر کیا ہے۔ ایک اور خوبصورت جوان محمد نصر اللہ کی شادی کا قصہ بھی لکھ دیتا ہوں۔ جس سے مرزا محمود احمد کے خاندان کی گندگی کا نقشہ قارئین کے سامنے آ جائے گا۔ چوہدری محمد نصر اللہ کی والدہ چوہدری فتح محمد سیال کی بیٹی آمنہ تھیں۔ چوہدری فتح محمد سیاسی زمیندار گمرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ایم اے (انگلش) تھے۔ انگلستان میں جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے مشنری بھی رہ چکے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت گورداسپور سے آزاد ایم۔ پی اے بھی منتخب ہوئے۔ سیال صاحب محمد نصر اللہ کے رشتے میں نانا لگے۔ گویا محمد نصر اللہ نجیب الطرفین تھے اور جماعت احمدیہ قادیان میں یہ دونوں بڑے گمرانے تھے۔ آمنہ صاحبہ کی بڑی خواہش تھی کہ ان کے کسی بیٹے کی شادی مرزا محمود احمد کے گمرانے میں ہو جائے تاکہ احمدی لوگوں کی نظر میں ان کا مقام مزید بڑھ جائے۔ بہر حال آمنہ صاحبہ کی کوششوں سے محمد نصر اللہ کی معنی مرزا محمود کے گمرانے میں ہو گئی۔ تاریخ مقرر ہو گئی۔ ذرا خیال کیجئے۔ جماعت کے دو بڑے گمرانوں کے چشم و چراغ کی شادی اور مرزا محمود احمد کے گمر کی دلہن، کسی قسم کے بڑے لوگوں کی بارات ہوگی۔ اسی بارات میں چوہدری ظفر اللہ اور ان کے بھائی چوہدری اسد اللہ خان باریٹ لاء بھی شامل تھے۔ جب لاہور سے بارات روانہ ہونے لگی تو غیور لوجوان، چوہدری محمد نصر اللہ نے اہلخانہ سے کہا کہ آپ لوگ چلیں میں آپ کے پیچھے اپنے ایک دوست کو لے کر آ جاؤں گا۔ تمام

بارت ربوہ چل پڑی۔ والدہ صاحبہ خوش کہ آج اس کی امید برآئی ہے۔ ”حضور“ کے گھر کی دلہن بنا کر لارہی ہوں۔ لیکن قدرت کو کوئی اور ہی منظور تھا۔ محمد نصر اللہ اس دلہن کی بدکرداری کی وجہ سے گھر نہ لانے کا پکا ارادہ کر چکے تھے۔ دولہا کا ریش سوار ہو کر پشاور کی طرف چل دیا۔ اب بارات ربوہ میں پیشی چوہدری محمد نصر اللہ کی آمد کا انتظار کر رہی ہے دیر ہوگئی تو سوچا ایسا نہ ہو کہ راستے میں کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔ چوہدری ظفر اللہ کے تعاون سے پولیس کے ذریعہ معلومات حاصل کیں کہ کہیں حادثہ تو نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ کار کے ذریعے دو آدمی واپس لاہور بھیجے کہ پولیس چوکیوں اور تھانوں سے معلوم کرتے جاؤ کہ کہیں کوئی حادثہ تو نہیں ہوا۔ تھانوں، چوکیوں سے معلومات حاصل کرتے ہوئے لاہور پہنچے تو گھر سے معلوم کیا کہ وہ تو بارات کی روانگی سے تھوڑی دیر بعد ہی لاہور سے چلا گیا ہے۔ ادھر ربوہ (چناب نگر) میں مرزا محمود احمد آتش غضب میں چل رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میری خاندانی پالیسی ہی صحیح ہے کہ شادیاں اپنے ہی گھرانوں میں کریں۔ آج ایک لڑکی باہر دے کر ذلت اور رسوائی کا سامنا کر رہا ہوں۔ چوہدری خاندان مارے عداوت گردنیں جھکائے بیٹھے ہیں۔ آخر اسی بارات کی موجودگی میں کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ رخصتی کر دی گئی۔

محمد نصر اللہ کے نہ آنے کی وجہ دریافت کی کہ شاید جوانی میں کوئی طبی لکھس ہو جس کی وجہ سے شادی سے گریز کر گیا ہے۔ لیکن چوہدری محمد نصر اللہ نے نہایت صفائی سے کہا کہ میں اپنے گھر میں بیوی لانا چاہتا ہوں کوئی داہشتہ نہیں۔ بے شک مجھے عاق کر دیں۔ مجھے اس کا کوئی غم نہیں۔ مجھے (مؤلف) یہ تو معلوم نہیں کہ آیا اس کو عاق کر دیا گیا تھا یا نہیں۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ وہ اپنے خاندان سے الگ خوش و خرم زندگی گزار رہا ہے۔ اس کا خاندان کے ساتھ کوئی معاشرتی تعلق نہیں۔ ایک اور نوجوان مبشر احمد کی منگنی کا قصہ

ہر احمدی لکھاتے پیتے خاندان کی یہی خواہش ہے کہ کسی طرح مرزا محمود احمد کے خاندان سے تعلق قائم ہو جائے۔ چک نمبر ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا کا ایک نوجوان مبشر احمد مقابلے کے امتحان میں شعبہ پولیس میں منتخب ہو گیا۔ والدین کی خواہش ہوئی کہ مرزا محمود احمد کے گھرانے کی خوبصورت دلہن لائی جائے اور جماعت میں مقام عزت پائیں۔ کسی طرح خاندان کی یہ امید برآئی کہ بیچے کی منگنی مرزا محمود احمد کے خاندان میں ہوگئی۔ منگنی کی وجہ سے مرزا خاندان کے افراد (لڑکیوں اور لڑکوں) سے رھابطہ بڑھے تو نوجوان کی آنکھوں سے عقیدت کا پردہ چاک ہوا۔ حقیقت آشکار ہوئی۔ معلوم ہوا اس حسن کے بیچے گند کا ڈھیر ہے۔ والدین کی ناراضگی کے باوجود

اپنی منگنی تو زودی۔ غالباً چک نمبر ۳۳ جنوبی کے ایک احمدی گھرانے میں شادی کر لی۔
 ممکن ہے کہ کسی قاری کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ان منگنیوں کا مرزا محمود احمد کے
 کردار سے کیا تعلق ہے۔ کسی خاندان میں برے بچے، چچیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کی خدمت
 میں یہ عرض ہے۔ اس خاندان میں تمام گندگی کی وجہ مرزا محمود احمد کی ذات ہے۔ موصوف کی زد
 سے نہ کوئی بیٹی بچی ہے اور نہ کوئی بیٹا۔ نہ کوئی اور رشتے دار۔ اگر کوئی بچا ہے تو وہ خوش قسمت
 ہے۔ کئی سلیں اس گند کے اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے گزریں گی۔ پھر کہیں جا کر ممکن ہے
 کہ وہ اس گند سے پاک صاف رہیں۔ ابھی وہی سلیں ہیں جو یقینی طور پر مرزا محمود احمد کے گند
 سے آشنا ہیں۔ میرا یہ بھی یقین ہے اس خاندان کے وہی افراد اس گند سے محفوظ رہیں گے جو
 احمدیت سے تاب ہو جائیں گے۔ جیسا کہ شودی (بچپن میں محمود کے بیٹے کو شودی شودی
 کہا جاتا تھا۔ غالباً موصوف کا نام مشہود یا شہود ہے۔ ابھی بقید حیات ہے) ابن محمد اللہ شاہ
 (سالہ مرزا محمود احمد سابق ہیڈ ماسٹر ٹی۔ آئی ہائی سکول) ہے۔ جماعت احمدیہ سے الگ ہو چکا
 ہے اور ایک اچھی زندگی گزار رہا ہے۔

عبدالرشید ابن مولوی نذر محمد کارکن امور عامہ کا بیان

رشید، مولوی نذر محمد کا بیٹا ہے۔ موٹا تازہ درمیانے قد کا مالک ہے۔ ایک دفعہ اتفاقاً
 اس سے ملاقات ہو گئی۔ کم تعلیم کے باوجود ایک اچھی ملازمت پر فائز تھا۔ پوچھا یا را یہ ملازمت
 کیسے مل گئی۔ کہنے لگا مریم صدیقہ کی بدولت۔ میں نے استفسار کیا تو جواباً کہا۔ مظفر گڑھ میں بیز
 صلاح الدین ڈپٹی کمشنر تھے۔ اس پوسٹ کا اشتہار آیا تو میں نے مریم صدیقہ سے کہا بیز صاحب
 تمہارے رشتے دار ہیں۔ یہ ملازمت ہی دلوادیں تو کہنے لگا۔ مریم صدیقہ صاحبہ نے رقمہ کر دیا کہ
 اس نوجوان کی ہمارے خاندان کے لئے بہت خدمات ہیں۔ اس کو ہر صورت میں پوسٹ ملنی
 چاہئے۔ اس ملاقات سے پہلے میرا مرزا محمود احمد کے کردار کے متعلق کشف الغطاء ہو چکا تھا۔
 جب میں تفصیل میں گیا تو عبدالرشید نے اپنے دل کا دکھ کہہ سنایا اور اس کا سینہ دکھ کے اظہار کے
 وقت گرم پانی کی طرح ابل رہا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے ماضی کے
 گناہوں کی فلم چل رہی ہے۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے ایک بات عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت ہم
 صرف دونوں تھے تیسرا خدا، اور کوئی شخص نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد رشید مجھے ملا تو اس نے کہا یا را عجیب
 بات ہے تمہارے ساتھ ملاقات کا علم خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو ہو گیا ہے۔ تم نے تو خود ہی میری

رپورٹ کر دی ہے۔ میں آج تک حیران ہوں ملاقات کا علم مرزا محمود احمد کو کیسے ہو گیا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں نے اس ملاقات کا ذکر کسی سے کیا ہوا اس نے ”در بار خلافت“ میں لکھ دیا ہو۔

عبدالحمید اسلمی والے کا بیان

”کتابچہ پڑھ کر دیکھنے لگا ہوں کہ میرے علم میں بھی کچھ اضافہ ہوا ہے۔“

عبدالحمید قادیان میں بندوقوں کی مرمت وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے۔ بہت ہی معمولی سے آدی تھے۔ لیکن مرزا محمود احمد کے خاندان سے بہت ہی قریبی تعلقات تھے۔ ان کے ساتھ شکاو کے لئے بھی جایا کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے بعد کسی بڑے احمدی افسر کی سفارش پر نیلا گنبد میں اسلو کی ایک دکان الاٹ ہو گئی۔ امیر بن گئے۔

مجید صاحب مرزا محمود احمد کے خاندان سے قریبی تعلق کی وجہ سے مرزا محمود احمد کی گندی زندگی سے بخوبی آگاہ تھے۔ ۱۹۵۶ء میں حقیقت پسند پارٹی کے نوجوان جماعت احمدیہ سے الگ ہوئے اور مرزا محمود احمد کی زندگی پر اخبارات رسالہ جات اور کتابچوں میں لکھنے لگے تو مجید صاحب لٹریچر کی اشاعت میں کافی مدد کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حقیقت پسند پارٹی کا ایک ممبر کتابچہ دینے آیا تو مجید صاحب کہنے لگے۔ یا را دیکھنے لگا ہوں کہ میرے علم میں کوئی اضافہ ہوا ہے؟

اس فقرے کا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میرے سینے میں اتنے راز پوشیدہ ہیں کیا کوئی مزید راز بھی میرے علم میں اضافے کا موجب بنتا ہے یا نہیں۔

قارئین ذرا خیال کریں۔ مجید صاحب قادیان میں مرزا محمود کی پر معصیت زندگی سے خوب واقف ہیں۔ ایسے معاشرتی اور دنیاوی امور سامنے ہیں۔ قادیان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا رہے اور کس طرح برائی سے مفاہمت کی ہوئی تھی۔ تقسیم ہند کے بعد آزاد فضا میں آئے تو وہی مجبور آدی مرزا محمود احمد کی پر معائب زندگی کو احمدیوں تک پہنچانے میں نوجوانوں کی مدد کر رہا ہے۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ مجید صاحب نے مکمل کر مرزا محمود احمد کی بدکاری کا اظہار تو کیا کہ وہ بڑا بدکار تھا۔ لیکن واقعاتی حقائق پر پردہ ہی ڈالے رکھا۔ اس طرح نہ معلوم کتنے حقائق لوگوں کے سینوں میں زیر مٹی چلے گئے اور صفحہ قرطاس میں نہیں آسکے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تمام حقائق سامنے آجاتے تو تمام زمین کا حسین چہرہ سیاہ ہو جاتا۔ ان پوشیدہ حقائق میں سے کچھ لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔ ان کو پڑھ کر قاری کا جسم کا پھنک لگ جاتا ہے اور اس وہم میں ڈوب جاتا ہے۔ معلوم نہیں کہ لکھنے والے نے کہیں محض دشمنی کی وجہ سے تو نہیں لکھ دیئے بلکہ سلیم طبع آدی یہ یقین کر سکتا ہے۔ یہی تو کوئی غیر آدی چڑھا ہوا ہو، اس آدی پر مرزا محمود احمد خود سوار ہو جائے اور پاس لڑکی

قص کر رہی ہو یا رونو کے ساتھ ہم بستری کی تو اپنی لڑکی کو پاس بٹھالیا۔

مرزا محمد حسین کہا کرتے تھے۔ اس ظالم نے معصیت پر پردہ معصیت سے ڈالا۔ وہ اس طرح کہ رونو کے ساتھ ہم بستری کرنے لگا ہے تو اس معصیت پر دوسری معصیت کے ساتھ یوں پردہ ڈالا کہ لڑکی پاس بٹھالی۔ اگر رونو باہر جا کر حال بیان کرنے کی تو اس معصیت کا بھی ذکر کرے گی کہ زنا کے وقت اپنی لڑکی کو بھی پاس بٹھالیا تھا۔ تو اس کے بیان کو کون سچا مانے گا؟

رفیق احمد لاہوری بی. اے، ایل. ایل. بی کا بیان

”میں تو قادیان سے ”خلیفہ“ کی برائتوں سے واقف تھا۔“

رفیق احمد کے والد آسٹریلیا میں کاروبار کے لئے چلے گئے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ اقبال بیگم قادیان میں ہی مقیم تھیں۔ اقبال بیگم یہ وہی خاتون ہیں جب ام طاہر سوزاک اور آتش کی موڈی بیماری میں مبتلا ہو کر میوہ ہسپتال میں داخل ہوئیں تو ام طاہر کے کہنے پر اقبال بیگم نے بیماری کے ایام میں خدمت سرانجام دی اور جب ام طاہر فوت ہو گئیں تو مرزا محمود نے اقبال بیگم کی خدمات کی بہت تعریف کی اور اس کے بچوں کے لئے بہت دعائیں دیں۔ ان کی دعاؤں کا یہ اثر نکلا رفیق احمد بھی بغیر اولاد انگلستان میں فوت ہو گئے اور ان کے بھائی وحید نے شادی کی۔ ایک بچی پیدا ہوئی تو وحید اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس مختصر تمہید سے یہ بیان کرنا مطلوب ہے اس خاندان کے ام طاہر سے کتنے قریبی تعلقات تھے۔ انہی تعلقات کی وجہ سے رفیق کو بھی سوزاک ہو گئی تھی۔ رفیق احمد کو کبڈی کا بہت شوق تھا۔ اچھا خاصا جسم تھا بہت جلد ہی قادیان کو چھوڑ کر لاہور آ گیا۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لئے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخل ہو گیا اور اسی کی وجہ سے اسلامیہ کالج کبڈی کی ٹرانی جیتا کرتا تھا۔ جب تقسیم ہند کے بعد تعلیم الاسلام کالج لاہور منتقل ہوا۔ رفیق نے تعلیم الاسلام میں داخلہ لے لیا۔ رفیق احمد صرف کالج کی سطح کے کبڈی کے کھلاڑی نہ تھے۔ بلکہ پنجاب کی سطح کے جانے پہچانے کھلاڑی تھے۔

لاہور میں ایک دفعہ میرا (مؤلف کتاب بڑا) ان سے ٹاکرا ہو گیا۔ میں اس وقت خلیفہ کی کرتوتوں سے واقف ہو چکا تھا۔ دوران گفتگو خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر چل پڑا تو میں حلفاً کہتا ہوں کہ رفیق احمد نے کہا میں تو قادیان سے ہی سب کچھ جانتا تھا۔ میں نے کہا یا ر! وہاں تو آپ نے کبھی بھی اشارہ کیا ہے اس کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ کہنے لگے ذکر کر کے مرنا تھا۔ خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر کر کے کوئی شخص قادیان میں رہ سکتا تھا؟ قادیان میں ہمارا مکان تھا۔ باپ باہر گیا ہوا تھا۔ والدہ رہتی تھیں۔ کیا ہم خلیفہ کی دشمنی مول لے کر قادیان میں رہ سکتے تھے؟

بے وضو نماز پڑھانا ”تو اڈی نمازاں نے یہہ ماریا اے“

مرزا محمود احمد کا بے وضو نماز پڑھانے پر تمام ”اہل محفل بتاں“ متفق ہیں۔ خواہ مولوی عبدالوہاب ہوں، خواہ نذیر ریاض ہوں، خواہ عبدالسلام اختر ہوں، خواہ یوسف ناز ہوں، خواہ مبارک شاہ۔ سب کا یہی مختلفہ بیان ہے کہ مرزا محمود احمد جنابت کی حالت میں نماز پڑھا دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد احمد حامی (ڈاکٹر، مرزا محمود احمد کی رنگین محفل کے رکن نہیں تھے) بیان کرتے ہیں مجھ سے مبارک شاہ نے بیان کیا۔ کیا ایک دن مرزا محمود احمد ”محفل بتاں“ میں بیٹھا ہوا تھا۔ خوش گپیاں چل رہی تھیں۔ اتنے میں مونڈن آیا اور اس نے آواز دی۔ ”حضور نماز کا وقت ہو گیا ہے۔“ آواز سنتے ہی بے ساختہ کہا۔ ”تو اڈی نمازاں نے یہہ ماریا اے“ بے وضو حالت میں گیا اور مسجد مبارک میں نماز پڑھا دی۔ پھر واپس آ کر ”بتوں“ سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ سب کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مرزا محمود احمد نے کبھی روزہ نہیں رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ حسین عورت کی صحبت کے بغیر رہ نہیں سکتا تھا۔ اس طرح شعائر اللہ کا قطعاً احترام نہ کرتا تھا۔ یہ شخص عجیب شخصیت کا مالک تھا۔ نجی محفل میں ایک شیطان کے روپ میں ہوتا تھا۔ جب باہر مریدوں میں آتاسی نماز جمعہ یا جلسہ سالانہ کے موقع پر تو یوں ظاہر کرتا کہ اس سے بڑھ کر خدا کا کوئی پیارا نہیں۔ خدا اس کے وجود میں حلول کر آیا ہے۔ اس سے وابستہ رہنے سے ہی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اس کو چھوڑنے سے انسان دہریہ ہو جاتا ہے اور آخرت میں وقوع نار بنتا ہے۔ مرید بیچارے اپنی اندھی عقیدت کی جہالت سے یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات محمود کا منور چہرہ دیکھنے میں ہی ہے۔

اس کے دیدار سے تمام گناہوں کے دھبے دھل جاتے ہیں۔ اگر کوئی خلیفہ کی برائی کا ذکر کر دے تو بڑی مصصومیت سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ احرار یوں کی شرارت ہے یا بیٹھامیوں (لاہوری احمد یوں کو مرزا محمود احمد فقارت کی وجہ سے ان کے اخبار پیغام خلیفہ کی طرف نسبت کر کے پیغامی کہا کرتا تھا) کی طرف منسوب کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود احمد کا وجود جاہل احمد یوں کے نزدیک رب من و دون اللہ ہے۔ یہ ہے وہ دجال جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔

دوسری شہادت ”فتح محمد المعروف ”فتا شیر“ کی

میں حلفاً کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شباب سجائی ہوئی تھی کہ مونڈن نے آ کر روایتی انداز میں آواز لگائی۔ ”حضور نماز کے لئے“ یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے، کہا: ”اک تے تہاڈیاں نمازاں نے یہہ ماریا اے۔“

یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام مصائبین نے سنا اور گلگلا کر نرس پڑے اور پھر موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز پڑھا دی جائے۔ تقسیم ہند کے بعد فتح محمد نے اسی توبہ کی کہ پھر ربوہ کا رخ تک نہ کیا اور بد حالی کی زندگی میں اس دنیا سے گزر گئے۔

چوہدری فتح محمد نے خلیفہ کے اندرون خانہ کہانی سے تقسیم ہند کے بعد پردہ اٹھایا تھا۔ چوہدری صاحب موصوف میرے قریبی دوستوں میں سے تھے۔ قادیان میں اشارۃً کنایہ تک بات بیان نہیں کی تھی۔ جب موصوف نے تقسیم ہند کے بعد ربوہ جماعت سے عملاً لا تعلقی کر لی تو پھر دریافت کرنے پر پھٹ پڑے اور خلیفہ مرزا محمود کی چشم دید بدکاریوں کا ذکر کیا۔ ان میں سے ایک مذکورہ قصہ ”نماز کی بے حرمتی“ کا ہے۔

ایک احمدی خاتون عائشہ بنت شیخ نور الدین کا بیان

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار ”مہبلہ“ قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر ”خلیفہ صاحب“ مہبلہ کے لئے آمادہ ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تا مل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ خلیفہ مہبلہ کے لئے تیار نہیں ہوا تھا۔ اس لئے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکا مدار شیخ نور الدین کی صاحبزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا انتقال کر گئی ہیں۔ اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں: ”میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر اعتبار نہیں آتا۔ کیونکہ ان کی مؤمانہ صورت اور نیچے شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا بڑا الزام لگایا جاسکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جو ہر کام کے لئے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے ہیں اور بڑے مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے دیا جس میں اپنے ایک کام کے لئے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آگئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی جو نبی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لئے عرض کیا۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو

جواب دے دوں گا۔ گھبراہمت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹھیاں لگا دیں۔ میں جس کمرہ میں بیٹھی تھی وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھٹڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے براہِ فعل کروانے کو کہا، میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پٹنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گنگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں۔ انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکا یا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔“ (مہلہ جون ۱۹۲۹ء)

مولانا محمد اسماعیل غزنوی مرحوم کی تحقیق (غیر از جماعت)

ایک دفعہ خاکسار مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا تو مرزا محمود کے متعلق یہ دو دوافے سنائے۔ مولانا محمد اسماعیل غزنوی حکیم نور الدین کے نواسے تھے اور مرزا محمود سے ان کی خاصی بے تکلفی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ: ”مرزا محمود احمد ایک عورت کو شبہ باشی کا پانچ صد روپیہ ادا کرتا تھا۔“ مجھے علم ہوا تو میں نے کھوج لگانا شروع کیا اور ہلا خراسے ڈھونڈ نکالا اور پوچھا تم کیسے مرزا محمود سے پانچ سو روپیہ فی رات وصول کر لیتی ہو۔ اس عورت نے بے باکانہ جواب دیا: ”مولوی توں راتیں میرے نال سوں، جے صبح توں مینوں پنج سو روپیہ نہ دتے میں تینوں ہزار روپیہ دیواں گی۔“

مولوی صاحب یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔ ملک عزیز الرحمن کا کہنا ہے کہ یہ بیگم عثمانی تھیں اور اس کا بیٹا سود عثمانی بھی مرزا محمود کی رنگین محفل کا ممبر تھا۔

قادیان کا راجہ اندر..... عریاں عورتوں کے جھرمٹ میں

مولانا (محمد اسماعیل غزنوی) نے بتایا کہ مرزا محمود دریائے بیاس کے کنارے پھیردچی میں پٹنگ منایا کرتا تھا اور ایسے موقع پر وہاں متحدہ نیچے لگائے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں ڈاک بنگلہ تعمیر کرنے کا پروگرام بھی بنا تھا۔ ایک موقع پر مجھے دریائے بیاس پر پٹنگ منانے کی دعوت دی تو میں جب وہاں پہنچا تو دربان نے اُنہیں روک لیا۔ ازاں بعد خلیفہ جی کو اطلاع دی گئی اور مجھے اندر

بلالیا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مرزا محمود پندرہ بیس بالکل عریاں لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے اور اس کے اپنے جسم پر بھی کوئی کپڑا نہیں۔ میں اس منظر کی تاب نہ لاسکا اور لگا ہوں نیچی کر لیں تو مرزا محمود نے نہایت ادباً شانہ طریقے سے پوچھا: ”مولانا کیا ہوا ہے؟“

مولوی ظفر محمد ظفر کا مقاطعہ کیوں؟

مولوی ظفر محمد ظفر ذریعہ غازی کے رہنے والے تھے۔ مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ عربی زبان کا اعلیٰ ذوق رکھنے کی وجہ سے جامعہ احمدیہ میں ادب کے استاد مقرر کر دیئے گئے۔ عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں شعر بھی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مرزا محمود نے ان کا سوشل بائیکاٹ کر دیا اور پھر بڑی مدت کے بعد ان کی جان چھوٹی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ: ”جن باتوں کا مجھے علم ہے۔ اگر میں تمہیں بتا دوں تو تم مرتد ہو جاؤ۔“

مولوی صاحب کا سوشل مقاطعہ خلیفہ کی جنسی اتاری کی کاظم ہو جانے کی وجہ سے ہوا تھا۔

..... مولوی ظفر محمد صاحب (نظارت امور عامہ) میں ملازم تھے اور مولوی فرزند علی ان کے افسر اعلیٰ۔ یہ ان دنوں کا تذکرہ ہے جب مصری صاحب اور فخر الدین ملتانی، خلیفہ محمود کی بدکاریوں کو اجاگر کر رہے تھے۔ مرزا محمود نے کارکنان نظارت امور عامہ کو حکم دیا کہ مصری کی لڑکی امتہ الرحمان صاحبہ کو اغوا کر لیا جائے کسی محافظ نے مولوی ظفر صاحب کو بتایا کہ: ”حضرت صاحب نے حکم دیا ہے کہ مصری صاحب کی بیٹی امتہ الرحمان کو اغوا کر لیا جائے۔“

مولوی صاحب موصوف کو یقین نہ آیا کہ: ”ہمارے حضرت صاحب یہ کام بھی کرتے ہیں۔“ انہوں نے اپنی اس بے یقینی کا ذکر اپنے افسر مولوی فرزند علی سے کیا اور اس نے فوراً مولوی ظفر محمد کی اس ”ایمانی کمزوری“ کی رپورٹ خلیفہ کو پہنچادی اور اس طرح اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

۲..... جرم بہر حال جرم ہے۔ خواہ وہ کھلے بندوں کیا جائے یا تقدس کے جعلی پردوں میں لپٹ کر۔ جب خلیفہ کی بدکاریوں کا چرچا بڑھنے لگا تو مولوی ظفر نے اپنے طور پر لڑکوں اور لڑکیوں کے بیانات لے کر انہیں ایک کاپی میں محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ کاپی دفتر میں بھول گئے اور مولوی تاج دین نے یہ کاپی اٹھا کر خلیفہ کو پہنچادی تو مرزا محمود نے مولوی صاحب کا مقاطعہ کر دیا۔

اب یہ بھی شبہ ہوا کہ کہیں انہوں نے کچھ ریکارڈ گھر میں نہ چھپا رکھا ہو۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے امور عامہ کے ذریعے مولوی صاحب کے گھر میں چوری کروائی گئی اور معمولی معمولی چیزیں بھی اٹھوائی گئیں۔ انہی چیزوں میں سے مولوی کے بیٹے ناصر احمد ظفر کے بچپن کا

ایک فریم شدہ فونو بھی تھا۔ جواب کچھ عرصہ ہوا۔ مرزا ناصر احمد نے ناصر احمد ظفر کو داپس کیا ہے۔ سوال صرف یہ ہے۔ ناصر احمد ظفر کا فونو مرزا محمود احمد کے گھر کیسے چلا گیا؟
ڈاکٹر اللہ بخش صاحب سابق جنرل سیکرٹری احمدیہ کا بیان
ڈاکٹر نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ مرزا محمود کو ملنے کے لئے گئے تو مرزا محمود کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ کیمیکل انجینئر ہونے کی وجہ سے انہوں نے فوراً اسی پتہ لگا لیا کہ یہ بوشراب کی ہے۔

عبدالعزیز نو مسلم کی صاحبزادی ربوائی راسپوشین کے چنگل میں
عبدالعزیز نو مسلم کی صاحبزادی ایک مرتبہ بدقسمتی سے ”قصر خلافت“ میں چلی گئیں تو مرزا محمود نے اس پر بجرمانہ حملہ کر کے اس کی عصمت چاک چاک کر دی۔ لڑکی نے سارا ماجرا اپنے والد کو سنایا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ خود عبدالعزیز مذکور کی تحریر میں پڑھے۔ ”مجھے ایک روز ولی اللہ شاہ (سالار خلیفہ قادیان) نے اپنے دفتر میں بلایا اور کہا کہ تمہارے متعلق جو افواہ فضل کریم عبدالکریم صاحبان نے پھیلائی ہے۔ اس کے متعلق تم ایک تحریر لکھ دو کہ وہ سراسر غلط ہے۔ میں نے بہت نالنے کی کوشش کی مگر انہوں نے ایک مسودہ لکھ کر میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دستخط کر دو۔ میں نے جواب دیا کہ میں غلط بات پر کیوں دستخط کر دوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ بات تو دراصل تمہاری ٹھیک ہے۔ مگر سلسلہ کی بدنامی ہوتی ہے۔ اس لئے تم دستخط کر دو۔ میں نے پھر جواب دیا کہ میں سچی بات سے کیسے انکار کروں اور خواہ مخواہ آپ تک نہ کریں۔ ورنہ اصل حقیقت آپ کو سناؤں تو خلیفہ کی پردہ دری ہوگی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں کسی طرح راضی نہیں ہوتا تو دھمکانا شروع کیا کہ تمہارا وظیفہ بند ہو جائے گا اور تم قادیان سے نکالے جاؤ گے۔“

(عبدالعزیز نو مسلم رسالہ ”مہبلہ“ ۱۹۲۹ء ص ۲۰)

حکیم عبدالعزیز (سابق پریزیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب) کا

مرزا محمود کے سامنے اقصیٰ میں اعلان حق

حکیم عبدالعزیز صاحب نے خلیفہ محمود کی بدچلنی کے متعلق جب کہ (مرزا محمود) اقصیٰ میں تقریر کر رہے تھے علی الاعلان لکھ کر دیا کہ آپ زنا کار اور بدچلن ہیں۔ اس لئے میں آپ کی بیعت سے الگ ہوتا ہوں۔ آپ پر بھی ۱۹۳۷ء میں حملہ کروایا گیا۔ آپ نے مرزا محمود احمد کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے تحریر کیا کہ: ”سنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے۔“

اگرچہ ہم سے تو نہیں کہا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لئے تیاری فرمائیں۔ ہم صرف چار ہی نہیں بلکہ بہت سی شہادتیں علاوہ عورتوں، لڑکیوں اور لڑکوں کی شہادت کے خود جناب والا کی اپنی شہادت بھی پیش کریں گے۔ اگر ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی برہت ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لئے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہیں۔“

(تاریخ محمود ص ۴۴)

”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد کی بیعت سے اس لئے علیحدہ ہوا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف احمدی لڑکوں، لڑکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے۔ جن کے ساتھ مرزا محمود احمد نے بدکاری کی تھی۔ اسی بنیاد پر میں نے مرزا محمود احمد کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی لڑکے لڑکیاں اور عورتیں ایسے بیان کرتی ہیں ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش ہونے دیں یا مہلہ کے لئے تیار ہوں یا حلف مؤکد بخدا اب اٹھائیں۔ یا ہمیں موقعہ دیں کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف مؤکد بخدا اب اٹھائیں تاکہ روز بروز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا بول بالا ہو۔ لیکن مرزا محمود احمد کو کسی طریق پر بھی عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار والا حربہ بائیکاٹ مقاطع استعمال کرنے کے، ۱۹۳۷ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں کہ میاں محمود احمد ایک زانی اور بدچلن انسان ہے۔ جس کو خدا رسول اور اس کے خادم حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔“

حکیم عبدالعزیز سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ (قادیان) حکیم صاحب کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا۔ بڑا سچا اور دیانتدار شخص تھا۔ موصوف کو جماعت سے علیحدگی کی وجہ سے مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پتھلز پارٹی سے تعلق تھا۔ غالباً ایک بیٹی کی شادی شیخ رشید احمد سابق وزیر کے بیٹے سے ہوئی تھی۔ تمام عمر مرزا محمود احمد کی سیاہ کاریوں کو لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ جب مرزا محمود کا ذکر موصوف کی زبان پر آتا تو غصہ اور نفرت کی آگ برسانا شروع کر دیتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ موصوف کسی ذہنی کرہناک اذیت میں مبتلا ہیں۔ (مؤلف)

شیخ مشتاق احمد مالک احمدیہ دو گھر کا بیان

”میں ہی نہیں بلکہ قادیان کی نوے فیصد آبادی مقدسین قادیان کی سیاہ کاریوں اور

خفیہ عیاشیوں سے آگاہ ہے۔ اس لئے میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ اخبار ”مہبلہ“ نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں اخبار ”مہبلہ“ کے بیان کردہ واقعات کی تائید اور تصدیق کرتا ہوں۔

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامن گیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا مگر دل میں آرزو آرزو روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دوا گھر کے نام سے ایک دواخانہ کھولا جس کے اشتہار عموماً اخبار ”الفضل“ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش ہی میری عقیدت زائل کرنے کا باعث ہوئی۔ ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دوری رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنا لیتا تو خلیفہ قادیان کا لازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی ہرگز جرأت نہ ہوتی۔ مختصر یہ کہ آج میں اس قابل ہوں کہ اس وجالی فرقہ سے توبہ کروں۔ میری دعا ہے اور برادران اسلام سے بھی درخواست دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قادیان کے واقف حال لوگوں کو سچی گواہی دینے کی جرأت عطا فرمائے اور ان کو توفیق دے کہ وہ سچائی کے مقابلہ میں کسی تکلیف کو روک نہ سبھیں۔“

(خاکسار شیخ شہاب احمد ”احمدیہ دوا گھر“ قادیان، اخبار ”مہبلہ“ دسمبر ۱۹۲۹ء)

ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان (حال فیصل آباد) کا بیان
ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کے معالج تھے۔ بہت ترقی، پرہیزگار، صادق القول اور نظر
حکم کے آدمی تھے۔ تمام قادیان والے خلیفہ سے مخالفت کے باوجود ڈاکٹر کو عزت کی نگاہ سے
دیکھتے تھے۔ موصوف دہلی انسانوں کے ہمدرد اور نمکسار تھے۔ قادیان سے آکر فیصل آباد میں
مقیم ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ بیان کرتے ہیں: ”میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس
کی قسم کھا کر جس کی جمہوری قسم کھانا لعینوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور
یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دینا دار، بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان
کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو۔ میں
حلف مؤکدہ عذاب اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ مہبلہ کے لئے لکھیں تو میں
مہبلہ کے لئے حاضر ہوں۔“

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تاکہ دوسروں کے لئے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام!

(ڈاکٹر محمد عبداللہ انھوں کا ہسپتال قادیان حال لائل پور)

مرزا محمد حسین اتالیق خاندان مرزا محمود احمد کی کہانی

مرزا محمد حسین صاحب ۱۳۳۷ء، آریہ نگر، سمن آباد، لاہور قادیانی امت کے خاندان نبوت کی مستورات کے اتالیق رہے ہیں۔ وہ ایک علم دوست، خلوت پسند اور کم آمیز شخص ہیں۔ نگر اس کے باوصف لاہور کے علمی و ادبی حلقوں میں خاصے معروف ہیں۔ حضرت آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اپنی کتاب ”نورتن“ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ گاہے ماہے وہ قادیانیت سے اپنی علیحدگی کی داستان اپنے رفقاء کو سناتے رہتے ہیں۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ: ”میرا بچپن غربت، جوانی، عیال اور بڑھاپا کتابوں میں گزرا ہے۔ میں قادیان میں مرزا محمود احمد کے گھر میں مستورات کا اتالیق رہا ہوں اور کسی (Closed Society) میں رہتے ہوئے وہاں کے سربراہ کی خواتین کا استاد ہونا اس معاشرے کے لحاظ سے خاصی فخر کی بات ہوتی ہے۔ اگر میں مرزا محمود احمد اور اس کے جلو میں رہنے والے افراد کی بدچلنی کے بارہ میں حق یقین کے مقام تک نہ پہنچتا تو نہ قادیان کو چھوڑتا اور نہ قادیانیت کو ترک کرتا۔“

اس کے بعد اپنی دکھ بھری کہانی بیان کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے: ”مستورات کا استاد ہونے کی وجہ سے مجھے خلیفہ جی کی مختلف بیویوں کی باہمی چپقلش اور سوچنا نہ طعنے بازی کا علم تو ہوتا رہتا تھا۔ مگر میں اسے زیادہ اہمیت نہ دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے ڈاکٹر احسان علی (قادیان کا سائٹ)، مصلح الدین سحری اور پھر نذیر ڈرائیور سے بڑے تو اتر کے ساتھ یہ معلوم ہونا شروع ہوا کہ ”قصر خلافت“ میں جنسی حصیان کا ناپاک دھندہ ہوتا ہے۔ میں اپنی طبیعت اور حراج کے اعتبار سے ان باتوں کو تسلیم کرنے کے لئے قطعاً تیار نہ تھا، گویا حق اور واقعات دن بدن کھم کر سامنے آ رہے تھے۔ میں یہ سوچ کر دل کو تسلی دیتا رہا کہ ”خلیفہ صاحب“ کے ارد گرد رہنے والے لوگ بد معاش ہیں۔ مگر خود ان کے بارے میں کوئی ایسی بات میرے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ آخر، میں نے اس امر کا ارادہ کر لیا کہ ان افراد میں سے کسی کو اعتماد میں لوں اور پھر خلیفہ صاحب کو ان لوگوں کی خباثیوں سے مکمل طور پر آگاہ کر دوں تاکہ اس دشمنی خلیجان سے نجات پاؤں، جس سے میں گزر رہا تھا۔ میں نے اپنے اس ارادہ کا مصلح الدین سحری سے ذکر کیا تو اس نے کہا پہلے حضرت صاحب سے اجازت لے لیں۔ بعد ازاں مجھے بتایا گیا کہ حضرت صاحب تمہارے متعلق سن کر حیران تو ہوئے۔ مگر اب انہوں نے اجازت دے دی ہے۔ میں اس وقت بھی اس یقین سے معمور

تھا کہ یہ جموٹ بول رہا ہے۔ تھوڑے وقفے کے بعد جب مجھے کوکین والا پان لاکر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت نامہ بھی کہ مریم کے پاس مت جانا، اسے مطمئن کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ جی کے پاس جانا، وہ تمہاری شاگرد ہے اور شاگردو لیے بھی استاد سے دہتا ہے۔ اس لئے تم اس سے خوب نپٹ لو گے۔ اسی دوران مجھے نذیر ڈرائیور سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مرزا محمود بہت خوش ہے کہ میں بھی زیر دام آ گیا ہوں اور اس نے کہا: ”یہ اب پھنسا ہے۔“

گواہ میرا یقین تو ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے اتمام حجت کی خاطر مزید آگے جانے کا تہیہ کر لیا اور مصلح الدین سہدی کی معیت میں کمرہ خاص کی طرف روانہ ہوا۔ میرا ”راہبر“ بھی سوچ رہا ہوگا۔

کارواں غولان صحرائی کو رہبر مان کر
ہو چکا گمراہ گمراہی کو منزل جان کر

ابھی کچھ زینے باقی تھے کہ میرے گائیڈ نے مجھے کہا کہ حضرت صاحب کو کچھ لوگ ملنے آ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر ٹھہر جائیں۔ اتنا کہہ کر وہ اوپر چلا گیا اور میں ڈاکٹر شمس اللہ کے کمرہ میں بیٹھ گیا۔ قریباً نصف گھنٹے کے بعد مصلح الدین سہدی واپس لوٹا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس نے آتے ہی مجھ سے کہا ماسٹر صاحب آپ اس سلسلہ میں اور لوگوں سے بھی باتیں کرتے رہے ہیں۔ اب انجام کے لئے تیار ہو جائیں۔“

تب یہ عقدہ کھلا کہ اس غلط کدہ میں جانے کے لئے ایک ہی Source استعمال ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مختلف ذرائع استعمال کرنے سے راز کھل جانے کا اندیشہ بھی تھا اور یہ فکر بھی کہ یہ لوگ کہیں اس عشرت کدے سے باہر بھی اپنا تعلق قائم نہ کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی ”واقعانہ سرخلاف“ کی گفتگو میں سرد مہری اور تہدید غالب آ گئی۔ ہسپتال میں مرزا محمود کے حکم پر میری بیٹی، بند کر دی گئی تاکہ میں T.B of The Spine سے صحت یاب نہ ہوں اور مرزا جاں اور اس راز کو افشاء نہ کر سکوں۔ اس طرح مجھے مرزا محمود کو اس کے ”خوار یوں“ کی بد معاشی سے آگاہ کرنے کی حسرت ہی رہی۔ البتہ خود مذہب کے پردہ میں ہونے والی جنسی پورشوں اور ان میں مرزا محمود اور اس کے خاندان اور ساتھیوں کے ملوث ہونے کا ایسا قطعی علم ہوا کہ میرے لئے اس فضا میں رہنا دو بھر ہو گیا۔ واپس گھر آیا تو دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔ اعتقادات کی عمارتیں زمین بوس ہو چکی تھیں۔ جس شخص کے لئے مسلسل پانچ سال تک تہجد میں دعائیں کرتا رہا۔ اسے فداہ ابی وای کہتا رہا وہ اس قدر بد کردار نکلا کہ اس کا مثیل تلاش

کرنے لگیں تو صدیوں بھٹکتے رہیں۔ اس بے قراری، بے چینی، بے کلی اور اضطراب کے عالم میں لینا تو خوفناک بخار نے آلیا۔ ساری رات انگاروں پر جلتے ہوئے کائی۔ صبح ہوش آیا تو دیکھا کہ سر کے سارے بال ایک ہی رات میں جھڑ چکے تھے۔ اب میں دہریت کے بدترین ریلے کی زد میں تھا۔ میں نے قرآن پاک کو اٹھا کر گندگی میں پھینک دیا۔ (استغفر اللہ) چند دن یہی حالت رہی۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے دیکھیری فرمائی اور مجھے اس دوسری گمراہی سے بھی نکالا اور میں نے دوبارہ نمازیں شروع کر دیں۔

اس کے کچھ عرصہ بعد کالیہ میں ایک ماہر طبیب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھے بالکل ”فارغ البال“ دیکھ کر کہا: ”اس عمر میں بالوں کی جڑیں تو رہتی ہیں۔ آپ کے بالوں کی تو جڑیں ہی جل چکی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔ اس پر میں نے اس واقعہ کا مختصر اذکر کیا تو وہ کہنے لگے۔ مرزا صاحب خدا کا شکر ادا کریں کہ آپ پر اس Shock کا سب سے ہلکا اثر ہوا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسے مواقع پر قلع ہو جاتا ہے یا دانت گر جاتے ہیں اور کمترین اثر یہ ہوتا ہے کہ بال گر جاتے ہیں۔“

مشہور کالم نگار احمد بشیر (غیر از جماعت) کا بیان سداومیت اور امرود کھانا مشہور کالم نگار احمد بشیر نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو سداومیت کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امرود بھی کھاتے جا رہے تھے۔

میں کہاں آنکلا (ثاقب زیروی)

جناب محمد صدیق ثاقب زیروی خوش گلو شاعر تھے۔ قادیان میں ام طاہر کے پاس آنا جانا تھا۔ خلیفہ کی جنسی بے راہروی سے واقف تھے۔ اپنی قلبی اور ذہنی اذیت کو اپنی اس نظم میں بیان کیا ہے؟ (نوٹ: یہ نظم احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں چھپ چکی ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا۔ مرتب!)

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون (غیر از جماعت) (نوٹ: یہ روایت بھی احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں چھپ چکی ہے۔ یہاں سے حذف کر دیا گیا۔ مرتب!)

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط دیوان سنگھ مفتون کے نام
(نوٹ: یہ خط بھی احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں
حذف کر دیا۔ مرتب!)

راجہ بشیر احمد رازی کی ہڈ بیتی
(نوٹ: یہ بھی احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں سے
حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

محمد یوسف ناز کا لرزا دینے والا حلفیہ بیان
(نوٹ: یہ اور اس کے بعد والا، دو کون بیان احتساب قادیانیت ج ۵۸ میں شائع
ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہاں سے خارج کر دیئے ہیں۔ مرتب!)

یوسف ناز کا دوسرا حلفیہ بیان
محمد عبداللہ احمد کا بیان

مصری عبدالرحمن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے سامنے ہاتھ میں
قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارہ پارہ کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ
موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بد فعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔

بقلم خود محمد عبداللہ احمدی
سینٹ فرنیچر ہاؤس، مسلم ٹاؤن لاہور

منیر احمد کا بیان
میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا تکبیرہ گناہ ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ
میں نے حضرت مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے اور میں اقرار
کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بد فعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت
ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔

سیدہ ام صالحہ کا حلفیہ بیان
مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے
مالک تھے) مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے۔ ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم)
نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری

عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ: ”قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔“ نعوذ باللہ من ذالک!

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلیفہ تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط! (سیدہ ام صالحہ بنت سید ابراہیم، بمن آباد لاہور)

قاضی خلیل احمد صدیقی کا اعلان

قاضی خلیل احمد صدیقی اب بھی خاصے وجہ ہیں۔ میٹرک کے بعد اپنے عقوان شباب میں قادیانی امت کے بیکار کمپ ”جامعہ احمدیہ“ یا مشنری ٹریننگ سنٹر میں داخل ہوئے۔ وہ خود بھی اس وقت قیامت تھے مگر ان پر کئی اور قیامتیں ٹوٹ پڑیں۔ جس کی تفصیل کچھ عرصہ بعد انہوں نے اپنے ٹریکٹ ”میں نے مرزاہیت کیوں چھوڑی“ میں دی ملاحظہ فرمائیں۔

”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ حلف موکد عذاب شہادت دیتا ہوں کہ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے صاحبزادے مرزا نعیم احمد کے ایما پر انکار کرنے میں شرکت کی۔ مرزا نعیم احمد نے اپنے گھر کی کوئی نوکرانی ومہترانی (جو کہ مسلمان ہیں) کو زنا کے بغیر نہیں چھوڑا۔ نیز ایک واقعہ پر مرزا نعیم احمد نے مجھے خلیفہ صاحب کی بیوی (مہر آ پابنت سید عزیز اللہ شاہ) کے ساتھ برا کام (زنا) کرنے کو کہا۔ میں نے مرزا نعیم احمد صاحب کو جواباً کہا کہ میاں صاحب وہ تو ہماری ماں ہیں اور آپ کی بھی ماں ہیں..... یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ والدہ کے ساتھ برا کام کیا جائے؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور کی عزت کی طرف دیکھو۔ تو مرزا نعیم نے جواب دیا۔ ”بھائی ماں واں مت سمجھو، جو بات میں نے تم سے کہا ہے، یہ مہر آپا کے فرمان کے مطابق کہا ہے۔ تمہیں ان کا حکم ٹالنے کی اجازت نہیں۔“

میں آج تک یہی سمجھ رہا تھا کہ مرزا نعیم احمد نوجوان ہے۔ اگر وہ کسی بدی کار کتاب کرتا ہے یا کرواتا ہے تو عجوبہ کی بات نہیں۔ اس کے ذاتی چال چلن سے جماعت احمدیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن مہر آپا کے متعلق جب مرزا نعیم نے بات کی تو بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

اس خانہ ہمہ آفتاب است

واقعات اور حقائق مخفی در مخفی تو بہت سے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا واقعہ کے بعد مجھے اچھی طرح علم ہو گیا کہ ”احمدیت“ کی آڑ لے کر شہوت پرستی کی تعلیم دی جاتی ہے اور نوجوان لڑکوں اور

لڑکیوں وغیرہ کی عصمتوں سے جو ہولی کھلی جاتی ہے وہ ناقابل بیان ہے۔

تقدس و خلافت کے پروے میں عیاشیوں کا ایک وسیع جال بچھا ہوا ہے۔ جس میں بھولے بھالے لڑکوں و لڑکیوں کو مذہب کے نام پر قابو کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ان حالات کی وجہ سے میں ”ان“ سے بہت متنفر ہو گیا اور میں نے اب صدق دل سے اس ناپاک Society جماعت سے اپنا قطع تعلق کر لیا ہے اور توبہ کر کے صحیح معنوں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

یاد رہے کہ میں ربوہ کے قصر خلافت میں عرصہ چھ ماہ تک آتا جاتا رہا ہوں اور مجھ سے کوئی پردہ وغیرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ نیز مجھے معلوم ہے کہ علاوہ قصر خلافت کے ”خانہ ان نبوت“ میں کیسے کیسے رنگین اور سنگین حالات رونما ہوتے ہیں جو وقت آنے پر بتلائے جاسکتے ہیں۔ اگر میرے مذکورہ بالا بیان کی صحت پر یقین کو کوئی اعتراض ہو تو میں ہر وقت ان کے بالتقابل مہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۶۱ء

راحت ملک کا چیلنج خلیفہ ربوہ کے نام

جناب عطاء الرحمن راحت ملک، گجرات کے مشہور لیبر لیڈر ہیں۔ کسی زمانہ میں وہ مرزا محمود آنجنائی کے چرنوں میں تھے۔ وہاں انہوں نے جنسی بے راہروی کا ایسا طوفان دیکھا کہ چکرا کر رہ گئے۔ جب انہیں یقین کامل ہو گیا کہ مرزا محمود ایک بدکردار اور بدکار انسان ہے تو انہوں نے بیعت کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا اور ”دور حاضر کا مذہبی آمر“ کے نام سے ایک خوبصورت کتاب لکھی جس میں خلیفہ ربوہ کے دعویٰ الہام کی قلعی کھلوتے ہوئے لکھا ہے۔

جس کی آغوش میں ہر شب ہے نئی مہ لقا

اس سے خدا بولتا ہے مجھ کو یہ معلوم نہ تھا

اسی دور میں انہوں نے خلیفہ ربوہ کو ایک کھلی چٹھی لکھی تھی جو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

مکرمی میاں صاحب! سلام مسنون!

آپ کا دعویٰ ہے کہ خدا آپ سے خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے اور نیز یہ کہ آپ صاحب الہام ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے محبوب ہیں۔ خدا آپ پر عاشق ہے اور ہر لمحہ آپ سے مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے۔ اگر آپ کے مندرجہ بالا دعویٰ درست ہیں تو میں یہ دریافت کرنے کی جسارت کروں گا کہ:

۱..... کیا خدا کا محبوب ہونے کا مدعی لوگوں کو اس قسم کی گالیاں دے سکتا ہے۔ مثلاً خبیث،

کینہ صفت، کتے، سیلہ کذاب، بکواسی، لومڑی وغیرہ؟

۲..... کیا خدا کے محبوب ہونے کا دعویٰ کرنے والا زنا کر سکتا ہے؟

۳..... کیا تاریخ اسلام سے ایک مثال بھی ایسی دی جاسکتی ہے کہ کسی خلیفہ نے اپنے

مریدوں میں سے بعض کو محض اس لئے خارج کر دیا ہو کہ وہ اس خلیفہ پر تنقید کرتے تھے؟

۴..... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مہملہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے کبھی اپنے بڑے

صاحبزادے کو جانشین بنانے کی دل میں آرزو نہیں کی اور موجودہ تحریک اپنے صاحبزادے

مرزا ناصر احمد کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے نہیں چلائی؟

۵..... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مہملہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ زانی نہیں ہیں؟

۶..... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مہملہ کریں گے کہ آپ نے لوگوں کے چندوں سے

اپنے عزیز و اقربا کو فائدہ نہیں پہنچایا اور نیز یہ کہ آپ چھ ہزار روپیہ سالانہ انجمن سے نہیں لے رہے؟

۷..... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مہملہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ نے ربوہ میں

ٹانگہ زلسلہ زیر زمین نہیں رکھا ہوا اور نہ ہی آپ کو اس کا علم ہے؟

۸..... کیا آپ میرے ساتھ اس بات پر مہملہ کریں گے کہ بچپن میں آپ پر عالم مفلویت

طاری نہیں رہا؟

۹..... کیا آپ میرے ساتھ مہملہ کرنے کو تیار ہیں کہ انجمن کے حسابات میں گڑبٹ نہیں ہے

اور اس گڑبٹ کا آپ کو کوئی علم نہیں یا یہ گڑبٹ آپ کے ایماء پر نہیں ہو رہی ہے؟

۱۰..... کیا آپ میرے ساتھ اس موضوع پر مہملہ کرنے کو تیار ہیں کہ جن لوگوں کو

جماعت سے خارج کیا گیا ہے ان کا قصور سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ آپ کی بدعنوانیوں پر

تنقید کرتے ہیں؟

۱۱..... کیا آپ اس بات پر مہملہ کرنے کو تیار ہیں کہ آپ کے دل میں خلیفہ مولوی نور الدین

کی قدر و منزلت اور احترام ہے؟

مندرجہ بالا گیارہ شقوں کے علاوہ اور بھی بہت سے امور ہیں لیکن فی الحال میں آپ کی

توجہ ان امور کی طرف مبذول کرانے کے لئے بھی آپ کو مبالغے کی دعوت دیتا ہوں اگر آپ خود کو

خدا کا محبوب کہتے ہیں تو آئیے فیصلہ انہی امور پر ہو جائے۔ یقیناً خدا فیصلہ کرے گا اور ہم میں سے

جو بھی جھوٹا ہوگا وہ ڈاکٹر ڈوکی کی طرح قاج کی موت مرے گا۔ اگر آپ اپنے دعادی میں سچے ہیں

تو آئیے اس نتیجے کو منظور فرمائیے اور فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چھوڑ دیجئے۔ لیکن میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان امور پر کبھی مبالغہ کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ آپ اپنے اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور ڈاکٹر ڈوئی کی موت مرنا پسند نہیں کریں گے۔

مولوی عمر الدین شملوی مبلغ جماعت قادیان کی روایات

(نوٹ: یہ روایت دوسری جگہ موجود ہے۔ یہاں سے حذف کر دی۔ مرتب!)

چوہدری غلام رسول کا اعلان حق

نوٹ: چوہدری صاحب موصوف آج کل گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر ہیں۔

”میرا خلیفہ صاحب کی بیعت سے علیحدگی کا سبب خلیفہ کی بد چلنی، بد کرداری، زنا کاری اور غیر فطری افعال کا ارتکاب ہے۔ یہ الزامات خلیفہ صاحب ربوہ کی ذات پر متواتر نصف صدی سے لگ رہے ہیں۔ اب خلیفہ صاحب اپنی بد کاریوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے جنون کے ابتدائی دور سے گذر رہے ہیں اور مفلوج اور پیری کا شکار ہونے کی وجہ سے متصل الاعضاء اور مخلوط الحواس ہیں۔ اس وجہ سے الزامات کی تردید کے لئے ان سے مخاطب نہیں ہوتا۔ بلکہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے، مرزا شریف احمد صاحب (دونوں خلیفہ صاحب کے بھائی ہیں) نواب مبارک بیگم صاحبہ، امتہ الحفیظ صاحبہ (دونوں خلیفہ صاحب کی ہمسرگان ہیں) مرزا ناصر احمد ایم اے آکسن، مرزا مبارک احمد بی اے، ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ایم بی بی ایس اور دیگر خلیفہ کے صاحبزادگان و صاحبزادیاں اور خلیفہ کی ازواج اور خلیفہ کے مخلص مرید چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب جج عالی عدالت، سید نعیم احمد بن سید عزیز اللہ شاہ (خلیفہ صاحب کے بیسی بھائی ہیں) اور مولوی عبدالمنان صاحب عمر ایم اے سے کہتا ہوں۔ اگر وہ خلیفہ صاحب کو نیک چلن، خدا سیدہ اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں تو خلیفہ صاحب پر عائد کردہ الزامات بالقابل حلف مؤکد عذاب قسم کھا کر تردید کریں۔ میں قارئین سے کہوں گا کہ یہ لوگ خلیفہ صاحب ربوہ کی سیاہ بد اعمالیوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس لئے یہ کبھی ان کی پاکیزگی کا حلف مؤکد عذاب اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔“

عبدالرب خاں برہم کا حلیفہ بیان

خان عبدالرب خاں صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے۔

آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی فحی زندگی کے واقعات سنائے۔

اس پر اس "مخلص" قادیانی دوست نے مرزا محمود احمد کو لکھ بھیجا کہ خاں صاحب موصوف نے آپ کی بدچلتی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل بھی ایسے دیئے ہیں جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ اس شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم اے المعروف "قمر الانبیاء" نے خاں صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ ہاتھیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد کو یقین ہو گیا کہ ان کی ہدایت کے مطابق برہم صاحب خاموش رہیں گے۔

اس کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو "قمر خلافت" میں مرزا محمود احمد نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خاں صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار اربین بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تا کہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جاسکے۔ خلیفہ صاحب نے جب خاں صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس نے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کی بدچلتی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گٹوانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ پیا ہوا ہے۔ خاں صاحب موصوف نے کہا، یہ درست ہے۔ لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیا داری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لئے ہی اس جماعت میں شامل تھے۔ خاں صاحب موصوف نے ملاقات کے فوراً بعد دلیرانہ اقدام یہ کیا کہ "قمر خلافت" سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب "بلانے دمشق" بھی لکھی ہے۔ خاں صاحب کا حلیفہ بیان درج ذیل ہے: "میں شرعی طور پر پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے۔ اگر وہ مہبلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مقابلہ مہبلہ کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔"

آغا سیف اللہ کا بیان "مہر آ پا کا رحم نہیں"

آغا سیف اللہ قادیانی اخبار "الفضل" کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے شفیق مرزا مصنف شہر سدوم کو بتایا کہ ان کی بیوی کا میل ملاپ مرزا محمود احمد کی زوجہ بشری "مہر آ پا" سے ہو گیا۔ تو ایک دفعہ دوران گفتگو بیان کیا کہ ان کا رحم ہی نہیں۔ مہر آ پا کی شادی ام طاہر کی وفات کے بعد مرزا محمود احمد سے ہوئی تھی۔ مرزا محمود احمد نے شادی سے پہلے اپنا ایک رویا بیان کیا کہ وہ شتر مرغ پر سوار ہیں۔ خود ہی اس کی یہ تعبیر بیان کی کہ ایک ایسی لڑکی سے شادی ہوگی جس کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ مرزا محمود کو تو

پہلے علم تھا کہ بشری سے اولاد پیدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ زیادہ ذرخیزی کی وجہ سے بشری کو جلد حمل ہو جاتا تھا۔ حمل بار بار گرانے کی نوبت آتی تھی۔ اس وجہ سے مرزا محمود نے اس کا رحم ہی نکلوا دیا تھا۔

مظہر الدین ملتانی کی ایک حیران کن روایت

مظہر ملتانی مرحوم نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناکفہ بہ حرکات کو مظہر عام پر لانے کے لئے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا۔ مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوٹلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کوشی کی سیزھیاں ناکھڑا لڑکیوں کو ابھرا م سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے۔ لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارک بیگم بیاہی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوٹلہ کو اپنے تفضیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ماسٹر محمد عبداللہ سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول لاہور

ربوہ میں مقیم ہونے کا خیال اس طرح پیدا ہوا۔ ہیڈ ماسٹر جب اپنی ملازمت سے سبکدوش ہوئے تو مرزا محمد حسین بی کام سے تعلقات کی بنیاد پر موصوف کے پاس گئے اور کہا۔ مرزا صاحب! میں سبکدوش ہو گیا ہوں۔ کہاں رہائشی اختیار کروں۔ لاہور، آبائی وطن سیالکوٹ یا ربوہ۔ مرزا صاحب کو علم تھا یہ شخص برائی سے مفاہمت کرنے والا نہیں۔ ربوہ میں مستقل رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے عقیدت کے تمام حجاب اٹھ جائیں گے اور جماعت سے الگ ہو جائے گا۔ ممکن ہے عبداللہ کا ربوہ میں مقیم ہونے کا ارادہ بھی ہو۔ بہر حال ربوہ چلے گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں ہیڈ ماسٹر کو ربوہ میں صدر عمومی بنا دیا گیا۔ دیکھا ”شاہی خاندان“ کے افراد نماز تک نہیں پڑھتے اور بدکردار اور بے نمازی ہیں۔ آخر کار ررات کے اندھیرے میں لطیف غزنوی کی راہنمائی میں ربوہ کو چھوڑنا پڑا۔ راجہ بشیر احمد رازی کی ملاقات مال روڈ پر ہو گئی۔ راجہ صاحب نے حال احوال پوچھا تو جماعت کو چھوڑنے کو کہا تو اس موقع پر کہا: ”فیر چندہ کھسے دیاں گے۔“

عبداللہ مجید اکبر کا حلفیہ بیان

عبداللہ مجید اکبر کی شناسائی ۱۹۵۶ء سے ہوئی ہے۔ جب حقیقت پسند پارٹی اخبار نوائے

پاکستان کی معرفت خلیفہ مرزا محمود احمد پر سنگین الزامات کی بوجھاڑ کر رہی تھی۔ اکبر صاحب کشمیری خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بڑے پیاک نڈر اور سچا رہتے۔ بغیر کسی لگی لپٹی کے بات کرنے کے عادی تھے۔ غالباً محمد یوسف ناز کے رشتہ دار تھے۔ محمد یوسف ناز کا مشہور زمانہ بیان ان کی ہی معرفت ہوا تھا۔ مدت ہوئی اکبر سے کبھی علیک سلیک نہیں ہوئی۔ زندگی موت کا علم نہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں: ”قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی، قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی، قسم ہے مجھ کو حبیب کبریا کی محصویت کی کہ میں اپنے قطعی علم کی بناء پر مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ کو ایک ناپاک انسان سمجھنے میں حق البینین پر قائم ہوں۔ نیز مجھے اس بات پر بھی شرح صدر ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی (سلطان البیان) مقرر سے قوت بیان کا چمن جانا اور دیگر بہت سے امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان، فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں جو کہ خدائے عزیزی کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مقرر یان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

علوہ دیگر واسطوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبان وقتاً فوقتاً آپ کے گھناؤنے کردار کے بارہ میں عجیب و غریب انکشافات اس عاجز پر ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ کے ایک مخلص مرید محمد صدیق شمس نے بارہا میرے سامنے خلیفہ کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے کے بارہ میں بہت سے دلائل اور ثبوت اور خلیفہ کے پرائیویٹ خط پیش کئے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میرے بیان بالاباکی صحت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مبالغہ کے لئے تیار ہوں۔“ (احقر العباد، عبدالجبار اکبر مکان نمبر ۵، بلاک ڈی ٹی میل روڈ لاہور)

عتیق احمد فاروقی مبلغ کا حلیفہ بیان

”میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات مجملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک وجہ اعظم خلیفہ کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں۔ بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار ہے۔ اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تصفیہ کے لئے مبالغہ کرنا چاہیں تو میں بطیب خاطر میدان مبالغہ میں آنے کے لئے تیار ہوں۔“

(فقط: خاکسار عتیق احمد فاروقی سابق مبلغ جماعت احمدیہ قادیان)

علی حسین کی شہادت

علی حسین بیان کرتے ہیں: ”میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتوں کا کام ہے۔ مندرجہ ذیل شہادت لکھتا ہوں۔ بیان کیا مجھے میری والدہ

صاحب نے کہ میں خلیفہ مرزا محمود احمد کے رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان محرم لڑکیوں پر عمل مسریرم کر کے انہیں سلا دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے کانٹے تب بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔

۲..... ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں بیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب بیڑھیوں پر اترتے آرہے تھے۔ جب میرے مقابل پہنچے تو انہوں نے میری چھاتی پکڑی۔ میں نے زور سے چھڑائی۔“ (ماخوذ از تاریخ عمودیت ص ۳۶، خاکسار علی حسین)

میاں محمد زاہد (مہبلہ والا) کا اعلان مہبلہ

میاں زاہد میاں عبدالکریم کے چھوٹے بھائی تھے۔ خوب ردجیم، پرکشش شخصیت کے مالک تھے۔ مرزا عبدالحق کے سالے اور مرزا طاہر احمد (سرگودھا والے) کے ماموں تھے۔ اپنی پرکشش شخصیت کی وجہ سے مرزا محمود کی محفل کے ”نورتنوں“ میں تھے۔ انہی کی ہمیشہ سیکھتے تھے۔ جن پر مرزا محمود احمد نے مجرمانہ حملہ کیا تھا۔ اسی بناء پر ”فتنہ مہبلہ والوں“ کا آغاز ہوا۔ میاں صاحب بیان کرتے ہیں: ”خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے اور دنیا پر حقیقت کو بے ثواب اور جملہ برادران اسلامی کی آگاہی کے لئے بذریعہ اشتہار ہذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب کو کبھی چینیچ دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر عائد کردہ الزامات غلط ہیں تو میدان مہبلہ میں آ کر اپنی روحانیت، صداقت کا ثبوت دیں۔ مگر خلافت مآب نے آج تک اس چینیچ کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر اتمام حجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ قادریان کو چینیچ دیتا ہوں کہ ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن پر الزامات کے خلاف دعا مہبلہ کریں تاکہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ سچے کی زدگی میں ہلاک ہو جائے اور دنیا میں اس مہبلہ کے نیچے میں حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔

کیا میں امید کروں کہ آنحضرت ﷺ کی ممانکت کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو مجروح کرنے والا اور تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کے مصداق ہونے کا دعویٰ دار اس دعوت مہبلہ کو قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا۔

ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے۔ جس کے قائم مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے۔ جس کو آپ بعد آنحضرت ﷺ حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ خلیفہ یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مہبلہ جائز نہیں۔“

”مہبلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور عین پر بنیاد رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔“ (اخبار الحکم، خلیفہ قادیان کا ایک سابق مرید محمد زاہد اخبار مہبلہ قادیان)

حافظ عبدالسلام کی حلیفہ شہادت

حافظ عبدالسلام تقسیم ہند سے قبل ہی قادیان کو چھوڑ آئے تھے۔ بائیس بازو کی مشہور شخصیت تھے۔ قادیان سے آنے کے بعد مزدور راہنما بنے۔ کئی دفعہ جیل میں گئے۔ اپنے موقف پر مستقل مزاجی سے قائم رہے۔ جب فیض احمد فیض روس گئے تو سلام صاحب بحیثیت سیکرٹری کے ساتھ گئے تھے۔ اوکاڑہ کی طوں میں مزدوروں کی قیادت کی۔ اس قسم کا انقلابی شخص کسی پر غلط بہتان نہیں باندھ سکتا۔ مرزا محمود احمد کے بیٹے مرزا غلیل احمد کے ساتھ بہت گہرے مراسم تھے۔ ان کی شہادت پڑھے: ”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جو جبار اور قہار ہے جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتوں اور مردود کا کام ہے۔ حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک مرزا گل محمد رئیس قادیان کے گھر میں رہا۔ اس دوران میں کئی مرتبہ مسماۃ عزیزہ بیگم کے خطوط خفیہ طریقے سے ان کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہ ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا خلیفہ محمود کے پاس لے جاتا رہا۔ خلیفہ مذکور بھی اس طریقہ سے اور ”ہدایت بالا“ کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔ اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستے سے لے جاتا رہا۔ جب کہ اس کا خاندان کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آ جاتی تھی۔ میں بہو جب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔ ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خلیفہ کا چال چلن خراب ہے اور میں ہر وقت ان سے مہبلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

حافظ عبدالسلام پسر حافظ سلطان حامد خان صاحب استاد میاں ناصر احمد۔

غلام حسین احمدی کا حلیفہ بیان

”میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت صاحب (یعنی مرزا محمود احمد) کو صادقہ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔“

(غلام حسین احمدی)

شیخ بشیر احمد مصری کی شہادت

شیخ بشیر احمد مصری، عبدالرحمان مصری کے صاحبزادے تھے۔ خوبصورت، وجیہہ اور

مردانہ حسن کے مالک تھے۔ انہی کی معرفت عبدالرحمان مصری کی مرزا محمود احمد کے کردار کا علم ہوا تھا۔ ان کی ہمشیرہ امہ الرحمان صاحبہ جو محکمہ تعلیم سے ایک اعلیٰ عہدے سے سبکدوش ہوئی تھیں بھی مرزا محمود احمد کی سیدہ کاری میں پھنسی ہوئی تھیں۔ ساری عمر شادی نہ کی، زندہ ہیں۔ بشیر احمد کو انجمن احمدیہ اشاعت لاہور (لاہوری جماعت) نے دو ٹنگ کی مسجد کا امام بنایا۔ بشیر نے دو ٹنگ مشن کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ بشیر نے تمام واقعات کے چشم خویش گواہ ہیں۔ بشیر کے والد عبدالرحمان مصری کے تاریخی خطوط اس کتاب میں پڑھیں گے۔ یہی خطوط احمدیوں کے لئے اہتمام حجت ہیں۔ اب شہادت پڑھے: ”میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا بشیر الدین محمود کو چشم خود زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔“

شریابنت شیخ عبدالحمید کا بیان

حکیم عبدالوہاب بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحمید ایڈیٹر ریلوے کی بیٹی اور عبدالباری سابق ناظر بیت المال قادیان کی ہمشیرہ شریا اور مرزا محمود کی بیٹی ناصرہ بیگم آپس میں سہیلیاں تھیں۔ شریا ایک دن اپنی سہیلی کو ملنے ”تصر خلافت“ گئی تو رات کو وہیں سو گئی۔ مرزا محمود نے بیٹی کی موجودگی ہی میں اس سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ شریا نے ہا قاعدہ مقابلہ کیا تو مرزا محمود نے بہانہ بناتے ہوئے کہا: ”مجھے غلط نہیں ہوئی ہے۔ میں سمجھا میری اہلیہ ہیں۔“ شریا نے جواب دیا ”سہیلیاں تو اکٹھی سو جاتی ہیں مگر وہ بیوی، جس کی باری چوتھے دن آتی ہے کس طرح یہ پسند کر سکتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے پاس جا کر سو جائے۔ پھر بیٹی کی موجودگی میں ایسا کرنا شرافت کی کون سی علامت تھی۔“ شریا نے داہس آ کر اپنی والدہ کو تمام واقعات سے آگاہ کر دیا تو اس کے بعد شریا کے والد شیخ عبدالحمید نے اپنی وصیت منسوخ کر دی اور قادیان آنا جانا ترک کر دیا۔ تقریباً چار سال بعد پھر آنا جانا شروع کر دیا۔ کسی نے پوچھا: ”شیخ صاحب کون سی نئی بات وقوع پذیر ہوئی ہے جو آپ نے آنا جانا شروع کر دیا ہے۔“ شیخ صاحب نے جواب دیا: ”ساری دنیا چھوڑ کر ہم یہاں آئے تھے۔ اب کہاں جائیں۔ اپنا مردہ کون خراب کرے۔ اس لئے ظاہر آئیں نے تعلقات بحال کر لئے ہیں۔“

زکوٰۃ فنڈ اور بد چلنی

عرصہ ہوا ”حقیقت پسند پارٹی“ کی طرف سے مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں کے متعلق ایک حیرت انگیز ٹریکٹ شائع ہوا تھا۔ جس کے ایک لفظ کی بھی تردید کرنے کی قادیانی امت کو ہمت نہیں ہوئی۔ اس میں مرزا محمود کے اس فرمان کو بھی ہدف تنقید بنایا گیا ہے کہ زکوٰۃ براہ

راست ”خليفة“ کے نام آئی چاہئے۔ کیونکہ یہ خاص حق خلافت ہے۔ اسی ٹریکٹ میں مرقوم ہے۔
 ”ہم اپنے قطعی اور یقینی علم کی بناء پر جانتے ہیں کہ خلیفہ کی بہت سی بدکاریوں کا موجب
 یہ طریق عمل ہوا ہے۔ وہ زکوٰۃ کے روپیہ سے ان عورتوں اور لڑکیوں کی مالی امداد کرتے ہیں۔ جن
 سے بدکاری کرتے اور کرواتے ہیں۔“ (خلیفہ یوہ مرزا محمود کی مالی بے اعتدالیوں ص ۳۸)

مبلغین کو شادی کے فوراً بعد بیرون ملک بھیجنے کا فلسفہ

”اس (مرزا محمود) نے اپنے جنون زوج کی تسکین کے لئے اپنی ”عبریت“ کو اپنی
 کوہ ریت میں غرق کر کے عصمت اور حیا کے تصور کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ
 کیا۔ وہ قادیان میں اپنے پرچار کون کو شادی کے بعد معاد دور دراز ملکوں میں بھیج دیتا تھا۔ اس طرح
 ان کی معلقہ بیویاں اس کے لئے کال گرلز (Call Girls) بن جاتیں۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ
 ان مظلوم عورتوں کو اپنے خاندانوں کی غیر موجودگی میں بچوں کی مائیں بنا پڑا۔ اسی طرح نا بیخبر ما
 کے ایک ”مبلغ“ اور واقف زندگی کی بیوی کو یہی سانحہ المیہ پیش آیا۔ ذرا سی لہرائی مگر جہاں جنسی
 معصیت کا دور دورہ تھا۔ وہاں یہ الم ناک حادثہ دب کر رہ گیا۔“ (فتنا کا رخت بہت ص ۳۵)

باب نمبر ۵:

خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری کے خطوط

شیخ عبدالرحمان مصری ۲۵ فی گلبرگ لاہور میں مقیم ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں انہوں نے بانی
 قادیانیت کے ہاتھ پر ہندومت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ مولانا حکیم نور الدین کے سربراہ
 جماعت ہونے کے بعد، وہ عربی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے مصر چلے گئے۔ واپس آ کر
 مدرسہ احمدیہ قادیان کے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں جب مرزا محمود انگلستان یا ترائے کے لئے
 روانہ ہوئے تو شیخ صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ یوں سمجھئے کہ مرزا محمود کی رحیم میں آپ صف
 اول کے لوگوں میں شامل تھے۔ فائنس سے مبرا تو کوئی انسان نہیں ہوتا۔ نہ شیخ صاحب کو اس کا
 دعویٰ ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان پر جنسی یا مالی بددیانتی کا
 کوئی الزام نہ لگا سکا۔ ابتداء میں جب انہیں اپنے بیٹے کے ذریعے مرزا محمود کی بدکرداری کا علم ہوا تو
 انہوں نے اپنے بیٹے کو عاق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر حقائق اپنا آپ منوالیتے ہیں۔ جب انہوں

نے تحقیقات شروع کی تو اعتقاد کی دھند چھنی شروع ہوئی اور وہ حیران رہ گئے کہ یہاں انہیں کی اولاد پر ہاتھ صاف نہیں ہو رہا ہر گھر میں ڈاکہ پڑ رہا ہے۔ اس پر انہوں نے مرزا محمود کو تین پرائیویٹ خطوط لکھے۔ یہ مکاتیب پڑھنے سے خوشتر یہ سمجھتا ضروری ہے کہ یہ ایک ایسے شخص نے لکھے ہیں جو ایک معاشرہ سے تعلقات منقطع کر کے ایک نئے قادیانی ماحول میں آیا تھا اور ایک لمبے عرصہ کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عزت، معاش، اولاد کوئی چیز اس قبائلی نظام میں محفوظ نہیں ہے تو وہ اضطراب اور کرب کی جس کیفیت سے گزرتا ہے اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ وہ خلیفہ کو بدکار اور زانی سمجھتے ہوئے بھی اسے سیدنا کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بعض تحفظات کے وعدہ پر اس ریاست میں اپنی بقیہ زندگی یہ سمجھ کر بھی گزار لینے پر آمادہ ہے کہ میں ایک ایسی ریاست میں رہ رہا ہوں جس کا والی بد چلن ہے۔

یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ ایک مخصوص ماحول میں رہتے ہوئے سماجی و معاشی رشتے انسانی ذہن کی ساخت ایسی بنادیتے ہیں کہ وہ ان علاقوں کے ٹوٹنے کے خوف سے غیر شعوری طور پر اپنے آپ کو ایسے ”دلائل“ سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا ہے، جن کی حیثیت تاریخی حقیقت ایسی بھی نہیں ہوتی۔ مرزا محمود سے تو یہ کام مطالبہ یا بدکاری کے جواز پر کسی سند کا مانگنا ہی قبیل کی چیزیں ہیں۔ قبائلی سماج کے معروف طریقوں کے مطابق مرزا محمود نے ان کے خلاف اپنے ننخواہ دار ملاؤں سے پروپیگنڈا شروع کروادیا۔ انہیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیں اور مریدوں کی توجہ اپنی زنا کاری سے ہٹانے کے لئے اس امر کی تشہیر کی گئی کہ شیخ صاحب موصوف اپنی صاحبزادی کا رشتہ اسے دینا چاہتے تھے۔ مگر جب اس میں ناکامی ہوئی تو الزامات لگانے شروع کر دیئے۔ شیخ صاحب کو جب اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہیں سمجھا آگئی کہ معیشت، ماحول اور لائین یعنی عقائد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مجبور مریدوں سے بچ بولنے اور صداقت کی حمایت کرنے کی توقع کرنا حماقت ہے۔ اس پر انہوں نے چہیں گھسنے کا نوٹس دے کر خلیفہ سے طبعی گئی اختیار کر لی۔ اب آپ وہ خطوط ملاحظہ فرمائیں۔

(نوٹ: یہ خطوط احتساب قادیانیت جلد ۵۸ میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہاں

سے حذف کر دیئے ہیں۔ مرتب!)

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

(نوٹ: یہ فیصلہ بھی دوسری جگہ احتساب میں آ گیا ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف

کر دیا ہے۔ مرتب!)

شیخ مصری صاحب اور میر محمد اسماعیل

مصری صاحب نے مؤلف کو بتایا کہ جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انکشاف پر مرزا محمود کے بارے میں تحقیقات شروع کی تو اس قدر الم انگیز واقعات سامنے آئے کہ وہ حیران رہ گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے مرزا محمود کے ماموں ڈاکٹر میر محمد اسماعیل سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو وہ کہنے لگے: ”حضور سلسلے کا اتنا کام کرتے ہیں، اگر تھوڑی بہت یہ تفریح بھی کر لیتے ہیں تو کیا حرج ہے۔“

شیخ صاحب اور قاضی اکمل

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ: ”جب میں نے خلیفہ صاحب“ کی اہلیہ مریم کی موت کی تفصیلات کے بارہ میں ”پیغام صلح“ میں لکھنا شروع کیا اور یہ بتایا کہ اسکے رحم سے اس قدر پیپ خارج ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی بند نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے چار مرتبہ کفن تبدیل کیا گیا تو اس مضمون کی اشاعت کے بعد قاضی اکمل نے مجھے خط لکھا اور میری تصحیح کرتے ہوئے بیان کیا کہ چار نہیں، پانچ کفن تبدیل کئے گئے تھے۔“

خط و کتابت مابین عبدالرحمان اور مرزا عبدالحق

(نوٹ: یہ تمام خط و کتابت مستقل پمفلٹ کے طرز پر اسی جلد میں دوسری جگہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا۔ مرتب!)

مقبول اختر صاحبہ کا خط مولانا مظہر علی اظہر کے نام

مقبول اختر صاحبہ حکیم قطب الدین صاحب آف بدو ملہی کی عزیزہ ہیں۔ قادیان میں انہیں مرزا محمود کے گھر میں رہنا پڑا۔ وہاں جو کچھ انہیں نظر آیا، وہ انہوں نے مولانا مظہر علی اظہر مرحوم کو لکھ دیا۔ اصل خط میں بعض الفاظ غلط طور پر لکھے گئے ہیں۔ ہم تصحیح کے بغیر انہیں بحیثیت نقل کر رہے ہیں۔

(نوٹ: یہ خط احتساب میں دوسری جگہ موجود ہے۔ اس لئے یہاں سے حذف کر دیا

ہے۔ مرتب!)

فتح بیعت بنام خلیفہ قادیان

(نوٹ: یہ مستقل پمفلٹ احتساب کا جز ہے۔ یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کا خط اپنے ایک دوست کے نام
 آپ کو یاد ہوگا کہ جب تک ہم ریوہ میں رہے، ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست
 رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں، تو کبھی مجلس کے
 مصنوعی تقدس پر کتہ چینی کرنے میں بڑا بلف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ کا اصول ہے کہ۔
 مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں
 اور خود خوب رنگ رلیاں مناؤ، عیش و عشرت میں زندگی بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص
 دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا۔ انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم
 و عدل ہے۔ خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے عزیز تھے۔
 شروع شروع میں میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر وقت دل مختلف افکار کی آماجگاہ
 بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس، دوستوں کے چھڑنے کا غم اور حاسدوں
 کے تیروں کی چھین سبھی کچھ تھا۔ لیکن۔

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغ ندامت

سب سے بڑا معلم انسان کی فطرت صحیح ہے۔ جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو
 استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈگمگانے سے بچاتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر مسخ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ
 روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔
 آمین!

آپ کا ریاض!

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب
 احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں
 نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) نے دو مرتبہ ان سے لواطت کی ہے۔
 ایک دفعہ قمر خلافت میں، دوسری دفعہ ڈھوڑی میں، میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری
 تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی۔ بلکہ نامکمل لکھ کر دی۔

حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں، جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصی علی رسولہ الکریم!

وعلی عبدہ المسیح الموعود

بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد

التماس ہے کہ میں نے آپ کو جو بات بتائی تھی، میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر..... خاکسار: حبیب احمد اعجاز

باب نمبر: ۶

مرزا بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد کے کردار کی ایک جھلک فصح الدین کا بیان منجھلے میاں بشیر احمد کے متعلق

فصح الدین مدرسہ احمدیہ کا ایک حسین لڑکا تھا۔ درمیانہ قد، گندی رنگ، نقش نیلے، ابھرے ہوئے پس اور اعلیٰ گلو کار تھا۔ جب قادیان میں آل انڈیا کبڈی ٹورنامنٹ ہوا تھا تو اس لڑکے نے نظم ”قادیان“ پڑھی۔ تو اپنی خوش الحانی کی وجہ سے بہت مشہور ہوا۔ ویسے تو اپنے حسن اور ابھرے ہوئے پس کی وجہ سے تو پہلے ہی کافی جانا پہچانا تھا تو اس کی شہرت مرزا بشیر احمد کے پاس بھی پہنچی تو اس کو اپنی خلوت گاہ میں بلایا۔ ابھرے ہوئے پس اور موٹے ران دیکھ کر دیوانہ ہو گیا اور اپنی لذت شہوت کے لئے پسند کر لیا۔ بقول فصح الدین پھر..... ”حوض“ کر دی۔ (فصح الدین بہت منہ بھٹ تھا)

فصح الدین نے کہا ایک دن مرزا بشیر احمد نے کہا اور بھی آپ کی طرح کا کوئی لڑکا ہے۔ میں نے جواب دیا بالکل مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت اور موٹی رانوں والا ہے۔ مرزا بشیر احمد نے کہا تو اس کو آج میرے پاس فلاں دروازے سے بھیج دو۔ فصح کہتا ہے میں بورڈنگ میں آیا۔ مشتاق احمد شیخ پوری سے کہا۔ ”حضرت میاں بشیر احمد آپ کو یاد کر رہے ہیں۔“ مشتاق تو پھولے نہ سایا۔ زہے قسمت! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور میں۔ الغرض مشتاق بتائے ہوئے دروازے سے مرزا بشیر احمد کے خلوت خانہ میں داخل ہوا تو ساتھ ہی اس کی عقیدت کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔ اس کے ساتھ جو بیٹی وہ مشتاق ہی جانتا ہے۔

فصح کہتا ہے میں اب مشتاق کا انتظار کرنے لگا۔ وہ آئے تو اس کا حال پوچھوں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد منہ لٹکائے پریشانی کے عالم میں بورڈنگ میں آ گیا۔ میں نے دیکھتے ہی پوچھا سناؤ مشتاق! حضرت میاں بشیر احمد صاحب ”نے کس غرض اور مقصد کے لئے بلایا تھا۔“ مشتاق نے جواب دیا۔ ”بکواس مت کرو۔“ میں نے گالی دے کر کہا۔ مرزا بشیر احمد نے تو میری ”حوض“ کر دی ہوئی ہے۔ تم صرف ایک بار تنگ پڑ گئے ہو۔

فصح الدین نے اس واقعے کے بیان کرنے کے دوران کہا: مرزا بشیر احمد کا حسین بیٹا مرزا حمید بھی مجھ سے لوطی ذوق کی تسکین کیا کرتا تھا۔ ایک دن جب اپنا ذوق شہوت پورا کر چکا تو میں نے کہا آپ کے والد مرزا بشیر احمد بھی مجھے اسی ذوق کی تسکین کے لئے بلایا کرتے ہیں۔ حمید نے کہا میرا نام تو نہیں بتایا۔ فصح کہنے لگا میں نے سرسری طور پر آپ کو بتایا ہے۔ آپ کے نام کا کبھی ذکر نہیں کیا۔

یہ واقعہ فصح الدین نے مجھ سے خود بیان کیا اور یہ بھی بیان کیا تھکلیل پاکستان کے بعد جب کہ میری عمر چاہ اور مستقبل تاریک ہو چکا تھا۔ شکایت کے طور پر میں نے مرزا محمود احمد کو اپنے دکھ کی کہانی لکھی اور ساتھ یہ بھی لکھا میں اب دیکھتا ہوں کہ آپ کیا انصاف کرتے ہیں۔ اس شکایت میں عبدالسلام اختر ایم۔ اے کا بھی ذکر کیا تھا۔ انصاف کیا دینا تھا جب ۱۹۵۶ء میں حقیقت پسند پارٹی والوں نے اخبارات میں مرزا محمود احمد پر الزامات کی بھرمار کر دی تو امور عامہ کا ایک کارکن میرے پاس آیا اور کہا۔ مجھے مرزا بشیر احمد کے اعلیٰ کردار کا مالک ہونے کے بارے میں چند سطور لکھ دو۔ میں نے کہا۔ بھئی میری چند سطور لکھنے سے بھلا مرزا بشیر احمد کا اخلاقی رتبہ کیا بڑھے گا۔ میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں۔ کسی عالم فاضل واقف کار سے لکھو ایسے۔ کہنے لگا نہیں آپ ہی لکھ کر دیں۔

فصح الدین کہنے لگا۔ بھلا ان کارکنوں اور بیچنے والوں سے کوئی یہ پوچھے کہ جو مجھ سے لکھوار ہے ہو۔ یہ بات خود مرزا بشیر احمد کے حقیقی روپ کو ظاہر کر رہی ہے۔

لکھتے ہاتھ مغل شہزادہ حمید احمد کا ایک مزید واقعہ سن لیجئے۔ وہ لوطی فضل کے لحاظ سے قادیان میں مشہور تھا اور سکول کالج اور ہوسٹل کے ارد گرد منڈلاتا رہتا تھا۔ منظور احمد میاں جنوں کا ایک حسین لڑکا تھا۔ قادیان میں پڑھتا تھا۔ جو ”بلیک بیوٹی“ کے نام سے مشہور تھا۔ گورنگ ذرا سنوا تھا۔ لیکن نقش جیسے، آنکھیں موٹی، ران ابھرے ہوئے تھے۔ لوطی ذوق والے شخص کو اپنی زلف محبت کا اسیر بنا لیتا تھا۔ مرزا حمید احمد کی بھی اس پر نظر پڑی تو فریفتہ ہو گیا۔ منظور احمد نے ایک دوست سے بیان کیا کہ میرے پیچھے گرمیوں کی رخصتوں میں میاں جنوں تک آیا۔

ضمنی طور پر مرزا حمید کا ذکر صرف اس وجہ سے کیا ہے تاکہ ایک قاری قادیان کی فضا سے واقف ہو سکے اور احمدی حقیقت حال سے واقف ہو سکیں اور ان کی آنکھوں سے اندھی عقیدت کی پٹی اتر جائے۔ کسی کی بدنامی مقصود نہیں۔ صرف مقصد اظہار حقیقت ہے۔

اہلیہ جناب عبدالرب خاں اور مرزا بشیر احمد

عبدالرب خاں حال فیصل آباد، بیان کرتے ہیں کہ: ”ہم مرزا بشیر احمد المعروف ”قمر الانبیاء“ کے گھر میں رہ رہے تھے کہ ایک رات کو آندھی سی آگئی۔ سب افراد خانہ کمرؤں میں جانے لگے۔ میری اہلیہ مرحومہ برآمدے سے گزر رہی تھیں کہ میاں بشیر سامنے سے آگئے اور انہوں نے میری اہلیہ کو چھاتوں سے پکڑنا چاہا۔ وہ بڑی غیرت مند خاتون تھیں۔ انہوں نے ایک زنانے دارتھپڑ میاں بشیر کے چہرے پر رسید کیا۔ جس سے وہ دہرے ہو گئے۔ صبح کے وقت انہوں نے مجھے ناشتے پر بلایا۔ میں نے انہیں اس بد معاشی پر ڈانٹا تو وہ کہنے لگے، رات آندھی تھی، کچھ مجھے نزلہ کی شکایت بھی تھی۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ شاید میری بیوی ہیں۔ ابھی انہوں نے اتنا ہی کہا تھا کہ میری اہلیہ اوپر سے آگئیں اور انہوں نے ایک دوہتر میری پشت پر رسید کیا اور کہا: چلو اٹھو، تم اس بد معاش کے پاس بیٹھے ہوئے ہو۔“

مرزا بشیر احمد کا خوب روغیور سے معاشرت

حکیم عبدالوہاب عمر کا بیان ہے کہ مرزا بشیر احمد المعروف ”قمر الانبیاء“ ایک پٹھان لڑکے غیور میں بری دلچسپی لیا کرتے تھے اور ٹی آئی ہائی سکول قادیان میں انہوں نے پارٹیشن کروا کے غیور کے لئے ایک علیحدہ کمرے کا اہتمام بھی کر دیا تھا۔ غیور، میاں بشیر کا بہت ہی حسین و جمیل لڑکا تھا۔ میاں کو اسے دیکھے بغیر چین نہ آتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میٹرک کا امتحان دینے کے لئے نکلا گیا اور پھر امتحان ختم ہونے کے بعد قادیان واپس پہنچا۔ آدھی رات کا عمل تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ میاں کو پتہ لگا تو انہیں آتش شوق نے بے قرار کر دیا اور وہ بارش میں بھیجتے ہوئے غیور کے کمرے کی کھڑکی کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور کافی دیر اس سے گفتگو کرتے رہے۔ میاں بشیر کا ارادہ تھا کہ غیور کی شادی، صاحبزادی ناصرہ بیگم سے کروادیں۔ مگر خلیفہ راضی نہ ہوئے۔ اس پر میاں بشیر احمد نے خان بہادر دلاور خان سے غیور کے لئے سلسلہ جنابی کی۔ خان مذکور نے اپنی سوانح میں لکھا ہے کہ میں نے اس لڑکے کے بارہ میں تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ منشیات کا عادی ہے۔ اس پر میں حیران ہوا کہ میاں بشیر نے ایسے لڑکے کے بارہ میں سفارش کیوں کی۔ غیور معروف و مجہول ہر رنگ میں طبع آزمایا۔ منشیات کا عادی ہو گیا اور پھر انہی وجوہ کی بناء پر راضی ملک عدم ہوا۔

مرزا شریف احمد ابن مرزا غلام احمد کے کردار کی ایک جھلک عبدالکریم کی شہادت

۱..... عبدالکریم ٹھیل روڈ لاہور کے والد محترم مرزا شریف احمد کے گھر میں خاناماں کے طور پر کام کرتے تھے۔ اس وجہ سے ان کا بچپن مرزا شریف احمد کے گھر میں گزرا۔ انہوں نے متعدد افراد کے سامنے اور خود مولف کے سامنے متعدد مرتبہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ شام کے دھند لکے میں مختلف کمروں میں شمعیں روشن کر رہے تھے کہ انہیں ایک کمرے سے کچھ آوازیں سنائی دیں۔ کمرے کے اندر گئے تو وہاں مرزا شریف احمد استانی میوند کی صاحبزادی صادقہ کے ساتھ مصروف پیکار تھا۔ دروازہ کھلا تو صادقہ کی جان میں جان آئی اور میاں شریف بھی آہستہ سے کھسک گیا اور صادقہ نے ان کا شکریہ ادا کیا۔

۲..... یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ فوج سے ایک گونہ تعلق رکھنے کی وجہ سے میاں شریف کو گاہے ماہے اپنا لے جانے کا موقع ملتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ایک خوبصورت بے ریش، امرہندو لڑکے جگدیش کو بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک اس کے ساتھ بدو میت کے واقعات لوگوں کی زبان پر آتے رہے۔

۳..... ایک دفعہ موصوف نے بیان کیا کہ ایک دن مرزا شریف احمد کی بیٹی امتہ الودود سے اس کی سبیلی صادقہ ملنے آ گئی۔ مرزا شریف احمد اس لڑکی کو دیکھ کر ایک قد آور شیشہ کے سامنے بالکل عریاں کھڑے ہو گئے اور ناشائستہ حرکتیں شروع کر دیں۔ جب امتہ الودود نے اس نازیبا حرکت کو دیکھا تو مارے صدمہ اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی۔ کوئی قاری اس پر کئی سوال اٹھا سکتا ہے۔ کیا عبدالکریم نے خود مرزا شریف احمد کو عریاں کھڑے دیکھا تھا۔ یا عبدالکریم کے خاندان کے کسی فرد نے یہ حرکت دیکھی۔ جب عبدالکریم نے مجھ سے یہ بات بیان کی تو میں نے اس سے مزید سوالات نہیں کئے تھے۔ اس کو یہ خبر کیسے اور کہاں سے ملی۔ جو لوگ مرزا شریف احمد کے کردار کو

۱۔ قادیان میں یہی مشہور تھا کہ امتہ الودود کے دماغ کی رگ کسی صدمہ سے پھٹی ہے۔ اس عقدہ کو عبدالکریم نے پاکستان میں آ کر کھولا۔ حامی صاحب نے امتہ الودود کی موت کو کالج کے تالاب میں ڈوبنے سے تعبیر کیا ہے۔ میں نے وہاں بھی شک کا اظہار کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ حامی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ تالاب میں غلام رسول پٹھان کی بیٹی ہی ڈوبی گئی تھی۔

جاننے ہیں۔ ان سے اس قسم کی حرکت بعید نہیں۔ نشہ کرتے تھے۔ نشہ کا بڑا لگواتے تھے۔ حقیقت میں مرزا شریف احمد کا کردار اپنے بھائی مرزا محمود احمد سے بھی زیادہ غلیظ ناپاک اور ناقابل یقین تھا۔ اکثر قادیان میں یہ ہوا ہے کہ کوئی لڑکی مرزا شریف احمد کو دیکھ کر پردہ کر لیتی تو جب پاس سے گزرتی تو اس کو پکڑ کر منہ سے پردہ الگ کر دیتے اور کہتے مجھ سے کیا شرم محسوس کرتی ہو۔ اگر پسند آجاتی تو اپنے گھر لے جاتے۔

میں نے ریکارڈ کے طور پر اس بیان کو لکھ دیا ہے۔ ممکن ہے اس کی تصحیح کسی دوسرے ذریعہ سے بھی ہو جائے۔ عبدالکریم جماعت احمدیہ ربوہ سے الگ ہو گئے تھے۔ الگ ہونے کی وجہ حلقہ یہ بیان کی کہ ایک دفعہ موصوف نے رویاء میں مرزا محمود احمد کو ایک گندی نالی سے کتے کی طرح چپ چپ کرتے پانی پیتے دیکھا ہے۔ موصوف نے بیان کیا کہ وہ مرزا محمود احمد اور دیگر افراد خاندان کی بدکرداری سے قادیان سے واقف تھا۔

باب نمبر: ۸

مرزا ناصر احمد ابن مرزا محمود احمد سربراہ ثالث جماعت احمدیہ ربوہ

مرزا ناصر احمد ”خليفة الثالث“ کے متعلق چند حقائق

چوہدری عبدالحمید صاحب سھو والی ضلع نارووال اور محکم چوہدری محمد اشرف محکم ٹی۔ آئی کالج کے بیانات:

چوہدری عبدالحمید صاحب سھو والی ضلع نارووال ٹی۔ آئی کالج قادیان کے محکم تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ایک دفعہ میری ان سے اتفاقاً لاہور میں ملاقات ہو گئی۔ میں نے ان سے مرزا ناصر احمد کے کردار سے متعلق پوچھا (اس وقت مجھے مرزا محمود احمد کی بدچلنیوں کا علم ہو چکا تھا) موصوف نے کہا: ”بلیک بیوٹی“ کو جانتے ہو میں نے کہا بخوبی تعلیم الاسلام کالج میں پڑھتا تھا۔ عبدالحمید صاحب نے کہا مرزا ناصر احمد اس میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ اپنے دفتر میں بھی بلا لیا کرتے تھے۔ جب کہ ان کے دفتر میں کسی پروفیسر کو بھی جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ ایک دن چند لڑکوں نے بلیک بیوٹی سے پوچھا۔ یار! میاں صاحب آپ کے ساتھ بڑا پیار کرتے ہیں۔ دفتر میں بھی بلا لیتے ہیں۔ آپ کو بہت لفٹ دیتے ہیں۔ خیر ہے۔ بلیک بیوٹی بڑی سادگی سے کہنے لگا۔ یار کچھ بھی نہیں۔ صرف بوس و کنار کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھی آغوش میں بٹھا کر پیار کر لیتے ہیں۔

قارئین کی دلچسپی کے لئے بلیک بیوٹی سے متعلق مزید چند سطور لکھتا ہوں۔ بلیک بیوٹی اپنے حسن و زیبائش میں قادیان کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھی اور اسی نام سے مشہور تھا۔ قادیان میں بعض شخصیات اپنے وضعی ناموں سے مشہور تھیں۔ کئی لوگ ان کے ذاتی ناموں سے بھی ناواقف ہوتے تھے۔ مثلاً مولوی جٹ (مولوی عبدالرحمن ہیڈ ماسٹر مدوسہ احمدیہ) مولوی خشکی (مولوی ظہور الحسن) ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں سینئر بھی رہا تھا۔ ڈاڈا (عبدالحمید) سید صاحب (محافظ مرزا محمود احمد) لاہوری (رفیق احمد) وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ میں اس محترم کے نام سے ناواقف ہوں۔ اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے حسن کی نعمت سے نوازا تھا۔ گورارنگ ذرا گندی تھا۔ کسی حد تک سیاہی مائل تھا۔ لیکن اعضاء کی موزونیت اور اعتدال کی وجہ سے حسن کا ایک شاہزادہ تھا۔ انگ انگ سے رعنائی چمکاتی تھی۔ عجیب موٹی نیم وا اکھیں تھیں۔ (جن میں مستی چھائی رہتی تھی) خوبصورت کپڑے زیب تن کرتا تھا۔ بلا کاغزہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اپنے حسن پر نازاں ہے۔ جب ہاسٹل (واقعہ محلہ دارالعلوم) سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے اٹھی آتا تو اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے لڑکیاں اپنے گھر کے دروازے کی اوٹ میں کھڑی رہتی تھیں۔ گویا وہ جیتا جاگتا قادیان میں ایک فتنہ حسن تھا۔

محمد اشرف صاحب کا اپنے قلبی دکھ کا اظہار

محمد اشرف گورداسپور کے کسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ ٹی۔ آئی کالج کا طالب علم تھا۔ جسیم اور خوبصورت تھا۔ کبڈی کا کھلاڑی بھی تھا۔ مرزا ناصر احمد کا بہت ہی چھپتا تھا۔ اس کو بھی ایک لڑکے جمید سے پیار ہو گیا۔ مدتوں ہاسٹل میں اکٹھے ہی سوئے رہتے تھے۔ ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ اس وجہ سے نالاں تھا۔ اس بناء پر سپرنٹنڈنٹ سے اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ اشرف تمامیاں صاحب کا چھپتا۔ جب بات انتظامی لحاظ سے سنگین ہوئی تو مرزا ناصر احمد اشرف کو اپنے گھر میں لے گیا۔ کوٹھی کا ایک کمرہ سجا کر دے دیا۔ ساتھ ہی اچھے دسترخوان کا بندوبست ہو گیا۔ دراصل گھر میں لے جانے کی وجہ اپنی بیوی کی ”خدمت“ کروانا تھی۔ مرزا ناصر احمد کی بیوی نواب مبارکہ کی بیٹی تھی۔ ماں کی طرح وہ اس شہوت کا جوالہ تھی۔ اس کی آتش شہوت کو بجھانا مرزا ناصر احمد کے بس کا روگ نہیں تھا۔ مرزا ناصر مولے جسم بدھے اعضاء کا مالک تھا۔ بقول مولوی حکیم عبدالوہاب قوت رجولیت کے لحاظ سے کمزور تھا۔ اشرف چند ہی مہینوں میں چوسا ہوا آم ہو گیا۔ تمام موصوف کو جاننے والے حیران ہو گئے کہ اس جسیم نوجوان کو کیا ہو گیا ہے۔ ممکن ہے رازداں جانتے ہوں۔

بہر حال مجھے قادیان میں اس کی گرتی ہوئی صحت کا راز معلوم نہیں تھا۔ جب تقسیم ہند کے بعد مرزا محمود احمد کی بدچلنیوں کا علم ہوا تو اس وقت اس کے خاندان کے افراد کی بھی بدکاریوں کی کہانیاں سنیں تو پھر اشرف کی صحت کے گرنے کا راز معلوم ہوا۔

دوم اشرف کی زبانی بھی یہ الفاظ سنے۔ ”بڑے مرزا صاحب کی عزت کی وجہ سے تو میری زبان گنگ ہے۔“ یہ دیکھا کلمہ سکر تفصیل تو پڑھ پوچھی کہ وہ کون سے حقائق ہیں جو بڑے مرزا قادیانی کی عزت کی خاطر اپنی زبان پر نہیں لاتے تھے۔ بہر حال اشرف کا ماضی میری آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ وہ یہ کلمہ کہہ کر بیان کر رہا ہے۔ محمد اشرف صاحب ایئر فورس میں کسی اچھے عہدے پر فائز ہو گئے تھے۔ اب معلوم نہیں وہ کہاں ہیں۔ غالباً احمدیت سے تائب ہو چکے ہیں اس کا رپوہ میں آنا جانا کبھی نہیں دیکھا۔ اگر کسی کو اس کا علم ہو تو وہ مجھے علم و عرفان اردو بازار لاہور کے پتہ پر مطلع کرے۔

باب نمبر: ۹

مرزا محمود کے قتل

امتہ الحی کی وفات کا قصہ

امتہ الحی صاحبہ کا پہلے ذکر آچکا ہے تو کرہا خلیفہ کی بدکاریوں کو اجاگر کرنے کے لئے دیوان سنگھ منٹون کو ایک خط لکھا۔ اس خط کا ذکر قادیان میں بھی سننے میں آیا تھا۔ تقسیم ہند کے بعد میں نے محمد شفیع صاحب ایک احراری سے بھی سنا تھا۔ محمد شفیع نے بیان کی کہ ایک دفعہ امرتسر میں دیوان سنگھ منٹون کے گرفتاری کے وارنٹ نکلے تو میرے گھر آئے تو کچھ قیمتی کاغذات دے گئے۔ ایک ڈبیہ بھی تھی۔ منٹون صاحب نے کہا شفیع! اس ڈبیہ کا خاص خیال رکھنا اس میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی بیوی امتہ الحی کا ایک خط ہے۔ شفیع صاحب کہنے لگے۔ منٹون صاحب اپنی رہائی کے بعد اپنی امانت لے گئے۔ شفیع صاحب نے منٹون صاحب سے پوچھا اس خط کا متن کیا ہے۔ کہا مرزا محمود کی بدکاریاں۔

غرض مرزا محمود احمد کو اس خط کا علم ہو گیا تو امتہ الحی کو زہر دے کر مروا دیا گیا۔ امتہ الحی کی والدہ اور اس کے بھائی مولوی حکیم عبدالوہاب، مولوی عبدالاسلام، مولوی عبدالمنان اور دیگر افراد خانہ یہی کہتے ہیں کہ مرزا محمود نے امتہ الحی کو زہر دے کر مروا دیا تھا۔

میر محمد اسحاق کی وفات کا قصہ

میر محمد اسحاق، میر ناصر لڑکے کے تھے اور مرزا محمود احمد کے ماموں، میر صاحب ایک اعلیٰ درجے کا مقرر اور مناظر تھے۔ حدیث کا درس اقصیٰ میں دیا کرتے تھے۔ مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر تھے اور مہمان خانے کے بھی انچارج تھے۔ اعلیٰ مقرر ہونے کی وجہ سے مرزا محمود احمد موصوف کو تقریر کرنے کے لئے سٹیج پر نہیں آنے دیتے تھے۔ مہمان خانہ میں درس قرآن بھی دیا کرتے تھے۔ میر صاحب کی مقبولیت بڑھ جانے کی وجہ سے درس قرآن بھی بند کر دیا۔

مرزا محمود احمد نے ایک جحد کے خطبہ میں مصلح موعود (خدا کا مامور ہونے کا دعویٰ ہے) ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بقول مولوی عبدالمنان عمر چند مخصوص دوست میر محمد اسحاق کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو کہنے لگے۔ لو اب اس بدکار نے بھی مصلح موعود (مامور) ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ نامعلوم یہ خبر مرزا محمود احمد تک کیسے پہنچ گئی۔ سازش سے شاہ ولی اللہ کی زیر صدارت کسی معاملہ پر مشورہ کرنے کے لئے ایک اجلاس بلایا۔ اجلاس کے اختتام پر حاضرین اجلاس کو چائے دی گئی۔ میر صاحب کی چائے میں سم قاتل ملا دیا گیا۔ دفتر سے نکل کر چوک میں آئے ہی تھے کہ گرجان دے دی۔ منہ سے خون جاری تھا۔ ان کے بھائی میر ڈاکٹر محمد اسماعیل کو وفات کا علم ہوا تو موقع پر آئے تو ان کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ ”میرے بھائی کو زہر دیا گیا ہے۔“

سارہ اور ام و سیم پاگل ہو گئیں

کون سی عورت ہے جو یہ پسند کرے کہ اس کا خاندان دوسری عورتوں کے پاس جائے۔ اس سے بڑھ کر اس کا خاندان دوسروں سے ہم بستری پر بھی مجبور کرے۔ سارہ اور ام و سیم بھی ان بد نصیب عورتوں میں سے تھیں۔ جو مرزا محمود احمد کے عقد نکاح میں آئیں۔ پھر ان کی دوسروں کے ہاتھوں عصمت تار تار ہوئی۔ کہ ہا مسلسل گناہ کی زندگی گزارنے کی وجہ سے بقول ڈاکٹر محمد احمد حامی پاگل ہو گئی تھیں۔

۱۔ پھر ناصر لو اب دہلی کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں قادیان کے قریب ایک نہر پر کام کرنے والے مزدوروں پر ہیڈ سپر دائر تھے۔ ملازمت سے سبکدوشی کے بعد قادیان میں ہنری کی دکان کھول لی تھی۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی پہلی بیوی سے جدائی ہو گئی۔ خاندان میں سے کوئی شخص بھی مرزا قادیانی کی بیماری کی وجہ سے لڑکی دینے پر رضامند نہ ہوا تو کسی نے میر ناصر لو اب کی لڑکی سے مرزا قادیانی کی شادی کرادی۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ میر محمد اسحاق اور میر محمد اسماعیل۔

ڈاکٹر محمد احمد حامی کا بیان (روزی کا قتل)

ابوالہاشم کی لڑکی محمد یوسف ٹھیکیدار کے نکاح میں تھی۔ جب ان کی دو بہنوں روزی اور ڈیزی پر مرزا محمود احمد نے مجرمانہ حملہ کیا تو محمد یوسف کی بیوی روزی اور ڈیزی نے سخت احتجاج کیا۔ بعض مواقع پر برملا اس کا اظہار کیا تو مرزا محمود احمد نے محمد یوسف ٹھیکیدار کو بلایا اور کہا۔ اپنی بیوی کو آج ہی ختم کر دو۔ میں تمہاری ایک حسین و جمیل لڑکی کے ساتھ شادی کروادوں گا۔ چنانچہ ٹھیکیدار نے اپنی بیوی کو گولی کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا۔ مقدمہ یہ بنایا کہ میرے بیٹے ظفر (حال امریکہ) سے گولی چل گئی ہے۔ لہذا مقدمہ رفع دفع ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد خان فرزند علی کی لڑکی سے اس کی شادی کر دی گئی۔ ظفر آج کل امریکہ میں کسی جگہ مقیم ہے۔ احمدی اس سے تصدیق کروا سکتے ہیں۔ یا ظفر اس کی خود شہادت کی تصدیق یا تکذیب کر سکتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین ملتانی کا قتل

جناب عبدالرحمان مصری کے ساتھ مولانا فخر الدین ملتانی نے بھی جماعت سے خروج کیا۔ بدکرداری کے الزامات لگائے۔ فخر الدین ملتانی کے گھر ہی مرزا محمود احمد کے خلاف پمفلٹ اور لٹریچر شائع ہوتا تھا۔ مرزا محمود احمد کو اطلاع ملی کہ ”فحش مرکز“ کے نام کا ایک اشتہار شائع ہو رہا ہے تو اپنے خطبہ میں جماعت کا اشتعال دلایا۔ چنانچہ ایک عزیز احمد نامی شخص نے جوش میں آ کر فخر الدین ملتانی پر قاتلانہ حملہ کیا۔ ۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ جس کا اقرار جج صاحب نے بھی کیا کہ فخر الدین ملتانی کی موت اشتعال انگیز خطبہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔

باب نمبر: ۱۰

مرزا محمود کا عبرتناک انجام

مرزا محمود احمد کی بیماری کے آخری دس سالوں کی کہانی بزبان سید شہود احمد سید شہود احمد (شودی) سید خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ یہ خاندان رشتے دار یوں کی وجہ سے مرزا محمود احمد کے خاندان کا حصہ ہی سمجھا جاتا ہے۔ ام طاہر اسی خاندان کی مظلوم عورت تھی۔ جس کا بیٹا طاہر احمد جماعت احمدیہ ربوہ کے چوتھا سربراہ بنا۔ ضمنی طور پر یہ بیان کرتا چلوں۔ سید خاندان کے اکثر افراد مرزا محمود کی بدکاریوں کی وجہ سے پاکستان سے باہر جا کر جماعت سے الگ ہو چکے ہیں۔ بلکہ وہ مرزا محمود احمد کی بدکاری کی اشاعت کے مبلغ ہیں۔ گورشتے کی وجہ سے

لکھنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ ایک وقت آئے گا انہی کی قلموں سے اس قسم کی کتابیں منصفہ شہود پر آئیں گی۔

سید شہود احمد مرزا محمود احمد کی بیماری کے آخری دس سالوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تو میں نے مرزا محمود احمد کی زندگی کے آخری سالوں میں دیکھ لیا تھا۔ مرزا محمود وہی طور پر بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔ جسم سسڑ گیا تھا۔ زبان گنگ تھی۔ جسم زخموں سے بھرا ہوا تھا۔ زخموں سے بدبو آتی تھی۔ کوئی آدی پاس کھڑا نہ ہو سکتا تھا۔ کبھی کبھی اپنا گند منہ پر بھی مل لیتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے ہاتھ باندھ دیئے جاتے۔ ہر وقت سردائیں ہائیں ہلاتا رہتا۔ خاندان کے تمام افراد کو اتنی نفرت تھی اس کے کمرہ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ بیویاں تو بالکل ہی چھوڑ چکی تھیں۔ جو ملازم خدمت کے لئے رکھا تھا وہ بھی بدبو کی وجہ سے ناک پر کپڑا رکھ لیتا۔ مشکل سے خوراک کھلاتا۔ کمرے اور بسترے کی صفائی کرتا۔ ڈوکی پر کیا عذاب تھا۔ وہ بیچارا سہاروں سے چل پھر تو سکتا تھا۔ یہ بد بخت تو اپنے پاؤں زمین پر بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ جب لوگوں کو ملاقات کروانی ہوتی تاکہ ان کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالا جاسکے۔ مرزا محمود کو بیہوشی کا ٹیکہ لگا دیا جاتا۔ تمام جسم پر سفید چادر ڈال دی جاتی اور منہ پر میک اپ کر دیا جاتا۔ خوشبو اٹھ لی جاتی۔ ہدایت ہوتی کہ روپے چھینکتے جاؤ اور چار پائی کے پاس سے گزرتے جاؤ۔

ایک دفعہ چوہدری محمد ظفر اللہ ملاقات کے لئے گئے۔ ملاقات کیا کرتی تھی صرف بیماری کی کیفیت معلوم کرتا تھی۔ ان کی ملاقات سے پہلے ٹیکہ لگا دیا گیا۔ خوشبو لگائی گئی۔ میک اپ کیا گیا۔ ملاقات کے بعد چوہدری صاحب نے تقریر کی اور کہا میں نے حضور کی جو ناگفتہ بہ حالت دیکھی میں اس کو بیان نہیں کر سکتا۔ یہ ہمارے بد اعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ (گویا مرزا محمود احمد ہمارے گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں۔ یہ وہی عیسائیوں کا بد عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح ہمارے گناہوں کا بوجھ اٹھا کر صلیب پر چڑھ گئے) یہ تقریر مرزا رفیع احمد کی زیر صدارت ہو رہی تھی۔ تقریر کے بعد صدارتی تقریر میں مرزا رفیع نے حاضرین کو متنبہ کیا کہ ”حضور“ کی بیماری کے متعلق چوہدری صاحب تو تبصرہ کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی دوسرے کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔

خلیفہ محمود خود اپنی بیماری سے متعلق لکھتا ہے: ”مجھے پرفانج کا حملہ ہوا اور اب میں پاخانہ پیشاب کے لئے بھی امداد کا محتاج ہوں۔ دو قدم بھی چل نہیں سکتا۔“ (الفضل مورخ ۱۲ مارچ ۱۹۵۵ء) ”۲۶ فروری کو مغرب کے قریب مجھ پر ہائیں طرف فانج کا حملہ ہوا اور تھوڑے وقت کے لئے میں ہاتھ پاؤں سے محذور ہو گیا..... دماغ کا عمل معطل ہو گیا اور دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔“

”میں اس وقت بالکل بیمار ہوں اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا۔“

(افضل مورچہ ۲۶ اپریل ۱۹۵۵ء)

ڈرامرزا محمود احمد کی بیماری کا جائزہ ڈاکٹر اسماعیل کے اس بیان کی روشنی میں لیجئے تو مرزا محمود احمد کی بدکاری کا الزام خود ثابت ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں: ”بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو چند دن بھی عیاشی میں پڑ جائیں وہ وہ ہو جاتے ہیں۔ جنہیں انگریزی میں (Wrech) کہتے ہیں۔ ایسے انسان کا دماغ کام کارہتا ہے نہ عقل درست رہتی ہے۔ نہ حرکات صحیح طور پر کرتا ہے۔ غرض سب توئی اس کے برباد ہو جاتے ہیں اور سر سے لے کر پیر تک اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عیاشی میں پڑ کر اپنے آپ کو برباد کر چکا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں ”الزنا ینخرج البناء“ کہ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔“

(افضل مورچہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۷ء)

بقول میاں عبدالمنان عمر جب خلیفہ کو مشہور ڈاکٹر جماکے پاس طبی معائنہ کے لئے لے جایا گیا تو کسی نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ خلیفہ کو کیا بیماری ہے تو ڈاکٹر نے کہا: ”یہ بیماری کسی شریف آدمی کو نہیں لگتی۔“

مرزا محمود جس کربناک موذی اور دکھ دینے والی بیماری میں مبتلا ہوا تھا وہ ان کی بدکاری اور سیرکاری پر ایک واضح برہنہ اور قاطع دلیل ہے۔

باب نمبر ۱۱

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار اور مستقبل

جماعت احمدیہ کا فکری انتشار

جماعت احمدیہ شروع سے ہی فکری انتشار کی شکار ہے۔ بعض لوگ مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور بعض مجدد اور مصلح۔ جب مولوی نور الدین مرزا قادیانی کے حلقہ ارادت میں آئے تو ہزاروں لوگ مولوی کے علم اور عقیدت کی وجہ سے جماعت میں داخل ہو گئے۔ بعض وہ بھی لوگ تھے جو جماعت میں تو داخل نہ ہوئے لیکن جماعت کے ساتھ عقیدت ضرور رکھتے تھے۔ یہ لوگ مولوی نور الدین کو مرزا غلام احمد پر فضیلت دیتے تھے۔ جیسا کہ مرزا خدا بخش نے اپنی کتاب مصلح مصلیٰ میں مولوی نور الدین کے ذکر کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب مرزا قادیانی کی زندگی میں

ہی چھپ گئی تھی۔ مرزا قادیانی کے آخری سالوں میں یہ فکری انتشار مزید بڑھ گیا تھا۔ مرزا قادیانی کی وفات کے بعد مولوی نور الدین پہلے سربراہ جماعت متفقہ طور پر منتخب ہو گئے۔ مولوی کے دور سربراہی میں ہی جماعت فکری لحاظ سے دو گروہوں میں بٹ گئی۔ ایک گروہ کا قائد مرزا محمود احمد اور دوسرے گروہ کے خواجہ کمال الدین تھے۔ مرزا محمود کے رشتہ داروں (نواب محمد علی، میر محمد اسحاق، میر ناصر وغیرہ) نے مولوی نور الدین پر دباؤ ڈالا کہ اپنے بعد مرزا محمود احمد کو جماعت کا سربراہ نامزد کر دیں۔ مولوی نور الدین، مرزا محمود احمد کی سیاہ کاریوں سے واقف ہو چکے تھے۔ نامزد کرنے سے انکار کر دیا تو پھر مرزا محمود احمد اور ان کے رفقاء نے جماعت کی سربراہی کے حصول کے لئے ایک تنظیم قائم کر لی۔ جس کا نام ”انصار اللہ“ رکھا۔ ایک اخبار ”الفضل“ جاری کیا۔ چندے لیتا شروع کر دیئے۔ ایک مضبوط تنظیم قائم کر لی۔ اس تنظیم میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ ان نوجوانوں کا قائد فتح محمد سیال تھا۔ میر ناصر نواب نے ہندوستان کی تمام جماعتوں میں جا کر اپنے نواسے محمود کی خلافت کا پروپیگنڈا کیا۔ اس کے ساتھ مولوی نور الدین کے متعلق یہ ریماں کس بھی دینے کہ یہ تو بھیرہ کا نائی ہے اور جماعت کے کلڈوں پر پل رہا ہے۔ مرزا محمود کے سامنے اس کی علمی اور روحانی حیثیت ہی کیا ہے؟ جو لوگ مولوی نور الدین کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے وہ بددل ہو گئے۔ جب مولوی نور الدین فوت ہوا تو بقول میر محمد اسحاق ”نور دینے“ جماعت سے الگ ہو گئے۔ میں ان خاندانوں کے ناموں کا ذکر نہیں کرتا۔ اب ان کا پاکستان کی سیاست اور ملازمتوں میں ایک نام ہے۔ جماعت سے علیحدگی اس فکری انتشار کا نتیجہ تھی۔ اس کے علاوہ خلافت کا جھگڑا بھی فکری انتشار کی وجہ سے ہوا تھا۔ مولوی نور الدین کے شاگردوں (مولوی محمد علی، مولوی صدر الدین، خواجہ کمال الدین وغیرہ) نے مرزا محمود احمد کو بد اعتقادی اور بد کاری کی وجہ سے سربراہ جماعت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار ان کو قادیان سے نکلنا پڑا یا ان کو زبردستی نکال دیا۔ وہ لاہور میں آ گئے۔ ان کے سامنے دو راستے تھے یا اپنے اپنے روزگار تلاش کر کے اپنی زندگی گزاریں یا جماعت بندی کریں۔ ان نوجوانوں نے دوسرا راستہ ”جماعت بندی“ کا اختیار کیا اور اپنے ہم خیال اور ”نور دینے“ اکٹھے کئے۔ احمدیہ جماعت لاہور کی بنیاد رکھ کر کام کرنا شروع کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود احمد کو علم ہی نہیں تھا کہ یہ نوجوان الگ جماعت بندی کر لیں گے۔ اگر ان کو علم ہوتا اس کے بالمقابل ایک جماعت قائم ہو جائے گی تو ان نوجوانوں کو اپنی بیعت میں نہ لیتے ہوئے بھی قادیان میں ہی جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی ترجیح دیتا۔ اس طرح جماعت احمدیہ (قادیانیت) دو گروہوں قادیانی اور لاہوری میں بٹ گئی۔ یہ گروہ بندی بھی فکری انتشار کی وجہ سے ہوئی تھی۔

قادیاںی گروہ میں کئی قسم کے لوگ ہیں۔ بعض وہ لوگ تھے اور ہیں جو مرزا محمود احمد کو بدکار اور بداعتقاد مانتے تھے اور ہیں۔ صرف معاشرتی اور مالی مجبور یوں کی وجہ سے جماعت میں شامل رہے۔ مثلاً بابا غلام فرید (ایم۔ اے انگلش) انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ ریویو آف ریپبلک کے ایڈیٹر اور انگلستان میں احمدیہ مشن کے انچارج بھی رہے ہیں۔ چوہدری عبدالرحمان (جٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر رہے ہیں) محمد حنی فاضل (پٹھان تھے۔ مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھے۔ عربی ڈکشنری مرتب کی تھی) چوہدری حاکم علی (چک نمبر ۹ شمالی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ انہی کی بیوی نے مرزا محمود احمد کے منہ پر پتھر مارا تھا) مذکورہ ٹولے کا یہ کام تھا کہ عصر کی نماز کے بعد اکٹھے ہوتے اور ریلوے اسٹیشن کی طرف سیر کو نکل جاتے۔ خلیفہ کی بدکاریوں کا ذکر ہوتا۔ مرزا محمد حسین صاحب بی کام کہتے ہیں کہ ان اصحاب کے ساتھ وہ بھی سیر کرنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں نے بابا غلام فرید سے مخاطب ہو کر کہا۔ دوسروں کی لڑکیوں کا ذکر تو کرتے ہو۔ ان حالات میں تمہاری لڑکیاں کیونکر محفوظ رہ سکتی ہیں؟ ملک غلام فرید نے جواب دیا ایک تو ہم مرزا محمود احمد کی بدکاریوں سے واقف ہیں۔ انہی لوگوں کی بچیاں دام تزدیر میں پھنسی ہیں جن کے والدین محمود کے متعلق اندھی عقیدت رکھتے ہیں۔ ہم بچوں کو خود سکول چھوڑنے جاتے ہیں اور خود جا کر لاتے ہیں۔ سختی سے منع کیا ہوا ہے کہ کسی کے ساتھ کسی جگہ نہیں جانا۔ حتیٰ کہ مرزا محمود نے عورتوں میں درس قرآن جاری کیا ہوا ہے۔ وہی درس قرآن ہی عورتوں کے لئے ایک جال ہے۔ ہماری بچیاں اس درس میں بھی نہیں جاتیں۔ اس جنگل میں شیر سے بچانے کے لئے کچھ طریقے ہی ہیں وہ ہم اختیار کرتے ہیں۔ عبدالرحمان مصری اپنی اندھی عقیدت کی وجہ سے اپنی بچیوں کی عصمت کو تار تار کرا بیٹھے۔ مولوی ابوالعطاء، مولوی جلال الدین شمس (شمس کا خاندان مرزا محمود احمد کی رنگین محفل کا ممبر تھا۔ خصوصاً شمس صاحب کی لڑکی جمیلہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں ایک وکیل سے بیاہی ہوئی ہے)

مولوی نذیر احمد قریشی (جامعہ احمدیہ کے مدرس تھے) چوہدری ظفر اللہ (چوہدری ظفر اللہ خود ان کو فرانس کی نیم عریاں نائٹ کلب میں لے کر گئے تھے جس کا ذکر گزر چکا ہے) چوہدری ظفر اللہ کے بیٹے محمد نصر اللہ اور اعجاز نصر اللہ (چوہدری اعجاز نصر اللہ کے متعلق مزید سن لیجئے چوہدری ربوہ میں شاہ ولی اللہ کے کچے کوارٹر کے پاس رہائش پذیر تھے۔ بقول چوہدری، شاہ صاحب کی لڑکیاں رات کو سونے ہی نہیں دیتی تھیں۔ ایک جاتی ہے دوسری آ جاتی ہے۔ شاہ صاحب کی بچیوں سے ہی اعجاز نصر اللہ کو خلیفہ کے کردار کا علم ہوا تھا اور اپنا وقف توڑ کر بار ایٹ لاء کرنے انگلستان چلے

گئے۔ مرزا محمود احمد کے تربیت یافتہ نوجوان نے انگلستان میں جا کر گل کھلائے۔ اعجاز اپنے دوستوں کو خود یہ کہتا ہے کہ عابد بٹری کی بیوی کو انگلستان کے چاروں کو نے دکھائے۔ (اس وقت اس لڑکی کی عابد کے ساتھ شادی نہیں ہوئی تھی) سید صاحب ابن ڈاکٹر غلام غوث، (مرزا محمود احمد کا مستقل ہاڈی گارڈ)، مولوی عبدالواحد (مدرسہ احمدیہ کے مدرس) میں نے خود تقسیم ہند کے بعد مولوی سے پوچھا تھا۔ کیا آپ کو مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کا علم تھا۔ مولوی نے مثبت میں جواب دیا۔ مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ (جس کی بیوی سیکنہ کاسکینڈل مرزا محمود احمد کے ساتھ مشہور ہے۔ مرزا عبدالحق کے سالے اسی سیکنڈل کی وجہ سے جماعت سے الگ ہو گئے تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے) شاہ ولی اللہ کا تمام خاندان، نواب محمد علی کا تمام خاندان، مولوی نور الدین کا تمام خاندان، مرزا محمود احمد کے تمام بچے بچیاں (جن کی شہادتیں کتاب میں درج ہو چکی ہیں) حافظ مبارک احمد بھیردی (جامعہ احمدیہ کا مدرس) کلاس میں کسی لڑکے نے نقرہ بجی طبع کے لئے سوال کیا۔ حافظ شادی کیوں نہیں کرتے۔ حافظ نے بے ساختہ کہہ دیا اگر کوئی لڑکی غلیفہ سے بچے کی تو ہم بھی شادی کر لیں گے۔ یہ بات مرزا محمود احمد کے کالوں تک پہنچی تو حافظ کو حیدر آباد دکن جانا پڑ گیا۔ تقسیم ہند کے بعد ایک دن بھی ربوہ میں نہیں ٹھہرے سیدھے اپنے آبائی شہر بھیرہ چلے گئے) بھائی محمود قادیانی (ان کا خاندان سرگودھا میں مقیم ہے) کے خاندان کی عورتیں۔ میں یقین سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا بھائی محمود اور ان کا بیٹا مسعود، مرزا محمود احمد کی بدکاری پر یقین رکھتا تھا یا نہیں۔ میرے خیال میں بدکاری کا علم تو تھا۔ لیکن یقین نہیں رکھتے تھے۔ سردار مصباح الدین کا خاندان (اس خاندان کا نوجوان ظفر اقبال جماعت سے الگ ہو چکا ہے) مہشر احمد راجپکی، مولوی غلام رسول راجپکی کے صاحبزادے تھے۔ شاعر اور فاضل آدی تھے۔ میں نے خود کئی بار مرزا محمود احمد کی بدکاری کے متعلق باتیں کرتے ہوئے سنا تھا۔ چوہدری محمد شریف ہاجوہ سابق واقف زندگی (چک نمبر ۳۳ جنوبی ضلع سرگودھا کے رہنے والے تھے) مولوی عبدالملک پسرؤ والقار علی (علی برادران محمد علی جوہر اور شوکت علی کے چھوٹے بھائی) یہ مرزا محمود احمد کی بدکاری سے متعلق فکری اور ذہنی انتشار ہے۔ قادیانیوں میں آج کل عقیدے کے متعلق بھی بڑا انتشار ہے۔ کسی صاحب علم سے پوچھیں کہ مرزا قادیانی کو کیا مانتے ہو۔ جواب دے گا ہم مجدد کی حیثیت سے بڑھ کر کچھ نہیں مانتے۔ نہ ہی مسلمانوں کو مرزا قادیانی کے انکار کی وجہ سے کافر کہتے ہیں۔ لیکن کسی ان پڑھ قسم کے قادیانی سے مرزا قادیانی کے متعلق بات کریں تو فوراً کہہ دے گا۔ ہم تو رسول کریم ﷺ کے بعد نبوت جاری مانتے ہیں اور مرزا قادیانی نبی ہیں ان کا نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

ہے۔ اب قادیانوں میں کھلا فکری انتشار ہے۔ تیسرا طبقہ تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایسا بھی ہے جو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔ وہ محض والدین کی قادیانیت سے وابستگی کی وجہ سے ساتھ ہیں۔ وہ جلد جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے گا۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہوئی ہے۔ اب ایک طبقہ پاکستان سے باہر کی دنیا میں جنم لے چکا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی تعظیم کو مرزا خاندان کی گدی قرار دیتا ہے اور وہ سخت بیزار ہے۔ بعض لوگوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ مختلف مواقع پر سربراہ جماعت بھی علیحدگی کا اعلان کرتے آئے ہیں۔ ذہنی و فکری انتشار کی ایک بڑی وجہ مسلمانوں سے دینی و معاشرتی علیحدگی ہے۔ نوجوان نسل شدت سے محسوس کر رہی ہے کہ وہ قلم پالیسی کی وجہ سے اسلامی دھارے سے بالکل الگ ہو گئے ہیں وہ نسل مسلمانوں میں ضم ہوتی جا رہی ہے۔

ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو چکا ہے جو سلسلہ احمدیہ کو ایک تصوف کا سلسلہ خیال کرتا ہے اور مرزا غلام احمد کو ایک صوفی سے بڑھ کر کچھ حیثیت نہیں دیتا اور نہ ہی ان کے کشف اور الہامات کو اپنے لئے حجت گردانتا ہے اور نہ وہ مرزا قادیانی کو مبرا عن الخطاء مانتا ہے۔ یہ لوگ مرزا قادیانی کا ماننا ضروری نہیں سمجھتے۔

ایک گروہ ایسا بھی ہے جو مرزا قادیانی کی تبلیغ کرنا بدعت اور خلافت شریعت سمجھتا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو احمدی کہلاتا بھی قلم سمجھتے ہیں۔ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے۔ ہم اپنے آپ کو احمدی کیوں کہلاتیں۔ ۱۹۷۳ء کے بعد ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اب احمدیہ تعظیم کے نام کے ساتھ لفظ احمدیہ ضم کر دینا چاہئے۔

بہت کم لوگ جانتے ہیں جماعت احمدیہ دو مشہور گروہوں (قادیانی اور لاہوری) کے علاوہ مزید گروہوں میں بھی منقسم ہے۔ ایک گروہ امریکہ میں کالوں کی تعظیم کا ہے جو خواجہ کمال الدین اور ماسٹر عبداللہ کو اپنا پیرو مرشد مانتے ہیں۔ ان کا صحیح نظر صرف اشاعت اسلام ہے۔ خواجہ صاحب کی کتب اور مولوی محمد علی کا ترجمہ قرآن انگریزی کی زیادہ تر اشاعت کرتے ہیں۔ جب محمد علی کلمے پاکستان آیا تھا تو اس نے دس تو لے کی ڈلی امیر جماعت لاہور (مولوی صدر الدین) کو عقیدت کے طور پر بھیجی تھی۔ ایک گروہ ”منانے“ ہیں جو عبد المنان عمر کو اپنا مذہبی رہنما مانتے ہیں۔ اس گروہ نے ایک خاص حکمت عملی سے تعظیم قائم نہیں کی۔ تاکہ ممبران کو معاشرتی مسائل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ جماعت ربوہ کے سربراہ کا یہ طریقہ کار رہا ہے۔ کسی بھی رکن کے متعلق یہ خیال

گزرے کہ وہ باغی ہو گیا ہے تو اس کو جماعت سے خارج کر دیتا ہے۔ اس طرح اس کے لئے بہت سی معاشرتی اور مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کی تعداد بھیرن پاکستان بڑھ رہی ہے۔ مولوی عبدالمنان نے دینی کتب شائع کرنے کا کروڑوں روپے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔ مولوی کے اتنے ذرائع وسائل نہیں کہ اتنے بڑے منصوبے کو چلایا جاسکے۔ ”منایے“ (جماعت احمدیہ ربوہ کے امیر لوگ) اس پراجیکٹ کے لئے خطیر رقم دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس گروہ نے ابھی اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ اس وجہ سے میں نے مولوی عبدالمنان کو ماننے والوں کو ”منایے“ کا لفظ دے دیا ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں بانی کے نام پر بھی فرقتے وجود میں آتے رہے ہیں۔ اس وجہ سے یہ گروہ گو تنظیم سے عاری ہے۔ لیکن زیادہ پھیلتا جا رہا ہے۔ سنا ہے کافی علمی کتب شائع کر چکا ہے۔ پاکستان میں بھی کچھ لوگوں کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ اس گروہ میں شامل ہیں اور دینی کتب کی اشاعت کے لئے مولوی عبدالمنان کو دل کھول کر چندہ دیتے ہیں۔ لاہوری جماعت کے بھی بعض صاحب ثروت مولوی عبدالمنان کے پراجیکٹ میں معاون و مددگار ہیں۔ اسی طرح جماعت احمدیہ میں ایک نوجوانوں کا گروہ ”حقیقت پسند پارٹی“ کہلاتا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی کام ہے وہ ہے مرزا محمود احمد کی بدکاری احمدیوں تک پہنچانا۔ ان کی ایک خفیہ تنظیم ہے مرزا محمود احمد کی بدکاریاں جہاں منصوبہ شہود پر آئی ہیں۔ ان کی مساعی اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۵۶ء میں یہ گروہ جماعت سے الگ ہوا تھا۔ اب تک یہ مرزا محمود کے کردار پر تاب توڑ حملے کر رہا ہے۔ اس گروہ کی آواز اخبار ”نوائے پاکستان“ تھا۔

اس گروہ کی مختلف ملکوں میں خفیہ شاخیں ہیں۔ جرمن میں ظفر اقبال ابن سردار مصباح الدین اور منیر الدین، انگلستان میں محمد احمد حامی ہیں۔ امریکہ میں مولوی عبدالمنان عمر ایک حد تک انجام دے رہے ہیں۔ گو عبدالمنان عمر حقیقت پسند پارٹی کے ممبر تو نہیں۔ لیکن مرزا محمود احمد کی بدکاری پر متفق ہیں۔ پاکستان میں دارالسلام، عثمان بلاک نیو گارڈن لاہور میں چوہدری عبدالحمید بڑی سرگرمی سے یہ کام کر رہے ہیں۔ اپنی تقاریر اور مجالس میں مرزا محمود کی فحاشی کو طشت ازہام کرنے میں مصروف و مشغول ہیں۔

جماعت احمدیہ کا مستقبل

جس جماعت یا تنظیم میں اس قسم کا شدید چینی اور فکری انتشار ہو تو اس تنظیم کا مستقبل تو ظاہر و باہر ہے۔ لیکن پھر بھی قارئین کے سامنے ایک تجزیہ کی روشنی میں بیان کر دیتا ہوں۔ میرے خیال میں اس جماعت کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس جماعت کے

بڑے بڑے خاندان جن کے وجود سے اس جماعت کا ہیولی تیار ہوا تھا وہ اس جماعت کو چھوڑ چکے ہیں۔ مثلاً مولوی نور الدین (پہلے سربراہ جماعت احمدیہ) کا خاندان، مولوی محمد علی کا آدھا خاندان۔ مولوی صدر الدین کا خاندان، خولجہ کمال الدین کا خاندان، شاہ ولی اللہ کا خاندان، مولوی شیر علی کا خاندان، ذوالفقار علی (برادران علی کا چھوٹا بھائی) کا خاندان، چوہدری سرفخر اللہ کے خاندان کے نوجوان مثلاً محمد نصر اللہ (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) مولوی عبدالرحمن مصری کا سارا خاندان، ڈاکٹر ظلیل احمد سابق واقف زندگی (امریکہ میں کسی یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے) کا خاندان، ناصر احمد سابق واقف زندگی کا خاندان، مودود احمد سابق انچارج احمدیہ مشن انگلستان فاروقی خاندان، مرزا محمود احمد کا سر خلیفہ رشید الدین بعض ریاستوں کے امیر اور نواب جو حلقہ احمدیت میں داخل ہوئے چھوڑ چکے ہیں۔

محمد متین خالد نے اپنی کتاب ”قادیانیت سے اسلام تک“ میں بھی تقریباً سواشفاص کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مولوی نور الدین کی وفات کے بعد ہزاروں گھرانے جماعت کو چھوڑ گئے تھے۔ اگر کسی نے تفصیل معلوم کرنا ہو تو مرزا قادیانی کی کتب کے آخر یا شروع میں پرانے قادیانیوں کے ناموں کا ذکر ہے۔ اسی طرح اس دور کے اخبارات میں بھی۔ وہ تمام خاندان جماعت کو چھوڑ چکے ہیں۔ میں نے محض جماعت احمدیہ کا چہرہ دکھانے کے لئے چند بڑے خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ رہا اس جماعت کا مستقبل میرے علم کی رو سے اس جماعت کا مستقبل بالکل تاریک ہے۔ ایک وجہ تو ابھی میں نے بیان کی ہے کہ یہ جماعت ذہنی انتشار کا شکار ہے جو جماعت فکری انتشار کا شکار ہو وہ جماعت کیسے ترقی کے راستے پر گامزن رہ سکتی ہے؟ ذہنی انتشار سے بچنے اور بچانے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک علم اور دوم قیادت۔ علم کے لحاظ سے یہ جماعت عقیم ہے۔ قیادت کا حال ہمارے سامنے ہے۔ ربوہ جماعت کا قائد مرزا مسرور احمد ہے۔ اس کا مرزا شریف احمد کا پوتا اور مرزا منصور احمد کا بیٹا ہونا ہی نا اہلی کا بڑا ثبوت ہے۔ قائدانہ صلاحیتوں سے بالکل محروم اور کورا ہے۔ علوم اسلامیہ سے صرف نااہل ہی نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کو صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ ایک پورا ہفتہ جمعہ کے خطبہ کی تیاری کرائی جاتی ہے۔ سب سے بڑی بات مذہبی جماعتوں کے لئے قائد کا با کردار ہونا ضروری ہے۔ ربوہ جماعت کے تمام قائد پرلے درجے کے بدکار تھے اور مرزا مسرور احمد بھی مرزا شریف احمد کا پوتا ہونے کے ناطے کیسے صاحب کردار ہو سکتا ہے۔ یہ جماعت ایک خیال پر کھڑی ہے۔

”یہ سلسلہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اس کی حفاظت کرے گا۔“ جب

کسی جماعت میں اس قسم کی سوچ آجائے۔ وہ جماعت موت کے دھمانے پر کھڑی ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ہی میں کہتا ہوں کہ جماعت کا مستقبل تاریک ہے اور مر چکی ہیں۔

میرے نزدیک جماعت احمدیہ پر موت وارد ہونے کے اسباب یہ ہیں:

- ۱..... اجرائے نبوت کا عقیدہ۔
- ۲..... مسلمانان عالم کو کافر کہنے کی سزا۔
- ۳..... مسلمانان عالم سے علیحدگی۔
- ۴..... مرزا محمود احمد کو مصلح موعود ماننا۔
- ۵..... خاندانی سربراہی (گدی)۔
- ۶..... علوم اسلامیہ سے دوری۔
- ۷..... فرضی تصورات کی دنیا میں گم رہنا۔

کہ ہم ہی خدا کی جیتی جماعت ہیں۔ خدا اس جماعت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں احمدیت کی سچائی الہاماً ڈال دیں گے۔ اس طرح لوگ فوج در فوج حلقہ احمدیت میں داخل ہو جائیں گے۔ اس طرح تمام عالم اسلام پر احمدیت کا پرچم لہرائے گا۔ قارئین کرام جماعت احمدیہ کے مستقبل کا اندازہ اسی موہوم تصور سے لگائیں۔

میں نے پہلے تین گروہوں کا ذکر کیا تھا۔ امریکہ میں کالوں کی تنظیم، حقیقت پسند پارٹی اور مولوی عبدالمنان کے پیروکار (مٹاپے) کالوں کی تنظیم کا جماعت احمدیہ کی دونوں تنظیموں (قادیانی اور لاہوری) سے کوئی تعلق نہیں، نہ وہ اپنے آپ احمدی کہلاتے ہیں نہ وہ جماعت احمدیہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔ چونکہ ان پر خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کے لٹریچر کا اثر ہے۔ وہ صرف ان کی تنظیم کرتے ہیں۔ ختم نبوت کے قائل ہیں۔ تکفیر بازی نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو مسلمانوں کا حصہ سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے مرزا غلام احمد کے نام سے بھی نا آشنا ہوں۔ یہ تنظیم کبھی بھی اپنے اوپر احمدیت کا لیبل نہیں لگائے گی۔ چونکہ یہ تنظیم خواجہ کمال الدین کی معتقد ہے۔ اس وجہ سے میں نے جماعت احمدیہ کے گروہوں میں شامل کیا ہے۔ حقیقی معنوں میں اس تنظیم کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حقیقت پسند پارٹی ہزاروں کی تعداد میں ہے۔ ان کا مشن صرف مرزا محمود احمد کی بدکاریوں کو اجاگر کرنا ہے۔ یہ گروہ عملاً مسلمانوں کا حصہ بن چکا ہے۔ عبدالمنان عمر کے پیروکار۔ یہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ لفظ احمدیہ کا ترک کر چکے ہیں۔ ان کی اولادیں مسلمانوں کا حصہ ہیں۔ یہ لوگ مولوی عبدالمنان عمر کی تعینقات کے لئے فنڈ مہیا کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے ریوہ جماعت سے تعلق رکھنے والے اسلامی معاشرہ میں جو بڑے چماروں کی طرح رہ جائیں گے۔

حقیقت پسند پارٹی اور مولوی عبدالمنان عمر کے پیروکار پہلے ہی مسلمانوں میں ضم ہو چکے ہیں۔ یہ ہے جماعت احمدیہ کے مستقبل کے متعلق جائزہ۔ میں علماء کرام خصوصاً احرار اور ختم نبوت کی تنظیم کے علماء کی خدمت میں عرض کروں گا جو احمدی پاکستان میں چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں وہ مردہ ہیں۔ مردوں کے متعلق داویلا کیا کرنا ہے۔ اب کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جو کوئی ان میں سعید روح ہے۔ اس کو دائرہ اسلام میں لائیں۔ ان کو بتائیں کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور جس کو تم نے مصلح موعود بنا رکھا ہے وہ پرلے درجے کا عیاش تھا۔ مسلمانوں کے دھارے میں آ جاؤ یقیناً بعض سعید روح میں اپنے باطل عقائد سے تائب ہو جائیں گے۔

باب نمبر: ۱۲

مرزا محمود احمد کا حکومتی خاکہ..... دین کے پردے میں سیاست کاری کسی جماعت کے لئے اس سے زیادہ محبوب بات کوئی نہیں کہ وہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر چور دروازے سے سیاسی اقتدار، دنیاوی غلبہ اور جماعتی تملوق حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ کسی مذہبی تحریک یا اس سے پیدا شدہ مذہبی جماعت کو حکومت کی طرف سے جو حمایت حاصل ہوتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس حد تک ہوتی ہے۔ جس حد تک وہ مذہبی جماعت اپنے آپ کو خالصتاً مذہبی مشن کے دائرہ کے اندر محدود رکھتی ہے اور سیاسی امور سے بچت رہتی ہے۔ لیکن یہ ایک الٹا حقیقت ہے کہ مرزا محمود احمد کی گندی سیاست کا سب سے گھناؤنا پہلو یہ ہے کہ انہوں نے حکومت کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے۔

خلیفہ کی یہ خواب کاری برطانوی سگپینوں کے سائے میں خوب پروان چڑھی۔ کیونکہ سفید فام آقاؤں کا بھی فضا تھا کہ خلیفہ سیاسی منصوبوں میں خود بھی مستغرق رہے اور جماعت کے عقول و قلوب کو بھی اس میں الجھائے رکھے۔ انگریز کی پشت پناہی کا یہ نتیجہ ہوا کہ برطانوی حکومت کو بھی احساس ہوا کہ اس کا قانون قادیان میں بالکل بے کار ہو چکا ہے۔ وہاں قتل ہوتے ہیں۔ ان کا سراغ بھی مل جاتا ہے۔ لیکن عدالت میں آ کر پولیس ناکام ہو جاتی ہے۔ اس سے انگریز کی

۱۹۵۷ء میں حقیقت پسند پارٹی نے ایک پمفلٹ شائع کیا تھا۔ اس کو ضرور تیشخ و ترمیم کے ساتھ کتاب ہذا میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اسی پمفلٹ کی اشاعت پر مرزا بشیر احمد نے افضل میں یہ مضامین شائع کئے کہ جماعت احمدیہ کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک مذہبی جماعت ہے۔

حکومتی غیرت پر تازیانہ لگا اور اس نے اس متوازی حکومت کے خلاف اقدام شروع کر دیا۔ اس کا پہلا سراغ مسٹر جی ڈی کھوسلہ کے فیصلہ میں ملتا ہے۔ فاضل جج نے اپنے فیصلے میں مرزا محمود کی ان جارحانہ کارروائیوں کا ذکر کیا ہے۔ جو انہوں نے مولوی عبدالکریم (مہبلہ والے) کے خلاف کیں۔ کس طرح ان کے خطبے کے نتیجے میں مولوی صاحب مذکور پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ لیکن ان کا ایک مددگار محمد حسین قتل ہو گیا۔ جب قادیانی قاتل عدالت کے فیصلے کے بعد پھانسی پا گیا تو اس کی لاش کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ قادیان کے بہشتی مقبرے میں دفن کیا گیا۔ اس فیصلے میں محمد امین کے قتل کا بھی ذکر ہے اور فاضل جج نے لکھا ہے کہ محمد امین مورد عتاب ہو کر کپھاڑی کے وار سے قتل ہوا۔ اس کے قاتل فتح محمد نے اقرار کیا کہ اس نے قتل کیا ہے۔ لیکن پولیس کارروائی کرنے سے قاصر رہی۔ فیصلہ مذکور میں مرقوم ہے کہ: ”مرزائی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ کوئی سامنے آ کر جج بولنے کے لئے تیار نہ تھا۔ ہمارے سامنے عبدالکریم کے مکان کا واقعہ بھی ہے۔ عبدالکریم کو قادیان سے نکالنے کے بعد اس کا مکان جلا دیا گیا۔ اسے قادیان کی سال ٹاؤن کمیٹی سے حکم حاصل کر کے نیم قانونی طریقے سے گرانے کی کوشش بھی کی گئی۔ یہ افسوس ناک واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ قادیان میں طوائف المسلمو کی تھی جس میں آٹھ لاکھ روپے اور قتل تک ہوئے تھے۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکام ایک غیر معمولی درجہ کے فاج کے شکار ہو چکے تھے اور دنیاوی اور دینی معاملات میں مرزا محمود احمد کے حکم کے خلاف کبھی آواز نہ اٹھائی گئی۔ مقامی افسروں کے پاس کئی مرتبہ شکایات کی گئیں۔ لیکن کوئی انسداد نہ ہوا۔ مسل پر ایک دواہی شکایات ہیں۔ لیکن ان کے مضمون کا حوالہ دینا غیر ضروری ہے اور اس مقدمہ کے لئے یہ بیان کر دینا کافی ہے کہ قادیان میں ظلم و جور جاری ہونے کے متعلق غیر مشتبہ الزام عائد کئے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی گئی۔“

پھر فیصلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ”مرزا (یعنی مرزا محمود احمد) نے مسلمانوں کو کافر، سورا اور ان کی عورتوں کو کتیبوں کا خطاب دے کر ان کے جذبات کو مشتعل کر دیا کرتا تھا۔“

(فیصلہ جی ڈی کھوسلہ، سیشن جج گورداسپور)

یہ عدالتی فیصلہ محمودی سیاست کار یوں کی غمازی کرتا ہے۔ قادیان میں ”خليفة“ کے لئے قتل کرنا اور قتل کے عواقب سے بچ کر لکھنا یا کم از کم ”خليفة“ کا محفوظ و مصون رہنا ایک ضرب المثل بن چکا تھا۔

یہی معاملہ بدرجہ اتم ربوہ میں رونما ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خالص قادیانی ہستی ہے۔ یہاں قانون کی بے بسی ناقابل بیان ہے۔ اگر حکومت دورانہ پیشی سے کام لیتی اور مرزا محمود احمد کو پاکستان کی پاک سرزمین کا ایک خط کوڑیوں کے مول نہ دیتی بلکہ اس کو مجبور کرتی کہ وہ اور اس کی جماعت کسی شہر میں آباد ہوں یا حکومت کے تجویز کردہ مضافاتی قصبوں میں سکونت پذیر ہوں تو ”خلیفہ“ کی سیاست کاربوں اور سازشوں پر قفل پڑ جاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ چنانچہ ان کو صلح جنگ میں ایک وسیع رقبہ قادیانیوں کو آباد کرنے کے لئے ملا اور انہوں نے کمال چابکدستی سے اس کو پاکستان کی دوسری آبادیوں سے منقطع کر کے ایک یاغستان سا بنا دیا اور اس کا نام ربوہ رکھ دیا۔ اس میں خلیفہ کا سکہ رواں تھا۔ اس مطلق العنانی کی کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان کی منیر بیوٹل رپورٹ میں مرقوم ہے: ”۱۹۳۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء کے آغاز تک احمدیوں کی بعض تحریرات منکشف ہیں کہ وہ برطانیہ کا جانشین بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ وہ نہ تو ایک ہندو دنیاوی حکومت یعنی ہندوستان کو اپنے لئے پسند کرتے تھے اور نہ پاکستان کو منتخب کر سکتے تھے۔“

(رپورٹ منیر انکوائری کمیٹی ص ۱۹۶)

اب ہم خلیفہ کی سیاست میں مداخلت کوئی غیر دینی فعل نہیں بلکہ یہ ایک دینی مقاصد میں شامل ہے۔ جس کی طرف توجہ کرنا وقتی ضروریات اور حالات کے مطابق لیڈران قوم کا فرض ہے..... پس قوم کے پیش آمدہ حالات کو مد نظر رکھنا اور اس کی تکالیف کو دور کرنے کی تدبیر کرنا اور ملکی سیاسیات میں رہنمائی کرنا خلیفہ وقت سے بہتر اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہوتی ہے اور اس زمانہ میں گزشتہ پندرہ سال کے تاریخی واقعات ہمارے اس بیان کی صداقت پر مہر لگا رہے ہیں۔

”اسلام کی ترقی احمدیہ سلسلہ سے وابستہ ہے اور چونکہ یہ سلسلہ مسلمان کہلانے والی

حکومتوں میں پھیل نہیں سکتا اس لئے خدا نے چاہا ہے کہ ان کی جگہ اور حکومتوں کو لے آئے..... پس مسلمانوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے تمہاری ترقی کا راستہ کھول دیا ہے۔“

(افضل مورچہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء)

”ہمیں نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں

اپنی طرف سے تیار ہو کر رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔“

(افضل مورچہ ۳ جون ۱۹۳۰ء)

”آگرمیز اور فرانسیزی وہ دیواریں ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون

ہے اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ خزانہ کے مالک جوان

نہیں ہو جاتے۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی۔ اس لئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جمالیں گے۔“

(الفضل مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۳۲ء)

”اصل تو یہ ہے کہ ہم نہ انگریز کی حکومت چاہتے ہیں نہ ہندوؤں کی۔ ہم تو احمدیت کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۲۲ء)

”میں تو اس بات کا قائل ہوں کہ انگریزی حکومت چھوڑ دینا میں سوائے احمدیوں کے اور کسی کی حکومت نہیں رہے گی۔ پس جب کہ میں اس بات کا قائل ہوں بلکہ اس بات کا خواہشمند ہوں کہ دنیا کی ساری حکومتیں مٹ جائیں اور ان کی جگہ احمدی حکومتیں قائم ہو جائیں تو میرے متعلق یہ خیال کرنا کہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو انگریزوں کی دائمی غلامی کی تعلیم دیتا ہوں کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔“

(الفضل مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۹ء)

”ہم میں سے ہر ایک آدمی یہ یقین رکھتا ہے کہ تھوڑے عرصہ کے اندر ہی (خواہ ہم اس وقت زندہ رہیں یا نہ رہیں لیکن بہر حال وہ عرصہ غیر معمولی طور پر لمبا نہیں ہو سکتا) ہمیں تمام دنیا پر نہ صرف عملی برتری حاصل ہوگی بلکہ سیاسی اور مذہبی برتری بھی حاصل ہو جائے گی۔ یہ خیال ایک منٹ کے لئے کسی سچے احمدی کے دل میں غلامی کی روح پیدا نہیں کر سکتا۔ جب ہمارے سامنے بعض حکام آتے ہیں تو ہم اس یقین اور وثوق کے ساتھ ان سے ملاقات کرتے ہیں کہ کل یہ نہایت بجز واکسار کے ساتھ ہم سے استمداد کر رہے ہوں گے۔“

(الفضل مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۳۸ء)

”اس وقت حکومت احمدیت کی ہوگی آمدنی زیادہ ہوگی۔ مال داموال کی کثرت ہوگی۔ جب تجارت اور حکومت ہمارے قبضہ میں ہوگی اس وقت اس قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔“

(الفضل مورخہ ۱۸ جون ۱۹۳۶ء)

”اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے۔ تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔“

(الفضل مورخہ ۸ جولائی ۱۹۳۰ء)

دیکھ لیجئے! ”خلیفہ صاحب“ مستقبل قریب میں حصول اقتدار کی امیدیں کس قدر وثوق کے ساتھ لگائے بیٹھے ہیں اور حصول آزادی ہی نہیں بلکہ حصول حکومت کے لئے ان کی راہیں دوسرے اہل وطن اور دوسرے مسلمانوں سے کس قدر مختلف تھیں اور یہ اعلان بالوضاحت کیا جا رہا تھا کہ مسلمانوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے حکومت ان کو نہیں بلکہ صرف احمدیوں کو ہی ملے گی اور مسلمان جنہوں نے احمدیت سے اپنا تعلق نہیں جوڑا وہ گرتے ہی جائیں گے اور گرتے

کرتے یہودیوں کی طرح ہو جائیں گے۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کے نائب کا انکار کرنے کی وجہ سے ذلیل ہوئے تھے..... ”اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان، موسیٰ علیہ السلام کی شان سے بہت بلند ہے۔ اس لئے آپ کے نائب کا انکار کرنے والوں کو ذلت یہودیوں سے بڑھ کر ہوگی۔“

(الفضل مورہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء)

ظاہر ہے کہ مسلمانوں سے پہلے ان کے پروگرام اور دعوؤں کے مطابق حکومت ان کو نہیں مل سکی اور نہ ہی یہ حکومت برطانیہ کے جانشین بن سکے اور وہ دیوار بھی گر گئی جس کے نیچے بقول ان کے احمدیت کا خزانہ مدفون تھا اور جس کے بل بوتے پر انہوں نے ہر نپٹے والے سے پنپنا تھا تو پاکستان کا استقلال اور اس کا قیام اور اس کی سالمیت انہیں کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اور خصوصاً جب کہ حکومت ان مسلمانوں کو مل گئی جن کے متعلق خلیفہ فرماتے ہیں: ”پس اسلام کی ترقی احمدی سلسلہ کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ یہ سلسلہ مسلمان کہلانے والی حکومتوں میں نہیں پھیل سکتا۔ اس لئے خدا نے چاہا ہے کہ ان کی جگہ اور حکومتوں کو لے آئے تاکہ اس سلسلہ حقہ کے پھیلنے کے لئے دروازے کھولے جائیں۔“

(الفضل مورہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء)

چنانچہ ان کی اس نیت کو کہ وہ پاکستان بننے سے خوش نہیں ہوئے تھے۔ خلیفہ کا اپنا ایک ارشاد پیش خدمت ہے: ”ہندوستان کی تقسیم پر اگر ہم رضامند ہوتے ہیں تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور پھر یہ کوشش کریں گے کہ یہ کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہو جائے۔“

(الفضل مورہ ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء)

پھر فرمایا: ”بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شیر و شکر ہو کر رہیں۔“

(الفضل مورہ ۵ اگست ۱۹۴۷ء)

پس ان اقتباسات سے مرزا محمود احمد کی حکومت کے بارہ میں ریشہ دوانیوں کا علم ہو جاتا ہے۔ اس کے یہ اقوال اس کی نیت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اکھنڈ ہندوستان کی تجویزیں پاکستان اور ہندوستان کی باڈڈریاں ختم کرنے کے الہامات مملکت در مملکت کا تین ثبوت ہیں۔ اس خلیفہ کی منافقت اور سیاسی دجل کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹا ہے۔ اس کے اپنے دعوے یہ تھے کہ مسلمانوں کو نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کو حکومت اور آزادی ملے گی اور یہ کہ احمدی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اور ان کے شانہ بشانہ حصول آزادی کی کوششیں نہیں کر رہے بلکہ وہ ان سے الگ کوشش کر رہے ہیں۔ ان الفاظ نے خلیفہ ربوہ کی تمام جدوجہد سے پردہ اٹھا دیا ہے اور انہیں بالکل عریاں کر کے رکھ دیا ہے۔ کسی قدر فساداری کے ساتھ اور کس قدر دجل کے ساتھ مسلمانوں کا جڑو ہو کر اور ان کا حصہ بن

کران کے نام پر سیاسی حقوق لے کر سوچا یہ جارہا تھا کہ آزادی اور حکومت مسلمانوں سے پہلے ان کی ہی سرکوبی کے لئے حاصل کی جائے گی۔ خلیفہ ربوہ کے سرکاری گزٹ افضل نے لکھا تھا: ”جو فتح اپنے وقت سے ذرا پیچھے ہٹ جاتی ہے اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔“ (افضل ۸ نومبر ۱۹۳۰ء) اب اپنی فتح کی امیدوں کو پاش پاش ہوتا دیکھ کر زخمی سانپ کی طرح بے تاب ہیں اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کے لئے سیاسی جوڑ توڑ میں مشغول ہیں۔

ہم حکومت کو اس بات سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کی سازشوں اور حرکات کو اپنی نگاہ میں رکھے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ کسی دشمن کا مقابلہ اس کے طریق کار کو سمجھنے کے بعد ہی کامیابی سے کیا جاسکتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ اس کی دوسرے کاروں اور ردو باہی چالوں کو پہلے سے سمجھ لیا جائے۔ ”دنیا کا چارج سنبھالنا، حکومت پر قبضہ کرنا، اپنا اقتدار قائم کرنا۔“ یہی وہ تصورات تھے جن کی بدولت خلیفہ ربوہ کے بعض سادہ لوح مریدوں کا ذہنی توازن بگڑ گیا اور بنگال کی گورنری وغیرہ کے خواب دیکھنے لگ گئے۔ لیکن یہ محض تصورات و نظریات ہی نہ تھے بلکہ خلیفہ ربوہ نے اپنی جماعت کو ان نظریات کی عملی تعبیر کے لئے جماعت کی باقاعدہ تربیت کی اور اپنی ”سحر سامری“ سے اپنے مریدوں کو حکومت پر قبضہ کرنے کے لئے شعوری اور غیر شعوری طور پر ابھارتے رہے۔ اس ضمن میں خلیفہ محمود کے اپنے ارشادات ملاحظہ فرمائیے: ”اس وقت اسلام کی ترقی خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ یاد رکھو کہ سیاسیات اور اقتصادیات اور تمدنی امور حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس جب تک ہم اپنے نظام کو مضبوط نہ کریں اور تبلیغ اور تعلیم کے ذریعہ سے حکومتوں پر قبضہ کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اسلام کی ساری تعلیموں کو جاری نہیں کر سکتے۔“

”یہ مت خیال کرو کہ ہمارے لئے بھی حکومتوں اور ملکوں کا فتح کرنا ایسا ہی ضروری ہے۔“

(افضل مورخہ ۸ جنوری ۱۹۳۷ء)

اسی طرح خلیفہ ربوہ کے ہاں جو بھی اندرونی نظام ہے وہ حفاظت مرکز، خدام الاحمدیہ، احمدیہ کور، یاد نگہ کسی نام سے بھی قائم کیا جاتا ہے۔ خلیفہ خود ہی اس کا سالار اعظم اور فیئڈ مارشل ہوتا ہے اور جماعت کی ہر قسم کی فوجی تنظیموں کی سربراہی اور سرپرستی آپ کو حاصل ہے۔

خود خلیفہ فرماتے ہیں: ”مجلس شورئی ہو صدر اجمن احمدیہ۔ انتظامیہ ہو یا عدلیہ فوج ہو یا

غیر فوج۔ خلیفہ کا مقام بہر حال سرداری کا ہے۔“

(افضل مورخہ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء)

انتظامی لحاظ سے صدر اجمن کے لئے بھی راہ نما ہے اور آئین سازی و بحث کی تعیین

کے لحاظ سے بھی وہ مجلس مشاورت کے نمائندوں کے لئے بھی صدر اور راہنمائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ”جماعت کی فوج کے الگ دو حصے تسلیم کر لئے جائیں تو وہ اس کا بھی سردار ہے اور اس کا بھی کمانڈر ہے اور دونوں کے فرائض کا ذمہ دار ہے اور دونوں کی اصلاح اس کے ذمہ واجب ہے۔“

(الفضل مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء)

غرض جماعت احمدیہ میں خلافت ایک دنیاوی بادشاہت کی حیثیت رکھتی ہے۔ خلیفہ کا ہر حکم احمدیوں کے نزدیک قانون کی حیثیت رکھتا ہے۔ خلیفہ کے ادنیٰ اشارہ پر اپنی جان و مال قربان کر دیا جاتا ہے۔ احمدیوں کی کمائی کا اکثر حصہ خلیفہ کی جیب کی نذر ہو جاتا ہے۔ پاکستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں جو مبلغ ہیں وہ دراصل خلیفہ کے کار خاص اور سفارت خانے ہیں اور تمام بیرونی ممالک کی کرنسی جو چندہ کی صورت میں ان کو ملتی ہے وہ اس کو استعمال کرتے ہیں۔ خلیفہ کا نظام اس قدر خطرناک ہے کہ ایک بڑی سے بڑی حکومت کے نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ دوسری حکومتوں میں اپنے حلیف پیدا کئے جاتے ہیں۔ خلیفہ کا کہنا ہے کہ حکومتیں، ملک اور قومیں مجھ سے ڈرتی ہیں۔ خلیفہ اپنی ”کار خاص“ کے ذریعہ مملکت کے راز معلوم کرتا ہے۔ اس کی اپنی عدلیہ، منتقلیہ، انتظامیہ، فوج اور بینک تھے۔ مملکت محمودیہ ربوہ میں کسی احمدی کو قبل از وقت اجازت حاصل کئے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اس بارہ میں سرکاری گزٹ الفضل کا مندرجہ ذیل اعلان ملاحظہ فرمائیے:

مضافات قادیان، منگل، باغبان بائگر خورو کلاں، نوال پینڈ

قادرا باد اور احمد آباد وغیرہ میں سکونت اختیار کرنے کے لئے باہر سے آنے والے احمدی دوستوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ پہلے نظارت ہذا سے اجازت حاصل کریں۔

(الفضل مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۳۹ء)

پھر ربوہ میں آ کر ۱۹۳۸ء میں خلیفہ اعلان فرماتے ہیں: ”سب تحصیل لالیاں میں کوئی احمدی بلا اجازت انجمن زمین نہیں خرید سکتا۔“

پھر ربوہ میں داخل ہونے کے بارے میں خلیفہ کا حکم امتناعی ملاحظہ ہو: ”ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ آئندہ ایسے لوگوں کو جن کو یا تو ہم نے جماعت سے نکال دیا ہے یا جنہوں نے خود اعلان کر دیا ہوا ہے کہ وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں۔ آئندہ انہیں ہماری مملوکہ زمینوں میں آ کر ہمارے جلسوں میں شامل ہونے کی اجازت نہیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۵۶ء)

اب اس اعلان کی رود سے وہ لوگ جنہوں نے انجمن کی مملو کہ زمین میں سے زمین خرید کی ہوئی ہے ان کو ربوہ میں جا کر اپنی زمین اور مکان کی حفاظت کی اجازت نہیں۔ کیونکہ اگر وہ وہاں جائیں گے تو ان پر پولیس کی امداد سے کوئی جھوٹا مقدمہ کھڑا کر دیا جائے گا۔ گویا ان کی زمینیں بھی ضبط کر لی گئی ہیں۔ یہ بھی ریاست اندر ریاست کا ایک تین ثبوت ہے۔

مملکت محمودیہ میں کاروبار کرنے کے لئے ہر شخص کو ذیل کا معاہدہ کرنا پڑتا ہے: ”میں اقرار کرتا ہوں کہ ضروریات جماعت قادیان کا خیال رکھوں گا اور میری تجارت جو حکم کسی چیز کے بہم پہنچانے کا ویں گے۔ اس کی تعمیل کروں گا اور جو حکم ناظر امور عامہ دیں گے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کروں گا۔ نیز جو ہدایات وقتاً فوقتاً جاری ہوں گی ان کی پابندی کروں گا اور اگر کسی حکم کی خلاف ورزی کروں گا تو جو جرمانہ تجویز ہوگا ادا کروں گا۔ میں عہد کرتا ہوں کہ جو میرا جھگڑا احمدیوں سے ہوگا اس کے لئے امام جماعت احمدیہ کا فیصلہ میرے لئے حجت ہوگا اور ہر قسم کا سودا احمدیوں سے خرید کروں گا۔ نیز میں عہد کرتا ہوں کہ احمدیوں کی مخالف مجالس میں بھی شریک نہ ہوں گا۔“

یہ ہے وہ معاہدہ جو خلیفہ ربوہ کی ریاست میں ہر اس شخص سے لکھوایا جاتا ہے جو وہاں کا جزو بن کر رہنا چاہے۔ نظارت امور عامہ سے ایک اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا اور غیر از جماعت لوگوں کو ایک معاہدہ تجارت پر دستخط کرنے کے بعد احمدیوں کے ساتھ لین دین کی اجازت ملتی تھی۔ بلکہ ہر شخص کی شخصی جائیداد پر بھی ان کا تصرف تھا۔ اس ضمن میں ذیل کا اعلان پڑھئے:

اعلان

قبل ازیں میاں فضل حق موچی سکند دار العلوم کے مکان کی نسبت اعلان کیا تھا کہ کوئی دوست نہ خریدیں۔ اب اس میں ترمیم کی جاتی ہے کہ اس کے مکان کا سودا رہن و بیع نظارت ہند کے توسط سے ہو سکتا ہے۔

قادیان میں جس شخص کا سوشل بائیکاٹ کیا جاتا تھا اس کے ساتھ لین دین کے تعلقات بھی منقطع کر دیئے جاتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں خلیفہ کا توسط ناظر امور عامہ حکم سنئے: ”یعنی میاں فخر الدین ملتان، شیخ عبدالرحمان مصری اور حکیم عبدالعزیز ان کے ساتھ اگر کسی دوست کا لین دین ہو تو نظارت ہند کی وساطت سے طے کریں۔ کیونکہ ان کے ساتھ تعلقات رکھنے ممنوع ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۳۷ء)

پس خلیفہ ربوہ کا یہ عذر لنگ پیش کرنا کہ لین دین منع نہیں صرف تعلقات منقطع کرنے سے مراد جزوی بائیکاٹ یعنی سلام کلام تک ہے اس کی روشنی میں سرسرا جھوٹ اور فریب ہے۔

سوشل بائیکاٹ میں صرف لین وین ہی منع نہیں۔ بلکہ کسی سے کسی قسم کا تعلق رکھنا، اس کے گھر جانا، حتیٰ کہ رشتہ تک کرنا ممنوع ہے۔ اس ضمن میں یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں: ”میں چوہدری عبداللطیف کو اس شرط پر معاف کرنے کو تیار ہوں کہ آئندہ اس کے مکان واقع نسبت روڈ پر وہ افراد نہ آئیں جن کا نام اخبار میں چپ چکا ہے..... چوہدری عبداللطیف نے یقین دلایا کہ میں ذمہ لیتا ہوں کہ وہ آئندہ اس جگہ پر نہیں آئیں گے اور میں نے اس کو کہہ دیا ہے کہ جماعت لاہور اس کی نگرانی کرنے لگی اور اگر اس نے پھر ان لوگوں سے تعلق رکھایا، اپنے مکان پر آنے دیا تو پھر اس کی معافی کو منسوخ کر دیا جائے گا۔“

(الفضل، مورخہ ۲۳، نومبر ۱۹۵۶ء)

اسی طرح خلیفہ نے اپنے ایک رشتہ دار ڈاکٹر علی اسلم کی بیگم امتہ السلام کا سوشل بائیکاٹ کرتے ہوئے اپنی بہو کو جو امتہ السلام کی ہمیشہ رہے یہ دھمکی دی تھی کہ: ”اب اگر تنویر بیگم جو میری بہو ہے۔ الفضل میں اعلان نہ کرے کہ میرا اپنی بہن سے کوئی تعلق نہیں تو میں اس کے متعلق الفضل میں اعلان کرنے پر مجبور ہوں گا کہ لجنہ (قادیانی عورتوں کی انجمن) اس کو کوئی کام سپرد نہ کرے اور میرے خاندان کے وہ افراد جو مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں اس سے تعلق نہ رکھیں۔“

(الفضل، مورخہ ۲۱، جون ۱۹۵۷ء)

چنانچہ خلیفہ کلید اعلان شائع ہونے کی دیر تھی۔ فوراً تنویر الاسلام نے سوشل بائیکاٹ کے ڈر سے اپنی بہن کے خلاف یہ اعلان الفضل میں شائع کر دیا۔

”ڈاکٹر سید علی اسلم صاحب (حال ساکن نیرولہ) اور سیدہ امتہ السلام، (بیگم ڈاکٹر علی اسلم) نے جماعت کے نظام کو توڑنے کی وجہ سے میرے رشتہ کو بھی توڑ دیا ہے۔ لہذا آئندہ ان سے میرا کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔“

(الفضل، مورخہ ۲۵، جون ۱۹۵۷ء)

یہ ہیں چند مثالیں سوشل بائیکاٹ وغیرہ کی جن کی طرف تمام نکلی اخبار اور جراند نے ارباب بست و کشاد کی توجہ دلائی اور خصوصاً نوائے وقت نے بھی اس ریاست اندر ریاست کے کھیل کو ختم کرنے کا حکمت پر زور دیا۔ مگر یہ آواز بھی صدا بھرا ثابت ہوئی۔ کیونکہ گورنمنٹ نے اس وقت تک اس ریاست کے بارہ میں کوئی واضح اور ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔ یہاں ہم یہ بات واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ خلیفہ ربوہ ہر اس آدمی کو شدید نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے جو ان کے احکام کی تعمیل نہ کرے اور ان کی مخالفت کرے۔ چنانچہ انہی دنوں اسی سوشل بائیکاٹ پر عمل نہ کرنے کے سبب اور سوشل بائیکاٹ کئے گئے افراد کو اشیاء خورد و نوش مہیا کرنے کے جرم کی پاداش میں اللہ یارب بلوچ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا جس کا مقدمہ چل رہا ہے۔

خلیفہ کا دستور ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے خلاف اپنے مریدوں کو بھارتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں ان کی تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ”اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی حیا ہے اور تمہارا راج مچ بھی عقیدہ ہے کہ دشمن کو سزا دینی چاہئے تو پھر یا تم دنیا سے مٹ جاؤ گے یا گالیاں دینے والوں کو مٹا دو۔ اگر کوئی انسان سمجھتا ہے کہ اس میں مارنے کی طاقت ہے تو میں اسے کہوں گا اے بے شرم! تو آگے کیوں نہیں جاتا اور اس منہ کو کیوں نہیں توڑتا۔“ (الفضل مورخہ ۵ جون ۱۹۳۷ء)

ان مذکورہ بالا امور کی طرف توجہ دلانے کے بعد ہم گورنمنٹ کی توجہ ان بنیادی اجزاء اور عناصر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جو ریاستوں اور حکومتوں میں پائے جاتے ہیں اور جو ریوہ ریاست میں بدرجہ اتم موجود ہیں چنانچہ وہ یہ ہیں۔ سربراہ، مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ، فوج، دارالحکومت اور بینک وغیرہ وغیرہ۔ اپنے انتظام کے بارہ میں خلیفہ کا اپنا دعویٰ یہ ہے: ”ان کی جماعت کا نظام ایک مضبوط سے مضبوط گورنمنٹ کے نظام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۳۷ء)

اب ہم مختصراً ان مذکورہ بالا امور کے بارہ میں اگلے باب میں علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ایک اور بات کا ذکر کرنا نہایت ضروری ہے۔ وہ قادیان میں چھوڑی ہوئی جائیداد کے بارہ میں ہے۔ مہاجرین جو قادیان میں جائیداد چھوڑ آئے ان کو خلیفہ ریوہ نے کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے لاکھوں روپے کے کلیم احمدیوں نے داخل نہیں کئے اور گورنمنٹ پاکستان کو اس وجہ سے لاکھوں روپے کے کم کلیم آئے۔ کیا یہ گورنمنٹ کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی نہیں۔

خلافتی حکومت کا مختصر آخا کہ

اب ہم ذیل میں ریوہ مملکت کے اجزائے ترکیبی کے ہر جز پر ”خلیفہ“ کی زبان سے روشنی ڈالیں گے۔

سربراہ

”ریاست میں حکومت اس نیابتی فرد کا نام ہے۔ جس کو لوگ اپنے مشترکہ حقوق کی نگرانی سپرد کرتے ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

خلیفہ ریوہ کی اصطلاح میں اسے خلیفہ کہتے ہیں اور ایسا خلیفہ اگرچہ غلطی سے سزہ نہیں کھلا سکتا۔ لیکن احتساب سے بالاضرور ہوتا ہے۔ خلیفہ ریوہ کے اپنے ارشادات گرامی ملاحظہ

فرمائیے: ”جس مقام پر ان کو کھڑا کیا جاتا ہے اس کی بات کی وجہ سے ان پر اعتراض کرنے والے ٹھوکر سے بچ نہیں سکتے۔“

(افضل مورچہ ۸ جون ۱۹۳۶ء)

”مجھ پر سچا اعتراض کرنے والا خدا کی لعنت سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ اسے تباہ و برباد کرے گا۔“

(افضل مورچہ ۲۹ مئی ۱۹۳۸ء)

مقتنہ (یعنی مجلس مشاورت)

مقتنہ کو خلیفہ ربوہ کے نظام میں مجلس شوریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی دیگر محکمہ جات کی طرح کلیتہً خلیفہ کے ماتحت ہوتی ہے اور خلیفہ ربوہ کے نزدیک اس مجلس کی وہی پوزیشن ہے جو خلفائے راشدین میں قائم شدہ مجلس شوریٰ کو حاصل تھی۔ اس مجلس کا کام ہے کہ ان امور میں مشورہ دے جن میں خلیفہ مشورہ طلب کرے۔ اس کا کوئی مشورہ جب تک خلیفہ منظوری نہ دے اور جاری نہ فرمائے صدر انجمن کے لئے واجب التعمیل نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ ہر محکمہ کی نگرانی خلیفہ ربوہ خود کرتا ہے۔ اس ضمن میں ان کا قول ملاحظہ ہو۔ ”تمام محکموں پر خلیفہ کی نگرانی ہے۔“

(افضل مورچہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء)

”اسے یہ حق ہے (یعنی خلیفہ کو) کہ جب چاہے جس امر میں چاہے مشورہ طلب کرے۔ لیکن اسے یہ بھی حق حاصل ہے کہ مشورہ لے کر رد کر دے۔“

(افضل مورچہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۷ء)

مقتنہ کے ممبروں کی تعداد مقرر نہیں۔ اس میں دو قسم کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو جماعتوں کی طرف سے آتے ہیں۔ لیکن ان کی منظوری بھی خلیفہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ جماعت کے چنے ہوئے نمائندے خلیفہ رد کر سکتا ہے اور ان کو مقتنہ میں شامل ہونے سے روک سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خلیفہ خود چنے افراد کو چاہے اپنی طرف سے مقتنہ کا ممبر بنا سکتا ہے۔ مقتنہ کے اس اجلاس میں کوئی شخص بغیر اجازت خلیفہ ہاؤس کو خطاب نہیں کر سکتا اور نہ ہی بغیر منظوری خلیفہ اس مجلس سے باہر جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں خلیفہ کا ارشاد بغرض تصدیق پیش ہے۔

”پارلیمنٹوں میں وزراء کو وہ جھاڑیں پڑتی ہیں جن کی حد نہیں۔ یہاں تو میں روکنے والا ہوں۔ گالی گلوچ کو پسیر روکتا ہے۔ سخت تنقید کو نہیں۔“

(افضل مورچہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء)

لیکن خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ جسے چاہے بولنے کا موقع دے اور جسے چاہے اس حق سے بالکل محروم کر دے۔

یہ مجلس صرف ایک دفعہ سال میں منعقد ہوتی ہے اور اس میں بجٹ وغیرہ کی منظوری کو اہمیت دی جاتی ہے۔ مگر بجٹ کی منظوری کے متعلق بھی خلیفہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بعد میں اس پر غور کر کے میں خود ہی دے دوں گا۔ یعنی اس متفقہ کو اصل میں کوئی اختیار نہیں۔

انتظامیہ

اس کے بعد ہم خلیفہ کی انتظامیہ کے بارے میں کچھ عرض خدمت کریں گے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس ضمن میں خلیفہ کے ”ارشادات“ ہی نقل کر دیں جس میں اس انتظامیہ کی ضرورت اور ماہیت کا اجمالی نقشہ موجود ہے۔ خلیفہ فرماتے ہیں: ”تیسری بات تنظیم کے لئے یہ ضروری ہوگی کہ اس کے مرکزی کام کو مختلف ڈیپارٹمنٹوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے، جس طرح گورنمنٹوں کے محکمے ہوتے ہیں۔ سیکرٹری شپ کا طریق نہ ہو۔ بلکہ وزراء کا طریق ہو اور ہر ایک صیغہ کا ایک انچارج ہو۔“ (الفضل مورہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۵ء)

خلیفہ کی اس انتظامیہ کو جسے صدر انجمن احمدیہ ربوہ کی اصطلاح میں ”نظارت“ کہا جاتا ہے۔ ”ان کے ہاں ہر ایسے وزیر کو ناظر کہا جاتا ہے۔“ ایسے ناظر ان کی تاحردگی انخلاء، ترقی یا تھزل خلیفہ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ تاحردگی کا اصول ملاحظہ کیجئے۔ ”ناظر ہمیشہ میں تاحرد کرتا ہوں۔“

(الفضل مورہ ۲۳ اگست ۱۹۲۷ء)

یہ انتظامیہ اپنے سارے کام خلیفہ کی قائم مقامی میں ادا کرتی ہے۔ اس کے ہر فیصلہ کی اپیل خلیفہ سنتا ہے اور اس کے لئے خلیفہ کا حکم قطعی ہوتا ہے۔ یہ اپنے قواعد خلیفہ کی منظوری کے بغیر تبدیل نہیں کر سکتی اور اس کے فیصلوں کی تمام تر ذمہ داری خلیفہ پر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ انتظامیہ خلیفہ کی نمائندہ ہوتی ہے۔ ”صدر انجمن جو کچھ کرتی ہے چونکہ وہ خلیفہ کے ماتحت ہے۔ اس لئے خلیفہ بھی اس کا ذمہ دار ہے۔“

لیکن اس انتظامیہ کو بھی خلیفہ کی برائے نام نمائندگی کا حق ہے۔ عملاً خلیفہ کی حیثیت ایک آمر مطلق کی ہے۔ خود خلیفہ فرماتے ہیں: ”ناظر یعنی (وزراء) بعض دفعہ جلا اٹھتے ہیں کہ ہمارے کام میں رکاوٹیں پیدا کی جا رہی ہیں۔“

(الفضل مورہ ۲۷ اپریل ۱۹۲۸ء)

صدر انجمن احمدیہ

ہر صوبہ میں ایک انجمن ہوتی ہے۔ یہ انجمن ضلعوں کی انجمنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر ضلع کی انجمن تحصیلوں کی انجمنوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان کی جد بندی صدر انجمن متعلقہ انجمنوں کے مشورہ کے بعد کرتی ہے۔

(الفضل مورہ ۲ اگست ۱۹۲۹ء)

اغراض

اس انجمن کے اغراض میں وہ سب کام شامل ہیں جو خلفاء سلسلہ کی طرف سے سپرد کئے جاتے ہیں یا آئندہ کئے جائیں۔

ازاکیں

تمام صیغہ جات سلسلہ کے ناظر اور تمام اصحاب جنہیں خلیفہ وقت کی طرف سے صدر انجمن کا زائد ممبر مقرر کیا جائے۔ ناظر سے مراد سلسلہ کے ہر مرکزی صیغہ کا وہ افسر اعلیٰ ہے۔ جسے خلیفہ وقت نے ناظر کے نام سے مقرر کیا ہے۔

تقرر، علیحدگی ممبران صدر انجمن

خلیفہ وقت کی ہدایت کے ماتحت ممبران صدر انجمن کا تقرر اور علیحدگی عمل میں آتی ہے۔

اندرونی انتظام

صدر انجمن کے فیصلے کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا صدر ان کو وٹو کر سکتا ہے۔

اس وقت ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ کی جو نظارتیں (وزارتیں) قائم ہیں ان کا ایک

خاکہ درج ذیل ہے:

ناظر اعلیٰ

ناظر اعلیٰ سے مراد وہ ناظر ہے جس کے سپرد تمام محکمہ جات کے کاموں کی عمومی نگرانی ہوگی اور وہ خلیفہ اور صدر انجمن احمدیہ یعنی کابینہ کے درمیان واسطہ ہوگا۔

۲..... ناظر امور عامہ: وزیر داخلہ (فوجداری مقدمات، سزاؤں کی تنفیذ نیز پولیس اور حکومت سے روابط قائم کرنا اس محکمہ کا کام ہے)

۳..... ناظر امور خارجہ: وزیر خارجہ: (اپنی ریاست ربوہ سے باہر اندرون ملک و بیرون ملک کارروائیاں اور سیاسی گٹھ جوڑ)

۴..... ناظر اصلاح و ارشاد: وزیر پر اپیکٹڈہ و مواصلات۔

۵..... ناظر بیت المال: وزیر مال۔

۶..... ناظر تعلیم: وزیر تعلیم۔

۷..... ناظر قانون: وزیر قانون۔

۸..... ناظر صنعت: وزیر صنعت۔

- ۹..... ناظر زراعت: وزیر زراعت۔
 ۱۰..... ناظر ضیافت: وزیر خوراک۔
 ۱۱..... ناظر تجارت: وزیر تجارت۔
 ۱۲..... ناظر حفاظت مرکز: وزیر دفاع (پولیس و فوج کا کنٹرول اور ریوہ و قادیان اضیاء کی حفاظت کا بدو بست)

اختیارات و فرائض ناظران ”وزراء“

ناظران کے اختیارات و فرائض وقتاً فوقتاً خلیفہ کی طرف سے تفویض ہوتے رہتے ہیں۔ ناظروں کی تعداد خلیفہ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے۔ صدر انجمن کے تمام فرائض وہی ہیں جو خلیفہ کی طرف سے تفویض ہیں۔ جنہیں وہ خلیفہ کی قائم مقامی کے طور پر ادا کرتی ہے۔ تمام ماتحت مجالس خواہ مرکزی ہو یا مقامی۔ قواعد کا نفاذ، خلیفہ کی منظوری کے بعد ہوتا ہے۔ بجٹ خلیفہ کی منظوری سے طے اور اس کی منظوری سے جاری ہوتا ہے۔ صدر انجمن کے ہر فیصلے کے خلاف، توسط صدر انجمن خلیفہ کے پاس اپیل ہوتی ہے۔ ہر ایک معاملہ میں صدر انجمن کا اس کی ماتحت مجالس اور تمام مقامی انجمنوں کے لئے حکم قطعی ہوتا ہے۔ قواعد اساسی اور ان کے متعلق نوٹوں میں تغیر و تبدل صرف خلیفہ کی منظوری سے ہو سکتا ہے۔ اپنے قواعد و ضوابط میں جو خلیفہ نے تجویز کئے ہوں۔ صدر انجمن تبدیل نہیں کر سکتی۔ صدر انجمن کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ کوئی ایسا قاعدہ یا حکم جاری کرے جو خلیفہ کے کسی حکم کے خلاف ہو یا جس سے خلیفہ کی مقرر کردہ پالیسی میں کوئی تبدیلی آتی ہو۔ ناظروں اور مفتی سلسلہ کا تقرر و ترقی و تخریب و تبدیلی و برطرفی وغیرہ صرف خلیفہ کے اختیار میں ہے۔ صدر انجمن کو سلسلہ کی جائیداد وغیرہ منقولہ کی فروخت، ہبہ، رہن و تبدیل کرنے کا بغیر منظوری خلیفہ ریوہ اختیار نہیں اور خلیفہ ریوہ ہی ناظر اعلیٰ کا قائم مقام مقرر کرتا ہے۔ ناظران اور افسران صیغہ جات کے کام کی ہفتہ وار رپورٹ خلیفہ کی خدمت میں پیش کرے۔ ناظر اعلیٰ کا یہ فرض ہے کہ خلیفہ کی تحریری و تقریری ہدایات کے علاوہ ان کے تمام خطابات و تقاریر وغیرہ میں جو احکام و ہدایات جماعت کے نظام کے متعلق ہوں ان کی تعمیل کروائے۔ اسی طرح قاعدہ ہے کہ جب کوئی ناظر یہ حیثیت ناظر کسی جگہ جائے تو جماعت کا فرض ہے کہ اس کا استقبال کرے اور اس کا مناسب اعزاز کریں۔ (مذکورہ بالا تمام کوائف، قواعد صدر انجمن طبع شدہ سے لئے گئے ہیں)

عدلیہ

انتظامیہ کے علاوہ خلیفہ کے ہاں ایک مربوط عدلیہ بھی ہے۔ خلیفہ خود آخری عدالت

ہیں اور وہ خود ہی ناظم قضا یا رجسٹرار مقرر کرتے ہیں اور اس کا عزل اور ترقی بھی خود ان ہی کے ہاتھ میں ہے۔

یوہ سپریم کورٹ کے جج یا اپیل بورڈ کے ممبران کی نازدگی بھی خلیفہ خود کرتے ہیں اور وہ جس مرحلہ پر چاہیں مقدمہ کی مسل اپنے ملاحظہ کے لئے طلب کر لیتے ہیں اور جس جج کو چاہیں مقدمہ سننے کا نا اہل قرار دے دیتے ہیں۔ ایسے مقدمات میں جو وکیل پیش ہوتے ہیں انہیں ناظم ہذا سے باقاعدہ اجازت نامہ دیا جاتا ہے۔ اس کے بغیر خلیفہ کی عدالتوں میں کسی وکیل کو حکومت کے اجازت نامہ کے باوجود پیش ہونے کا حق نہیں دیا۔ خلیفہ کا یہی ناظم قضا یا رجسٹرار مقدمہ مختلف قاضیوں کے سپرد کرتا ہے اور فیصلوں کی نقول مہیا کرنے پر جو آمدنی ہوتی ہے۔ اس کو داخل خزانہ کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے فرائض دربار قضا اور فیصلہ تنازعات کی اداگی کے لئے بھی محکمہ قضا ہے۔ اس میں ناظم کا یہ کام بھی ہوتا ہے کہ احمدیوں کے تنازعات کے فیصلوں کے لئے مناسب انتظام کرے۔ اس کو حسب ضرورت خلیفہ کے ایما سے قاضی اور قاضی القضاہ مقرر کرنے کا اختیار ہے۔ آخری اپیل خلیفہ کے پاس ہوتی ہے۔

(الفضل مورخہ ۶ جنوری ۱۹۳۱ء)

قاضی سلسلہ سن جاری کرنے کا مجاز ہے۔ نوٹس بھی دیتا ہے۔ ڈگریوں کا اجراء بھی کرایا جاتا ہے۔ ایک طرفہ اور ضابطہ کی کاروائیاں بھی یہاں ہوتی ہیں۔ مثال ملاحظہ ہو:

نوٹس: بنام شیخ منظور احمد۔

مدعی: مستری بدرالدین معمار ساکن قادیان۔

بنام: شیخ منظور احمد ولد شیخ محمد حسین مرحوم۔

دعویٰ: اجراء ڈگری مبلغ۔

مقدمہ مندرجہ عنوان میں موکل قضا کے ۲۲ اگست ۱۹۳۳ء کو ایک طرفہ ڈگری کر دی تھی۔

مدعی نے امور عامہ میں اجراء ڈگری کی درخواست ۱۲ اگست ۱۹۳۳ء کو دی۔ لہذا آپ کو بذریعہ اخبار نوٹس دیا جاتا ہے کہ مندرجہ بالا ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء تک دفتر امور عامہ میں جمع کروائیں تو بہتر ورنہ آپ کے خلاف ضابطہ کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

(الفضل مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۳ء)

اس سن کے بارہ میں سننے: ”ملک عبدالحمید ولد غلام حسین محلہ دارالرحمت قادیان

کے خلاف چند مقدمات برائے ڈگری دائر ہیں۔ کئی دفعہ ان کے نام علیحدہ علیحدہ و مقدمات میں

سمن جاری کئے گئے ہیں۔ مگر وہ قبیل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ چنانچہ ٹیم رو ستمبر ۱۹۳۳ء کو ایک سمن اگلے روز کی حاضری کے لئے جاری کیا گیا۔ اس پر ملک عبدالحمید نے عذر کیا میں ۱۵ یوم کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ لہذا مجبور ہوں۔ اس پر اسی وقت ان کو اطلاع بھیجی گئی کہ آپ کو اس سمن کی اطلاع یا پانی کے بعد باہر جانے کی اجازت نہیں۔ بلکہ اس سمن کی قبیل واجب ہے۔ اگر واقعی آپ کو کوئی اتنا شد ضروری کام ہے جو رک نہیں سکتا تو آپ کو لازم ہے کہ درخواست پیش کر کے عدم حاضری کی اجازت حاصل کریں..... لہذا ان کو بذریعہ اخبار اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر وہ اس اعلان کی تاریخ سے دس روز کے اندر اندر دفتر امور عامہ میں حاضر نہ ہونے تو سخت نوٹس لیا جائے گا۔“ (ناظر امور عامہ) (افضل مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء)

خليفة کا عسکری نظام

اپنی ریاست قادیان کی فوجی ضروریات کی تکمیل کا ابتدائی بندوبست تو خلیفہ نے یہ کیا کہ ایک روڈیا کا سہارا لے کر جماعت کو یہ تلقین کی کہ ٹیری ٹوریل فوج میں بھرتی جماعت کے لئے نہایت ضروری اور مفید ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ کام آئندہ جماعت کے لئے پابند ہوگا۔ (افضل مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

بار بار جماعت کے نوجوان طبقہ کو یہ بھی تحریک کی جاتی تھی: ”احمدی نوجوانوں کو چاہئے کہ ان میں سے جو بھی شہری ٹیری ٹوریل فورس میں شامل ہو سکتے ہوں شامل ہو کر فوجی تربیت حاصل کریں۔“ (افضل قادیان مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۹ء)

اس کے بعد اپنی مستقل فوجی تنظیم ضروری قرار دی گئی۔ ”جیسا کہ پہلے ہی اعلان کیا جا چکا ہے۔ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء سے قادیان میں فوجی تربیت کے لئے ایک کلاس کھولی جائے گی۔ جس میں بیرونی جماعتوں کے نوجوانوں کی شمولیت نہایت ضروری ہے۔ ہندوستان میں حالات جس سرعت کے ساتھ تھمر پذیر ہو رہے ہیں ان کا تقاضا ہے کہ مسلمان جلد از جلد اپنی فوجی تنظیم کی طرف متوجہ ہوں اور خاص کر جماعت احمدیہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس میں توقف نہ کرے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہر مقام کے نوجوان پہلے خود فوجی سکھائی کریں۔ پھر اپنے اپنے مقام پر دوسرے نوجوانوں کو سکھائیں اور ان کی ایسی تنظیم کریں کہ ضرورت کے وقت مفید ثابت ہو سکیں۔“

(افضل مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۳۲ء)

”صدر انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ انجمن کے تمام کارکنان و اہلکاروں کو جمعہ ہونے کے اور جمعہ میں کم سے کم ایک دن اپنے فرائض منصبی کو رکھ کر دردی میں ادا کریں گے۔ نیز بیرونی جماعتوں کے امراء و پریزیڈنٹ بہ حیثیت عہدہ مقامی کو رکھ کر افسر اعلیٰ ہوں گے۔ ہر مقام کی احمدی جماعتوں کو اپنے ہاں کو رکھ کر بھی بھرتی لازمی ہوگی۔“ جہاں کو رکھنے کے ایک سے تین دستے ہوں گے جن میں سے ہر ایک سات آدمیوں پر مشتمل ہوگا۔ وہاں ہر دستہ کا ایک افسر دستہ مقرر ہوگا اور جہاں چار دستے ہوں گے وہاں ایک پلٹون بھی جائے گی۔ جس پر ایک افسر دستہ کے علاوہ ایک افسر پلٹون بھی ہوگا اور ایک نائب افسر پلٹون مقرر کیا جائے گا۔ جہاں چار پلٹونیں ہوں گی وہاں پر پلٹون کے مذکورہ بالا افسروں کے علاوہ ایک افسر کمپنی اور ایک نائب افسر کمپنی بنا دیا جائے گا۔

حضرت امیر المؤمنین نے احمدیہ کو رکھ کر اپنی سرپرستی کے فخر سے بھی سرفراز کرنا بھی منظور

(افضل مورخہ ۷ اگست ۱۹۳۲ء)

فرمایا ہے۔

حضور کا منشاء و ارشاد اس تحریک کو نہایت باقاعدگی اور عمدگی کا ساتھ چلانے کا تھا۔

(افضل مورخہ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء)

”یکم ستمبر صبح سات بجے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے گراؤنڈ میں احمدیہ کو ٹریڈنگ کلاس

کا آغاز یرگرانی حضرت صاحبزادہ کیپٹن مرزا شریف احمد ہوا۔“ (افضل مورخہ یکم ستمبر ۱۹۳۲ء)

یہ فوج علاوہ دوسرے کاموں کے اپنے سربراہ کی سلامتی بھی اتارا کرتی تھی۔ چنانچہ ایک

دفعہ مرزا شریف احمد ناظم احمدیہ کو رکھ کر بذریعہ تاریخ موصول ہوئی کہ ”خلیفہ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء صبح دس

بجے یا تین بجے بعد دوپہر تشریف فرما دارالامان ہوں گے۔“ احمدیہ کو رکھ کر کتان صدر انجمن احمدیہ

اور بہت سے دیگر افراد حسب الحکم حضرت میاں شریف احمد کو رکھ کر دردی میں ملبوس ہو کر ہائی سکول

کے گراؤنڈ میں جمع ہو گئے۔ جہاں سے مارچ کرا کر کمالہ والی سڑک پر کھڑے کر دیئے گئے۔ خلیفہ

تشریف لائے۔ فوج نے فوجی طریقہ پر سلامی اتاری۔ ”حضور نے ہاتھ کے اشارے سے فوجی

(افضل مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

سلام کا جواب دیا۔“

اس فوج کا اپنا ایک خاص جھنڈا بھی تھا جو بزرگی کے کپڑے کا تھا اور اس پر منارۃ المسیح

بنا کر ایک طرف اللہ اکبر اور دوسری طرف ”عباد اللہ“ لکھا ہوا تھا۔ جو اس فوج کا اصلی نام تھا۔ یہی

وہ فوج تھی جو Camp وغیرہ کرنے دریاے بیاس کے کنارے بھی بھیجی گئی تھی۔

(افضل مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۳ء)

یاد رہے دریائے بیاس کا ہی وہ رنگین اور پر بہار کنارہ تھا جہاں خلیفہ اپنی مستورات اور دیگر نامحرم لڑکیوں کو لے جا کر چاند ماری کی مشق کرایا کرتے تھے۔

جبری بھرتی

اس فوج کے لئے خلیفہ نے جبری بھرتی کا اصول اختیار کیا تھا۔ ”امور عامہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے لے کر پینتیس سال کی عمر تک کے تمام نوجوان کو اس میں جبری طور پر بھرتی کیا جائے۔“ (الفضل مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

اس فوج کی باقیات الصالحات تھی جس کے باوردی والظہیر نے سر ڈگلس کو جو اس وقت پنجاب ہائیکورٹ کے چیف جسٹس تھے کا استقبال کیا تھا۔ (الفضل مورخہ ۶ اپریل ۱۹۳۹ء)

لاہور جا کر پنڈت جواہر لال نہرو کو بھی سلامی دی تھی۔ ابتداء میں ناظر امور عامہ نے اس فوج کی کمان سنبھالی تھی۔ لیکن جلد ہی خلیفہ کی بارگاہ سے اس بارہ میں سرزنش آ گئی۔ ”کمانڈر انچیف اور وزارت کا عہدہ کبھی بھی اکٹھا نہیں ہوا۔“ (الفضل مورخہ ۵ اپریل ۱۹۳۳ء)

اس فوجی تنظیم کے قیام پر خلیفہ کو اتنا ناز تھا کہ سرکاری گزٹ الفضل نے ایک موقع پر لکھا کہ حضور نے احمدیہ کور کی جو سکیم آج سے تقریباً پانچ سال پہلے تجویز فرمائی تھی اس کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عام اقوام تو الگ رہیں اس وقت بعض بڑی بڑی حکومتیں بھی اپنی قوت مدافعت میں اضافہ کرنے کے لئے بعض ایسے احکام نافذ کر رہی ہیں کہ جو اس تحریک کے اجزاء ہیں۔ (الفضل مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۳۹ء)

اگر قادیانی خلافت کا مقصد محض اشاعت اسلام تھا تو اس مقدس مقصد کے لئے تصنیفی تالیفی اور اشاعتی ادارے قائم ہوتے نہ کہ فوجی تربیت پر زور دیا جاتا اور اس کے لئے ایک باقاعدہ عسکری نظام قائم کیا جاتا۔ اصل میں خلیفہ کے لاشعور میں بادشاہ بننے کی آرزوئیں انگڑائیاں لے رہی تھیں۔ ”اشاعت اسلام“ کا نعرہ مخصوص دھوکے کی ٹٹی تھی۔ کیونکہ قادیانی عوام کا لانا عام سے روپیہ وصول کرنے کا اور کوئی طریق نہیں تھا۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا ہوا روپیہ ہوس اقتدار کی تسکین پر صرف ہو جاتا۔ یہ طرز عمل نہ صرف ان کی نیت اور ارادے کی غمازی کرتا ہے۔ بلکہ ان کے سیاسی منصوبوں کو بھی طشت از بام کرتا ہے۔ اپنے عسکری مقاصد کے حصول کے لئے خدام الاحمدیہ قائم کی گئی۔ اس کا باقاعدہ ایک پرچم بنایا گیا۔ اس کے متعلق خلیفہ فرماتے ہیں: ”خدام الاحمدیہ میں داخل ہونا اور اس کے مقررہ قواعد کے ماتحت کام کرنا ایک اسلامی فوج تیار کرنا ہے۔“

(الفضل مورخہ ۷ اپریل ۱۹۳۹ء)

یہ تنظیم مع پرچم اب بھی موجود ہے۔ پھر خلیفہ فرماتے ہیں: ”میں نے ان ہی مقاصد کے لئے جو خدام الاحمدیہ کے ہیں۔ نیشنل لیگ کو تیار کرنے کی اجازت دی تھی۔ پھر جس قدر احمدی برادران کسی فوج میں ملازم ہیں۔ خواہ وہ کسی حیثیت میں ہوں ان کی فہرٹیں تیار کروائی جائیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

اسی طرح جماعت کو یہ حکم دیا کہ ”جو احباب بندوق کالائسنس حاصل کر سکتے ہیں وہ لائسنس حاصل کریں اور جہاں تلواریں کھنے کی اجازت ہے وہ تلواریں کھیں۔“

(الفضل مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء)

امن پسندانہ اشاعت اسلام کی وعویدار جماعت کی قادیان میں احمدیہ کو ایک خالص فوجی تنظیم تھی۔ برعظیم کا ہر احمدی باشندہ عمر ۱۵ سال سے ۴۰ سال تک اس کا جبری ممبر بنایا گیا۔ میرٹھوریل فورس میں انگریزی حکومت کی طرف سے فوجی تربیت یافتہ پھر ۸/۱۵ پنجاب رجمنٹ میں احمدیہ کمپنیوں کا ہونا اور تمام احمدی جوانوں کو فوج میں بھرتی ہو جانے کا حکم کن مقاصد کے لئے تھا۔ سندھ میں حر تحریک، احمدیہ کمپنیوں کے فوجیوں کے گولہ بارود سے ہی کیوں کچل دیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد سیالکوٹ، جموں سرحد پر ان ہی احمدیہ کمپنیوں کے ریلیز شدہ سپاہی منظم طور پر کیوں پہنچ گئے اور ان کو دھڑا دھڑا اسلحہ کہاں سے ملتا رہا۔ فرقان فورس احمدیہ کشمیر میں کیوں کھڑی کی گئی اور خلیفہ نے اپنی جماعت کی فوجی تنظیم اور محاذ جنگ کا خود ملاحظہ کیوں کیا؟

انڈیا کو جنگ کی دھمکی

اس فوج کو استعمال کرنے کے لئے خلیفہ فرماتے ہیں: ”انڈین یونین کا مقابلہ کوئی آسان بات نہیں مگر انڈین یونین چاہے صلح سے ہمارا مرکز ہمیں دے چاہے جنگ سے دے ہم نے وہ مقام لینا ہے اور ضرور لینا ہے۔ اگر جنگ کے ساتھ ہمارے مرکز کی واپسی مقدر ہے۔ تب بھی ضروری ہے کہ آج ہی سے ہر احمدی اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔“

(الفضل مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء)

اب اس اقتباس کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح خلیفہ ربوہ انڈین یونین جو ایک بہت بڑی حکومت ہے اس کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے کس طرح تیار ہو رہے ہیں۔ نیز کسی حکومت کے بنیادی عناصر سے اس کے Base مرکز اور دارالخلافہ کا مسئلہ بھی ہے اور خلیفہ نے ۱۳ اگست ۱۹۴۸ء کو جب کہ پاکستان قائم ہوئے ابھی سال بھی نہیں گزرا تھا اپنے عزائم حشر بجا پر ایک ہیجان خیز خطبہ دیا اور فرمایا: ”یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری Base مضبوط نہ ہو۔ پہلے Base مضبوط ہو تو تبلیغ مضبوط ہو سکتی ہے..... بلوچستان کو

احمدی بنایا جائے تاکہ ہم کم از کم ایک صوبہ کو تو اپنا کہہ سکیں..... میں جانتا ہوں کہ اب یہ صوبہ ہمارے ہاتھوں میں سے نکل نہیں سکتا۔ یہ ہمارا ہی شکار ہوگا۔ دنیا کی ساری قومیں مل کر بھی ہم سے یہ علاقہ چھین نہیں سکتیں۔“
(الفضل مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۸ء)

یہ واقعہ اخبارات میں آچکا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہوں گے کہ خلیفہ کا یہ عسکری پلان بہت پرانا ہے۔ تقسیم ملک سے پہلے آپ کی نظر ضلع گورداسپور پر تھی۔ خلیفہ کہتے ہیں: ”گورداسپور کے متعلق میں نے غور کیا ہے اگر پورے زور سے کام کریں تو ایک سال میں فتح کر سکتے ہیں..... اس وقت ڈائنامیٹ رکھا جا چکا ہے اور قریب ہے کہ مخالفت کا قلعہ اڑا دیا جائے۔ اب صرف دیاسلائی دکھانے کی دیر ہے۔ جب دیاسلائی دکھائی گئی قلعہ کی دیوار پھٹ جائے گی اور ہم داخل ہو جائیں گے۔“
(الفضل مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء)

پھر فرماتے ہیں: ”مردم شماری کے دنوں میں گورنمنٹ بھی جبراً لوگوں کو اس کام پر لگا سکتی ہے۔ اگر کوئی انکار کرے تو سزا کا مستوجب ہوتا ہے۔ پس میں بھی ناظروں کو حکم دیتا ہوں کہ جسے چاہیں مدد کے لئے پکڑ لیں مگر کسی کو انکار کا حق نہ ہوگا اور اگر کوئی انکار کرے تو میرے پاس اس کی رپورٹ کریں۔“
(الفضل مورخہ ۱۲ جون ۱۹۳۲ء)

انہی مقاصد کے پیش نظر قادیان اور ناحول قادیان کا نقشہ بھی تیار کروایا گیا۔ ”ایک تو جماعت کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اور نہیں تو اس ضلع (گورداسپور) کو تو اپنا ہم خیال بنا لیں۔ احمدیوں کے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں۔ جہاں وہ ہی ہوں اور دوسروں کا کچھا اثر نہ ہو۔ احمدیوں کے پاس ایک چھوٹے سے چھوٹا کمرہ بھی نہیں ہے۔ جہاں احمدی ہی احمدی ہوں۔ کم از کم ایک علاقہ کو مرکز بنا لو اور جب تک اپنا مرکز نہ ہو جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ اس وقت تک تم مطلب کے مطابق امور جاری نہیں کر سکتے۔ ایسا علاقہ اس وقت تک ہمیں نصیب نہیں ہوا جو خواہ چھوٹے سے چھوٹا ہو۔ مگر اس میں غیر نہ ہوں۔ جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک ہمارا کام بہت مشکل ہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۲ جون ۱۹۳۲ء)

یہ ہے وہ منصوبہ جو خلیفہ کے ذہن پر مسلط تھا۔ کیا خالص اشاعت اسلام کرنے والی جماعت کو ایسے علاقے مطلوب ہیں خواہ بڑے پیمانے پر خواہ چھوٹے پیمانے پر کچھ علاقے ہوں جو بلا شرکت غیر کلیتہاً ان کی ملکیت ہوں۔ کیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے لئے ایسے صدر مقام کی تلاش کی تھی جس میں کوئی غیر نہ ہو۔ جہاں سے وہ تبلیغ اسلام کے کام کو جاری رکھ سکیں۔ پس یہ کام جس کی تکمیل کے خلیفہ متمنی تھے کہ ان کو ایسی جگہ مل جائے جہاں وہ ہی ہوں۔ اپنا قانون وہاں

چل سکے اور اپنی ریاست کا قیام عمل میں لایا جاسکے اور قادیان میں بھی اس لحاظ سے کامیابی کا حصول اپنے لئے مشکل سمجھتے تھے۔ مگر ربوہ میں ان کو یہ بات میسر آگئی وہ یہ ”ریاست“ اپنی پوری شان سے قائم کر چکے ہیں۔ کیونکہ اس میں سوائے ان کے قادیانی مریدوں کے اور کوئی آباد نہیں۔ پاکستان میں صرف ایک حصہ ہے۔ جس میں ایک ہی فرقے کے لوگ بستے ہیں اور وہ ایک آہنی عظیم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے ملک کا قانون ان کے لئے حرفِ غلط سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ایسی آئین سوز کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے صوبائی پریس ایک عرصہ سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ یعنی اس میں دوسرے لوگ ایک عمرانی منصوبے کے ماتحت بسائے جائیں۔ تاکہ محمودی آمریت قانون کے رستے میں حائل نہ ہو سکے۔ لیکن ابھی تک یہ مطالبہ صد اصرار و ثابت ہو رہا ہے۔“

نظام بینکاری

ربوہ میں سٹیٹ بینک آف پاکستان کے بالقابل مرزا محمود کی زیر نگرانی ایک غیر منظور شدہ بینک بھی جاری ہے۔ جسے خلیفہ کی خوش ساختہ اصطلاح میں ”امانت فنڈ“ کہا جاتا ہے۔ ربوہ کے اس جعلی بینک کی طرف سے باقاعدہ چیک بک اور پاس بک بھی جاری کی جاتی ہے۔ جن کا ڈیزائن عام مروچ بینکوں کی چیک بکوں اور پاس بکوں سے ملتا جلتا ہے۔ سطحی نظر سے کوئی شخص ان کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ یہ چیک بک یا پاس بک کسی جعلی اور گورنمنٹ کے غیر منظور شدہ بینک کی ہے۔ اس بینک کے متعلق بعض اعلانات پڑھئے:

”چالیس سال سے قائم شدہ صیغہ امانت صدر انجمن احمدیہ اس صیغہ کو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی بابرکت سرپرستی کے علاوہ بفضلہ تعالیٰ اس وقت مشہور انگلش بینک سے تربیت یافتہ ٹریژنڈ اور مخلص نوجوانوں کی خدمات حاصل ہیں۔ آپ کا یہ قومی امانت فنڈ اس وقت خدا کے فضل و رحم سے ملکی بینکوں کے دوش بدوش اپنے حساب داران امانت کی خدمت پورے اخلاص اور محنت سے سرانجام دے رہا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد اس صیغہ نے جو شاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اس لئے اب آپ کو اپنا قاتل تو روپیہ ہمیشہ صیغہ امانت صدر انجمن احمدیہ میں ہی جمع کروانا چاہئے۔“

(الفضل مورچو، ۱۹ مارچ ۱۹۵۷ء)

۱۔ اقلیت دیئے جانے کے بعد مجھے علم نہیں کہ آیا امانت فنڈ کا صیغہ ہے یا بند ہو گیا ہے۔

ممکن ہے اب یہ صیغہ مرکز انگلستان میں جاری ہو۔

”کیا آپ کو علم ہے کہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے خزانہ میں احباب اپنی امانت ذاتی کا حساب کھول سکتے ہیں اور جو روپیہ اس طرح پر جمع ہو وہ حسب ضرورت جس وقت بھی حساب دار چاہے واپس لے سکتا ہے۔ جو روپیہ احباب کے پاس بیاہ شادی، تعمیر مکان، بچوں کی تعلیم یا کسی اور ایسی ہی غرض کے لئے جمع ہو اس کو بجائے ڈاکخانہ یا دوسرے بینکوں میں رکھنے کے خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں جمع کرانا چاہئے۔“

(الفضل مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء)

ملاحظہ ہو کس طرح کھلم کھلا گورنمنٹ کے ڈاکخانوں اور بینکوں میں روپیہ جمع کرنے سے لوگوں کو روکا گیا۔ ہمارے خیال میں کسی بڑے سے بڑے بینک نے بھی یہ جرأت نہیں کی ہوگی کہ وہ لوگوں کو یہ تلقین کرے کہ رقم صرف اسی ایک بینک میں جمع کرائی جائے۔

یہ بینک خلیفہ کی ریاست کو بوقت ضرورت روپیہ مہیا کرتا ہے۔ خود خلیفہ اور ان کے عزیزوں کو (Overdraft) کے ذریعہ متعدد بار رقمیں مہیا کر چکا ہے۔ اس وقت خلیفہ اور ان کا خاندان اسی بینک سے مبلغ سات لاکھ روپے کی رقم لے چکے ہیں۔ اسی بینک کی سیاسی افادیت کا حال بھی خلیفہ کی زبانی سنئے: ”اس کے علاوہ اس کے ذریعہ احرار کو خطرناک شکست ہوئی۔“

(الفضل مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء)

نیز فرمایا: ”اگر دس بارہ سال تک ہماری جماعت کے لوگ اپنے نفوس پر زور ڈال کر اس میں روپیہ جمع کر داتے رہیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان..... اور اس کے گرد و لوہاج میں ہماری جماعت کی مخالفت ۹۵ فیصد کم ہو جائے۔“

(الفضل مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء)

پس کس طرح قادیان اور اس کے ماحول کو سنبھالنے کی اس بینک کے ذریعہ تجاویز مرتب کی گئیں اور پھر کس طرح احرار کو اسی بینک کی طاقت سے شکست دی گئی۔ کیا یہی بینک کل کسی اور کو شکست دینے کے لئے استعمال نہیں کیا جائے گا؟ کیونکہ خلیفہ خود فرماتے ہیں: ”ہم اس روپیہ سے تمام وہ کام کر سکتے ہیں جو حکومتیں کیا کرتی ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۳۸ء)

اور پھر بالفاظ ”خلیفہ“: ”میں اس مد (امانت تحریک) کی تفصیلات کو بیان نہیں کر سکتا۔“

(الفضل مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۷ء)

”اور یہ بھی یاد رکھئے کہ امانت فنڈ کی تحریک الہامی تحریک ہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۳۷ء)

میضہ امانت ”بینک“ ہے۔ لیکن بینک کی سی کوئی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی۔ لیکن

یہ ایسا بینک ہے جس کا نام امانت فنڈ ہے۔ جو اگر ضائع ہو جائے تو امین اس کا شرعاً ذمہ دار نہیں ہوتا۔ تقسیم ہند کے بعد جن احمدی احباب کے اکاؤنٹ قادیان میں امانت فنڈ میں تھے ان کو کچھ نہیں ملا تھا۔ حالانکہ وہ تمام رقم مرزا محمود کے ذاتی ہوائی جہاز کے ذریعہ پاکستان لائی گئی تھی۔ صیغہ امانت میں گورنمنٹ کے افسروں کے کھاتے کھلے ہیں۔ ہم محکمہ انکم ٹیکس والوں کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بھی اس امر کی چھان بین کرے۔ انہیں بڑی مفید معلومات حاصل ہوں گی اور وہ تمام لوگ جو گورنمنٹ عیکسوں سے بچنے کے لئے بینکوں کی بجائے یہاں روپیہ رکھتے ہیں۔ منظر عام پر آ جائیں گے اور گورنمنٹ ملازم جن کے لئے اپنی مالی پوزیشن کو صاف رکھنا ضروری ہے۔ ان کے متعلق تمام کوائف طشت از بام ہو جائیں گے۔ بینکاری کا معاملہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ اگر کوئی بینک بیٹھ جائے تو کتنے لوگ برباد ہو جاتے ہیں۔ پیپلز بینک جب دیوالیہ ہوا تھا تو کس طرح ملک میں کھرام مچ گیا تھا۔ بینک تو بند ہو گیا۔ مگر ان بیواؤں اور یتیموں کا رونا کس طرح بند نہ ہوا۔ جن کا روپیہ اس میں امانت پڑا ہوا تھا۔ گورنمنٹ نے اس کا کیا انسداد کیا ہے۔ اگر ”خلیفہ“ کی بے تدبیری اور بڑھتے ہوئے اخراجات کی اور آئے دن کی اوور ڈرافٹس (Overdrafts) اور صیغہ امانت سے قرض کے نام پر نکلوانی ہوئی بھاری رقم سے یہ بینک دیوالیہ ہو گا جس کا دیوالیہ ہو جانا ایک یقینی امر ہے تو امانت والوں کا کیا بنے گا۔ پاکستان کے شہریوں کے اموال کی حفاظت کا کیا بندوبست کیا ہے۔ حکومت کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہئے کہ روہ کا یہ بینک ”خلیفہ“ کی بے اعتمادیوں کے باعث شدید مالی بحران کا شکار ہے اور اس کے کل سرمایہ میں سے جو تقریباً ۲۳ لاکھ روپیہ ہے۔ ۱۸ لاکھ روپے کی گرانقدر رقم عملاً خورد برد کی جا چکی ہے۔ اگر اس بینک کا کوئی باقاعدہ میزانیہ تیار کر دیا جائے تو حکومت کو خود علم ہو جائے گا کہ یہ عملاً دیوالیہ ہو چکا ہے اور اس کے واجبات زیادہ اور اتنا اس کے بالمقابل برائے نام ہے۔

مخفی اخراجات

حکومت کو بعض اوقات مخفی طور پر بعض اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ خلیفہ کے ریاستی بجٹ میں بھی یہ مد موجود ہے۔ خلیفہ خود فرماتے ہیں: ”صرف ایک مد خاص ایسی ہے جس کے اخراجات مخفی ہوتے ہیں۔ مگر میں ان کے متعلق بھی بنا دینا چاہتا ہوں کہ ان مخفی اخراجات کی مد میں سے جو بعض دفعہ خبر رسائیوں اور ایسے ہی اور اخراجات پر جو ہر شخص کو بتائے نہیں جاسکتے۔ خرچ ہوئے ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۲ جولائی ۱۹۳۷ء)

آزادی رائے پر پہرے

آمرانہ حکومتوں میں آزادی رائے عطا ہوتی ہے۔ ایسا ہونا آمریت کے مزاج کے مطابق ہے۔ بلکہ وہاں افکار پر نگرین پہرے ہوتے ہیں۔ نظر کے دور اقتدار میں کوئی جرمن باشندہ آزادی سے سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں سے بڑے بڑے مفکر اور سائنس دان بھاگ کر جمہوری ملکوں میں آباد ہو گئے تھے۔ جاپان میں دوسری عالمگیر جنگ سے پہلے شاہ میکاڈو کی حکومت میں پولیس کا ایک حصہ تھا۔ جس کو (Thought-Police) کہتے تھے۔ اس کا یہ فرض تھا کہ وہ ملک میں گفتار و کردار کے علاوہ افکار کا جائزہ لیتی رہے۔ یہی حال قادیانی میکاڈو کا ہے۔ یہ بھی اپنی مملکت میں کسی کو نہ سوچنے دیتا ہے نہ ہی کسی کو یہ اجازت ہے کہ وہ آزادانہ طور پر تصنیف یا تالیف کام کرے۔ ان کے ہاں اس (Thought Police) کو نظارت تالیف و اشاعت کہتے ہیں۔ بظاہر یہ کتنی بھلی اصطلاح ہے۔ حالانکہ اس کا اولین فرض ہے کہ تالیف اور اشاعت پر قفل لگا دے۔ اگر اس کو نظارت تعزیر و احتساب کہا جاتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔ قاعدہ یہ ہے کہ ”تمام وہ لٹریچر جو احمدی احباب تصنیف فرمادیں۔ اگر وہ کسی موضوع پر ہو تو محکمہ تالیف و اشاعت میں روانہ فرمادیں اور محکمہ مذکورہ بعد ملاحظہ و تصحیح ضروری اسے اشاعت کے لئے منظور کرے اور کوئی کتاب یا رسالہ بغیر محکمہ مذکورہ کے پاس کرنے کے احمدی لٹریچر میں شائع نہیں ہو سکتا۔“

(افضل مورچہ ۱۸ مئی ۱۹۲۲ء)

”اسی طرح مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ نے بمظہوری حضرت خلیفہ المسیح بذریعہ ریزولوشن نمبر ایک ۱۹۲۸ء یہ فیصلہ کیا تھا کہ سلسلہ کی طرف سے کوئی کتاب ٹریکٹ وغیرہ بغیر منظوری نظارت تالیف و اشاعت چھپنے اور شائع ہونے نہ پائے۔ اگر اس کی خلاف ورزی ہوئی تو اس کتاب کی اشاعت بند کر دی جائے گی۔“

(افضل مورچہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۳ء)

چنانچہ ان تجاویز پر عمل شروع کر دیا گیا۔ الہمشر نام سے قادیان سے ایک رسالہ نکلتا تھا۔ جس کے ایڈیٹر ایک مشہور قادیانی صحافی تھے۔ لیکن ریاست محمودیہ کے نزدیک بعض نقائص ایسے تھے کہ ان کے ہوتے ہوئے ”الہمشر“ کو مرکز سلسلہ سے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔

(افضل مورچہ ۲۸ اگست ۱۹۳۷ء)

”اسی طرح اعلان کیا گیا کہ کتاب ”بیان الجاہد“ (جو مولوی غلام احمد سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ دتعلیم السلام کالج) نے شائع کی ہے۔ کوئی صاحب اس وقت تک نہ خریدیں جب تک

نظارت و دعوت تبلیغ کی طرف سے اس کی خریداری کا اعلان نہ ہو۔“ (افضل مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۳ء)

ایک ٹریکٹ کے متعلق اعلان کیا گیا کہ: ”اس ٹریکٹ کو ضبط کیا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ جس کے پاس یہ ٹریکٹ موجود ہو وہ اسے فوراً تلف کر دیں اور شائع کرنے والے صاحب سے جواب طلب کیا گیا ہے اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ جس قدر کاپیاں اس ٹریکٹ کی ان کے پاس ہوں وہ سب تلف کر دی جائیں۔“

(افضل مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۳۳ء)

جب نظارت تالیف و تصنیف کو اس ٹریکٹ کی اشاعت کا علم ہوا تو اس نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے دی اور اسے بحق جماعت ضبط کر کے تلف کر دینے کا حکم دے دیا۔ نیز ٹریکٹ شائع کرنے والے سے جواب طلب کیا۔

(افضل مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء)

غور فرمائیے کہ اب ریاست کے مکمل ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔ خلیفہ فرماتے ہیں: ”اب تک تین رسالوں کو میں اس جرم مل ضبط کر چکا ہوں۔“

(افضل مورخہ ۳ مارچ ۱۹۳۶ء)

اس سلسلہ میں خلیفہ کی ریاست کا سب سے گدہ پہلو یہ ہے کہ جن کتب اور اخبارات کو ضبط نہیں کر سکتے یا کروا سکتے، ان کے متعلق اپنی رعایا یا مریدوں کو یہ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ اسے پڑھیں نہیں۔ کیا ایک مذہبی، دینی اور تبلیغی جماعت جنہوں نے دوسروں تک اپنی بات پہنچانی ہوتی ہے۔ ان کی طرف سے تعزیری اقدام ان کے لئے باعث فخر ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ روزنامہ ”نوائے پاکستان“ جو وقتاً فوقتاً خلیفہ کے متعلق بعض اہم حقائق کو منظر عام پر لاتا رہتا ہے۔ خلیفہ نے اپنے ہوم سیکرٹری (ناظر امور عامہ) کے ذریعہ اس اخبار کے ہائیکٹ کا اعلان کروایا۔ اس سے پہلے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کے موقع پر اعلان ہو چکا ہے کہ حقیقت پسند پارٹی کا شائع کردہ لٹریچر کوئی احمدی نہ پڑھے۔ بلکہ پھاڑ کر پھینک دے یا خلیفہ کے ہوم سیکرٹری یا محکمہ حفاظت مرکز کے پاس بحفاظت پہنچادیں۔

(افضل مورخہ ۷ مارچ ۱۹۵۷ء)

خلیفہ اپنے دارالخلافہ میں جس طرح لوگوں کو اپنی ریاست کا مطیع اور فرمان بردار بنانا رکھا ہے۔ ہاشدگان ربوہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کے حاکم اعلیٰ ان کے خلیفہ ہیں۔ حکومت بھی ان کو خلیفہ کے چنگل سے نہیں بچا سکتی۔ ان کے سامنے قادیان سے لے کر ربوہ تک کی مثالیں موجود ہیں کہ حکومتی نظام سنگین واردات کی کھوج لگانے میں ناکام رہا۔ اگر کھوج لگا سکتا تو عدالت میں جا کر مقدمات ٹل ہو گئے۔

خلیفہ کی خروجی تدابیر

سیاست کاری اور سیاست بازی ”خلیفہ محمود“ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ مذہب یا تو محض زیب داستان کے لئے تھا یا اس کا مصرف سیاست کی پردہ داری تھا۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے اور ان کے اعلانات کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ محراب و منبر کے سیاق و سباق میں پناہ گزین ہو کر وہ سیاست کا کھیل کھیلتے تھے۔ وہ سیاست کی سر بلند یوں سے سرفراز تو ہونا چاہتے تھے۔ مگر اس کی اہتمام انگیزیوں کے حریف نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے ان کا نظریہ خروج پہلو دار باتوں میں ملفوف ہو کر ان کے مریدوں کے سامنے آتا ہے۔ مثلاً وہ اکثر کہا کرتے ہیں: ”ہم قانون کے اندر رہتے ہوئے اس کی روح کو کچل دیں گے۔“ ایسے ہی مقاصد کے لئے یہ دفتر امور عامہ ایسے احمدی افسران جو گورنمنٹ یا ڈسٹرکٹ بورڈوں یا فوج یا پولیس، سول، بجلی، جنگلات، تعلیم وغیرہ کے محکموں میں کام کرتے ہیں۔ ان کے کھل پتے مہیا رکھتا ہے۔ (افضل مورخہ ۸ نومبر ۱۹۳۲ء)

کبھی ان پر سیاست کا ایسا جنون مسلط ہو جاتا ہے کہ وہ حزم و احتیاط کے سارے پردے چاک کر کے بر ملا کہہ دیتے ہیں: ”پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم میں سیاست نہیں وہ نادان ہیں وہ سیاست کو سمجھتے ہی نہیں۔ جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی بھی سیاست ہے وہ بیعت ہی کیا کرتا ہے۔ اس کی کوئی بیعت نہیں۔ دراصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے۔ پس اس مسئلہ کو اگر میں نے بار بار بیان نہیں کیا تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے اس سے جان بوجھ کر اجتناب کیا۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب سمجھ لینی چاہئے کہ خلافت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی ہے اور جو شخص یہ نہیں مانتا وہ جھوٹی بیعت کرتا ہے۔“

(افضل مورخہ ۳ اگست ۱۹۲۶ء)

اسی دھن میں خروجی عزائم کو یوں بے نقاب کر جاتے ہیں: ”میرا یہ خیال ہے کہ ہم حکومت سے صحیح تعاون کر کے جس قدر جلد حکومت پر قابض ہو سکتے ہیں عدم تعاون سے نہیں اگر ہم کالجوں اور سکولوں کے طلباء کے اندر یہ روح پیدا کر دیں تو جوان میں سے ملازمت کو ترجیح دیں اور اس غرض سے ملازمت کریں کہ اپنی قوم اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچائیں گے تو یہ لوگ چند ماہ میں ہی حکومت کو اپنی آزدار رائے اور بے دھڑک مشورے سے مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ ہندوستانی نقطہ نگاہ کی طرف مائل ہو۔ بے شک ایسے لوگوں کی ملازمت خطرہ میں ہوگی۔ مگر جب یہ لوگ ملازم ہی اس خطرہ کو مد نظر رکھ کر ہوئے ہوں گے ان کے دل اس بات سے ڈریں گے نہیں۔ دوسرے کوئی

گورنمنٹ ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں ملازموں کو اس جرم میں الگ نہیں کر سکتی کہ تم کیوں سچائی سے اصل واقعات پیش کرتے ہو اگر پولیس کے حلقہ پر ہی ایسے حب الوطنی سے سرشار لوگ قبضہ کر لیں تو حکومت ہند میں بہت کچھ اصلاح ہو سکتی ہے۔“ (افضل مورچہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۵ء)

جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی ہے تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا ہے۔ قادیان کی سر زمین میں فسادات کے موقعہ پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی طرف سے ایک دم چھاپہ پڑا۔ جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہاں احمدی سی آئی ڈی ناکام رہی۔ لیکن خلیفہ کی اپنی اہرنٹی فراست ان کے کام آئی۔ کیونکہ جب پولیس سرپر آگئی تو اس ”مقدس، پاکہاز، مہم، صلح دوراں“ نے اپنی مستورات کی چھاتوں پر خفیہ دستاویزات ہاندھ کر کوشی دارالسلام (قادیان) بھجوادیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا۔ ۱۹۵۳ء کے فسادات اور پھر مارشل لاء کے اختتام پر جب گورنمنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ربوہ کے فوجی اور ربوی پولیس کے دفاتر اور قصر خلافت پر چھاپہ مارا جائے تو یہ خبر دو دن قبل ربوہ پہنچ گئی۔ خفیہ اور ضروری کاغذات جن پر خلیفہ کے دستخط تھے۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ تلف کر دیا گیا اور دوسرا حصہ چناب ایکسپریس پر سندھ روانہ کر دیا گیا۔ جب پولیس دفتر کی تلاشی لے رہی تھی۔ خفیہ کاغذات قادیانی اسٹیو میں چھپائے جا رہے تھے۔ خلیفہ ہر اس فرد کو بغاوت کا حق دیتے ہیں۔ جس نے دل سے اور عمل سے حکومت وقت کی اطاعت نہ کی ہو۔ ایک دفعہ کسی شخص نے خلیفہ سے پوچھا کہ جس ملک کے لوگوں نے کسی حکومت کی اطاعت نہ کی ہو۔ کیا انہیں حق ہے کہ وہ اس حکومت کا مقابلہ کرتے رہیں تو ارشاد ہوا کہ: ”اگر کسی قوم کا ایک فرد بھی ایسا باقی رہتا ہے جس نے اطاعت نہیں کی نہ عمل سے نہ زبان سے تو وہ آزاد ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے مقابلہ کر سکتا ہے۔“ (افضل مورچہ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۳ء)

پھر فرماتے ہیں: ”اگر تبلیغ کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جائے تو ہم یا تو اس ملک سے نکل جائیں گے یا پھر اگر اللہ تعالیٰ اجازت دے تو پھر ایسی حکومت سے لڑیں گے۔“

(افضل مورچہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۵ء)

یعنی ایک حکومت میں رہ کر اس کے متعلق اعلان جنگ کے مواقع اور ان پر غور سب کچھ ہو سکتا ہے۔ بغاوت کا ذکر ہو رہا ہے تو ایک اور ارشاد بھی سنئے۔ فرماتے ہیں: ”شاید کابل کے لئے کسی وقت جہاد کرنا پڑ جائے۔“

(افضل مورچہ ۲۷ فروری ۱۹۲۲ء)

خلیفہ نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا تھا کہ ”جماعت ایک ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے کہ بعض حکومتیں بھی اسے ڈرکی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں اور قومیں بھی اسے ڈرکی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۸ء)

ان اقتباسات سے بالکل عیاں ہے کہ خلیفہ محمود اپنی جماعت کے ذہنوں میں اسی جنون کی پرورش کرتا رہا ہے۔ جولان کے اپنے ذہن میں سایا ہوا تھا۔ انہوں نے ربوہ کو اپنی کمین گاہ بنا رکھا تھا اور اسی تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ کب وطن عزیز میں انتشار ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اقتدار کی نشستوں پر قابض ہو کر ملک کے حکمران بن جائیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قبولیت کی رو چلانے کے لئے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان کا اپنا قول ہے کہ: ”ہنجاہ جنگی صوبہ کہلاتا ہے۔ شاید اس کے اتنے یہ معنی نہیں کہ ہمارے صوبہ کے لوگ فوج میں زیادہ داخل ہوتے ہیں۔ جتنے اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارے صوبہ کے لوگ دلیل کے محتاج نہیں بلکہ سونے کے محتاج ہیں۔“

(الفضل مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۶ء)

گویا خلیفہ مغرب کی (Bigstick) پالیٹکس کے قائل ہیں۔ چنانچہ ٹھکوری کی حالت میں بھی خارجی حکومتوں سے ساز باز کے متمنی ہیں اور اس کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں: ”کہ کوئی قوم دنیا میں بغیر دوستوں کے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے زیادہ مجرم اور کوئی قوم نہیں ہو سکتی جو اپنے لئے دشمن تو بناتی ہے مگر دوست نہیں کیونکہ یہ سیاسی خودکشی ہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۸ جون ۱۹۳۶ء)

اب پاکستان میں رہتے ہوئے اس کے دشمنوں کے حلیف بننے کی کوشش کیوں نہیں کریں گے۔ چاہے اس کی کوئی سی بھی صورت ہو مثلاً وہ راز افشاء کر کے پاکستان کے دشمنوں کے دلوں میں جگہ پیدا کرنے کی کوشش بھی کریں گے۔ انہوں نے فوج کے ایک کرنل کی طرف یہ منسوب کیا کہ اس نے دوران گفتگو میں ان سے یہ کہا کہ: ”حالات بھر خراب ہو رہے ہیں۔ لیکن اس دفعہ فوج آپ کی مدد نہیں کرے گی۔“

(الفضل مورخہ ۸ مارچ ۱۹۵۷ء)

”جب پہلی دفعہ خلیفہ کی یہ تقریر ”الفضل“ میں چھپی تو اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ کرنل نے کہا کہ فوج آپ کی مدد نہیں کرے گی۔ کیونکہ وہ بدنام ہو چکی ہے۔“

جب اخبارات میں اس قابل اعتراض بات پر تبصرے ہوئے تو خلیفہ کے ایماء سے ان کی وہی تقریر دوبارہ شائع ہوئی اور اس میں سے وہ فقرہ حذف کر دیا گیا۔ جس میں فوج کی بدنامی کی طرف اشارہ تھا۔ تردید کرنے کی اخلاقی جرأت نہ تھی۔ ہاں قانون سے بچنے کا حلیہ نکال لیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَدْرَسَةُ تَعْلِيمِ اَلْمَدِينَةِ اَلْمَدِينَةِ اَلْمَدِينَةِ
مَدْرَسَةُ تَعْلِيمِ اَلْمَدِينَةِ اَلْمَدِينَةِ اَلْمَدِينَةِ

الذکر الحکیم نمبر ۴



ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

اس کو کوئی نہ پڑھے مگر وہی جو خدا کے خدمت گار ہیں نہ کہ نفس کے

الذکر الحکیم نمبر: ۴

یعنی وہ خط کتابت جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مجھ کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ اس کے مطالعہ سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کیسے علم و عقل اور کیسے اخلاق کے انسان ہیں۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتے کچھ ہیں۔ میں ہر امر میں بینات قرآنی پیش کرتا ہوں اور وہ ان کو رد کرتے اور میرا قول قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو بلاوجہ خارج از اسلام اور غیر ناجی بتلاتے اور تمام عالم کو چہنمی قرار دیتے ہیں۔ خداوند عالم، اسلام اور قرآن کو جب تک مرزا کی شمولیت نہ ہو مردہ کہتے ہیں۔ تمام زلزلوں، آتش فشاںوں، وباؤں اور حوادث کو خواہ انکو ڈور میں ہوں یا اٹلی میں یا فارموسی میں یا سانس فرانسسکو میں۔ بغرض کسی شہر یا گاؤں میں ہو۔ خواہ ان کو حضرت کی خبر بھی ہو یا نہ ہو۔ اپنی تکذیب کا نتیجہ بتلاتے ہیں نہ کہ فسق و فجور، دہریت، کفر، شرک، توہین اسلام، توہین و تکذیب قرآن، توہین محمد ﷺ وغیرہ جبرائیم کا، خداوند عالم کو ایک باؤلا تھملا اور دلی سمجھ لیا ہے۔ (معاذ اللہ) جو جوش حمایت میں از خود رفتہ ہو کر مرزا کی خاطر دنیا کو تباہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اس کے اصل مکذب کون ہیں۔ دنیا میں کہیں جا ہی آئے تو خود مرزا قادیانی اور ان کے مرید بظلمیں بجاتے اور عید مناتے ہیں کہ یہ ہمارے واسطے ایک نشان ظاہر ہوا ہے اور ہر وقت اسی ہوس اور انتقار میں ہیں کہ دنیا تباہ ہو۔ فلاں ہلاک ہو۔ جس قدر زیادہ جا ہی آئی اسی قدر ان کی گہری عید ہوئی۔ وغیرہ وغیرہ! چونکہ وہ میرے خلاف البدرد اور الحکم میں ایک اعلان شائع کر چکے ہیں اور میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ اس لئے مجھے یہ خط و کتابت شائع کرنی پڑی۔ التماس بخیرت جملہ ایڈیٹران اخبارات و رسالہ جات۔ بغرض رفاہ عام آپ اس تمام خط و کتابت کو تھوڑی تھوڑی کر کے اپنے رسالہ یا اخبار میں شائع کرنا شروع کر دیں اور بطور ریویو کچھ عبارت لکھ کر یہ اعلان شائع کر دیں کہ یہ کل خط و کتابت جس کا نام ”الذکر الحکیم نمبر ۴“ ہے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجنے پر پتہ ذیل سے مل سکتی ہے۔ منبر مطبع عزیزی مقام تر آڈی ضلع کراچل، سب صاحب اپنی اپنی رائے سے مجھے بھی اطلاع دیں تاکہ مجھے اصلاح و اثبات خیالات موجودہ میں مواظفہ: مولوی ڈاکٹر محمد عبدالکیم خان، ایم۔ بی اسٹنٹ سرجن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

”نحمدہ ونصلہ علی رسولہ الکریم“

خدا کے واسطے غور سے پڑھو شتاب کاری اور غصہ بڑے شیطان ہیں
 مرزا غلام احمد قادیانی مجھ سے خود بخود بگڑ بیٹھے۔ میں نے تعلیمات محرم و ہولی میں
 جماعت احمدی کو بمقام بیٹالہ چند ضروری مضامین پر لیکچر دینے شروع کئے اور ابتداء اسماء الہی، دلائل
 پرستی باری تعالیٰ اور تفسیر الحمد سے کی۔ کیونکہ جماعت احمدی میں خاص مرزا قادیانی کے اذکار..... کا
 جوش ایسا غالب ہو گیا ہے کہ تسبیح و تقدیس اور تحمید و تجید باری تعالیٰ قریب قریب مفقود ہو گئے یا محض
 برائے نام رکھی طور پر رہ گئے اور سوائے اس ایک مسئلہ کے اور تمام قرآنی تعلیموں کا چرچا جاتا رہا اور
 اس ایک ہی مسئلہ کا مذاق رہ گیا۔ گویا کہ پرستش باری تعالیٰ کی بجائے مرزا قادیانی کی پرستش قائم
 ہو گئی اور عملی طور پر ان کا کلمہ ”لا الہ الا المرزا“ ہو گیا۔ کیونکہ لہ یعنی معبود و مطلوب وہی ہے جس
 کی سب سے زیادہ طلب کی جائے اور جس کی سب سے زیادہ پرستش کی جائے۔ چنانچہ خود
 مرزا قادیانی کو بھی یہ الہام ہوئے: ”یا ایہ الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من
 قبلكم“ یعنی اے لوگو! تم اپنے اس رب کی پرستش کرو جس نے تم کو اور ان تمام کو جو تم سے پہلے تھے
 پیدا کیا، اور یہ بھی الہام ہوا۔ ”بل تؤثرون الحیوة الدنیا“ بلکہ تم حیات دنیاوی کو اختیار کر
 رہے ہو۔ یہ ہر دو الہامات ان کی تنبیہ اور تادیب کے لئے کافی تھے۔ اگر وہ ان الہامات کو نظر غور اور
 فیض عمل سے دیکھتے۔ مگر ذکر مرزا کا مذاق ایسا غالب ہو گیا ہے کہ دن رات ان کی مجلسوں میں یہی
 ذکر غالب تر ہوتا ہے۔ اخبارات الحکم اور البدر میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے۔ مگر اس ذکر سے وہ کبھی نہیں
 اکتاتے۔ یہ مذاق قرآن مجید کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید از اول تا آخر اللہ تعالیٰ کی
 عظمت و جلال اور قدرت و حکمت کا بیان رنگ و بھراؤں میں کرتا ہے یا تزکیہ نفس اور اصلاح
 اعمال کا اور بشری ضروریات کے ہر پہلو پر طے التماس نہایت مدلل اور مقبول بحثیں کرتا ہے۔ ایسا
 نہیں کہ خدا کی حمد و ثنا اور تزکیہ نفس کے تمام پہلوؤں کو چھوڑ کر ایک محمد ﷺ کی ہی حمد و ستائش تمام
 اذکار پر مقدم اور غالب کر لی ہو۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا عموماً حال ہے۔ خود

مولوی نور الدین نے بھی جو جماعت احمدی میں ایک اعلیٰ نمونہ ہیں ان ایام میں جب کہ میں تفسیر القرآن بغرض اصلاح مرزا قادیانی اور آنجناب کو سنایا کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا قادیانی کو تو بس ایک وقت مسیح کی بحث سنا دیا کرو۔ پھر اس پر طرفہ تو یہ ہے کہ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہو رہے ہیں بلا تبلیغِ کامل خارج از اسلام سمجھے لگ گئے ہیں۔ میں نے توحید و عظمت باری تعالیٰ پر تین یا چار ہی لکچر دیئے تھے کہ احمدی لوگ گھبرائے اور ایک شخص عبدالغنی خاں نام نے جماعت کی طرف سے کہا کہ آپ مرزا قادیانی کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی تو حمد ہو رہی ہے اور الحمد للہ کی تفسیر ہے۔ ابھی تو رب العالمین۔ الرحمن۔ الرحیم اور مالک یوم الدین کی تفسیر بھی نہیں ہوئی۔ حمد کے بعد نعت رسول ﷺ پھر مناقب مرزا قادیانی ہوگی۔ حاضرین میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید و حمید باری تعالیٰ بھی مرزا قادیانی کا خاص مشن ہے۔ مگر ان باتوں سے کہے احمدی مطمئن نہ ہوئے اور روز بروز داویلا بڑھتا گیا۔ آخر کار ایک روز عبدالغنی خاں نے یہ کہا کہ آپ تو حمد الہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر کرنا شرک سمجھتے ہیں۔ مگر میں اس بات کو شرک سمجھتا ہوں کہ حمد الہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر نہ کیا جائے۔ ان حالات سے مجھ کو سخت افسوس ہوا۔ جس قدر میں اس بات پر زور دیتا تھا کہ کوئی انسان کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قرآن مجید کے تمام مسائل پر علی التماس زور نہ دیا جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر عمل جانا اور اسی کو تمام امور پر مقدم اور غالب کرنا ایک قسم کا جنوں اور سخت فسادات کی بنا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے..... "جعلوا القرآن عسین" یعنی قرآن کو بوٹی بوٹی کر دو..... "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو اور تمام تفرقہ و فسادات کی بنا یہ بتلائی ہے۔ "کمل حزب بعنا لہم فرحون" تمام فریق اپنی اپنی بات پر اتراتے ہیں۔ مگر وہ مرزا قادیانی کے دیوانے کب سنتے تھے۔ اتفاقاً مولوی مبارک علی (قادیانی) سیالکوٹی پٹیالہ میں تشریف لائے اور ان کے وہ خط شروع ہوئے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ اپنے تمام وعظوں میں قرآنی عظمت اور قرآنی تعلیم کی ضرورت اور عمل بالتماس پر زور دیں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ قرآن مجید کے عاشق ہو جائیں یا کم سے کم قرآنی مطالعہ کا اس قدر ہی چرچا ہو جائے جتنا انہم اور الہیہ اور مرزا قادیانی کے اشتہار کا تو ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور نقص رفتہ رفتہ دور ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ تمام امراض انسانی کا بھی ایک کامل اور قیمتی نسخہ ہے۔ ”فیہ شفاء لما فی الصدور“ مولوی موصوف نے بھی اپنے وعظوں میں جب یہ ذکر غالب کیا تو مرزا قادیانی کے دیوانے اور پکے مرزائی تاڑ گئے کہ یہ تو ذکر اکثر کی تلقین ہے اور انہیں بہکانا چاہا اور کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے غالب آ گئے۔ تب تو انہوں نے قرآن مجید کے انہیں مضامین پر وعظ شروع کر دیئے۔ جن میں مرزا قادیانی کی نسبت استدلال ہو سکتا تھا اور ہر وعظ میں مرزا قادیانی کو محمد ﷺ کا مظہر اتم ثابت کرنا شروع کیا۔ اس سے میرا غم و اندوہ اور مایوسی اور بھی زیادہ ہو گئے۔ پھر طرفہ تریہ کہ جب مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر الوطن کی تحریک پر مولوی محمد علی دہلوی کمال الدین وغیرہ نے یہ تجویز پاس کی اور شائع کی کہ ریویو آف ریلجز قادیان میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مرزا قادیانی کے متعلق اجاث علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوا کریں۔ جن کو خاص مریدوں کے نام جاری کیا جائے یا دیگر ایسے اشخاص کے نام جو اس کے خود خواستگار ہوں۔ اس تجویز کی اشاعت سے میرا دل قدرے ٹھنڈا ہوا اور میں نے کہا کہ ہماری جماعت میں عالی خیال اور عالی ظرف لوگ بھی ہیں اور اب یہ کام قرآنی رنگ اور خدائی پر چلے گا اور ہمارا پیغام احسن اور بلیغ صورت میں تمام دنیا کو پہنچے گا۔ مگر وہ تمام خوشی خاک میں مل گئی۔ جب پتے مرزائیوں یا مرزا کے شیدائیوں نے اس تجویز کے خلاف شور مچانا شروع کیا اور وہ تجویز خاک میں مل گئی۔ مولوی محمد علی کو مرزائیوں کا شور دہانے کی غرض سے اپنے اقرار اور عقائد شائع کرنے پڑے۔ ”انسا للہ وانسا الیہ راجعون“ انہی ایام میں میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کر دی اور دل میں آرزو تھی کہ قادیان پہنچ کر خالص قرآنی مضامین اور اسی کی ترغیب اور تناسب پر لیکچر دیا کروں گا۔ ممکن تھا کہ ان لیکچروں سے ہی یہ مانو مانیا اور اکثر بی درو ہو کر کل قرآن مجید کا مذاق پیدا ہو جائے۔ مگر میں زیادہ صبر نہ کر سکا اور مضامین ذیل پر ایک خط میں نے مرزا قادیانی کی خدمت میں نہایت بے قراری اور جوش کی حالت میں لکھا۔ چونکہ اصل خط کی نقل میرے پاس موجود نہیں اور میری ہاں بار کی درخواستوں پر مرزا قادیانی نے اس کو واپس بھی نہیں کیا اور نہ نقل بھیجی اور نہ اخباروں میں شائع کرایا بلکہ اپنے خیالات سے ہی ایک اعلان البدرد اور الحکم میں ۳ مئی ۱۹۰۶ء کو شائع کرادیا۔ اس لئے میں اپنی یادداشت کی ہی بنا پر وہ خط ذیل میں درج کرتا ہوں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام غلام احمد قادیانی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح الزمان

میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کر دی ہے۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔ میری جدائی قادیان سے اس الہام کے بعد ہوئی تھی۔ سال دیگر را کہ میدان حساب۔ تاکجا رفت آن کہ بامابو یارا! اور اب میں امید کرتا ہوں کہ آپ کے وہ الہامات پورے ہوں۔

رسید مژدہ کہ ایام نوبہار آمد

(تذکرہ ص ۵۲۲)

رسید مژدہ کہ آن یار دل پسند آمد واللہ اعلم!

(تذکرہ ص ۵۷۲)

اس وقت میں چند امور کی طرف جو نہایت ضروری ہیں آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔
 اڈل..... یہ کہ امت محمدیہ میں جو لوگ ہماری تکذیب کرنے اور ہمیں صریحاً کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو بیشک نماز نہیں ہو سکتی۔ مگر جو لوگ ہمیں صریحاً کافر نہیں کہتے ان تمام کو کافر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ حسن ظنی سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نمازیں پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ ہماری تبلیغ آسان اور وسیع ہو سکے۔

دوم..... یہ کہ جو تجویز اشراہ صدر اور عالی ظرفی سے مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین نے شائع کی تھی کہ ریویو آف ریلجز میں عام اسلامی مضامین شائع ہوا کریں اور خاص مضامین جو آپ کی ذات سے متعلق ہیں۔ وہ ایک علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہو جایا کریں۔ اس سے ہمارے مشن کی تبلیغ بہت جاری اور عمدگی سے پھیل سکتی ہے اور قرآن مجید کی رو سے مدارِ نجات بھی اللہ پر ایمان اور اعمالِ صالحہ ہیں۔ "ان الذین آمنوا والذین ہادوا والنصارئ والصالحین من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلہم اجرہم عند ربہم فلا خوف علیہم ولاہم یحزنون" جو لوگ مسلمان ہو گئے اور جو یہودی اور نصاری اور آتش پرست یا ستارہ پرست وغیرہ ہیں جو کوئی اللہ کو اور یوم آخرت کو ماننا اور اچھے عمل کرتا ہے ان کے واسطے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ پس ایسے لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور وہ غمگین ہوں گے۔

”وقالوا لن يدخل الجنة الا من كان هوداً او نصارى تلك امانتهم قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين“ وہ کہتے ہیں بہشت میں اور کوئی شخص داخل نہ ہو سکے گا۔ مگر وہی جو یہودی ہو گیا یا عیسائی یہ ان کی بے بنیاد آرزوئیں ہیں۔ ان سے کہہ کہ تم اپنی دلیل پیش کرو۔ اگر سچے ہو۔

”بلے من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون“ نہیں بلکہ (بہشت میں وہی داخل ہوگا) جو اپنے آپ کو اللہ کے قربان کر دے اور نیکی کرنے والا ہو۔

ایک موقع پر اہل کتاب کو شخص توحید کی طرف دعوت کی ہے۔ ”تعالوا الی کلمۃ سواہ بیننا و بینکم ان لا تعبدوا الا اللہ ولا نتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ“ ایک کلمہ کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی پرستش نہ کریں اور نہ بعض ہم میں سے بعض کو اللہ کے سوائے رب بنائیں۔
الغرض مدار نجات قرآن مجید نے توحید اور اعمال صالحہ کو رکھا ہے۔ اسی مضمون کی مؤید اور صداہ آیات ہیں۔ تین آیتیں میں اور نقل کرتا ہوں۔

”ان اللہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“
بے شک اللہ شرک کو نہیں بخشتا۔ مگر اس کے سوائے (اور تمام گناہوں کو) جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔

”واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوی“ جو اپنے رب کے مقام سے ڈرتا ہے اور اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے پس اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

”قد افلح من زكها“ تحقیق فلاح وہ پاتا ہے جو اپنے نفس کو پاک کرتا ہے۔
پس جب بنائے نجات توحید اور تزکیہ نفس ہوئی۔ تو فروعات یا مؤیدات کی خاطر تمام دنیا کو اصل بناء سے محروم کرنا سخت غلطی ہے۔

سوئم آپ کا وجود خادم اسلام ہے نہ وجود اسلام۔ پس اپنے وجود کی خاطر اصل اشاعت اسلام کو روکنا حکمت و دانائی کے خلاف ہے۔ کیونکہ حکم ہے ”و ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنه“ اور حکم ہے۔ ”واتبعوا احسن ما انزل الیکم“ جب اصل پر لوگ قائم ہوں گے تو فرع پر خود قائم ہو جائیں گے۔

چہارم..... عام حکمت کا یہ قاعدہ ہے کہ پہلے بڑے امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ ہلکی غذا نہیں دی جاتی اور قوی کھل غذاؤں سے پرہیز کرایا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ بڑے امراض سے صحت ہو جاتی ہے۔ تب خفیف اور خمئی امراض خود رفع ہو جاتے اور طبیعت معمولی غذاؤں کی خود مشتمل ہوتی جاتی ہے۔ ایسا ہی اس وقت بہت سے سخت روحانی امراض پہلے ہوئے ہیں۔ جو دبائے عالمگیر کی طرح مسلمانوں کو اور عام خلائق کو جاہ کر رہے ہیں۔ اس لئے ان کے حسب برداشت اور حسب خواہش پہلے ہلکی غذاؤں کو دینی چاہئے اور اصل امراض کا علاج کرنا چاہئے۔ رفتہ رفتہ جب اور غذاؤں کی خواہش اور برداشت زیادہ ہوتی جائے۔ تب نئی نئی غذاؤں کو دینی چاہئیں۔ یعنی پہلے اسلام کو عام صورتوں میں پیش کرنا چاہئے۔ رفتہ رفتہ ملے قدر عقول الناس جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریق رہا ہے۔ اس کے سر اور معارف پیش کرنے چاہئیں۔

پہم..... محض ایک مسئلہ وفات مسیح اور آمد مسیح یا پیشین گوئیوں پر تمام زور خرچ کرنا اور باقی اجزائے اسلام کو نظر انداز کر دینا یا غیر ضروری و حقیر سمجھنا سخت نادانی، پست خیالی، تنگ ظرفی اور ضد و تعصب میں داخل ہے۔ اسلام ایک کامل جسم ہے۔ کوئی اس کا ناک کاٹ کر لئے پھرتا ہے۔ کوئی ناک کو، کوئی دل کو، کوئی جگر کو، کوئی دماغ کو علیحدہ علیحدہ کٹنے پیش کرنے میں اس کی خوشنما صورت نظر نہیں آ سکتی۔ بلکہ ایک کمزور اور بدنما نظارہ ہو جاتا ہے۔ ”جعلوا القرآن عظیمین“ قرآن مجید کو بوٹی بوٹی کر دیا۔ اپنی اپنی بات پر اترانا ان تمام اختلافات اور فسادات کی بنیاد ہے۔ جنہوں نے اسلام کو کٹنے کٹنے کر دیا اور کل فرقوں کو ہوا پرست اور نفس پرست بنا دیا۔ ”کل حزب بما لدیہم فرحون“ تمام فرق اپنی اپنی بات پر اترتے ہیں۔ پس اگر احمدی جماعت بھی اسلام کا دل یا دماغ کاٹ کر علیحدہ لئے پھرے تو ایسی کمزور اور فتنہ انگیز بات ہوگی جیسا کہ کسی انسان کا دل یا دماغ نکال کر لئے پھرتا۔

ششم..... محض پیشین گوئیوں یا نشانات کی بناء پر مرید ہو جانے سے تزکیہ نفس اور اصلاح عقائد و اخلاق حاصل نہیں ہو سکتے۔ جیسے کہ عقیدت کے طور پر لاکھوں رٹھیاں، چور، ڈاکو، حرامکار اور خونخوار اسلام میں داخل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے معجزات کے..... قائل ہیں۔ مگر تزکیہ نفس اور معراج روحانی کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں۔ ایسا ہی ہزار ہا لوگ برائے نام آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے ہیں اور چونکہ ان کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں اس لئے ان کی

حالتوں میں کوئی نمایاں ترقی نہیں۔ اس وقت جب کہ مریدوں کی تعداد اور زیادہ ہو چکی ہے۔ سب سے مقدم یہ امر ہے کہ ان کی اخلاقی اور ایمانی اصلاحوں کی طرف خاص توجہ کی جائے اور بجائے خالی باتوں، خالی دعوؤں اور کاغذی چٹنگ بازی کے اسلام کا عملی نمونہ ایک فیصدی بھی ہو جائیں جو مولوی نور الدین کی طرح تمام قرآن مجید پر علی التماسب عامل ہوں تو وہ لاکھ اخباروں اور کتابوں کی نسبت بدرجہا زیادہ مفید اور موثر ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ پہلے خاص طور پر ان لوگوں میں سے جو قادیان میں رہتے ہیں ایک جماعت تیار کی جائے۔ پھر ان کی تعلیم و تربیت جماعت کے لئے بطور واعظ و نمونہ مختلف شہروں میں بھیجا جائے۔

ہم ہماری جماعت میں مشن کا کوئی عملی انتظام نہیں۔ بلکہ سستی یا آرام طلبی یا خوف کا کالیف کی وجہ سے ایسے قادیان میں اپنے اپنے مقامات میں دبے ہوئے بیٹھے ہیں کہ باوجود آزاد اور فارغ ہونے کے بھی بطور مشن نہیں پھرتے۔ عیسائیوں اور آریاؤں کے مشن اپنے اپنے نمونے سے ہٹا رہے ہیں کہ کسی مذہب کی اشاعت اس طرح پر ہوتی ہے۔ مذہبی جاٹاری شجاعت ہم سے سیکھو۔ یہ پھر تعجب ہے کہ جو ہمیشہ کے سکھوں اور عزتوں کے مدعی ہیں اور بہشت بریں کے وارث ہیں اور باقی تمام مخلوق خدا کو محروم النجات یقین کئے بیٹھے ہیں۔ ان کے مقابلہ پر کچھ بھی عملی ہمت شجاعت، استقلال اور جان فثاری نہ دکھائیں۔ اگر ہمارے پاس خداوند عالم کے ایسے اہم احکام ہیں کہ ان کے ماننے کے بغیر ہر کوئی جہنم میں جائے گا تو پھر کیوں فوراً ہم تمام دنیا میں منتشر نہیں ہو جاتے اور وہ پیغام تمام دنیا کو نہیں سنا تے۔ عدم تبلیغ کے مجرم ہم ہیں اور سرکشی یا عدول حکمی کا جرم تمام جہان پر قائم کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ غیر احمدی مسلمانوں سے ترک سلام بھی کر بیٹھے کیا یہ انصاف ہے؟

ہشتم اسلام کی طرف اصل رہبر فطرت اور سچی تعلیم ہے نہ کہ محض پیشین گوئیاں۔ چنانچہ قرآن مجید نے سچی تعلیم اور فطرت کو ہی اصل رہنما اور رہبر قرار دیا ہے نہ کہ پیشین گوئیوں کو۔ جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہوتا ہے: "اننا هدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا فطرت اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولكن اکثر الناس لا یعلمون یدعی للتی ہی اقوم" نشانات کی بابت فرمایا ہے۔ "ولو اننا نزلنا علیہم الملائکة وکلّمہم اللہ الموتی وحشرنا علیہم کل شیء قبلاً ما کانوا

لیڈمنو الا ان یشاء اللہ“ اگر ان پرفرشتہ بھی اتا ر دیں اور ان سے مردے بھی کلام کریں اور ہر شے ہم ان کے سامنے لاکھڑی کر دیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مگر جب اللہ چاہے۔ پس محض پیش گوئیوں کو ہی ذریعہ ہدایت سمجھنا سراسر خلاف قرآن ہے اور قرآنی تعلیمات کو مردہ اسلام قرار دینا انتہاء درجہ کی بے باکی اور بد فہمی ہے۔ اگر ریویو آف ریلیجو میں قرآنی مضامین کی اشاعت علی التماس کی جاوے۔ گویا اس کو ایک تذکرۃ القرآن بنا دیا جائے تو تمام مسلمان اس کی طرف جھک سکتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ اندفاع مرض اور اصلاح مذاق ہو کر آپ کے ضمیر کے خواہشمند ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ خالص قرآن کو تو ”مردہ اسلام“ قرار دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کی کیا توہین ہو سکتی ہے؟ اگر احمد اور محمد جدا نہیں تو جس رنگ میں محمدی تعلیم تیرہ سو تک دنیا میں جاری رہی۔ اس کو کیوں مردہ اسلام قرار دیا گیا۔ کیا قرآن مجید میں ہزار ہا پیشین گوئیاں اور عملی اسرار موجود نہیں؟ جن کی تصدیق ہر زمانہ میں ہوتی رہی اور اب بھی ہو رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر قرآن اور اسلام کی اور کوئی توہین نہیں ہو سکتی کہ اس کی حیات کا اور بعد از ایک شخص کی ذات پر منحصر تھا جو آج تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوا۔ پس یہ نہایت ہی رذیل اور گستاخانہ کلمات تھے جو کلام الہی کی نسبت شائع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن مجید کو شفا نور اور حیات بخش فرماتا ہے۔ مگر احمدی جماعت اس کو مردہ کلام، بے اثر اور بوا کلام قرار دیتی ہے۔ اسی توہین قرآن اور اسلام کا نتیجہ ہے جو یہ اعتراض آپ پر پلٹ پڑے۔

نہم یہ زمانہ علمی ترقیات کا ہے۔ اگر قرآن مجید کے علمی اور تعلیمی کلمات کا صاف صاف اظہار کیا جائے تو زیادہ موثر ہو سکتا ہے۔ آپ کے خاص دعادی اور پیش گوئیاں ضمیر میں شائع ہونے سے ان کی اشاعت میں کمی تو کسی طرح نہیں آ سکتی۔ کیونکہ مرید اور معتقد لوگوں میں تو وہ ضرور ہی جائے گا۔ مگر توسیع اشاعت کی بڑی امید تھی۔ مگر افسوس اس معاملہ میں احمدی جماعت نے ایسی تنگ خیالی اور ضد و تعصب کا نمونہ دکھایا کہ ساری قوموں سے سبقت لے گئے اور اپنے ہاتھ سے اس دیوار کو جو پست خیال اور تنگ ظرف مولویوں نے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان جاگل کیا تھا اور اب وہ شکستہ ہو کر گرنے کے قریب ہو گئی تھی۔ اس کو اپنے ہاتھوں سے پھر کھڑا کر دیا۔ اب ہم کسی فریق کی تنگ ظرفی اور پست خیالی کا شکوہ نہیں کر سکتے۔ الغرض یہ ایک نہایت ہی رذیل نمونہ ہے۔ جو ہم نے اشاعت حق اور قبولیت حق کے لئے پیش کیا اور قرآن مجید کی اس پاک تعلیم کو پامال

کیا۔ جس میں حکم تھا۔ ”و ادع الی سبیل ایتک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي احسن واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم“
 وہم تجویز خوبہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کے خلاف چونکہ مضامین اخبارات الحکم والہدیر میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہ میری ناچیز تجاویز بھی ان میں شائع کرا دیں۔ کیونکہ جب تک کسی معاملہ میں طرفین کے خیالات اور دلائل شائع نہ کئے جائیں اس وقت تک صحیح نتیجہ نکالنا ناممکن ہے۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ میں اس قدر طول طویل عریضہ آپ کی خدمت میں بھیجنے کی جرأت ہرگز نہ کرتا۔ اگر میں اپنی جماعت میں تزکیہ نفس، اصلاح اخلاق اور قرآنی تعلیم کی طرف سے سخت درجہ کی غفلت اور لاپرواہی نہ دیکھتا اور توہین قرآن و اسلام کی اشاعت اخباروں میں نہ پڑھتا اور خالی باتوں اور دعویوں اور یکسوئی جنوں کا رنگ ان کے اقوال اور افعال میں مشاہدہ نہ کرتا۔ نیز میری اس تحریک کے مؤید چند خوابات بھی ہوئے۔ ایک خواب میں کسی نے مجھے کہا یا میری زبان پر جاری ہوا۔ ”انا ارسلنک بالحق بشیراً ونذیراً ولا تسئل عن اصحاب الجحیم“ ایک خواب میں میرا نام محمود رکھا گیا۔ وہ اس طرح ہے کہ یونیورسٹی کے کینڈر میں پاس شدہ طلباء کے نام شائع ہوئے ہیں۔ اس میں میرا نام ڈاکٹر عبدالکلیم خاں ایم. بی. بہت سی تقریظوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اسی خواب میں میں نے اپنے چچا حسنت علی خاں مرحوم کو دیکھا اور ان سے میں نے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ مقام مجھے بھی دکھاؤ جب میں نے اس رجسٹر کو شروع سے کھولا تو کیا دیکھا ہوں کہ پہلے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے امتحانوں میں پاس شدہ اشخاص کے نام ہیں اور تمام ناموں پر گاڑی سبز دانہ درسیا ہی پھری ہوئی ہے۔ پھر اوراق پلٹنے کے بعد جب میرا نام نکلا تو میرا نام بجائے ڈاکٹر عبدالکلیم خاں ایم. بی. کے ”محمود“ تھا۔ پھر اور خوابات میں میرا نام سراج الحق اور عبدالکلیم بھی معلوم ہوا ہے۔ والسلام!

الراقم: خاکسار عبدالکلیم خاں ایم. بی. اسٹنٹ سرجن از پٹیا لہ

خط نمبر: ۲

مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالکلیم خان

خان صاحب! آپ کا خط میں نے بہت افسوس سے پڑھا۔ اس خط کے پڑھنے سے صرف یہی معلوم نہیں ہوتا کہ آپ ہمارے اس سلسلہ سے خارج ہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ شروع میں نہ ہم اللہ ہے نہ محمد نہ نعت نہ سلام علیک۔

آپ دین اسلام سے بھی منہ پھیر رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص جو یہود اور نصاریٰ اور دوسری قوموں سے اللہ پر ایمان لائے اور اپنے طور پر نیک عمل کرے تو نجات پانے کے لئے یہی عمل اس کے لئے کافی ہے۔ اگر ان آیات کے یہی معنی ہیں تو گویا آنحضرت ﷺ نے بڑی غلطی کی کہ دین اسلام کی دعوت کے لئے زمین میں خون کی نہریں چلا دیں۔ کیا یہودی آپ کے قول کے موافق اللہ پر ایمان نہیں لائے تھے یا تمام عیسائی عیسیٰ پرستی میں ہی خرق تھے؟ خدا نے تو صاف فرمادیا ہے: "ان السدین عند الله الاسلام ومن يبتغ غير الاسلام دينا لن يقبل منه وهم في الآخرة من الخاسرين" یعنی دین اسلام ہی ہے اور جو شخص بجز اسلام کے کسی اور دین کا خواہاں ہے وہ مردود ہے۔ مگر آپ کے قول کے موافق مومن بننے کے لئے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا شرط نہیں ہے۔ اگر ایک شخص آنحضرت ﷺ کا منکر ہے مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ نجات یافتہ ہے۔ یہ عقیدہ ایک "سخت گمراہ سید احمد خاں" کا تھا۔ جس کا آخری مقولہ یہ تھا کہ اگر عیسیٰ کو کوئی خدا بھی کہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ عیسائی بھی ایسے ہی نجات یافتہ ہیں جیسے مسلمان۔ بلکہ بقول اس کے دہریہ بت پرست، سب نجات یافتہ ہیں اور جو آپ نے

آنحضرت ﷺ نے ایک جگہ بھی دعوت اسلام کے لئے نہیں کیا بلکہ حفاظت اسلام کے لئے تھا۔ جن انہما فی جنوں میں مجبور آپ کو شامل ہونا پڑا وہ شخص اس نیت سے تھے کہ خداوند عالم کا عظمت و جلال دنیا میں قائم ہو جائے۔ تمام مشرکانہ اور بد رسومات مٹ جائیں اور ان کی بجائے توحید اور توحیدی قائم ہو جائیں۔ آپ نے یہ کبھی نہیں فرمایا کہ جو یہود و نصاریٰ خدا پرست اور نیک چلن ہیں۔ اگر مجھ کو نہیں مانیں گے تو وہ نجات نہیں پائیں گے۔ بلکہ ان کی یہی دعوت کی "تعالوا الی کلمۃ سوآہ بیننا و بینکم ان لا تعبدوا الا الله ولا اشرك به شیا" ایک بات کی طرف آ جاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہیں۔ یعنی ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی عبادت نہیں کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور فرمایا: "من قال لا اله الا الله فدخل الجنة" اور فرمایا: "ولو انهم اقاموا التورات والانجیل وما انزل الیہم من ربهم لا کلاوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم" اگر وہ لوگ تورات اور انجیل کو قائم کریں اور ان صحیفوں کو جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئے تو ان کو اوپر سے رزق ملے اور پاؤں کے نیچے سے بھی۔ (یعنی آسمانی اور زمینی رزق ملیں) اور فرمایا: "بلے من اسلم وجہہ لله ومحسن فله اجرہ عند ربہ" بلکہ جو اپنے آپ کو اللہ کے قربان کر دے اور نیک کرنے والا ہو۔ اس کے واسطے اس کے رب کے پاس اجر ہے۔ الغرض تمام مقرران مجید محمد اعلیٰ نے گونج رہا ہے اور توحید و توحید کے نفس کو ہی مدار نجات قرار دیتا ہے نہ کہ محمد پر ایمان لانے کو یا مسیح پر اگر کہیں کہا ہو تو وہ آیت تالی ہوئی..... آنحضرت ﷺ نے جو بڑے سے بڑا خطاب یا عہدہ اپنے لئے شائع کیا وہ عہدہ و رسولہ ہے نہ کہ مدار نجات۔ آپ کی طرح آنحضرت ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ عام دنیا میں جس قدر موصوفہ خدا پرست اور نیک بندے ہیں وہ سب کے چینی ہیں۔ جب تک مجھ پر ایمان نہ لائیں۔

میری جماعت پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ایسے ہی بے عمل ہیں جیسے دوسرے، یہ آپ نے سخت ظلم کیا۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ ہماری تھوڑی سی جماعت میں ہزار ہا ایسے آدمی موجود ہیں جو قحطی اور نیک طبع اور خدا تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں اور ہے کہ یہ جو ہم نے ”دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق“ کیا ہے۔ اول تو خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ”عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں۔ جو سڑ گیا ہے اور اس میں کپڑے پڑ گئے ہیں۔“ اسی وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔ چونکہ آپ محض نام سے ہماری بیعت میں داخل ہوئے تھے اور حقیقت سے سراسر بے خبر اس لئے آپ کو نہ یہ معلوم ہے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں اور اللہ کس کا نام ہے اور نہ یہ خبر کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے؟ اس لئے آپ کو سخت لغزش اور لغزش بھی ایسی کہ ارتداد تک پہنچ گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو کسی کی پروا نہیں۔ اگر ایک مرتد ہو جائے تو اس کی عوض میں ہزار ہا لے آئے گا۔ آپ کا خط اخبار میں شائع کرنے کے لائق نہیں۔ بلکہ ایک ایک حرف اس کا رد کرنے کے لائق ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے سلسلہ سے ایسا مخالف ہے جیسا کہ روح القدس کا مخالف اور آپ نے ”جو الہام ذکر کئے ہیں یہ سب شیطانی ہیں“ اور آپ کو خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور جلد توبہ کرنا چاہئے کہ موت کا کچھ بھی اعتبار نہیں اور خدا کے سلسلہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ بجز اس کے کہ اپنا خاتمہ بد کر لیں اور نامرادی کی موت سے مریں اور آپ کا یہ کہنا کہ فطرتی ایمان کافی ہے۔ نشانوں کی ضرورت نہیں۔ آپ کو یاد رہے کہ فطرتی ایمان ایک لختی چیز ہے۔ جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔

خاکسار: مرزا غلام احمد قادیانی!

۱۔ یہ تہمت نہیں واقعی امر ہے۔ آپ مختلف شہروں اور مقامات میں پھر پھر ملاحظہ فرمادیں اور ان کے چلن اور رسومات کی تحقیق کریں۔ پھر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کر کے معلوم کریں کہ کس قدر تفاوت ہے۔ قادیان میں بیٹھے ہوئے ان کے اندرونی حالات کیسے معلوم ہو سکتے ہیں۔

۲۔ براہ کرم اس حکم کے الفاظ تو درج فرمائے ہوتے۔ تاکہ معلوم ہو جاتا کہ وہ حکم خاص مکتوبین دھرمین کے لئے ہے یا بلا استثناء تمام امت محمدیہ مرحومہ کے واسطے وہ قرآن اور روایت عامہ کے موافق ہے یا مخالف۔ میرے خط کا جواب تو بطور اعلان شائع فرما دیا گیا۔ مگر کوئی خط ساتھ ہی شائع نہ فرمایا تاکہ کسی کو غور کرنے کا موقع مل جاتا کہ دراصل وہ گالیاں ہیں یا حکمت و جلال ہاری تعالیٰ کی دکالت اور پردہ دہمات۔ (بقیہ حاشیہ نمبر سوم اگلے صفحہ)

ڈاکٹر عبدالکیم خان ہنام مرزا قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

”نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . واعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“
حضرت مسیح الزماں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں علیٰ وجہ البصیرت کامل یقین سے جانتا ہوں کہ تمام کمالات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ رب العالمین ہے۔ اس کی ربوبیت نے ہر انسان و حیوان کے واسطے اس کے مطابق حال جسمانی و روحانی رزق ہر جگہ مہیا کیا ہے۔ ”ہو رب کل شے . رب السفوت والارض“ وہ الرحمن ہے۔ اس کی رحمانیت نے تمام حیوانات اور انسانوں کو ان کے مطابق حال اعضاء دیئے اور ان سے کام لینا سکھایا اور ہر قسم کی ضروری تعلیمیں اور قابلیتیں ان کی فطرتوں میں ودیعت رکھی۔ ”ہدیناہ السبیل اما شاکراً واما کفوراً“ وہ الرحیم ہے۔ اس کی رحمت کی تعریف اس نے خود یہ کی ہے۔ ”وسعت رحمتی کل شے . سبقت رحمتی علی غضبہ ان اللہ لا یفقر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ ”لہ اسلم من فی السفوت والارض طوعاً وکرہاً والیہ یرجعون“ اس کی عام تعریف یہ ہے۔ ”من امن باللہ والیوم الآخر وعمل صالحاً“ دوسرے الفاظ میں اس کی یہ تعریف ہے۔ ”بلے من اسلم وجہہ للہ وهو محسن“ حسب ارشاد الہی آنحضرت ﷺ

سچ اگر فطرت یعنی چیز جو خدا داد فطرتوں اور قابلیتوں کا نام ہے تو پھر وہ کون سی قابلیتیں ہیں جو انسان کی رہبر اور رہنما ہو سکتی ہیں؟

سچ میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ نشاںوں کی ضرورت نہیں بلکہ یہ کہا ہے کہ اصل رہبر انسان کے لئے علوم خدا اور فطرتی استعداد ہیں نہ کہ نشاںات۔ نشاںات سے علوم پیدا نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ مفید یا مونسید ایمان ہوتے ہیں۔ ایسا ہی جاہل قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ”وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بہا“ پہلے ہی میں آیات مجیب کر چکا ہوں۔ مگر انہوں نے کہا آپ آیات سے اغراض کر کے اس کے مضمون کو ہیرا قول بتلا دیتے ہیں۔ یہ تو ایک موٹی سی بات ہے کہ نشاںات خارجی ہیں۔ جب تک ان کی قدر اور قبولیت کے واسطے ہمارے اندر علم یا فطرتی استعداد موجود نہ ہو اس وقت تک وہ کسی کام کے نہیں۔ مثلاً جب تک ہماری فطرت میں خدا کی ضرورت ہو اس کی قبولیت کی طاقت موجود نہ ہو اس وقت تک کوئی خدا کی کام کی نہیں۔ ایسا ہی آیت ذیل سے ظاہر ہے۔ ”ولو انسا نزلنا علیہم الملائکۃ وکلّمہم اللہ الموتی وحشرنا علیہم الملائکۃ کل شے قبلاً ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ“ پھر مجب ہے کہ آپ فطرت اللہ کو بتلا دیتے ہیں اور قرآنی آیات سے صاف اغراض کرتے ہیں۔ گویا کہ وہ لٹویں۔

نصاری کو دعوت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”قل تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا نتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ“ محمد مصطفیٰ ﷺ سید المرسلین خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین ہیں جو شخص عمداً ان کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ شقی اور بد بخت ہے۔ ہاں جن لوگوں پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی یا جو نقص علم یا نقص فہم سے نہ ضد اور تعصب کی رو سے غافل، مخالف ہیں۔ ان کی نسبت قرآن مجید یہ فرماتا ہے: ”وما کفنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً ۱۰ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها“ جو اصول اللہ کریم کی ربوبیت و رحمانیت عامہ اور رحمت واسعہ کے منافی ہوں میں اس کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ نہ ایسی کسی بات کو مان سکتا ہوں جو قرآن مجید کی آیات و بیانات کے صریح معنوں کے خلاف ہو۔ ہر الہام اور وحی جو قرآنی بیانات کے مخالف ہو وہ بلا شک شیطانی ہے۔ تشابہات سے اپنے اپنے خیال کی تائید کرنا اور بیانات کو رد کرنا پینک شیطانی حرکت ہے۔ میں آپ کو ”صبح الزمان مانتا ہوں“ اور جو لوگ جماعت میں مولوی نور الدین کا نمونہ ہیں اور قرآن مجید کے ہر ارشاد پر علی التماس عامل ہیں۔ واجب التحظیم اور واجب الاطاعت سمجھتا ہوں۔ لیکن جو لوگ قرآن مجید کے خلاف چلتے یا کسی ایک حصہ کو ہی تحریف کر کے توحید و رسالت محمدی کی تحقیر کرتے ہیں ان کا میں مخالف ہوں۔ ہر امر میں استمساک بالقرآن اور استمساک بالفطرت جو دو مریاے متقابلہ کے طور پر ہیں عین حکمت اور عین رشد و سعادت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو نہایت وسیع اور غیر محدود مانتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہے اور چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی میری ہمدردی اور رہنمائی کرتی ہے اور سینکڑوں معاملات کی خبر مجھے قبل از وقت ملتی اور صحیح ثابت ہوتی ہے۔ اس جگہ پر محض دو خواہات موصیاً عرض کرتا ہوں۔

اول ایک مولوی محمد حسن بیگ میرے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضور کے سخت مخالف تھے۔ ان کی نسبت خواب میں مجھے معلوم ہوا کہ اگر وہ صبح الزمان کی مخالفت پر ازار ہا تو پلنگ سے ہلاک ہو جائے گا۔ اس کی سکونت بھی شہر سے باہر ایک کشادہ صاف ہوا دار مکان میں تھی۔ یہ خواب میں نے اس کے حقیقی بھائی اور چچا اور دیگر عزیزوں کو سنا دیا تھا۔ ایک سال بعد وہ پلنگ سے ہی فوت ہوا۔ پھر اس کے بعد خواب میں مجھے معلوم ہوا کہ پلنگ کسی ہی شدت سے پھیلے مگر تو پلنگ سے فوت نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک نشان بنا تا پاہتا ہے۔

دوم..... میری بیوی نے خواب میں دیکھا کہ پیالہ سے سراج الحق نے ایک جہاز بھیجا ہے جو نہایت خوبصورت اور وہ اس کو دیر تک دیکھتی رہی۔ پھر خواب میں ہی مجھ کو اس کی تعبیر یہ معلوم ہوئی کہ پیالہ کا ”سراج الحق“ میں ہوں اور وہ ایک بشارت تھی۔ پھر ۲۶ مئی ۱۹۰۳ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ فتح محمد خاں نے میرے نام ایک کارڈ بھیجا وہ درمیان سے ختم ہو کر قریب شکستہ ہونے کے تھا۔ اس کے بالائی حصہ پر لکھا تھا۔ بہ قریب دورہ تمہارے کو شک میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام مبارک احمد رکھا گیا ہے۔ یہ خواب میں نے بہتوں کو سنا دیا تھا۔ فالحمد للہ! ۸ مارچ ۱۹۰۵ء کو جب کہ میں دورہ پر تھا اور میری بیوی میرے گھر میں تھی۔ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش سے دو یوم پیشتر میاں عبدالحق نے خواب میں دیکھا کہ میرا تمام مکان اوپر اور نیچے اور اندر اور باہر سے سفید پوش لوگوں سے بھر گیا ہے اور سب مبارک باد دے رہے ہیں اور کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔ ان کو مبارک باد دو۔ پھر بمقام سری نگر مجھے اس مولود مسعود کی نسبت خواب میں معلوم ہوا۔ ”واجتبیناہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین . الحمد لله الحمد لله“

رات بھی بہت سا حصہ ان مضامین کا جو میں لکھ رہا ہوں خواب میں دیکھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کریم مجھے فتح یاب کرے گا۔

کوئی شب ایسی گزرتی ہوگی جس میں مجھے خوابات نہیں آتے اور وہ پورے نہیں ہوتے جو خوابات پیش گوئیوں پر متحمل ہوں اور سچے ثابت ہوں اور قرآنی وحی کے مطابق ہوں وہ شیطانی نہیں ہو سکتے۔ پھر سراج الحق والی خواب کے مصداق تو میری بیوی اور میاں عبدالحق کے خوابات بھی ہیں۔ ان میں کوئی مشترک نہ رنگ میں بھی نہیں ہے اور وہ تین سال کے بعد سچے بھی ثابت ہوئے۔

میں نے حضور (مرزا قادیانی) کی تائید میں جو تاجیز خدمت کی وہ یہ ہے کہ قریباً چھ ہزار روپیہ صرف کر کے قرآنی تفاسیر اردو، انگریزی میں شائع کی جس میں حضور کے متعلق تمام تائیدی مضمون جو مختلف کتابوں میں شائع ہوئے موقعہ موقعہ درج کئے گئے ہیں۔ میری رائے میں احسن طریق کسی اسلامی خدمت کا یہی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ علی التماس اس کو پیش کیا جائے اور یہی قیم اور پائیدار طریقہ ہے۔ دیگر کتب اور اخبارات محض ایک دفعہ دیکھ لینے کے ہوتے ہیں۔ مگر قرآن کریم دائمی تلاوت اور مطالعہ کی چیز ہے۔ پانچ سو کے قریب تفاسیر اردو، انگریزی غیر احمدی لوگوں میں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ اس قدر مصارف کثیر کے کام کے واسطے میں نے ہر

طرح سے حتی الامکان تنگ کر کے اپنی تنخواہ اور مفید عام کی آمد سے یہ کام کیا اور مشکل آسان جس قدر ممکن ہو سکا۔ لنگر اور اسلامیہ سکول قادیان میں چندہ بھی ادا کرتا رہا۔ اگرچہ میں زیر بار بھی ہوا اور مقروض بھی ہوا اور میری بیویاں اور بچے کھانے پینے میں بہت تنگ ہوئے۔ مگر میں نے اس اسلامی خدمت کو ہی مقدم سمجھا۔ لوگوں نے مجھے یہ بھی نصیحت کی اور خلوط بھی بکثرت آئے کہ اگر مرزا قادیانی کے متعلق اس میں سے مضامین نکال دیئے جائیں تو اس تفسیر کی اشاعت ہزاروں تک پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ بعض مسلمان مشرعوں نے اپنی زندگی اس کی امداد میں وقف کرنی ظاہر کی۔ مگر میں نے توکل بخدا ان تمام باتوں کو نظر انداز کیا اور خلاف ایمان کوئی بات نہیں کی۔ خواہ ظاہری نظر میں لاکھوں کا نقصان نظر آیا۔ مگر اللہ کریم کے اندرونی امدادوں پر بھروسہ رہا اور ہے۔ اللہ کریم میرے ساتھ سے میری مخلصانہ اور بے ریا خدمتوں کو وہ خوب جانتا ہے۔ ”وَكُفَّ بِاللَّهِ حَسِيبًا وَكُفَّ بِاللَّهِ وَكَيْلًا“

میری بے ریا خدمت بہتوں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوئی۔ اس لئے مجھے اس قدر ظاہر کرنے کی ضرورت پڑی۔ اگر میرے ان عقائد اور اعمال میں غلطی ہے تو براہ کرم وترحم قرآنی بیانات سے صاف طور پر مجھ پر ظاہر فرمادی جائے تاکہ میں اس کی اصلاح کر سکوں۔ جو کچھ میں نے ظاہر کیا وہ صدق اور خلوص کے ساتھ غلطی و جہل البصیرت ایک مشہودی علم کے طور پر عرض کیا ہے۔ ہمد پرستوں اور ست بچیوں کے طریق پر کوئی بات نہ میرے اندر اثر کرتی نہ کسی اور راست مؤمن کے اندر اثر کر سکتی ہے۔ اگر استمساک بالقرآن ماوراستمساک بالفطرت ہے۔ قابل اعتبار رہبر نہیں تو پھر اور کیا شے رہبر ہو سکتی ہے۔ نہیں کوئی نہیں، ہرگز نہیں۔

اگرچہ میں سخت سیاہ کار ہوں۔ مگر خداوند کریم کی رحمت کو میں بدرجہا وسیع اور غافر پاتا ہوں۔ اگر صدق اور خلوص کے ساتھ میں غلطی بھی کر بیٹھوں تو اللہ کریم معاف کرنے والا ہے۔

تو برائے وصل کروں آمدی

نہ برائے فصل کروں آمدی

”بل تؤثرون الحیوة الدنیا یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم“ پس اس قدر مختصر خداشت کے بعد میں خدا پر توکل کرتا ہوں۔ والسلام ارات پھر میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی۔ ”یا ایہا النفس المطمئنة الرجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“

اور ایک خواب میں دیکھا کہ چند لوگ ایک نعش کو لئے پھر رہے ہیں اور مولوی عبداللہ خان صاحب کو دیکھا۔ میں نے ان سے کہا جیسی تو مر گیا اور جو آنے والا تھا وہ آ گیا اب نعش کو کیوں لئے پھرتے ہیں۔

الغرض میں خداوند عالم کے غیر متناہی کمالات اور مجاہد اور اس کی غیر محدود ربوبیت اور رحمانیت اور رحمت کو..... کسی انسان کے تابع نہیں مان سکتا۔ ایسا ماننا بدیہی نظر میں باطل ہے۔ میرے پہلے خط کی چونکہ میرے پاس کوئی نقل نہیں۔ اس لئے عرض پر واز ہوں کہ وہ واپس عنایت فرما دیا جائے تاکہ میں اس پر غور کر سکوں کہ اس میں وہ کیا الفاظ ہیں۔ جن پر آپ کو اس قدر غصہ ہوا کہ میری مدت العری بے ریا اور مخلصانہ اور صادقانہ خدمات کو خاک میں ملا دیا اور فطرت اللہ کو لعنت قرار دے دیا۔ والسلام!

خاکسار: عبدالکحیم خان!

مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء

خط نمبر: ۴

مرزا قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالکحیم خان

بسم الله الرحمن الرحيم!

”نعمده ونصلے علی رسولہ الکریم“

خان صاحب! آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ افسوس کہ آپ دو غلطیوں میں مبتلا ہیں:

..... اول یہ کہ آپ عیسائیوں وغیرہ کو باوجود اس کے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے کذب ہوں۔ ناجی یعنی نجات یافتہ فرقتے قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں آپ کے نزدیک کسی مسلمان کا عیسائی ہو جانا کوئی گناہ کی بات نہیں۔ کیونکہ وہاں بھی نجات موجود ہے اور پھر عیسائی ہونے کی حالت میں عیسائیوں کے مذہب کے موافق شراب پینا اور دوسرے طریق فسق و فجور اختیار کرنا آپ کے نزدیک سب روا ہیں۔ پھر گویا آنحضرت ﷺ کا تمام جد جہد اور اس قدر ہنگامہ کہ زمین خون سے مہر گئی تھی۔ وہ آپ کے نزدیک سب غلطیاں تھیں۔

۱۔ میں نے جو کچھ کہا اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ آیات قرآنی پیش کی ہیں۔ اگر وہ باطل ہیں یا میری پیش کردہ معافی باطل ہیں تو اس کا ثبوت کیا ہے۔

۲۔ زمین خون سے نہیں مہر گئی بلکہ ملک عرب بھی خون سے نہیں مہر گئی۔ ہاں مجبوراً جس قدر جنگ آنحضرت ﷺ کو پیش آئے وہ حفاظت اسلام اور مذہبی آزادی کے واسطے تھے نہ کہ اپنا سکہ بچانے کے واسطے۔ جیسا کہ تمام قرآن کریم سے صاف طور پر ظاہر ہے اور چند آیات پیش کر چکا ہوں۔ مگر آپ کی طرف سے ان کا کوئی جواب نہیں۔ بلکہ صاف امراض ہے۔ قرآنی حقائق کے خلاف اس قدر جوش و خروش ہے۔

یہ تو وہ ہی ناپاک اصول ہیں جس پر سید احمد خاں کی موت ہوئی۔ کیونکہ آخری عقیدہ ان کا جو اس دنیا سے لئے گئے یہی تھا کہ جیسا کہ ایک مسلمان خدا کو واحد لا شریک جانے والا نجات پائے گا۔ ایسا ہی ایک عیسائی خدا کو تین کہنے والا نجات پائے گا۔ اس صورت میں تو آپ عیسائی مذہب کے بڑے ممد و معاون ہیں اور یہ سب لوگ آپ کے بھائی ہیں۔ گویا آپ کے نزدیک نمود باللہ خدا نے یہ جھوٹ بولا: ”ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً لن یقبل منه وهو فی الاخرۃ من الخاسرین“ یعنی جو شخص بغیر دین اسلام کے کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو ہرگز وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا اور پھر اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی

۱۔ یہ ایک طبعہ امر ہے۔ تنازعہ فیہ امر دار نجات ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ اتباع محمدی ﷺ نجات کا سیدھا صاف اور آسان راستہ ہے۔ مگر یہ نہیں کہ اس بے انت ذات کے تمام قوانین رحمت و مغفرت ایک انسان کے ہی تابع ہو گئے۔ خداوند عالم کی توین اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا ماننا اور اس کی عطاء کردہ صلح اور فطرت کے مطابق اعمال صالحہ کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں ہو سکتے۔ تاہم ایک انسان کو ساتھ نہ مانا جائے۔ میں سخت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ آپ کو اپنی کبریائی کے نشہ میں کلمہ حصر کی بھی تیز نہیں رہی جو یہ آیت پیش کر دی۔ ایسی آیات تو ہزاروں قرآن مجید میں ہیں جن سے عام طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نجات تزکیہ نفس سے ملتی ہے نہ کہ مرزا غلام احمد کے ماننے سے۔ مثلاً: ”امن خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الہوی فان الجنة ہی الماوی۔ قد اقلع من زکھا وقد خاب من دسھا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یراہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شریرہ ان الا برار لفی نعیم وان لفجار لفی جحیم“ الغرض یہ ایک مسئلہ کہ آپ کے ماننے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا ضیعت اور باطل ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔

(اول) تو یہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کسی شے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ مثلاً ہوا اور پانی۔ پس اگر آپ کے ماننے پر نجات کا انحصار ہوتا تو رب العالمین اپنی قدرت سے اس کا ایسا انتظام کرتا کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں جیسا کہ اس کی ربوبیت متعقوب ہے۔ ویسا ہی مرزا غلام احمد کی بھی متعقوب ہو جاتا۔ بلکہ زمین و آسمان میں مگھار پڑ جاتی کہ نجات کا دار غلام احمد کے ماننے پر ہے۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر توحید، عبادت اور اعمال سب باطل ہیں۔ (دوم) ایسا ایمان رحمانیت کے منافی ہے۔ کیونکہ الرحمن نے ہر حیوان کو اس کے مطابق حال احوال اور علوم دیئے ہیں۔ مثلاً ہر حیوان فطرتی طور پر اپنی غذا اپنے طریق بود باش اور اپنے اپنے کاموں کو جانتا ہے۔ ایسا ہی ہر انسان چلنا بھرننا، دیکھنا سنا، سونا چاگنا، بھڑکانا جانتا ہے اور نیکی و بدی پہچانتا ہے۔ مگر یہ ایمان کہ مرزا غلام احمد کا ماننا نجات کے واسطے لازمی ہے۔ کسی کی فطرت میں نہیں۔ (سوم) یہ ایمان رحمت باری تعالیٰ کا منافی ہے کہ جب تک کوئی انسان مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لائے۔ اس وقت تک اس کا رگمگن نہیں۔ (چہلم) کہ ایمان مالک پوہلہ دین کا محفل کتبہ ہے۔ کیونکہ نجات مرزا غلام احمد قادیانی کے ہی ماننے سے نہ ملے گی۔ (ہجتم) کہ ایمان تام خدائی اور فطرت اللہ کا باطل کتبہ ہے۔ غور کرو مساوات جبریہ پر۔ پس: خدا کا ماننا + اعمال صالحہ + مرزا پر ایمان = نجات (بقیہ ماضیہ ص ۱۷۰ پر)

یحببکم اللہ“ یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔ اب ظاہر ہے کہ عیسائی آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کرتے۔ بلکہ گالیاں دیتے ہیں۔ پس آپ کے اصول کے موافق لازم آتا ہے کہ دشمن رسول اللہ ﷺ بھی نامی ہیں۔ ماسوا اس کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ”مرتد کی سزا اقل ہے۔“ مگر آپ کے نزدیک مرتد ہونا نجات سے محروم نہیں رکھتا۔ غرض آپ کی حالت سخت خطرناک ہے۔ معلوم نہیں اس کا کیا نتیجہ ہے۔

پھر باوجود اس مخالفت کے آپ کہتے ہیں کہ میں آپ کے مسخ موعود ہونے کا مصدق ہوں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو آپ مصدق بھی ہیں اور ایک طرف آپ ان تمام تعلیموں کے مخالف ہیں جو خدا تعالیٰ کی خاص وحی سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ تمام نبی وصیت کرتے آئے ہیں جو مسخ موعود کے احکام کو دل سے قبول کرو۔ آنحضرت ﷺ نے بھی یہی نصیحت کی ہے اور مسخ موعود کا نام حکم رکھا ہے۔ مگر آپ بات بات میں مخالفت اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں۔ کیا یہی تصدیق ہے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ صرف ایک حکیم مولوی نور الدین اس جماعت میں عملی رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ دوسرے جیسے اور ایسے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اس افتراء کا کیا خدا تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ)

خدا کا ماننا + اعمال صالحہ = یعنی بیچ

پس آپ کا کلمہ یہ ہوا: ”لا الہ الا المرزا“ کیونکہ خدا نجات اللہ کے ماننے اور اعمال صالحہ پر نہیں بلکہ مرزا کے ماننے پر ہے۔ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ دوم درجہ پر ہو گئے۔
 چشم یہ ایمان تو احد عدل وانصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کوئی قانون نہایت اہم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی اشاعت عام کی جاتی ہے اور جب تک کسی شخص پر ایک حکم پہنچا نہیں ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس کے خلاف سرکشی اور عدول محکم کا مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ آپ کا مقدمہ ہی آپ کی رہبری کے لئے کافی تھا کہ محض ازالہ حیثیت عمرنی کا جرم قائم کرنے میں ہی عدالت نے کس قدر تحقیقات کی۔ گواہوں کے بیانات لئے۔ آپس کی جرح مدافعتوں تک سنی۔ آخر میں فریقین کے بیانات کا موازنہ کر کے مدلل فیصلہ لکھا۔ مگر آپ تو تمام دنیا کو جنسی بتانے کے لئے تھا بھی کسی سے نہیں بچتے کہ تیرے پاس ہم پر لانے کے لئے کافی دلائل پہنچے یا نہیں۔ پھر تو کس وجہ سے مخالف ہے۔ کیوں نہ ہو آسانی حکم جو ہوئے۔ عظام الغیوب اور ہر جگہ حاضر و ناظر جو ہوئے۔ کچھ تو سوچو۔ خداوند عالم قرآن مجید اور اسلام کو کیوں ذلیل کرتے ہو۔ براہ خدا ایک لمحہ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ کیا تمام دنیا کے ہر فرد پر آپ خود تبلیغ کر چکے یا آپ کے مرید ہر فرد کو آپ کی مسیحت کا قابل کر چکے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ عدم تبلیغ کے مجرم آپ اور آپ کی جماعت میں جو ایسے اہم احکام کو دبائے ہوئے گھر میں بیٹھے ہیں اور تمام دنیا کو سرکش اور کافر بنا رہے ہیں۔

۱۔ مرزا قادیانی کا افتراء کہ مرتد کی سزا اقل ہے۔

۲۔ میں ان تمام احکام کو قبول کرتا ہوں جو ”قال اللہ“ اور ”قال الرسول“ کے مطابق ہوں نہ کہ مخالف۔ اسی شرط پر میں نے بیعت کی تھی۔

کو جواب دیں گے۔ خلفا کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور ہاتھ سننے کے وقت اس قدر روتے ہیں کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ہزار ہا بیعت کنندوں میں اس قدر تہدید لی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروان سے جوان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزار ہا۔ درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں اور ان کے چہروں پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں۔ ہاں۔ شاذ و نادر کے طور پر اگر کوئی اپنی فطرتی نقص کی وجہ سے صلاحیت میں کم رہا ہو تو وہ شاذ و نادر میں داخل ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیک اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ ہزار ہا آدمی دل سے فدا ہیں۔ اگر آج ان کو کہا جائے کہ اپنے نام اموال سے دست بردار ہو جاؤ تو وہ..... دست بردار ہو جانے کے لئے مستعد ہیں۔ پھر بھی میں ہمیشہ ان کو اور ترقیات کے لئے ترغیب دیتا ہوں اور ان کی نیکیاں ان کو نہیں سناتا۔ مگر دل میں خوش ہوں۔ آپ کی یہ تمام حجاب باعث دوری اور بعد کے سبب ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تین ماہ کی رخصت لے کر آ جاؤ۔ کیونکہ موت کا اعتبار نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھ ہونے کی حالت میں موت آ جائے اور اپنے الہامات سے دعو کہ مت کھاؤ۔ ایسے الہامات ایک مشرک اور ہندو کو بھی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ میں نے ہوتے دیکھے ہیں۔

خاکسار: مرزا غلام احمد از قادیان!

خط نمبر: ۵

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام غلام احمد قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

”نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . ونعوذ باللہ من الشیطان

الرجیم . التوحید رأس الطاعات والشرك ظلم عظیم“

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح الزمان

میں حیران ہوں کہ میری نسبت یہ کیسے تحریر فرمایا گیا کہ میں تمام عیسائیوں، دہریوں،

مرتدوں اور کافروں وغیرہ کو جو آنحضرت ﷺ کی عدا مخالفت کرتے ہیں ناجی سمجھتا ہوں۔ نہیں

۱۔ جب ملامدہ ایسا کر دکھائیں گے تو دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو ایک منکر کے واسطے ہمیشہ اخباروں

اور اشتہاروں میں ہاتھ بٹارنے پڑتے ہیں۔ تین لاکھ کی جماعت میں سے اوسطاً ایک بیسہ ماہوار بھی وصول نہیں

ہو رہا۔

۲۔ یہ مومنہ عجم آسانی کے تذکرہ اور فیصلہ کا کہ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتے کچھ ہیں اور اپنے خیال کی بناء

پر ہی الزام لگاتے جاتے ہیں۔

ہرگز نہیں۔ ہاں قرآن مجید کی آیات بینات و احادیث صحیحہ و عقل سلیمہ اور فطرت اللہ کی بناء پر یہ ضرور مانتا ہوں کہ جن لوگوں پر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں جو خدا پرست اور صالح لوگ ہیں وہ ضرور نجات پائیں گے۔ جو لوگ نقص علم یا نقص فہم کی وجہ سے نہ شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالف بھی ہوں اور حقیقت میں راست باز خدا پرست اور نیک عمل ہوں وہ بھی قابل معافی ہیں۔

جو تعلیمات آپ کی مجھ کو الہام الہی کے الفاظ میں معلوم ہوتی ہیں میں ان کی مخالفت ہرگز نہیں کرتا۔ ہاں آپ کے استنباط اور اجتہاد کو قطعی اور مصحوم نہیں مانتا۔ مثلاً مولوی عبد الکریم کے ایام مرض میں باوجود مخالف الہامات کے آپ بہت سے خوابات کو مبشر فرماتے رہے اور ان سے صحت و حیات کی طرف استدلال کرتے رہے۔ مجھے کبھی ایک منٹ کے واسطے بھی صحت و حیات کا خیال نہیں ہوا۔ بلکہ میں الحکم والبدر میں وہ اقوال پڑھ کر صاف کہہ دیا کرتا تھا کہ ان میں کوئی مبشر خبر نہیں۔ بلکہ آخری ناکامی اور مایوسی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتا تھا کہ یہ اقوال قابل اشاعت نہیں۔ کیونکہ یہ اکثر کے واسطے موجب اہتمام ہوں گے۔

کسی بات کو میں شاعرانہ اور مجنوںہ رنگ میں نہیں مان سکتا۔ نہ ایسی بات کو جو واقعات کے صریح خلاف ہو۔ حکم کے لفظ سے میں ہمیشہ امید کیا کرتا ہوں کہ تقاسیر قرآنی میں جو ہزار ہا اختلافات ہیں اور ہزار ہا مشکلات ہیں ان پر آپ کی طرف سے نہایت معقول اور مدلل محاکمہ اور فیصلہ شائع ہوں اور مسلمانوں کے تمام..... مقدمات واقعی طور پر نہیں عملی طور پر تو طے ہو جائیں اور لفظ عدل سے سمجھا کرتا ہوں کہ عدالت کے ساتھ ہر فریق کی سچی بات کی دلائل کے ساتھ تصدیق ہو جائے اور جھوٹی بات کی تردید۔ میں نے یہ کب کہا کہ مولوی نور الدین کے سوائے احمدی جماعت میں کوئی عملی رنگ نہیں رکھتا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہماری جماعت میں تو ہزاروں سچے اور باعمل اشخاص ہونے ہی تھے۔ بلکہ تیرہ کروڑ محمدی جماعت میں جو ہزار ہا بزرگوں کے جان و مال قربان ہو کر صدیوں میں تیار ہوئی ہے اس میں بھی لاکھوں با خدا باعمل اور جان نثار اشخاص موجود ہیں۔ بلکہ کل مخلوقات عالم میں جن کو قرآن اور اسلام کی خبر تک بھی نہیں ان میں بھی رب العالمین الرحمن اور الرحیم کا فیض عام جاری ہے اور ان میں بھی لاکھوں راست باز خدا پرست انسان موجود ہیں۔ جو ان حلیث اور ہر قسم کے شرک اور یہودگی کا خلاف کر رہے ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک تیرہ کروڑ مسلمانوں میں کوئی بھی سچا خدا پرست، راست باز نہیں۔ کیا محمدی اثر

اس تمام جماعت پر سے اٹھ گیا۔ کیا اسلام بالکل مردہ ہو گیا۔ کیا قرآن مجید بالکل بے اثر ہو گیا۔ کیا رب العالمین، محمد، قرآن، فطرت اللہ اور عقل انسان بالکل معطل اور بیکار ہو گئے کہ آپ کی جماعت کے سوائے نہ باقی مسلمانوں میں راست باز ہیں نہ باقی دنیا میں۔ بلکہ تمام کے تمام سیاہ باطن سیاہ کار اور جہنمی ہیں۔ کیا رب العالمین اور الرحمن اور الرحیم کے تمام فیضان محض احمدی جماعت کے واسطے ہی محدود ہو گئے؟

جب ہم صریحاً دیکھ رہے ہیں کہ تمام ظاہری کمالات میں وہ اعلیٰ درجہ کی ترقی کر رہے ہیں۔ معاملات میں سچے اور نیک ہیں۔ خدا پرست، ہمدرد دینی نوع اور راست باز ہیں۔ تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ رب العالمین..... ان کا سر اس دشمن ہے اور ان کے لئے کامیابی اور ترقی کی راہیں بالکل بند ہیں۔ فرق محض اس قدر ہے کہ مقابلہ آپ کی جماعت میں سعید اور رشید بہت زیادہ ہیں۔ اس کے بعد جیسا بیوں میں سافٹس اور برہمنوں میں موحد راست باز باعمل اور جان نثار بکثرت ہیں۔ بعض مسائل فروغی میں اختلافات ایک علیحدہ امر ہے۔ یہ اختلاف ایسا ہی اٹل ہے جیسا کہ ظاہری صورت کے اختلافات نہ خاص، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب ابو ہریرہؓ اعلان کرنے چلے۔ ”من قال لا اله الا الله فدخل الجنة“ اور راستہ میں حضرت عمرؓ نے آپ کو آپ نے ایک مکان کی چھاتی میں مارا اور گرایا اور ابو ہریرہؓ کو واپس لے چلے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ نے یہ حال سن کر حضرت عمرؓ کو مرتد نہیں کہا۔ حالانکہ ایک صریح مخالفت تھی۔ الاعمال بالنیات۔ یہی انشراح تمام حکمت کی بنیاد ہے۔ جو شخص کوئی مخالف بات اپنی نسبت برداشت نہیں کر سکتا۔ بلکہ خدا کی طرح اپنے آپ کو عظیم اور قدوس سمجھتا ہے وہ کبھی کل بنی آدم کا رہبر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بنی نوع کی فطرتیں اور مذاق نہایت ہی مختلف اور متفاوت واقع ہوئے ہیں۔ اس لئے ایک حد تک اختلاف لا بد ہے۔

ایسا ہی قیدیان بدر کی بابت حضرت عمرؓ کی رائے جناب ہاری میں قبول ہوئی اور ابو بکر صدیقؓ اور آنحضرت ﷺ کے فیصلہ پر عتاب نازل ہوا۔ اس سے جناب رسول خدا ﷺ کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ حضرت عمرؓ مردوں میں شمار ہوئے۔ بلکہ یہی ثابت ہوا کہ وہ ایک بشر بھی تھے۔ اس لئے مشورہ کی ضرورت تھی۔

جو قوم باہمی مشورہ اور مباحثہ کی عادی نہیں وہ نہ کبھی اپنی اصلاح کر سکتی ہے نہ دوسروں

کی۔ نہ وہ مخلص ہے۔ یہ بھی سچ ہے کہ جماعت احمدی میں بہت سے نمازوں میں روتے اور بہت التجائیں کرتے ہیں۔ مگر کیا اسلام اسی قدر ہے۔ کیا فرشتوں نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ”نحن ناسبغ بحمدك ونقدس لك“ میں تو یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں کامل انسان کس قدر ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو باوجود مشاغل ملازمت و خانہ داری، عیش و تمعم میں غرق نہیں ہوئے۔ بلکہ ذکر خدا اور خدمت اسلام میں لگے ہوئے ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو محض پتنگ بازیوں اور کبوتر بازیوں میں وقت گزار رہے۔ بلکہ مرد میدان بن کر افریقہ، امریکہ، یورپ، جاپان میں اشاعت اسلام کے لئے منتشر ہو گئے ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو گمروں کے آرام و عیش کو چھوڑ کر افریقہ کے بیابان میں نکل پڑے ہیں۔ جہاں پانی بھی ہا سبانی میسر نہیں آسکتا۔ کس قدر ایسے ہیں جنہوں نے گیدوں، دال، گوشت، نمک، مرچ، سبزی، پھل اور میوہ جات کی افراط کو چھوڑ کر حصول کتھان کے وعدہ پر دشت و بیابان کا سفر اختیار کیا ہے۔ جہاں من و سلوئی کچھ بھی نہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو قوم کے حالات پر نظر فوراً اور رحم سے دیکھتے اور شیش دوستوں کی طرح سچی خیر خواہی کے ساتھ ان کو آتش جہنم سے بچاتے اور بہشت کا وارث بنا رہے ہیں۔ کس قدر ایسے ہیں جو بنی نوع کے سچے ہمدرد ہیں۔ کون کون ہیں جو عالی ظرفی اور عالی حوصلگی کے ساتھ اپنے مخالفوں اور بدگوئیوں کے مباحثات میں راسخی اور سلامت روی کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ کون کون ہیں جو واقعی طور پر اپنے آپ کو ہمدرد اور محسن بنی نوع ثابت کرتے ہیں۔ کون کون ہیں جو گمروں میں آرام سے کاغذی گھوڑے نہیں دوڑاتے اور خالی شیخیاں نہیں بگھارتے۔ بلکہ دنیا کی تمام قوموں سے بڑھ کر اپنے آپ کو مرد میدان، جان نثار، محنت کش، ثابت قدم، حلیم اور راست باز ثابت کرتے ہیں۔ ”اف حسب الہدین امنوا ان یقولوا امنا وهم لا یفتنون“ الغرض سچ چلی والی خالی شیخیاں اور لفظی بڑائیاں مجھ کو مطمئن نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ میں نے علوم میں پرورش پائی ہے نہ کہ شاعری میں۔ اس لئے میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسلام کی خاطر کس کس نے کیا کچھ ترک کیا۔ کیا کچھ محنتیں اٹھائیں۔ کیا کچھ مصیبتیں اٹھائیں اور کیا کچھ دنیا سے بڑھ کر انہوں نے کر دکھایا۔ تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل مخلوق خدا کی گھر بیٹھے تحقیر اور تکفیر کرنا کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ بلکہ شیروں اور بھیڑیوں، سانپوں اور چھوڑوں کے بنوں میں گھس کر وحوش اور حیوانوں کو انسان بنا دینا بڑا کام ہے۔ جیسا کہ خاتم النبیین ﷺ نے کر کے دکھایا۔ مجھ پر بھی افتراء کیا گیا ہے کہ میں نے امام الوقت ہونے کا دعویٰ کیا

ہے اور یہ کہ امام صلح ہوں اور کل مذاہب کو حق سمجھتا ہوں۔ ایسا میں نے نہ کبھی کہا اور نہ لکھا۔ میری تقاسیر اردو و انگریزی تین ہار شائع ہو چکی ہیں۔ میرے خیالات و عقائد کوئی خفیہ اور خانگی امور نہیں۔ بلکہ کل..... ہندوستان اور یورپ اور امریکہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ان افتراؤں کی کیا بنیاد ہے اور یہ کس کی ایجاد ہے۔ میں اپنے خوابات کو قطعی اور یقینی بھی نہیں خیال کرتا۔ بلکہ اصل حکم اور میزان قرآن کریم اور فطرت اللہ ہیں اور عقل سلیمہ۔ اگر ہم عقل سے کام نہ لیں تو بت پرستوں پر ہم کیا اعتراض کر سکتے ہیں؟ اگر قرآن کریم اور فطرت اللہ کو حکم نہ بنائیں جو رب العالمین کا قول اور فعل ہیں تو پھر اور کس چیز کو حکم اور میزان بنا سکتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرح رسول بھی رب کل شے اور خالق کل شے ہوتے ہیں کہ جس طرح ہر انسان کی فطرت میں رب کی تلاش اور عبودیت محمود کی گئی ہے۔ ویسی ہی ہر رسول کا ماننا جرم قرار دیا جاسکے؟ کیا راست باز بھی مرتد ہوتے ہیں؟ کیا خدا پرستی اور راست روی داخل ارتداد ہیں۔ کیا سید المرسلین اور صحابہ کرام علیہم السلام کی تمام جان ناریوں کا بھی نتیجہ ہوا کہ دنیا میں تیرہ کروڑ انسان مسلمان کہلا کر جہنمی بن گئے (یعنی مرزا کو نہ ماننے سے مسلمان جہنمی ہوئے) اور باقی تمام عدم قبولیت اسلام کی وجہ سے جہنمی۔ کیا رحمت اللعالمین کے آنے کا بھی نتیجہ ہے کہ کل دنیا جہنمی ہو جائے؟ کچھ قبول اسلام کی وجہ سے اور کچھ خلاف سے۔ کیا ربوبیت عامہ اور رحمت کاملہ کے بھی معنی ہیں کہ کل دنیا جہنم میں ڈالی جائے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ ”ان الا برار لفسی نعیم وان الفجار لفسی جحیم۔ فمن يعمل مثقال ذرة خیراً یراہ۔ ومن يعمل مثقال ذرة شریراً یراہ۔ وان حیتم بتحیة فحیوا باحسن منها اورد وھا“ کیا یہ امر قرآنی منسوخ ہو چکا؟ اور ”اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً“ بھی منسوخ ہو چکا۔ اس لئے میرے خطوں کے جواب میں سلام کا جواب سلام بھی نہیں ہوتا۔ اگر خدائی آپ کے تابع ہوتی تو پہلے صد ہا بار جو السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ مجھے لکھا گیا اس کا نتیجہ یہ نہ ہوتا۔

جب بھلائی میں خدائی آپ کے تابع نہیں تو برائی میں کیسے ہو سکتی ہے؟ جب آنحضرت ﷺ کو تیرا ارشاد ہے۔ ”انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاہ۔“ تو پھر میں کیسے سمجھ سکتا ہوں کہ اب خدا حدیث معطل ہو گئے اور آپ کے خیالات کی حکومت کل عالم پر قائم ہو گئی ہے۔ پس برائے خدا اگر آپ میری کسی غلطی کی اصلاح کرنا چاہتے

ہیں تو بیانات قرآنی سے معقول طور پر مجھے مطلع فرمادیں۔ مجھے کسی بات پر ضد نہیں۔ بلکہ قبولیت حق کے لئے ہر وقت مستعد ہوں۔ ”ومن یحکم بما انزل اللہ فالولیک ہم الکافرون“ براہ مہربانی میرا پہلا غلط واپس فرمادیں یا اس کی نقل تاکہ میں اس پر دوبارہ غور کر سکوں کہ اس قدر طوفان جس کی وجہ سے پیدا ہوئے شاید سبوا اس میں ہی کوئی الفاظ درج ہو گئے ہیں۔ کیونکہ میں نے اس کو دوپہر کے وقت میں غلبہ نیند کے وقت لکھا تھا اور یہ گمان نہ تھا کہ ایک طوفان بے تمیزی پیدا ہو جائے گا۔ والسلام!

مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء

خاکسار: عبدالکحیم خان از پٹنالا!

خط نمبر: ۶

مرزا غلام احمد قادیانی بنام ڈاکٹر عبدالکحیم خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

”نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم“

خان صاحب! آپ کا خط پہنچا میں چند ہفتہ سے بیمار ہوں اور بہت کمزور ہو گیا ہوں۔ مجھے مباحثات کے لئے سر میں قوت نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے عمل سے پوچھا جائے گا۔ مجھے آپ کی اس تحریر سے بہت افسوس ہوا کہ آپ نے لکھا ہے کہ گویا مولوی عبدالکحیم کی نسبت قطعی طور پر صحت پانے کے لئے خبر تھی وہ غلط تھی۔ جس حالت میں اور لوگ طرح طرح کے میرے پر افتراء کرتے ہیں۔ اگر آپ نے یہ افتراء کیا تو محل افسوس نہیں۔ ہر ایک کو معلوم ہے کہ جو کچھ مولوی صاحب مرحوم کی نسبت الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا وہ ان کی موت تھی۔ چنانچہ بار بار ان کے انجام کی نسبت اخبارات میں یہ الہام چھپوائے گئے۔ ”ان المنایا لاتطیش سہامہا“ یعنی موت کے حیر نہیں تھیں گے۔ مہرم موت ہے۔ پھر الہام میں کفن میں لپٹا گیا۔ پھر الہام ہوا سینتالیس برس کی عمر۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ چنانچہ پورے سینتالیس برس کی عمر میں فوت ہو گئے۔ ہاں ایک خواب میں نے دیکھا کہ ان کو مرض سے صحت ہو گئی اور میں نے سورۃ فاتحہ ان کے سر پر پڑھی ہے۔ پس درحقیقت وہ اصل مرض سے صحت یاب ہو چکے تھے اور ذات الجذب سے ان کا انتقال ہوا اور اسی بارے میں مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کی نسبت اخبار البربر میں شائع کیا اور وہی ان کے معالج تھے۔ آپ کا یہ فتوہ شوخی اور جرات سے خالی نہیں کہ ایسا الہام کیوں شائع کیا؟ اس سے معلوم

ہوا کہ آپ کی فطرت میں شوخی اور گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے اور اپنے تئیں کچھ خیال کرتے ہیں۔ کبھی وجہ ہے کہ ہم نے ہمیشہ کے لئے آپ سے قطع تعلق کر دیا۔ اگر یہ صریح صریح الہامات موت کے مولوی صاحب کی نسبت نہ ہوتے تب بھی آپ کا حق نہیں تھا کہ اعتراض کرتے۔ آپ تو اپنی بد قسمتی کی وجہ سے محض بیگانہ اور بے خبر ہیں اور اس جگہ دس ہزار سے زیادہ نشان خدا تعالیٰ کے ظاہر ہو چکے ہیں اور ایسا کوئی مہینہ نہیں جس میں کوئی نشان ظاہر نہیں ہوتا۔ پس یہ امر حق کے طالبوں پر مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک دشمن نامراد مرے گا اور ہر ایک منکر نام کام مرے گا۔ پہلے نبیوں کے وقت میں بھی بعض بد قسمت مرتد ہو جاتے تھے۔ اگر میرے زمانہ میں بھی کوئی ”یہود اسکرپٹوٹی“ پیدا ہو جائے تو وہ خدا کے سلسلہ کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ وغیرہ جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نسبت مطمئن نہ ہو سکے وہ نجات پائیں گے۔ اگر یہی بات تھی تو یہود و نصاریٰ سے مقابلہ بیکار تھا۔ کیونکہ وہ لوگ اپنی دانست میں اپنے مذہب کو اچھا خیال کرتے تھے۔ اسلام کی چٹائی کی نسبت وہ اپنے خیال میں مطمئن نہیں تھے۔ پس بقول آپ کے اس سے لازم آتا ہے کہ وہ سب ناجی تھے اور آنحضرت ﷺ کا آنا ہی بے فائدہ تھا۔ ماسوا اس کے اگر یہی حق بات ہے کہ جس یہود و نصاریٰ کو اسلام پر تسلی نہ ہو وہ نجات یافتہ ہیں تو کیا وجہ ایسا شخص نجات نہیں پائے گا کہ مسلمانوں میں پیدا تو ہو مگر اسلام پر اس کو یقین حاصل نہیں ہوا۔ اس کے وہ مساوی ہوگا۔

اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ ہزار ہا آدمی جو میری جماعت میں شامل نہیں۔ کیا راست بازوں سے خالی ہیں تو ایسا ہی آپ کو یہ خیال بھی کر لینا چاہئے کہ وہ ہزار ہا یہود اور نصاریٰ جو اسلام نہیں لائے کیا وہ راست بازوں سے خالی تھے۔ بہر حال جب کہ ”خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔“ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تارکیوں میں چلا ہے۔ خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر یہ بات ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت میں سے خارج کر دیا جائے۔ اس لئے میں آج کی تاریخ سے آپ کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ سے آپ اپنی تو بہ شائع کریں

۱۔ اس قدر صحیح و نامتناہی گمان بچاؤں کا کیا تصور جن پر آپ کی دعوت نہیں پہنچی اور اگر پہنچی تو مخالف یا ضعیف و ناقص صورت میں؟
(ماہیہ نمبر ۱۷۱ ص ۶)

کو اس خبیث عقیدہ سے باز آ جائیں تو رحمت الہی کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ لوگ جو میری دعوت کے رد کرنے کے وقت قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے کلمے کلمے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ ان کو راست باز قرار دینا اسی شخص کا کام ہے جس کا دل شیطان کے بیچ میں گرفتار رہے۔ والسلام علی من اتبع الهدی! خاکسار: مرزا غلام احمد قادیان
خط نمبر: ۷

ڈاکٹر عبدالکلیم خان بنام مرزا غلام احمد قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

”نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم“

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح الزمان

میں حیران ہوں کہ یہ الزام آپ نے مجھ پر کیسے لگایا کہ میرا یہ خیال ہے کہ آپ نے مولوی عبدالکریم کی صحت و حیات کی بابت قطعی خبر دی تھی اور وہ غلط نکلے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میں نے ہرگز نہیں لکھا بلکہ میں نے تو یہ لکھا تھا کہ میں آپ کے استنباط اور استدلال کو محصوم نہیں مانتا۔ چنانچہ آپ مولوی عبدالکریم کی نسبت اپنے اور دوسروں کے خوابوں کو مبشر فرماتے رہے۔ حالانکہ وہ مبشر نہ تھے۔ بلکہ ان کی موت کی نسبت قطعی خبر تھی۔ نہ میں نے یہ لکھا کہ وہ الہامات شائع نہ ہونے

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) یہ تعجب ہے کہ میں ہر اس میں قرآنی بیانات سے متواتر اور کثرت پیش کر رہا ہوں۔ آپ ان کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ بلکہ ان پر عمل کرنا خدا کے حکم کو چھوڑنا ظاہر فرماتے ہیں۔ میں تو بار بار عرض کر رہا ہوں کہ براہ کرم مجھے وہ الفاظ خداوندی بتلا دیجئے۔ جن میں تمام امت محمدیہ خارج از اسلام قرار دی گئی ہے۔ خواہ ان پر تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ کیا محض قادیان میں بیٹھے رہنے یا چند اخبارات، اشتہارات کے شائع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ دنیا کے ہر فرد پر تبلیغ ہو چکی اور ان کا خلاف اور رد اداس حد تک پہنچ گیا کہ ان پر فرزند جرم قائم کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ تو عمل مومن کو بھی اسی حالت میں کفر قرار دیتا ہے۔ جب کہ وہ عمل عمدتاً ہو جائے۔ آپ اس وقت نہ محض قرآن کو نہیں پشت ڈال رہے ہیں۔ بلکہ عام عرف اور عمل کو بھی جواب دے رہے ہیں۔ کیا تو وہ وقت تھا کہ آپ مولویوں پر طعن کیا کرتے تھے کہ وہ کلمہ گوئیوں کو کافر کہتے ہیں اور قبلی امام نقل کیا کرتے تھے کہ جس شخص میں ۱۹۹ جہاد کفر کے ہوں اور ایک جزا اسلام کا ہو۔ اس کو بھی کافر نہ کہنا چاہئے۔ جس اب تک اسی تعلیم پر قائم ہوں اور آپ اس سے مرتد ہو گئے۔ آپ کا قول تھا کہ ایسا سن کے عادیات ہوں۔ ان محض کو میں تو اس پر حال ہوں۔ مگر آپ میرے سلام اور دعائیں سن کر مجھے بھی خارج از اسلام اور مرتد بتا رہے ہیں اور نہ جماعت سے خارج کرتے اور سلام تک نہیں لکھتے۔ آپ کا قول تھا۔ اسل عدل تو نیز خاطر انہاں نگاہدار آخرا کنند و جوئی حب و بغض برہم۔ یہ آپ کے الہامی قصیدہ کا شعر ہے۔ مگر آپ اس سے مرتد ہو گئے اور میں اس پر قائم ہوں اور امت محمدی کو بلا وجہ مرتد کافر نہیں کہہ سکتا اور آپ بلا وجہ کافر کہتے ہیں۔ اچھی خاطر ہوئی۔
۱۔ یہ ہے مومن عم آسانی کی توت ہم اور فیصلہ کا۔

چاہئیں تھے۔ بلکہ یہ لکھا تھا کہ آپ کا استنباط تہمیری میرے نزدیک اس وقت غلط تھا اور قابل اشاعت نہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ کارہنکل ہمیشہ اسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہے کہ اس کا زہر دماغ یا پیچیدوں میں پہنچ کر زہریلی ورم پیدا کر دیتا ہے۔ بیرونی کارہنکل بذات خود عموماً مہلک نہیں ہوتا۔ جس خداوند نے آپ کو مسخ بنایا اور آپ کی تعریف کی، وہی آپ کی کمزوریاں اور غلط فہمیاں ثابت کر رہا ہے تاکہ آپ خدا اور ابن اللہ نہ مانے جائیں اور آپ کا منارہ اور قبرستان، بت خانہ نہ بن جائیں۔ مگر زمانہ کی بگڑی ہوئی حالت اور عالم میلان جو شرک کی طرف ہے وہ پکڑ پکار کر رہے ہیں کہ ایک وقت آپ ضرور خدا بنائے جائیں گے۔ آپ کا مینار گوگے کی ماڑیوں کی طرح پرستش گاہ بنے گا اور اس کی نقلیں بطور بت دنیا میں رائج ہوں گی۔ آپ کا قبرستان پوجا جائے گا اور جن لوگوں کی سرشت میں شرک کا خمیر ہے اور جو احقانہ طور پر انسان پرستی کے عادی ہیں وہ ”انت منی وانا منک، انت منی بمنزلة اولادی“ یا شمس یا قمر، ہشتی مقبرہ الہامات کو آپ کی خدائی اور ابن اللہ ہونے کی دلیل ٹھہرائیں گے۔ کیونکہ فی زمانہ میں دیکھتا ہوں ایسی صورتیں شروع ہو گئی ہیں۔ کبیر دوالوں کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ پٹیا لہ کی ایک مثال میں آپ کو سنا تا ہوں۔ عام طور پر جماعت احمدی کا یہ مذاق ہو گیا ہے کہ مسخ آگیا اور مسخ مر گیا۔ اس کے سوا اور کوئی لگن ان کو نہیں۔ تعطیلات محرم، ہولی کے ایام میں میں نے چاہا کہ ان ایام میں صفات باری تعالیٰ اور دلائل برہستی باری تعالیٰ پر لیکچر دوں تاکہ خدا کی عظمت دلوں میں پیدا ہو۔ وسعت ایمان حاصل ہو اور عوام الناس کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ احمدیوں کا دین دایمان سوائے ذکر مرزا قادیانی کے اور کچھ نہیں رہا۔ دن رات اخبارات الحکم اور البدور توڑتے ہیں۔ مگر قرآن سے مس و مذاق بالکل نہیں رہا۔

چنانچہ میں نے دلائل برہستی باری تعالیٰ و صفات باری تعالیٰ پر تین ہی لیکچر دیئے تھے جن سے عام لوگ بہت محظوظ ہوئے۔ مگر احمدی لوگوں نے شور مچانا شروع کیا کہ آپ کے لیکچر میں مرزا قادیانی کا ذکر نہیں۔ بلکہ ایک خوش عقیدت نے یہاں تک کہا کہ جس حمد کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر نہ ہو وہ شرک ہے۔ میں نے جواب میں یہی کہا کہ ابھی الحمد للہ کی تفسیر ہو رہی ہے۔ پھر رب العالمین کی ہوگی۔ پھر الرحمن اور الرحیم کی پھر مالک یوم الدین کی پہلے حمد اس کے بعد نعت پھر مناقب ہوگی۔ مگر وہ میرے جواب سے مطمئن نہیں ہوئے۔ میں نے اور میرے

ساتھ بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید اور تمجید تو مرزا قادیانی کا عین مشن ہے اور وہ اسی بات کے واسطے مامور ہیں اور تمام مرسلین خدام توحید ہوتے ہیں نہ خدام نکر مرزا پرست لوگ ان باتوں سے مطمئن نہ ہوئے اور فساد بڑھتا گیا۔ اس واقعہ کے بعد میں نے پہلا عرضہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جس کا جواب اناپ شاپ شوریدہ وار مجھے ملا اور ایسا ہونا ہی تھا۔ کیونکہ جلال باری تعالیٰ کے مقابلہ میں بطور شرک آپ کو کھڑا کیا گیا۔ اس کی غیوری اور کبریائی کب تحمل ہو سکتی تھی کہ حجر میں دوسرے کو شریک کیا جائے۔ جس نے لوح کو اپنے جلال کے وقت ”انسی اعظک ان تکون من الجاهلین“ کلیم اللہ کو جواب دیا۔ لن ترانی۔ خاتم التیسین کو فرمایا: ”انک لا تہدی من احببت لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم“ یہی وجہ ہے کہ آپ کی طرف سے خلاف معمول عام عقل سے گری ہوئی تحریریں میرے پاس پہنچی۔ یہ خدا کی شان ہے۔ ”وہو العزیز الجبار المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون“ صحیح کہ آپ کے دشمن ناکام مر گئے۔ مگر میں آپ کا دشمن ہرگز نہیں۔ بلکہ سچا خیر خواہ اور وفادار مرید ہوں۔ ہاں مجھ پرست شرک نہیں ہوں۔

میں نے جو یہ ظاہر کیا جو لوگ نقص فہم یا نقص علم کی وجہ سے دین اسلام سے منحرف ہوں وہ نجات پاسکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ ایک خدا کے پرستار اور نیک عمل ہوں۔ اس خیال کی بنا آیات ذیل ہیں: ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها ما کننا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً“ جو محمد اسرشی کرتا ہے وہ پتھک کا فر اور جنمی ہے۔ ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا جو قرآنی بیانات سے صاف اور سیدھے طور پر ظاہر ہو۔ قرآن مجید کا خلاف کرنا ہے۔ پس آپ مجھ کو سمجھا دیں کہ میں بیانات قرآنی کا خلاف کیسے کروں۔ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے ایک قلم بلا تبلیغ کامل اسلام سے خارج کر دینا آپ کا ہی حوصلہ ہے۔ آج تیرہ کروڑ کی تیار شدہ جماعت کو اپنے اسلام سے خارج کر دیا۔ کل کو اور امام پیدا ہوگا جو نہ مانے گا وہ آپ کے ٹمن چار لاکھ کی جماعت کو اسلام سے نکال دے گا۔ یہ عجیب تماشا ہے کہ آج ایک مکان تیار ہوا وہ کل گرا دیا گیا جو کل تیار ہوا وہہ پرسوں گرا دیا جائے۔ یہ فصل اس علیم و حکیم خدا کا تو نہیں ہو سکتا۔ ہاں مداری اور پچھرا کٹر ایسا کیا ہی کرتے ہیں۔ میں اپنے تمام عقائد بیانات قرآنی کی بناء پر پیش کر رہا ہوں۔ مگر آپ ان کے جواب میں نہ تو ان آیات کے

معنی اور طرح پر صاف کرتے ہیں اور نہ اور آیات بیانات اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ بلکہ میری پیش کردہ آیات بیانات سے صاف اعراض کر کے ان کے خلاف سوالات شروع کر دیتے ہیں۔ یہ تو ہزار یوں کا منطوق ہوتا ہے۔ نہ کہ اہل علم کا آپ یہ فرما کر مرتد کی سزا قتل ہے اور میں اپنی جماعت سے آج کی تاریخ سے آپ کو خارج کرتا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ! دھمکیوں سے آیات بیانات کے خلاف منوانا چاہتے ہیں اور معقول جواب مطلق نہیں دیتے۔ کیا دھینکا مشتی کا ایمان بھی کوئی چیز ہے۔ کیا سچ سچ وہ آیت منسوخ ہوگئی جس میں ارشاد تھا۔ ”لا اکراه فی الدین“ یا آپ کا ایمان و عمل اس آیت کے خلاف ہے۔ پھر تعجب ہے کہ آپ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں پیدا ہوئے ہیں۔ اپنے استدلال کے خلاف کرنے سے کافر کہتے ہیں کہ وہ قرآن شریف کے نصوص کو چھوڑتے اور کھلے نشانوں سے منہ پھیرتے ہیں۔ حالانکہ ان نشانات کی اور نہ ان کو یہ علم ہے کہ نشانات کیا ہوتے ہیں۔ پھر ان پر سرکشی اور کفر کا جرم کیسے عائد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر آپ کی تبلیغ ایک فیصدی پر بھی تصور کی جائے تو تیرہ کروڑ میں سے تیرہ لاکھ مسلمان بیٹھتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر تیرہ لاکھ کی تحقیقات کی جائے تو یہی ثابت ہوگا کہ عمداً آیات قرآنی کا خلاف کرنے والے دو چار ہزار ہی ہوں گے۔ باقی اس یقین میں ہیں کہ آپ کے دعاوی باطل ہیں اور قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہیں۔ کیونکہ پرانی تقاسیر پرانی تعلیموں اور پرانے وعظوں نے ان کے دلوں پر ایسا ہی ذہن نشین کر رکھا ہے کہ قرآن مجید واحادیث مجھ سے خاص سچ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان پر زندہ جانا اور پھر نازل ہونا ثابت ہے۔ جیسا کہ پچاس سال کی عمر تک باوجود عالم قرآن وحدیث ہونے کا آپ کا بھی یہی عقیدہ رہا۔ جب تک وہ خود عالم و فاضل ہو کر آپ کی تصانیف کو نہ دیکھیں یا احمدی مولویوں کے وعظوں کو بکثرت نہ سنیں۔ جب تک وہ کیسے قابل ہو سکتے ہیں کہ پہلی تعلیمیں غلط تھیں اور اب یہ نئی تعلیمیں صحیح ہیں۔ مگر احمدی جماعت کے مشن کہیں نہیں پھر رہے۔ صرف چار اخباروں کے ذریعہ سے کاغذی گھوڑے ضرور دوڑائے جا رہے ہیں۔ جن کو عموماً احمدی لوگ ہی دیکھتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے کہ آپ پر ایمان لانے کے بغیر تمام مسلمان کافر اور جہنمی ہیں تو پھر کیوں ایک ایک احمدی اپنے گھر سے نہیں نکل پڑتا کہ کروڑ ہا مخلوق خدا کو جہنم میں گرنے سے بچا دے۔ جب وہ اپنی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ وہ آگ میں گر رہی ہے اور خود بچے ہوئے ہیں تو پھر ان پر کھانا پینا، آرام سے گھر میں بیٹھنا اور بے فکر سونا سب حرام اور مطلق حرام ہیں۔ کیونکہ جب

ایک شہر میں آگ لگ جائے اور تمام شہر میں پھیلتی جائے تو کوئی دانا انسان بے فکری سے کھانا پینا بیٹھنا اور سونا ایک منٹ کے واسطے بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب باتیں کہنے کی ہیں۔ عملی ایمان ایسے عقیدہ پر ایک منٹ کے واسطے بھی کسی ذی ہوش کا نہیں ہو سکتا کہ میں مؤمن ہوں اور باقی سب کافر اور جہنمی ہیں۔ ہاں! محمد ﷺ اور صحابہ کرام کا یہ واقعی ایمان تھا کہ تمام مشرکین عرب جہنمی ہیں۔ اس لئے انہوں نے ان کے بچانے کے لئے جان توڑ کوششیں کیں اور تمام عمر میں ایک ماہ بھی گھر میں آرام سے بیٹھ کر بے فکری کے ساتھ گوشت روٹی اور پلاؤ نہ کھایا اور نہ ساری عمر ان کا یہی مشن رہا کہ بیٹھے بٹھائے رنگر کے نام پر روپیہ جمع کیا ہو۔ خود بے فکری سے کھایا اور اوروں کو کھلایا ہو اور ایک لنگر کی ہی امداد کو اسلام اور اشاعت اسلام سمجھا ہو کہ جو لنگر میں چندہ نہ دے وہ اسلام سے خارج۔ بلکہ وہ اپنے جمولوں میں اپنی اپنی کجوریں اور ستونجھ کر ٹپکتے تھے۔ اگر آپ کا اور آپ کی جماعت کا واقعی یہی ایمان ہوتا کہ ہم سب تو نجات یافتہ ہیں۔ باقی تیرہ کمرؤ مسلمان جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے یک قلم سب کے سب جہنمی تو آپ بھی صحابہ کرام کا نمونہ بن جاتے۔ گھر میں بیٹھ کر بے فکری کے ساتھ گوشت روٹی اور مرغن پلاؤ کھانا آرام سے بستروں پر سونا چھوڑ کر دنیا میں نکل پڑتے۔ کیونکہ آج کل دنیا میں پھر جانا اس سے بھی زیادہ آسان تر ہے۔ جو حضرت ﷺ کے وقت میں ایک عرب میں پھرنا تھا۔ دعوے تو آپ کے ایسے ہیں کہ لوگوں نے آپ کو خدائی کے ساتھ جا لیا۔ مگر عملی کمزوریاں اس درجہ کی ہیں۔ جیسے کہ ایک سخت دنیا پرست اور نفس پرست میں ہو سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند ایک نمونہ عرض کرتا ہوں۔ نہ اس نیت سے کہ آپ کی توہین ہو۔ بلکہ محض اس نیت سے کہ لوگ آپ کو خدا نہ بتائیں۔ نہ محمد ﷺ کا مظہر اتم ٹھہرائیں نہ دیگر انبیاء اور اولیاء کی تحقیر کریں اور نہ آپ کے منار اور قبرستان کو مساجد و اللہ علیہ

اقول شہید!

- ۱..... عدم استقلال: براہین احمدیہ کا بڑے زور و شور کے ساتھ اشتہار خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ولیم ہو کر دیا۔ مگر وہ آج تک مکمل نہیں ہوئی۔ تین سو بے نظیر دلائل میں سے محض چند ایک ہی شائع ہوئیں۔ حالانکہ یہ کام جس کا اشتہار الہامی بنا دیا گیا۔ سب سے مقدم تھا۔
- ۲..... نقص استنباط و استدلال: براہین میں مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا ظاہر فرمایا۔ حالانکہ اس کے خلاف صریح آیات و احادیث موجود ہیں۔

۳..... خلاف عہد: براہین کے چندہ قبل از وقت وصول کئے۔ ایسے عہد اب تک نہیں کیا بلکہ خریداروں کا عموماً روپیہ بھی واپس نہیں کیا۔

۴..... تلون طبع: ایک وقت وہ تھا کہ فتح خاں نام جب وقت پر کھانا نہ پہنچے پر ناراض ہوا تو گھنٹوں بیوی صاحبہ نے بھی اس کی دلجوئی اور خوشامد کی اور آپ نے بھی مگر اس نے نہ مانا۔ آپ نے اس کو جماعت سے خارج بھی نہ کیا۔ خلیفہ محمد حسن وزیر اعظم ریاست پٹیالہ کی چندہ براہین دینے پر بے حد تعریف کی گئی اور اب وہ وقت ہے کہ جو شخص چندہ میں ہزار روپیہ اور تمام زندگی و آسائش آپ کی امداد میں صرف کر چکا۔ اس کو محض چند تھوڑا بڑا اصلاحی مشورہ پیش کرنے پر خارج از جماعت کیا جاتا ہے۔

۵..... نفس پرستی اور آرام طلبی: اشاعت اسلام کے لئے دو ماہ کے واسطے بھی گھر سے باہر نہیں نکلے۔ بلکہ لنگر کے نام پر روپیہ جمع کیا۔ خود حڑے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ یہاں تک کہ ایک عہدالکریم کی بیماری میں من ڈیزس من پختہ برف لگا تا رلا ہو رہے آتی رہی اور جو لنگر میں چندہ نہ دے اس کی نسبت جماعت سے خارج کر دینے کا اعلان دیا گیا۔ کیا یہی اسلام اور اشاعت اسلام ہے تو پھر جو لوگ اپنی ذاتی تنخواہوں اور آمدنیوں پر گھروں میں بیٹھے ہوئے عیش و آرام کریں وہ تو آپ کے نمونہ کے لحاظ سے زیادہ مستحق ہوئے۔ جب کہ آپ نے قومی روپیہ اور اسلامی خدمت کے روپیہ پر ایسا عیش کیا اور آپ کے ہال بچے نوابوں کی طرح عیش و محم میں چلے۔ اگر سفر بھی کیا تو سیکنڈ کلاس میں محض بیوی صاحبہ کی خاطر دہلی کا، نہ اسلام کی خاطر اور شہروں کا بے حد جماعت کے امرا اور الحاح..... پر سیا لکوٹ اور پٹیالہ تک (بھی سفر نہ کیا)

۶..... غریب مہمانوں کی نسبت لا پرواہی اور عدم تواضع: جو لوگ سینکڑوں اور ہزاروں کوسوں سے نکالیے اور صرف اٹھا کر قادیان محض کلمۃ الحق سننے کے واسطے پہنچے ہیں ان کے واسطے کوئی انتظام نہیں کہ کسی بڑے مکان میں یا سایہ دار درخت کے نیچے ایک وقت پر سب جمع ہو کر ضروریات وقت پر دھڑکا کر لیں۔ زیادہ نہیں تو ایک آدھ گھنٹہ ہی سمی۔ بلکہ دھینکا مٹھی کے طور پر دس بیس..... آدی جو آپ کے قریب کسی وقت پر جب آپ خود ہی اپنی فراغت سے باہر تشریف لائیں۔ جمع ہو کر کچھ سن لیں تو سن لیں۔ وہ پھارے خود عقیدگی سے اذہر ادھر بیٹھ کر وقت گزارنے کو ہی غنیمت سمجھ لیتے ہیں۔ کیا مہمانداری اور مسافر نوازی اور تعلیم و تربیت کا یہی کامل نمونہ ہے؟

انجمن حمایت اسلام، ندوۃ العلماء اور ایجوکیشنل کانفرنس بھی جب اپنی اغراض کے لئے لوگوں کو بلائے ہیں تو عالم فاضل لوگوں کو ضروریات وقت پر لیکچر دینے کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ تاکہ تین چار روز میں دور دراز کے لوگ مفید اور ضروری معلومات ساتھ لے کر واپس جائیں اور ان کا وقت عمدگی کے ساتھ صرف ہو اور پھر مفید معلومات کے ساتھ وہ مفید کاموں میں کارآمد ہو سکیں۔ مگر افسوس خود تو یہ خیالات نہ ہوئے۔ دوسرے کی تحریک کو دشمنی اور ارتداد میں شمار کیا گیا۔ خوش قسمتی سے ایک مولوی نور الدین کا درس قرآن اور علمی مجلس ہے۔ جس میں ہر وقت کوئی طالب بیٹھ کر مستفیض ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کی طرف سے لوگوں کو اس قدر بھی تاکید نہیں کہ سب لوگ مولوی کے درس قرآن میں شریک ہوا کریں۔

۷..... عدم صفائی: لنگر کا صرف ہزار ہارہ سو روپیہ ماہوار ہے۔ مگر اس قدر مجمع کے واسطے صفائی کا کوئی خاص انتظام نہیں۔ ”الطهور ثلاث الایمان“ ان کا نمونہ عمل گڑھ میں پھٹک ہے۔ جس جگہ کی نئیات بھی قادیان کے مکانات سے زیادہ صاف رکھی جاتی ہیں۔

۸..... بے حسابی: لنگر کے واسطے جو روپیہ وصول ہوتا ہے۔ اس کے مصارف کا کوئی محقول حساب اور انتظام نہیں۔ کیا یہ بھی کوئی اسوۂ حسنہ ہے کہ قومی روپیہ کا کوئی حساب نہ رکھا جائے۔ بلکہ ایسی لاپرواہی، بے دردی سے اس کو صرف کیا جائے نہ کوئی اس کا حساب کتاب ہو۔ نہ کوئی اس کا نگران، ہاہر سے روپیہ لیا اور بیوی کے سپرد کر دیا۔ جب جماعت سیالکوٹ نے خط لکھوایا کہ لنگر کے اخراجات کا حساب اور انتظام رہنا چاہئے تو جواب دیا گیا میں خزانچی ہوں؟ پھر جب کسی نے مہمانوں کے کھانے کی بابت بد نظمی ظاہر کی تو جواب دیا گیا میں بھٹیاری ہوں؟ سبحان اللہ! عجیب اسوۂ حسنہ اور مہرکی ہیں کہ قوم سے لنگر کے نام پر ہزار ہارہ سو روپیہ تو وصول کیا جائے اور اس کے انتظام کے سوال پر جوش و غضب میں آجائیں۔ حضرت عمرؓ تو بیت المال میں سے اپنی ذات اور اولاد پر کچھ بھی صرف نہیں کرتے تھے۔ کیا وہ اسوۂ حسنہ تھا یا یہ کیڑھی۔

۹..... ذکوۃ: کے لئے حکم ہے کہ سب قادیان میں ہی جمع ہو کر مگر جو دور دراز شہروں میں مستحقین زکوٰۃ ہوں۔ ان کی دیکھیری کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں تمام مسلمان ایک ہی جگہ تھے۔ زکوٰۃ کا تمام روپیہ یکساں طور پر مستحقین کو تقسیم ہوتا تھا۔

۱۰..... صفت محل وغور اور قوت فیصلہ معدوم ہونا اور مغلوب الغضب ہونا: جیسا کہ موجودہ محل و کتابت سے ہی ظاہر ہے کہ میں لکھتا کچھ ہوں اور آپ سبھے کچھ ہیں۔ جو بیانات قرآنی پیش کرتا ہوں۔ ان سے صاف اعراس کر رہے ہیں۔

..... حالت جماعت سے مطلق لاعلمی اور لاپرواہی: برائے نام ہزاروں جماعت احمدی میں داخل ہو گئے ہیں۔ مگر جو پہلے سے خدا پرست اور متقی تھے۔ وہ اب بھی ہیں یا اپنی فطری سعادت سے ترقی کر رہے ہیں۔ مگر جو لوگ آوارہ گرد، بد چلن تھے وہ بدستور آوارہ گرد بد چلن ہیں۔ جو رٹھی باز تھے وہ بدستور رٹھی باز ہیں۔ جو راشی تھے وہ بدستور راشی ہیں۔ مگر آپ کو نہ ان کی کچھ خبر ہے اور نہ ان کی اصلاح کا کوئی فکر ہے۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو قادیان پہنچے اور لنگر میں دو چار روز کھانا کھا کر چلے آئے۔ بلکہ خاص قادیان میں مولوی نور الدین کو دجال کہا گیا۔ دینی تعلیم کے بارے میں ان کا سخت خلاف کیا گیا۔ مولوی محمد احسن کی شمس ہاؤس کو برسر عام لغو اور بیہودہ کتاب کہا گیا۔ مگر آپ نے علم ہونے پر بھی ان امور کی کچھ اصلاح نہ کی۔ عقائد میں جو اختلافات ہیں وہ بے حد ہیں۔ کیونکہ جماعت کی رہبری کے واسطے عقائد و اعمال اسلامی پر آپ کا کوئی فتاویٰ نہیں نہ کوئی تفسیر القرآن شائع ہوئی۔ جس میں تمام اختلافات پر معقول فیصلہ ہو جائے اور وحدت عقائد و اعمال کی صورت پیدا ہو جائے۔ محض دعویٰ تو حکم ہونے کا ضرور کر لیا ہے۔ ہاں کبھی کسی مسئلہ پر مولوی نور الدین کا کلام شائع ہو جاتا ہے اور کبھی مولوی محمد احسن کا۔ بقول شخصے مدعی ست گواہ چست۔

۱۲..... اکثر تجاویز میں ناکامی: مثلاً اشاعت براہین و من الرضن اور اربعین میں۔ تفسیر مینار میں۔ احمدی جماعت میں باہم رشتہ و نا طے ہونے میں۔ سلسلہ و احطین دور و دراز ملکوں میں بھیجنے میں مشن تبت و کاشمیر میں وغیرہ وغیرہ۔ کیا خدا کی بخش کردہ تجاویز انجام بھی ہوتا ہے۔

۱۳..... خالی دعویٰ: چنانچہ آپ نے دعویٰ کیا کہ انگریزی زبان..... تین تہجڑوں کی مار ہے۔ پھر اس کو کیوں پورا کر کے نہ دکھایا۔ ایک طرف تو آپ ہار ہار ظاہر فرماتے ہیں کہ سکول قادیان میں انگریزی تعلیم کی یہ فرض ہے کہ وہ خدمت دین کے کارآمد ہو سکے۔ گویا کہ فریب طالب علموں کی عمریں اس امید پر خرچ کی جاتی ہیں کہ وہ خادم دین بنیں۔ مگر آپ تین تہجڑوں میں دعا بھی نہیں مانگ سکتے۔ کیا یورپ کو اشاعت اسلام کی ضرورت نہیں۔ جس کے واسطے آپ کو تین رات محنت اٹھانی لا حاصل ہے یا ان تمام کا جہنم میں جانا آپ کے نزدیک ضروری ہے۔ ایسا ہی مفسر اور عالم القرآن ہونے کا دعویٰ ہار ہار شائع ہوا۔ مگر کوئی تفسیر آج تک شائع نہ ہوئی۔ کیا تفسیر القرآن آپ کے نزدیک غیر ضروری اور بے فائدہ شے تھی۔ جس کی طرف آپ سے توجہ نہیں کی۔ سوائے

اجرائے لشکر کے آپ نے اور کوئی عملی کام بذات خود خاص تر دو اور صحت سے نہیں کیا جو ایک قسم کی کبوتر بازی ہے یا چار اخبار قادیان سے نکلے جو ایک قسم کی چنگ بازی ہے۔ مرد میدان بن کے نہ آپ کہیں نکلے اور نہ آپ کی جماعت کے لوگ۔ مولوی محمد حسن اس کام کے لئے ملازم بھی ہوئے۔ نہ معلوم وہ کس کس شہر یا ضلع پھرے۔ میں تو اخباروں میں یہی دیکھتا رہا کہ اپنے وطن تشریف لے گئے اور پھر قادیان رونق افروز ہو گئے۔ قادیان سے امر وہہ تک جو شہر راستے میں آئے۔ ان میں بھی وختوں کا چرچا نہ سنا اور ایسا ممکن بھی نہیں جب تک خود امام کسی عمل کا نمونہ نہ بنے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے اپنے ہر قول میں آپ نمونہ بن کر دکھایا۔ اس لئے آپ کے تمام اصحاب لفظی و عہد نہیں تھے۔ بلکہ ہائل و عہد تھے۔

۱۴..... بگڑے ہوئے مذاقوں کی تائید: ایک عبدالکریم کی وفات پر کس قدر مدقوں مرثیہ خوانی ہوئی۔ مسلمان حکم پروری، فضول خرچی اور آرام طلبی میں بدنام ہیں۔ آپ کا لشکر خانہ اور قادیان میں پڑے رہنا ان علتوں کا کیسا عملی نمونہ اور موید ہے۔ زمانہ حال کی تعلیم پر عام اعتراض ہے کہ مصنف، لیکچرار، اخبار نویس، مضمون نویس اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ مگر عمداً نہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ اوروں سے کرا سکتے ہیں۔ یہ منظر آپ نے اور آپ کی جماعت قادیانی نے پیش کر رکھا ہے۔ جماعت محمدی ﷺ کا حال بالکل برعکس تھا۔ یعنی ان کی باتیں تھوڑی اور عمل زیادہ تھے اور اب عمل تھوڑے مگر باتیں زیادہ ہیں۔ پھر پچھارہ سجادہ نشینوں اور گوشہ نشینوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں اور تیرہ کروڑ مسلمانوں کو یک قلم بلا وجہ اسلام سے خارج کیا جاتا ہے۔ ایک حقہ کے خلاف آپ کی باتیں نکلیں۔ مگر میں نے نہیں دیکھا کہ جو حق نوش تھے انہوں نے آپ کی تحریر شائع ہونے کے بعد حقہ چھوڑ دیا ہو۔ خاتم النبیین کے بھی کلمات تھے کہ شراب کا امتناع ہوتے ہی تمام قوم یک قلم توڑ دیئے گئے اور مدینہ کے کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہ نکلی۔ حالانکہ شراب کا چھوڑنا نہایت دشوار ہے اور حقہ کا چھوڑنا نہایت آسان۔

۱۵..... ناشکری، بیدردی، سنگدلی اور تکبر: اسی سے ظاہر ہے کہ ایک پرانے مرید کو جو ہزاروں روپیہ اور تمام عمر اور اپنی تمام عزت و آسائش آپ کی حمایت میں قربان کر چکا ہے۔ اس کو محض اصلاح تجاویز پیش کرنے پر جو مستقل اور عظیم الشان ترقیات کی بنیاد ہو سکتی تھیں۔ فوراً بزم خود جنم میں جموٹک دیا۔ تحمل سے کوئی معقول جواب نہ دیا نہ مولوی نور الدین جیسے باخدا اور باہلم

مخلص کو اس کی اصلاح کے واسطے بھیجا۔ ایسا ہی تیرہ کروڑ امت محمدیہ کو یک قلم خارج از اسلام قرار دیا۔ عدم تبلیغ کے محرم آپ، اور خلق خدا کو کا فر ٹھہرایا جا رہا ہے۔ ایسے ہی اور صد ہا نقص اور کمزوریاں ہیں۔ یہ محض مومنوں میں نے پیش کر دی ہیں۔ تاکہ اہل دانش لوگ آپ کی نسبت بیجا غلو سے بچ سکیں اور آپ کی توجہ اپنی اور جماعت کی اصلاح کی طرف پھر سکے اور مشرک لوگ جلال و جمال باری تعالیٰ میں آپ کو شریک نہ ٹھہرا سکیں۔ میں ہرگز ایسا نہ کرتا اگر میں صریحاً آپ کی جماعت میں مشرکانہ تحریکیں اور انبیاء و اولیاء کی توہین بذات خود نہ دیکھتا۔ ورنہ میں وہی عبدالحکیم ہوں جس کو آپ ”اول المؤمنین“ فرمایا کرتے تھے جس کی نکتہ چینیوں کو آپ قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قبول فرمایا کرتے تھے۔ جس کے ذہن کو نہایت رسا اور فہم کو سلیم فرمایا کرتے تھے۔ میرے جو عقائد ابتدائی زمانہ میں تھے ہمینہ وہی اب ہیں اور آپ کی عزت عظمت ملحوظ جزو رسالت کے میرے اندر وہی ہے جو اس وقت تھی۔ مگر بشری پہلو سے جو آپ میں کمزوریاں اور نقص ہیں ان کو میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور بوقت موقہ ظاہر بھی کر دیا کرتا تھا۔ مگر آپ کا مزاج روز بروز جماعت کثیر ہو جانے کی وجہ سے بدلتا گیا۔ یہاں تک کہ معمولی اصلاحی تجاویز کو بھی آپ نے ارتداد میں شمار کر لیا۔ خیر میں خدا کو رب العالمین الرحمن اور الرحیم مانتا ہوں۔ کوئی کم عقل مطلوب المغضب تک طرف وجود نہیں مانتا کہ کسی ایک کے ماتحت ہے۔ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ میں کوشش کرنا تو بے سورد ہے گا اور آپ کا ماننا کارگر ہوگا۔ بلکہ میں اس پر توکل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ وقت عنقریب ہے۔ رسید مژدہ کہ آں یار دل پسند آمد۔ زمین و آسمان ٹل جائیں اور چاند و سورج اندھے ہو جائیں پر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ میری رخصت ماہ اپریل سے منظور ہو چکی ہے اور اب فی الحال میں تر آڈری میں مقیم ہوں۔ دیکھئے قادیان کب پہنچتا ہوں۔ کل ابرم ہوں ہا و قاتھا۔ والسلام!

دو اور امور نہایت ضروری ہیں جو آپ کی خاص توجہ کے قابل ہیں۔ اول آپ کی وحی اور قرآنی وحی میں اختلاف۔ خداوند عالم کا نزول۔ ہر انسان پر اس کے ایمان اور اختلافی حالت کے مطابق ہو گیا ہے۔ ”انسی بظن عبدی ہی“ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کے اندر ہر وقت محمد الہی اور اصلاح عالم کا جوش تھا۔ اس لئے زمین و آسمان، پرند و چمند، بحر و بر، حجر و شجر، ہادل اور گرج، شمس و قمر، لیل و نہار سب کچھ آپ کو حمد الہی کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے تھے تمام قرآن

از اوّل تا آخر تمجید و تسبیح، تقدیس و تہلیل، توحید اور توحید الہی سے بھرا ہوا ہے۔ ”لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، یسبح للہ ما فی السموات والارض، یسبح الرعد بحمده الحمد للہ رب السموات والارض“ وغیرہ اپنی نسبت اسی قدر بیان ہے۔ ”انما انا بشر مثلکم ویوحی الیّ ما محمد الا رسول محمد عبده ورسوله“ جا بجا ایمانی اور اخلاقی اصلاحوں کی تعلیم ہے اور مدارِ نجات آپ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے۔ ”من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنة“ کل مخلوق کی نیکیوں کو نظر انصاف سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ حاتم طائی کی بیٹی جو قیدیوں کے ساتھ آئی اور نو شیردان عادل کی آپ نے تعریف کی اور عام طور پر فرمایا: ”خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام“ مگر آپ کے اندر جو اپنی مسیحیت کا خیال ہر وقت جوش زن ہے۔ خلق خدا سے مطلق ہمدردی نہیں۔ خداوند عالم کی عظمت آپ کے اندر بہت کم ہے۔ اس لئے آپ کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ”واللہ یحمدک من السماء“ اللہ تیری آسمانوں میں حمد کرتا ہے۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ سنو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد اے جس اے قر۔ قر آنی وحی میں کہیں یہ رنگ نہیں ہے۔ بلکہ ولد کے لفظ پر یہاں تک غضب ظاہر فرمایا ہے۔ ”تکاد السموات یتفطرون منه وتنشق الارض وتخر الجبال ہذا ان دعوا للرحمن ولدا“ کہیں محمد کی تمجید نہیں۔ کہیں محمد کی نسبت ایسے الفاظ نہیں بلکہ جا بجا خداوند عالم کی ہی تمجید اور تقدیس ہے اور خلق خدا کے لئے وعظ و نصیحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ مگر محمد ﷺ فرماتے تھے: ”من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة ولو سرق وزنی“ آپ کا تمام دار و مدار پیش گوئیوں پر ہے۔ مگر محمد ﷺ ہر وقت اصلاح ایمان و اعمال و اخلاق کی طرف مشغول تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ”ان اللہ لا یغفر ان یشربک بہ ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء“ مگر آپ کی وحی شاید یہ کہتی ہے۔ ”ان اللہ لا یغفر لن لا یؤمن بغلام احمد ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء“ جیسا کہ آپ کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کی وحی کے اصل الفاظ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا ہیں۔ پس میں ہا ادبِ طہمتس ہوں کہ آپ کی وحی بذات خود کسی اصلاح کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ تا وقتیکہ آپ اس کے ہر لفظ کو قرآنی وحی کے تابع نہ بنائیں۔ آپ کی وحی نے تو خداوند عالم کی نسبت روزہ رکھنا ہر روزہ کھولنا بھی منسوب کیا۔ مگر قرآنی وحی ایسے استعارات اور تشبیہات استعمال کرنے سے منزہ اور پاک ہے۔ خاص صحیح

علیہ السلام کو بھی انبیائے سابق کی وحی نے چالیس یوم کے بعد شیطانی پنجہ سے چھوڑا تھا اور آپ کو بھی قرآنی وحی ہر قسم کے علو اور دھوکے سے بچا سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ آپ اور آپ کی جماعت تو قرآن مجید کی طرف سے ایسے ہی لاپرواہ ہو گئے۔ جیسا کہ عام مسلمان ہیں۔ اگر آپ کو اصلاح عالم مد نظر ہے اور کچھ بھی خلق خدا سے ہمدردی ہے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اب آپ اپنی زندگی کا اصول ذاتی مشیخت اور حکم پردہ کی بجائے یہی قائم کریں کہ جماعت میں قرآن مجید کے پڑھنے اور پڑھانے اور سمجھنے و سمجھانے اور اس کے مطابق اپنی اصلاح ایمانی عملی کرنے کا چرچا اور مذاق ہو جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر تل پڑنا ایک قسم کا جنون اور تمام فسادات کی بناء ہے۔ اگر آپ تفسیر القرآن نہیں لکھ سکتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر آپ کی جماعت آپ کی تعلیم سے بہت جلد قرآن مجید کی عاشق ہو سکتی ہے اور آپ جانتے ہیں کہ سوائے قرآن کے اور ابدی و کامل دستور الایمان و دستور العمل اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے بغیر آپ کی جماعت میں کبھی وحدت ایمانی و عملی قائم نہیں ہو سکتی۔ میں تو بول اٹھا اس واسطے مطعون ہو گیا۔ ورنہ تمام جماعت میں عملی اور ایمانی اختلافات بے حد بے حساب ہیں۔ ہر شخص اپنے اپنے خیال میں سمت اور نازاں ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کی آمد نے ان کے اندر ایک جوش تو پیدا کر دیا مگر ان کی رہبری کے واسطے کامل قانون کوئی پیش نہیں کیا۔ میرے خیالات سے تو متفق کم از کم ۹۹ فیصدی ہیں۔ کیونکہ جس قدر احمدیوں کو میں نے اپنے خطوط دکھائے۔ ان سب نے ان کی تصدیق کی اور کہا کہ ہمارے اندر بھی یہی خیال جوش مارا کرتے تھے اور جب کبھی ہم نے لکھا تو مولوی عبدالکریم کی طرف سے اتنا پشاب غضب آلود جواب وصول ہوتے رہے۔

الغرض آپ کو اگر مسلمانوں سے یادگیر مخلوق خدا سے کچھ بھی ہمدردی ہے تو قرآن مجید کی ایک مختصر تفسیر پیش کر جائیں۔ اس کی مشکلات کو حل کر جائیں اور اس کے اختلافات پر فیصلہ لکھ جائیں۔ ورنہ ہمارا زندہ مذہب اور پیش گوئیوں کا شور چند روز میں ختم ہوتا ہے۔ آپ نے یہ تو فرمایا۔ مصلحے باید کہ در ہر جا مفسد زادہ اند۔ مگر افسوس ان مفسد کی اصلاح کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا اور کبھی یہ نہ سوچا کہ کیا کیا۔ فسادات اس وقت موجود ہیں اور کن کن کی اصلاح ہو چکی اور کون کون سے فسادات باقی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ میں تمام فسادات کا ذکر مکمل طور پر قرآن مجید میں موجود ہے اور ان سب کا علاج بھی اس میں ہے۔ آپ کا کام محض اس قدر ہے کہ قرآن کی

محبت اور عظمت اپنی تعلیم و تلقین سے یاد ماہانے سحری سے تمام مسلمانوں کے دلوں میں قائم کر جائیں۔ بلکہ تمام عالم کے دلوں میں بس یہی سب سے بڑا نشان ہوگا۔ سو سمجھا ہوا کرے کوئی میرے دکھ کی دوا کرے کوئی، آپ کی پیش گوئیاں مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ خود مجھے ہزار ہا امور کی خبر قبل از وقت ملتی اور پوری ہوتی ہے۔ کوئی شب بھی خالی نہیں جاتی۔ اس سے ایک فطری اور دائمی قوت ثابت ہوتی ہے نہ کہ عملی کمال۔ عملی لحاظ سے تو مولوی نور الدین درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ مگر ایک گائے کو ہزار غذا دو اس میں اس پ تازی یا ہرن کی چستی پیدا نہیں ہو سکتی۔ بس خدا کے واسطے اور اپنے عظمت و جلال کے واسطے اور بھاری مطلق خدا کے واسطے اگر آپ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک قرآن کی طرف جھک جائیں۔ شروع میں آپ قرآن ہی قرآن پیش کیا کرتے تھے اور امید تھی کہ اب قرآن سب کے لئے دلکش اور دلبر با بن جائے گا۔ مگر آپ تو اپنی مٹھنٹ یا مسیحت پھیلانے میں ایسے محو ہوئے کہ وحی میں بھی ذاتی حمد و جلال ہونے لگا۔ خدا بھی بھول گیا اور قرآن بھی اس لئے یہ حکم ملا۔ ”حل تلوذون الحیوة الدنیا یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم“ والسلام!

خاکسار عبدالحکیم خاں اسٹنٹ سرجن از تر آوڑی ضلع کرنال!

خط نمبر: ۷

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام مرزا غلام احمد قادیانی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مسیح الزمان

رات سونے سے پہلے میں نے بڑے محروم و نیاز اور تضرع کے ساتھ اپنے خداوند کو پکارا اور دعا کی کہ اے خداوند عالم ایک طرف تیرا کلام ہے۔ ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء“ دوسری طرف تیرا کلام یہ کہتا ہے: ”ان اللہ لا یغفر ان لا یؤمن بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء“ اب میں تیرے کلام سے انکار کروں یا تیرے کلمے سے اے خداوند جو کچھ اپنی عزت، دولت، عمر اور آسائش میں نے خالصاً تیری رضا کے واسطے قربان کی، تو بہتر جانتا ہے اور میری سیاہ کاریاں بھی تیرے سامنے ہیں۔ مگر اس معاملہ میں میں نے ریا، نفس پرستی یا کذب سے ہرگز کام نہیں لیا تو ہمیشہ میرے ساتھ رہا ہے تو نے ہمیشہ میری سنی ہے تو نے ہمیشہ مجھے جواب دیا ہے۔ تو نے ہمیشہ میرے ساتھ ہمدردی کی ہے تو مرزا قادیانی کی طرح سنگدل، جبروت، ظالم اور ناشکر نہیں ہے۔ میں صدق اور خلوص کے ساتھ قبولیت حق کے

لئے ہر وقت مستعد ہوں۔ مگر فسوس سنگدل، خود ستا اور خود پرست مرزا نے میرے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اب میں کیا کروں۔ صبح خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مکان پر کرل فتح محمد خاں آئے ہیں اور ولینز..... سے مجھے آواز دی ہے۔ میں ملنے کے لئے دہلیز میں گیا اسلام کیا، بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ عبدالغنی خاں افسردہ حال بیٹھا ہے اور اپنے والد کے واسطے توجیح کا علاج پوچھتا ہے اور اس نے ایک نسخہ مجھے دکھایا جس میں بہت سی ریاح حکن ادویہ درج تھیں اور کہا اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ پھر میں نے فتح محمد خاں سے کہا مبارک ہو مرزا قادیانی نے مجھے اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ اچھا ہوا کہ اس شرک گروہ سے میں محض توحید اور عظمت ہاری تعالیٰ کے بیان کرنے کے جرم میں طہیہ کیا گیا ہوں۔ پھر میں نے اپنے ان پیچروں کا بیان کیا جو اثبات توحید اور اظہار جلال خداوند عالم میں واقعی بے نظیر تھے اور جن کو سن کر مرزا پرست لوگ چار یوم میں پکاراٹھے کہ مرزا قادیانی کا ذکر ان پیچروں میں کیوں نہیں۔ پھر خواب میں ہی میں کہتا ہوں کہ جلال الہی کے مقابلہ میں مرزا کون ہے۔ نہ محمد نہ اور کوئی، اور قریب تھا کہ اس منکرانہ شرک کی پاداش میں ان پر ساعت آسمان پر سے گر پڑتا اور اس جماعت کو ہلاک کر دیتا۔

اس لئے اس خواب کی بناء پر اب پھر میں آپ کی خدمت میں لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ شرک کی خیر لفظ پر موسیٰ علیہ السلام نے تمام مشرکین کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مگر آپ نے الہی بیجا حمایت شروع کر دی۔ فسوس! آپ کی توجیح کے لئے میں آپ کے چند اور الہامات کا مقابلہ قرآن کریم سے کرتا ہوں۔ آپ کے الہام میں ہے۔ ”رب سلطنی علی النار“ اے میرے رب تو مجھے آگ پر اختیار دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ”اللہ مالک یوم الدین“ ہے۔ ”لمن العسلک الیوم لئہ الواحد القہار من ذالذی یشفع عنده الا باذنہ“ آپ کے الہام میں آپ کی نسبت ہے۔ ”یا شمس یا قمر“ کیا سورج کی طرح آپ کے وجود پر ہمیشہ سے کسی عالم کا نظام قائم ہے۔ جیسا کہ نظام شمسی پر زمین کو سیاروں کا ہے۔ کیا سورج کی طرح ہمیشہ آپ کا یکساں طور پر کل دنیا کو چل رہا ہے۔ کیا شمس کی طرح ایک سیکنڈ کے لئے بھی آپ آرام نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورج کے طفل ہوائیں چلتی، بادل آتے، بجلیاں لگتی۔ تمام دنیا کے کھیت اور باغات پرورش پاتے اور پکتے اور تمام دنیا کے کام چلتے ہیں۔ کیا ویسا ہی آپ کے طفل تمام عالم کو ہمیشہ سے اور ہر وقت روحانی رزق ملتا ہے۔ روحانی پرورش ہوتی اور تمام دنیا کا دار و مدار آپ کے ہی نور پر ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے نور نے ایک قادیان کو کیا اپنی جماعت اور اپنے کنبہ کو بھی منور..... نہیں کیا۔ بلکہ یہ محض ایک نہایت ہی بعید استعارہ ہے۔ آپ کی رہنمائی کے لئے یہی ایک

مثال کافی ہے کہ آپ کے الہامات میں نہایت ہی بعید استعارات ہیں۔ ان پر شرعی مسائل قابل کرنا غلطی ہے۔ قرآنی وحی میں سید المرسلین کا نام محض سرانج منیر یعنی چراغ روشن ہے نہ کہ شمس و قمر، قرآنی وحی میں الحمد للہ ہے۔ آپ کی وحی میں ہے: "اللہ یحمدک من السماء" حمد کا لفظ محمد اور محمود میں بعینہ مشغول ضرور آیا ہے جس میں اصلی معنوں سے کبھی تنزل ہو جایا کرتا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی نسبت کہیں نہیں۔ "اللہ یحمدک من السماء یا محمد" آپ کی وحی میں یہی ہوتا ہے۔ "زلزلۃ الساعة" اور بعد میں آپ کی طرف سے حاشیہ چھپائے جاتے ہیں کہ میری کندیب کی وجہ سے زلزلہ آیا ہے۔ خواہ وہ کولیبیا میں آیا ہو یا اٹلی میں یا فرانس کو میں یا جزیرہ فارموسا میں جہاں..... آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی ہے۔ جہاں آپ کا کوئی باقاعدہ مشن نہیں پہنچا۔ اگر کندیب کا ہی نتیجہ طاعون اور زلزلہ ہوں تو پہلے آپ کے سخت مخالفین۔ مثلاً پیسہ اخبار، مولوی ثناء اللہ مولوی محمد حسین، گردو پشاوریان۔ سب سے پہلے مخالفین قادیان جن پر تبلیغ کا حقہ ہو چکی جتلا ہوں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر قوم فرعون غرق ہوئی۔ لوح علیہ السلام کی مخالفت سے انہیں کے مقام سے طوفان شروع ہوا۔ قوم لوط، قوم ہود، قوم صالح وغیر ہلاک ہوئے۔ خاتم النبیین ﷺ کے مقابلہ پر مشرکین اور مخالفین عرب کا خاتمہ ہوا۔ مگر ان زلزلوں اور آتش فشاخوں کی نسبت قرآنی وحی میں کیسا صاف درج ہے۔ "تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبار هذا ان دعوا للرحمن ولدا" "افسوس آپ نے اور آپ کے مریدوں نے ان زلزلوں کی بناء پر پیش کی بلکہ خدا اور رسول اور قرآن کو پس پشت ڈال کر آپ کو ہی آگے کر لیا۔" ان هذا للظلم عظیم . فتدبروا واعملوا ان علی کل ذی علم علیم " کیا آپ کی خاطر میں خداوند عالم کو چھوڑ دوں۔ اس کے کلام پاک سے انکاری ہو جاؤں۔ آپ ذرا غور فرمادیں۔ آپ نے ان آیات کا کیا جواب دیا جو اپنے خیالات کی تائید میں نے سیدھے طریق پر پیش کیں اور آپ نے اس مسئلہ پر کوئی دلیل پیش نہ کی کہ آپ پر ایمان لانے کے بغیر کوئی نجات نہیں پاسکتا۔ کیا خداوند عالم کی ربوبیت و رحمانیت و رحمت منسوخ ہو چکی اور اس کا مالک یوم الدین ہونا باطل ہو چکا اور اس کی رحمت و لہجہ جس کی تعریف "وسعت رحمۃ کل شیء" ہے، منسوخ ہو چکی اور غضب میں مقبل ہو گئی اور اب جنت و جہنم کا کلی اختیار آپ کو مل گیا۔ کیا توحید کے تمام اصول آج غلط ٹھہر گئے۔ قرآن مجید تو خاتم النبیین کی نسبت فرماتا ہے: "انک لا تھدی من اجبت" اور محمد ﷺ کو فرماتا ہے۔ اگر تو سزاوار بھی مشرک کی ہدایت مغفرت مانگے گا میں ہرگز نہ بخشوں گا۔ مگر آج یہ ہو گیا کہ جس سے تو راہی اس سے خدا راہی اور جس سے تو ناخوش

خدا اس سے ناخوش۔ قرآنی وحی کا تو یہ رنگ تھا کہ اول سے آخر تک خداوند عالم کی ہی توحید و تسبیح و تقدیس تسمیہ اور تجید رنگارنگ..... بیانات اور نشانات میں تھی اور آج خداوند عالم کا ذکر منسوخ ہو کر مرزا قادیانی..... کی ہی حمد و ستائش زمین و آسمان میں رہ گئی۔ آپ برائے خدا اپنی جماعت کی اور اپنی تحریرات کو قرآنی محکم پر کس کر دیکھیں کہ کہاں تک ان میں خدا پرستی اور کہاں تک آدم پرستی ہے۔ قرآن مجید ہی ایک کلام ہے جو لاریب فیر ہے جو نور بین ہے جو ”بالحق نزل“ ہے۔ جو میزان اور ”مہیمن تبیان لکل شے“ اور قول فیصل ہے۔ براہ مہربانی میرا پہلا خط واپس فرمائیں۔ کیونکہ میں اس خط و کتابت کو چھوڑنا چاہتا ہوں تاکہ سعید فطرتیں اپنی اپنی استعداد کے مطابق استفادہ کر سکیں۔ اگر آپ میرا خط واپس نہ فرمائیں گے تو اپنی یادداشت کی بناء پر اس مضمون کو لکھ کر شائع کروں گا۔ کیونکہ میرے پاس اس کی نقل موجود نہیں ہے۔ پہلے بھی تین چار بار آپ کی خدمت میں اس خط کی بابت لکھ چکا ہوں۔ اصل نہیں تو نقل ہی ارسال فرمائیں۔ میں نے پھر خواب میں رات کو دیکھا کہ میں قادیان پہنچا ہوں اور آپ سے ملا ہوں اور یہی آیت اپنی تائید میں پیش کر رہا ہوں۔ یعنی ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ آپ میری تقریر سن کر خاموش ہیں۔ شیخ یعقوب علی تراب بھی موجود ہیں۔ ان کا چہرہ یہ بتاتا ہے کہ یہ باتیں صحیح ہیں۔ ان پر سوال کی کیا ضرورت پیدا ہوئی۔ صبح کا وقت ہے۔ وضو کے لئے جب میں باہر نکلا تو حافظ عظیم بخش مرحوم ملے۔ وہ بھی میری تائید میں کلام کرتے رہے۔ ایک اور خواب میں نے دیکھا تھا وہ یہ ہے کہ ایک مجلس میں مولوی نور الدین استادہ ہو کر نہایت سلاست اور سنجیدگی کے ساتھ وعظ فرما رہے ہیں۔ آپ بھی اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی باتیں طرف ساتھ ہی ملا ہوا میں بیٹھا ہوں اور چند اور اشخاص ایک حلقہ میں ہیں جو شخص سوال کرتا ہے مولوی صاحب نہایت خلوص اور توجہ کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔ میں پلیگ میں پٹیا لے کے سینکڑوں دیہات میں پھرا ہوں اور ہزار ہا لوگ اور بیسیوں دیہات ویسے تباہ ہوئے ہیں جن کو آپ کے نام کی خبر تک نہیں۔ آپ کو بہ تقاضائے انسانیت بنی نوع کے ساتھ ہمدردی چاہئے۔

بنی آدم اعضاء یک دیگرانہ

کہ در آفرینش زیک جو ہرانہ

جو عضوی بدر آورد روزگار

دگر عضوہا رانماند قرار

خداوند عالم بہتر جانتا ہے کہ کن کن وجوہات سے بنی نوع کا شمار کم کیا جا رہا ہے۔ ان

میں سے شاید ایک یہ بھی سبب ہو کہ زمین کی آبادی اس کی گنجائش کے مطابق رہے۔ مولوی عبدالکریم کی نہایت ہی دردناک موت کم عبرت خیر نگارہ نہیں تھا جو آپ کو اوروں کے دکھوں پر ہنسنے کے قابل چھوڑتا۔ مگر انہوں نے کہ ہر وقت کی سست بچنی نے جو شب و روز آپ کے گرد رہتی ہے۔ اس نے آپ کو سخت تکبر اور سنگدل اور جاہل بنا دیا۔ ”ان الانسان لیطغے ان راہ استغفنے“ کیا تو آپ صحیح علیہ السلام کے معجزات کو سیریزی کھیل اور ناقابل التفات حرکات بتلاتے تھے اور کیا خود ہی پیشین گوئیوں کے تماشے میں ایسے ٹھوہو گئے کہ قرآن مجید کا مذاق بالکل مفقود ہو گیا۔ کوئی صلی معجزہ نہ دکھایا جس کا زمانہ تھا۔ کیا اچھا ہوا کوئی معجزانہ تفسیر لکھ جاتے جو تمام اختلافات کا فیصلہ کرتی اور ہمیشہ کے لئے قرآن کریم کی طرح ایک زندہ معجزہ قائم رہتی اور خلق خدا کی اصلاح کرتی۔ فقط والسلام! خاکسار: عبدالکیم خاں اسٹنٹ سرجن از تر آڈری ضلع کرناٹ! آخری ہر دو خطوط کا کوئی جواب وصول نہیں ہوا

بلکہ ایک اعلان تمام جماعت احمدیہ کے لئے ۳ مئی (۱۹۰۷ء) کو اخبارات الحکم والہدیر میں شائع کر دیا۔ جس سے مجھ کو اور بھی زیادہ پریشانی اور حرانی ہوئی۔ جو حسب ذیل ہے۔

”تمام جماعت احمدیہ کے لئے اعلان

چونکہ ڈاکٹر عبدالکیم اسٹنٹ سرجن پیالہ نے جو پہلے اس سلسلہ میں داخل تھا۔ نہ صرف یہ کام کیا کہ ہماری تعلیم سے اور ان باتوں سے جو خدا نے ہم پر ظاہر کیں۔ منہ پھیر لیا۔ بلکہ اپنے خط میں وہ سختی اور گستاخی و کھلائی اور وہ گندے اور ناپاک الفاظ میری نسبت استعمال کئے کہ بجز ایک سخت دشمن اور سخت کینہ دہرے کسی کی زبان اور قلم سے نکل نہیں سکتے اور صرف اسی پر کفایت نہیں کی بلکہ بے جا تہمتیں لگائیں اور اپنے صریح لفظوں میں مجھ کو ایک حرام خور اور بندہ نفس اور حکم پرور اور لوگوں کا مال فریب سے کھانے والا قرار دیا اور محض تکبر کی وجہ سے مجھے بیوروں کے نیچے پامال کرنا چاہا اور بہت سی ایسی گالیاں دیں جو ایسے مخالف دیا کرتے ہیں جو پورے جوش عداوت سے ہر طرح سے دوسرے کی ذلت اور توہین چاہتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ پیش گوئیاں جن پر ناز کیا جاتا ہے۔ کچھ چیز نہیں مجھ کو ہزار ہا ایسے الہام اور خوابیں آتی ہیں۔ جو پوری ہو جاتی ہیں۔ فرض اس شخص نے محض توہین اور تحقیر اور دل آزادی کے ارادہ سے جو کچھ اپنے خط میں لکھا ہے اور جس طرح اپنی ناپاک بد گوئی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے ان تمام تہمتوں اور گالیوں اور عیب گیریوں کے لکھنے کے لئے اس اشتہار میں گنجائش نہیں۔ علاوہ اس کے میری تحقیر کی فرض اس نے جموٹ بھی پیٹ بھر کر بولا

ہے۔ مگر مجھے ایسے مفتری اور بدگلوگوں کی کچھ پرواہ نہیں۔ کیونکہ اگر جیسا کہ مجھے اس نے دعا ہاز، حرام خور، مکار، فریبی اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے اور طریق اسلام اور دیانت اور بیروی آنحضرت ﷺ سے باہر مجھے ثابت کرنا چاہا ہے اور میرے وجود کو محض فضول اور اسلام کے لئے معزز ٹھہرایا ہے۔ بلکہ مجھے محض حکم پروردگار اور دشمن اسلام قرار دیا ہے۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں تو میں اس کیڑے سے بھی بدتر ہوں جو نجاست سے پیدا ہوتا اور نجاست میں ہی مرتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں خلاف واقعہ ہیں تو میں امید نہیں رکھتا کہ خدا ایسے شخص کو اس دنیا میں بغیر مواخذہ کے چھوڑ دے گا جو مرید ہو کر اور پھر مرتد ہو کر اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو ذلیل سے ذلیل زندگی بسر کرنے والے جیسے چوہڑے اور چھار جو حکم پروردگار کھلاتے ہیں اور مردار کھانے سے بھی عار نہیں رکھتے۔ ان کی مانند مجھے محض حکم پرست اور بندہ نفس اور حرام خور قرار دیتا ہے۔ اب میں ان باتوں کو زیادہ طول دینا نہیں چاہتا اور خدا کی شہادت کا شہتر ہوں اور اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا ہوں اور اس اشارہ پر ختم کرتا ہوں۔ "انما اشکو بیٹی و حزنی الی اللہ واعلم من اللہ ما لا تعلمون"

اب چونکہ یہ شخص اس درجہ پر میرا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ عمر بن ہشام آنحضرت ﷺ کی عزت اور جان کا دشمن تھا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کو متنبہ کرتا ہوں کہ اس سے بکلی قطع تعلق کر لیں۔ اس کے ساتھ ہرگز واسطہ نہ رکھیں۔ ورنہ ایسا شخص ہرگز میری جماعت میں سے نہیں ہوگا۔ "ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین! آمین! آمین!" الشتر: خاکسار مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان! " ۷ مئی ۱۹۰۶ء سے پہلی رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ اسٹنٹ سر جن محمد عظیم جو

میرے ایک پرانے دوست اور ہم جماعت ہیں۔ خواب میں مجھ سے ملے۔ انہوں نے ترجمہ قرآن مجید کی نسبت جو میں نے انگریزی میں کیا ہے کچھ ایسا ذکر کیا کہ حمایت اسلام نے اس کو پسند کیا ہے۔ یا اس پر یو یو لکھا ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اس کی اشاعت یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ آپ اس کی قیمت کم کر دیں۔ میں نے جواب دیا کہ دوسری طبع ہلکے کاغذ اور ہارک ٹائپ میں چھپوا لوں گا۔ اسی اثناء میں میں نے ان سے ذکر کیا کہ میرا اور مرزا قادیانی کا بگاڑ ہو گیا۔ تب انہوں نے پوچھا کہ کیوں میں نے اخبارات الحکم والبدیہ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ان کو دیکھیں اور میں نے یہ بھی کہا کہ وہ خود بگڑ بیٹھے۔

اب ناظرین خود غور فرمائیں کہ محض چند اصلاحی تجاویز کے پیش کرنے پر مرزا قادیانی

نے کس قدر دریا دلی، عالی دماغ اور خوش اخلاقی ظاہر فرمائی ہے کہ ان آیات قرآنی کے کوئی اور معنی کر کے دکھائے جو میں نے اپنے خیالات کی تائید میں پیش کیں۔ نہ ان واقعات کی تردید کی جو ان کی بشری کمزوریوں اور قفلہ کاریوں پر صریح دلیل ہیں اور صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ ان کا فہم اور ان کے الہامات اس پایہ کے نہیں جن کی بناء پر یہ نجات قرآنی کا صریح خلاف کیا جاسکے۔ ان کی وصیت متعلقہ بہشتی مقبرہ اور تعمیر ستار کو بلا چون و چرا مان لیا جائے اور ان کے کہنے سے حیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو برس میں تیار ہوئے ہیں ایک قلم خارج از اسلام مان لیا جائے۔ ان کی وصیت مقبرہ کو وصیت قرآنی کی ترمیم سمجھ لیا جائے۔ ان کو محمد ﷺ کا مظہر اتم اور خاتم الالویاء یقین کر لیا جائے اور ان کے الہامات تشابہ کو کسی ایمان کی بنیاد قرار دیا جائے۔ مثلاً الہامات ذیل کو ”انت منی وانا منک • یا شمس یا قمر انت منی بمنزلۃ اولادی • یا جس قدر یورپ امریکہ فارموسا افریقہ وغیرہ میں حادثات ہوں زلزلہ آئیں۔ آتش نشانیوں ہوں۔ ان تمام کو ان کی تکذیب کا ہی نتیجہ سمجھ لیا جائے۔ اپنے اعلان میں وہ ظاہر فرماتے ہیں کہ میری نسبت گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے مگر جو واقعی ہو اور چشم دید کمزوریاں اور نقص میں نے شمار کئے ہیں کسی ایک کی نسبت بھی یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ یہ قفلہ ہے یا سنت انبیاء اسی طرح رہی ہے۔ بلکہ قرآن مجید سے بہتر سنت انبیاء بھی ظاہر ہوتی ہے۔ ”لا اسئلكم علیہ من اجر“ میں تم سے اس علیم دین پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔

یہ بھی ظاہر کیا کہ جھوٹ پیٹ بھر کر بولا مگر کسی ایک امر کی نسبت ثابت یا ظاہر نہیں کیا کہ فلاں امر جھوٹ ہے۔ میں آپ کے لکھنے پر ہی اس کو واپس کر لیتا اور معافی مانگتا۔ میں نے یہ تمام اس وجہ سے لکھا کہ آپ کے مرید آپ کو خدا سے ملانے اور آپ کو محمد ﷺ کا مظہر اتم بتانے لگے اور آپ کے وجود کو مدار نجات قرار دیا جو صریحاً قرآن مجید کے خلاف ہے۔ قرآن مجید نے مدار نجات سوائے توحید اور تزکیہ نفس کے اور کسی امر کو قرار نہیں دیا۔ جس خدا کی تعریف سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے جو ”رب السعوت والارض • الرحمن • الرحیم • مالک یوم الدین • الملک القدوس • ذوالجلال والاکرام • علی کل شیء قدیر • علی کل شیء حفیظ • العلیم • الحکیم“ اور ”العلی والعظیم“ جس کی قدرتوں حکمتوں اور رحمتوں کا حد و انتہاء نہیں۔ جس کی حمد تمام عالم کی ہر ایک مخلوق اور اس کی ذرہ ذرہ ہر وقت گارہا ہے۔ جس کی قدرت و حکمت پر تمام علوم کیا حکمت کی طب کیا طبی کیا کیا کی ہیبت کیا تشریح کیا اسرار الاعضاء

وغیرہ مٹی ہیں۔ اس کی نسبت یہ مان لینا کہ وہ ایک کمزور خطا کار انسان کے ماتحت ہو گیا ہے اور
 دوزخ و بہشت کا کل اختیار اس کو دے دیا ہے۔ یہ سخت درجہ کاشرک اور خداوند عالم کی سخت توہین
 ہے۔ کون ہے جو اس کے قوانین رحمت و مغفرت پر حاوی ہو سکے۔ ”من ذالذی یشفع عنده
 الا باذنه“ کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کی جناب میں شفاعت بھی کر سکے۔ پس جو
 عقائد رب العالمین کی بے حد قدرتوں اور حکمتوں اور رحمتوں کو محدود کرنے والے ہیں اور خداوند
 عالم کو ایک شخص واحد کا تابع بنانے والے ہیں وہ شرک سے بھی بدتر ہیں۔ محبت ﷺ نے اپنی لازمی
 تعریف جو کلمہ میں سکھائی وہ یہ ”عبده ورسوله“ ہے۔ مجھے آپ سے اور کوئی اختلاف نہیں۔
 میں آپ کو صحابہ ماننا ہوں۔ آپ کے الہامات کو ماننا ہوں۔ مگر ایسا کوئی عقیدہ نہیں مان سکتا۔
 جس میں صریح شرک ہو یا رب العالمین کی صریح توہین یا قرآن مجید کی آیات بیانات کا صریح
 خلاف ہو۔ یا محمد رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین ہو۔ آپ محض ایک تمثیلی نبی
 ہیں اور امتی نبی ہیں اور بس۔ اس سے جو زائد ہے وہ غلو ہے اور اپنے تخیلات کا ہی نتیجہ ہے جو مرض
 مسیہ یا میں لازمی ہوتے ہیں۔ میں آپ کو صحابہ ماننا ہوں مگر یہ نہیں مان سکتا کہ تمام عالم کی نجات
 آپ کے ماننے پر منحصر ہوگی یا خداوند عالم کی لا انتہاء حکمت و رحمت اور اس کی تمام قدرت آج کلی
 طور پر آپ کے تابع ہوگی۔ ”نعوذ باللہ . نعوذ باللہ . ان هذا الشرك عظیم . ان
 هذا الظلم عظیم“ آپ تم کوڑی دیر کے لئے برائے خدا ان واقعی کمزوریوں اور خطا کاروں پر تحمل
 اور صبر کے ساتھ غور کریں کہ کیا آپ جیسا انسان خاتم النبیین کا مظہر اتم اور تمام عالم کی نجات کا
 مدار ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ پس جن الہامات میں آپ کو نبی یا احمد یا ابراہیم وغیرہ کر کے پکارا
 گیا وہ ایسے ہی بچیدار استعارات ہیں جیسا کہ ”یا شمس ویا قمر . انت منی وانا منک“ پھر
 میں عرض کرتا ہوں اور خداوند عالم گواہ ہے کہ سچے دل سے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت آپ غلطی
 میں ہیں۔ جب تک قرآن کریم کو اپنے ہر الہام میں حکم نہ بنائیں گے۔ اس غلطی سے کہیں نجات
 نہیں پاسکیں گے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند عالم آپ کو اور مجھ کو قرآن کی سچی محبت اور عظمت اور
 سچی اطاعت عطا فرمائے۔ میں آپ کا دشمن ہرگز نہیں ہوں۔ بلکہ آپ کی سلامتی اور سچی کامیابی
 کے لئے دعا کرتا ہوں۔ خداوند عالم نے میرے سینہ کو خود اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہے۔ اس لئے
 مجھے اب تک آپ کی طرف سے کوئی لغزش نہیں۔ وہی ایمان کہ آپ مثل مسیح ہیں۔ مسیح ہیں۔ مثل
 انبیاء ہیں۔ میرے دل میں جب بھی تھا اور اب بھی ہے۔ آپ کی اجتہادی غلطیاں کمزوریاں اور

خطا کاریاں جو بشریت کے ساتھ لازمی ہیں۔ اس وقت بھی دیکھا کرتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ ہاں ان کو ظاہر کرتے ہوئے ڈرا کرتا تھا اور اب سخت مجبور ہو کر ظاہر کرنا پڑا۔ جب کہ جماعت کا فلوا انعام کو پہنچتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے لکھ دیا کہ تیرہ کروڑ مسلمان جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے سب کے سب خارج از اسلام ہیں۔ جیسا کہ تمام یہود و نصاریٰ آنحضرت ﷺ کے آنے سے خارج ہو گئے تھے۔ گویا کذاب کلمہ بھی یہ چاہئے: "لا الہ الا اللہ العززا" کیونکہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنا تو اب کارآمد نہیں رہا۔ تاہم لکھ لکھ کر آپ کو نہ مانا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے تو اپنی نسبت عہدہ در سولہ ہی فرمایا تھا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ دنیا میں جس قدر موصد خدا پرست اور نیک بندے ہیں وہ کبھی نجات نہیں پائیں گے۔ جب تک مجھ پر ایمان نہ لائیں مگر آپ نہ تو صاف لکھتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ پہلے محمد و امام بنے۔ پھر جزوی نبی اور امتی نبی بنے۔ پھر جزوی نبی سے کامل نبی اور امتی نبی سے مستقل نبی اور اب رسولوں سے کیا بلکہ خدا سے بھی بڑھ گئے۔ کیونکہ خدا کے ماننے سے تو نجات نہیں مگر آپ کے لٹنے سے نجات ہے۔ پھر آپ کی جماعت قرآن مجید اور احادیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ اسلام پکارا تھی۔ الموس تو ہیں ہاری تعالیٰ، تو ہیں خاتم النبیین، تو ہیں قرآن، تو ہیں اسلام اور مشرکانہ شور جو آپ کی جماعت میں پیدا ہوئے اور میں نے صاف صاف آپ کے کانوں تک پہنچائے۔ ان کا خیال آپ کو مطلق نہ ہوا۔ بلکہ اپنی توہین کے جوش میں خلاف واقعہ خطوط لکھتے رہے اور خلاف واقعہ اعلان شائع کر دیا۔ میں ہر امر کے ثبوت میں قرآنی بیانات، عقلی اور فطری دلائل اور اپنے خواہات کی شہادتیں پیش کرتا رہا۔ مگر آپ نے شروع سے نہ تو ان دلائل کو توڑا نہ اپنے خیالات کی تائید میں کوئی دلیل پیش کی۔ بلکہ تنگ آمد جنگ آمد کے طور پر شروع سے ہی گالیوں پر چھے رہے۔ کہیں مرتد کہا کہیں کافر کہا۔ کہیں خارج از اسلام کہیں دشمن کہا۔ پیٹ بھر جھوٹ بولنے والا کہیں مغتری، کوئی افتراء اور جھوٹ ہی ثابت کیا ہوتا اور مجھے کیا شکوہ ہے جب خدا اللہ تعالیٰ آپ کے نزدیک ایسا حقیر ہو گیا کہ اس کا ماننا بیچ اور اعمال صالحہ بیچ جب تک آپ کو نہ مانا جائے۔ خداوند عالم کی فطرت آپ کے نزدیک لعنت ہو گئی۔ جب تک آپ کے نشانات اس کے ساتھ نہ ہوں اور خداوند عالم ایسا ہادوا جھلا ہو گیا کہ تکزیب تو قادیان مثالی امر ترسار لاہور میں ہو اور وہ تہاہ کرتا پھرے کو لبو، فرانسکو، فارموسا اور دیگر بلاد و دیہات کو جن کو آپ کی خبر تک نہیں پکڑا آپ کو توہین ہاری تعالیٰ، توہین اسلام، توہین فطرت، توہین قرآن مجید اور توہین انبیاء اور کفر شرک

بدعادات، فحش و فجور اور دہریت کا مطلق خیال نہیں رہا۔ بلکہ مدتوں سے اپنی کبریائی اور خود نمائی میں ایسے محو ہیں کہ اپنی نسبت واقعی امور کو بھی دشنام اور کذب اور اتہام اور توہین نام رکھ دیا اور یہ سبق بھی مجھے آپ سے ہی ملا ہے۔ کیونکہ آپ نے بھی مسیح علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کے نقص اور کمزوریوں کے بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ تاکہ ان کی شان میں جو غلو کیا گیا ہے۔ اس کا مقابلہ ہو سکے۔ آپ مجھے دشمن سمجھتے ہیں۔ ایک اسلام سے بھی بخل کرتے ہیں۔ بلکہ میری جاہلی کے خنجر ہیں۔ مگر میں بقول مسیح علیہ السلام اپنے دشمنوں کو دعا دوں۔ آپ کو دعا دیتا ہوں اور سلام جو احسان مطلق کا ایک ادنیٰ درجہ ہے۔ ترک کرنا انتہاء درجہ کامل اور کمینہ پن سمجھتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید نے عباد الرحمن کی یہی تعریف کی ہے۔ ”وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا“ والسلام!

خاکسار: عبدالحکیم خاں ایم۔ بی اسٹنٹ سرجن از ترآڈری!

خط نمبر: ۸

حکیم نور الدین بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

جناب عبدالحکیم خان، اسٹنٹ سرجن، بالقابہ

آپ کی تفسیر القرآن اردو زبان اور مفید عام اور تخصیص الامراض اس خاکسار کے پاس تھی۔ وہ اس لئے واہس ہے کہ آپ کے موجودہ تفسیرات میں آپ کی مدد ملی۔ آپ کا خیال جو کچھ ہم لوگوں کی نسبت ہے اس کی تو اب شکایت نہیں۔ کیونکہ خود ہمارا امام آپ کے خیالات میں ناگفتہ بہ ہے تو ہم کس ہستی کے ہیں۔

ہمیں بجز اللہ کوئی ضرورت نہیں جو ہم ایسے شخص کی کتاب رکھیں جو ہمارے سے بدفن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عجائبات ہیں جو ہم نے آپ کے متعلق دیکھیں۔ مرد آپ کی اس تفسیر تک تو مسخ و مہدی تھا۔ اب دجال و ضال ہو گیا تو آپ کا استقلال اور آپ کی تحقیق گزشتہ کی بے ثباتی تو ظاہر ہو گئی۔ آئندہ موجودہ حالت پر آپ ٹھہریں گے یا ترقی کریں گے۔ آئندہ ظاہر ہوگا۔ تمہارے متعلق ایک حیرت زدہ انسان۔

نور الدین موزعہ ۲ مئی ۱۹۰۶ء!

خط نمبر: ۹

ڈاکٹر عبدالحکیم خان بنام حکیم نور الدین

السلام حکیم و رحمت اللہ وبرکاتہ

مولانا و محمد منامولوی نور الدین صاحب

آپ کا عنایت نامہ معرفت مولوی عبد اللہ خاں میرزے پاس ترآڈری پہنچا۔ میری

تحقیق گزشتہ میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ میں اسی طرح مرزا قادیانی کو سچ الزماں اور ملیم من اللہ مانتا ہوں۔ آپ کو اسلام کا عملی نمونہ اور عالم قرآن جانتا ہوں۔ جماعت احمدی میں جو نئے خیالات پیدا ہوئے اور وہ قرآنی بیانات کے صریح خلاف ہیں۔ وہ دیکھ میں نہیں مان سکتا۔ جب تک قرآن کریم سے ان کی مطابقت ثابت نہ کی جائے مخفراوہ مسائل حسب ذیل ہیں:

۱..... تمام غیر احمدی مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھنا ان کے ساتھ السلام علیکم اور نمازیں ترک کر دینا جو لوگ صریحاً ہم کو کافر کہتے ہیں ان کے ساتھ تو نمازیں اور سلام ترک کرنا درست تھا۔ مگر جو لوگ خاموش ہیں یا کم علمی یا کم فہمی یا خلاف معلومات کی وجہ سے منکر یا مخالف ہیں ان کا کیا قصور؟ کیونکہ ان کا خلاف اس بناء پر ہے کہ یہ جدید مسائل قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں۔ پر جو تبلیغ کامل کے بعد عمداً خلاف قرآن و حدیث کریں وہ دیکھ کافر ہیں۔ یہی ایمان میرا شروع سے تھا اور اب تک ہے۔

۲..... تمام انبیاء پیغام رساں اور ہادی خلاق ہوئے ہیں نہ کہ مدار نجات۔ ایسا ہی مرزا قادیانی ہیں۔ وہ خداوند جو "رب العالمین، الرحمن، الرحیم، مالک یوم الدین، العظیم الحکیم، الملک القدوس" ہے اس کے علوم پر کون محیط ہو سکتا ہے۔ پھر اس کی رحمت و مغفرت کے لا انتہاء قوانین کسی ایک انسان کے کیسے ماتحت ہو سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کون سا شریک ہو سکتا ہے اور خداوند عالم کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی رحمت اور مغفرت کو کسی انسان کے ماننے پر منحصر سمجھا جائے۔ مدار نجات قرآن مجید نے تو حید اور اعمال صالحہ کو بتایا ہے۔ "من آمن بالله والیوم الآخر وعمل صالحاً ہلے من اسلم وجہہ لله وهو محسن، ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء۔" پھر یہ کہنا کہ تمہرہ کرو مسلمان جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے وہ خواہ کیسے ہی موجد، خدا پرست اور با عمل ہوں۔ جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتے وہ سب کے سب خارج از اسلام ہیں اور قابل نجات نہیں۔ یہ مسئلہ بیانات قرآنی کے خلاف صریح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ یہ کیسے مانا جا سکتا ہے۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو از روئے بیانات قرآنی میرا اطمینان کر دیا جائے۔ مگر انہوں نے کہ میں مانگتا دو دو ہوں اور مجھے پلایا جاتا ہے زہر۔ میں طالب حق ہوں اور اطمینان ہونے پر ہر ایک پرانی بات کے چھوڑنے اور نئی بات کے اختیار کرنے پر تیار ہوں۔ بشرطیکہ قرآنی اور فطری طور پر میرا اطمینان کر دیا جائے۔ میرا یہ ایمان بھی شروع سے ہے۔ آج کا نہیں۔

۳..... سچ الزماں کو سچ و مہدی مانتا ہوں۔ ساتھ ہی بشر بھی۔ بشری طور پر جو کمزوریاں اور

نقص ان میں ظاہر ہوتے ہیں میں اس وقت بھی دیکھتا تھا اور اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ مثلاً براہین احمدیہ میں من الرحمن اور اربعین کا باوجود اہم تجارت دینے کے آج تک مکمل نہ ہوتا۔ منارہ کا مکمل رہنا جماعت کی عملی اصلاح کی طرف توجہ نہ ہونا۔ سارا زور حیات و ممات مسیح کے مسئلہ پر خرچ کرنا۔ قرآنی تعلیمات پر کلی طور پر غلطی انتہا سب توجہ نہ ہونا۔ تبلیغ کی عرض سے اور شہروں میں نہ جانا۔ دہلی کا سفر اگر کیا تو محض بیوی صاحبہ کی خاطر۔ ننگر کے نام پر روپیہ جمع کرنا۔ آپ بے فکری سے کھانا اور دوسروں کو کھلانا اور اس کو دروازہ کفایت کے ساتھ خرچ نہ کرنا نہ اس کا کوئی حساب کتاب رکھنا۔ احمدی جماعت میں داخل ہو کر سوائے ایک وفات و آمد مسیح کی عملی اصلاح اور تزکیہ نفس کی طرف کوئی خیال نہ ہونا۔ جو لوگ پہلے سے جس حال میں ہیں اس میں کوئی نمایاں ترقی نہ ہونا۔ اب جب میں نے دیکھا کہ احمدیوں میں مرزا پرستی کا موتو مانیا اس انتہاء کو پہنچ گیا کہ سوائے اس کے اور سب اذکار برائے نام رہ گئے اور شرک تک نوبت پہنچ گئی۔ انبیاء علیہم السلام کی توہین ہونے لگی۔ تب مجھ کو مرزا قادیانی کے واقعی نقص اور کمزوریاں گنتا پڑیں۔ نہ اس نیت سے کہ ان کی توہین ہو۔ بلکہ اس نیت سے کہ ان کو خدا یا شریک خدا نہ ٹھہرایا جائے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی مسیح اور حسین علیہم السلام کی کمزوریاں گنتا رہے ہیں۔ وہی نیت میری ہے۔ اگر ان کمزوریوں میں کوئی خلاف واقعہ امر میں نے گنایا ہو تو مجھے بتلایا جائے میں اسے واپس لے لوں گا اور تائب ہو جاؤں گا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ میں تو آپ کی طرف آتا ہوں اور آپ مجھ کو دور سے دھکے دے رہے ہیں۔ میرا یہ مرض کچھ اور ہے اور دوا کچھ اور زبردستی میرے طلق میں تھوئی جا رہی ہے۔ پھر اعلان بھی شائع کر دیا اور کتابیں واپس ہو رہی ہیں اور اس کا نام رکھا جاتا ہے۔ ”انما اشکو بشی و حزنسی الی اللہ تعالیٰ“ کیا اس کے بھی معنی ہیں کہ برسر بازار شور مچایا جائے۔ میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ میرے مقاصد کچھ تھے۔ مگر غیظ و غضب کی حالت میں کچھ سے کچھ سمجھ کر کوسنے پر آ پڑے اور میری جاہی کے خطر ہو گئے۔ مگر میں یقیناً جانتا ہوں کہ میرا خدا ایسا مطلوب الم غضب اور بد فہم نہیں ہے کہ ایک شخص جو قرآنی رو سے ایک امر کا فیصلہ چاہتا ہے اس کو کافر اور مرتد کہا جائے۔ جو آیات قرآنی میں اپنے استدلال میں پیش کرتا ہوں نہ ان کے دوسرے طور پر معنے کر کے دکھائے جاتے ہیں نہ کوئی اور مقبول جواب ملتا ہے۔ بلکہ شروع سے ہی خارج از اسلام، مرتد، دشمن کذاب مغتری نام سے پکارا جاتا ہے جو امر مجھ کو صریحاً قرآن کریم کے خلاف معلوم ہوں تو میں ان کو کیسے مان سکتا ہوں جو تجاویز اصلاح اور استحکام جماعت کے واسطے میں نے پیش کی ان کو ارتداد شمار کیا جاتا ہے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ مسیح کا خلاف نہایت ہی خطرناک امر ہے۔ مگر قرآن کریم کا

خلاف اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ بدبھی امور اور واقعات سے انکار کرنا کذب اور سخت کفر ہے۔ خداوند عالم کو ایسا حقیر سمجھنا کہ وہ ایک اتسان کے تابع ہو گیا ہے۔ نہایت ہی غضبناک شرک اور ظلم ہے۔

۳..... ”اللہ یحمدک من السماء . انت منی وانا منک . انت منی بمنزلة اولادی . یا شمس ویا قمر“ وغیرہ تشابہات میں سے ہیں۔ ان کی بناء پر کوئی شرعی مسائل قائم کرنا غلطی ہے۔ جیسا کہ آپ شمس و قمر ہیں۔ ویسے ہی آپ محمد، احمد، عیسیٰ اور ابراہیم بھی ہیں۔ ایسے ہی بہشتی مقبرہ اور قیامینار ہے۔ ان تمام کو قرآنی میزان میں رکھ کر دیکھنا چاہئے۔ نزول خداوندی ہر بشر پر اس کی استعداد اور قابلیت کے مطابق ہوتا ہے۔ قرآنی وحی سب سے اعلیٰ اور مطے اور اچلے ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ مرزا قادیانی کے الہامات انبیائے نبی اسرائیل کی وحی کے مشابہ ہیں۔ جس میں استعارات بیدہ بکثرت ہیں۔ اس لئے یہ لاریب فیر نہیں ہو سکتے۔ لاریب ایک ہی وحی ہے جو قرآن مجید ہے۔ ہر وحی کو اس کے تابع کرنا ضروری ہے۔ محمد ﷺ کا کوئی مظہر اتم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کوئی وحی نہ اس کے ہمسر ہو سکتی ہے اور نہ اس کی ناخ۔ سچی ایمان میرا براہین کے وقت تھا اور بھی اب ہے۔ ایک ذرہ تفاوت نہیں۔ اس نکتہ کی لاطعی سے اکثر علماء کے لئے مرزا قادیانی کے الہامات ٹھوکر کا موجب ہوئے۔ جب بشر کی نسبت الہامات ہوئے۔ ”کسان اللہ نزل من السماء“ وہ ایک یوم میں ایسا بڑھے گا جیسا کہ ہمتوں میں اور ہمتوں میں ایسا جیسا کہ ہمتوں میں۔ اس وقت بھی میں سچی سمجھتا تھا کہ یہ ظاہری ہمتوں میں کبھی پورا نہ ہوگا۔

۵..... اسلام کے دو ہی جز ہیں۔ ایمان باللہ و احسان بالحق۔ السلام علیکم ایک ادنیٰ درجہ کا احسان ہے۔ اس لئے سلام کا ترک کرنا سخت درجہ کا مجل ہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ وہ شخص دشمن اور بدخواہ ہے۔ قرآن مجید نے عبدا الرحمن کی پہچان یہ بتلائی ہے۔ ”اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما“ جب کفار تک سے سلام کی مناعی نہیں تو پھر کلمہ کو مسلمان سے سلام ترک کرنا قرآن مجید کے سخت مخالف ہے اور اچھا محسن اور ہمدردی نوع ہے جو ذرا سی اختلاف رائے پر بھی سلام ترک کر دیتا ہے۔ آپ خود مجھ سے دشمنی کریں۔ میری تباہی کے خطر ہیں۔ مگر میں تو اے نور الدین تیرا وہی روحانی فرزند ہوں جو پہلے تھا۔ سچ کا مرید ہوں اور تم سب کے لئے سلامتی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ ہاں جو امور قرآن مجید کے خلاف بدبھی طور پر معلوم ہوں تو قرآن مجید کی عظمت کو اور خداوند عالم کے جلال کو مقدمہ کر کے ان کے مقابلہ پر ضرور گستاخی کر بیٹھا

ہوں۔ کیونکہ میری عقل میں اصل توحید اور توحید اور توحید باری تعالیٰ کے یہی معنی ہیں کہ جہاں اس کے کلام یا جلال کا مقابلہ ہو وہاں دوسروں کو بیچ سمجھا جاوے۔ آپ یا آپ کے مسخ خواہ اس کو کفر کہیں یا ارتداد یا دشمنی یا گستاخی۔ ہاں اس کے خلاف آپ مجھ کو قرآن مجید سے سمجھا دیں تو میں باز آ جاؤں گا۔

..... ”کمل حزب بما لہدہم فرحون“ افسوس کہ جماعت احمدی اس عمل میں سب سے بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ ردیو آف ریڈیو میں جب عام اسلامی مضامین شائع ہونے کی تجویز پاس ہوئی اور ضمیمہ میں خاص تو کس قدر احمدی جماعت نے شور مچایا۔ حالانکہ ضمیمہ نے جماعت میں اور دیگر خواہندگان میں جانا ہی تھا۔ خاص مضامین کی اشاعت میں اس سے کوئی کمی واقعہ نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر عام اشاعت زیادہ ہونے کے ساتھ رفتہ رفتہ خاص اشاعت بڑھنے کی بھی امید تھی وہ دیوار جو مولویوں نے درمیان میں حائل کی تھی۔ اس کو گرتے گرتے پھر کھڑا کر دیا گیا۔ نہ صرف اتنا ہی کیا بلکہ خداوند عالم۔ قرآن مجید کو اور تیرہ سو سال کے اسلامی مضامین کو مردہ اسلام بتلایا گیا۔ گویا کہ خدا اور اسلام میں آج مرزا قادیانی کی پیشین گوئیوں سے جان آئی اور تیرہ سو سال تک وہ مردہ ہی تھے۔ قرآن مردہ، محمد مردہ، تیرہ سو سال کے تمام مسلمان مردہ۔ کیا قرآن مجید بذات خود ایک زیدہ معجزہ اور اس کی تعلیمات بذات خود حیات بخش نہیں۔ کیا اس میں ہزار ہا پیشین گوئیاں اور علمی اسرار نہیں۔ افسوس ”انہم فی طغیانہم یعمہون“ کیا میری باتیں تمام افتراء اور دغاوشی ہیں کہ ان پر مطلق غور نہ کیا جائے۔ بلکہ فوراً لعنت شروع کر دی جائے اور انتظار کیا جائے کہ کب یہ جاہ ہوتا ہے۔ میں اگر اس حرکت سے جاہ بھی ہو جاؤں تو ہو جاؤں۔ مگر خداوند عالم کا عظمت و جلال اور قرآن مجید کی عزت و مرتبت دوسرے انسان یا کلام کو نہیں دے سکتا۔ پس اگر توحید ہی ارتداد ہے تو گواہ رہو کہ میں سخت مرتد ہوں۔ اگر قرآنی وحی کو تمام وحیوں کا حکم اور میزان ماننا ہی گستاخی اور کذب ہے تو میں سخت گستاخ اور کذاب ہوں۔ میرا خداوند گواہ ہے کہ جو کچھ میں نے اس وقت کیا وہ خداوند عالم کے عز و جلال کے واسطے کیا۔ اپنی عزت کو کھویا۔ اپنے آپ کو بدنام کیا۔ مسخ کی کمزوریاں خطا کاریاں گنائیں۔ ان کو ناراض کیا۔ یہ سب کچھ رب العالمین کے جاہ و جلال اور قرآنی وحی کی عظمت و شوکت کی خاطر۔ اگر میں نے خالصتاً خدا کے واسطے اور اس کی عظمت و جلال کی خاطر نہیں کیا تو میں آج ہی جاہ ہو جاؤں۔ مسخ تو میری ہلاکت اور جاہی اپنی نفسانی اغراض کے بناء پر کسی اور وقت پر چاہتا ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں اے خداوند میں نے اگر یہ سب کچھ تیری عظمت و جلال کی خاطر نہیں کیا تو مجھے ابھی ایک منٹ کے اندر ہی اس دنیا سے اٹھالے۔ آمین۔

آمین . آمین . والسلام ، والسلام ، والسلام . الف الف . سلام علیکم . وعلی
المسیح . وعلی کل من لیدیکم

اے خداوند رب العالمین میں کیسے سمجھ لوں کہ ایک کمزور انسان جو سیدھی سیدھی
تحریرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ جو آج کچھ اور کل کچھ کہتا ہے۔ جو بڑے بڑے ارادے کرتا اور ناکام
رہتا ہے۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتا کچھ ہے۔ جو آرام طلب ہے اور عیش پسند ہے۔ جو ایک
گاؤں میں بیٹھے بیٹھے محض اپنے نہ ماننے کی بناء پر تیرہ کروڑ مسلمانوں اور کل دنیا کو محروم انجات
قرار دے رہا ہے۔ جو مجھ جیسے طالب حق کو جو محض قرآنی دلائل کا طالب ہے۔ مرتد اور کافر اور اپنا
دشمن اور تیرا مغضوب علیہ قرار دے رہا ہے جو بہت ہی کم علم اور کم فہم زردورن ہے۔ وہ وہی خدائی
میں شریک ہے یا اس کے ماننے پر نجات منحصر ہے یا محض اس کے نہ ماننے سے تمام خدا پرست اور
نیک انسان ناقابل نجات اور جہنمی ہیں۔ اے خداوند اگر میری سمجھ ناقص یا کج ہے تو اسے کامل اور
درست کرائے۔ خداوند تیری قدرت اور حکمت لا اہتاء ہے۔ تیری رحمت و مغفرت کی کوئی حد
نہیں۔ وہ کبھی کسی ایک انسان کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر نہیں ہو سکتی۔ ”تعالی اللہ عما
یشرکون . تعالی اللہ عما یصفون“ اپنے عملوں سے کوئی نجات نہیں پاسکتا۔ ہاں تیری
رحمت سے سب نجات پائیں گے۔ ہاں مجھ بھی تیری رحمت سے نجات پائے گا۔ ”لا تجزی
نفس عن نفس شیئاً“

..... مہدی خوبی طہر کئے جاتے ہیں مگر آپ کا یہ حال ہے کہ دنیا تباہ ہو جائے اور اپنی عید
ہو۔ زلزلہ سانس فرانسکو میں آئے یا قارموسا میں یا کولمبیا میں یا اٹلی میں۔ کہیں طامون ہو کہیں
کارا پیلی۔ اس کو کھذیب مرزا کا نتیجہ بتلایا جائے۔ کیا دنیا میں سوائے اس ایک جرم کے اور کوئی
جرم خداوندی میں قابل سزا نہ ہا۔

کیا تمام عالم کے ہر شہر اور گاؤں میں اور ہر مقام کے ہر فرد بشر پر مرزا قادیانی کی تبلیغ
اس کمال کو پہنچ چکی کہ اور سارے جرموں پر بھی ایک جرم غالب آ گیا۔ کیا خداوند عالم کا کام
سوائے اس کے اور کچھ نہیں رہا کہ سب جتنی خاطر تمام عالم کو تباہ کرتا پھرے۔ کیا دہریت، کفر، شرک،
زنا، توہین اسلام، افتراء علی اللہ، توہین قرآن، توہین محمد، خلاف فطرت وغیرہ کوئی جرم قابل مواخذہ
نہیں رہے۔ کیا اس سے بڑھ کر خداوند عالم کی کوئی حقیر ہو سکتی ہے کہ اس کی لا اہتاء قدرت و حکمت
محض ایک مرزا کے تابع ہو گئی۔ کیا مرزا قادیانی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کبریائی ہو سکتی ہے کہ
خداوند عالم کے سارے کاموں کو بظاہر قادیانی کی خوشی اور ناخوشی کے ماتحت مان لیا جائے۔ نعوذ

باللہ! ہاں! جن مصائب یا جاہیوں کی نسبت خداوند عالم خود بتلا دے کہ یہ میرے سچ کی تکذیب کا نتیجہ ہے تو اس کی نسبت ایسا ظاہر کرنا علیحدہ امر ہے۔ مگر اوروں کی نسبت جن میں محض اسی قدر علم دیا گیا ہو کہ زلزلہ آئے گا یا مری پڑے گی تو اس کو ایک ہی وجہ یا مقام یا وقت سے مخصوص کرنا نہ محض افتراء علی اللہ ہے بلکہ اس کی لانا اہتمام حکمتوں کی سخت توہین ہے۔ پر اس وقت نہ توہین باری تعالیٰ کی پرواہ کی گئی، نہ توہین قرآن کی، نہ توہین محمدی کی، نہ توہین اسلام کی، نہ توہین فطرت کی۔ بلکہ ذاتی توہین کے خیال سے ایک غیظ و غضب سے بھر اہوا اعلان جو سر اسر فلفظی اور شباب کاری پر مبنی ہے۔ شائع کر دیا گیا۔ غور کرو خدا کے واسطے غور کرو۔ شباب کاری اور بیجا غضب بڑے شیطان ہیں۔ وہ خداوند بڑا غیور اور حکیم خدا ہے۔ اس کے حکموں کو ذلیل مت سمجھو۔ اسے پامال مت کرنا چاہو۔ اس کے قرآن سے اس قدر اعراض مت کرو۔ اگر آپ نے موجودہ خط و کتابت کو میرے اور مرزا قادیانی کے درمیان ہوئی ہے غور سے پڑھا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں نے ہر اختلاف کے ثبوت میں آیات قرآنی پیش کیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ان تمام سے اعراض کیا اور جواب میں ایک دلیل بھی پیش نہ کی بلکہ بے محل اور بے خلاف واقعہ باتیں لکھتے رہے۔ میں حیران ہوں یہ کیا تماشہ ہے۔ ”ومن اظلم من نکر ہایت ربہ ثم اعرض عنہا۔ انا من المجرمون منفقون“ والسلام!

مورخہ ۸ مئی ۱۹۰۶ء

خط و کتابت بالا کے چند خوابات متعلقہ مرزا قادیانی

۱..... ایک خواب میں کہہ رہا ہوں کہ بروز سے یہ مطلب نہیں کہ جس نبی کا کوئی شخص بروز ہے۔ اس میں اس کا طول کئی یا جزئی طور پر ہو گیا ہے۔ ایسا ہی اللہ کریم جب کسی عبد صالح کا نام ابراہیم یا موسیٰ یا عیسیٰ یا محمد یا احمد رکھتا ہے تو وہ ایک تشبیہ یا استعارہ کے طور پر ہوتا ہے۔ نہ کہ کسی حقیقی طول یا مسادات کا اظہار۔

۲..... ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء کو بوقت دوپہر خواب میں دیکھا کہ میں نماز کے واسطے کھڑا ہوا ہوں اور ایک مرزائی جس کا نام میرے یاد نہیں رہا وہ میرے اقتداء کے واسطے کھڑا ہوا ہے۔ میں اس کو کہتا ہوں کہ اگر مرزا قادیانی آپ کو میرے پیچھے نماز پڑھتے دیکھ لیں گے تو وہ آپ کو کیا کہیں گے؟ اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ جب تک مرزا قادیانی اپنی موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کر لیں میں بھی اپنی بیعت و انہیں لیتا ہوں۔ پس میں اس تاریخ سے اپنی بیعت و انہیں لیتا ہوں۔ میری تقاضا اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین مرزا قادیانی کے متعلق شائع ہو چکی ہے ان کو منکوک سمجھا جاوے۔ اگر مرزا قادیانی نے موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور توہین شائع نہ کی تو آئندہ میں ان تمام

مضامین کو اپنی تفاسیر میں سے نکال دوگا۔

۳..... ایک اور شخص کا خواب ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء کی شب کو دیکھا کہ ایک وسیع مکان سنگ مرمر کا ہے۔ اس میں تین شخص ایسے ہیں ایک ڈاکٹر صاحب اور دو صاحب اور ہیں جن میں سے ایک صاحب نہایت کجیم کجیم ہیں اور دوسرے ضعیف العمر۔ ڈاکٹر صاحب دلائل برہستی باری تعالیٰ اور اس کی غیر محدود صفات کا اظہار کر رہے ہیں۔ پہلے صاحب جو کجیم کجیم ہیں کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ درست ہے۔ دوسرے صاحب جو ضعیف العمر ہیں وہ چشم نم ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنی کہتے ہو ہماری نہیں سنتے۔ ڈاکٹر صاحب اور وہ پہلے صاحب جو ان کے مصدق تھے کرسیوں پر بیٹھے تھے اور دوسرے صاحب ایک شیخ پڑھتے۔

۴..... ایک خواب میں منشی عبدالرحمن خلیفہ دارنے دیکھا کہ وہ قادیان میں ہیں اور مولوی قطب الدین نے ان سے سوال کیا کہ ڈاکٹر صاحب اور مرزا قادیانی کا کیوں خلاف ہو گیا۔ اس کے جواب میں ضلع دارنے کہا کہ بنائے مخالفت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ڈاکٹر توحید و جمید باری تعالیٰ پر زور دیتے ہیں اور اصلاح چاہتے ہیں۔

۵..... مولوی فضل حکیم کے مکان پر میں گیا ہوں اور مرزا قادیانی کے خلاف کا ذکر ہو رہا ہے۔ پھر ایک جگہ محمد حسین مراد آبادی خوشنویس ملے۔ چہرہ افسردہ ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث بھی آپ ایسی ثابت نہیں کر سکے۔ جس پر ساتھ کے ساتھ عمل قائم نہ ہوا ہو۔ مگر مرزا قادیانی کے اقوال میں باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں اور عمل مطلق نہیں۔

۶..... میں مولوی فضل حکیم کے مکان پر پہنچا اور ان کے فرزند مولوی فضل متین سے ملا۔ اسی خواب میں ایک چشمی رسال میرے نام چند خطوط لے کر آیا۔ مولوی فضل متین نے میری طرف اشارہ کر کے چشمی رسال کو بتلایا۔ جب وہ چشمیاں لے کر میرے پاس پہنچا تب میں نے دو بند خطوط جن کے لفاظ تار کے لفاظوں سے مشابہ تھے۔ اپنے نام کے دیکھے ان پر پتہ اس طرح پر لکھا تھا۔ بخدمت مولوی ڈاکٹر محمد عبدالکیم خان صاحب میں نے اس وقت خیال کیا کہ مولوی کے لفظ سے لوگوں کو اب استہزاء ہوتا ہے۔ کیونکہ اب تک میں مولوی کے نام سے مشہور نہ تھا۔ پھر ایک خط کو کھولا تو اس نے مرزا قادیانی کی تصویر لکھی وہ گویا کہ حیرہ یا چودہ سال کے بچے کی ہے۔ پھر وہ لڑکا اصل ہیئت پر بن گیا۔ اس کا پایاں پاکن باہر کی طرف مڑا ہوا ہے اور لٹخہ پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ دوسرے لفظ کھولا تو اس میں بھی مرزا قادیانی کے ایک پہلو کی تصویر لکھی اس کی رنگ سیاہ اور ناک پتلا لہبا اونچا ہے جو سونڈ کی طرح مل رہا ہے۔ جس شخص نے وہ دو تصاویر بھیجی ہیں وہ دریافت کرتا ہے

کہ ان دونوں میں سے آپ کے نزدیک مرزا قادیانی کی کون سی تصویر صحیح ہے۔ کیونکہ آپ ان کو دیکھ چکے ہیں۔

نتیجہ

تمام خط و کتابت ہالا سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو اس وقت اصلاح جماعت اور ہمدردی و خلاق سے کچھ غرض نہیں۔ بلکہ سخت اغراض ہے۔ اغلباً وہ ڈرتے ہیں کہ جماعت کی نکتہ چینی اور اصلاحی تدابیر میں جماعت کے اختلاف اور انتشار کا اندیشہ ہے اور بدنامی بھی ہے۔ اس لئے وہ محض تجاویز اصلاحی سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ از خود رفتہ ہو کر شروع سے ہی تردید و تکفیر پر عمل پڑے۔ نہ قرآن و اسلام سے کچھ تعلق ہے۔ کیونکہ جس قدر فریاد میں نے کی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں ہوئی۔ توحید و تمجید و تہلیل اور تقدیس ہاری تعالیٰ کے متعلق میں نے ہر چند شور مچایا اور عظمت انبیاء پر بہت کچھ لکھا اور کھول کھول کر بیان کیا کہ آپ کا یہ مسئلہ خداوند عالم کو ماننا اور عالم کو ماننا اور اعمال صالحہ میں کوشش کرنا بلکہ مسلمان بننا بھی ملتی نجات نہیں ہو سکتا۔ جب تک مرزا غلام احمد کو مدار نجات نہ ٹھہرایا جائے۔ تمام توحید و تہلیل اور تقدیس ہاری تعالیٰ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے والا، تمام انبیاء کا نام دینا سے مٹا دینے والا۔ قرآنی وحی کو ذلیل اور نابود کرنے والا۔ شرک کو پھیلانے والا اور آپ کی خدائی قائم کرنے والا ہے۔ پھر بینار اور قبرستان بت پرستی اور قبر پرستی کی عملی بنیاد ہیں۔ آپ کے الہامات جدید مشرک پسند طبیعتوں کے واسطے آپ کے خدا ہونے پر علمی دلائل ہیں۔ مثلاً الہامات ذیل خدا عرش پر حیرتی حمد کرتا ہے تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھے ایسا ہی جیسا کہ میری اولاد۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے چشم دید واقعات کی بناء پر ظاہر کیا کہ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ پر اور کوئی چیز نہیں بلکہ ایک ناقص العلم، ناقص الفہم، ناقص العمل، ضعیف الخلق، زود ورنج، شتاب کار اور نہایت ہی تنگ ظرف انسان ہیں۔ ان تمام امور کا ثبوت آپ نے اپنی موجودہ خط و کتابت میں خود اپنے قلم سے دے دیا۔ آپ انبیاء علیہم السلام کے مظہر یا بروز ایسے ہی بحیثہ طور پر ہیں۔ جیسا کہ آپ شمس و قمر ہیں۔ مگر انہوں نے کہ ان تمام صاف صاف اور واقعی باتوں کی طرف آپ کو مطلق توجہ نہ ہوئی۔ بلکہ ایک مجنون انسان یا کانے دجال کی طرح آپ کی نظر اپنی مشینت اور کبریائی کی ہی طرف رہی اور بار بار یہی لکھتے رہے کہ خدا کو ماننا۔ محمد کو ماننا، اعمال صالحہ اور تمام اسلام کی پابندی لغو اور باطل ہے۔ جب تک مرزا غلام احمد کو مدار نجات نہ ٹھہرایا جائے۔ ”نعوذ باللہ، نعوذ باللہ، ان هذا الظلم عظیم، ان هو الا شرک عظیم، سبحان اللہ عما یصفون، تعالیٰ اللہ عما یصفون“ اب

اگر حسن عقیدت سے کام لیا جائے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس قسم کے شرکانہ الہامات یا تو کثرت
 ملگ و جبر و سرکینیا و دیگر حرکات و مفرحات کا نتیجہ ہیں جو آپ ہمیشہ بکثرت استعمال کرتے رہے
 ہیں یا مرض ہسٹریا کا نتیجہ ہیں۔ جس میں آپ مدت سے مبتلا ہیں۔ کیونکہ ذاتی شیخہ اور کبریائی
 کے خیالات پیدا ہونا اور اپنی وسعت و طاقت سے بڑھ کر کاموں اور محال و غیر ممکن امور کے لئے
 حوصلہ اور ارادہ ہونا۔ ہسٹریا کی علامات میں سے ہیں یا کچھ عرصہ کے لئے شیطان آپ پر مسلط
 ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہر الہام جو قرآن کے مخالف ہو شیطانی ہے اور قرآنی ارشاد ہے۔ ”ومن یعش
 عن ذکر الرحمن نقیض له شیطان فهو له قرین“ ہاٹی کزوریاں بہ تقاضائے بشریت
 ہیں اور اگر عام طور پر دیکھا جائے تو اس قسم کے عقائد، اعمال اور الہامات پر لے درجہ کے دخل اور
 فریب پر دلالت کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی نبی نے موجودہ نسادات کی اصلاح سے اعراض نہیں کیا۔
 ہاں نفس پرست اور دنیا پرست ہمیشہ ایسا کیا کرتے ہیں۔ کسی نبی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں
 دجال کی نسبت ایسا ضرور مذکور ہے۔ کسی نے ایسا ظاہر نہیں کیا کہ بہشت دوزخ میری مرضی پر منحصر
 ہے۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ اس کے ایک ہاتھ پر بہشت اور ایک ہاتھ پر دوزخ
 ہوگا۔ کسی نبی نے محض اسی بات پر زور نہیں دیا کہ میں مدار نجات ہوں اور خداوند عالم، اسلام،
 فطرت اور اعمال ہیچ ہیں۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ وہ کانا ہوگا اور اس کا کفر صریح
 ہوگا۔ کسی نبی نے اپنی نسبت یہ نہیں کہا اگر میں نہ ہوتا تو آسمان ہی نہ ہوتے۔ بلکہ قرآن مجید نے
 اس کے خلاف یہ فرمایا ہے: ”خلق السموات اکبر من خلق الناس“ خلقت انسان کی
 نسبت آسمانوں کی خلقت اعظم ہے۔ کسی نبی نے لنگر کے نام پر دہ پیہ جمع کر کے نہ آپ بیٹھے
 بٹھائے مزے سے کھایا نہ اوروں کو کھلایا۔ بلکہ ان کی نسبت قرآن مجید میں بار بار یہی ذکر ہے۔ ”لا
 استقلکم علیہ من اجر“ میں تم سے اس کام کی کوئی مردوری نہیں مانگتا۔ بلکہ قرآن مجید نے
 اس بات کو ان کی صداقت کی ثبوت میں پیش کیا کہ جو تم سے وعظ کی بابت کوئی اجرت نہیں مانگتا۔
 اس کی بات مانو۔ ہاں دجال کی نسبت ضرور مذکور ہے کہ اس کی ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا۔ اب رہا
 بعض بعض پیشین گوئیوں کا پورا ہونا تو اس کی بابت خود لکھ چکے ہیں کہ سچی خواہات اور الہامات
 مشرکوں کو بھی ہوا کرتے ہیں۔ آپ نے جب دیکھا کہ موت قریب ہے اور دنیا سے گزر جانے کے
 بعد کوئی کام یا تصنیف ایسی نظر نہ آئی۔ جس پر آپ عیال و اطفال کا گزر ہو سکے یا آپ کے لئے
 پاندار عزت کا موجب ہو سکے اور قرآن کریم کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ کیونکہ دنیا میں وہی شے
 پائیدار ہو سکتی ہے جو نافع خلق ہو۔ ”اما ما یمنع الناس فیمکث فی الارض“ پر یہ خوب

سو جمعی اور دور کی سو جمعی کہ ایک مینار اور ایک بہشتی مقبرہ کی بنیاد ڈال دی۔ یہ سنی آپ کو اغلباً اجیر، سرسید اور پیران کلیئر وغیرہ کے مقبروں سے ملا۔ مگر ایک بات میں بڑھ گئے کہ اس میں مدفون ہونے کے لئے دسویں حصہ جائیداد کی وصیت بھی لازم کر دی جو قرآنی وصیت میں ایک قسم کی ترمیم اور مقبرہ رسول خدا ﷺ کی سخت توہین ہے۔ کاش آپ کو یہی خیال ہوتا کہ آپ کی نقوش کو مدینہ میں پہنچادیں۔ دہلی میں مقبروں کی زیارت سے اپنی جماعت کو عملی سنی بھی دے دیا کہ بعد المرگ میری قبر کی زیارت کیا کرنا۔ ”اللهم انى اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال“ اے خداوند میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اس مسیح کے فتنہ سے جو درحقیقت دجال ہے۔ یہ دعا ایک طول طویل حدیث کا جز ہے۔ جس میں آنحضرت ﷺ نے ایک مسیح کے فتنہ سے پناہ مانگی ہے جو مسیح کے نام سے مشہور ہوگا۔ مگر درحقیقت دجال ہوگا۔ اس واسطے اس کا نام ”اسح الدجال“ بطور صفت موصوف کے فرمایا۔ مسیح دجال کے فتنہ سے تمام انبیاء ڈراتے رہے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے بھی مسیح دجال کو اعظم ترین فتنوں میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ بہت سے نشانات ہوں گے۔ یہ تمام نتیجہ اس خلاف واقعہ اعلان کا ہے جو آپ نے ذاتی مشیخت کے جذبہ اور غیظ و غضب میں از خود رفتہ ہو کر الہدرد والہم میں عنین سنی کو شائع کر لیا۔ اس لئے اب میں متروک ہوں۔ آیا کہ یہ نتیجہ بشری کمزوری کا ہے یا حقیقت میں ایک دجل ہے۔ اس لئے اب میں اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اصل حقیقت کو جلد تر اپنے فضل سے مجھ پر منکشف کر دے اور تمام شکوک کو جو اعلان پر طغیان سے پیدا ہوئے ہیں۔ رفع فرمادے۔ ”ربنا افتح بیننا وبين قومنا بالحق وانت خير

الفتاحین“ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین!

مرزا قادیانی کی چند اور اختلاف بیان

..... جلسہ تعلیمات دسمبر ۱۸۹۰ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے تھے۔ ان کی فہرست میں نے خود تیار کی تھی جو دفع الوسواس میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں جو حدیث کدہ آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب کو جمع کرنے گا۔ ان کی تعداد اہل بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی اور ان کے نام معہ سکونت و ولایت و پیشہ وغیرہ ایک کتاب مطبوعہ درج کرے گا۔ تب آپ نے اصل فہرست میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ ناموں کی فہرست انجام آتھم میں شائع کر دی۔ بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دیئے اور بعض نئے نام ایڑا کر دیئے۔

..... ۲ لفظ ذنب کا ترجمہ رسائل اربعین اور اشہار مہبلہ میں گناہ کیا گیا۔ پھر ریویو میں معنوں سے انکار کیا گیا۔

۳..... مدت صلیب تک علیہ السلام کی نسبت (نزول اسح ماشہ، خزائن ج ۱۸ ص ۳۹۶) پر چند کھٹے درج فرمائی۔ پھر (سک ہندوستان میں ۲۲، خزائن ج ۱۵ ص ۲۲) پر درج کیا۔ قریباً دو گھنٹہ سے بھی کم وقت رہے۔ پھر (ص ۲۸۱، خزائن ج ۳ ص ۲۹۶) پر لکھا چند منٹ میں ہی سک کو صلیب پر سے اتار لیا۔

۴..... طاعون کی بابت پہلا اشتہار جو شائع کیا اس میں طاعون کی وجہ عام بدکاری اور بے ایمانی ظاہر کی گئی اور الہام بھی تھا۔ "ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغيروا وما بانفسهم" مگر بعد میں اس کو اپنی کھذیب کا نتیجہ بار بار ظاہر کیا گیا۔

۵..... زلزلہ کی بابت الہامی الفاظ تو یہ ہیں۔ "چک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی بیخ بار" مگر اشعار میں جو اس پر تک بندی کی کسی اس میں یہ ظاہر کیا ہے۔ کیوں غضب بجز کا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلہ۔ ہو گئے ہیں اس کا جو جب میرے جھٹلانے کے دن۔

خط نمبر: ۱۰

حکیم نور الدین بنام ڈاکٹر عبدالحکیم خان

مولوی نور الدین کا خط جو میرے خط مورخہ ۱۸ مئی کے جواب میں بعد اشاعت ذکر

الحکیم نمبر ۳ وصول ہوا:

۱..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قرآن کریم میں نہیں اور سلاما کا لفظ جو جہلاء کے لئے جوڑ کیا گیا ہے اچھے معنی نہیں رکھتا۔ اس لئے میں کیا لکھوں۔

۲..... جناب من آپ کا دس صفحہ کا خط مجھے ملا۔ میں نے جواب دینے میں جلدی چاہی تھی۔ مگر میں نے اپنے دل میں بہت سوچا تو جوش کو ساتھ پایا۔ اس لئے تاہل ہوا۔ اب بہت دن گذر گئے اور یقین ہو گیا کہ اس وقت کوئی جوش میرے قلب پر نہیں تو خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ اس وقت مجھے تھوڑا سا زکام ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ آپ اسے رائی اعلیٰ علیٰ پر محمول نہ کریں گے۔ آپ کے سارے خط کا مضمون میں نے تین حصوں پر تقسیم کر دیا ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جس میں آپ نے ایک عقیدہ بیان فرمایا ہے اور اس کی بنیاد عقل، فطرت اور قرآن پر رکھی ہے۔ دوسرا حصہ وہ ہے جس میں آپ نے مرزا پر اعتراض کئے ہیں۔ تیسرا حصہ مرزائیوں پر مطاعن کا ہے۔ میں نے آپ کی وہ خط و کتابت نہیں پڑھی جو آپ نے مرزا سے کی ہے۔ ہاں ایک آپ کا آخری خط مجھے مسجد میں ملا اس کو سرسری نظر سے دیکھا چونکہ اس مسئل پر بحث مقدم ہے جس کے باعث آپ نے مرزا اور مرزائیوں پر مطاعن شروع کئے ہیں۔ اس لئے میں اسی پہلے حصہ کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے فرزند کی کا دعویٰ کیا ہے اور حسن ظنی کو کام میں لائے ہیں۔ اگر یہ حسن زن اب تک کچھ قائم

ہے تو یہ خط بے دریغ ایک ظلم انسان کا خط ہے۔ جس کو فطرنا اللہ پر ایمان اور شرک سے نفرت تھی اور قدرت نے اس کو ایسے سامان دیئے کہ جوں جوں وہ ترقی کرتا گیا اس کو جناب الہی سے محبت بڑھی اور شرک سے پوری نفرت ہوئی۔ گو مجھے ڈر ہے کہ آپ نے جس جوش سے اخباری دنیا میں پیسہ اخبار سے تعلق پیدا کیا وہ اس میرے مضمون کی طرف متوجہ ہونے سے سدراہ ہو۔ کیونکہ ایک قانون الہی ”لا ترکنوا الی الذین ظلموا فیمسکم النار“ ہمیں قرآن میں نظر آتا ہے۔ پھر اس کی تصدیق نجر سے ان بتاروں میں نظر آتی ہے۔ جن میں آپ کے ساتھ ایک امتحان دینے والا جتلا ہوا اور اس کے لئے اس کی محنت و مشقت نے اپنے نتائج سے اس کو محروم کر دیا اور اس طرح کے ہزار ہا مقدمات نظر آتے ہیں۔ اب میں اصل بات عرض کرتا ہوں۔

۳..... آپ نے جو قاعدہ نجات کا تجویز کیا ہے وہ آپ کے ان لفظوں سے مجھے معلوم ہوا ہے۔ تمام انبیاء ہادی خلایق ہیں نہ مدار نجات۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ رب العالمین الرحمن الرحیم الی آخرہ۔ اس کے علوم پر کیوں محیط ہو سکتا ہے۔ پھر اس کی رحمت و مغفرت کے لا انتہاء قوانین کسی ایک انسان کے ماتحت کیسے ہو سکتے ہیں اور اس سے بڑھ کر اور کون سا شرک ہو سکتا ہے۔ اگرچہ آپ کے اس کلام میں مدار نجات کا لفظ تو گول مول ہے۔ مگر لا انتہاء قوانین رحمت و مغفرت کا فقرہ اس کو صل کر دیتا ہے۔ ان آپ کے فقرات سے نجات کا دائرہ بہت بڑا وسیع ہے اور تمام الہی کتابیں اور تمام رسولوں کی تعلیمات آپ کی اس تحریر سے رد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ خدا کی رحمت و مغفرت کے لا انتہاء قوانین ان محدود کتابوں اور محدود انسانوں کے ماتحت کیسے ہو سکتے ہیں۔ پس ان کی کارروائی بھی آپ کے نزدیک بہت بڑا شرک ہوا۔ پھر آپ نے مرزا اور مرزائیوں کو ”ومن اظلم ممن نکر باین ربہ ثم اعرض عنها انا من المجرمین منتقمون“ کی آیت سے مجرم اور مجرم کے ساتھ محل انتقام تجویز فرمایا اور اپنے اس اصول کو غیظ و غضب کے باعث بھول گئے کہ رب العالمین الرحمن الرحیم اور اس کی رحمت و مغفرت کے لا انتہاء قوانین مرزا اور مرزائیوں کو نجات نہیں دے سکتے۔

۴..... اس سے بڑھ کر عبد الحکیم خاں کا کیا شرک ہو سکتا ہے کہ اس کے کہنے کی خلاف ورزی سے مرزا اور مرزائیوں سے انتقام لیا جائے اور تمام انبیاء کی خلاف ورزی سے انتقام نہ ہو اور وہ مدار نجات نہ ہوں اور تمام انبیاء کی خلاف ورزی سے انتقام نہ ہو اور وہ مدار نجات نہ ہوں۔

۵..... پھر آپ نے اس وسیع دائرہ نجات کو تنگ کر دیا اور یہ کہا کہ تو حیدر ایمان بالانیم لا خراور اعمال صالحہ مدار نجات آخرت ہیں۔ رب العالمین کے لا انتہاء قوانین مغفرت کو ہم ایک طرف

رکھیں اور ان میں مداخلت نہ کرے۔ پھر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو طہر کرنے کے واسطے یہ لکھ دیا ہے۔ پھر آپ نے آگے چل کر دائرہ نجات کو وسیع بھی کیا ہے اور تنگ بھی کر دیا ہے۔ جہاں یہ لکھا ہے کہ: "ان الله لا یغفر ان یشرک" حکیم اور خان پھر ڈاکٹر صاحب شرک معاف نہ ہو یہ کیا بات ہے۔ کیا اس کے لانا اہتمام تو انہیں نجات میں مشرک کی نجات کا کوئی قانون نہ ہو۔ بلکہ ضرور ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ رب العالمین۔ الرحمن۔ الرحیم ہے۔ ایک انسان نے اگر ایسا کیا ہے تو آپ کے نزدیک اس کا کہنا چیز ہی کیا ہے اور اس کا دائرہ نجات کیا ہے۔

۶..... مشرک کی نجات کی بھی راہیں ہیں جو آپ کو معلوم نہیں۔ پھر خدا کا منکر تو مشرک بھی نہیں۔ اس کے لئے تو نجات کا دروازہ آپ کے نزدیک بند ہو ہی نہیں سکتا۔

۷..... پھر آپ نے تیرہ کروڑ مسلمانوں پر رحم فرمایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ تیرہ سو سال میں تیرہ کروڑ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ سب کو نجات حاصل کرنا چاہئے۔ حکیم ڈاکٹر صاحب سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ وقت موجود ہے۔ تیرہ کروڑ اگر محمد رسول اللہ کے باعث تیار ہوئے ہیں تو دو رب اللہ کی مخلوق ڈارون کے طریق سے لاکھوں برس اور معلوم نہیں کہ کب سے جو تیار ہوئی ان سب نے اگر نجات نہ پائی تو تیرہ کروڑ چیز ہی کیا ہیں۔

۸..... اور ایک آیت "وما یذم من اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون" انکی عجیب آیت ہے کہ قرآن میں موجود ہے اور سردست بظاہر آپ کو مسلم بھی ہوگی۔ تیرہ کروڑ مسلمانوں میں سے اس آیت کے بموجب اکثر مشرک ہوں گے اور مشرک نجات نہیں پاسکتا۔ پھر یہ تیرہ سو سال میں تیار ہوئے اور ان میں سے اکثر مشرک نکلے اور مشرک کو نجات نہیں۔

۹..... پھر ان انبیاء کی خلاف ورزی کے حلق ہم آپ کو آیت سناتے ہیں۔ "ولقد ارسلنا الی امم من قبلك فاخذناہم بالباساء والضراء لعلہم یتضرعون فلولا انذجاہ ہم باسنا تضرعوا ولكن قست قلوبہم ویزین لہم الشیطان ملکناوا یعملون فلما نسوا ما نذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا حدنا ہم بغتۃ فاذا ہم مہلسون" اس آیت پر غور کرو۔

۱۰..... رسولوں کے ارسال کے وقت جہاں پکڑا جاتا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ اور جزائر کے زلازل اور طاعون اور آتش و گیان اور لڑائیاں مرزا کی طرف منسوب کرنا شرک ہیں۔ حکیم ڈاکٹر صاحب مرسل تو اس وقت مامور ہوتے ہیں جب دنیا علی العموم غفلت کے پھوٹ جاتی ہے اور خدا نے تعالیٰ سے امراض کر کے بلکھی دنیا کی طرف لوگ جھک جاتے ہیں۔

خدا کا رحم اور فضل ان مجرموں میں سے بعض کو بچانے کے لئے مرسل مقرر فرماتا ہے۔ کیا نوح اور موسیٰ کے آئے بغیر فرعون اور قوم نوح ہلاک ہو گئی تھی۔

۱۱..... کیا مکہ والوں کا یہ کہنا کہ: ”مکان اللہ ليعذبهم وانت فيهم“ کوئی مجنون کی بڑ ہے۔
 ۱۲..... سورۃ نوح کا ابتداء پر صوبہ جہاں لکھا ہوا ہے: ”فاتقوا اللہ واطيعون“ اگر وہ کوئی مدارِ نجات نہ تھا تو اس کی اطاعت چیز ہی کیا تھی۔ پھر آپ نے ایمان ہلا کر کونجرات کا مدار تجویز قرار دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ آپ کا وارثہ نجات تک ہوا جاتا ہے۔ سنئے قرآن شریف نے ایمان ہلا کر کے لوازمات بیان کئے ہیں اور ان لوازمات نے مدارِ نجات کو اور بھی تنگ کر دیا ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

۱۳..... ”والذين يؤمنون بالآخرة يؤمنون به وهم علىٰ صلواتهم يحافظون“ یہاں ایمان ہلا کر خیر کو طرہ مشہرایا ہے اور ایمان بالقرآن اور محافظت علیٰ اصولہ کو لازم قرار دیا ہے اور یہ تو ان کی فطرت کہتی ہوگی کہ لازم و طرہ جدا نہیں ہوتے ہوں گے۔
 ۱۴..... آپ نے نقل عمد کی سزا کہیں قرآن میں دیکھی ہوگی۔ اگر یاد نہ ہو تو میں اسی خط میں یاد دلاتا ہوں۔ ”ومن يقتل مؤمناً متعمداً فجزاءه جہنم خالداً فيها ولعنة واعدله عذاباً الیماً“

۱۵..... پھر ایک اور آیت ہے جو مجھے پارہ کی ابتداء میں ہے۔ وہ یہ ہے: ”ان الذین یكفرون باللہ ورسولہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسولہ ویقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالك سبیلاً اولئك هم الكافرون حقاً واعتدنا للكافرين عذاباً مهیناً“ آپ ابھی تو میرے روحانی فرزند ہیں اور سچ کوسچ اور سہی بھی مانتے ہیں۔ اگر ”ابھی واستبکر“ کا کوئی مادہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ میں ہو تو جو قاعدہ نجات کا آپ نے لکھا ہے اسی ظلمی سے میرے بیان سے بھی ظاہر ہوا ہے اور یہاں اگر نجات کے اسباب بہت ہیں اور اب آپ مخالفت کا اعتراف کر چکے ہیں اور ”لا تتركوا السی الذین ظلموا“ کی بھی پرواہ نہیں کی تو زیادہ مباحثات سے بھی کام نہیں لکھتا۔ نجات فضل سے ہے اور اس فضل کا جاذب تقویٰ ہے اور اس تقویٰ کا مختصر بیان آیت: ”لیس البر ان تولوا وجوهکم“ میں ہے۔ آپ اس پر غور کریں۔ کیونکہ تقویٰ سے نجات کا ہونا تو آیت کریمہ: ”وینجی اللہ الذین اتقوا“ اور ”ثم ننجی الذین اتقوا“ سے ظاہر ہے اور اس یقین کے بعد کہ نجات تقویٰ سے ہے اور تقویٰ ان امور کی پابندی کا نام ہے تو آپ کا وہ قاعدہ ٹوٹ جاتا

ہے۔ ”لیس البر“ اس آیت کریمہ کے درمیان تقویٰ کے چند اصول بیان ہوئے ہیں جن میں شایہ مرزا کا بھی کہیں ذکر آیا ہو اور دوسری آیت ”ثم ننسج الذین اتقوا“ ظاہر کرتی ہے کہ مدارِ نجات تقویٰ لا انتہاء قوانین نجات کے لئے نہیں۔ پھر مرکز نجات کا مسئلہ ہمیں صرف انبیاء کی ذریعہ بھی معلوم ہو سکتا تھا اور دوسرا کوئی طریق نہیں اور دنیا میں نجات بخلاف آپ کی منشاء کے بہت ہی کم لوگوں میں قرآنی ہی نظر آتی ہے۔ آپ اپنا ہی حال دیکھیں بڑی محنتوں کے بعد تو آپ ڈاکٹر مصطفیٰ کتب اور صاحب اولاد ہوئے۔ مگر بھی اور بچوں اور ریاست والوں سے نجات ملی یا نہ ملی۔ آپ کا دل ہی جانتا ہوگا۔ میں اس پہلے حصہ سے ایک حد تک جواب دینے سے سبکدوش ہوا ہوں۔ اگر یہ حصہ آپ کے لئے کچھ بھی مفید ثابت ہوا تو اس کی تفصیل کو بھی تیار ہوں اور باقی حصوں کے جواب دینے کو تیار ہوں گا۔ اگر اس حصہ کے متعلق بھی مجھے یہی سنانا ہو کہ میں دودھ مانگتا ہوں اور مجھے زہر پلایا جاتا ہے اور میں قریب ہوتا ہوں اور مجھے دور کیا جاتا ہے اور میں اپنا بناتا ہوں اور مجھے اجنبی کہا جاتا ہے تو میں مصلحت نہیں سمجھتا کہ باقی حصوں کا جواب دوں یا اس کو اور زیادہ کروں۔ اگر امام صاحب کے حضور شوخی کرنے سے پہلے مجھے براہ راست آپ مخط و کتابت کرتے تو مجھے بہت پیارے الفاظ بولنے کا موقع ملتا۔ مگر مجھ پر سخت کلامی کو ایک لخت نظر تا پسند نہیں کر سکتا اور وہ بھی ہے۔ پھر خدا کی لا انتہاء قوانین مغفرت بھی موجود ہیں۔ اس سے میں یقین کرتا ہوں کہ میرا کوئی لفظ بھی ایسا نہ ہوگا جو میرے لئے نجات کا محروم کرنے والا ہو۔ قرآن کریم سے الگ ہو کر آپ بہت سے قوانین ایجاد کر سکتے ہیں۔ مگر قرآن کے ماتحت ہو کر ایسا کرنا آپ کے لئے محال ہے۔ قرآن ایک مفصل کتاب ہے۔ اگر ایک شخص کو ایک مقام پر کوئی آیت متشابہ معلوم ہو تو اس کے لئے اور بہت سے شکلات موجود ہیں جو ام الکتاب کا کام دے سکتے ہیں۔

نور الدین مورخ ۲۶ مئی ۱۹۰۶ء

مخط نمبر ۱۱:

ڈاکٹر عبدالحکیم خان ہنام نور الدین

..... سبحان اللہ عجیب منطوق ہے۔ کیا قرآن مجید میں آیات ذیل نہیں ہیں۔ ”سلام قولاً من رب الرحیم . واذ احییتم بتحیة فحیتوا باحسن منہ اور دوھا واذ جاءک الذین یؤمنون بآیتنا فقل سلام علیکم“ آپ نے تو میرے لفظ مدارِ نجات کو گول مول بتایا ہے۔ مگر آپ کا سارا خط ہی گول مول ہے۔ میں نے تو ہر امر کے ثبوت میں آیات و بیانات پیش کیں۔ آپ کی طرف سے ان کا جواب عمارد۔ بلکہ ان کو میرا قول قرار دے کر تردید شروع کر دی۔

وزیر چئیں شہریار چٹاں جہاں چوں مگر و قرار چٹاں
قرآن مجید سے صریح اعراض و انحراف کی حالت میں کہاں تک حسن فہمی کی جائے؟

۲..... مخدوم بندہ۔ خدا گواہ ہے کہ میں طالب حق ہوں جو بات قرآن کریم کے موافق ہوتی ہے اس کو میں ہر وقت قبول کرنے کے لئے مستعد ہوں۔ خواہ وہ بات کسی مریض کے منہ سے نکلے یا تندرست کے منہ سے۔ کسی عالم فاضل کے منہ سے نکلے یا کسی امی و جاہل کے منہ سے۔ اسی امید و بناء پر میں نے مرزا قادیانی سے بیعت کی تھی۔ مگر افسوس کہ عرصہ بیس سال میں نہ تو ان کے کلام میں تحریر میں کوئی ایسی معارف سننے یا پڑھنے سے جو مجھ کو علیحدہ طور پر معلوم نہ ہوئی ہوں۔ کہ ان کی صحبت میں ہی کوئی خاص اثر دیکھا۔ ہاں علم قرآن اور اثر صحبت کی نسبت ان کے خالی دعویٰ ضرور بار بار شائع ہوتے رہے۔ جن ایام میں مرزا قادیانی کو میں تفسیر القرآن سنایا کرتا تھا۔ آپ کو بھی یاد ہوگا کہ تمام تفسیر میں مرزا قادیانی نے کسی ایک مقام پر بھی نہ تو کوئی اصلاح کی نہ کوئی خاص نکتہ معرفت بتایا۔ آپ نے پشک بعض غلطیاں بھی درست کیں اور بعض نئے نکات بھی بتلائے۔ آپ کی عدم موجودگی میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت بحث شروع ہوئی تو مرزا قادیانی اس کو صاف نہ کر سکے۔ بلکہ فرمایا کہ اچھا ہم تفسیر کبیر میں دیکھ کر پھر بتلائیں گے۔ نہ معلوم ان کی تفسیر کتاب عزیز کہاں گئی۔ جس کا اشتہار دے چکے تھے۔ یہ امر ظاہر بھی ہے کہ اگر میری تفسیر کا مقابلہ مرزا قادیانی کی کتابوں سے کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ کوئی مقام بھی مرزا قادیانی کی کسی کتاب سے اخذ کر دہ نہیں ہے تو میری تفسیر کو سن کر بس تعریف ہی تعریف کرتے رہے کہ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ ”نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ دل سے نکلے اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔ فصیح و بلیغ ہے۔ بعض مقامات کی نسبت فرمایا حدیثی کر دی۔“ وغیرہ وغیرہ! چنانچہ ان کی اجازت سے یہ الفاظ حکم اور البدر میں شائع بھی ہوتے ہیں۔ مگر اب تو آپ نے میری تفسیر پاس رکھنے کے بھی قابل نہ سمجھی اور واپس کر دی۔ (قادیانی مفتی) محمد صادق نے تو حدیثی کر دی کہ جس قدر تفاسیر ان کے پاس جمع تھیں ان کو ایسی بیہودہ طور پر ایک بوری میں بھر کر واپس کیا کہ وہ راستہ میں شکستہ اور دریدہ ہو کر تودہ اور اراق ہو گئیں۔ افسوس کہ مجھ سے تو ضد و عناد ہوا مگر قرآن مجید کا بھی کچھ پاس ادب نہ کیا اور نہ دیانت و امانت کا لحاظ کیا اور تودہ اور اراق ان کے ملاحظہ کے لئے علیحدہ رکھا ہوا ہے۔ حکیم فضل الدین نے جو کتابیں واپس کیں وہ اچھی حالت میں پہنچ گئیں۔

”جزاك الله خير الجزا“ اثر صحبت کی نسبت ہمیشہ اشتہار شائع ہوتے ہیں۔ اس کے نام پر سینکڑوں روپیہ ماہوار وصول ہوتا ہے اور بناء لنگر خرچ ہوتا ہے۔ مگر میں نے کوئی اثر نہیں دیکھا۔

میری حالت جیسی نصیبت میں رہتی تھی وہی مرزا قادیانی کی صحبت میں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں لوگ بیعت میں داخل ہو کر اور صحبت کے نتائج دیکھ کر منحرف ہوتے رہے۔ مثلاً منشی الہی بخش اکاؤنٹنٹ و منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ و حافظ محمد یوسف و صوفی عباس علی، میاں فتح خاں، محمد سعید خاں وغیرہ میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں کہ روز بروز دانی مشیخت کے خیالات ترقی پر ہیں۔ قرآنی عظمت و محبت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کو حقیر کیا جا رہا ہے۔ کیا "لولاک لَمَا خَلَقْتَ الْاَفْلاکَ" میں وہ انصرام ہشتی مقبرہ میں تمام انبیاء کی سخت توہین و حقیر نہیں ہے۔ ایک وقت تو مرزا قادیانی تحریر فرماتے تھے۔ "میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر و جال نہیں ہو سکتا۔ میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہوں۔" "کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔" (تربیاق القلوب ص ۱۳۰، خزائن ج ۱۵ ص ۲۳۲، ۲۳۳) "اپنے دعویٰ سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ماسوا اس کے ہم محدث کیسا ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (تربیاق القلوب حاشیہ ص ۱۳۶، خزائن ج ۱۵ ص ۲۳۲) سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر جیلانی تیری عبادتیں قبول ہوئیں۔ اب جو دوسروں پر حرام ہے وہ تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہوئی جو چاہے کر۔ تب میں نے کہا اے شیطان دور ہو وہ باتیں میرے لئے کب روا ہو سکتی ہیں جو نبی علیہ السلام پر روا نہیں۔ تب شیطان بعد اپنے سنہری تخت کے میری آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا..... کانہوں کو بکثرت شیطان الہام ہوتے اور بعض وقت وہ پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ (ضرورۃ الامام ص ۱۷، خزائن ج ۱۳ ص ۲۸۷، ۲۸۸)

"میرا یہ دعویٰ نہیں کہ دمشق میں کوئی مثل مسیح پیدا ہو جائے۔ میں نے صرف مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثل ہونا یا میرے کام پر قسم ہو گیا بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثل مسیح آ جائیں۔"

(ازالہ اوہام ص ۱۹۹، ۲۰۰، خزائن ج ۳ ص ۱۹۷)

"مجدد صاحب سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل ظلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ مگر انہوں نے بہ باعث وسط علم کے وہ خیال نہ کیا۔ بلکہ تاویل کی۔"

(ضرورۃ الامام ص ۲۰، خزائن ج ۱۳ ص ۵۰۰)

”سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔“

(ضرورۃ الامام ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۴۷۴)

۳..... خداوند عالم کی حکمتیں اور قدرتیں لا انتہاء ہیں۔ ایسا ہی اس کے قوانین رحمت و مغفرت بھی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: ”لا یحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء لا علم لنا الا ما علمتنا یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولقی جفنا بمثلہ مدداً“ پس ایسے صاف مسئلہ پر بحث کرنا نہ محض عہد اقرآن مجید کا خلاف کرنا ہے بلکہ عام مشاہدہ قدرت کو بھی جھٹلاتا ہے۔ کیونکہ خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کا غیر محدود ہونا عالم کے ذرہ ذرے سے ظاہر ہے۔ جسکی تحقیقات میں تمام حکماء آج تک حیران و سرگردان ہیں۔

۴..... میں نے یہ کب کہا کہ میری خلاف ورزی سے کوئی مجرم ٹھہر سکتا ہے۔ میں تو صریح اعراض و مخالفت دیکھ کر آیت قرآنی پیش کی ہے۔ ”ومن اظلم ممن نکر بآینت ربہ ثم اعرض عنہا انما من البحر من منتقمون“

۵..... دائرہ نجات کو تنگ یا وسیع کرنے والا میں کون ہوں۔ ہاں بحکم ”لا علم لنا الا ما علمتنا“ میں نے چند آیات قرآنی پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ درنجات کسی ایک انسان کے ماننے یا نہ ماننے پر منحصر نہیں بلکہ خدا کے ماننے اور اعمال صالحہ پر منحصر ہے۔

۶..... ”لا علم لنا الا ما علمتنا“ خداوند عالم کے پیارے رسول کو معرفت ہمیں اس قدر علم ضرور ملا ہے۔ ”من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنة“ قرآن کریم نے بھی فرمایا ہے۔ ”وسعت رحمتی کل شیء“

۷..... میں نے یہ کب کہا کہ رب العالمین نے دو ارب انسانوں کے واسطے ہدایت اور کامیابی کا کوئی راستہ نہیں رکھا۔ بلکہ میں تو اسی پاک کتاب میں جو تذکرۃ للعالمین ہے صاف پاتا ہوں۔ ”حدیناھ السبیل اما شکر اٰ واما کفورا و انفس و ما سوھا فالہمھا فجورھا و تقوھا قد افلح من نکھا و قد خاب من دسھا فطرة اللہ الٰہی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلك الذین القیم لہ اسلم من فی السموات و الارض طوعاً و کرها و الیہ یرجعون“

۸..... اگر عام مسلمانوں میں اس وقت پچاس فیصدی مشرک ہوں تو مرزا یوں میں نانوے

فصدی ہیں۔ کیونکہ وہ عام طور پر مرزا قادیانی کی نسبت مان رہے ہیں: "انت منی وانا منك انت منی بمنزلة اولادى . الله يحمدك من العرش . لولاك لما خلقت الا افلاك" اس آخری الہام سے تو ظاہر ہے کہ تمام انبیاء بھی مرزا قادیانی کی خاطر ہی پیدا ہوئے تھے۔ "کہ بددوروش رسولاں ناز کردند" بھی اسی تحقیر رسل کا مصداق ہے۔ پھر منارہ اور بہشتی مقبرہ کے واسطے جندہ دے بکریہ لوگ شرک کا عملی ثبوت دے رہے ہیں۔

۹..... رسولوں کی عمد اخلاف ورزی بے شک شقاوت اور بے ایمانی کی علامت ہے۔ مگر مرزا تو رسول نہیں۔ چنانچہ وہ اپنے الہامی قصیدہ میں خود ظاہر کر چکا ہے۔

من میستم رسول دنیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و ز خداوند مندرم

اس کی خلاف ورزی سے کوئی شخص بے ایمان یا کافر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اس خط کی ذیل ۲ میں خود مرزا قادیانی کے اقوال درج ہیں۔ جن میں وہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ مجھ جیسے دس ہزار مثیل سچ امت محمدیہ میں ہو سکتے ہیں۔

۱۰..... یہ غلط اور سراسر جھوٹ ہے کہ ایک رسول کے آنے سے سارا جہان پکڑا جاتا ہے بلکہ جو آیت آپ نے نقل کی اس میں ام کا لفظ ہے اور ایک دوسرے آیت میں ہے: "وما ارسلنا فی قرینة من نبی الا اخذنا اهلہا بالباساء والنضراء لعلہم یضربون" اس آیت میں نبی قرینہ اور اہلہا کا لفظ صاف بتا رہے ہیں کہ جس قرینہ میں کوئی نبی آتا ہے اور صاف طور پر اپنے بیان اور نشانات سے تبلیغ کرتا ہے۔ تب وہاں کے لوگ مصائب اور نقصانات اٹھاتے ہیں نہ کہ دور دراز دیہات اور امصار کے لوگ۔ جن کو اس نبی کی خبر تک بھی نہیں ہوتی۔ ایسا ہی آیات ذیل سے ظاہر ہے: "وان من قرینة الا خلا فیما نذیر وان من امة الا خلا فیہا نذیر" چنانچہ واقعات سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے کہ موسیٰ علیہم السلام کی مخالفت سے فرعون اور اس کا لشکر تباہ ہوئے۔ ایسا ہی قارون مع اپنے آدمیوں کی ایک ہوا، ایسا ہی اقوام ہو و صالح و نوح و لوط وغیرہ علیہم السلام کا حال ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے گردن کشاں مکہ ہلاک ہوئے اور وہ بھی کامل تبلیغ اور سخت مکالت کے بعد ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کی مخالفت تو مکہ میں ہوئی اور ہلاک ہوئے کلکتہ، عدن، جاپان، روس، کانگڑہ، فارموسا اور سانس فرانسکو۔ یہ ایک صاف بات ہے کہ مرزا قادیانی کی خلاف ورزی کے مجرم وہی لوگ ہو سکتے ہیں جن پر پہلے تو یہ بات ثابت ہو جائے کہ..... نبی الحقیقت مرزا قادیانی خدا کا مرسل ہے۔ پھر یہ ثابت ہو جائے کہ جو علیہمیں پہلے سے ان

کوتلی ہیں باطل ہیں۔ پھر جو حکم مرزا قادیانی کی طرف سے پہنچتا ہے وہ بیشک خدا کا حکم ہے۔ اس کے بعد اگر وہ عہدِ اکمل الہی کا خلاف کریں تب وہ بیشک مجرم اور قابلِ سزا ہیں۔ اے نور الدین یہ باتیں آپ کی شان سے بہت بعید ہیں۔

۱۱..... نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ رب العالمین کا سچا کلام ہے۔ چونکہ محمد مصطفیٰ ﷺ رحمت اللعالمین تھے نہ کہ مرزا قادیانی کی طرح دنیا کے خون کے پیاسے۔ اس لئے سخت سے سخت دکھ اور ذلت اٹھا کر بھی آپ کے اندر انتقامی جوش پیدا نہیں ہوا تھا۔ بلکہ رحم ہی جوش میں تھا۔ اس لئے مکہ والوں پر عذابِ بھرت کے بعد آیا۔ مثالاً، امرتسر اور لاہور میں بھی تو مرزا قادیانی کی سخت مخالفت ہو رہی ہے۔ پھر وہ کیوں نہیں ہلاک ہوتے۔ مگر سانس فرانسکو، فارموسا، اٹلی اور کولمبیا اور ایکوڈر جاہ ہو گئے۔ اے نور الدین ایسی اندھی باتیں تو آپ کے علم اور فہم اور خلوص سے بہت بعید ہیں۔ کیا سچ ہے ”حب الشیء یعنی ویصتم“

۱۲..... انبیاء علیہم السلام کی اطاعت نجات کا آسان اور سیدھا راستہ ہے اور وادنتہ ان سے انکار کرنا یا ان کی مخالفت کرنا شقاوت اور بے ایمانی کی دلیل ہے۔ آسانی کتابوں میں جہاں اور ہزاروں حکم ہیں ان میں اطاعت رسول کا حکم بھی بکثرت ہے۔ مگر ان تمام میں سب سے بڑا حکم جس کے بغیر نجات مل ہی نہیں سکتی۔ وہ توحید ہے۔ جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہے۔ ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء بلئی من اسلم وجہہ للہ وهو محسن فلہ اجرہ عند ربہ فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“

۱۳..... ایمان کے لوازمات محض اسی قدر نہیں جو ان آیات میں مذکور ہوئے بلکہ تمام قرآن پر علی التماسب عامل ہونا لازمی ہے۔ تمام آدمی اور تمام پابندی اور تمام تقویٰ اسی سے بچنا اور تمام عقائد پر ایمان رکھنا لوازمات ایمان و تقویٰ میں سے ہیں۔ مگر کم سے کم درجہ ایمان و تقویٰ کا جو کشتی نجات ہو سکتا ہے وہ بحکم قرآن وحدیث اسی قدر ہے۔ ”من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنة“ نور الدین اور ایسے مغالطاً میرد لائل۔

۱۴..... ہاں! بے شک ہر گناہ کی سزا ہے۔ قتل عمد کی سزا جہنم ہے۔ ایسا ہی ہر جرم کی سزا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ظاہری مجسٹریٹ تمام جرم کی سزا قانون کے مطابق پوری نہیں دیا کرتے۔ خدائے عالم تو ارحم الراحمین اور عفو مطلق ہے۔ اس کی شان ہے: ”یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء“ وہ جس کو چاہے معاف بھی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ ایسا ہی خلاف مہدی اس طرف اور کذب کے

جرم مرزا قادیانی کی نسبت ظاہر ہیں۔ اگر ایک ایک جرم پر پکڑ ہو تو کیا ٹھکانا ہے۔ ”فسانہ من خفت موازینہ فهو فی عیشتہ راضیہ واما من خفت موازینہ فامہ ہاویہ“ یہ صحیح اور بالکل صحیح کہ ہر انسان کی نجات کے رحم اور فضل سے ہو سکتی ہے۔

۱۵..... میں نے اللہ اور رسول کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی جس طرح قرآن کریم میں ہے: ”کل آمن باللہ وملکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ“ اسی طرح پر میں تمام انبیاء علیہم السلام کو بلا تفریق ماننا ہوں۔ ہاں! مرزا قادیانی ضرور تفریق کی جب یہ کہا کہ خدا کا ماننا اور تمام رسولوں کا ماننا اور تمام اعمال صحیح جب تک مجھ کو نہ مانا جائے۔ مرزا قادیانی نے خدا کی عظمت و جلال کو خاک میں ملا دیا اور تمام انبیاء کو اپنا خادم ہونا ظاہر کر دیا۔ جب یہ شائع کیا کہ خدا فرماتا ہے کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ میں تو یقیناً جانتا ہوں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا ماننا ہے۔ تمام رسولوں کا ماننا ہے۔ تمام غلطیوں سے بچنے کا سیدھا اور آسان راستہ یہی ہے جو ان کے خلاف ہے۔ وہ سراسر لغو اور شیطانی امر ہے۔ اسی بناء پر مجھے مرزا قادیانی کا خلاف کرنا پڑا۔ صداً عمل خلاف سنیں۔ انبیاء جو مرزا قادیانی سے صادر ہوئے ان میں سے چند ایک آپ کی توجہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

اول..... متواتر خلاف عہد ہاں: براہین احمدیہ کی امداد ان کے سرورق پر شائع کیا کہ اب اس کتاب کی طبع میں کمی توقف نہ ہوگا۔ مگر اب تک نہ ہائی کتاب چھپی اور نہ چندوں کا کچھ فیصلہ ہوا۔ پھر سراج منیر کی مفت اشاعت کے لئے چودہ سو روپیہ چندہ کا اعلان شائع کیا گیا اور بہت سا چندہ وصول بھی ہوا۔ مگر جب وہ مدتوں کے بعد شائع ہوا تو قیمتا دیا گیا۔ پھر رسالہ ماہواری یعنی قرآنی طاقت جلوہ گاہ کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ۲۰ جون ۱۸۸۵ء سے ماہ بامہ نکلا کرے گا۔ پھر نشان آسانی کے ص ۴۲، ۴۳ میں باہمت دوستوں سے امداد چاہی۔ اے مرداں بکوشید و برائے حق جو شیدا

اور یہ بھی ارشاد جاری کیا کہ ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے دوست اس میں پوری مدد دیں اور ڈی مقتدر لوگ زکوٰۃ سے میری کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں اور میری تالیفات اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں۔ مثلاً رسالہ احکام القرآن، اربعین، فی علامات المقرنین، سراج منیر، تفسیر کتاب عزیزی پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریسوں کے لئے ۲۵۰ روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر ایک دوست اس میں بلا توقف شریک ہو اور ماہوار چندہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبارات اور آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے۔ اب چندوں کی امداد ڈھائی سو سے بھی تین چار گنی زیادہ ہے مگر براہین احمدیہ تفسیر کتاب عزیزی اور

رسائل ماہوار وغیرہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔ جو کتابیں نکلتی تھیں ان کی قیمت اصل سے تین چار گنی زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ تمام چندہ جمعہ مدد کو قسماً سب بلا حساب پیٹ میں ہی ہضم ہو رہی ہے۔ کیا تمام نجی اور رسول ایسی ہی بدعہد اور حکم پرورد تھی؟ کیا عمل قابل متابعت ہے۔ اے نورالدین آپ نے مرزا قادیانی کو رسول مان کر طبیعتوں کو تباہ کیا پر ان کے عملوں کو بھی دیکھا کہ وہ عمل انبیاء علیہم السلام کی طرح واجب الاطاعت بھی ہیں یا نہیں؟

دوم..... کذب بیانی: جب براہین کی طبع کے واسطے تو روپیہ موجود نہیں تھا نہ چھوٹے سے رسالہ سراج منیر کے لئے، پھر ہزاروں روپیہ کے انعامی اشتہار کیسے دیئے گئے۔ کیا یہ کذب میں داخل نہیں؟ فہرست حاضرین جلسہ ۱۹۹۳ء کی فہرست جو دفع الوسادس میں شائع ہوئی تھی۔ حدیث کدہ کے بعد اس میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ کی تعداد انجام آتھی۔ کیا یہ کذب نہیں؟ بلا علم غیب لوگوں کو حرام زادہ اور بددیانت کہنا کذب نہیں ہے؟ تو کیا ہم بھی اسی طرح جھوٹ بولا کریں۔ تاکہ ان کی متابعت پوری پوری ہو جائے؟

سوم..... فحش گوئی: بیچارے مولویوں کو جو محض اسلام کی خاطر خلاف کرتے رہے ان کو ولد الحرام، خنازیر، کورچشم، درندہ، ذریعت شیطان، حرام زادہ، شیطان، دیو، گمراہ، فرعون، خصیث القلب ان پر لعنتوں کی جوتیاں پڑیں۔ ہزاروں لاکھوں بار۔ اندھیرے کے کیڑے، ادباش، لومڑی۔ تمام دنیا سے بدتر دجال، بطل، جھوٹ کا گوہ کھایا، چوہڑے چمار، جامل وحشی، سور، بندر، زندیق، سانپ، کتے، بچھو، مادرزاد اندھے، مردار خور مولوی، نمک حرام، ہامان، ہندو زادہ تو پھر کیا یہ عمل مرزا قادیانی کا واجب الاطاعت ہے؟ اور ہم دن رات لوگوں کو فحش گالیاں نکالا کریں؟ یا قرآن کریم کی اطاعت کریں جو فرماتا ہے۔ ”لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ“ یا ارشاد خاتم النبیین کو جو فرماتے ہیں: ”لیس المؤمن بالظعن ولا باللعان ولا بالفاحش والا البذی“

چہارم..... آرام طلبی اور حکم پروری: مرزا قادیانی کا تو یہ حال ہے کہ اسلامی خدمت کے نام پر سات آٹھ سو روپیہ ماہوار چندہ جمع کیا۔ خود بڑے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ جنر، منگ، کیوڑا، بید منگ، مقویات محرکات اور مغز جات بکثرت استعمال ہوتے رہے۔ ایک عبدالکریم کی بیماری میں من ڈیڑھ من پختہ برف لگا تا رات لاہور سے آئی رہی۔ بیوی صاحبہ کے پاس زیور اور روپیہ اس قدر ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک ہزار روپیہ نقدان سے لے کر اپنا باغ تیس سال کی میعاد پر ان کے پاس رہن رکھا۔ سفر بھی کیا تو محض بیوی صاحبہ کی خاطر سیکنڈ کلاس میں

دہلی کا۔ مکانات بھی وسیع اور فراخ بناء۔ برعکس اس کے خاتم النبیین سید المرسلین کا یہ حال کہ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر۔ رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا۔ کھانے کے لئے عموماً ستویا نان جو اور وہ بھی اکثر نادر۔ کبھی تین تین یوم کا قافہ۔ اب فرمائیے کہ مرزا قادیانی کی آرام طلبی اور حکم پرستی واجب الاطاعت ہے یا سید المرسلین کی جفاکشی اور ایثار اور نفس کشی۔

پہم..... ترک حج: اس امر میں کیا مرزا قادیانی کی متابعت چاہئے یا احکام قرآنی اور ارشادات سید المرسلین کی اطاعت جن میں حج کی بابت سخت تاکید ہے۔

ششم..... اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوٰۃ طلب کرنا: اور کتابوں کی قیمت اصل مصارف سے سہ چند چار چند رکھ کر ان کا نفع اپنے صرف میں لانا۔ کیا میں بھی اپنی دینی کتابوں کے لئے ایسا ہی کیا کروں؟

ہفتم..... تصاویر کھنچوانا: کیا سب مسلمان ایسا ہی کیا کریں یا احادیث صحیحہ کی تہذیب سے ڈریں؟

ہشتم..... تفرقہ اندازی: تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ عرب کے خونخوار جنگ جو پشت در پشت چلے آتے تھے بند ہو گئے اور ان میں باہم صلح و محبت ہو گئی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: "اذا كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذکم منها" مگر آج کا لم گلوچ ہو کر مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو ایسا پھاڑ دیا کہ ظاہر اتفاق ناممکن ہو گیا۔ اب فرمائیے خاتم النبیین ﷺ کے صلح خیر اخلاق قابل اتباع تھے یا مرزا قادیانی کے فتنہ انگیز عمل؟

نہم..... جھوٹی سنی اور کبر مائی: قرآنی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرکین اور وحش عرب فوج در فوج اسلام میں داخل ہو کر یہ الہامات الہی نازل ہوئی۔ "اذا جاء نصر الله والفتح ورايت الناس يمدخلون في دين الله افواجا فسيح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا" مگر آج تیرہ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے اور ملعون و جنمی بنا کر مرزا قادیانی پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ "سبحان الله ماشاء الله"

دہم..... خلاف بیانناں: جن کی کوئی انجمن نہیں کچھ تو پہلی خط و کتابت میں بیان ہو چکی کچھ اسی خط میں پہلی کتابوں میں تو یہ شائع کیا تھا کہ میرے زمانے سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ یہ تو ان ہی

نیوں کی شان ہوتی ہے۔ جوئی تعلیم اور کتاب لے کر آتے ہیں۔ میرے جیسے دس ہزار مثل سک امت محمدیہ میں ہو سکتے ہیں۔ مگر آج یہ کہتے ہیں کہ مجھ کو نہ مانے وہ کافر اور جہنمی ہے۔
تعمیر منارہ: یازدہم.....

اول..... تو بذات کو دایک لغو اور نماسی عمارت ہے۔

دوم..... اس تعمیر میں ان احادیث صحیحہ کی تردید ہے۔ جن میں ارشاد ہے کہ سب براطریق روپے بے بہا کرنے کا فضول عمارات بنوانا ہے۔

سوم..... اسلام کو اس وقت اشاعت القرآن کی سخت ضرورت ہے۔ دس ہزار روپے میں دس ہزار قرآنی تقاسیر مفت شائع ہو سکتی ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ اسلام مفلس ہے۔ اسلامی روپے کو فضول عمارات میں صرف کرنا سخت ظلم ہے۔

چہارم..... شرک پسند طبائع کے واسطے یہ ایک بت ہو سکتا ہے۔

دوازدہم..... بہشتی مقبرہ کی بنیاد سے:

اول..... تو قرآن مجید کے کامل اور مفصل ہونے کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسے ضرور مسئلہ پر جو باعث نجات ہو سکتا ہے۔ کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔

دوم..... ان تمام احادیث صحیحہ کی تردید ہوتی ہے۔ جن میں ارشاد ہے کہ قبریں اونچی نہ کی جائیں نہ ان پر عمارتیں بنائی جائیں اور نہ ان پر کتبے لکھے جائیں۔

سوم..... سید المرسلین اور خلفائے راشدین کی سخت توہین ہے کہ ان کے مدفن بہشتی مقبرہ نہ بنیں۔ غلام احمد کا مدفن بہشتی مقبرہ بن جائے۔

چہارم..... خاتم النبیین کی نادانی ثابت ہوتی ہے کہ آخر وقت تک بہشتی مقبرہ کا کوئی الحرام نہ کیا بلکہ ایسے آسان طریق نجات سے دنیا کو محروم چھوڑ گئے۔

پنجم..... اس حدیث کا سخت خلاف ہے۔ جس میں ارشاد ہے۔ یہود پر خدا کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔

ششم..... عام قبر پرستی جس میں اس وقت اکثر مسلمان مبتلا ہیں۔ اس کی عملی تائید اور پورا استحکام ہے۔
 ہفتم..... قرآن مجید صاف فرماتا ہے: "لا تزر وازرة وزر اخری" لا تجزی نفس عن

نفس شیفاً" جب کوئی نفس ہی کام نہیں آ سکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کیسے کام آ سکتا ہے۔

سیزدہم..... دعویٰ الہیت: قرآن مجید میں کسی نبی کی نسبت یہ الفاظ نہیں ہیں۔ "انت منی وانا

منك . لولاك لما خلقت الافلاك“ اے نور الدین میں آپ کو زیادہ کیا لکھوں اور کیا سمجھاؤں آپ تو میرے سے بدرجہا زیادہ واقف ہیں۔ پس کیا یہ صحیح بات نہیں کہ جو الہامات قرآنی وحی کے خلاف ہوں۔ ان کو شیطانی سمجھا جائے اور ہر الہام کے لئے قرآن کریم کو میزبان اور حکم بنایا جائے؟

چہار دہم..... نبوت انبیاء کی تحقیر: ازالہ ادہام میں مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئیوں پر طنزاً کہا۔ کیا یہ بھی کچھ پیشین گوئی ہے کہ ڈلڑے آئیں گے۔ مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی اور قسط پڑیں گے۔ پھر ایسی پیشین گوئیوں کو عظیم الشان بتایا جا رہا ہے۔

۵۔ نجد ہم..... مسیح علیہ السلام کے معجزات: کو مسریزی کرشمے قرار دے کر فرمایا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ جانتا تو ان ا عجوبہ نمایوں میں حضرت مریم سے کم نہ رہتا۔ اس خالی سخی کا ثبوت کیا ہے؟

شانزدہم..... بھیک مانگنا: الہد ۲۳۔۳۰، جنوری میں شائع کیا ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ کا چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج ہوگا۔ کیا نام انبیاء ایسے ہی پیٹ گدا تھے؟ کیا اس میں ”لا اسئلكم علیہ من اجر“ کا خلاف نہیں ہے۔ امید ہے کہ اب جو کچھ آپ تحریر فرماویں گے وہ معقولیت اور خدا پرستی کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ یہ ثابت کر سکیں کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات اور اعمال قرآن مجید و سنن انبیاء کے موافق ہیں تو میں فوراً ذکر الحکیم نمبر ۴ کو جلا دوں گا اور تادیب ہو جاؤں گا۔ قبولیت حق سے جب وہ مجھ پر ظاہر ہو جائیں گے۔ کبھی ہرگز نہ کروں گا۔ میں تمہاروں سے نہیں ڈرتا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی گول مول طور پر ۳۰ مئی کو وحی میں مجھے ڈراتے ہیں۔ بلکہ خداوند عالم سے دعا کرتا ہوں کہ اگر میری گردن سے اسلام کی کوئی خدمت ہو اور اس رب کا جلال ظاہر ہو تو ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار کٹ جائے۔ ہاں! بلا دلیل میں قرآن مجید و سنن انبیاء کا انحراف نہیں کر سکتا۔ مرزا قادیانی کی یہ وحی پڑھنے کے بعد مجھے الہامات ہوئے۔ ”انك لمن المرسلین“ ”تیرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش کرایا جائے گا۔“ ”مرزا قادیانی کی نسبت تفہیم ہوئی۔“ ”ففریقاً کذبتم و فریقاً تقتلون“ ”اس رسالہ کی بابت الہام ہوا۔“ ”ان هو الا نکر لمن شاء منکم ان لستقیم“ خاکسار: عبد الحکیم خاں ایم۔ بی، ازتر آڈیو ضلع کرناٹ، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۶ء!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدْرَسَةُ اَلْمَدِیْنَةِ الْعِلْمِیَّةِ
بِکَلَتِیْنِ

المسیح الدجال



ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم“

الذکر الحکیم نمبر: ۵ (اسیخ الدجال)

پہلے میرا یہ عقیدہ تھا کہ مسیح علیہ السلام جو رسول تھے فوت ہو چکے اور آنے والے مسیح مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو آچکے۔ عرصہ چھبیس سال تک میرا یہی ایمان رہا اور بڑی ارادات کے ساتھ میں مرزا قادیانی کا مرید رہا۔ ان کے عیب اور خطاؤں کو بشری کمزوریوں پر محمول کرتا رہا۔ عالم قرآن اور معرکی مطلق ہونے کی نسبت خالی دعویٰ سنتا رہا۔ مگر نہ کبھی کوئی قرآنی مشکل ہی ان کی طرف سے حل ہوئی نہ کوئی کلمہ معرفت ایسا بنا جو مجھے اپنے طور معلوم نہ ہوا ہو۔ نہ ان کی صحبت میں تزکیہ نفس اور رجحان الی اللہ کی خاص تاثیر دیکھی جو نصیبت میں میسر نہ آئی ہو۔ پھر بھی حسن عقیدت کے طور پر قریباً بیس روپیہ ماہوار سے حتی الامکان ان کے لنگر، سکول، اخبارات اور کتب وغیرہ کی امداد کرتا رہا۔ اردو، انگریزی تفسیر اور تذکرۃ القرآن ہزاروں روپیہ کے صرف سے ان کی تائید میں شائع کرتا رہا۔ حسن عقیدت کے غلبہ نے کبھی سوچنے نہ دیا۔ ذکر مرزا کی وجہ سے عام مسلمان میری تفسیر اور دینی رسائل سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اکثر مصنف مذاق اور غیر متعصب اشخاص نے جو میری دینی تصانیف کو پڑھا ان سے بہت مستفید اور محفوظ ہوئے اور میرے نام لکھتے رہے کہ مرزا کے متعلق جو مضامین ان تفسیر میں ہیں آپ ان کو نکال دیجئے تاکہ عام مسلمان اس سے مستفید ہو سکیں۔ مگر میں نے ان کی تحریروں پر کچھ خیال نہ کیا۔ ”کل امر مرہون بلا وقتانہا“ آخر کار جماعت کثیر ہو جانے کی وجہ سے جب مرزا قادیانی کی مشیت اور کبریائی حد سے بڑھتی گئی اور ان کی جماعت میں تمام اسلام پر مرزا پرستی غالب ہو گئی۔ خداوند عالم اور تمام انبیاء کا استہزاء ہونے لگا۔ تب میں نے تعطیلات محرم و ہولی میں مرزائیوں کو بمقام پٹیالہ چند ضروری مضامین پر لکھ کر دینے شروع کئے اور ابتداً اسماء الہی، دلائل برہستی باری تعالیٰ اور تفسیر الحمد سے کی۔ کیونکہ جماعت احمدی میں خاص مرزا قادیانی کے اذکار کا جوش ایسا غالب ہو گیا کہ تسبیح و تقدیس اور تحمید باری تعالیٰ قریب قریب مفقود ہو گئے۔ یا محض برائے نام رکھی طور پر رہ گئے اور سوائے اس ایک مسئلہ کے اور تمام قرآنی تعلیمات کا چرچا جاتا رہا اور اس ایک ہی مسئلہ کا مذاق رہ گیا ہے۔ گویا پرستش باری تعالیٰ کی بجائے مرزا قادیانی کی پرستش قائم ہو گئی اور عملی طور پر ان کا کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ ہو گیا۔ کیونکہ الہ یعنی معبود و مطلوب وہی ہے جس کی سب سے زیادہ طلب کی جائے اور جس کی سب سے زیادہ

پرستش کی جائے۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی کو بھی یہ الہام ہوئے: ”یا ایہا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلكم“ یعنی اے لوگو! تم اپنے اس رب کی پرستش کرو جس نے تم کو اور ان تمام کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا اور یہ بھی الہام ہوا: ”بل تؤثرون الحیوة الدنیا“ بلکہ تم حیات دنیاوی کو اختیار کر رہے ہو۔ یہ ہر دو الہامات ان کی تنبیہ اور تادیب کے لئے کافی تھے۔ اگر وہ ان الہامات کو نظر فرور اور نیت عمل سے دیکھتے۔ مگر ذکر مرزا کا مذاق ایسا غالب ہو گیا کہ دن رات ان کی مجلسوں میں یہی ذکر غالب تر ہوتا ہے۔ اخبارات الحکم اور البد میں بھی یہی ذکر ہوتا ہے۔ مگر اس ذکر سے وہ کبھی نہیں اکتاتے۔ یہ مذاق قرآن مجید کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن از اول تا آخر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور قدرت و حکمت کا بیان رنگ بھراؤں میں کرتا ہے۔ پانزویہ نفس اور اصلاح اعمال کا اور بشری ضروریات کے ہر پہلو پر علی التماسب نہایت مدلل اور معقول بحثیں کرتا ہے۔ ایسا نہیں کہ خدا کی حمد و ثناء اور تزیینہ نفس کے تمام پہلوؤں کو چھوڑ کر ایک محض ~~تکلف~~ ہی کی حمد و ستائش تمام اذکار پر مقدم اور غالب کر لی ہو۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا عموماً حال ہے۔ خود مولوی نور الدین نے بھی جو جماعت مرزا میں اسلام کا ایک عملی نمونہ ہیں ان ایام میں جب کہ میں تفسیر القرآن بغرض اصلاح مرزا قادیانی اور آغاجاب کو سنایا کرتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا کو تو بس ایک وفات مسیح کی بحث سنا دیا کرو۔

پھر اس پر طرہ تریہ ہے کہ تیرہ کروڑ مسلمانوں کو جو تیرہ سو سال میں تیار ہوئے ہیں بلا تبلیغ کامل خارج از اسلام بھجنے لگ گئے ہیں۔ میں نے توحید و عظمت باری تعالیٰ پر تین یا چار ہی لیکچر دیئے تھے کہ احمدی لوگ گھبرائے اور ایک شخص عبدالغنی خاں نام نے جماعت کی طرف سے کہا کہ آپ مرزا قادیانی کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ میں نے جواب دیا کہ ابھی تو حمد ہو رہی ہے اور الحمد للہ کی تفسیر ہے۔ ابھی تو ”زب العالمین . الرحمن . الرحیم“ اور ”مالک یوم الدین“ کی تفسیر بھی نہیں ہوئی۔ حمد کے بعد نعت رسول ﷺ پھر منقبت مرزا ہوگی۔ حاضرین میں سے بعض نے یہ بھی کہا کہ توحید و تجمید باری تعالیٰ بھی مرزا کا مشن ہے۔ مگر ان باتوں سے بچے احمدی مطمئن نہ ہوئے اور روز بروز داؤد بلا بدھتا گیا۔ آخر کار ایک روز عبدالغنی خاں نے مسجد میں یہ کہا کہ آپ تو حمد الہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر کرنا شرک سمجھتے ہیں۔ مگر میں اس بات کو شرک سمجھتا ہوں کہ حمد الہی کے ساتھ مرزا قادیانی کا ذکر نہ کیا جائے۔ ان حالات سے مجھ کو سخت افسوس ہوا۔ جس قدر میں اس بات پر زور دیتا تھا کہ کوئی انسان کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ قرآن مجید کے تمام مسائل پر علی التماسب زور نہ دیا جائے۔ ایک ہی مسئلہ پر تمل جانا اور اسی کو تمام امور پر

غالب اور مقدم کرنا ایک قسم کا جنون اور سخت فسادات کی بناء ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

”جعلوا القرآن عذین“ یعنی قرآن کو بوٹی بوٹی کر دیا۔ ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“ اللہ کی رسی کو اکٹھے ہو کر مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو اور تمام تفرقہ اور فسادات کی بنیاد بتلائی ہے۔ ”کمل حزب بما لیدہم فرہون“ تمام فریق اپنی اپنی بات پر اترتے ہیں۔ مگر وہ مرزا قادیانی کے دیوانے کب سنتے تھے۔ اتفاقاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی پٹیالہ میں تشریف لائے اور ان کے وعظ شروع ہوئے۔ میں نے ان سے ذکر کیا کہ آپ اپنے تمام وعظوں میں قرآنی عظمت اور قرآنی تعلیم کی ضرورت اور عمل بالمتناسب پر زور دیں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ قرآن مجید کے عاشق ہو جائیں یا کم سے کم قرآنی مطالعہ کا اس قدر سعی چرچا ہو جائے۔ جیسا کہ الہدرا اور الحکم اور مرزا قادیانی کے اشتہارات کا تو ہر قسم کی اخلاقی کمزوریاں اور نقص رفتہ رفتہ دور ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ تمام امراض انسانی کا بھی ایک کامل اور یقینی نسخہ ہے۔

”فیہ شفاه لفا فی الصدور“ مولوی صاحب نے بھی اپنے وعظوں میں جب یہ ذکر غالب کیا تو مرزا قادیانی کے دیوانے اور کپے مرزائی تازہ گئے۔ کہ یہ ڈاکٹر صاحب کی تلقین ہے اور انہیں بہکانا چاہا اور کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے غالب ہوئے۔ تب تو انہوں نے قرآن مجید کے انہیں مضامین پر وعظ شروع کر دیئے۔ جن میں مرزا قادیانی کی نسبت استدلال ہو سکتا تھا اور ہر وعظ میں مرزا قادیانی کو ~~مذکور~~ کا مظہر اتم ثابت کرنا شروع کیا۔ اس سے میرا انسوس اور مایوسی اور بھی زیادہ ہو گئی۔ پھر طرفہ تریہ کہ جب مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر الوطن کی تحریک پر مولوی محمد علی دخواجہ کمال الدین وغیرہ نے یہ تجویز پاس کی اور شائع کی کہ زیویو آف ریلجو قادیان میں عام اسلامی مہنامہ شائع ہوا کریں اور خاص مرزا قادیانی کے متعلق اصحات علیحدہ ضمیمہ میں شائع ہوا کریں۔ جن کو خاص مریدوں کے نام جاری کیا جائے یا دیگر ایسے اشخاص کے نام جو اس کے خود خواستگار ہوں۔ اس تجویز کی اشاعت سے میرا دل قدرے ٹھنڈا ہوا اور میں نے کہا کہ ہماری جماعت میں عالی خیال اور عالی ظرف لوگ بھی ہیں اور اب یہ کام قرآنی رنگ اور خدائی آئین پر چلے گا اور ہمارا پیغام احسن اور بلخ صورت میں تمام دنیا کو پہنچے گا۔ مگر وہ تمام خوشی خاک میں مل گئی جب کپے مرزائیوں یا مرزا کے شیدائیوں نے اس تجویز کے خلاف شور مچانا شروع کیا اور تیرہ سو سال کے اسلام اور قرآن کی نسبت اہکم والہدرا میں شور مچایا۔ کیا ہم مردہ اسلام پیش کریں؟ انسوس کیا قرآن مجید میں کوئی اسرار معرفت اور حیات بخش باتیں نہیں؟ کیا خداوند عالم اور اسلام آج مرزا قادیانی کی وجہ سے زعمہ ہوئے اور پہلے مردہ تھے؟ مولوی محمد علی کو مرزائیوں کا شور دبانے کی غرض سے اپنے

اتر اور عقائد شائع کرنے پڑے۔ ”انا لله وانا اليه راجعون“ انہی ایام میں میں نے تین ماہ کی رخصت استحقاقی کے لئے درخواست پیش کر دی اور دل میں آرزو تھی کہ قادیان پہنچ کر خالص قرآنی مضامین اور اسی کی ترتیب پر لیکچر دیا کروں گا۔ ممکن تھا کہ ان لیکچروں سے ہی یہ مانو مانیا اور اکثر ایسی دور ہو کر کل قرآن مجید کا مذاق پیدا ہو جائے۔ مگر میں زیادہ صبر نہ کر سکا اور چند ضروری تجاویز پر ایک خط و کتابت شروع کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرزائے قادیانی نے مجھ کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ وہ خط و کتابت علیحدہ بنام الذکر اکھبر نمبر ۳ میں شائع ہو گئی ہے جو ایک آنہ کا لکٹ بھیجے پر منیجر مطبع عزیزی مقام تر آڈی ضلع کرنال سے مل سکتی ہے۔ اس کے مطالعہ سے صاف طور پر معلوم ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کیسے علم و عقل اور کیسے اخلاق کے انسان ہیں۔ میں لکھتا کچھ ہوں اور وہ سمجھتے کچھ ہیں۔ بہر امر میں بیعت قرآنی پیش کرتا ہوں اور وہ ان کو رد کرتے اور میرا قول قرار دیتے ہیں۔ مسلمانوں کو بلاوجہ خارج از اسلام اور غیر ناجی بتلاتے اور تمام عالم کو جہنمی قرار دیتے ہیں۔ خداوند عالم اسلام اور قرآن کو جب تک مرزا قادیانی کی شویت نہ ہو مردہ کہتے ہیں۔ تمام زتلوں، آتش فشانیوں، وباؤں اور حوادث کو خواہ وی ایسے ڈور میں ہوں یا اٹلی میں یا قارموسا میں یا سانس فرانسکو میں۔ الغرض کسی شہر یا گاؤں میں ہوں خواہ ان کو مرزا قادیانی کی خبر بھی ہو یا نہ ہو۔ اپنی تکذیب کا ہی نتیجہ بتلاتے ہیں نہ کہ فسق و فجور، دہریت، کفر شرک، توہین اسلام، توہین و تکذیب قرآن، توہین محمد مصطفیٰ ﷺ وغیرہ جرائم کا۔ خداوند عالم کو ایک باؤلا جلا رولی سمجھ لیا۔ جو جوش حمایت میں از خود رفتہ ہو کر مرزائی خاطر دنیا کو جاہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ اس کے اصل اور بڑے تکذب کون ہیں۔ دنیا میں کہیں جا ہی آئے تو خود مرزا قادیانی اور ان کے مرید بظنیں بجاتے اور عید مناتے ہیں کہ یہ ہمارے واسطے ایک نشان ظاہر ہوا اور ہر وقت اسی ہوس اور انتظار میں ہیں کہ دنیا جاہ ہو۔ فلاں ہلاک ہو، جس قدر زیادہ جا ہی آئے اسی قدر ان کی گہری عید ہو۔ وغیرہ وغیرہ!

چونکہ انہوں نے میرے خلاف البدل اور الحکم میں ایک اعلان شائع کر دیا اور میرا کوئی خط شائع نہیں کیا۔ اس لئے میں نے وہ تمام خط و کتابت علیحدہ شائع کر دی۔ چونکہ ۱۳ مئی کو ایک خواب کی بناء پر میں نے یہ بھی شائع کر دیا تھا کہ جب تک مرزا قادیانی اپنی موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کر لیں۔ میں اپنی بیعت واپس لیتا ہوں۔ میری تقاسیر اور تذکرۃ القرآن میں جو مضامین ان کے متعلق ہیں وہ مشکوک سمجھے جائیں اور اگر مرزا قادیانی نے موجودہ زیادتیوں کی اصلاح نہ کی اور تو بہ شائع نہ کی تو آئندہ میں ان تمام مضامین کو اپنی تقاسیر میں سے نکال دوں گا۔ چونکہ

مرزا قادیانی کی طرف سے اصلاح اور توبہ کی کوئی امید نہیں رہی۔ اس لئے جس قدر تقاسیر میرے پاس تھیں ان میں سے وہ مضامین نکال دیئے ہیں اور ان کی بجائے حاشیہ لگا دیا ہے اور تمام خریداران تقاسیر کے نام بھی یہ اوراق بھیج دیئے ہیں تاکہ وہ اپنی تقاسیر میں سے اوراق از صفحہ ۲۳۹ تا ۲۹۰ نکال کر یہ اوراق چسپاں کر لیں۔ جن بناؤں میں عقیدہ مسیحیت و مہدویت و مہدویت مرزا سے تابع ہوا ہوں وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:

اول..... تمام مسلمانوں کو جو مرزا قادیانی کو نہ مانیں خارج از اسلام اور جہنمی قرار دینا اور ان کے ساتھ تعلق رکھنے کو حرام بتلانا۔ چنانچہ (تحفہ گلزار یہ ص ۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۱۶) پر لکھتے ہیں: ”یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام کہ کسی کفر اور مکذب یا مرتد کے پیچھے نماز پڑھو۔“

پھر الحکم مروجہ ۲۳ مئی ۱۹۰۵ء میں شائع کیا کہ: ”وہ شخص میری جماعت سے خارج ہے جو احمدی ہو کر بھی اپنے رشتہ ناطے غیر احمدیوں سے کرے۔“

موجودہ خط و کتابت میں تو مکلف یا مکذب یا مرتد کی شرط بھی اڑادی۔ بلکہ بار بار یہی لکھتے رہے کہ: ”تیرہ کروڑ مسلمان جو مجھ کو نہیں مانتے سب کے سب جہنمی اور خارج از اسلام ہیں۔ خواہ ان پر تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔“ میں نے جب لکھا کہ امت محمدیہ میں جو لوگ ہماری تکذیب نہیں کرتے اور ہمیں صریحاً کافر نہیں کہتے ان تمام کو کافر نہ سمجھا جاوے۔ بلکہ حسن ظنی سے کام لیا جائے اور ان کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ میری اس تحریر پر ایسے طیش میں آئے کہ: ”مجھے مرتد قرار دیا“ اور حواس باختہ ہو کر میرے خطوں کا جواب کچھ سے کچھ دیتے رہے۔ یہ ایک مسئلہ کہ مرزا قادیانی کے ماننے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا غبیث اور باطل ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔ اول تو یہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کسی ہئی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ مثلاً ہوا اور پانی پس اگر مرزا قادیانی کے ماننے پر نجات کا انحصار ہوتا تو رب العالمین اپنی قدرت سے اس کا ایسا انتظام کرتا کہ ہر ایک شخص کی فطرت میں جیسا کہ اس کی ربوبیت منقوش ہے۔ ویسا ہی مرزا غلام احمد مسیح بھی منقوش ہو جاتا۔ بلکہ زمین و آسمان میں گنجاہ پڑ جاتی کہ نجات کا مدار غلام احمد کے ماننے پر ہے۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر توحید، عبادت اور اعمال سب باطل ہیں۔

دوم..... ایسا ایمان رحمانیت کے منافی ہے۔ کیونکہ الرحمن نے ہر حیوان کو اس کے مطابق حال اعضاء اور علوم دیئے ہیں۔ مثلاً ہر حیوان فطرتی طور پر اپنی غذا، اپنے طریق بود و باش اور اپنے

اپنے ناموں کو جانتا ہے۔ ایسا ہی ہر انسان چلنا، پھرنا، دیکھنا، سننا، سونا، جاگنا، فطرتاً جانتا ہے اور نیکی و بدی کو پہچانتا ہے۔ مگر یہ ایمان کہ مرزا غلام احمد کا ماننا نجات کے واسطے لازمی ہے۔ کسی کی فطرت نہیں۔

سوم..... یہ ایمان رحمت باری تعالیٰ کا معنی ہے کہ جب تک کوئی انسان مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائے۔ اس وقت تک اس کا رحم ممکن نہیں۔

چہارم..... یہ ایمان مالک یوم الدین کا معطل کتنہ ہے۔ کیونکہ نجات مرزا غلام احمد قادیانی کے ہی ماننے پر منحصر ہے۔

پنجم..... یہ ایمان تمام خدائی اور فطرت اللہ کا باطل کتنہ ہے۔ غور کرو مساوات جبریہ پر۔

خدا کا ماننا + اعمال صالحہ + مرزا پر ایمان = نجات

خدا کا ماننا + اعمال صالحہ = یعنی بیچ

پس آپ کا کلمہ یہ ہوا "لا الہ الا المرزا" کیونکہ مرزا نجات اللہ کے ماننے اور اعمال صالحہ پر نہیں بلکہ مرزا کے ماننے پر ہے۔ خدا کا ماننا اور اعمال صالحہ سب بیچ ہیں۔

ششم..... یہ ایمان تو اعد عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ کیونکہ جس قدر کوئی قانون نہایت اہم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی اشاعت عام کی جاتی ہے اور جب تک کسی شخص پر ایک حکم پہنچنا قطعی طور سے ثابت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک وہ اس کے خلاف سرکشی اور عدول حکمی کا مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ آپ کا مقدمہ ہی آپ کی رہبری کے لئے کافی تھا کہ محض ازالہ حیثیت عرفی کا جرم قائم کرنے میں عدالت نے کس قدر تحقیقات کی گواہوں کے بیانات لئے۔ آپس کی جرح مدتوں تک سنی۔ آخر میں فریقین کے بیانات کا موازنہ کر کے دلیل فیصلہ لکھا۔ مگر آپ تو تمام دنیا کو جنمی بنانے کے لئے اتنا بھی کسی سے نہیں پوچھتے کہ تیرے پاس ہم پر ایمان لانے کے لئے کافی دلائل پہنچے یا نہیں۔ پھر تو کس وجہ سے مخالف ہے۔ کیوں نہ ہو آسمانی حکم جو ہوئے۔ علام الغیوب اور ہر جگہ حاضر و ناظر جو ہوئے کچھ تو سوچو۔ خداوند عالم قرآن مجید اور اسلام کو کیوں ذلیل کرتے ہو۔ براہ خدا ایک لمحہ تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ کیا تمام دنیا کے ہر فرد بشر پر آپ خود تبلیغ کر چکے یا آپ کے مرید ہر فرد بشر کو آپ کی مسیحیت کا قائل کر چکے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ عدم تبلیغ کے مجرم آپ اور آپ کی جماعت ہیں جو ایسے اہم احکام کو دبائے ہوئے گھر بیٹھے ہیں اور تمام دنیا کو سرکش اور کافر بنا رہے ہیں۔ عام مسلمانوں میں لاکھوں خدا پرست، پابند صوم صلوة، تہجد گزار، محسن، ہمدرد، خیر خواہ، راست باز، متقی، منصف، حراج، حلیم، شریف، پارسا، ادا امر پر عامل اور

منہیات سے بچنے والے ہیں۔ خدا کے واسطے روزہ رکھنے، حج کرنے، فسق و فجور، جھوٹ، ظلم، فریب اور ریا سے بچتے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں۔ کبھی انجمن حمایت اسلام، عدوۃ العلماء اور کانفرنس کے جلسوں میں شریک ہو کر تو دیکھو۔ مگر آپ تمام کو بلا تفتیش یک قلم خارج از اسلام اور جہنمی بتلا رہے ہیں۔ یہ کیسا غضب ہے جو عالی شان عمارت اسلام تیرہ سو سال میں تیار ہوئی تھی۔ وہ آپ نے گرا دی اور جو ایک دو لاکھ جماعت آپ نے تیار کی وہ کل کو کسی اور امام کے آنے سے ہلاک ہو جائے گی۔

خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایسے شخصوں کو جو خدا پرست موجد، مخیر، عابد اور عادل تھے کبھی جہنمی قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسی قرنی، حاتم طائی اور نو شیروں کو عزت کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ اہل کتاب کو بدیں الفاظ دعوت فرمائی۔ ”تعالوا الی کلمۃ سوآ و بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشکک بہ شیفا“ ایک بات کی طرف آ جاؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے۔ وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوائے اور کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ کسی شے کو اس کا شریک ٹھہرائیں۔ ”ولو انہم اقاموا التورات و الانجیل و ما انزل الیہم من ربہم لا کلو ا من فوقہم و من تحت ارجلہم“ اور اگر وہ تورات و انجیل کو اور اس (تعلیم) کو قائم کرتے جو ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی وہ اپنے اوپر سے بھی کھاتے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے بھی: ”ان الذین امنوا و الذین ہادوا و النصارائی و الصابئین من امن باللہ و الیوم الآخر و عمل صالحا فلہم اجرہم عند ربہم و لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون“ جو لوگ مسلمان ہو گئے یا جو یہودی یا عیسائی یا ستارہ پرست وغیرہ ہیں جو کوئی اللہ کو اور یوم آخرت کو مانے اور اچھے عمل کرے ان کے واسطے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ ٹھکن ہوں گے۔ ”بلسی من اسلم وجہہ للہ و هو محسن فلہ اجرہ عند ربہ و لا خوف علیہم و لا ہم یحزنون“ بلکہ جو کوئی آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور محسن بنے اس کے واسطے اس کے رب کے پاس اجر ہے۔ پس ان پر کوئی خوف نہیں نہ وہ ٹھکن ہوں گے۔ اکثر آیات میں ایک ایک کمال کے ساتھ معظرت اور تلامح کے وعدے میں خلا آیات ذیل میں: ”ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم“ تحقیق یک لوگ بہشت میں ہیں اور بندگان لوگ دوزخ میں۔ ”قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا“ تحقیق مراد کو پہچاؤ جس نے نفس کو پاک کیا اور نامراد راہوہ جس نے اسے ناپاک کیا۔ ”ان رحمت اللہ قریب من المحسنین“ تحقیق اللہ کی رحمت محسنوں کے

قریب ہے۔ ”لمن خاف مقام ربہ جنّٰتھن“ جو اپنے رب کے جاہ و جلال سے ڈرتا ہے اس کے واسطے دو بخشیں ہیں۔ ”ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ“ جو اللہ پر بھروسہ کرے اس کے واسطے کافی ہے۔ ”ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب“ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے واسطے غلامی کے راستہ پر پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا۔

حدیث صحیح میں ہے: ”من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنة“ جس نے اپنے حال اور حال سے یہ بتایا کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود اور مطلوب نہیں ہے۔ پس وہ بہشت میں داخل ہو گیا۔ ”ان الدین عند اللہ الاسلام“ ”ومن یتق غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الآخرة من الخاسرین“ ”تحقیق اللہ کے نزدیک مقبول دین اسلام ہے جو اسلام کے سوائے اور کسی دین کا متلاشی ہو وہ کبھی مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہوگا۔ اس اسلام کی وسعت فرمائی۔ ”ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرها“ اس کے واسطے مسلمان ہے جو کوئی بھی آسمانوں میں ہے یا زمین میں۔ خواہ رضاً و رغبت سے ہو یا مجبوراً اس عالمگیر اسلام کا نام فطرت اللہ بھی رکھا۔ جیسا کہ آیات ذیل میں ہے: ”فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ولكن اکثر الناس لا یعلمون“ فطرت اللہ وہ ہے جس پر لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔ خلق اللہ کے واسطے کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ دین راست اور پائیدار ہے۔ حضرت رحمت اللعالمین نے فرمایا تمام فطرت اسلامی پر پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کے مال باپ ان کو یہودی کر لیتے ہیں یا نصرانی۔ اسی فطرت دینی کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے۔ ”ان ھدیناھ السبیل اما شکراً واما کفوراً“ ہم نے اس کو راستہ متلا یا مگر کوئی اس کی قدر کرتا ہے اور کوئی ناقدری۔ ”فالیھما فجورھا وتقویھا“ نفس کے اندر بدی اور نیکی کا علم ڈال دیا۔ پس سچا اور پائیدار یہی دین ہے جو ہر ایک انسان کی فطرت میں متعشوش کیا گیا ہے۔ جس کا خلاف کرنا اور باطن سے سرکشی کرنا اور اپنی فطرت کو بگاڑتا ہے۔ جو دین اس فطری دین یعنی اسلام کے خلاف ہے وہ صریحاً مردود ہے۔ مگر انہوں اس عالمگیر فطری اسلام کی نسبت ہر فریق اور ہر مذہب بھی سمجھتا ہے کہ وہ اسلام حمد و انجاست ہے۔ میرے ہی حصہ میں آ گیا۔ چنانچہ آج مرزائی کہتے ہیں کہ وہ اسلام ہمارا ہے۔ باقی تمام مسلمان اور تمام دنیا خارج از اسلام اور چھٹی ہے۔ خواہ وہ کیسے ہی موجد، خدا پرست، صالح، راست باز، عابد، زاہد، عادل، رحیم، حلیم، نیک اور متقی کیوں نہ

ہوں۔ گویا کہ خدا رب العالمین تو نہیں۔ بلکہ وہ کسی ایک فریق کا رشتہ دار یا غلام ہے۔ اعمال ۱۰/۳۵ میں ہے۔ ”اب مجھے یقین ہو گیا کہ خدا کسی کا طرفدار نہیں بلکہ ہر قوم میں جو اس سے ڈرتا ہے اور راست بازی کرتا ہے۔ وہ اس کو پسند آتا ہے۔“

ہاں جو لوگ مسلمان ہو چکے یا جن پر تبلیغ کامل ہو کر حقانیت قرآن مجید اور افضلیت اسلام ثابت ہو چکی ہو وہ عہد ارتداد یا خلاف کریں تو بیشک شقی اور جہنمی ہیں۔ مگر جن لوگوں پر اسلام کی صحیح تبلیغ نہیں ہوئی مثلاً اہل ایمان یورپ و امریکہ و جزائر پر وہ ان حکموں کے نیچے نہیں آسکتے جو مسلمانوں کے لئے ہیں۔ بلکہ وہ آیات ذیل کے تحت میں ہیں۔ ”وما کننا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً“ ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں۔ جب تک ہم رسول نہ بھیج لیں۔ ”لا یكلف اللہ نفساً الا وسعها“ اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ”ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء“ اللہ شرک کو نہیں بخشتا اور اس کے سوائے ہر گناہ کو جس کے لئے چاہے بخش دیتا ہے۔ اب میں ان آیات قرآنی کو ذیل میں پیش کرتا ہوں جن سے مرزا قادیانی اور اس کے مرید استدلال کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے ماننے کے بغیر نہ تو کوئی مسلمان نجات پاسکتا ہے نہ کوئی اور انسان۔

..... ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببک اللہ ویغفر لکم ذنوبکم“ تو سادے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہ بخش دے گا۔ یہ صحیح اور بالکل صحیح ہے کہ ہر نبی اور امام کا اتباع خدا ربی کا آسان اور سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس میں یہ کہاں ارشاد ہے کہ جن لوگوں کو رسول کی خبر نہیں اور وہ خدا پرست اور نیک عمل ہیں جہنمی اور غیر ناجی ہیں۔

..... ۲ ”والذین امنوا وعملوا الصلحت وامنوا بما انزل علیٰ محمد وهو الحق من ربہم کفر عنهم سیئاتہم واصلح بالہم“ جو لوگ مسلمان ہو گئے اور اچھے عمل کرتے ہیں اور جو محمد پر اتارا گیا ہے اور وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے، ایمان لاتے ہیں۔ اللہ ان کی بدیوں کو ان سے دور کرے گا اور ان کے حال کو درست کرے گا۔ یہ بھی حق اور سراسر حق ہے کہ جو مسلمان ہا عمل ہیں اور محمدی تعلیمات کو مانتے ہیں وہ بخشے جائیں گے اور نجات پائیں گے۔ مگر اس آیت میں یہ کہاں ارشاد ہے کہ جن بھجوروں پر قرآن مجید کی تبلیغ نہیں ہوئی ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کا رت جائیں گے۔

۳..... ”فان آمنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا وان تولوا فانما هم في شقاق“ پس اگر وہ بھی ایسا ہی ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے ہو پس وہ مراد کو پہنچ گئے اور اگر وہ پھر جائیں تو پیکر ایک سخت اختلاف میں ہیں۔ اس آیت میں بھی ان خدا پرست اور نیک لوگوں کو جو اسلام سے بے خبر ہیں، جہنمی قرار نہیں دیا گیا۔

۴..... ”قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكافرين“ پیکر جن لوگوں پر رسالت کی تبلیغ ہو چکی اور یہ حکم بھی پہنچ گیا اور وہ منکر رہے تو وہ پیکر کافر اور سزاوار جہنم ہیں۔ مگر جن لوگوں پر کسی رسول کی تبلیغ کا حقد نہیں ہوئی وہ تو اسی حکم سے مستفید رہیں گے۔ ”ماکننا معذبین حتیٰ نبعث رسولا“ ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں۔ ”لا یكلف الله نفساً الا وسعها“ اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ پس کوئی انسان غیب داں تو ہے نہیں کہ بلا تبلیغ بھی وہ کسی حکم کا جواب دہ ہو سکے۔

۵..... ”فاتقوا الله واطيعون“ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ انبیاء علیہم السلام کے اقوال قرآن مجید میں بکثرت ہیں کہ ہماری اطاعت کرو اور پیکر انبیاء علیہم السلام کی اطاعت نجات کا آسان اور سیدھا راستہ ہے اور دانستہ ان سے انکار کرنا یا ان کی مخالفت کرنا شقاوت اور بے ایمانی کی دلیل ہے۔ آسمانی کتابوں میں جہاں اور ہزاروں حکم ہیں ان میں اطاعت رسول کا حکم بھی بکثرت ہے۔ مگر ان تمام میں سب سے بڑا حکم جس کے بغیر نجات مل ہی نہیں سکتی وہ توحید ہے۔ جیسا کہ آیات ذیل سے صاف ظاہر ہے: ”ان الله لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء“ ”بلئی من اسلم وجہہ لله وهو محسن فله اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا هم یحزنون“

۶..... ”والذین یؤمنون بالآخرة یؤمنون به وهم علیٰ صلواتہم یحافظون“ جو لوگ آخرت کو مانتے ہیں وہ اس کو بھی مانتے اور اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں۔ ایمان کے لوازمات محض اسی قدر نہیں جو ان آیات میں مذکور ہوئے۔ بلکہ تمام قرآن پر عملی تناسب عامل ہونا لازمی ہے۔ تمام احوال کی پابندی اور تمام نوعی سے بچنا اور تمام عقائد پر ایمان رکھنا لوازمات ایمان و تقویٰ میں سے ہیں۔ مگر کم سے کم درجہ ایمان و تقویٰ کا جو عملی نجات ہو سکتا ہے وہ حکم قرآن و حدیث اسی قدر ہے۔ ”من قال لا الہ الا الله فدخل الجنة“ جو شخص مسلمان ہو چکا وہ تمام احکام قرآنی کے نیچے آچکا۔ مگر جو شخص مسلمان نہیں ہوا یا جس کو اسلام کی خبر نہیں اور اگر خبر ہے تو قلم خیر ہے۔ وہ تو اپنے فطری ایمان کی رو سے جو ابدہ ہو سکتا ہے۔

..... ” ینجی اللہ الذین اتقوا “ اللہ ان لوگوں کو نجات دیتا ہے جو خدا ترس ہیں۔ اتقاء اور خدا ترس کا مفہوم مختلف انسانوں میں مختلف ہے۔ خود مفسرین قرآن نے اس کے معنوں میں بڑے اختلاف کئے ہیں۔ اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ اتقاء مدار نجات ہے۔ مگر جو شخص قرآن مجید سے واقف ہے اس کے نزدیک تو اتقاء کی تفصیلات کچھ اور ہیں اور جو ناواقف ہیں اس کے نزدیک اور، پس عالم القرآن تو قرآن مجید کی رو سے پکڑا جائے گا کہ اس نے اس کے مطابق پوری اصلاح کی یا نہیں اور جس شخص کو قرآن مجید کی مطلق خبر نہیں وہ اپنے فطری نور کے مطابق پکڑا جائے گا کہ اس نے اس کے مطابق اصلاح کی یا نہیں بدی سے بچا، یا نہیں۔

الغرض یہ ایک صاف اور بدیہی الثبوت بات ہے کہ جن لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم مل چکی وہ اس کی اطاعت کے ذمہ دار ہیں۔ جن کو قرآنی تعلیم میسر نہیں ہوئی وہ اپنی فطری تعلیم کی رو سے نکلے اور بدی کے ذمہ دار ہیں۔ نکلے کا اجر پائیں گے اور بدی کی سزا۔ ”فالمہمہا فنجورہا وتقوہا قد افلح من زکھا وقد خاب من دستھا“ مرزا قادیانی کا یہ مسئلہ کہ میرے ماننے کے بغیر نجات نہیں۔ رب العالمین کی ربوبیت عامہ، الرحمن اور الرحیم کی رحمانیت اور جسٹس نامہ کو پامال کرنے والا اور کل عالم کی سعید فطرتوں اور نیک عملوں پر جھاڑو پھیرنے والا ہے۔ کسی نبی یا رسول نے آج تک یہ نہیں فرمایا کہ کل دنیا کے خدا پرست لوگ فطری جہنمی ہیں۔ جب تک وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں خواہ ان پر میری تعلیم کی تبلیغ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ الغرض یہ مسئلہ کہ خدا کا ماننا اور تمام اعمال صالحہ سچ ہیں۔ جب تک مرزا قادیانی کو مدار نجات نہ مانا جائے۔ محض قرآن وحدیث، فطرت صحیحہ اور عقل سلیمہ کے خلاف ہے۔ بلکہ عالمگیر فسادوں کی جڑ اور تمام اخلاق حمیدہ کا زائل کرنے والا ہے۔ کیونکہ جب ایک فریق دوسروں کو کافر اور جہنمی کہتا ہے تو ہر فریق کا حق ہے کہ ہاتھوں کو ایسی ہی حقارت اور نفرت سے دیکھے اور تمام تعلقات اخوت انسانی کو توڑ کر ایک دوسرے کا جانی دشمن بن جائے۔ مسلمان جو مغربی تہذیب کے اثر سے وسیع نظر ہو کر اتفاق کے قریب ہو چلے تھے۔ مرزا قادیانی کی گالم گلوچ اور تکفیر بازی نے سخت اختلاف اور عداوت کی تحریک پیدا کر دی۔

..... ۸ ” ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلاً . اولئک ہم الکافرون حقاً واعتدنا للکفرین عذاباً مہیناً “ یہ آیت مولوی نور الدین نے اپنے خط میں پیش کی تھی۔ جس سے ان کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی

بھی ایک رسول ہے۔ اس کو نہ ماننا کفر اور جہنمی بننا ہے۔ اول: تو یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ دوم: خود مرزا قادیانی اپنے الہامی قصیدہ میں شائع کر چکے ہیں۔

من یتسم رسول دنیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم اتم وز خداوند مندرم

ازالہ اوہام میں جو خدائی امداد سے تیار ہوا تھا شائع کر چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی مسلمان کافر یا بے ایمان نہیں ہو جاتا۔ یہ تو ان ہی نبیوں کی شان ہے جو نبی کتاب اور شریعت لے کر آتے ہیں کہ ان کی مخالفت سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ چہارم: مرزا قادیانی کے اعمال ایسے ہیں جو خلاف سنت انبیاء اور معمولی دیانت و امانت سے بھی گزرے ہوئے ہیں جن کا بیان آگے آتا ہے۔ پنجم: خود مرزا قادیانی نے انبیاء میں تفریق کی۔ جب کہ (داغ ابلاہ ص ۱۳، خزائن ج ۱ ص ۲۳۳) میں شائع کیا۔ ”آج تم میں ایک ہے جو اس تک سے بڑھ کر ہے۔ آج تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔“ ششم: مرزا نے (اعجاز احمدی ص ۵۸، خزائن ج ۱ ص ۱۷۰) میں یہ شائع کیا۔ ”تکدر ماہ السابقین و عیننا الی آخر الایام لا تتکدر“ پہلوں کے پانی مکدر ہو گئے۔ مگر ہمارا چشمہ تا قیامت مکدر نہ ہوگا۔ ہفتم: مرزا قادیانی نے تمام نبیوں کو بیچ سمجھا۔ جب یہ الہام شائع کیا۔ ”لولاک لما خلقت الافلاک“

دوم..... ذاتی مشنغ کا جنون اور اسی کے مطابق حدیث انفس۔ جیسا کہ الہامات ذیل سے صاف ظاہر ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اے شمس اور اے قمر۔ تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد عرش پر خدا تیری حمد کرتا ہے۔ ایک طرف تو رسالت کا دعویٰ۔ دوسری طرف ایسے خلاف شریعت الہامات اگر منہاج نبوت کا دعویٰ نہ ہوتا تب بھی ایسے الہامات کا جواز نہ ہوتا۔ حضرت محمد ﷺ کے اندر ہر وقت حمد الہی اور اصلاح عالم کا جوش تھا۔ اس لئے زمین و آسمان، پرند و چرند، بحر و بر، شجر و بادل و گرج شمس و قمر لیل و نہار سب کچھ آپ کی حمد الہی کرتے ہوئے دکھائی اور سنائی دیتے تھے۔ تمام قرآن مجید از اول تا آخر تحمید و تسبیح، تقدیس و تلیل، توحید اور تجید باری تعالیٰ سے بھر ہوا ہے۔ ”لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ . یسبح للہ ما فی السموات والارض“ وغیرہ اپنی نسبت اسی قدر بیان ہے۔ ”انما انا بشر مثلکم یوحی الی . ما محمد الا رسول . محمد عبده ورسوله“ جا بجا ایمانی اور اخلاقی اور روحانی اصلاحوں کی تعلیم ہے۔ مگر آپ کے اندر جو اپنی مشنغ کا خیال ہر وقت جوش زن ہے خلق خدا سے مطلق ہمدردی نہیں۔ خداوند عالم کی عظمت آپ کے اندر بہت کم ہے۔ اس لئے

آپ کے الہامات اسی رنگ کے ہوتے ہیں۔ ”والله يحمدك من السماء“ اللہ تیری آسمانوں میں حمد کرتا ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد۔ اے جس اے قرہ قرآنی وحی میں کہیں یہ رنگ نہیں ہے۔ بلکہ ولد کے لفظ پر یہاں تک غضب ظاہر فرمایا ہے:

”تكساد السفنوت يفتطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هداً ان دعوا اللرحمن ولداً“ تمام قرآن میں کہیں محمد ﷺ کی تحمید نہیں۔ کہیں محمد کی نسبت ایسے الفاظ نہیں۔ بلکہ جابجا خداوند عالم کی ہی تحمید اور تقدیس ہے اور خلق خدا کے لئے وعظ و نصحت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایمان لانے کے بغیر نجات نہیں۔ مگر محمد ﷺ فرماتے ہیں۔ ”من قال لا اله الا الله دخل الجنة ولو سرق وزنى“ آپ کا دار و مدار پیش گوئیوں پر ہے۔ مگر محمد ﷺ ہر وقت اصلاح ایمان اعمال و اخلاق کی طرف مشغول تھے۔ آپ کے الہام میں ہے۔ ”رب سلطنى على النار“ اے میرے رب مجھے آگ پر اختیار دے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ اللہ مالک یوم الدین ہے۔ ”لعمن الملك اليوم لله الواحد القهار من ذالذی يشفع عنده الا باذنه“ آپ کے الہام میں آپ کی نسبت ہے۔ ”يا شمس يا قمر“ کیا سورج کی طرح آپ کے وجود پر ہمیشہ سے کسی عالم کا نظام قائم ہے۔ جیسا کہ نظام شمسی پر زمین اور سیاروں کا ہے۔ کیا سورج کی طرح ہمیشہ آپ کا نور یکساں طور پر کل عالم دنیا کو پہنچ رہا ہے۔ کیا شمس کی طرح ایک سیکنڈ کے لئے بھی آپ آرام نہیں کرتے۔ جیسا کہ سورج کے طفیل ہوا میں چلتی، بادل آتے، بجلیاں لسکتی، تمام دنیا کے کھیت اور باغات پرورش پاتے اور پکتے اور تمام دنیا کے کام چلتے ہیں۔ کیسا ویسا ہی آپ کے طفیل تمام عالم کو ہمیشہ سے اور ہر وقت روحانی رزق ملتا ہے۔ روحانی پرورش ہوتی ہے اور تمام دنیا کا دار و مدار آپ کے ہی نور پر ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آپ کے نور نے ایک قادیان کو کیا اپنی جماعت اور اپنے کنبہ کو بھی منور نہیں کیا۔ قرآنی وحی میں سید المرسلین کا نام محض سراج منیر یعنی روشن چراغ ہے نہ کہ شمس قرہ، قرآنی وحی میں الحمد للہ ہے۔ آپ کی وحی میں ”اللہ يحمدك من السماء“ ہے۔ محمد کا لفظ محمد اور محمود میں بیحد مفعول ضرور آیا ہے۔ جس میں اصلی معنوں سے کبھی متزل ہو جایا کرتا ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی نسبت کہیں نہیں۔ ”اللہ يحمدك من السماء يا محمد“

سوم..... جہشتی مقبرہ کی بنیاد: اس سے اوّل تو قرآن مجید کے متصل اور کامل ہونے کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے ایسے ضروری مسئلہ پر جو باعث نجات ہو سکتا ہے کوئی ارشاد نہیں فرمایا۔ دوم: ان تمام احادیث صحیحہ کی تردید ہوتی ہے جن میں ارشاد ہے کہ قبریں اونچی نہ کی جائیں نہ ان پر

عمار میں بنائی جائیں اور نہ ان پر کتبہ لکھے جائیں۔ سوم: سید المرسلین اور خلفائے راشدین کی سخت توہین ہے کہ ان کے مدفن بہشتی مقبرہ نہ بنیں۔ غلام احمد کا مدفن بہشتی مقبرہ بن جائے۔ چہارم: خاتم النبیین کی نادانی ثابت ہوتی ہے کہ آخروقت تک بہشتی مقبرہ کا کوئی انصرام نہ کیا۔ بلکہ ایسے آسان طریق نجات سے دنیا کو محروم چھوڑ گئے۔ پنجم: اس حدیث کا سخت خلاف ہے جس میں ارشاد ہے۔ یہود پر خدا کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ بہشتی مقبرہ کی بنیاد سے آپ کے دروازے کے لئے ایک مستقل اور عظیم الشان ریاست تو ضرور پیدا ہو جائے گی۔ یہ سب آپ کو انقلبِ حیران کلید، سرہند، اجمیر، نظام الدین اولیاء وغیرہ کے نظاروں سے ملا ہے۔ ششم: عام قبر پرستی جس میں اس وقت اکثر مسلمان مبتلا ہیں اس کی عملی تائید اور پورا استحکام ہے۔ ہفتم: قرآن مجید صاف فرماتا ہے: "لا تزد وازرة و ذرا الخری" "لا تجزی نفس عن نفس شیئاً" جب کوئی نفس ہی کام نہیں آسکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کام کیسے آسکتا ہے۔ (یہ الہامی استدلال ہے جو میں نے مرزا قادیانی کے سامنے کیا) جب کوئی نفس ہی کام نہیں آسکتا تو اس کا مقبرہ دوسروں کے کیسے کام آسکتا ہے؟ پنجم: قرآن مجید میں کسی نبی کی نسبت یہ الفاظ نہیں ہیں: "انت منی وانا منک" (ایک خواب میں میں نے مرزا کے ساتھ ان الفاظ پر بحث کی)

"لولاک لما خلقت الافلاک"

چہارم: رب العالمین کو ایک ہاڈلا حملہ اردلی سمجھتا: جو مرزا قادیانی کی خاطر دو دروازوں کی طرف اور شہر کو..... چاہ کرتا پھر رہا ہے اور اتنا بھی نہیں دیکھتا کہ مرزا قادیانی کے اصلی اور بڑے کلاب کون ہیں۔ قرآن مجید تو یہ فرماتا ہے: "وما ارسلنا فی قریة من نبی الا اخذنا اهلها بالیاساء والخسر آء لعلمهم یضربون" اس آیت میں فی قریة اور اهلها کا لفظ صاف بتلا رہے ہیں کہ جس قریہ میں کوئی نبی آتا ہے اور صاف طور پر اپنے بیان اور نشانات سے تبلیغ کرتا ہے۔ وہاں کے لوگ مصائب اور نقصان اٹھاتے ہیں نہ کہ دو دروازوں کی دیہات اور اصرار کے لوگ۔ جن کو اس نبی کی خبر تک نہیں ہوتی۔ ایسا ہی آیات ذیل میں۔

"ان من امة الا خلا فیہا نذیر" چنانچہ واقعات سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت سے فرعون اور اس کا لشکر تباہ ہوئے۔ ایسا ہی قارون مع اپنے آدمیوں کے ہلاک ہوا۔ ایسا ہی اقوام ہود و صالح و نوح و لوط وغیرہ علیہم السلام کا حال ہوا۔ آنحضرت ﷺ کی مخالفت سے گردن کشان مکہ ہلاک ہوئے اور وہ بھی دس سال کی کامل تبلیغ اور سخت مخالفت کے بعد۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبی کی مخالفت تو مکہ میں ہوئی اور ہلاک ہوئے گلگتہ، عدن، جاپان، روس،

کا گلڑہ، فارموسا اور سانس فرانسکو۔

اگر تکذیب کا ہی نتیجہ طاعون اور زلزلہ ہوں تو پہلے آپ کے سخت مخالفین۔ مثلاً پیر اخبار مولوی ثناء اللہ، مولوی محمد حسین، جعفر زبلی، مولوی کرم دین، گروہ پشاوریان۔ سب سے پہلے مخالفین قادیان جن پر تبلیغ کا حقد ہو چکی جتلا ہوں۔ ان زلزلوں اور آتش فشانیوں کی نسبت قرآنی وحی میں کیسا صاف درج ہے۔ "تکاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هذا ان دعوا للرحمن ولداً" افسوس آپ نے اور آپ کی جماعت نے اپنی کبریائی کے نشہ میں قرآنی پیش گوئی کو ایسا حقیر سمجھا کہ ذلتیات سے باہر مطلق نظر نہ رہی۔

پہم قرآن، حدیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ قرار دینا۔

ششم خداوند عالم کی فطرت کو لغت قرار دینا: چنانچہ آپ پہلے خط کے آخر میں لکھتے ہیں کہ "فطری ایمان ایک لغتی چیز ہے۔ جب تک اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔"

ہفتم متواتر خلاف عہدیاں: براہین احمدیہ کے سرورق پر شائع کیا کہ اب اس کتاب کی طبع میں کمی توقف نہ ہوگا۔ مگر اب تک نہ باقی کتاب چھپی اور نہ چندوں کا کچھ فیصلہ ہوا۔ پھر سراج منیر کی مفت اشاعت کے لئے چودہ سو روپیہ چھہہ کا اعلان شائع کیا گیا اور بہت سا چھہہ وصول بھی ہوا۔ مگر جب وہ مدتوں کے بعد شائع ہوا تو قیامت دیا گیا۔ پھر رسالہ ماہواری یعنی قرآنی طاقتوں کے جلوہ گاہ کا اشتہار دیا گیا کہ وہ ۲۰ جون ۱۸۸۵ء سے ماہ بماء نکلا کرے گا۔ پھر (نشان آسانی ص ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰) میں باہمت دوستوں سے امداد چاہی۔ "اے مرواں بکوشید ویرائے حق جو شیدا اور یہ بھی ارشاد جاری کیا کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو میرے دوست اس میں پوری مدد دیں اور ذی مقدرت لوگ زکوٰۃ سے میری کتابیں خرید کر مفت تقسیم کریں اور میری تالیفات اور بھی ہیں جو نہایت مفید ہیں۔ مثلاً رسالہ احکام القرآن، اربعین، فی علامات المعرین، سراج منیر، تفسیر کتاب عزیز۔" پھر جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں پریسوں کے لئے ۲۵۰ روپیہ ماہوار کی ضرورت پیش کی اور فرمایا کہ ہر ایک دوست اس میں بلا توقف شریک ہو اور ماہوار چھہہ تاریخ مقررہ پر بھیجتا رہے۔ اس سے بقیہ براہین اور اخبار آئندہ رسائل کا کام جاری رہ سکتا ہے۔

اب چندوں کی آمد ڈھائی سو سے بھی تین چار گنی زیادہ ہے۔ مگر براہین احمدیہ، تفسیر کتاب عزیز اور رسائل ماہوار وغیرہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔ جو کتابیں لکھی بھی ہیں ان کی قیمت اصل سے تین چار گنی زیادہ وصول کی جاتی ہے۔ تمام چھہہ مدد زکوٰۃ سبب بلا حساب پیٹ میں ہی ہضم ہو رہے ہیں۔ کیا تمام نبی اور رسول ایسے ہی بد عہد اور حکم پروردار تھے؟ بیعت کی شرائط ایسی جو

اسلام کی روح کبھی جاسکتی ہیں تاکہ بہت مسلمان داخل ہو جائیں۔ مگر بعد میں یہ اعلان دیا گیا کہ جو لنگر کا چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔ پھر جب المیاء یا لکھنؤ نے ایک تحریک پیش کی کہ لنگر کی آمد و خرچ کے انتظام کے واسطے ایک کمیٹی مقرر ہونی چاہئے تو آپ نے طیش میں آ کر یہ جواب دیا۔ ”کیا میں کسی کا خزانچی ہوں۔“ اور جب یہ تحریک پیش ہوئی کہ لنگر کا انتظام توجہ طلب ہے مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے تو از خود رختہ ہو کر جواب دیا ”کیا میں بھٹیاری ہوں؟“ سبحان اللہ! اصولیت چندہ کے تو ہمیشہ تقاضے اخباروں اور اشتہاروں میں شائع ہوتے رہیں جو تین ماہ تک چندہ ادا نہ کر سکے وہ جماعت سے خارج کیا جائے۔ مگر اس کا انتظام یا حساب کتاب ندارد۔

پھر پچارے مسافروں کی تعلیم و تربیت کے واسطے کوئی خیال نہیں۔ نہ کوئی ایسا مکان ہے جس میں پچارے کسی وقت مقررہ پر جمع ہو کر ضروری باتوں پر تعلیم حاصل کیا کریں۔ جو بچے ہیں محض خوش عقیدگی کے طور پر دو چار یوم مکلف کھانے کھا کر چلے آتے ہیں۔ انجمن حمایت اسلام جو مرزا قادیانی کے نزدیک ایک جہنمی اور گمراہ فرقہ ہے اس کی تواضع کا یہ حال ہے کہ جب دو چار یوم کے واسطے دور دراز سے لوگوں کو مدعو کرتی ہے تو ان کی مہمانی کے انتظام کے علاوہ لائق و فائق لیکچراروں کو مقرر کرتی ہے تاکہ وہ ضروریات وقت پر لیکچر دیں اور تمام لوگ ایک جگہ جمع ہو کر ان کو سن سکیں۔ تاکہ ضروری اور مفید معلومات کے ساتھ واپس ہو کر اپنی اپنی جگہ اسلام کے لئے مفید اور کارآمد ہو سکیں۔ مگر قادیان میں نہ کوئی درخت ہے نہ مکان ہے۔ بلکہ جس وقت مرزا قادیانی اپنی فراغت سے باہر آ بیٹھے تو دھینکا مشتی کے طور پر جو قریب بیٹھ گئے سو بیٹھ گئے۔ پھر سوائے خود ستائی، خود نمائی، تکفیر عالم اور عالمگیر سب و شتم کے اور کچھ گفتگو بھی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ البدر والہم بڑے فخر کے ساتھ ان..... بیہودگیوں کو شائع کرتے رہتے ہیں جس قدر قرآنی نکات اور قرآنی مشکلات کے حل مرزا قادیانی کی زبان سے البدر اور الہم اور یو یو میں نکلتے ہیں۔ وہ بھی معلوم ہیں۔ مولوی نور الدین کا درس نکال کر باقی اکثر حصہ مرزا پرستی اور خود ستائی کا ہونا ہے یا عالم کی تحقیر و تکفیر کا۔

ہشتم..... جب براہین کے طبع کے واسطے تو روپیہ موجود نہ تھا نہ چھوٹے سے رسالہ سران حمیر کے لئے۔ پھر ہزاروں روپیہ کے انعامی اشتہار کیسے دیئے گئے۔ کیا یہ کذب میں داخل نہیں؟ فہرست حاضرین جلسہ دسمبر ۱۸۹۳ء کی فہرست جو داغ الوساد میں شائع ہوئی تھی حدیث کدرع کے بعد اس میں تراش غراش کر کے ۳۱۳ کی تعداد انجام آتھی۔ یہ کیا کذب نہیں؟ بلا علم غیب لوگوں کو حرامزادہ اور بددیانت کہنا کذب نہیں ہے؟ دوسرے کے الہاموں کو بلا تحقیق شیطانی

بتانا کیا کذب نہیں ہے؟ مدت صلیب تک طبعیہ السلام ازالہ اوہام پر تین گھنٹہ درج کی پھر ص ۳۸۱ چند منٹ۔ کیا یہ کذب نہیں؟

نہم..... فحش گوئی: پھارے مولویوں کو جو بعض اسلام کی خاطر خلاف کرتے رہے۔ ان کو ولد الحرام، خنازیر، کورچشم، درندہ، ذریت شیطان، حرامزادہ، شیطان، دیوگراہ، فرعون، خبیث القلب ان پر لعنتوں کی جوتیاں پڑیں۔ ہزاروں لاکھوں ہار۔ اندھیرے کے کیزے۔ ادبائش لومڑی۔ تمام دنیا سے بدتر، دجال، بطل، جھوٹ کا گواہ کھایا۔ چھوڑے چھار، جابل، وحشی، سور اور بندر، زندیق، سانسی، کتے، بچھو، اور مادر زاد اندھے، مردار خور مولوی، نمک حرام، ہامان، ہندو زادہ۔ تو پھر کیا یہ عمل مرزا قادیانی کا واجب الاطاعت ہے اور ہم دن رات لوگوں کو فحش کالیاں نکالا کریں یا قرآن کریم کی اطاعت کریں۔ جو فرماتا ہے: ”ولا تسبوا النذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدو بغیض علم“ یا ارشادات خاتم النبیین کو جو فرماتے ہیں: ”لیس المؤمن بالطعان ولا باللعان ولا بالفاحش ولا البذی“

دہم..... آرام طلبی اور حکم پروری: مرزا قادیانی کا تو یہ حال ہے کہ اسلامی خدمت کے نام پر سات آٹھ سو روپیہ ماہوار چندہ جمع کیا۔ خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا۔ حیر، منگ، کیڑا، بید منگ، مقویات محرکات اور مفرحات بکثرت استعمال ہوتے رہے۔ ایک عبد الکریم کی بیماری میں من دیڑھ من پختہ برف لگا تار لاہور سے آتی رہی۔ یہی صاحبہ کے پاس زیور اور روپیہ اس قدر ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے چار ہزار روپیہ کا زیور اور ایک زار روپیہ نقدان سے لے کر اپنا باغ تیس سال کی میعاد پر ان کے پاس رہن رکھا۔ جو جائیداد وغیرہ مقولہ خرید کی گئی وہ علاوہ ہے۔ سفر بھی کیا تو محض یہی کی خاطر سیکنڈ کلاس میں دہلی کا مکانات بھی وسیع اور فراخ بنائے اور وہ سب ملکیت مرزا ہے۔ وقف کوئی بھی نہیں۔ برعکس اس کے خاتم النبیین سید المرسلین ﷺ کا یہ حال کہ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جمونہ پڑا، کھانے کے لئے عموماً ستویا نان جو اور بھی اکثر عمارت۔ کبھی تین تین یوم کا فاقہ اب فرمائیے کہ مرزا قادیانی کی آرام طلبی اور حکم پروری واجب الاطاعت ہے یا سید المرسلین ﷺ کی جھاکشی اور ایثار اور لیس کشی۔

یازدہم..... ترک حج: اس امر میں کیا مرزا قادیانی کی متابعت چاہئے یا احکام قرآنی اور ارشادات سید المرسلین کی اطاعت جن میں حج کی بابت سخت تاکید ہے۔

دوازدہم..... اپنی کتابوں کے لئے رقم زکوٰۃ طلب کرنا اور کتابوں کی قیمت اصل معارف سے سہ چند چار چند رکھ کر ان کا نفع اپنے صرف میں لانا۔

میز وہم..... تصاویر کھینچانا کیا سب مسلمان ایسا ہی کیا کریں یا احادیث صحیحہ کی تہذیب سے ڈریں؟
 چہار وہم..... تفرقہ اندازی: تعلیمات محمدی ﷺ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ عرب کے خونخوار جنگ جو
 پشت در پشت چلے آتے تھے بند ہو گئے اور ان میں باہم صلح و محبت ہو گئی۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا
 ہے: "اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا وكنتم علىٰ
 شفا حفرة من النار فانقذکم منها" مگر آج کا عالم گلوبج ہو کر مرزا قادیانی نے مسلمانوں کو
 ایسا پھاڑ دیا کہ ظاہر اتفاق ناممکن ہو گیا۔ مغربی تہذیب سے وسیع نظر فی پیدا ہو کر اتفاق کی تحریک
 میں شروع ہوئی تھی۔ اس کو مرزا قادیانی کی کا لم گلوبج اور عالمگیر تکفیر و تحقیر نے سخت تضار و عداوت اور
 تکفیر میں بدل دیا۔ کیونکہ اس کے نمونہ کے مطابق ہر فریق کا حق ہے کہ بلا دلیل دوسروں کو کافر اور
 جہنمی کہے اور ہر قسم کی ہمدردی کو چھوڑ دے۔ دیکھیں دو چار ہزار عیسائی مسلمان ہوئے، نہ آریہ، نہ
 سکھ، نہ ہندو۔ مگر باتوں باتوں میں صلیبی مذہب بھی ٹوٹ گیا۔ تمام ادیان پر اسلام غالب آ گیا۔
 تمام جموں نے مذاہب پاش پاش ہو گئے۔ کیا ایسی فتح مجھے نہیں ہوئی کہ میرے ہاتھ سے دجالی قتنہ
 پاش پاش ہو گیا۔ اب فرمائیے: خاتم النبیین ﷺ کے صلح خیر اخلاق قابل اجراع تھے یا مرزا قادیانی
 کے قتنہ انگیز عمل؟

بچہ ہم..... جمہوری شیخی اور کبریائی: قرآنی تعلیم کا یہ نتیجہ ہوا کہ مشرکین اور وحوش عرب فوج در فوج
 اسلام میں داخل ہو کر یہ الہامات الہی نازل ہوئی۔ "اذا جاء نصر الله والفتح ورايت
 الناس يدخلون في دين الله افواجا فسبغ بحمد ربك واستغفره انه كان
 توابا" مگر آج تیرہ کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر کے اور ملعون و جہنمی بنا کر مرزا قادیانی
 پر یہ الہام نازل ہوتے ہیں کہ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ تو میرے واسطے ایسا ہے جیسا کہ
 میری اولاد۔ جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ خدا
 عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ "سبحان الله، ماشاء الله"

ششہ ہم..... خلاف بیانیوں: جن کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس جگہ پر محض چند ایک بطور ششہ نمونہ
 ازخوارے بیان کی جاتی ہیں:

۱..... ایک وقت تو مرزا قادیانی تحریر کرتے تھے۔ "میرے دعویٰ سے انکار کے کوئی شخص کافر
 و دجال نہیں ہو سکتا۔ میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا۔ میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ اپنے
 دعویٰ سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے

شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ ماسوا اس کے ملہم و محدث کسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“

پھر اس امر کے ثبوت میں کہ اولیاء اللہ کو شیطانی الہام بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ: ”سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہی کہ ایک دفعہ شیطانی الہام مجھے بھی ہوا تھا۔ شیطان نے کہا اے عبدالقادر جیلانی تیری عبادتیں قبول ہوئیں۔ اب جو دوسروں پر حرام ہے وہ تیرے پر حلال اور نماز سے بھی اب تجھے فراغت ہوئی۔ جو چاہے کر۔ جب میں نے کہا اے شیطان دور ہو وہ ہاتھیں میرے لئے کب روا ہو سکتی ہیں جو نبی علیہ السلام پر روانہ ہیں۔ جب شیطان مع اپنے سنہری تخت کے حیرتی آنکھوں کے سامنے سے گم ہو گیا۔“

پھر دوسرے ملہموں کی تردید میں لکھتے ہیں کہ کانوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے اور بعض وقت پیش گوئیاں بھی الہام کے ذریعہ سے کرتے تھے۔ (ضرورۃ الامام ص ۱۷)

”میرا یہ دعویٰ نہیں کہ دمشق میں کوئی مثل مسیح پیدا نہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثل مسیح پیدا ہو جائے۔ میں نے صرف مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثل ہونا میرے پر ختم ہو گیا۔ بلکہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار مثل مسیح آ جائیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۹۹-۲۰۰)

مجدد سرہندی نے ایک کشف میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو ان کے طفیل خلیل اللہ کا مرتبہ ملا اور اس سے بڑھ کر شاہ ولی اللہ نے دیکھا کہ گویا آنحضرت ﷺ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ مگر انہوں نے باعث سلطت علم کے وہ خیال نہ کیا۔ بلکہ تاویل کی۔ (ضرورۃ الامام)

”سچ تو یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کئی کروڑ ایسے بندے ہوں گے جن کو الہام ہوتا ہوگا۔“

(ضرورۃ الامام)

الغرض جب مسلمانوں کو گھیرنا منظور تھا تب تو یہ قول تھے کہ میں رسول نہیں ہوں۔ میرے انکار سے کوئی مسلمان کافر نہیں بن جاتا۔ اولیاء اللہ کو شیطانی الہام بھی ہو جاتے ہیں۔ شیطانی الہاموں میں کئی پیش گوئیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر اب جو جماعت کافی ہو گئی تب یہ ہو گیا کہ جو مرزا قادیانی کو نہ مانے خارج از اسلام اور غیر ناجی ہے۔ مرزا قادیانی کے جس قدر الہامات ہیں خواہ وہ مخالف القرآن و حدیث ہوں۔ سب رحمانی اور آمیزش شیطانی سے بالکل پاک ہیں۔ تمام پیش گوئیاں خواہ وہ کیسے ہی ملہم اور مہمل ہوں اور کیسی ہی صورت میں ظہور پذیر ہوں وہ عظیم الشان نشان ہیں۔

۲..... (ازالہ ادہام ص ۵۱، خزائن ج ۳ ص ۳۷۳) میں دابۃ الارض کے معنی طوائف ظاہری کئے گئے۔ پھر (پنج گھنٹہ لکھتہ ش ۳۹، خزائن ج ۳ ص ۳۷۳) میں اس معنی کی تشریح کئے گئے ہیں۔

۳..... جلسہ تعطیلات دسمبر ۱۸۹۰ء میں جو لوگ قادیان میں جمع ہوئے تھے ان کی فہرست میں نے خود تیار کی تھی۔ جو دفعہ الوسادس میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں جو حدیث کدرع آپ کو معلوم ہوئی جس میں یہ ذکر ہے کہ مہدی اپنے اصحاب کو جمع کرے گا ان کی تعداد اہل بدر کے مطابق ۳۱۳ ہوگی اور ان کے نام مع سکونت و ولدیت و پیشہ وغیرہ ایک کتاب مطبوعہ میں درج کرے گا۔ جب آپ نے اصل فہرست میں تراش خراش کر کے ۳۱۳ ناموں کی فہرست انجام آتھم میں شائع کر دی۔ بعض نام پہلی فہرست میں سے نکال دیئے اور بعض نئے نام ایزا کر دیئے۔

۴..... لفظ ذنب کا ترجمہ رسائل اربعین اور اشتہار مہلبہ میں گناہ کیا گیا۔ پھر ریویو میں ان معنوں سے انکار کیا گیا۔

۵..... مدت صلیب مسیح علیہ السلام کی نسبت ازالہ ادہام ص ۳۹ پر تین گھنٹہ درج فرمائے۔ پھر ۳۳۲ پر درج کیا۔ قریباً دو گھنٹہ سے بھی کم وقت رہے۔ پھر ص ۳۸۱ پر لکھا چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب سے اتار لیا۔

۶..... طاعون کی بابت پہلا اشتہار جو شائع کیا اس میں طاعون کی وجہ عام بدکاری اور بے ایمانی ظاہر کی گئی اور الہام بھی تھا۔ ”ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی ینفیروا ما بانفسہم“ مگر بعد میں اس کو بار بار اپنی تکذیب کا نتیجہ ظاہر کیا گیا۔

۷..... زلزلہ کی بابت الہامی الفاظ تو یہ ہیں: ”چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی بیخ بار۔“ مگر اشعار میں جو اس پر تک بندی کی گئی اس میں یہ ظاہر کیا۔

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو

ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

۸..... پہلے غلام احمد ہونے کا فخر کرتے رہے۔ پھر رفتہ رفتہ خاص احمد بن گئے۔

۹..... پہلے جردی نبی اور اتسی نبی پھر رفتہ رفتہ کامل اور مستقل نبی بن گئے۔ اس قدر خلاف بیانیوں اور پھر اس پر دعویٰ یہ ہے پہلوں کے پانی گد لے ہو گئے۔ مگر ہمارا چشمہ تاقیامت گد لانا نہ ہوگا۔ گویا کہ پہلی تمام کتابیں اور تمام حقائق رواد اور آج مرزا قادیانی کے ڈھکوسلے صاف چشمہ بن گئے جو تاقیامت کدر نہ ہوگا۔

۱۰..... پہلے میری تفسیر القرآن کی نسبت یہ الفاظ شائع کر دیئے۔ ”نہایت عمدہ ہے۔ شیریں بیان ہے۔ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ دل سے لکھی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔“ مگر اب البدر مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء میں شائع کرتے ہیں۔ ”ڈاکٹر عبدالحکیم کا تقویٰ صحیح ہوتا تو وہ کبھی تفسیر لکھنے کا نام نہ لیتا۔ کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ اس کی تفسیر میں ایک ذرہ روحانیت نہیں اور نہ ظاہری علم کا کچھ حصہ ہے۔“ (بھلا مرزا تو اہل ہے اس کی تفسیر کہاں گئی۔ تاکہ اس کی روحانیت کا مقابلہ اپنی تفسیر سے کر لیا جائے یا جس قدر مرزا قادیانی کی تصانیف اب تک شائع ہو چکی ہیں تو ان میں ہی کوئی نکتہ روحانیت ایسا بتایا جائے جو میری تفسیر میں مذکور نہ ہو) پھر اسی البدر کے ص ۳۲ میں یہ بھی درج ہے کہ میں نے اس کی تفسیر کو کبھی نہیں پڑھا۔ (پھر کل کی نسبت رائے کیسے قائم کر دی) معتقد ہم..... خالی دعویٰ: چنانچہ مفسر اور عالم القرآن ہونے کا دعویٰ بار بار شائع ہوا۔ مگر میں نے جو اپنی تفسیر از اول تا آخر سنا لی تو تمہیں بھی کوئی نکتہ معرفت نہ بتلایا نہ غیر حل شدہ مشکلات کا کوئی حل کیا۔ ایک بار تو شائع کیا کہ انگریزی زبان میری تین تہجڑوں کی مار ہے۔ میں حسین سے بڑھ کر ہوں۔ میری جماعت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ مسیح علیہ السلام کے معجزات کو سسریزی کرشمہ ظاہر کر کے دعویٰ کیا کہ اگر میرے نزدیک یہ فعل مکروہ نہ ہوتے تو میں ان سے بڑھ جاتا۔ (جو اب میں بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر خود نمائی اور خود ستائی کو میں مکروہ نہ سمجھتا تو میں کوئیوں کی کثرت اور صفائی میں میں مرزا قادیانی سے بڑھ جاتا) میں محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوں اور خدا کا ارادہ ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی فتح ہو۔ (کیا خوب تمام اسلامی فوج آپ سے باغی اور کافر شدہ۔ بڑی فتح ہوئی) چونکہ مجھے دنیا کے بے ادبوں اور بد زبانوں سے مقابلہ پڑتا ہے۔ اس لئے اخلاقی قوت اعلیٰ درجہ کی دی گئی ہے۔ (سارے مولوی کافر، سور، حرا حراہہ! سبحان اللہ کیسی اعلیٰ درجہ کی قوت اخلاقی ہے؟) اس زمانہ میں کوئی نہیں جو قرآنی معارف اور کمالات کے افاضہ اور اتمام حجت میں میرے برابر ہو سکے۔ (نہ معلوم پھر تفسیر کیوں نہیں لکھی اور اندرونی دبیرونی مخالف کیوں نہیں مانتے) میرے انھاس کفر کش ہیں۔ (حیرہ کر دہ مسلمانوں اور کل عالم کو کافر جو بنا دیا) جو صاحب مرزا قادیانی کے خالی دعوؤں اور شیخیوں کا طومار دیکھنا چاہیں وہ ان کے رسالہ ضرورۃ الامام کو ملاحظہ کریں۔

حیرہ وہم..... گبڑے ہوئے مذاقوں کی تائید: ایک عبدالکریم کی وفات پر کس قدر مدتوں مرثیہ خوانی ہوئی۔ مسلمان حکم پروری، فضول خرچی اور آرام طلبی میں بدنام ہیں۔ آپ کا لنگر خانہ اور قادیان میں پڑے رہنا ان عطلوں کا کیسا اعلیٰ نمونہ اور موید ہے۔ زمانہ حال کی تعلیم پر اعتراض ہے

کہ مصنف لیکچرار، اخبار نویس، مضمون نویس، اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ مگر عہدہ انہ تو خود کچھ کرتے ہیں اور نہ اداروں سے کرا سکتے ہیں۔ یہی منظر آپ نے اور آپ کی جماعت کا دیہانی نے پیش کر رکھا ہے۔ جماعت محمدی علیہ السلام کا حال بالکل برعکس تھا۔ یعنی ان کی باتیں تھوڑی اور عمل زیادہ تھے اور اب عمل تھوڑے مگر باتیں زیادہ ہیں پھر بیچارہ سجادہ نشینوں اور گوشہ نشینوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ قبر پرستی کی تائید میں ہستی مقبرہ اور عمارت پرستی کی تائید میں منارہ کی بنیاد ڈال دی۔

نوزوہم..... تعمیر منارہ: اول تو بذات خود ایک لغو اور نمائشی عمارت ہے۔ دوم اس تعمیر میں ان احادیث صحیحہ کی تردید ہے۔ جن میں ارشاد ہے کہ سب سے برا طریق روپیہ بردار کرنے کا فضول عمارت بنانا ہے۔ سوم اسلام کو اس وقت اشاعت القرآن کی ضرورت ہے۔ دس ہزار روپیہ میں دس ہزار قرآنی تفاسیر مفت شائع ہو سکتی ہیں۔ ایسے وقت میں جب کہ اسلام مفلس ہے۔ اسلامی روپیہ فضول عمارت میں صرف کرنا سخت ظلم ہے۔ مگر افسوس نفسانی نشہ میں آپ نے کچھ خیال نہ کیا۔ چہارم یہ شرک پسند طبع کے واسطے ایک بت ہو سکتا ہے۔

بسم..... انبیاء کی تعزیر: ازالہ اوہام میں مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیوں پر نظر آکا کہا کہ یہ بھی کچھ پیش گوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے۔ مری پڑے گی۔ لڑائیاں ہوں گی اور قحط پڑیں گے۔ پھر ایسی پیش گوئیوں کو عظیم الشان بنایا جا رہا ہے۔ مسیح علیہ السلام کے معجزات کو سرسری کرشمہ قرار دے کر فرمایا کہ اگر یہ عاجز اس عمل کو مردہ اور قابل نفرت نہ جانتا تو ان انجوبہ نمائیوں میں حضرت مریم سے کم نہ رہتا۔ اس خالی شیخی کا ثبوت کیا ہے؟ اعجاز احمدی میں شائع کیا۔ ”تکدر ماہ السابقیین وعیننا۔ الی آخر الا تنکدر“ پہلوں کے پانی مکدر ہو گئے۔ ہمارا چشمہ تاقیامت مکدر نہ ہوگا۔ سبحان اللہ! کیا وہی چشمہ ہے کہ وقائے عہد نہ کرنا، جموٹ بولنا، اسراف بیجا، خلاف بیانی جموٹی شیخی، فحش گوئی، شکم پروری، نفس پرستی، آرام طلبی، توہین رب العالمین، توہین انبیاء، کثرت مفرحات و تقویات، تفرقہ اندازی، گدائی، تفسیر القرآن میں خلاف بیانیاں۔

بست وکیم..... بھیک مانگنا: البدر ۲۳، ۳۰ جنوری میں شائع کیا۔ ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی لنگر خانہ میں چندہ روانہ کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج ہوگا۔ کیا تمام انبیاء ایسے ہی پیٹ گداتھے؟ کیا اس میں ”لا اسئلكم علیہ اجر“ کا خلاف نہیں ہے۔ اس حساب سے جو بیچارہ نادار ہو اور چندہ نہ دے سکے۔ وہ گویا اسلام سے خارج اور جہنم میں جموں کا جائے گا۔ بننے ہتال تو اپنے روپیہ کی وصولیت میں مکان اور زمین وغیرہ ہی قرق کرایا کرتے تھے۔ جس کو شائستہ گورنمنٹ نے خود بند کیا اور قید بھی بلا قطع معہ

خوراک جائز قرار دی۔ مگر مرزا قادیانی اپنے سوال کی عدم ادا نیکی میں ہمیشہ کی جہنم میں گراتے ہیں۔ ایک تو گدائی پھر پھارے ناداروں کو ہمیشہ کا جہنم، مسجدوں کے ملاؤں پر تو دین فروشی کا التزام لگایا کرتے ہیں اور خود یہ عمل ہیں۔ حمایت الاسلام، ندوۃ العلماء، ایجوکیشنل کانفرنس، محسن الملک اور تمام اسلامی خادم قوم کی تعلیم و تربیت یتیموں کی پرورش، غریبوں کی امداد، نو مسلموں کی تالیف اور قومی ترقی کے واسطے ضرور چندہ کرتے ہیں۔ مگر اس میں اپنے اور کتبہ کے پیٹ نہیں پالے جاتے نہ ان کے ہاتھوں کی بیویاں زیورات سے لہتی اور جائیدادیں خریدتی ہیں۔ نہ ان کے سانس سرسور سالے اس میں پرورش پاتے اور نہ ان کے بھانڈے اور مداح موٹ ہوتے ہیں اور نہ وہ اپنی ذاتی عمارت کو وسیع کرتے ہیں اور نہ اس قومی روپیہ سے کتا میں چھپوا کر ان کا منافع آپ خورد برد کرتے ہیں۔ پھر وہ مرزا قادیانی کے نزدیک کافر، جہمی اور وصال ہیں۔ ہزاروں آفریں ایسے کافروں پر جیسا کہ محسن الملک اور شمس الدین ہیں۔

بست و دوم..... مرزا قادیانی کے خلاف چند ملہمین با خدا کے الہامات:

- ۱..... الہامات مولوی عبدالرحمن کھنڈ کے والے: ”وما یعدہم الشیطان الا غروراً واتخذوا آیاتی ورسلی ہزواً اولئک ہم الکافرون حقاً ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطاً“
- ۲..... الہامات حافظ حاجی مولوی عبدالحق غزنوی: ”وما کید فرعون الا فی تباب، من شد شد فی النار، سنسمہ علی الخراطوم“
- ۳..... الہامات مولوی الہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور: ”ان اللہ لا یہدی من ہو مسرف کذاب، خوانا اثیماً“ جو اور کا چیتے برا اس کا برا ہو جائے گا۔ ”سنسمہ علی الخراطوم“ عیسائیوں کشت بہ تصدیق خرے چند زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو۔

(حصائے موی ص ۸۲ تا ۸۵، ص ۲۲۵ تا ۲۲۹)

۴..... جب مرزا قادیانی کا رسالہ الوصیت شائع ہوا۔ اس وقت شیخ الہی بخش کو الہام ہوا۔ ”وما یعدہم الشیطان الا غروراً لویواخذہم اللہ بما کسبوا العجل لهم العذاب“

۵..... جب میرے حمیدی و توحیدی لیکچروں پر پٹیلہ میں فتنہ برپا ہوا۔ اس وقت مرزا مراد بیگ سامانوی کو الہام ہوا: ”انہم فی طفیلنہم یعمہون“ مجھے خواب میں معلوم ہوا کہ قریب تھا اس مشرکانہ جماعت پر صاعقہ گر پڑتا۔

۶..... جب میرا سالہ الذاکر الکریم نمبر ۳۰ شیخ الہی بخش کی خدمت میں پہنچا تو ان کو میری نسبت

الہام ہوا۔ ”واللہ یختص برحمته من یشاء“

۷..... جب مرزا قادیانی نے اپنی ۳۰ سہ ماہی کی وحی میں یہ الفاظ شائع کئے۔ ”فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔“ مجھے خیال گذرا کہ میں ابن صباح والی کارستانی نہ ہو جائے جو ایک بڑا عالم فاضل گذرا ہے۔ جس کے ہزاروں ایسے ظلم مرید ہو گزرے تھے کہ اس کے اشارے سے بڑے بڑے آدمیوں کا خون کر دیتے تھے۔ تو میں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا۔ تب مجھے الہامات ذیل ہوئے۔ ”انک لمن المرسلین“ اس سے مجھے اطمینان ہو گیا کہ اللہ کریم مجھے محفوظ رکھے گا اور میرے دشمن ہلاک ہوں گے۔ پھر الہام ہوا۔ دجالی فتنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ پھر الذاکر الکریم نمبر ۳۰ کی نسبت الہام ہوا۔ ”ان هو الا نکر للعالمین لمن یشاء منکم ان یستقیم“ پھر مرزا قادیانی کی نسبت دل میں ڈالا گیا۔ ”فسریقاً کذبتم وفسریقاً تقتلون“ ایک خواب میں کیا دیکھتا ہوں ایک چارپائی پر میں اور مرزا ہیں اور سرانے کی طرف اسی چارپائی پر ان کی بیوی صاحبہ اور میں بہشتی مقبرہ کے خلاف آیات ذیل پیش کرتا ہوں۔ ”لا تزر وازرة وزرا اخری۔ لا تکلف نفس عن نفس شیئاً“ بیوی صاحبہ کہتی ہیں ہمارا اس قدر روپیہ جو صرف ہو چکا وہ برباد جائے گا۔ میں جواب دیتا ہوں کہ اسلام کے مقابلہ پر آپ کے روپیہ کی کیا حقیقت ہے اور ان سے اعراض کر کے اس نے مرزا قادیانی کو مخاطب کیا۔ پھر ”انت منسی وانا منک“ والے الہام پر جرح کی۔ وہ کہنے لگے پھر بیعت کر لو۔ میں نے جواب دیا کہ مخالف تحریکات جو برہمنی ہیں پہلے اپنی اصلاح کرو۔ پھر دعا کرو۔ کیونکہ میں مدقون آپ کا مرید رہا ہوں اور بڑی خدمتیں کی ہیں۔ کم سے کم چار روز تو آپ میرے واسطے دعا کرنے میں وقف کریں۔ ”هل جزاء الاحسان الا الاحسان“

بست وسوم..... مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں میں غلو اور کذب کی آمیزش: نمونیا ہم اس جگہ محض چند پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو مرزا قادیانی نے اپنے صدق کی بنیاد ٹھہرایا اور جن کو قتل از وقت دعوتوں کے ساتھ شائع کیا کہ اگر یہ جھوٹی نکلیں تو مجھ کو دجال، کذاب، خائن، مفتری، شریر، بدترین، خلاق، زندیق، کافر سمجھا جاوے اور مجھے ہر قسم کی سزا دی جائے۔

۱..... عنوا نیل اور بشر کی ولادت کی پیش گوئی، اقتباس از اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ”خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنوا نیل اور بشر بھی ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا عظیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے

والا ہوگا۔ دو شنبہ ہے مہارک دو شنبہ ”فرزند دلہند گرامی ارجمند مظہر الاول
والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء“ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ وہ
صاحب شکوہ و دولت و عظمت ہوگا۔ بہنوں کو نگاریوں سے صاف کرے گا۔ اسیروں کی دستکاری
کا موجب ہوگا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی اور
خواہن مہارک سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا حیرت نسل بہت ہوگی۔ پھر
۱۷۸۸ء کو شائع کیا کہ اگر وہ عمل موجود میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے محل میں جو اس کے
قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔ ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو ٹھٹھری شائع کی کہ وہ مولود مسعود ڈیڑھ ماہ
رات کے پیدا ہو گیا ہے۔ فالحمد لله علین ذالک! اب دیکھنا چاہئے کہ یہ کس قدر بزرگ
پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ اس کے حقیقہ پر لہجہء دہم و دھام کی اور دور دور سے احباب کو
اس تقریب پر بلایا۔ مگر وہ فرد عظیمیّت میں ہی فوت ہو گیا۔ خواتین مبارک کہ بھی جنہوں نے اس
پیش گوئی کے بعد اتنا حقاہت معلوم کہاں رہی یا کل مئی؟

۲..... متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم جو ۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر ایک مباحثہ کے خاتمہ پر کی اس
بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمرا جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا
ہے۔ وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہادیہ نہیں
گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر
ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں
آئے گی بعض اندھے سو جا کھ کئے جائیں اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے
لگیں گے۔ (جنگ مقدس ص ۱۸۸)

پھر روئید اذ مقدمہ میں مرزا قادیانی نے بعد الت مجسٹریٹ گورداسپور اقرار کیا کہ فریق
سے مراد صرف آتھم ہے۔ ڈاکٹر کلارک وغیرہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ رسالہ کرامات الصادقین
کے سرورق پر بھی ظاہر کیا کہ عبداللہ آتھم کے مرنے کی مجھے بشارت ملی۔ مگر جب عبداللہ آتھم میعاد
مقررہ کے اندر فوت نہیں ہوا بلکہ اس کے بعد مذہب مسویت پر ہی فوت ہوا۔ تب مرزا قادیانی نے
ہزاری، دو ہزاری، سہ ہزاری اور چہار ہزاری اشتہار بد میں مضمون شائع کیا کہ عبداللہ آتھم پیش
گوئی کی وجہ سے موت سے ڈرتا رہا ہے۔ اس لئے موت اس سے ٹل گئی۔ اگر وہ نہیں ڈرتا تو قسم کھا
کر ظاہر کرے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ انڈاری پیش گوئیاں اکثر ٹل جایا کرتی ہیں۔ جیسا کہ قوم یونس پر
سے عذاب ٹل گیا تھا۔ پھر انجام آتھم کے ص ۱۲ پر رجوع آتھم پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب

سے اس نے پیش گوئی سنی تھی۔ عیسائیت کی حمایت پر ایک سطر بھی نہیں لکھی۔ کشتی نوح میں مرزا قادیانی نے پھر یہ نئی بات ظاہر کی کہ آتھم نے عین جلسہ مباحثہ میں ستر ہزار آدمیوں کے روبرو آنحضرت کو دجال کہنے سے رجوع کیا تھا اور پیش گوئی کی بناء بھی تھی۔ پھر سب سے عجب برخلاف بیانی لیک اور ہے جو مرزا قادیانی کے ہی الفاظ درج ذیل ہے۔ ”اگر آتھم رجوع بحق نہ کرے گا تو ہادیہ میں گرایا جائے گا۔“ یعنی اس کا رجوع بحق کرنا ہادیہ میں گرائے جانے کو مانع ہے۔ گویا ان دونوں باتوں میں تضاد کا علاقہ ہے۔ جیسی رات اور دن میں یا سیاہ اور سفید میں کہ ایک ہوئے دوسرے کا ہونا ناممکن ہے۔ مگر (انوار الاسلام ص ۵) میں لکھتے ہیں۔ ”وہ ہادیہ میں گرایا جانا عبد اللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈالا اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامگیر ہوا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا۔ یہی اصل ہادیہ تھا اور سزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے۔ جس کا ذکر الہی عہد میں موجود تھی۔ نہیں بیشک یہ مصیبت ایک ہادیہ تھا۔ جس کو عبد اللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔“

(کشتی نوح ص ۶)

پر ایک اور خلاف بیانی کی ہے۔ ”پیش گوئی میں یہ بیان کیا کہ مریض میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مر گیا۔“ سو وہ آتھم پہلے مر گیا۔ یہ کیسا سفید جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔ اصل الہام کے الفاظ کچھ ہیں اور آپ کبھی کچھ بیان کرتے ہیں اور کبھی کچھ۔ گویا کہ اپنے منہ سے اقرار کر رہے ہیں کہ وہ سب من گھڑت الہام تھا۔ ”ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً“ اگر آپ کے سوائے کسی اور کے پاس سے ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات پاتے۔

مگر عبد اللہ آتھم نہ تو میعاد مقررہ کے اندر فوت ہوا اور نہ اس نے جھوٹ بولنا اور عاجز انسان کو خدا بنانا چھوڑ کر رجوع الی الحق کیا۔ مرزا قادیانی کی تاویلات بے بنیاد ہیں۔ اول تو اصل پیش گوئی کے یہ الفاظ ہیں کہ جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ صاف بتا رہے ہیں کہ رجوع سے مراد الوہیت مسیح سے تائب ہونا اور اسلام کی طرف جھکتا ہے نہ کہ محض موت سے ڈرنا۔ دوم: ایسا ڈر تو مرزا قادیانی کو بھی آریہ کی دھمکی پر ہوا تھا اور گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں امداد اور حفاظت کی درخواست پیش کی تھی۔ پھر کیا اس ڈر کے بھی معنی ہیں کہ آپ نے اس الہام سے رجوع کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے لئے بالفاظ ذیل نازل کیا تھا۔ ”يا عيسى انى متوفيك . والله يعصمك من

الناس "سوم: محض خوف عذاب پیش گوئی کو نہیں ٹال سکتا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں ہے کہ سعد نے امیہ بن خلف کو آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی سنا دی تھی کہ تو ایک روز مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اس سے امیہ سخت گھبرایا اور قسم کھائی کہ مکہ سے میں کبھی نہ نکلوں گا۔ جب جنگ بدر کا موقعہ ہوا تو ابو جہل نے اس کو سخت مجبور کیا۔ تب اس کی بیوی نے وہ پیش گوئی اسے یاد دلائی۔ امیہ نے کہا میں تمھوڑی دورانیس رخصت کرنے جاؤں گا۔ راستہ میں وہ کوشش کرتا رہا کہ قابو پا کر واپس ہو جائے۔ مگر خدا نے اسے بدر کی لڑائی میں قتل کرایا۔

الغرض باوجود یکہ امیہ بن خلف پیش گوئی کو بچ سمجھ کر ڈرتا رہا۔ مگر وہ موت سے نہ بچ سکا۔ چہارم: عبداللہ آتھم سے قسمیہ اقرار لیا نہ بھ بیسوی کے خلاف تھا۔ اس لئے اس نے جواب دیا کہ باقتیار خود قسم کھانا میرے مذہب میں حرام ہے۔ گرجھے حلف کرانا ہے تو عدالت میں طلب کرو۔ عدالت کے جبر سے میں قسم کھاؤں گا۔ (نور افشاں مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۳ء)

پنجم: قوم یونس سے جو التوائے عذاب ہوا وہ ایمان لانے سے ہوا تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے: "فلولا كانت قرية آمنت ففعلها ایمانها الا قوم یونس لعلنا امنوا کشفنا عنهم عذاب الخزی فی الحیوة الدنیا و متعنهم الی حین" "ششم: یہ دعویٰ کہ عبداللہ آتھم نے پیش گوئی کے بعد عیسائیت کی حمایت میں ایک سطر نہیں لکھی۔ محض غلط ہے۔ کیونکہ خلاصہ مباحثہ جو آتھم نے پیش گوئی کے بعد تحریر کیا۔ اس کے ص ۴ پر لکھتے ہیں کہ: "مخزوب منشوں کو ہم مسئلہ تثلیث و توحید کیا سمجھا سکتے تھے۔ جس سے ظاہر ہے کہ وہ مباحثہ کے بعد اسلام کے خلاف تثلیث پر برابر جمارہا۔" پھر اسی رسالہ ص ۸ میں مرزا قادیانی کے الہامات "انت منی وانا منک" پر لکھتے ہیں۔ ہم کو تو اس آئینہ میں چہرہ کسی دہریہ یا ہمہ اوست کا جو برادر توام دہریہ کا ہے نظر آتا ہے اور اشارتاً مرزا قادیانی کو دجال اور جھوٹا کہا ہے۔ ہفتم: پہلے التوائے موت کا سبب موت سے اور ڈرنا ظاہر کرتے رہے۔ پھر (کشتی نوح ص ۶) میں یہ ظاہر کیا کہ آتھم نے عین جلسہ میں آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کر لیا تھا۔ یہ تحریر الفاظ پیش گوئی کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان میں عاجز انسان کو خدا بنانا اور عمار جھوٹ بولانا تائے موت و جہنم قرار دیئے گئے تھے اور اگر عبداللہ آتھم نے آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا تھا تو اسی وقت اس امر کا اعلان کر دینا چاہئے تھا کہ وہ رجوع کر چکا ہے۔ اس لئے اب پندرہ ماہ کے اندر نہیں مرے گا۔ بلکہ بعد کی تقریروں اور تحریروں میں یہی ظاہر کرتے رہے کہ آتھم ضرور مرے گا۔ ہشتم: کبھی تو یہ ظاہر کیا کہ وہ موت سے ڈرتا رہا۔ کبھی یہ کہ آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا۔ اس لئے ہادیہ میں نہیں

گرایا گیا۔ کبھی یہ ظاہر کیا کہ وہ ہادیہ میں گرایا گیا۔ نیم: پیشین گوئی کے الفاظ میں ہے۔ ”جو جج پر ہے اور بچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی۔“ یہ الفاظ مرزا قادیانی کی صاف تکذیب کرتے ہیں۔ کیونکہ اختتام میعاد پر نہایت کثرت سے اور سخت از سخت اشتہارات و رسالہ جات مرزا قادیانی کے خلاف عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوئے اور کل ہندوستان میں مرزا قادیانی کی سخت از سخت ذلت و رسوائی ہوئی۔ وہم: پیش گوئی کے اجزایہ بھی تھے۔ اس وقت یہ پیش گوئی ظہور میں آدے گی۔ بعضے اندھے سو جا کھے کھے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ یہ صریحاً باطل ثابت ہوئے۔ کیونکہ کوئی سخت مخالف جو لنگڑے اور بہرے اور اندھے کے مشابہ ہو سکتے تھے۔ اس پیش گوئی کے خاتمہ پر مرزا قادیانی کے مریدوں میں داخل نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض مرید اور انکار میں پڑ گئے۔ مسلمانوں نے یہاں تک شائع کیا کہ جو لوگ اسلام کی آڑ میں ہو کر اس کو بگاڑنا چاہیں وہ ہمیشہ ذلیل اور خوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ اس ذلت کا اقرار خود مرزا قادیانی نے (سراج منیر ص ۴۷)..... کیا۔ ”انہوں نے پشاور سے لے کر الہ آباد اور بمبئی اور کلکتہ اور دور دور کے شہروں تک نہایت شوخی سے ناچنا شروع کیا اور دین اسلام سے ٹھٹھے کئے اور سب مولوی یہودی صفت اور اخباروں والے ان کے ساتھ خوش خوش اور ہاتھ میں ہاتھ ملائے ہوئے تھے۔“

نواب محمد علی خاں صاحب رییس مالیر کوٹلہ نے اس پیش گوئی کے خاتمہ پر ایک خط میں یہ لکھا تھا اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ عبد اللہ اب تک صحیح و سالم موجود ہے اور اس کو بسزائے موت ہادیہ میں نہیں گرایا گیا۔ اگر ہادیہ کے معنی صرف ذلت و رسوائی کے لئے جائیں تو بیشک ہماری جماعت ذلت و رسوائی کے ہادیہ میں گر گئی۔ میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔ (انجام آئتم ص ۱۷) پر مرزا قادیانی نے خود بعض مریدوں کو بھر جانا مانا ہے۔ (تو کیا یہی اندھے تھے جو دیکھنے لگے اور لنگڑے تھے جو چلنے لگے اور بہرے تھے جو سننے لگے؟) اس سے تو کھلے طور پر مرزا قادیانی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اور وہ ہر قسم کی ذلت اور سزا کے مستحق ٹھہر گئے۔

۳..... پیش گوئی کے متعلق لکھنؤ ام: اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء میں الہام ذیل شائع ہوا۔ ”عجل جسد له خوار له نصب و عذاب“ اور خدا کی طرف سے ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بد زبانوں کی سزائیں یعنی بے ادبیوں کی سزائیں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔

پھر یہ بھی لکھا کہ اگر اس شخص پر چھ سال کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے زلا اور خارق حادث اور اپنے اندر الہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور ہر قسم کی سزا کا مستحق۔

اصل پیش گوئی میں دکھ اور عذاب کے الفاظ ہیں۔ پھر ان کی تشریح یہ کی ہے کہ وہ عذاب خارق عادت ہوگا اور الہی ہیبت رکھتا ہوگا۔ مگر کرامات الصاویقین میں ہے۔ ”قبشہر نسبی دہی بموتہ فی سنت سنۃ“ (قاعدہ نمونہ کی رو سے یہ جملہ قلط ہے۔ فی سنت سنین چاہئے) میرے رب نے مجھے بشارت دی کہ وہ چھ سال کے اندر مر جائے گا۔ مورخہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو لیکھ رام چھری سے مارا گیا۔ کیا اس کو خرق عادت عذاب اور الہی ہیبت والا عذاب کہہ سکتے ہیں؟ کیا جس قدر کُل ہوتے ہیں وہ خرق عادت اور مجرہ میں داخل ہیں۔ ایسے معجزات تو سرحد کا بل پر ہمیشہ ہوتے رہتے اور جنگ ٹرنیسووال اور جنگ روس و جاپان میں تو لاکھوں ہوئے۔ کیا ان سب کو خرق عادت کہہ سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی نے سراج منیر میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر پیش گوئی فی الواقع ایک عظیم الشان ہیبت کے ساتھ ظہور پذیر ہو تو وہ خود بخود دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ پس وہ کون کون سے لوگ ہیں جن کے دلوں کو اس پیش گوئی کی عظیم الشان ہیبت نے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔

۳..... پیش گوئی مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد اور لڑکی کی نسبت: اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کا اقتباس۔

پیش گوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا قدرت حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
 جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا کوئی پا جائے گا عزت کوئی رسوا ہوگا
 اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لئے
 سلسلہ جنائی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح
 تمہارے لئے ایک موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا اور تمام رمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ
 گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۰ء میں درج ہے۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام
 بہت برا ہوگا۔ جس کی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور
 ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے اور ان کے گھر پر تفرقہ اور کجی اور مصیبت پڑے
 گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ عربی الہام
 اس بارہ میں یہ ہے: ”انما زو جن لکھا“ ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا۔ ”کذبوا بایتنا

وكانوا بها يستهزون • فسيكفيكمهم الله ويردها اليك لا تبديل لكلمات الله ان
 ربك فعال لما يريد • انت معي وانا معك عسى ان يبعثك ربك مقاما محموداً“
 یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان سب کے
 تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو
 تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ
 چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں اور مقرب تجھے وہ مقام ملے
 گا جس میں تیری تعریف کی جاوے گی۔ رسالہ شہادت القرآن میں اس کی میعاد ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء
 سے قریباً گیارہ مہینہ باقی بتلائے ہیں۔ اس لئے ۲۱ اگست ۱۸۹۳ء کو مرزا غلام احمد کا داماد فوت ہونا
 چاہئے تھا۔ مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک زندہ ہے اور بدستور مرزا کا مخالف ہے۔ پہلے نان کیشن
 افسر تھا اب کیشن افسر ہے۔ مرزا قادیانی نے ظاہری اسباب میں بھی اس نکاح کے لئے بڑی
 کوششیں کیں۔ چنانچہ جب مرزا قادیانی کو خبر ملی کہ احمد بیگ اپنی لڑکی کی شادی اوزجکہ کرنے والا
 ہے۔ تب ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء کو انہوں نے ایک طویل خط بڑے زور شور سے مرزا علی شیر بیگ کے
 نام لکھا جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ: ”اگر آپ اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں تو میں
 اپنے بیٹے فضل احمد سے اس کی بیوی کو طلاق دوادوں گا۔ ایک طرف جب محمدی کا کسی شخص سے
 نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو
 خاق اور لاوارث کر دوں گا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کروئے اور اس کا یہ ارادہ بند
 کرادو گے تو میں بدل دجان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جواب میرے قبضہ میں ہے۔ ہر طرح سے
 درست کر کے آپ کی لڑکی کی آہادی کے لئے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔“

اسی تاریخ کو ایک خط عزت بی بی کی والدہ کے نام لکھا جس کے چند سطور حسب ذیل
 ہیں: ”والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی یعنی مرزا احمد بیگ کی
 لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے
 ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی
 مرزا احمد بیگ کو سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھا دو اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور الدین اور
 فضل احمد کو لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ
 کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو خاق کیا جاوے اور اپنے بعد اس
 کو وارث نہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔ سو امید کرتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی

طرف سے طلاق نامہ لکھا جاوے گا۔ سو محمدی کا دوسری جگہ نکاح ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔“
تیسرا خط اسی مضمون کا مرزا قادیانی نے اپنی بہو سے لکھا کر اس کی والدہ کی طرف بھیجا۔ چوتھا خط مرزا قادیانی نے احمد بیگ کے نام اسی مضمون پر لکھا کہ اگر مرزا قادیانی تمام تدابیر میں ناکام رہے اور ان کی آسانی منکوحہ اب تک مرزا سلطان محمد کے تحت میں ہے جس کو ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء تک فوت ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر مرزا قادیانی اس میں بھی یہی کہتے ہیں کہ احمد بیگ تو مر گیا اور اس کا داماد سلطان محمد خوف اور توبہ کی وجہ سے فک گیا۔ کیا سلطان محمد مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا اور ان کی آسانی منکوحہ کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کے حوالہ کر دیا ہے؟ اور الہام کا اصل جز یعنی محمدی کا مرزا کے نکاح میں آنا پورا ہو گیا۔ جو تمام قضیہ کی بنیاد ہے اور جس کی نسبت الہام میں یہ الفاظ تھے۔
”اننا زوجنا کھا فسیکفکھم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لعا یرید“ کہ اللہ ان سب کے مقابلہ پر تیرے واسطے کافی ہوگا اور اس کو تیری طرف واپس لے آئے گا۔ اللہ کے الفاظ بدل نہیں سکتے۔ تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ قدرت حق کا عجب ایک تراشا ہوگا۔ کیونکہ اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ کی آسانی منکوحہ دوسرے انسان کے تحت میں ہے اور گیارہ بچہ جن چکی ہے۔

۵..... پیش گوئی متعلقہ مولانا ابوسعید محمد حسین بنالوی و ملا محمد بخش مالک اخبار جعفر زئی لاہور اور مولوی ابوالحسن تفتی: اقتباس از اشتہار مورخہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء ”میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے میرے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بنالوی نے اپنے رسالہ ”اشباع السنۃ“ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زئی اور ابوالحسن تفتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۷ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا تو اے میرے مولا اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرے ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک بذلت کی بارگاہ اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر اور اس روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا! اے میرے مولیٰ! میرے منعم! میرے ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں۔ تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرے ہمینوں میں جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ

محمد حسین اور جعفر زلی اور تقی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے نشان ظاہر فرما کہ ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ”ضربت علیہم الذلۃ“ کا مصداق کر۔ آمین ثم آمین!

یہ دعواتی جو میں نے کی اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا اور چند عربی الہامات ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں: ”ان الذین یصدون عن سبیل اللہ سینالہم غضب من ربہم ضرب اللہ اشد من ضرب الناس انما امرنا اذا اردنا شیئاً ان نقول له کن فیکون . اتعجل لا مرى انى مع العشاق . انى انا الرحمن ذوالمجد والعلی و يعرض الظالم علی یدیه و یضرح بین یدى جزاء سية بمثلها ما وترهقہم ذلہ . مالہم من اللہ من عاصم فاصبر حتہ یاتى اللہ مع الذین ہم محسنون“ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء گذر گئی اور محمد حسین و ملا محمد بخش اور مولوی ابوالحسن تقی سب ہی حال میں زندہ و سلامت اور باعزت رہے۔ جیسا کہ پہلے سے تھے جب کہ پیش گوئی کی میعاد قریب الاقترام ہوئی۔ تب مرزا قادیانی نے ایک شخص کی معرفت علماء سے فتویٰ حاصل کیا کہ حضرت مہدی کے منکر کا کیا حکم ہے۔ اس پر علماء نے جو فتویٰ دیئے اور مرزا قادیانی نے ان کو مولوی محمد حسین پر چسپاں کر کے ۷ جنوری ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار شائع کر دیا کہ جس طرح مولوی محمد حسین نے میرے اور فتویٰ کفر کا لگایا تھا اس پر بھی لگ گیا۔ پس یہی میری پیش گوئی کا مدعا تھا اور بس! کہاں تو الہام کے یہ الفاظ کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ ضرب اللہ اشد من ضرب الناس! اور کہاں یہ فتویٰ جو خود مرزا قادیانی پر بھی ایسا ہی چسپاں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خود بھی تو اس مہدی کے منکر ہیں جو عام طور پر نانا جاتا ہے۔ ہاتھ کاٹنے کی خود مرزا قادیانی نے یہ تفسیر کی تھی کہ ظالم نانا جائز تحریر پر پھچتا دے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ مگر مولوی محمد حسین و ملا محمد بخش و ابوالحسن صاحبان آج تک اسی طرح مرزا قادیانی کے مخالف اور کذاب اور منکر ہیں۔ پھر یہ تاویل بھی خلاف بیانیوں سے نہیں بنی۔ چنانچہ ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار دیا جس میں ذلت کے اسباب حسب ذیل گنائے:

۱..... مولوی محمد حسین نے میرے الہامی جملہ ”عجبت له“ پر اعتراض کیا۔ حالانکہ عجبت کا صلہ لام فصحاء کے کلام میں موجود ہے۔ اس سے اس کی بے عزتی ہوئی۔

۲..... ہمارے مقدمہ میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے اس کو سخت ست کہا۔ بلکہ اس سے یہ عہد لیا کہ آئندہ کو وہ مجھے دجال کا دیانی کا فرد غیرہ نہ کہے گا۔

۳..... مولوی محمد حسین نے لفظ ڈسپاراج کا ترجمہ غلط کیا۔

۴..... اس کو زمین مل گئی یہ بھی ذلت ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔

لام صلہ کے تو انکار کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ ایک خط میں ابوسعید محمد حسین جو بنام مولوی ابوالوفا ثناء اللہ بھی لکھتے ہیں۔ السلام علیکم! مرزا جموں لکھتا ہے میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ عجبت کا صلہ لام کبھی نہیں آتا۔ حدیث مشکوٰۃ ”عجبا له یسئلہ ویصدقہ“ مجھے بھول نہیں گئی۔ میں نے یہ کہا تھا کہ قرآن میں عجبت کا صلہ من آیا ہے۔ ”قالوا اتعجب من امر اللہ“ (ابوسعید) پھر اگر صرغی یا ضوی غلطی بخلاف ہوتا کوئی بڑی ذلت ہے تو مرزا کا دیانی کی کس قدر ذلت ہوئی۔ جب محمد حسین نے آپ کی غلطیوں کو طویل فہرست شائع کی اور خاص کر جب آپ کی الہامی عبارتوں میں غلطیاں ثابت کی گئیں۔

زمینداری کی ذلت محمد حسین کو آج ملی۔ مگر مرزا پشت در پشت سے اس ذلت میں مبتلا ہیں۔ باقی رہا مقدمہ کے فیصلہ کی ذلت اس میں طرفین سے برابر قرار لئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس فیصلہ کی کل تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱..... میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جا سکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچنے کی یا وہ مورد عتاب الہی ہوگا۔

۲..... میں خدا کے پاس اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو یا ہندو ہو) یا عیسائی وغیرہ کو ذلیل کرنے سے دیا۔ ان سے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحث میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳..... میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے بچتا رہوں گا۔ جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی محتمل وجہ رکھتا ہو کہ لاطاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الہی ہوگا۔

۴..... میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست پیرد کے ساتھ مباحثہ کرنے میں دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرد کی نسبت کوئی لفظ مکمل، دجال، کافر، کاذب، بظالوی نہیں لکھوں گا۔ میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵..... میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرد کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وہ خدا کے پاس مہلبہ کی درخواست کریں تاکہ وہ ظاہر کریں۔ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرد کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤں گا۔

۶..... جہاں تک میرے معاملہ طاقت میں ہے تمام اشخاص کو جن پر میرا حقہ پر اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کار بند ہونے کا میں نے دفعہ ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا ہے۔ مولوی محمد حسین نے اشاعت السنۃ نمبر ۳ جلد ۹ بابت ۱۹۰۲ء ص ۷۰ پر مرزا قادیانی کے جواب میں عبارت ذیل شائع کی۔

مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار ۱۸۹۹ء میں مضمون غلط اور خلاف واقعہ مشتہر کیا ہے کہ ابوسعید محمد حسین نے اس اقرار نامہ پر دستخط کر کے اپنے فتویٰ کو اشاعت السنۃ جلد ۱۳ میں شائع کیا تھا منسوخ کر دیا ہے اور اسی بناء پر مرزا قادیانی نے اس اشتہار میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ وہ فیصلہ ابوسعید محمد حسین کے منشاء کے برخلاف ہوا۔ ہم کو مرزا قادیانی سے بحث و خطاب منظور نہیں۔ ہم صرف پبلک کو آگاہ کرنے کی غرض سے اس امر کا اظہار واجب سمجھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے اس بیان میں مجھ پر اور محضریٹ خلیج پر افتراء کیا اور پبلک کو دھوکا دیا۔ خاکسار بشمول تمام مسلمانوں کے جو مذہب باطل مرزا کے مخالف ہیں مرزا قادیانی کو اس کے عقائد باطلہ مخالف اسلام کے سبب دینا ہی گمراہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اس اقرار نامہ پر دستخط کرنے سے پہلے جانتا تھا اور اس کے حق میں وہی فتویٰ دیتا ہے جس کو جلد اشاعت السنۃ میں مشتہر کر چکا ہے۔ اب رہا حدیث پیش کردہ مرزا قادیانی کی تفسیر۔ وہ قاتح قوم کے حق میں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ایک چہ بھڑ میں بھی نہ دیتے تھے..... اسی اصول کو آج گورنمنٹ برطانیہ نے موجب استحکام سلطنت سمجھا ہے کہ جو قاتح قوم

زمینداری کی طرف جھک جائے تو وہ جلدی کمزور اور ذلیل ہو جاتی ہے۔ رہا مولوی محمد حسین کی طرح زمینداری اس قسم کی تو خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو بھی حاصل تھی۔ چنانچہ خبیر کی زمین اسی طریق پر دی گئی تھی۔ پھر عجب تر تماشہ اس پیش گوئی میں یہ ہے کہ ملا محمد بخش لاہوری اور ابوالحسن تپتی جو اس میں شامل تھے ان کی نسبت مرزا قادیانی اشتہار مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۹۹ء میں یہ فرماتے ہیں کہ ان کی عزت و ذلت دونوں طفلی ہیں۔ پھر اسی اشتہار میں لکھتے ہیں۔ وہ جعفر زٹی جو گندی گاؤں سے باز نہیں آتا۔ اب اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا۔ یہ سفید جھوٹ ہے۔ کیونکہ اس کے بہت سے اشتہارات مرزا قادیانی کے خلاف نکلے رہے۔ مثلاً ”مرزا کا ذب اور ہم۔“ مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۹۹ء کو بعنوان ”مسح کا ذب کے ساتھ ہاتیں۔“ ۲۵ جون ۱۸۹۹ء کو بعنوان ”قادیان کا جھوٹا مسح“، یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء بعنوان ”الحکم کی غلط فہمی“ ۱۵ دسمبر ۱۸۹۹ء کو بعنوان ”عجیب جواب۔“ بندہ ملا محمد بخش از لاہور، یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء، ”پیش گوئی متعلقہ نشان آسمانی میعاد سے سالہ“ اقتباس از اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء۔

اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا (آمین) اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے گواہی دے۔ جس کو زبانوں سے کھلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے۔ کافر، کا ذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ (اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء) گو یہ الفاظ دعائیہ ہیں۔ مگر مرزا قادیانی اپنے رسالہ (اعجاز احمدی ص ۸۸) پر اس دعا کو پیش گوئی قرار دیتے ہیں اور اپنی دعا کی نسبت اسی اشتہار کے ص ۳ پر فرماتے ہیں کہ: ”سلطان ایسی دلیل کو کہتے ہیں کہ جو اپنی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے۔“ (اشتہار مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۸۹۹ء) پھر ص ۳ پر عبارت ذیل ہے۔ ”اگر تو اے خدا تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے۔ میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلا دے اور اپنے بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور فاسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صدق سمجھ لوں گا جو میرے پڑ لگائے جاتے ہیں۔ میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی

مردود و ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔“ پھر اس پیش گوئی کو اس طرح پورا کیا کہ ایک رسالہ اعجاز احمدی لکھا۔ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ کے نام بھیج کر مبلغ دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار دیا کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری اتنی ہی ضخامت کا رسالہ اردو عربی نظم جیسا میں نے بنایا ہے۔ پانچ روز میں بنادے تو میں دس ہزار روپیہ ان کو انعام دوں گا اور اس قصیدہ کا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا اور فرمایا کہ یہ قصیدہ ایسا فصیح و بلیغ ہے کہ جیسا قرآن آنحضرت کا معجزہ ہے اور اس سے میری وہ پیش گوئی جو سہ سالہ میعاد کی میں نے طلب کی تھی وہ پوری ہوئی۔ سبحان اللہ! اسکا جواب ثناء اللہ نے دیا اور جو ۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء کے پینڈہ اخبار میں شائع ہوا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے مرزا قادیانی اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں تو پھر میں آپ کا شاکر دوں گا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے۔ جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آ کر طبع آزمائی نہ کریں اور حرم سرائے سے کولہ ہاری کریں اور دراصل یہ قصیدہ اعجازی ہے تو پانچ روز کی قید کیوں لگائی؟ کیا قرآن شریف نے اپنے مقابلہ پر قید لگائی ہے کہ اگر اتنی مدت سے زندہ ایام میں اس کے مقابل کوئی سورت لاؤ گے تو وہ روی میں پھینک دی جائے گی۔ پھر ساتھ ہی اس قدر مدت میں چھپ جانے کی شرط ہے۔ گویا کہ آپ کا یہ بھی معجزہ ہے کہ دو پریس آپ کے پاس موجود ہیں جو دن رات آپ کو کام دے سکتے ہیں اور میرے پاس نہیں ہیں۔ ناظرین یہ ہیں مرزا قادیانی کی بھول بھلیاں۔ پھر اس قصیدہ اعجازیہ میں صرفی نحوی اور عرضی غلطیوں کی ایک فہرست پیش کی۔ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ قصیدہ اعجازی ہے تو یہ معجزہ تو بقول آپ کے اس تین سالہ میعاد سے پہلے کا حاصل تھا۔ چنانچہ ۱۳۱۱ھ سے آپ ایسے ہی مقیدہ اعجازی تصانیف مثل لور الحق، کرامات الصادقین اور سر الخلافہ شائع کرتے رہے ہیں اور فیروز ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء کو پینڈہ اخبار میں آپ نے شائع کرایا تھا کہ عرصہ دس سال سے میرا دعویٰ عربی میں اعجاز نمائی کا ہے۔ پھر جو نشان اور معجزہ اس پیش گوئی سے سات سال پہلے کا آپ کو حاصل ہے۔ وہ اب پیش گوئی کا صداق کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا گذشتہ امور بھی پیش گوئی میں داخل ہیں؟ پھر پیش گوئی میں تو یہ بھی الفاظ ہیں کہ وہ آسمانی نشان ہوگا جو انسانی ہاتھوں سے بالا ہوگا اور یہ فعل آپ کا ہے تو کیا آپ انسان نہیں اور اگر یہ انسانوں کے ہاتھوں سے بالا ہے تو پانچ یوم کی

میرا دیکوں لگائی گئی۔ ایک خط مولوی حاجی محمد یونس نے اس اعجازی قصیدہ کے مقابل پر لکھا جس کی چند سطور یہ ہیں۔ ”اب میں بذریعہ تحریر مرزا قادیانی سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام روانہ فرمادیں یا اخبار میں شائع فرمادیں اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا وسعت بخشیں۔ جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا اس سے بیس دن کے اندر انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔“ (پیرہ اخبار سورہ ۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء)

اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

..... پیش گوئی متعلقہ طاعون پنجاب ”میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بد شکل اور سیاہ رنگ اور خوناک اور چھوٹے چھوٹے قد کی ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں۔ جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔ میرے پرین امر مشہد ہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا یا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔“ (اشہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء)

مرزا قادیانی کی آخری مدت کے لحاظ سے بھی طاعون کا زور شور ۱۹۰۰ء میں ہونا چاہئے تھا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ۱۹۰۲ء میں یعنی مرزا قادیانی کی پیش گوئی سے دو سال بعد طاعون کا زور شور بعض شہروں اور بعض قصبوں میں ہوا۔ پھر خدائے قدوس اور ذوالجلال کی شان میں کیا اچھے الفاظ ہیں۔ ابتداء نومبر ۱۹۰۲ء سے خدا تعالیٰ روزہ کھولے گا۔ اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اس اظہار کے وقت کون کون ملک الموت کے قبضہ میں آیا ہے۔

..... ۸..... پیش گوئی متعلق حفاظت قادیان از طاعون: ”انہ اوی القرية“ اس الہام کی بابت اشہار ۶ فروری میں یہ درج ہے کہ اب تک اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے واضح البلاء میں شائع کیا گیا کہ خدانے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ قادیان اس کی خوناک تباہی سے محفوظ رہے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ پھر تمام قوموں، انجمنوں اور ان کے سربراہ آوردہ اشخاص کو لگاڑ لگاڑ کر چیلنج دیا کہ کوئی مولوی پنڈت، پادری، صوفی، مہاتما، سجادہ نشین، درویش ایسا ہے جو اپنی ہستی کی نسبت ایسی حفاظت کا دعویٰ کرے۔ اگر کوئی ہستی یا شہر یا گاؤں اس وقت تک طاعون سے بچا ہوا بھی ہے تو ایسے دعویٰ کی اشاعت کے بعد وہ ضرور جلائے طاعون وہ جائے گا۔ خاص کر انجمن حمایت اسلام، علی گڑھ کالج اور مشنریوں کو تو بہت ہی اجمار ہے کہ آداب اس رسول

کے مقابلہ پر ایسا نشان دکھاؤ۔ فرض ان تمام دعوؤں اور مقابلہ آرائیوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ قادیان طاعون سے ایسی محفوظ رہے گی کہ کوئی ہستی یا گاؤں یا شہر ایسا محفوظ نہیں رہ سکے گا اور یہ صاف دین نشان ہوگا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے نشانات تورات میں مذکور ہیں۔ مصر میں شدت کی دہا پڑی فرعون کی بکثرت ہلاک ہوئے۔ مگر بنی اسرائیل مطلق بچے رہے۔ پلوٹھے مرنے شروع ہوئے تو فرعونوں میں تو آدمیوں، گھوڑوں، بیلوں، گدھوں، بچروں اور اونٹوں کے سب پلوٹھے فنا ہوئے۔ مگر بنی اسرائیل کے پلوٹھی سب بچ رہے۔ مویشی میں دہا آئی۔ جس سے فرعونوں کے مویشی ہلاک ہوئے۔ مگر بنی اسرائیل کے مویشی بچے رہے۔ کھیتوں میں دہا آئی تو فرعونوں کے کھیت جل گئے۔ مگر بنی اسرائیل کے کھیت بچ رہے۔ چھوٹی، جوں، کھٹل، مینڈک اور خون کی کثرت ہوئی۔ جس سے فرعونوں کے درو پوار، مگن و مکان، برتن و صندوق سب پر ہو گئے۔ مگر بنی اسرائیل کے مکانات، صندوق اور ظروف سب بچے رہے۔ حالانکہ فرعون اور بنی اسرائیل طے جلے رہتے تھے۔ مگر داغ البلاء میں پڑھ کر دیکھو کہ بڑائی اور اذاعا کا کوئی حد و انتہاء نہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ آخر کار طاعون قادیان میں پھیلا۔ جس کی نسبت البدر مورخ ۱۶ مارچ ۱۹۰۴ء میں یہ الفاظ شائع ہوئے کہ خود طاعون نے صفائی شروع کر دی اور مارچ و اپریل ۱۹۰۴ء میں ۳۱۳ آدمی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ قادیان میں طاعون پھوٹنے کے بعد عجیب عجیب تاویلات ہوئیں۔

اول تو یہ کہ طاعون قادیان سے نسبتاً محفوظ رہے گی۔ (یہ تو اکثر دیہات اور شہروں کی نسبت کہا جاسکتا ہے۔ پھر وہ امتیازی نشان کا دعویٰ اور گھمنڈ کہاں گیا) ایسے تو اکثر گاؤں اور شہر میں پھر نشان بین کیا ہوا۔

دوم یہ کہ قادیان میں طاعون جاری نہ ہوگا۔ جو سخت جہاں کرنے والا ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ ”انہ اوی القریۃ“ میں قریہ کا لفظ ہے۔ قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیر سے نکلا ہے۔ جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواصلت رکھتے ہیں۔ اس میں ہندو اور چھ بڑے بھی داخل نہیں (تو گویا قرآن مجید میں ”ان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر“ ہے تو اس کے بھی معنی ہیں کہ ایک ایک گھر میں یا ایسے لوگوں میں جو آپس میں مواصلت رکھتے ہیں نذر آئے اور ہندوؤں اور چھ بڑوں میں نہیں آئے تو آپ کرشن کہنے بنے۔ کیا تو گھمنڈ اور دعویٰ تھے۔ مگر الٹا چھوڑ کر کوال کو ڈانٹے۔ یہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کا ہی عمل

ہے۔ چنانچہ البدر مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۰۴ء قطر از ہے۔ ”قادیان میں طاعون کی جو چند وارداتیں ہوئیں۔ ہم افسوس سے بیان کرتے ہیں کہ سوائے اس کے کہ اس نشان سے ہمارے منکر اور کذب کوئی فائدہ اٹھانے اور خدا کے کلام کی قدر اور عظمت اور جلال ان پر کھلتی۔ انہوں نے پھر سخت شوکر کھائی۔“ پھر ۱۶ مئی کے پرچہ میں لکھتا ہے۔ قادیان میں طاعون حضرت مسیح علیہ السلام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے۔ خود محمد افضل ایڈیٹر البدر بھی طاعون سے ہلاک ہوا اور میری رائے میں مولوی عبدالکریم کو بھی نو مایک پلیگ ہوا تھا۔ کیونکہ وہ دفعۃً نو مایک پلیگ ہو کر ہلاک ہوا۔ ”انسی احافظ کل من فی الدار الا من استعلیٰ بالاستکبار“ اب کہاں گئی وہ کشتی نوح جس میں بیٹھنے والے نجات یافتہ تھے۔ اب خاص گھر کے اندر کی نسبت پیش گوئی ہے۔ اس کی نسبت آگے دیکھا جائے گا۔ اس پیش گوئی کے متعلق جو جو رنگ بدلے گئے اور خلاف بیانیوں ہوئیں کچھ تو اوپر بیان ہو چکیں۔ ایک اور بھی قابل ذکر ہے۔ دافع البلاء میں یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آجاتا ہے تو وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے اور قادیان کو دارالامان اور طاعون سے محفوظ قرار دے کر ظاہر کیا گیا کہ دور دور سے بکثرت لوگ آ کر طاعون سے قادیان میں پناہ لیں گے۔ اس لئے تو وسیع مکانات کے واسطے چندہ کی درخواست پیش کی گئی اور چندہ آنے بھی شروع ہو گئے۔ مگر جب اپنے ہوائی بلبلے چھوٹتے ہوئے نظر آئے تو ایک اعلان حسب ذیل شائع کر دیا۔

اعلان..... چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بکثرت زور پر ہے۔ اس لئے اگر چہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کیا جاوے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسے اکثر پہلے احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اب کی دفعہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو بچاوے۔ اگر ظاہر اسباب پر بنی مدارجات تھا تو وہ فوق العادت اور معجزانہ حفاظت کہاں گئی جس کا اعلان اس قدر زور شور کے ساتھ دافع البلاء میں شائع کیا گیا تھا اور وہ یہ ونچریوں کو جو ظاہری اسباب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مقابلہ پر لکارا گیا تھا۔

۹..... پیش گوئی کے متعلقہ مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری: (اگر مولوی ثناء اللہ سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو مجموعی تو ثابت کریں اور ان کو ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔ ص ۱۱) مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا کہ سب

پیش گوئیاں جموٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ آ کر تحقیق کے لئے قادیان میں آئیں۔ ”نزول المسیح“ میں ڈیرہ سو پیش کوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جموٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ لے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے۔ پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ ص ۲۳

”اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے:

۱..... وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور جی پیشین گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲..... اگر اس پنج پورہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو وہ ضرور پہلے مرے گے۔

۳..... اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تران کی روسیاسی ثابت ہوگی۔“

(اعجاز احمدی ص ۳۷)

اس تحدی کے بعد مولوی ثناء اللہ قادیان پہنچے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب مرزا غلام احمد قادیانی رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندوباً اعجاز احمدی ص ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں۔ چونکہ آپ بقول خود ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ سے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہند سے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تنہیم میں کوئی دقیقہ ہائی نہیں چھوڑیں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں کبھی آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔ ”راقم ابوالوفاء ثناء اللہ“ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء سوا چار دن کی اس کے جواب میں جو ٹال بازی کا خط طول طویل مرزا قادیانی نے لکھا اس کی چند سطور حسب ذیل ہیں جو کل کا خلاصہ ہے۔ ”یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کا لانعام کے رو برو حفظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں۔ بلکہ آپ نے

بالکل منہ بند رکھنا ہوگا۔ جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔ اذیل صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں۔ تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو صمیمہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں۔ ہم خود پڑھ لیں گے..... چاہئے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔“ اس طولانی خط کے جواب میں ابوالوفائے حسب ذیل خط بھیجا۔

”الحمد لله وسلام على عباده الذي اصطفى . اما بعد“

از خاکسار ثناء اللہ!

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب! آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا۔ مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی ص ۳۳، ۱۱، حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ ادویٰ میں انہیں صفوں کا حوالہ دے چکا ہوں۔ تو پھر اتنی طویل کلامی جو آپ نے کی ہے بجز ”العادة طبيعية ثانية“ کے اور کیا سنی رہتی ہے۔ جناب من کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلا تے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (خاکسار) آپ کی پیش گوئیوں کو جموئی ثابت کروں تو نے پیش گوئی میں ایک سو روپہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطر میں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں۔ ”هذا قسمة ضيبي زي“ وغیرہ وغیرہ۔ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء اس کا جواب مرزا قادیانی نے خود کچھ نہیں دیا۔ بلکہ مولوی محمد احسن سے ایک پرچہ لکھوادیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ آپ کی اصلاح جو بلطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں۔

۱۰..... بعض پیش گوئیاں محض فلفل ثابت ہوئیں۔ مثلاً ”کلب يموت على الكلب“ والی،

”لك الخطاب العزت“ والی، قیصر ہند کی شکر بیہ والی، گرامیدے وہم مدارج والی۔

۱۱..... شیخ مہر علی کی ذلت و عذاب والی جس کا اشتہار مورخہ ۸ فروری ۱۸۹۳ء کو دیا گیا۔

۱۲..... سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر کے فرزند ہونے کی نسبت جن سے پانچ سو روپہ

پیشگی بے کر ایک سال دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا اور جس کی تاریخ ۱۵ اگست ۱۸۸۸ء سے

۱۵ اگست ۱۸۸۹ء تک تھی۔ ان کے نام دعویٰ سے لکھا تھا کہ اگر آپ کی نسبت کوئی کملی کملی بشارت

ذلی یا اس بشارت کے موافق نتیجہ ظہور میں نہ آیا تو پھر میری نسبت آپ جس طور کا براء اعتقاد چاہیں

اختیار کریں۔ مگر اس تمام دعویٰ کا نتیجہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

۱۳..... پیش گوئی متعلقہ زلزلہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۴ء کے بعد ایک چالیس خیز زلزلہ کی پیش گوئی عجیب عجیب رنگ آمیزیوں اور ذمہ معنی تشریحات کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔ اول تو براہین احمدیہ کے الہامات ذیل کو جو ۱۸۸۴ء میں شائع ہو چکی تھی اس زلزلہ پر چسپاں کیا گیا۔ ”فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا واللہ موہن کید الکافرین“ پھر آئین محمود جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی تھی اس کے اشعار ذیل کو اس پر منطبق کیا۔ کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت۔ مجھے یہ بات مولانا بتادی۔ ”سبحان الذی اخزى الاعادی“ اور نیز الہام ذیل کو جو الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا تھا۔ اس زلزلہ کا مصداق ٹھہرایا گیا۔ ”عفت الیدیار محلها ومقامها“ حالانکہ اس کے ساتھ یہ نوٹ بھی تھا۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ ۱۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک اشتہار بنام النداء شائع کیا۔ جس میں یہ پیش گوئی شائع کی۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔ ”نزلت لك نری آیات ونهدم ما یعمرون انی مع الافواج ایتك بغتة“ پھر ۱۸ اپریل ۱۹۰۵ء کو اشتہار الانذار میں شائع کیا۔ تازہ نشان، تازہ نشان کا دحلہ زلزلہ الساعۃ پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ ساتھ ہی یہ ظاہر کیا کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا اور کوئی شدید آفت۔ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب ہوگا۔ بہر حال وہ حادثہ زلزلہ ہوا یا کچھ اور قریب ہوا یا بعید پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ بہار کی نسبت لکھا ممکن ہے اس وحی کے اور کچھ معنی ہوں اور بہار سے کچھ اور مراد ہو۔ خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے۔ خواہ کوئی یا ہر ہو۔ ۲۹ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر زلزلہ کی خبر بار سوم شائع کی۔ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ میں چھپ کر آؤں گا۔ میں اپنی فوجوں کے ساتھ اس وقت آؤں گا کہ کسی کو گمان بھی نہ ہوگا کہ ایسا حادثہ ہونے والا ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کو شائع کیا۔ پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ بھونچال آیا اور شدت سے آیا۔ زمین تہ و بالا کر دی۔ ۲۰ مارچ ۱۹۰۶ء کو ۲۸ فروری کے زلزلہ کے بعد شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں۔ بلکہ آنے کو ہے اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا۔ ان تمام پیش گوئیوں میں امورات ذیل قابل غور ہیں۔

اذل..... جو الہامات زلزلہ کی بابت براہین میں شائع ہوئے ان کی بابت پچیس سال تک یہ سمجھ میں نہ آیا کہ وہ زلزلہ کی نسبت ہیں۔ بلکہ عفت الدیار محلہ ادمقاہما کے معنی الحکم ۳۰ مئی ۱۹۰۳ء میں یہ شائع کئے گئے کہ طاعون ہر جگہ پڑے گی اور سخت پڑے گی اور بعد میں اس کے معنی زلزلہ کئے گئے۔ پھر یہ کیسے یقین کیا جائے۔ عقائد جدیدہ کے الہامات کی بناء پر آپ نے قائم کئے وہ غلطی سے خالی نہیں۔

دوم..... سابقہ پیش گوئیوں اور تمہیمات کے غلط ثابت ہونے پر جب آپ نے زلزلہ کی پیش گوئیوں میں یہاں تک احتیاط کیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت وہ قریب ہے یا بعید۔ بہار سے مراد بہار ہے یا کچھ اور۔ اگر بہار مراد ہے تو یہی بہار مراد ہے یا کوئی اور۔ پھر جن الہامات کی بناء پر آپ تمام مسلمانوں کو غیر تاجی اور خارجی از اسلام قرار دیتے اور تمام نئی نوع کو جہنمی بتلاتے ہیں ان میں کیوں تاویل نہیں کرتے۔ خاص کر جب کہ وہ ربوبیت عامہ اور رحمانیت و رحیمیت تامہ خداوند عالم کے منافی ہیں۔

سوم..... مسیح علیہ السلام کی پیش گوئیاں متعلقہ زلزلہ انجیل میں موجود ہیں۔ ان کی نسبت یہ کیوں لکھا تھا کہ یہ بھی کوئی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلہ آئے گا اور مری پڑے گی؟ اور اب اپنی پیش گوئیوں کے متعلق زلزلہ و طاعون کو کیوں عظیم الشان ظاہر کیا جاتا ہے۔

نتیجہ..... نمونیا جو تیرہ پیش گوئیوں پر غور سے نظر کی گئی تو صاف معلوم ہوا کہ جس دعویٰ اور تصدی کے ساتھ پیش گوئیاں شائع کی گئی تھیں ویسا کسی ایک میں بھی ظہور نہ ہوا۔ شروع میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا ظہور نہایت ہی حیرت انگیز اور عبرت خیز طریق پر ہوگا۔ جس سے جھوٹے اور سچے میں صاف امتیاز ہو جائے گا۔ مگر ہر پیش گوئی میں نتیجہ برعکس ہی ہوتا رہا اور وہ ان شیطانی الہامات کا مصداق ثابت ہوئیں۔ جن میں کوئی جز پورا ہو جایا کرتا ہے اور اکثر حصہ جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید کی آیات ذیل سے ثابت ہوتا ہے: ”هل انتبکم علیٰ من تنزل الشیطین تنزل علیٰ کل افک اثم یلقون السمع و اکثرهم لکاذبون“ دوسرے مقامات پر شیاطین کے علم غیب کی نسبت اس طرح فرمایا ہے: ”الا من خطف الخطفة الا من استرق السمع“ ان پیش گوئیوں کے واقعات سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ مرزا قادیانی کی دعائیں مردود ہوتی رہیں۔ چنانچہ بشیر موعود کے بارہ میں قبل از وقت اور نیز ایام بیماری میں بے حد دعائیں کی گئیں۔ مگر سب مردود ہوئیں۔ پھر عبداللہ کی وفات کی نسبت بے حد دعائیں کی گئیں۔ مگر سب مردود ہوئیں۔ آسمانی منکوحہ، ذلت مولوی محمد حسین و ملا محمد بخش و ابوالحسن کے واسطے نشان

آسانی میعادى سه ساله کے لئے اور حفاظت قادیان کے لئے بے حد دعائیں کیں تاکہ مرزا قادیانی کا جلال دنیا پر ظاہر ہو۔ مگر سب مردود ہوئیں۔ بلکہ ہر پیش گوئی کے انجام پر مرزا قادیانی کی سخت ذلت ہوتی رہی۔ سید امیر شاہ صاحب رسالہ ارمیجر سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر پوری جدوجہد کے ساتھ ایک سال تک فرزند زینہ کے واسطے دعائیں کیں۔ مگر سب مردود رہیں۔ ”وما دعاء الکافرین الا فی ضلال“ اس معیار کے لحاظ سے مرزا قادیانی کے کفر کا ایک ثبوت ملتا ہے۔ پھر ان تمام پیش گوئیوں میں سفید جھوٹ متضاد بیانات اس کثرت سے ہیں کہ مرزا قادیانی کا کذاب ہونا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ بے حیائی بھی ایسی ہے کہ جہاں ایک پیش گوئی غلط ثابت ہوتی نظر آئی تو فوراً تاویل کر دی اور آئندہ کے واسطے اور میعادى پیش گوئی زیادہ زور اور تحدی کے ساتھ شائع کر دی کہ اگر یہ جھوٹی ثابت ہوئی تو مرزا قادیانی کو کذاب، دجال، ملعون، مردود اور کافر سمجھا جائے۔ فالحمد للہ کہ ایسا ہی ثابت ہوتا رہا۔ پھر آخر کار زلزلہ کی پیش گوئیوں میں عجیب رنگ آمیزیاں کیں کہ نہ زلزلہ کا یقین ہے نہ اس کے وقت کا، نہ لفظ بہار کا نہ زلزلہ کی تعداد کا۔ ۲۸ فروری کو شائع کر دیا کہ وہ جاہی خیر زلزلہ آنے کو ہے۔ پھر جب تاخیر ہوتی گئی تو شائع کر دیا کہ اس زلزلہ میں تاخیر ہوگئی۔ سچ ہے: ”یعدہم ویمنیہم وما یعدہم الشیطان الا غرورا“ شیطان ان کو وعدے دیتا اور امید دلاتا ہے۔ مگر شیطان جو ان کو وعدے دیتا ہے وہ جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ یہاں تک یہ تو صاف طور پر ثابت ہو چکا کہ مرزا قادیانی ایک سخت عتیار، مصرف، کذاب، خائن، آرام پسند، شک پرور، بد فہم، بد عقل، تنگ ظرف، بے حیا، مغلوب الغضب، متکبر، خود پسند، خود ستا، شیخی باز، بد چلن، سنگ دل، فحش گو اور بدخلن انسان ہے۔ خداوند عالم، انبیاء علیہم السلام، فطرت اللہ اور کتب ساوی کی تحقیر تو بین کرتا ہے اور سوائے اپنی بڑائی اور کبریائی کے اس کا کوئی اور مشن نہیں۔ پس ایسا انسان ایک نبی یا مجدد یا انام یا بزرگ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اب ذیل میں چند آیات واحادیث مختصر آ پیش کرتا ہوں۔ جن سے مرزا قادیانی کا دجال، کذاب ہونا، صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

..... دجالوں کی بڑی علامتیں حدیث صحیح میں یہ مذکور ہوئی ہیں کہ وہ سب کے سب بڑے جھوٹے ہوں گے اور دعوی نبوت کریں گے۔ مرزا کا کذاب ہونا تو بخوبی ثابت ہو چکا۔ اس جگہ وہ اور سفید جھوٹ جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت ہیں بیان کئے جاتے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۶۲۹) پر شائع کیا کہ ایک سلاطین ۱۹/۲۲ میں ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹی نکلے اور بادشاہ کو شکست

آئی۔ حالانکہ وہ محض بعل کے پجاری اور جھوٹے نبی تھے۔ چنانچہ ایک سلاطین ۳۱/۱۹ سے ظاہر ہے کہ ایلینا نے ان سب کے خلاف فرمایا کہ بادشاہ کی بیگم نے فلاں غریب مسایہ کی زمین جو رو ستم سے لے کر اور اس کو تہمت دے کر قتل کرایا ہے۔ اس لئے جس جگہ کتوں نے نبات کا لہو چاٹا ہے اسی جگہ تیرا ہاں تیرا بھی لہو کتے چائیں گے۔ خداوند ایزیل کے حق میں بھی فرماتا ہے کہ یزاہیل کی دیوار کے پاس اس کو کتے کھائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر ایک سلاطین ۱۸/۳۰ سے ظاہر ہے کہ ایلینا نے ان ساڑھے چار سو نبیوں کو قتل کیا۔ یہ سفید جھوٹ مرزا قادیانی نے تقریر دلپذیر بروقات بشیر کے ص ۷۷ کے حاشیہ میں بھی درج کیا ہے۔ پھر اپنی مشیخت پر ازالہ میں دلیل پیش کی کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام آئے تھے۔ اسی طرح یہ مثیل مسیح بھی مثیل موسیٰ یعنی محمد کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا ہے۔

دوم..... دعویٰ نبوت اس کا ثبوت بھی پیش کیا جا چکا۔ اخبارات الحکم والہدایہ آپ کے خاندان کو خاندان رسالت لکھتے اور آپ کی بیوی کو ام المؤمنین کا لقب دیتے ہیں۔ قادیان کو تحت گاہ رسول قرار دیا گیا۔ بلکہ مرزا قادیانی نے یہاں تک لکھا کہ آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

۲..... دجال کی نسبت احادیث میں ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل ہونے نہ پائے گا اور فرشتے تلواروں کے ساتھ ان کے دروازوں پر حفاظت کریں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی اور اس کی جماعت مدینہ میں آج تک نہ داخل ہوئے اور نہ موجودہ عقائد کے ساتھ آئندہ کبھی داخل ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اپنے مقبرہ کی بنیاد بھی قادیان میں ڈال دی ہے۔

۳..... اسحٰل الدجال اس کے خلاف ایک دعا تلقین فرمائی گئی ہے جو حسب ذیل ہے۔ ”اللہم انسی اعوذ بک من عذاب القبر واعوذ بک من فتنۃ المسیح الدجال واعوذ بک من فتنۃ المحیا فتنۃ المعات اللہم انسی اعوذ بک من المأثم ومن الغرم“ یہ تمام حدیث مرزا قادیانی کی دجالیت کی طرف صاف دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے ساتھ وہ تمام فتنہ پیدا ہوئے جو دجال کے ساتھ مذکور ہیں۔ اول تو گناہ اور بدکاری کا فتنہ جیسا کہ خود مرزا قادیانی کی ذات میں حکم پرستی، آرام طلبی، خجانت، اسراف، کذب، بددیانتی، بے حیائی، تکبر، خلاف بیانی، افتراء اور مشیخت وغیرہ کا ثبوت دیا جا چکا اور مرزائیوں کی نسبت خود مرزا قادیانی نے ان کی درنگی، دعوں طبعی، بدتہذیبی، بدکلامی، سب و شتم اور فحش گوئی کا ذکر شہادت القرآن کے آخری اشتہار میں کیا ہے اور حکیم نور الدین کی رائے لکھی ہے کہ یہ لوگ یہاں آ کر بجائے درست ہونے کے زیادہ خراب ہو جاتے اور آپس میں ذرہ بھی پاس اور لحاظ نہیں رکھتے ہیں۔ لہذا یہ سالانہ

جلسہ بند کیجئے اور مریدوں کا اس طرح جمع ہونا بند فرمائیے۔ پھر انہیں کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ میری جماعت موسیٰ کی جماعت سے ہزاروں درجہ بڑھ کر ہے۔ ان میں صحابہ کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ سچ ہے دروگھورا حافظ ہاشم!

دوم چلیوں کا قتنہ چنانچہ طرح طرح کے چندوں کا ہار ان کی حیثیت سے بڑھ کر ان پر ڈالا جاتا ہے اور ان غریبوں کے خون سے کیوڑا، جنر، منگ، بید منگ اور مفرحات و مقویات کی بھر مار رہی۔ یہی سونے کے زیورات سے لد گئی۔ مکانات وسیع ہو گئے۔ بیٹھے بٹھائے تو رام پلاؤ کا فریاد کھایا جاتا ہے اور حکم جاری کیا گیا ہے کہ جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا۔

سوم حیات و ممات کا قتنہ بھی اسی مسیح الدجال کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ چہارم اس حدیث میں جملہ ”اسح الدجال“ صفت موصوف واقع ہوا ہے۔ یعنی وہ نام کا مسح جو حقیقت میں دجال ہے۔ کیسا مرزا قادیانی پر صادق آتا ہے کہ دعویٰ مسیحیت کا اور افعال دجالی ہیں۔

۴ حمیم داری والی حدیث جو بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے اس کے آخری لفظ خروج دجال کی نسبت یہ ہیں۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے۔ نہیں بلکہ وہ مشرق کی طرف ہے پھر حضرت نے مشرق کی طرف اشارہ بھی کیا۔ چنانچہ قادیان جو مرزا قادیانی کا مولد ہے۔ مدینہ سے بجانب مشرق واقع ہے۔

۵ مرقس ۱۳/۲۲ میں ہے: ”اور جموں نے مسیح اٹھائیں گے اور نشان دکرائیں گے اور نشان دکرائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے اور اس وقت انسان کے بیٹے کو ہاتھوں پر بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آتے دیکھیں گے۔ دوسرے مقامات پر ہے۔ پس اگر وہی تمہیں کہیں دیکھو وہ جنگل میں ہے تو باہر مت جاؤ۔ دیکھو وہ کوٹھڑی میں ہے تو باہر مت کرو۔ کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوئٹہ ہے اور پتھن تک چمکتی ہے۔ ویسا ہی انسان کے بیٹے کا آنا بھی ہوگا۔“ پس مرزا قادیانی جو نشان اور کرامتوں کا گھمنڈ کرتا ہے وہ جموں نئی ہے۔ کیونکہ اس کا ظہور اس قدرت و جلال کے ساتھ نہیں ہوا۔ جیسا کہ مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ لازمی ہے اور نہ اس کے ساتھ وہ علامات ہیں جو احادیث صحیحہ میں مسیح موعود کی نسبت مذکور ہیں۔ مثلاً ان کے نزول سے جو شتر امام مہدی کا موجود ہونا مسلمانوں میں مال کی افراط ہوئی۔ مسیح موعود کا ابن مریم نبی اللہ ہونا۔ ان کا منارہ شرقی دمشق پر دو روز چاروں میں دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترنا۔ ان کا

حج کرنا۔ روضہ رسول اللہ ﷺ میں آپ کی قبر کے نزدیک مابین ابوبکر، عمر و فون ہونا اور باہمی بغض و حسد کا دور ہو جانا۔

۶..... شرح السنہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگ دجال کے تابع ہو جائیں گے۔ جن کی پوشاک بڑے لمبے لمبے بزر کپڑے ہوں گے۔ چنانچہ امت محمدیہ میں سے اس مسیح دجال کے تابع ستر ہزار لوگ ہو چکے ہیں۔ جن میں چھ پوش مولوی بھی ہیں۔

۷..... حدیث ابوداؤد و ترمذی میں ہے۔ ”انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ پھر ایک حدیث متفق علیہ کے یہ الفاظ ہیں۔ ”دجالون کذابون قریباً من ثلثین کلہم یزعم انہ رسول اللہ“ مسیح موعود کی علامات جو احادیث میں بیان ہوئی ہیں مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔

۱..... ان کا نام سہیٰ ابن مریم ہونا، مرزا قادیانی کا نام نہ تو سہیٰ ہے نہ اس کی ماں کا نام مریم ہے۔
 ۲..... ان کا حکم و عدل ہونا، کسر صلیب کرنا۔ انجیر کو قتل کرنا اور جزیہ موقوف کرنا یہ تمام امور ان کی سلطنت ظاہری پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ حکم و عدل وہی ہو سکتا ہے جو بادشاہ وقت ہو۔ وہی کسر صلیب کر سکتا، تمام سوروں کو مردا سکتا اور جزیہ موقوف کر سکتا۔ مرزا قادیانی کی تعلیمات سے تو اختلافات اور زیادہ سخت ہو گئے۔ تیرہ سو سال میں جو مسلمان تیار ہوئے تھے سب کافر بن گئے۔ صلیبی مذہب بڑے زور کے ساتھ پھیلتا جا رہا ہے۔ ہزاروں صلیبیوں نئی قائم ہو رہی ہیں۔ غذا کے واسطے خنزیر بکثرت پالے جا رہے ہیں۔ حکم و عدل کے الفاظ سے اگر محض نظری فیصلے سمجھے جائیں، تب بھی مرزا ان کا مصداق نہیں۔ کیونکہ جس قدر اختلافات کے فیصلہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کر گئے جو اپنے آپ کو عاجز اتی سمجھتے تھے۔ مرزا نے ان کا ہزاروں حصہ بھی نہیں کیا جو آسانی حکم و عدل ہونے اور منصب نبوت کے مدعی ہیں۔ کسر صلیب سے مراد اگر دلائل سے عیسویت کو باطل کرنا لیا جائے تو کیا قرآن مجید نے اس کے ابطال میں کوئی کمی چھوڑی؟ خود فطرت انسان اور علوم جدیدہ کم باطل کتنہ ہیں۔ جنہوں نے یورپ و امریکہ میں کثرت سے مخالفین تثلیث و کفارہ کھڑے کر دیئے ہیں۔

۳..... ان کے وقت میں مال کی اس قدر کثرت ہو جائے گی کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ مسلم کی دوسری حدیث میں ہے کہ انسان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالے گا تو کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ مگر اس وقت مسلمان تمام قوموں سے زیادہ مفلس اور نادار ہیں اور مرزا قادیانی بجائے اس کے کادروں کو

مال تقسیم کرے خود اپنے واسطے ہاتھ پھیلائے رہتا اور زکوٰۃ کا مال اپنی کتابوں کے واسطے مانگتا ہے۔ پھر قدیم چالاک کی رو سے مال کے معنی علوم اور محارف کر کے اس حدیث کو ٹالنا چاہتا ہے۔

۴..... ان کے زمانہ میں باہمی بغض و حسد دور ہو جائے گا۔ انسان کے بچے سانپوں کے ساتھ اور شیر بکری کے ساتھ کھیلیں گے۔ تعصب کی زہریں نکل جائیں گی اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کرے گا۔ مگر مرزا کی عالمگیر تحفہ اور تکفیر کی تعلیمات نے جاغص اور حسد کی ایسی تخم ریزی کر دی ہے کہ گذشتہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

۵..... مسیح موعود کا روضہ رسول خدا ﷺ میں مدفون ہونا۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے کہ میں اور عیسیٰ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے درمیان سے اٹھیں گے۔ ابن مودود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک میں اب تک ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ نے درخواست کی تھی کہ یا حضرت میں بھی آپ ﷺ کے پہلو میں مدفون ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہاں تو میں ابوبکرؓ اور عیسیٰ ابن مریم مدفون ہوں گے۔ خود مرزا قادیانی نے ازالہ میں درج کیا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ روضہ رسول کی خالی زمین پر سر کڈا مار کر کہہ رہا ہے کہ یہ تیری ذن ہونے کی جگہ ہے۔ مگر جب دیکھا کہ میری شرارتیں مسلمانوں کو معلوم ہو چکیں اور مجھ پر عام طور پر کفر کے فتوے لگ چکے۔ ظاہری طور پر روضہ رسول میں ذن ہونا تو درکنار حج کرنا بھی محال ہو گیا ہے تو جھٹ کڈا ہانہ طریق پر دوسرا پہلو اختیار کر لیا اور لکھ دیا کہ: ”یہ مسلمانوں کی غلطی ہے کہ مسیح آنحضرت ﷺ کی قبر میں ذن کیا جائے گا۔ لیکن وہ اس بے ادبی کو نہیں سمجھتے کہ ایسے نالائق اور بے ادب انسان کون ہوں گے کہ جو آنحضرت ﷺ کی قبر کھودیں گے اور پاک نبی کی ہڈیاں لوگوں کو دکھائیں گے۔“

۶..... حدیث رزیں میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اوّل میں میں ہوں اور بیچ میں مہدی ہیں اور آخر میں عیسیٰ۔ پھر حدیث مسلم میں ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا اور قیامت تک غالب رہے گا۔ عیسیٰ ابن مریم انہیں میں نازل ہوں گے۔ گروہ کا امیر کہے گا۔ آئیے نماز پڑھائیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تم آپس میں ایک دوسرے کے امیر ہو۔ یہ خدا نے اس امت کو اکرام دیا ہے۔ مگر ان حدیثوں کے خلاف مرزا قادیانی نے یہ عجیب چالاک کی کہ ”لا مہدی الا عیسیٰ“ جو ایک وضعی قول ہے پیش کر کے ان کو غیر صحیح قرار دے دیا اور نعمت اللہ ولی کے شعر میں مہدی اور عیسیٰ علیہما السلام کا دو ہونا صاف ظاہر ہے۔ مگر عجیب چالاک سے ان کو ایک ہی بنائے گئے وہ شعر یہ ہے۔

مہدی وقت و صیسی دوراں
ہر دوراں شہسوار سے عظیم

ایسا ہی حدیث صحیح میں ہے۔ ”کیف انتم اذا نزل عیسیٰ ابن مریم فیکم و امامکم منکم“ اس کے واڈ کو یہاں یہ قرار دے کر صیسی ابن مریم اور امام کو ایک قرار دے دیا۔

..... حدیث میں ہے: ”فی نزل عند المنارة البيضاء شرقی دمشق بین مہر و زینین و اضعاً کفینہ علی اجنحة ملکین“ پس نازل ہوگا سفید منارہ کے قریب جو دمشق کے مشرق میں ہے۔ درمیان دوزرد چادروں کے ہوگا اور اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازؤں پر رکھے ہوئے ہوگا۔

۸..... احمد و ابن جریر نے ایک حدیث ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح مقام روحاء میں آ کر حج اور عمرہ کریں گے۔ مگر مرزا قادیانی تو کیا اس کی جماعت کا بھی کوئی فرد بشر حج نہ کر سکا۔ مولوی عبداللطیف جو کابل سے بارادہ حج روانہ بھی ہوا وہ قادیان پہنچ کر حج سے محروم رہا۔

مرزا قادیانی کا مقابلہ ابن صیاد سے

ابن صیاد آنحضرت ﷺ کو رسول ماننا تھا۔ مرزا قادیانی بھی آپ ﷺ کو رسول ماننا ہے۔ ابن صیاد خود مدعی رسالت تھا۔ مرزا قادیانی بھی مدعی رسالت ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ جب تک اس کو مدار نجات نہ مانا جائے۔ کوئی شخص نجات یاب نہیں ہو سکتا۔ ابن صیاد نے خود اقرار کیا تھا کہ میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں۔ چنانچہ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ ”یا تینسی صادق و کاذب“ دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ ”اری صادقین و کاذباً او کاذبین و صادقاً“ مرزا قادیانی کا بھی یہی حال ہے کہ کبھی کوئی پیش گوئی سچی ثابت ہو جاتی اور اکثر غلط نکلتی ہیں۔ مگر ابن صیاد نے سچا اقرار کیا اور مرزا قادیانی بے حیائی کے طور پر جھوٹا گھمنڈ رکھتا ہے کہ اس کی ساری خبریں سچی ثابت ہوتی اور اس کے الہامات قرآنی وحی کی طرح قطعاً یقینی اور آمیزش شیطانی سے منزہ ہیں۔ ابن صیاد کے الہامات کی نسبت مشکوٰۃ نبوت نے فرمایا تھا۔ ”خلط علیک الامر“ تمہ پر بات خلط ملط ہوگئی۔ مرزا قادیانی کو پیش گوئیوں کے بد انجام سے اللہ کریم نے بتادیا کہ تمہ پر بات خلط ملط ہوگئی ہے۔ ابن صیاد کو مدینہ اور مکہ میں جانا نصیب ہوا۔ مگر مرزا قادیانی کے لئے یہ نصیب نہیں۔ ابن صیاد نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی گفتگو کی تھی۔ ”انتشهد انسی رسول اللہ“ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ توحید و تجوید باری تعالیٰ یا اصلاح خلائق کے لئے کوئی گفتگو نہیں کی۔ مرزا قادیانی بھی توحید و تجوید

باری تعالیٰ اور اصلاحِ خلقت سے قطع تعلق کر کے اپنی رسالت و نبوت کے اثبات میں ہی دن رات فرق ہے۔ اس طرح پر ابنِ صیاد بھی کاناکا تھا اور مرزا قادیانی بھی کاناکا ہے۔ ابنِ صیاد نے اپنی وجاہت کے خلاف یہ عذر رکھے تھے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے ہیں کہ دجال کی اولاد نہ ہوگی۔ مگر میرے اولاد ہے۔ دجال کافر ہوگا۔ میں مسلمان ہوں۔ دجال مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔ مگر میں مدینہ سے آ رہا ہوں اور مکہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر اس نے یہ خبر دی خدا کی قسم میں دجال کا وقت پیدائش اور مکان جانتا اور جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اور اس کے باپ اور ماں کو پہچانتا ہوں۔ ایسا ہی مرزا قادیانی کے بھی عذرات ہیں۔ ماہِ سلمانیم از فضلِ خدا۔ مصطفیٰ مارا امام و پیشوا۔ خدا نے مجھے اولاد کی برکت دی ہے اور بڑے دعووں کے ساتھ قسمیہ پیش گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ زیارت مکہ و مدینہ کی نسبت مرزا اور اس کی جماعت پر دوسرے دجالوں کی علامات منطبق ہوتی ہیں۔ جن میں یہ مذکور ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہ ہو سکے گا نہ مکہ میں۔ ابنِ صیاد کی نسبت ابنِ عمر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم مجھے شک نہیں کہ ابنِ صیاد اسحٰب الدجال ہے۔ مرزا قادیانی کی نسبت امت محمدیہ کے علماء کہہ رہے ہیں کہ یہ دجال ہے۔ ”اسحٰب الدجال“ کی اکثر علامات جو احادیث میں مذکور ہیں۔ مرزائے قادیانی پر منطبق ہوتی ہیں۔ مجھے الہام بھی ہوا کہ دجال قندھیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ ”انہ اعور و ان اللہ لیس باعور“ دجال کاناکا ہے مگر اللہ کاناکا نہیں۔

کاناکا دجال اپنی نسبت کہتا ہے: ”اللہ یحمدک من العرش“ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”الحمد لله یسبح لله ما فی السموات والارض“ کاناکا دجال کہتا ہے جو مجھ پر ایمان لائیں گے وہ نجات پائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”بل من اسلم وجہہ لله وهو محسن“ کاناکا دجال کہتا ہے کہ جس سے میں خوش اس سے خدا خوش۔ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کاناکا نہیں اپنے رسول کو فرماتا ہے: ”انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یهدی من یشاء“ کاناکا دجال کہتا ہے جو میرے مقبرہ میں مدفون ہوگا۔ وہ بھٹکی ہو جائے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کاناکا نہیں فرماتا ہے: ”لا تجزی نفس عن نفس شیئاً لا تزر وازرة وزرا الاخری“ کاناکا دجال کہتا ہے کہ جو میرا چندہ تین ماہ تک ادا نہ کرے وہ میری جماعت سے خارج اور جہنمی مگر اللہ تعالیٰ جو کاناکا نہیں اپنے رسولوں کی نسبت یہ فرماتا ہے: ”لا اسئلكم علیہ من اجر“ کاناکا دجال لوگوں سے چندہ وصول کر کے خود پیش وعشرت کرتا۔ مکانات بناتا۔ کتابیں چھپا کر روپیہ کما تا۔ جائیدادیں خریدتا۔ اپنے سردوں اور سالوں اور مداحوں کو مونا کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے پیارے جو کاناکا نہ تھے۔ اپنا جان و مال خدا کی

عظمت اور اصلاح خلاق میں شمار کرتے رہے۔ کانادجال خدا کی طرف سے کہتا ہے۔ ”انت منی وانا منک انت منی بمنزلة اولادی انت منی بمنزلت توحیدی وتفردی“ مگر اللہ تعالیٰ جو کانائیں ہے۔ فرماتا ہے: ”سبحان اللہ عما یشرکون تکاد السنوت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هد ان دعو اللرحمن ولدا“ کانادجال کہتا ہے مجھے باہر پھرنے اور پیر گھسائی کی کیا ضرورت ہے۔ میں بیٹھے بٹھائے دعاؤں سے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کانائیں فرماتا ہے۔ ”ولسبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم وجاہدوا فی اللہ حق جہادہ“ کانادجال لب مرگ پر پہنچ کر منارہ بطور نشان بنواتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو کانائیں اس نے اپنے مسج کا نزول منارہ پر فرمایا ہے۔ کانادجال خود گھر سے نکلنے اور واعظین بھیجنے کو عبت پیر گھسائی قرار دیتا ہے۔ مگر خدا کے سچے رسول خدا کے راستہ میں سخت سے سخت محنتیں اٹھاتے اور سفر جہاد کے دکھ اٹھاتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ان اللہ لا یخلف المیعاد“ کانادجال کہتا ہے کہ دنیا میں تمام مصائب اور نقصانات میرے نہ ماننے سے واقع ہو رہے ہیں۔ پر اللہ کریم جو کانائیں فرماتا ہے جس قریہ میں کوئی نبی آیا ہم نے اسی کے لوگوں پر مصائب اور نقصانات پہنچائے۔ تاکہ وہ گڑ گڑائیں۔ کانادجال فقط اپنی کبریائی کے لئے دنیا سے جھگڑتا ہے۔ مگر اللہ کے سچے رسول خداوند عالم کی توحید و تہجد اور اصلاح خلاق کے واسطے جھگڑتے رہے۔

قادیانی دلائل کا رد

ان دلائل کا رد جو مرزا قادیانی اپنے دعاوی کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اور جن کو میں نے بھی حسن عقیدت کی وجہ سے اقتباس کے طور پر اپنی تقابیر میں درج کر دیا تھا۔

اول..... وہ دلائل جن سے مسیح علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

دوم..... وہ دلائل جن سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ زمانہ قرب قیامت اور نزول مسیح علیہ السلام کا ہے۔ چونکہ ان ہر دو قسم کے دلائل کا خاص مرزا قادیانی کی ذات سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے ہم سردست ان کے موافق یا مخالف کچھ نہیں لکھتے۔ بلکہ اصل الفاظ پیش گوئیوں پر ہی جو پیش کئے جا چکے ہیں قیامت کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے اور یہ

۱۔ جموں نے نبی جو ۲۳ سال سے زیادہ بعد دعویٰ نبوت والہام زعمہ رہے۔ عبداللہ

مہدی، زمانہ مہدویت ۲۳ سال سے زیادہ (ابن اثیر ج ۸ ص ۹۰) حسن ابن صباح زمانہ ولایت و حکومت ۳۵ سال۔ سبحان زمانہ نبوت ۳۰ سال۔ (ابن اثیر ج ۷ ص ۱۳۶)

زمانہ ظہور مسیح علیہ السلام کا ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی مسیح ہے؟ بلکہ نزول مسیح علیہ السلام سے پیشتر جھوٹے نبیوں اور مسیحوں کا ظاہر ہونا لازمی ہے۔ جیسا کہ خود مرزا قادیانی مہدی سوامی، مہدی سوڈانی، مسٹر ڈوئی، دہچھٹ وغیرہ ہیں۔

سوم وہ دلائل جن کو مرزا قادیانی نے خاص اپنی ذات سے منسوب کیا ہے:

۱..... ”ولو تقول علينا بعض الاقاويل لا خذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين“ اس آیت سے مرزا قادیانی اپنی نسبت اس طرح پر استدلال کرتا ہے کہ کوئی جھوٹا نبی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ جو زمانہ نبوت محمد ﷺ کا ہے یہ معین غلط ہیں۔ کیونکہ بہت سے مفسرین ۲۳ سال سے زیادہ رہے۔ مثلاً ابن صباح، اکبر وغیرہ اس آیت کے بس بھی معنی ہیں کہ مفسرین کا تار پود آخر کار ٹوٹ جاتا ہے اور ان کا کارخانہ آخر کار تباہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے میلہ کذاب کے جواب میں لکھا تھا۔ ”والعاقبة للمتقين“

۲..... حدیث دارقطنی، بہ تحقیق مہدی کی تصدیق کے واسطے دو نشان الہی ہیں۔ جب سے آسمان وزمین پیدا کئے گئے وہ دونوں نشان کسی کی تصدیق کے واسطے نہیں ہوئے۔ چاند گرہن پہلی رات میں ماہ رمضان میں اور سورج گرہن نصف میں۔ اس سے تمام مدعی نبوت جو ایسے وقت میں ظاہر ہوئے مثلاً مرزا، مہدی سوڈانی وغیرہ سچے ثابت نہیں ہو سکتے اور کذاب تو کسی طرح مہدی ہونی نہیں سکتا۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ مؤمن میں اور خصلتیں ہو سکتی ہیں مگر جھوٹ نہیں ہو سکتا۔

۳..... حدیث جواہر الاسرار جو ۸۴۰ھ میں تالیف ہوئی مہدی ایک گاؤں سے جس کا نام کرعہ ہے نکلے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو سچا کرے گا اور اس کے اصحاب بڑے دور دراز شہروں سے اہل بدر کی تعداد پر جو تین سو تیرہ ہیں جمع کرے گا اور اس کے پاس ایک کتاب مختوم ہوگی جس میں اس کے اصحاب مخلصین کا شمار مجاہدان کے ناموں اور شہروں اور عادتوں کے درج کرے گا۔ اس حدیث میں مرزا قادیانی نے بہت سے تفسیرات کئے۔ اول تو لفظ کرعہ کو کدہ بتایا تاکہ قادیان سے مشابہ ہو جائے۔ دوم کتاب مختوم کا ترجمہ کتاب مطبوعہ کیا گیا۔ سوم اصل فہرست میں ۱۸۹۳ء میں آئینہ کمالات میں شائع ہوئی۔ ۳۲۷ نام تھے۔ پھر اس حدیث کے علم کے بعد تراش خراش کر کے ۱۸۹۶ء میں ضمیرہ انجام آتھم میں ۳۱۳ کر دیئے گئے۔ (۱۷) نام فوت شدوں کے بھی درج کئے گئے۔

۴..... گلاب شاہ اور حضرت کوٹھے والے مرحوم کے الہامات خود مرزا قادیانی کے ہی قلمبند کردہ اور شائع کردہ ہیں۔ جب ان کے بہت سے افتراء اور کذب معلوم ہو چکے تب یہ شہادت متعلقہ خود کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟

۵..... بعض الفاظ احادیث و قرآن سے تواریخ استنباط کرنا۔ یہ محض بے بنیاد بات اور خیالی کھیل ہے۔ اس طرح پر ہر زمانہ کے واسطے تواریخ مستحب ہو سکتی ہیں۔ مثلاً قاضی فضل احمد نے مرزا قادیانی کی پیدائش کا سن ”الافى السفينة سقطوا“ / ۱۲۵۹ء اور بلوغ کا سن ”شباب ظلم“ / ۱۲۷۵ء ثابت کیا۔ مولوی عبدالکریم کی وفات کا سن۔ ”اعدله عذاب الیما“ اور ”مریا مردود نہ فاتحہ نہ درود“ شائع کئے گئے۔ مرزا قادیانی کی یہ عجیب چال ہے کہ جن احادیث کو وضعی اور ناقابل اعتبار قرار دے کر وجود مہدی علیہ السلام سے ہی انکاری ہوا تھا انہیں کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتا ہے اور علماء کے ساتھ جب کبھی موقع بحث ہو تو وفات مسیح علیہ السلام کے ہی متعلق گفتگو شروع کرتا ہے۔

۶..... معجزات پیش کوئی اور تعینفات کی حقیقت جن پر مرزا قادیانی کو بڑا ناز ہے ان کی حقیقت خوب منکشف ہو چکی۔

الذکر الحکیم نمبر ۴ کے جواب میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی چند مذہبی حرکتیں
حرکت اول

مرزا قادیانی کے الہامات..... اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھنا نہیں چاہتا۔ ”انما اخذناه بعذاب الیم“ (الحکم مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء) ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ الہامات ہوئے۔ ”ولمن خاف مقام ربہ جنتان“ ”سرداروں نہ دادرست و دوست یزید“
حرکت دوم

یہ نادان کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہیں اور کچھ کام نہیں کرتے۔ مگر وہ خیال نہیں کرتے مسیح موعود کے متعلق کہیں یہ نہیں لکھا کہ وہ تلوار پکڑے گا اور نہ یہ لکھا ہے کہ وہ جنگ کرے گا۔ بلکہ یہی لکھا ہے کہ مسیح کے دم سے کافر مریں گے۔ یعنی وہ اپنی دعا کے ذریعہ سے تمام کام کرے گا۔ اگر میں جانتا کہ میرے باہر لگنے سے اور شہروں میں پھرنے سے کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو میں ایک سیکنڈ بھی یہاں نہ بیٹھتا۔ مگر میں جانتا ہوں کہ پھرنے میں سوائے پاؤں گھسانے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے اور یہ سب مقاصد جو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں صرف دعا کے ذریعہ سے

حاصل ہو سکیں گے۔

یہ تمام عبارت ایک سفید جھوٹ اور شرمناک چال ہے۔ اشاعت اسلام کے لئے گھر سے نکلنے اور داعین بھیجنے کا نام تلوار اٹھانا رکھا گیا۔ شاہاش! این کاراز تو آید و مرداں چشیں کنند! ”لعنت اللہ علی الکاذبین“ کہ تختہ مشق ہو چکے اب کچھ شرم و خوف باقی نہیں۔ اگر گھر سے باہر نکلنا عبث پیر گھسانا ہے اور آپ کے تمام کام دعا سے ہی چل سکتے ہیں تو آپ نے بیوی کی خاطر دہلی کا سفر کیوں کیا۔ دہلی کو ہی قادیان کیوں نہ بنا لیا۔ سیالکوٹ اور لاہور پہنچ کر بے نقط کیوں بنے؟ مریدوں کو دور دور سے کیوں بلایا جاتا ہے؟ کیا محض دعاؤں سے نذرانوں کا پورا سلسلہ قائم نہیں رہ سکتا؟ پیٹ بھرنے کے واسطے دانت گھسائی کیوں کی جاتی ہے؟ کیا دعاؤں سے پیٹ نہیں بھر سکتا؟ اگر محض دعاؤں سے آپ کے سارے کام چل سکتے ہیں تو اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ چنگ ہازی کیوں کی جاتی ہے؟ اور فرحت کے واسطے منگ و جہر، کیڑا اور بید منگ کیوں خراب کئے جاتے ہیں؟ مہمانوں کے واسطے مکانات کیوں وسیع کئے جاتے ہیں؟ چندہ مینار، چندہ مقدمہ، چندہ کتب، چندہ مسجد، چندہ توسیع مکان، چندہ سکول، چندہ لنگر، چندہ مہمانان کے واسطے کیوں بار بار ہاتھ پھیلائے جاتے ہیں؟ کیا انبیاء علیہم السلام کو دعائیں کرنی نہیں آتی تھیں؟ پھر کیوں انہوں نے خدا کے راستہ میں پیر گھسائی کی، گھر بار چھوڑے اور عیش و محم کو ترک کیا؟ کیا وہ معاذ اللہ غلط تھے یا آپ پاگل ہیں؟

حرکت سوم

جب مرزا بیوں سے سوال کیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اسلام اور دنیا کے واسطے کیا کیا؟ کس قدر نئے مسلمان کئے۔ کس قدر بد رسومات دور کیں؟ بحیثیت حکم کس قدر اختلافات اسلامی کو رفع کیا؟ یا کم از کم کس قدر اختلافات پر فیصدی فیصلہ لکھے؟ تو جواب دیتے ہیں کہ ایک دو لاکھ اشخاص جو ان کی جماعت میں داخل ہیں ان کو مسلمان کیا؟ سبحان اللہ! کیا تیرہ صدیوں میں جو مسلمان آپ کے نئے عقائد سے محروم گذر گئے وہ مسلمان نہ تھے؟ کیا صحابہ کرام اور رسول خدا جن میں مرزائی کبریائی کا یہ جہ چاند تھا۔ مسلمان نہ تھے؟

حرکت چہارم

الحکم مورخہ ۱۷ جون ۱۹۰۶ء میں چند سوالات:

..... کیا سنت اللہ یوں بھی واقع ہوئی ہے کہ کوئی نبی یا مامور کسی وقت کسی قوم کی طرف مامور ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو معزول کر دیا ہو۔

۲..... کیا قرآن شریف میں اس کی کوئی نظیر آپ پیش کر سکتے ہیں؟
 ۳..... جن آیات سے آپ نے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا استنباط کیا ہے کیا ان آیات سے اب بھی وہی مضمون نکلتا ہے یا نہیں؟ اور وہ آیات حضرت مسیح موعود کی سچائی کی مثبت ہیں یا نہیں؟

۴..... جس قدر لوگوں کو آپ نے اس تفسیر کے ذریعہ گمراہ کیا ہے (کیونکہ اب یہی کہا جاوے گا) اس کی تلافی کیونکر ممکن ہوگی؟

۵..... کیا اب آپ ان سب خریداروں کو ان کی قیمت واپس دے کر ان کتابوں کو جلا دیں گے یا نہیں؟

جواب..... ازل تو ایسے سوالات کرنے کا حق..... مرزا قادیانی یا مرزا بیوں کو مطلق حاصل نہیں۔ کیونکہ خود مرزا قادیانی نے ازالہ ادہام میں ایک کروڑ مسلمانوں کا اس وقت اہل الہام ہونا ظاہر کیا۔ پھر اب ان تمام کو کافر اور غیر ناجی قرار دیا جا رہا ہے۔ عباس علی صوفی کی بابت الہام شائع کیا۔ ”اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء“ پھر وہ مرزا قادیانی کا مخالف ہوا۔ مسیح علیہ السلام کے نشانات کو مکروہ اور قابل نفرت بیان کیا۔ مرزا قادیانی کو آسمانی منکوحہ کی نسبت وعدہ ملا کہ خدا اس کو واپس لائے گا تیرے پاس اور اللہ ان تمام کے مقابلہ پر تیرے لئے کافی ہوگا۔ مکروہ وعدہ جموٹ ثابت ہو۔ الہی بخشش کا وعدہ کو بے شر انسان اور ملہم من اللہ مان کر اس کی کتاب کو جو سراسر قرآن وحدیث ہے اور زہر بتلایا میری تفسیر کی بابت پہلے شائع کیا۔ شیریں بیان ہے۔ نکات قرآنی خوب بیان کئے ہیں۔ نہایت عمدہ ہے دل سے نکلی اور دلوں پر اثر کرنے والی ہے۔ مگر اب لکھتا ہے کہ ہمیں روحانیت نہیں۔ عبدالحکیم اس کا اہل نہ تھا۔ اس کا دیکھنا تضحیح اوقات ہے۔

دوم..... تحقیقی جواب یہ ہے کہ جب نفس مگروہ بسا لہا معلوم۔ حسن ظنی کے طور پر براہین احمدیہ کا اشتہار دیکھ کر میں معتقد ہوا تھا کہ اسلام کی فضیلت و حقانیت تمام ادیان عالم پر تین سو قوی اور بے نظیر دلائل سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر ثابت ہوگی۔ بیس سال تک ان کے انتظار میں خاموش رہا۔ غلبہ حسن ظنی کی وجہ سے ان کے موافق خواہات بھی مجھ کو آتے رہے۔ جیسا کہ تھیکٹ پرستوں کو مسیح علیہ السلام، خدائی کی نسبت آیا کرتے ہیں اور مشرکین کو اپنے اپنے بتوں اور اوتاروں اور دیویوں اور دیوتاؤں کی نسبت اور ان میں سے بعض اجزاء مچی پیشین گوئیاں ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح پرمحمد حسین بیگ والا خوب مجھ کو دکھایا گیا اور اس کا ایک جز پورا بھی ہو گیا۔ یعنی محمد حسین بیگ

پلیگ سے فوت ہو گیا۔ ایسا ہی مرزا قادیانی کے الہامات میں بعض اجزاء پورے ہو جاتے اور اکثر غلط نکلتے ہیں۔ جیسا کہ موصوفا تیرہ پیش گوئیوں میں بیان کیا جا چکا۔ آخر کار جب سے یہ معلوم ہوا کہ بجائے حمایت اسلام کے مرزا قادیانی تو اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ رہا ہے۔ خداوند عالم کی عظمت و جلال ظاہر کرنے کی بجائے اپنی خدائی قائم کر رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بروز کا دعویٰ کر کے اپنی نفس پرستی و حکم پروری، خلاف مہدی، کذب، تکبر، سنگدلی، بے رحمی، ذاتی مشیخت، بد عقلی، بدنہی، توہینِ فطرت، توہینِ باری تعالیٰ، توہینِ اسلام اور ان پاک نفسوں کو بدنام کر رہا ہے۔ قرآنی بیانات اور احادیث صحیحہ سے نہ صرف اعراض کرتا بلکہ تاویلوں سے شاعرانہ طور پر نئے نئے معنی گھڑتا ہے۔ تب میں چونکا اور خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر جو غور کیا۔ محطِ کتابت شروع کی اور مخالف تصانیف کو دیکھا تو حایب ہوا کہ تمام مرزائی تارو پود نفسانی اعراض کے واسطے ایک سخت دجل ہے اور اسلام کا سخت دشمن، جو دلائل از روئے قرآن و حدیث میں نے مرزا قادیانی کی تائید میں مرزائی تصانیف سے اقتباس کر کے اپنی تفاسیر میں درج کی تھیں وہ غلط تھیں۔ مرزا قادیانی نے ان میں بڑے دھوکہ دیئے ہیں۔ موضوع احادیث پر تک بندیاں کر کے صحیح احادیث کو رد کیا ہے۔ شاعرانہ رنگ میں اصل الفاظ میں عجیب عجیب تاویلیں کیں ہیں۔ اس لئے میں نے ان تمام مضامین کو مشتبہ اور غلط سمجھ کر اپنی تفاسیر سے نکال دیا اور جن صاحبوں کے نام تفاسیر جا چکی تھیں ان کے نام حالیہ ترمیم و ترمیم چھپوا کر مفت بھینٹ پڑوانے کر رہا ہوں۔

بر رسولان بلاغ باشد و بس

کیا مرزا قادیانی کی پہلی کتابوں میں جو غلط مضامین شائع ہوتے رہے۔ مثلاً براہین احمدیہ، ازالہ اہام وغیرہ میں تو کیا مرزا قادیانی نے ان تمام کو واپس منگا کر اور ان کی قیمت ادا کر کے جلا دیا ہے؟ مرزا قادیانی نے تو ان کی ترمیمات و ترمیمات کے اوراق بھی علیحدہ شائع نہیں کئے۔ قرآن مجید میں ایک شخص کی نظیر موجود ہے۔ جس کو نشانات عطا ہوئے تھے پھر اس سے وہ چھینے گئے جو مرزا قادیانی کے عین مطابق حال ہے۔ ”واتل علیہم نبا الذی اتینہ ایتنا فانسلخ منها فاتبعه الشیطان فكان من الغوین، ولو شئنا لرفعنہ بها ولكنہ اخلد الی الارض واتبع ہوہ فمثلہ کمثل الکلب ان تحمل علیہ یلہث اویترکتہ یلہث ذلك مثل القوم الذین کذبوا بایتنا فاقصص القصص لعلہم یتفکروں“ اور ان پر اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جس کو ہم نے اپنی نشانیاں دی تھیں۔ پھر اس سے

چھین لیں۔ پس شیطان اس کے پیچھے لگا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کے سبب ہم اس کے مدارج بلند کرتے۔ مگر وہ زمین کی طرف پڑا رہا۔ گری ہوئی خواہش کا تابع ہو۔ پس اس کی مثال کتے کی مثال ہے کہ اگر تو اس کو کچھ لادے تو ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے جب ہانپے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ پس (صحیح آئینہ) قصہ بیان کرتا رہتا کہ وہ فکر کریں۔

مرزا قادیانی کو بیشک آیات ملیں تھیں۔ اگر وہ نفس پرستی، زرطلی اور تکبر میں غرق نہ ہوتا۔ آیات قرآنی و احادیث صحیحہ کی تکذیب و مخالفت نہ کرتا اور فطرت اللہ کو لعنت قرار نہ دیتا تو اللہ کریم اس کے مقامات کو ضرور بلند کرتا۔ مگر وہ زمین کی طرف جھکا رہا۔ اس لئے نفس پرستی اور ذاتی مشغولیت کے سوائے اب اس کا کوئی شغل نہیں۔ ”فاعتبروا یا اولی الابصار“ خود اسحٰج الدجال کی ترکیب میں اشارہ ہے کہ پہلے وہ مسیح ہوگا یا مسیح مانا جائے گا۔ مگر بعد میں دجال ثابت ہوگا اور اسحٰج الدجال کہلائے گا۔

مرزا قادیانی کے خلاف ایک الہام: ”میں خدائے واحد کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے ایسا ہی الہام ہوا۔ میں نے خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں، میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر اس میں جھوٹا نکلے تو وہ سب سزائیں عملاً اٹھانے کو تیار ہوں جو شیطان کا قادیانی نے آہتم کی پیش گوئی کے عدم وقوع پر عملاً اٹھائیں تھیں۔ غرضیکہ فیصلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی کو ۳۰ ستمبر ۱۹۰۰ء سے مدت بضع سنین کے اندر ایک عجیب و غریب موت کے ساتھ ہادیہ میں گرائے گا۔ یہ موت ایسی ہوگی جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ بشرطیکہ وہ اپنی دعاوی باطلہ سے نادم ہو کر راجع الی الحق نہ ہو میں نے موت کے عجیب ہونے میں کچھ تعجب کیا تھا کہ اللہ اعلم اوہ کیسی موت ہوگی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا نقشہ میرے تصور میں کھینچ دیا۔ جس کے تصور ہوتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یعنی قادیانی کا پیٹ اتال کی طرح پھولا ہے۔ آنکھوں کی سفیدی زردی سے مبدل ہو گئی ہے۔ ناک عریض ہو کر اغض کی طرح بیٹھ گئی ہے اور ہونٹ آگے کو بڑھ گئے ہیں اور کان بھی برعز کی طرح کسی قدر لمبے ہو گئے ہیں۔ بات کرنا چاہتا ہے۔ مگر زبان سکتا کر اندر کو کھینچ گئی ہے اور بات نہیں کر سکتا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہیں ٹل سکتیں۔ اس روز بہت بے ایمان، ایماندار بن جائیں گے اور بہت سے مرد و زمرہ مقبولین میں شامل ہونے کی خواہش کریں گے۔ فقط: ”وما علینا الا البلاغ“ الشہر: غلام احمد امرتسری!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِدِينِهِ حُرْمَةً لَمْ يَجْعَلْ لِنَفْسِهِ حُرْمَةً

الذکر الحکیم نمبر ۲

(عرف)

کانادجال



ڈاکٹر عبد الحکیم خان پٹیا لوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت“ ﴿مؤمن تو اللہ کے واسطے لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان (خود پرست) کے واسطے لڑتے ہیں۔﴾

الذکر الحکیم نمبر ۶ (عرف) کا نادجال

اس رسالہ میں مرزائے قادیانی کے تمام دعاوی اور دلائل کی ایسی کامل تردید ہے کہ فی الحقیقت بشارت خداوندی کے مطابق دجالی فتنہ پاش پاش ہو چکا۔ اس میں دس باب ہیں۔

باب اول میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا اور مرزائی صریحاً اسلام سے مرتد اور قرآن اور رسول کے مخالف ہیں۔ یا یوں کہو کہ منہاج نبوت کی رو سے وہ قطعاً مردود ہیں۔

باب دوم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائے قادیانی نبوت و رسالت کا مدعی ہے اور ہر ایسے شخص کو جو اسے نہ مانے ملعون اور کافر اور جہنمی اور خدا کا مغضوب قرار دیتا ہے۔

باب سوم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی تمام عالم کے خون کا پیا سا اور ہر قوم کی تباہی کا طالب و منتظر ہے۔ عالم کی تباہی اس کی فتح اور دنیا کی مصیبت اس کی شادمانی ہے۔

باب چہارم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائے قادیانی کے اصول مشہورہ کے مطابق قرآن وحدیث کا کوئی لفظ قابل اعتبار نہیں اور جس قدر پیش گوئیاں مرزا قادیانی نے صاف الفاظ میں بڑے دعوؤں کے ساتھ شائع کیں اور جن کو اس نے اپنے کذب یا صدق کا معیار ٹھہرایا وہ تمام غلط ثابت ہوئیں۔

باب پنجم میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی اس عیاری، بدعہدی، بددیانتی، جھوٹی شیخی اور بے حیائی کا بیان ہے جو انہوں نے براہین احمدیہ کے متعلق ظاہر کی۔

باب ششم میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام اہل الہام لوگ جو دجال کے جال میں پھنس بھی جائیں وہ آخر کار ہدایت غیبی کے ذریعہ سے اس کے مخالف ہو جاتے ہیں۔

باب ہفتم میں مرزائی مبالغوں کے تماشوں کا بیان ہے۔

باب ہشتم میں قطع و تمین پر ایسی مدلل اور مبسوط بحث ہے کہ فی الحقیقت مرزائیوں کی اس میں گردن قطع ہوگی۔

باب نہم..... میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ان کا عملی نقشہ یہ ہے۔
ہم تو انہیں گے وہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور جھوٹ ہے حدیث اور قرآن
باب دہم..... میں مرزا قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کا رد ہے۔

ہر باب ایسا مدلل اور مکمل ہے کہ اگر کوئی مرزائی ان کا معقول جواب دے سکے تو میں فی
باب پانچ سو روپیہ نقد بطور انعام اس کو دوں گا۔ بشرطیکہ تین ایسے منصف اس کے حق میں فیصلہ
دے دیں جن کو فریقین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ قیمت چار آنے ہو سے زائد کے خریدار ہیکس فیصدی
کمیشن۔ تمام اہل وسعت لوگوں کو چاہئے کہ اس کی بہت بہت کامیابی خرید کر مفت تقسیم کریں۔
ملنے کا پتہ: مبارک برادران پٹیلہ۔ تمام اہل اخبار و رسائل اپنے اپنے اخباروں اور رسالوں میں اس
پر رپورٹ لکھیں اور اس کے مضامین کو شائع کرتے رہیں۔

مصنف ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب ایم۔ بی، اسٹنٹ سرجن فرسٹ گریڈ

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(نوٹ از مرتب: مؤلف نے طویل دیباچہ میں خانہ فرسائی کی۔ لیکن وہ ہمارے
موضوع سے متعلق نہیں اس لئے اسے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)
”نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم“

باب اول

مرزا اور مرزائی صریحاً اسلام سے مرتد اور قرآن و رسول کے مخالف ہیں یا یوں کہو کہ
منہاج نبوت کی رو سے قطعاً مردود ہیں۔ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا اور
سلسلہ رسل کے انقطاع کی خبر دیتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ تمہیں کے قریب دجال کذاب ہوں
گے جو سب کے سب نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ خبردار میں خاتم النبیین ہوں۔
میرے بعد کوئی نبی نہیں اور وہ میری امت میں ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیث صحیحہ مسلم میں ہے۔
”انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم
النبیین لا نبی بعدی“ ایک متفق علیہ حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ ”دجالون کذابون“

قریب من ثلاثین کلّم یزعم انه رسول اللّٰہ“ تمام امت محمدیہ کا اس سلسلہ میں اجماع چلا آیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ مگر مرزا خود نبی اور رسول ہونے کا مدعی ہے۔ تمام مرزائی اس کو نبی اور رسول مانتے اور اس کے نہ ماننے کو موجب کفر و عذاب قرار دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی، حضرت مسیح علیہ السلام سے افضل؟

ساتھ ہی بروزی یا ظلی یا جزوی نبی اور اہمی نبی ہونا ظاہر کر دیتے ہیں۔ ساتھ ہی مرزا کے اس قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ شہراہن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے۔ (دائع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰) ایک طرف تو جزوی نبی اور اہمی ہونے کا اقرار۔ دوسری طرف ایک عظیم الشان رسول سے بڑھ کر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ سچ فرمایا ہے۔ نبی صادق ﷺ نے دجال کا نا ہوگا پر خدا کا نا نہیں۔

ایک مرزائی عبدالحق نام کہنے لگا کہ نبی کے معنی ہیں خبر دہندہ۔ پس اس لحاظ سے مرزا نبی ہے۔ میں نے سوال کیا کہ جس وقت خداوند عالم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا تو کیا خداوند عالم کو نبی کے معنی نہ آتے تھے؟ یا محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب یہ فرمایا۔ خبردار میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں تو آنحضرت ﷺ کو نبی کے معنی نہ آتے تھے؟ اور جزوی نبی اور ظلی نبی کا علم نہ تھا؟ آج تک امت محمدیہ میں سے ان (قادیانی) دجالوں کے سوائے کسی کو یہ علم نہ ہوا کہ جزوی یا تشبیلی لحاظ سے نبی اور رسول آتے رہیں گے؟ مگر حق اور بالکل حق ہے۔ ”فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منه ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (آل عمران: ۷)“ ایک موقعہ پر مولوی عبداللہ خان مرزائی نے کہا کہ چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت موسیٰ سے بڑھ کر ہیں۔ اس لئے مرزا غلام احمد جو محمد ﷺ کے تابع ہیں۔ ویسی سے بڑھ کر ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے تابع ہیں۔

ہم نے جواب دیا کہ قرآن مجید تو فرماتا ہے کہ ہر ایک نبی مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع اور تورات مقدس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ماں کے پیٹ سے نبی ہوتا ہے۔ نبی کے کمالات کسی نہیں ہوتے۔ بلکہ وہی ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ ویسی علیہ السلام شریعت موسوی کے اتباع سے نبی بنے تھے۔ اگر یہی بات ہے تو امت محمدیہ میں کروڑوں نبی پہلے انبیاء سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ناقص شریعتوں کے تابع تھے۔ پھر ”لا ننبی بعدی“ اور خاتم النبیین بے معنی اور لغو ٹھہرتے ہیں۔ سچ ہے ”دجال کا نا ہوگا پر خدا کا نا نہیں۔“

اے مرزا یوحنا تو بتاؤ کہ قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کے صریح الفاظ تمام امتِ محمدیہ کے متفق علیہ مسئلہ کے خلاف دعویٰ کرنا۔ طرح طرح کی تاویلات اور بہانوں سے اس پر اصرار کرنا ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا صاف الفاظ کو چھوڑ کر تاویلات کو اختیار کرنا راست روی میں داخل ہے یا کج روی میں؟ کیا قرآن شریف کا یہ ارشاد کہ تاویلات کی طلب کرنا کج رویوں کا کام ہے۔ لغو اور باطل ہے؟

علماء امتِ انبیاء یعنی اسرائیل کی طرح؟

پھر بے حیائی سے مرزا اور مرزائی آیاتِ بیانات اور احادیثِ صحیحہ کے مقابلہ پر حدیث ”علماء امتی کا نبیائے بنی اسرائیل“ پیش کر دیا کرتے ہیں۔
 اقول تو اس کو میری زکشی، عسقلانی اور ابن حجر وغیرہ ائمہ حدیث نے لکھا ہے۔ ”لا اصل له“
 دوم اگر یہ صحیح حدیث ہے تو علمائے امت کو مرزا کیوں ملعون اور کافر کہتا اور ان کو مہلبہ کے واسطے بلاتا ہے؟

صراطِ مستقیم کا جواب

کبھی ”اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم“ کو دلیل میں پیش کر دیتے ہیں۔ تو گویا آج تک خود اللہ تعالیٰ کو یہ علم نہ تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم کو نبی یا رسول بنا دے۔ جس نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہ ہوا کہ بار بار لائی بعدی فرماتے رہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت فرمایا کہ: ”انت منی بمنزلہ ہارون بموسى“ ”ساتھ ہی صحیحہ فرمادی۔“ ”انہ لا نبی بعدی (بخاری، مسلم)“ صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظام میں سے سوائے کسی کا اس طرف خیال نہ ہوا کہ میں نبی یا رسول ہوں؟
 نبی کے لغوی معنی سے قادیانی استدلال

پھر ایک دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کے لغوی معنی میں خبر و ہندہ، چونکہ مرزا کو الہاماتِ غیب ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ نبی ہیں۔ تو پھر اس دلیل سے میں یہی کہتا ہوں۔ کیونکہ میری بھی ہزار ہا پیش گوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ ایسا ہی آج تک ہزاروں لوگ امتِ محمدیہ میں گزرے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں۔ جن کو غیب کی خبریں ملتی ہیں۔ ایسا ہی آج تک ہزاروں لوگ امتِ محمدیہ میں گزرے ہیں۔ جن کو سچے خوابات آتے ہیں اور الہام ہوتے ہیں تو گویا سب کے سب نبی ہوئے۔ ابن صیاد جس کو غیب کی خبریں ملتی ہیں۔ وہ بھی نبی ٹھہرا۔ گویا کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے بڑی ہی علم کیا جو اس نبی کو دجال قرار دیا۔ کیا ہی سچ ہے کہ: ”دجال کا نام ہوگا پر خدا کا نام نہیں۔“

مرزا کی چندہ خوری

۲..... قرآن مجید نے تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ ”لا استغسلکم علیہ من اجرا (الشوری: ۲۳)“ میں تم سے اس محنت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ سورہ یسین میں جس کا ارشاد ہے۔ ”اتبعوا من لا یستلکم اجرا (یسین: ۲۱)“ اس شخص کی پیروی کرو جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر مرزا کھلے میدان ہاتھ پھیلاتا اور اعلان کرتا ہے کہ جس شخص کا چندہ تین مہینہ تک نہ پہنچے گا اس کا نام جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔ ایسا کرنا سنن انبیاء اور قرآن کریم سے ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اپنی تصدیق میں قرآن اور سنت کو چھوڑ کر پستی سجادہ نشینوں کی مثالیں پیش کرتا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟ تین ہزار روپیہ ماہوار نفل کی آمد اور دو تیسہوں کی امداد کے واسطے اخباروں میں اشتہار دینا بے شرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ محمد احسن کی تیس روپیہ ماہوار اجرت بطور واعظ مقرر کرنا۔ مگر اس کا بطور واعظ نہ پھرنا حرام خوری میں داخل نہیں تو اور کیا ہے؟ مولوی عبدالقادر کا باوجود علم صحت اور قابلیت کے ریاست کی رسدات پن کے واسطے سرگرداں پھرنا اور اس پر گزران کرنا حرام نہیں تو اور کیا ہے؟ اے دجالو! کیا تمبی نمونہ ہے۔ اسلام، ایثار، ترک نفس، جانفشانی، احسان باخلق اور خدمت دین کا جو آپ نے پیش کیا ہے اور جس کی بنیاد پر خود راست باز اور ناجی ہونے کے مدعی ہو اور تمام عالم کو جھوٹا، کافر اور جہنمی قرار دیتے ہو؟ تین ہزار روپیہ ماہوار سے زیادہ آمد، مگر اس سے نہ کوئی اسلامی خدمت ہے۔ نہ کوئی مشن ہے۔ نہ کتب کی اشاعت ہے۔ محض ہیبت کا بھرنا، بیویوں کو زیورات سے لادینا، بیٹوں کی شادیاں کرنا، سالوں اور سروسوں کو پالنا، یہی اسلام اور اخلاص اور ترک نفس ہے؟ شرم! شرم!! پھر دعویٰ ہے۔ ”ظہورک ظہوری لولاک لما خلقت الافلاک، اللہ یحمدک من العرش“ سچ ہے ”دجال کا تاہو گا پر خدا کا نہیں۔“

فطرتی دین لعنتی ہے..... مرزا کا اقرار

میں نے جو بار بار مرزا کے نام یہ لکھا کہ خدا کے ماننے اور اعمال صالحہ کے بغیر کوئی شخص نجات نہیں پاسکتا۔ کیونکہ خدا کی ربوبیت اور نیکی بڑی کی تمیز ہر فطرت میں منقوش ہے۔ چنانچہ آیات ذیل اس دعویٰ پر دلیل ہے۔ ”فالمہما فجورہا وتقواہا (الشمس: ۸) ہدیناہ السبیل اما شاکرا واما کفورا (الدھر: ۳) فطرت اللہ التي فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ، ذلک الدین القیم (الزوم: ۳۰)“ ساتھ ہی حدیث ذیل بھی پیش کی۔ ”کل مولود یولد علی فطرت الاسلام“ مرزا کا دیانی نے ان آیات بیانات اور حدیث

مجھ سے محض اعراض اور ارتداد ہی نہیں کیا بلکہ ”فاطر السموات والارض“ کے نسل پر حملہ کر بیٹھا اور جوش میں از خود رفتہ ہو کر لکھ مارا کہ ”فطرتی دین لہنتی چیز ہے۔ اگر اس کو نشانوں سے قوت نہ ملے۔“ طرفہ یہ کہ جب کسی مرزائی نے مرزا قادیانی کے اس قول پر اعتراض کیا تو فضل الدین نے آیات بیانات کے صاف الفاظ سے ارتداد کر کے تاویلات رکیکہ کے ساتھ مرزا قادیانی کے اس مردود قول کی حمایت کی۔ کیوں نہ ہوں کا بیخ جو یہ اعلان دے چکا۔ ”تکدر مہ السابقین وعیننا الی یوم الآخر لا تتکدر“ (اخبار احمدی نمبر نزول الحس ۵۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷۰) گویا کہ قرآن اور حدیث تو مکدر ہو چکے۔ صاف تعلیم تو اب مرزا قادیانی کی ہے اور بس جب میں نے لکھا کہ نبوت سے بے خبر لوگ ایمان باللہ و اعمال صالحہ سے نجات پاسکتے ہیں تو یہ ارتداد میں شامل۔ مگر جب مرزا قادیانی نے لکھا کہ اگر اہل امریکہ ہمارا انکار کریں تو وہ محذور ہیں۔ کیونکہ ابھی ان پر پوری تبلیغ نہیں ہوئی تو فضل دین نے لکھا کہ بے خبر لوگوں کو عذاب نہ ہوگا۔ خواہ وہ مشرک اور کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

مرزا بخیر لہ اولاد خدا

۴..... ولدیۃ کے لفظ پر قرآن مجید نے یہاں تک اہتمام غضب فرمایا ہے: ”تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ہذا ان دعوا للرحمن ولدأ (مریم: ۹۰، ۹۱)“ مگر مرزا ہے اور مرزائی کہ ان الفاظ قرآنی کی مطلق پرواہ نہ کر کے مرزا کو بخیر لہ اولاد الہی قرار دیتے ہیں اور ”انت منی بمنزلہ اولادی“ (تذکرہ طبع اول ص ۳۷) کے الہام سے تمام قرآنی بیانات کو پاؤں میں روندنا چاہتے ہیں۔ پھر بیٹے کی نسبت مرزا کا الہام ”کان اللہ نزل من السماء“ (انجام آتم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲) جب مرزا قادیانی کا بیٹا بخیر لہ خدا ہو۔ تو مرزا کیا ہوا؟

مرزا کی رضا، خدا کی رضا

۵..... قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے کہ تو جس سے محبت کرے اس کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کو بار بار فرماتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ شفاعت کی نسبت فرماتا ہے کہ اذن الہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا۔ نوح علیہ السلام جب اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہیں تو جناب ہاری سے ان کی سفارش روہوتی اور حکم ملتا ہے کہ وہ تیرا بیٹا نہیں۔ وہ بد عمل ہے۔ میں تجھ کو سمجھاتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے مت ہو جا۔ صبح علیہ السلام کی شفاعت کا، خاص میدان حشر میں روہونا بیان فرماتا ہے۔

ایسا ہی آنحضرت ﷺ کی شفاعت کا بعض صحابہ کے بارہ میں رد ہونا حدیث بخاری میں مذکور ہے۔ مگر مرزا کو الہام ہوتا ہے۔ ”جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔“ (تذکرہ ص ۶۰۰، طبع سوم) ”میرے رب تو مجھ کو دوزخ کا اختیار دے دے۔“ (تذکرہ ص ۶۰۶، طبع سوم) تمام تعلیم قرآنی کے کیسے مخالف یہ الہامات ہیں۔ قرآن کا رد منظور۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین منظور۔ مگر مرزا کا خلاف کسی طرح منظور نہیں۔ اگر یہ قرآنی تعلیم سے مرتع ارتداد نہیں تو اور کیا ہے؟

۶..... سید المرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم ملتا ہے۔ ”فسبح بحمد ربك واستغفر (النصر: ۲)“ اپنے رب کی حمد کر اور اس سے استغفار کر۔ مگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے۔ ”خدا تیری حمد کرتا ہے۔“ (تذکرہ ص ۲۷۶، طبع سوم) ”اور تیرا ظہور خدا کا ظہور ہے۔“ (تذکرہ ص ۷۰۳) کیا اس میں قرآن مجید کا ارتداد اور رب العالمین اور سید المرسلین کی توہین نہیں؟

۷..... قرآن مجید میں بار بار ارشاد ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ کوئی نفس دوسرے کا بوجھ نہیں بنا سکتا۔ قبروں کی بابت احادیث صحیحہ میں ارشاد ہے کہ وہ پختہ نہ بنائی جائیں۔ نہ ان پر عمارتیں بنائی جائیں اور نہ ان پر کتبہ لگائے جائیں۔ یہود و نصاریٰ پر قبروں کی پرستش کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے۔ مگر ان صاف ارشادات کے خلاف صاف ارتداد کر کے آج مرزا قادیانی ”بہشتی مقبرہ“ کا اعلان دیتا اور اس کا خاص اہتمام کر رہا ہے۔ ۱۹۰۶ء میں اس پر تین ہزار روپیہ صرف کیا اور ۱۹۰۷ء کے لئے گیارہ ہزار کا مطالبہ ہے اور صاف لفظوں میں اعلان دیتا ہے کہ ”جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہو گا وہ بہشتی ہو جائے گا۔“ کیا اس میں اسلام کا خلاف اور محمد مصطفیٰ ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین نہیں ہے؟ آج تک مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور تمام عالم میں کہیں بہشتی مقبرہ نہ بنا اور قادیان میں بہشتی مقبرہ ہو گیا۔ کیا صحف و کتب سابقہ سے یا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی اور نبی کا مقبرہ بھی موجب نجات اور کل عالم کے واسطے بہشتی مقبرہ ہو گیا تھا؟ کیا کتب قیمہ اور فطرت اللہ میں کہیں اس کا نشان ہے یا تمام کتب سماوی بھی فطرت اللہ کی طرح لعنتی چیز ہیں۔ اسی وجہ سے مرزائی قادیان کو مکہ، مدینہ اور بیت المقدس پر صاف الفاظ میں ترجیح دینے لگے۔ چنانچہ ایک مرزائی کا شعر اخبار بدر مورخہ ۹ اگست ۱۹۰۶ء مرزا قادیانی کی مدح میں شائع ہوا ہے۔

ہندوستان کا رتبہ بڑھا تیرے فیض سے اب اس کو فخر سارے زمین و زمین پر ہے
۸..... خداوند عالم کی تسبیح و تقدیس اور تحمید سے تمام قرآن مجید بھر پڑا ہے۔ اسلام نے اللہ اکبر

کی گونج تمام دنیا میں پیدا کر دی ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت اسی قدر ذکر ہے کہ وہ خدا کے بندے اور خدا کے رسول ہوتے تھے۔ خداوند عالم کی ذات کو بے مثل اور وہم و گمان سے برتر فرمایا ہے۔ مگر آج مرزا قادیانی کو الہام ہوتے ہیں۔ ”انت منی وانا منک“ (تذکرہ ص ۴۴۲) ”ظہورک ظہوری“ (تذکرہ ص ۷۰۳) ”انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی“ (تذکرہ ص ۶۶) کیا یہ صاف خدائی کا دعویٰ نہیں؟ کیا اس میں قرآنی تعلیمات کا صاف خلاف نہیں؟ کیا ایک شخص جو بد عہد، دائم المرض اور چندوں کا محتاج ہے۔ سچ سچ خدا کا ظہور ہے؟ کیا ہی سچ ہے۔ ”دجال کاٹا ہوگا پر خدا کا ٹائٹل نہیں۔“ کیا ”سبحان ربی الاعلیٰ، سبحان ربی العظیم“ جو بار بار رکوع و سجود میں دہرایا جاتا ہے۔ ایک بیہودہ بیگواس ہے؟ اور سچ یہی ہے کہ ”خدا مرزا قادیانی کی حمد کرتا ہے۔“ (تذکرہ ص ۷۹) مرزا قادیانی کا ظہور خدا کا ظہور ہے۔ ”اگر مرزا نہ ہوتا تو خدا زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔“ (تذکرہ ص ۶۵۳، ۶۱۳) مرزا قادیانی اور خدا ایک ہی ہیں۔ مرزا قادیانی خدا سے اور خدا مرزا سے ہے۔ اے طغولو! کیا تسبیح، تقدیس، حمد باری تعالیٰ کے یہی معنی ہیں؟

۹..... قرآن مجید میں صاف حکم ہے: ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (آل عمران: ۱۰۳)“ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ اندازی مت کرو۔ ”ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعاً لست منہم فی شیع (الانعام: ۱۰۹)“ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ایک تفریق ہو گئے تو ان میں سے اے (محمدؐ) تو کسی بات میں نہیں ہے۔ مگر مرزا اور مرزائیوں کو ان آیات کی مطلق پرواہ نہیں۔ بلکہ ان سے صاف ارتداد کر کے تمام مسلمانان عالم کو کافر اور جہنمی قرار دیتے ہیں۔ گویا کہ قرآن کو بوٹی بوٹی کر دیا ہے۔ اپنی ذاتی اغراض اور مشیخت کی بناء پر پینتات قرآنی، احادیث صحیحہ اور اجتماع امت کا صریح خلاف کر رہے اور اشارات مجیدہ و تاویلات دیکھ کر پھاڑے ہوئے ہیں۔

۱۰..... قرآن مجید کا حکم ہے: ”اوفوا بالعہد (الاسراء: ۳۴)“ عہد کا ایفا کرو۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کے متعلق بد عہدی کی، تفسیر کتاب عزیز کی نسبت ہمیشہ وعدے کئے۔ مگر پورے نہ کئے۔ قرآنی طاقتوں کا جلوہ گاہ کی نسبت وعدہ کیا۔ ایفا نہ ارد۔ مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کو پیش گوئیوں کے امتحان کے واسطے بلا یا۔ مگر جب وہ قادیان پہنچے تو سوائے سب و شتم کے اور کچھ نہ کیا۔ مولوی محمد احسن کو بطور مشوری پھرتے پر مامور کیا اور تنخواہ کا چندہ کیا۔ چندہ وصول مگر ادائے فرض منہمی نہ ارد۔ ایسا ہی الحکم اور البدر میں ہمیشہ طرح طرح کے وعدہ چھپتے ہیں اور بلا وجہ توڑے جاتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کی جاتی کہ بد عہد کو اللہ قاسق اور گمراہ فرماتا ہے۔ ”یضلل بہ

کثیرا ویہدی بہ کثیراً وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ (البقرہ: ۲۶، ۲۷) ”اگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی مشتمہ بدعہد یوں کا شمار کیا جائے تو ایک علیحدہ کتاب بن سکتی ہے۔“

مسح علیہ السلام کی اہانت

..... قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کی بڑی تعریف کرتا ہے۔ مسح علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ اور ان کی والدہ کو صدیقہ فرماتا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے آنحضرت ﷺ کے برخلاف ہر چند قوموں کو بھڑکایا اور جنگ کئے اور سخت کشت خون کی نوبت پہنچی۔ مگر کسی آیت یا حدیث میں مسح علیہ السلام یا کسی اور نبی کی شان میں گالی نہیں۔ آج مرزا قادیانی اور مرزائی ہیں کہ کفر تو کہیں عیسائیان حال اور حملے کئے جائیں مسح علیہ السلام کی ذات پر۔ نقل کفر کفر نباشد۔ ذیل میں چند سطور درج کی جاتی ہیں۔ مسح کی نسبت (ضمیر انجام آتم م ۷۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱۴۲۸) میں لکھا: ”شریر، مکار، موٹی عقل والا، بد زبان، خصہ ورہ، گالیاں دینے والا، جھوٹا، علمی اور عملی تو اے سے بچا، چور، شیطان کا ملہم، اس کی نانیاں اور دادیاں زنا کار، اس کا بھڑوں سے میلان تھا۔ پھر مسلمانوں کی تکفیر سے ڈر کر (انجام آتم م ۱۳، خزائن ج ۱۱ ص ۱۳) پر لکھ دیا کہ یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خیر نہیں کہ وہ کون تھا۔“ مگر سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد۔ خود ہی اہلکم مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۰۱ء میں اقرار کیا کہ ”یسوع اور مسح ایک ہی شخص ہیں۔“ اور پھر بعض مقامات پر مسح کے نام پر مسح کے نام سے بھی گالیاں دیں۔ مثلاً (نور القرآن حصہ دوم ص ۱۲، خزائن ج ۹ ص ۳۹۳) میں لکھا: ”مسح کی دادیوں اور نانوں کی نسبت جو اعتراض ہے۔“ (آئینہ کلمات اسلام ص ۵۹۸) پر ہے۔ ”مسح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا۔“ پھر مسح علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو قیافہ اور انکل بتایا اور لکھا۔ ”یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ مری پڑنے کی اور زلزلہ آئیں گے۔“ مگر اپنے مطلب کے وقت انہیں پیش گوئیوں کو عظیم الشان بنا لیا جاتا ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۸ ص ۲۳۳) میں ہے۔ ”خدا نے اس امت میں سے مسح موعود بھیجا جو اس پہلے مسح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔“ (حقیقت الہی ص ۱۲۸، خزائن ج ۲ ص ۱۵۲) میں ہے۔ ”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکا ہوں اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھانہ سکتا۔“ پھر بدر مورخہ ۵ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کیا: ”ایک بار حضرت عیسیٰ زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دو بارہ آ کر وہ کیا کریں گے۔ جو لوگ ان کے خواہشمند ہیں۔“

مرزا قادیانی کے جھوٹ

۱۲..... قرآن مجید میں جھوٹے پر لعنت ہے اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ مومن میں اور سب خصلتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزا اور مرزائی ہیں کہ ان کے لئے جھوٹ بولنا ایک معمولی بات ہے۔ مرزا قادیانی نے (ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۶۲۹، خزائن ج ۳ ص ۳۳۹) پر شائع کیا کہ ”ایک بادشاہ کے وقت میں چار سونبیوں نے اس کی فتح کی پیش گوئی کی تھی اور جھوٹی نکل۔“ یہ کیسا گستاخانہ جھوٹ ہے؟ اول تو انبیاء علیہم السلام کی توہین، دوم ان پر جھوٹا الزام۔ اگر انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں تو معاد کے حالات پر کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ کتاب سلاطین سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے نبی بھل کے پجاری تھے۔ جن کو ایلیائی نے قتل کیا۔ اگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے جھوٹ جمع کئے جائیں تو ایک مبسوط کتاب تیار ہو جائے۔ مرزا قادیانی کی کذب بیانیوں کا بیان ”اسح الدجال“ میں دیکھو۔ قدرت اللہ سنوری، محمد فضل و محمد صادق ایڈیٹر ان البدر کی بددیانتی اور دروغ گوئی کا بیان کانے دجال میں اور مقام پر آیا ہے۔ ریو یو آف ریلجیو کے تین جھوٹ بھی قابل ذکر ہیں۔ اول: بار بار شائع کرنا کہ ملاں عبداللطیف کو محض اس وجہ سے امیر کاٹل نے قتل کرایا کہ وہ جہاد کا مخالف اور سلطنت برطانیہ کا خیر خواہ تھا۔ دوم: میری نسبت دعوائے نبوت شائع کیا۔ سوم: الہی بخش کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ حصائے موسیٰ ہونے اور مرزا کو خرق کرنے کا مدعی تھا اور خود نامراد خرق ہو گیا۔

۱۳..... خداوند عالم قادر مطلق ہے۔ تمام انبیاء اولیاء، ملائکہ اور کل انسان اس کے ارادہ کے تابع ہیں، نہ کہ وہ اوروں کے ارادہ کا متبوع۔ اگر ایسا ہو تو فساد ہو جائے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے: ”وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (التکویر: ۲۹) الْم تَعْلَمَ أَنْ اللَّهُ عَلِيمٌ كُلُّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ: ۱۰۶)“ مگر شیطان قادیانی اور کانا دجال بار بار الہاماً شائع کرتا ہے۔ ”كُلُّ لَكَ وَلَا مَرَك“ (تذکرہ ص ۷۰۶) سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے اور جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ مرزا کے واسطے ہے اور خدا معطل اور محذور ہو چکا۔

۱۴..... خداوند عالم کی مغفرت اور سزائے قوانین لامحدود اور انسانی عقل کے احاطہ سے باہر ہیں۔ اگرچہ بہت سے قوانین سزا و جزا، قرآن شریف میں مذکور ہیں۔ تاہم کسی انسان کی ظاہری حالت کو دیکھ کر انسان یہ فتویٰ نہیں لگا سکتا کہ فلاں شخص ضرور بدبختی ہے اور فلاں ضرور جنمی۔ چنانچہ میدان حشر میں خاص آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چند اصحاب کو دوزخ کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر عرض کریں گے۔ اے صحابی۔ جس پر اللہ کریم فرمائے گا کہ تجھ کو معلوم نہیں کہ تیرے بعد انہوں نے

کیا کیا۔ طوفان کے وقت حضرت نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی سفارش کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام آذر کی نسبت دعا کرتے ہیں اور آنحضرت ﷺ اپنے چچا سے بڑی محبت کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے طالب ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے ان تمام کی خواہشیں روہی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے: "يُغْفِر لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ (آل عمران: ۱۲۹)" "جس کو چاہے اللہ بخش اور جس کو چاہے عذاب کرے۔" "مَن ذَالِذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ: ۲۵۵)" "کون ہے جو اس کی جناب میں اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔ مگر کاناد جال اپنی نسبت الہام شائع کرتا ہے جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش۔" "رَبِّ سُلْطٰنِي عَلٰی النَّارِ"

مرزا کے مباہلے

۱۵..... قرآن مجید میں ایک مباہلہ کا ذکر ہے۔ جو خالصتاً توحید اور عظمت باری تعالیٰ کے واسطے صحیح علیہ السلام کو خدا اور راہبوں کو رب پکارے جانے کے خلاف تھا۔ کسی ایسے مباہلہ کا پتہ نہیں ملتا جس میں کسی نبی نے موجد اور خدا پرست لوگوں کو محض اپنی کبریائی منوانے کے لئے کیا ہو۔ جیسا کہ مرزا موجد، مومن، خدا پرست، مسلمان، علماء اور فضلاء کو محض اپنی کبریائی منوانے کے واسطے کرتا اور ہمیشہ تمام موجد مسلمانوں پر لعنتیں اور بددعاں کرتا رہتا ہے اور محض اپنے نہ ماننے کی بناء پر تمام اقوام کی جاہی اور معیبت کو عید سمجھتا اور تمام خادمان اسلام اور معلمین حدیث و قرآن کی بلاکت کا ایسا مشاق رہتا ہے جیسا کوئی روزہ دار عید کے چاند کا۔ اگر مرزا قادیانی کے دل میں قرآن و حدیث کی ذرہ بھر عظمت ہوتی اور اسلام اور توحید سے کچھ بھی محبت ہوتی۔ تمام خدام اسلام اور معلمین قرآن و حدیث کی خاص عظمت کرتا۔ ان کے مخلصانہ اور مؤمنانہ خلاف سے متنبہ ہوتا۔ جو محض قرآن و احادیث کی حمایت کے واسطے تھا۔ نہ اپنی امامت یا نبوت یا خدائی قائم کرنے کے واسطے۔ نہ لنگر، مکانات، منارہ، کتب اور مقبرہ کے نام پر چندہ اور جائیداد وصول کرنے کی غرض سے۔ میرے نیاز مندانہ خطوط جو محض توحید باری تعالیٰ و عظمت قرآن اور اصلاح مسلمانان کے واسطے تھے ارتداد قرار نہ دیتا۔

مرزا قادیانی کی کبریائی

۱۶..... قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مشن یہی ہوتا تھا کہ ایک خدا کی پرستش کرو۔ چنانچہ سورہ اعراف و ہود و مومن میں انبیاء علیہم السلام کا یہ قول بار بار مذکور ہے۔ "يٰۤاَقۡسَمُ بِرَبِّكَ لَآ اَعۡبُدُ اللّٰهَ مَالِكُمۡ مِّنۡ اٰلِهَ غٰیۡرِهٖ" اور (سورہ بینہ: ۵) میں ہے: "وَمَا اَمۡرُوۡاۤ اِلَّا

ليعبد والله مخلصين له الدين حنفاء“ صح عليه السلام کا قول ہے۔ ”یا بنی اسرائیل اعبدوا الله ربی وربکم“ تمام رسولوں کا قول ہے: ”اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت (النحل: ۳۶) وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحى اليه انه لا اله الا انا فاعبدون (الانبیاء: ۲۰) ربنا ائنا سمعنا منادياً ينادى للإيمان (آل عمران: ۱۹۳)“ مگر مرزا قادیانی حامیان اسلام اور ذاکرین خدا کو طعون اور کافر کہتا اور اپنے نفس کو ہی مدار نجات ٹھہراتا ہے۔ تمام دنیا کے سامنے اپنی کبریائی کا ہی جھگڑا ہے نہ کہ پرستش باری تعالیٰ کا۔ مرزا قادیانی کی مجلسوں میں ذکر خدا اور اصلاح نفوس کے بجائے محکو شاعروں کے قصائد مرزا قادیانی کی حمد میں پڑھے جاتے ہیں۔ جس میں مرزا قادیانی کو مظہر نور کبریا، سب اولیاء سے افضل۔ بعض انبیاء سے بڑھ کر کہا جاتا ہے۔ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کے نام سے پکارا جاتا اور جموٹ بکواس مارا جاتا ہے کہ تو نے صلیب کو توڑ دیا۔ شرک و کفر کو مٹا دیا۔ آریاؤں، نیچریوں اور دہریوں کا ناک میں دم کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ خود کبھی مشابہ خدا بنتا ہے کبھی بمنزلہ اولاد خدا (تذکرہ طبع سوم ۳۹۹) دو حید خدا (تذکرہ طبع سوم ۶۶) کبھی کہتا ہے ”کلک ولا مرک“ (تذکرہ طبع سوم ۷۰۶) ”سرسک سوری“ (تذکرہ طبع سوم ۹۳) ”ظهورک ظھوری“ (تذکرہ طبع سوم ۷۰۳) بہشت و دوزخ کا مالک و مختار، مظہر خدا، نہ دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے۔ نہ مسلمانوں کا عیسائی بننا بند ہوا۔ نہ ہندوستان سے بت پرستی اور قبر پرستی صاف ہوئی اور بلکہ خود قبر پرستی اور منارہ پرستی کی بنیاد ڈال دی۔ نہ آریاؤں کی ترقی کم ہوئی۔ نہ مسلمانوں کے اندرونی فسادات کم ہوئے۔

مرزا کی پرستش

۱۷..... تمام انبیاء علیہم السلام خداوند عالم کی پرستش قائم کرنا چاہتے تھے۔ تمام قرآن مجید اس کی حمد و ستائش سے بھرا ہوا ہے۔ مگر مرزا قادیانی اپنی پرستش چاہتا ہے۔ دیکھو اس کے منہ پر اس کی حمد ہوتی، حمد یہ قصائد اس کی شان میں سنائے جاتے اور اخباروں میں شائع ہوتے ہیں اور وہ بڑے فخر سے ان کو سنتا ہے۔ شاعری ہوا سے اس کو آسان پرچہ پایا جاتا ہے۔ شعروں میں اس کو سنایا جاتا ہے کہ تو مظہر نور کبریا ہے۔ تو محمد کا مظہر ہے۔ تو نے صلیب کو توڑ دیا۔ تو نے نیچریوں اور آریاؤں اور برہمنوں کی گردن توڑ دی۔ تجھ سے شرک اور کفر کافر ہو گئے۔ تجھ سے اسلام تازہ ہو گیا۔ تو نے عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا۔ یہ تمام شاعرانہ گپ ہے اور سفید جموٹ ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے ہاتھ پر نہ تو دو چار لاکھ عیسائی مسلمان ہوئے، نہ مسلمانوں کا عیسائی ہونا بند ہوا۔

بلکہ جب سے وہ پیدا ہوا ہے اس وقت سے آج تک لاکھوں مسلمان عیسائی ہو چکے۔ نچریوں اور آریاؤں کا زور شور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ تمام تعلیم یافتہ لوگ بکثرت دہریہ اور لامذہب ہوتے جاتے ہیں۔ قبر پرستی، تعزیر پرستی، منارہ پرستی، مسلمانوں میں اسی طرح زور پر ہے۔ بلکہ مرزا قادیانی نے قبر پرستی اور منارہ پرستی کی تو ایسی مستحکم بنیاد قائم کر دی کہ خدا کی پناہ۔ ہندوستان میں بت خانہ اور شوالے اسی رونق پر ہیں۔ آج تک نہ تو دو چار ہزار مشرک مسلمان ہوئے نہ ہندو، نہ کچھ نہ برہمن، نہ آریہ..... مسلمانوں کی تو اس طعون نے یہ گت بتائی کہ جس قدر ذاکرین، عابدین، ساجدین، حامدین اور علمائے دین ہیں سب پر لعنتیں برساتا اور سب کو گالیاں نکالتا اور تمام مسلمانان عالم کو کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ تمام علم حدیث و قرآن اور تمام عبادات و اعمال اور فطرت اللہ کو لعنت قرار دیتا ہے۔ تیس کروڑ مسلمان جو آج تک تیرہ سو سال میں تیار ہوئے تھے وہ سب مرزا قادیانی کے وجود سے کافر ہو گئے۔ ”یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدو بما لم یفعلوا (آل عمران: ۱۸۸)“ وہ پیش کرتے ہیں اس پر اترتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کاموں پر ان کی حمد ہو۔ جو انہوں نے نہیں کئے۔ حمد کا لفظ قرآن مجید میں غیر اللہ پر سوائے خود پرست اور منافق لوگوں کے نہیں آیا۔ حقیقت میں یہ ایک زبردست پیش گوئی تھی جو مرزا قادیانی کے وجود پر پوری ہوئی۔

۱۸..... تمام انبیاء علیہم السلام کا مشن اصلاح فسادات اور تزکیہ نفوس ہوتا تھا۔ مگر مرزا قادیانی کا مشن سوائے خود پرستی اور خود نمائی کے اور کچھ نہیں۔ ہاں خالی گھمنڈ بہت ہے۔ ”الذین یزکون انفسہم (النساء: ۴۹)“ عین ان کے حال کے مطابق ہے۔

۱۹..... قرآن مجید تمام نبیوں کو فرماتا ہے: ”فانما یتینکم منی ہدیٰ فمن تبع ہدیٰ فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون (البقرہ: ۳۸)“ گویا کہ نجات ہدایت کی پیروی سے ہوگی۔ مگر مرزا قادیانی کو اصلاح اعمال پر مطلق نظر نہیں تمام زور اپنی کبریائی اور چندہ اور گھرانے پر ہے۔

۲۰..... تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ ”لما اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاءکم رسول مصدق لهما معکم لتؤمنن بہ ولتقنصرنہ (آل عمران: ۸۱)“ مرزا قادیانی نے بیڑا تو قرآن مجید اور اسلام کی حمایت کا اٹھایا اور بڑے دھڑلے اور زور شور سے براہین احمدیہ کے اشتہار دیئے تھے۔ یہاں تک کہ لاکھوں متفرق اشتہاروں کے علاوہ ۸۲ صفحہ ایک جلد ہی اشتہار میں سیاہ کر دی تھی اور ظاہر کیا تھا کہ یہ تین سو جز کی کتاب ہے اور اس میں تین سو بیسٹیر دلائل سے اسلام کی فضیلت تمام مذہب پر ثابت کی گئی ہے۔ مگر جب اس کا تمام روپیہ پیشگی وصول ہو چکا تو ساٹھ سال میں اس کا نام تک بھی نہ لیا۔

۲۱..... ”وما كان لنبي ان يغفل (آل عمران: ۱۶۱)“ نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کا روپیہ، سراج منیر کا روپیہ، ڈھائی سو روپیہ ماہوار مفت اشاعت کا روپیہ، منارہ کا روپیہ زمین کیا اور اپنی اور اپنے بیٹوں کی بیویوں کو زیورات سے لاد دیا۔ اپنے بیٹوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں ہی کر دیں اور اٹھارہ لاکھوں پر لختیں برساتا رہا۔

۲۲..... قرآن مجید میں حکم ہے: ”لا تقولوا لمن القى اليكم السلم لست مؤمنا (النساء: ۹۴)“ جو شخص تم پر سلام کرے اور اس کو یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔ مگر خود مرزا قادیانی، نور الدین، رشید الدین اور عبدالعزیز کو میں نے خطوں میں السلام علیکم لکھا۔ مگر انہوں نے اس آیت سے صاف ارتداد کیا اور مجھ کو لست مؤمنا ہی کہتے رہے۔

۲۳..... قرآن مجید میں حکم ہے کہ جب تم کو کسی طرح سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر سلام کرو یا اسی کو رد کرو۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائی اس حکم قرآنی سے صاف مرتد ہیں۔ میرے سلاموں کا جواب مرزا قادیانی، نور الدین، رشید الدین اور عبدالعزیز نے بہتر تو کیا اسی قدر بھی نہ دیا۔ حالانکہ خود نور الدین کا قول اخباروں میں شائع ہو چکا تھا کہ سلام تو کافر کے لئے بھی جائز ہے اور قرآنی ارشاد ہے: ”ان هؤلاء قوم لا يؤمنون فاصفح منهم وقل سلام (الزخرف: ۸۸، ۸۹)“ یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے پس ان سے درگزر کرو اور سلام کہہ۔

۲۴..... قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ”لا يستوى القاعدون من المؤمنين غير اولئى الضرر والمجاهدون فى سبيل الله باموالهم وانفسهم (النساء: ۹۵)“ جو مومن آرام سے بیٹھے رہتے ہیں وہ ان مومنوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اپنے مالوں اور جانوں سے خدا کے راستہ میں کوشش کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اس آیت سے صریح ارتداد کیا اور لکھا کہ میرا بطور وعظ پھر تا وقت پیر گھسائی ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ کے دم سے کافر مریں گے۔ مگر کیا حدیث کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ ہاتھ پاؤں اور قلم سے مطلق کام نہ لے گا۔ پھر گھر بیٹھے ستر ہزار چنگک ماہوار کیوں اڑائے جاتے ہیں اور نہ رانے وصول کرنے کی غرض سے لوگوں کو کیوں بلایا جاتا ہے؟

۲۵..... تمام انبیاء علیہم السلام کے قول اور فعل یکساں ہوتے تھے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ”لم تقولون ما لا تفعلون، كبر مقتا عند الله ان تقولوا ما لا تفعلون (الصف: ۳۰)“ مگر مرزا اور مرزائیوں میں خالی باتوں اور خیالی بحثوں کے سواے کچھ بھی نہیں۔ دوسروں کو تو مرزا قادیانی کہتا ہے کہ صحابہ نے تمام جان و مال دین کے راستہ میں قربان کر دیا تھا۔ تم

بھی کرو۔ مگر خود چندوں اور نذرانوں کے روپیہ سے عیش و محم میں زندگی بسر کرتا اور مفرحات و مقویات کھاتا رہتا ہے۔ اپنی اور اپنے بیٹوں کی بیوؤں کو زیورات سے لاد دیا اور سسروں اور سالوں اور اولاد کو موٹا بنا رہا ہے۔ خود نہ کبھی اسلامی انجمنوں اور مدرسوں کی امداد کی۔ نہ تعلیم اسلام سکول قادیان سے ہی اس کو دلچسپی ہے کہ دو چار ہارمینیہ میں ملاحظہ کر لیا کرے اور استادوں اور لڑکوں کو دینیات کی طرف رغبت و تحریریں دے آیا کرے۔ ریو یو آف ریٹینج اور الحکم والہد سے اتنی بھی دلچسپی نہیں کہ قبل از اشاعت ان کا ملاحظہ تو کر لیا کرے۔ تاکہ یہ اخبار شستہ اور سنجیدہ ہو جائیں اور خیالی گپ شب اور وہابیات و حکونٹوں سے صاف رہیں۔ بلکہ تحریر ان اخبارات سے اپنی علیحدگی شائع کر چکا ہے۔ مولوی نور الدین صاحب کے جلسہ قرآنی سے بھی اس کو کوئی خاص دلچسپی نہیں۔ بلکہ دن رات منی آرڈروں کی وصولیت اور چندوں کی ترقی کے سوائے اس کا کوئی مشغلہ نہیں۔ ایک یتیم کے واسطے اسی (۸۰) روپیہ سالانہ کے لئے الحکم والہد میں اشتہار نکل رہے ہیں۔

ترک دنیا بد بگہر آموزند
خویشمن سیم وظلہ اندوزند

اور تو اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی مطلق توجہ نہیں۔ آج محمود کی نسبت کچھ راز معلوم ہوتے ہیں۔ کل بشیر کی نسبت یا شریف کی نسبت۔

قادیانی مشرک جماعت

۲۶..... تمام انبیاء صدیق، صادق الودع اور امین ہوتے تھے۔ جیسا کہ بڑے تو اتر کے ساتھ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ رسول امین، صدیق نبی، صادق الودع کے جملہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت قرآن مجید میں بکثرت آئے ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ مؤمن میں اور تمام خصالتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزائیوں میں کذب، بد عہدی اور بددیانتی ایک سنت معترہ ہے۔ مرزا قادیانی کے کذب، بد عہدوں اور بددیانتیوں کا بیان مولانا "اسخ البدع" میں ہو چکا ہے۔ محمد علی، یعقوب علی اور محمد صادق کے جھوٹ، امیر حبیب اللہ خاں کی سیاحت ہند کے وقت خوب ظاہر ہوئے۔ یہ بار بار لکھتے رہے کہ امیر صاحب مرحوم نے ملاں عبداللطیف کو محض اس بات پر قتل کر دیا تھا کہ وہ گورنمنٹ ہند کا خیر خواہ اور جہاد کا مخالف تھا۔ یہ کیسا سفید جھوٹ ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کے خیر خواہ علی گڑھ کالج اور انجمن حمایت اسلام بھی تو ہیں۔ مگر ان کو ہنر مجبلی امیر صاحب نے بیس بیس ہزار روپیہ نقد اور چھ سو روپیہ سالانہ برائے دوام عطا فرمایا۔ جہاد کے مخالف بولنا قرآن اور احادیث پر ایک ظالمانہ حملہ ہے۔ کیونکہ جو جہاد اسلام نے جائز قرار دیا ہے

وہ کسی مذہب اور کسی قانون کی رو سے ناجائز ہوتی نہیں سکتا۔ تمام اسلامی جہاد دشمنوں کو حملوں سے روکنے اور آزادی قائم کرنے کے واسطے تھے۔ مرزا قادیانی نے تو مجھے بلکہ محض اس قدر لکھنے پر کہ خدا کو ماننے اور اچھے عمل کرنے سے ہر قوم اور ہر ملت کا انسان نجات پاسکتا ہے۔ مرتد اور واجب القتل قرار دیا اور جب میرے سوالوں کا کوئی جواب معقول نہ دے سکا تو فوراً گالیوں اور بددعاؤں پر اتر آیا اور کھی ہوئی گوار کی دھمکی دی۔ بلکہ وہ ساری دنیا کو بمعہ گورنمنٹ اسی طرح دھمکاتا ہے۔ چنانچہ وہ الہاماً شائع کرتا ہے۔ ”کَلَّ هَالِكِ اِلَّا مَنْ قَعَدَ فِيهِ سَفِينَتِي“ (تذکرہ طبع سوم ص ۱۱۳) سب ہلاک ہونے والے ہیں۔ سوائے اس شخص کے جو میری کشتی میں بیٹھا۔ ”ما ارسل من نبی الا اخذی به اللہ قومًا لا یؤمنون“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲) اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس نے اس کے ذریعہ سے اس قوم کو رسوا کیا جو اس کو نہیں مانتی تھی۔ خود تمام دنیا کے خون کے پیاسے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم جہاد کے مخالف ہیں۔ ریو پو آف ریٹینج نے ایک سفید جھوٹ رسالہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں میری نسبت شائع کیا کہ ”ایک جموں نامی پٹیالہ میں ظاہر ہوا ہے۔ جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے۔“ محمد افضل سابق نجر البدر مجھ سے پانچ روپیہ سالانہ البدر کی بابت بذریعہ قیمت طلب پارسل وصول کر کے دو چھ آنے سالانہ درج کرتا رہا اور باقی خود مین کرتا رہا۔ اس پر محمد صادق نے میرے خلاف ایک اتناپ شاب گالیوں کا طومار اپنے اخبار میں شائع کر دیا۔ جب پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب پٹیالہ سے تصدیق میں نے بھجوائی تو جواب نہ ارد۔

مرزا کی اتناپرتی

۲۷..... قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کا حق یہ رکھا ہے: ”ان اللہ وملتکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (الاحزاب: ۵۶)“ پھر دفعہ شرک کے لئے درود کو اور مومنوں کے واسطے بھی جائز فرما دیا ہے۔ جیسا کہ آیت ذیل میں ہے: ”هو الذی یصلی علیکم وملتکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور (الاحزاب: ۵۳)“ محمد کو قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے واسطے مخصوص فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید ”الحمد لله“ سے شروع ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو حکم ہے۔ ”فسبح بحمد ربک (النصر: ۳)“ عربی اور فارسی اور اردو وغیرہ۔ اسلامی زبانوں میں بھی حمد کا لفظ مخصوص بذات باری تعالیٰ ہو گیا ہے۔ چنانچہ محمدہ اور حامدوں کے لئے حمد الہی کے واسطے آتے ہیں۔ محض صیغہ مفعول مثلاً مقام محمود اور صفات حمیدہ اور اسم محمد، یہ لفظ غیر اللہ کے واسطے آیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی کو تمام قرآن اور اصلاح اسلام کے خلاف الہام ہوتا ہے۔ ”یحمدک اللہ من العرش“ (تذکرہ

۴۷) پھر طرفہ یہ کہ اس کی مجلسوں میں اب اغلب ذکر سوائے حمد و ستائش مرزا کے اور کچھ نہیں ہوا۔ نذ ان کو اس بات کا درد ہے کہ گنہگاروں کی وجہ سے امت محمدیہ تباہ ہوگئی۔ اکثر لائف بے اور دہریہ ہو گئے۔ مختلف فرقہ ایک دوسرے کے سخت منکر اور کذب ہیں۔ اکثر نیچری اور فیشن پرست لاکھوں عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ قبر پرستی، توہم پرستی، منارہ پرستی، رسم پرستی، تعزیہ پرستی اور ہزار ہا قسم کا شرک بڑے زور پر ہے۔ اسلام پر بیرونی حملہ بے حد اور عجیب عجیب رنگوں میں ہو رہے ہیں۔ مگر وہ دن رات اسی نشہ میں غرق ہیں کہ چندے اور نذرانے خوب وصول ہوتے ہیں اور مریدوں کی تعداد بڑھتی جاتی اور طاعون دنیا کو ہلاک کر رہا ہے۔

مرزا اور شیطان

۲۸ الحکم، البرہر، میگزین اور شاعروں کی گپ شب اور مہنگو بازیوں نے خود مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے مذاق کو ایسا بگاڑ دیا ہے کہ بت پرستوں، گنگا پرستوں، کرک چھتر پرستوں اور دیوی پرستوں کی طرح وہ اپنے بت کا ذکر تو دن رات کر ما گرم رکھتے ہیں۔ مگر خدا کے ذکر سے ایسا بھاگتے ہیں جیسا کہ ”لا حول“ سے شیطان۔ ”اذا نکر اللہ وحده الشمازت قلوب الذین لایؤمنون بالآخرة و اذا نکر الذین من دونہ اذا ہم یستبشرون (البزمر: ۴۵)“ جب اکیلے خدا کا ذکر کیا جائے تب ان لوگوں کے دل جو آخرت کو نہیں مانتے گھبرا جاتے ہیں اور جو ہیں غیر خدا کا ذکر شروع ہو وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ میری علیحدگی کی ہوئی۔ جب میں نے شروع میں مرزائیوں کا بگڑا ہوا مذاق دیکھا اور توحید و حمد باری تعالیٰ پر لیکچر دینے شروع کئے تو وہ بگڑے اور گھبرائے اور آخر کار فضل ایزدی سے مجھے اس مشرک جماعت سے نجات ملی۔

۲۹ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں تحصیل علوم کی بڑی تاکید ہے۔ قرآن مجید بار بار مخلوقات عالم میں غور کرنے کے واسطے ارشاد فرماتا اور علوم کا نام خیر کثیر رکھتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ عالم کو عابد پر اس قدر فضیلت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کو ادنیٰ امتی پر۔ مگر مرزا قادیانی کو مسلمانوں کے کسی سکول اور کالج سے مطلق ہمدردی نہیں۔ خاص اپنے بیٹوں کی تعلیم کا بھی مطلق خیال نہیں۔ دلہنمات چندوں اور نذرانوں کی وصولیت اور مریدوں کی تعداد بڑھانے کی فکر میں مستغرق رہتا اور تمام علمائے دین اور معلمان قرآن و حدیث پر لعنتیں برساتا اور گالیاں نکال رہتا ہے۔

۳۰ انبیاء علیہم السلام کا قول ہے: ”لا املک نفسی نفعاً ولا ضرراً الا ماشاء اللہ“

(الاعراف: ۱۸۸) ”مجھ کو اپنے نفس کے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں ہے۔ مگر جو اللہ چاہے۔“ انہی لا املك لكم ضراً ولا رشداً (الجن: ۲۱) ”مجھ کو تمہارے واسطے کسی نقصان کا اختیار نہیں ہے نہ ہدایت کا۔ مگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتے ہیں۔“ کمل لك ولا مبرك ”(تذکرہ طبع سوم ص ۷۰۶) سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔

۳۱..... تمام مسلمانوں اور تمام دنیا کی نسبت مرزا قادیانی کہتا ہے: ”مُعْتَبَةٌ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَخَلَّفَ مِنَّا وَاٰبِئِنَّا“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۳۱) خدا کی اہانت اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا اور انکار کیا۔ انجام آتھم میں شائع کیا۔ ”گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی اہانت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد نہ مہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر توہین کو چھوڑے۔“ (انجام آتھم ص ۶۷، خزائن ج ۱ ص ۶۷) پھر کہتا ہے کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا خیر خواہ ہوں اور ملاں عبداللطیف محض اس بناء پر قتل ہوا کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کا خیر خواہ اور جہاد کے مخالف تھا۔

۳۲..... تمام مسلمانوں کے خون کا یہاں سا محض اس بناء پر ہے کہ وہ خدا کو اور اس کے رسولوں کو مانتے اور قرآن وحدیث پر محال ہیں۔ ”وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا باللّٰه العزيز الحميد (البروج: ۸)“ انجام آتھم کو دیکھو کہ کس شدت اور بے باکی کے ساتھ علمائے دین، ذاکرین، خدا اور تمام لوگوں اور قوموں پر لعنتیں برسائیں بہودعائیں کیں اور گالیاں نکالی ہیں۔

قادیانی طاغوت

۳۳..... قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ ”ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللّٰه واجتنبوا الطاغوت (النحل: ۳۶)“ تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول یہ حکم دے کر بھیجے کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے پرہیز کرو۔ ”ومن يؤمن بالله يهدى قلبه (التغابن: ۱۱)“ اور جو اللہ کو مانے وہ اس کے قلب کو ہدایت کرتا ہے۔ مگر مرزائی ہیں جو ایمان باللہ کو لغو سمجھتے۔ مرزا قادیانی کو مدار نجات قرار دیتے اور خدا کی عبادت چھوڑ کر دن رات مرزا پرستی میں ہیں۔ مرزا قادیانی سے زیادہ اور کون سا طاغوت ہو سکتا ہے جو اپنی نسبت الہام شائع کرتا ہے۔ ”کمل لك ولا مبرك“ (تذکرہ طبع سوم ص ۹۴) ”ظهورك ظہوری“ (تذکرہ طبع سوم ص ۷۰۴) ”اننت منى بمنزلة اولادى“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۹۹) ”اننت منى بمنزلة توحيدى وتفريدى“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۶) ”اننت منى وانا منك“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۲۲) ”لولاك لما خلقت الافلاك“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۲) جس سے تو راضی اس سے میں راضی۔ جس سے تو

ناخوش اس سے میں ناخوش۔ گویا کہ اللہ آسمان سے اتر آیا۔ بہشتی مقبرہ ہے (جو اس میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا) ”اریڈ ما تریدون“ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۵) میں تیرے لئے برساؤں کا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔ کیا یہ مشرکانہ اور ظالمانہ کلمات عیسائیوں کے کلمات سے کسی طرح کم ہیں۔ کیا ان میں صاف خدا کی یا وہریت یا ہمہ اوست کا دعویٰ نہیں ہے؟ ۲۱۹ مئی ۱۹۰۷ء کو خواب میں میں نے مولوی نور الدین کو یہ آیت سنائی:

”الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللہ والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت (النساء: ۷۶)“ جو مومن ہیں وہ راہ خدا میں جنگ کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ راہ طاغوت میں لڑتے ہیں۔ اور مرزا قادیانی کا طاغوت ہونا ظاہر کرتا رہا۔ یہ چند مثالیں محض نمونہ کے طور پر ہیں۔ حقیقتاً مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن اور اسلام سے سخت مرتد، سنن انبیاء کے مخالف ہیں۔ قرآن وحدیث اور اسلام کو اپنی مطلب برآری کے واسطے محض ایک جال بنا رکھا ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو مسلمان کس طرح ان کے دام میں گرفتار ہوں؟ اسی واسطے مرزا قادیانی کا نام ”اسح الدجال“ ہے۔ یعنی جس قدر مسیحیت کی باتیں وہ ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً نمازوں کی پابندی، دعا، تقویٰ، راست بازی، ایثار، نفس کشی، صبر اور تحمل کی تعلیم، مصیبت کے وقت بہت دعائیں مانگنا اور خدا کے آگے عاجز ہونا وغیرہ۔ یہ تمام ایک جال ہے۔ جس میں مسلمان پھنس کر قرآن اور اسلام سے مرتد ہوتے جاتے ہیں۔ اگر وہ ظاہری اسلام کی حمایت نہ کرتا اور نہ تقویٰ و دعا کی تعلیم دیتا تو جیسے ہندوؤں نے اس کا کرشن ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اسی طرح کوئی مسلمان بھی اس کو تسلیم نہ کرتا۔ پس واقعی مرزا اسح الدجال ہے۔ یعنی یہ ایک ایسا مرکب ہے جس میں مسیحیت اور دجالیت ملے ہوئے ہیں۔ پس جو کچھ وہ توحید و تہجد باری تعالیٰ، تقدیس انبیاء، تعلیم دعا و تقویٰ کے متعلق لکھتا ہے وہ مسیحیت ہے۔ مگر چونکہ یہ سب مسلمانوں کے پھنسانے کے واسطے ہوتا ہے نہ کہ خلوص اور سچائی کے ساتھ۔ اس لئے یہ ایک دجال ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ قرآن و احادیث اور اسلام سے صریح ارتداد، علمائے دین اور ذاکرین خدا کی تکفیر اور حقیر، نفس پرستی، خود ستائی، دعویٰ الوہیت، نبوت، ورسالت شامل ہیں۔ بعض پیش گوئیوں کا پورا ہونا اس کی مسیحیت کا نتیجہ ہے اور اکثر کا مجموعے ثابت ہونا اس کی دجالیت کا نتیجہ ہے۔

مرزا مسلمانوں کا جانی دشمن

حال میں جو اس نے ایک اعلان مئی ۱۹۰۷ء کے اخبارات الحکم، المہر، ریویو وغیرہ میں شائع کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کا جانی دشمن ہے اور اگر وہ نے زمین کے

تمام مسلمان توپ اور بندوق سے اڑا دیئے جائیں تو وہ شخصاً ہو جائے۔ حالانکہ جو احقنا نہ شورش اس وقت پنجاب اور بنگال میں ہو رہی ہے وہ محض ہندوؤں کی طرف سے ہے۔ مسلمانوں کی شرکت کسی کسی جگہ محض استثنائے شاذہ کے طور پر ہے۔ مگر وہ (مرزا) اپنی جماعت کے سوائے مسلمانوں کو اس میں شریک قرار دیتا اور جلتی آگ پر یہ تیل ڈالتا ہے کہ خونِ مہدی کے انتظار نے تمام مسلمانوں کے دل سیاہ کر دیئے اور ان کے اندر بغاوت کا مادہ رکھ دیا ہے جو کبھی بھڑک اٹھے گا۔ یہ ایک ایسا ظالمانہ اتہام ہے جس کا جواب رب الاغلاک کی طرف سے اس کو ملے گا اور ضرور ملے گا۔ کیا مسلمان اس حکم قرآنی سے ناواقف ہیں کہ شاہِ وقت کی اطاعت کرو۔ کیا وہ یوسف علیہ السلام کے حالات سے ناواقف ہیں۔ جنہوں نے مشرک مالک کی اطاعت کا کامل نمونہ دکھایا۔ کیا قرآن وحدیث میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی تعلیم نہیں ہے۔ کیا تیرا یہ دعویٰ کہ ہماری تعلیم یہ ہے کہ زمینوں پر رحم کرو تاکہ خدا تم پر رحم کرے۔ ایک حدیث کا ترجمہ نہیں ہے۔ کیا تو تمام اسلامی اخباروں میں تمام مسلمانوں کی وفاداری اور اطاعت کے مضامین نہیں دیکھتا؟ جس وقت سے ہم کو یہ الہامات ہوئے ہیں۔ ”اے خدا ان ظالموں کو عارت کر۔ اے خدا ان بد معاشوں کو عارت کر۔“ اس وقت سے ان کی عجیب عجیب بد معاشیاں اور ظالمانہ حرکات ظاہر ہوتی جاتی ہیں۔ اے ظالم اگر تم کو گورنمنٹ برطانیہ سے دلی ہمدردی ہے تو پھر تیرے کلمات ذیل کے کیا معنی ہیں۔ ”دنیا کی تباہی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ اللہ کی لعنت اس شخص پر جو ہم سے خلاف کرے یا انکار کرے۔ ہر نبی کے آنے سے وہ قوم ذلیل ہو جاتی ہے جو اس کو نہیں مانتی۔“ دنیا تباہ اور ہلاک ہو گی۔ مگر ہماری خوشی اور فتح حماۃ البشریٰ میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی۔ کشتی حالت میں دو فرشتوں سے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ظاہر کی، جواب ملا۔ پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ پھر دل میں کہا کہ اگر خدا چاہے تو توڑے۔ بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ ”کم من فئعة قليلة غلبت فئعة كثيرة باذن اللہ“ (ازالہ اوہام حاشیہ ص ۹۸، ۹۹، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) تمام حقوق پر خدا تعالیٰ کا حق غالب ہے اور ہر ایک جسم اور روح اور ماں اسی کی ملک ہے۔ پھر جب انسان نافرمان ہو جاتا ہے تو اس کی ملک اصل مالک کی طرف عود کرتی ہے۔ پھر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوا ہے کہ چاہے تو بلا واسطہ رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے اور ان کی جانوں کو معرضِ عدم میں پہنچا دے اور کسی رسول کے واسطے سے یہ جگلی تھری نازل فرماوے۔ بات ایک ہی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۶۰۱، خزائن ج ۵ ص ۶۰۱) کیا یہ الہامی خوبی زیادہ خطرناک ہے جس نے دعاؤں سے بچاس لاکھ انسانوں کو گمراہ بیٹھے بٹھائے ہلاک کر دیا اور تمام غیر مومن قوموں کے مال و جائیداد کی ملکیت کا دم مار رہے ہیں۔ یادہ خیالی مہدی

زیادہ نہ خطرناک ہوگا جو کسی فرقہ کے خیال میں میدان میں نکل کر ہاتھ بٹکتا رہے گا۔
خود پرستی کا پتلا

”قل ان كان للرحمن ولد افانا اول العابدین . سبحان رب
السفوات والارض رب العرش عما یصفون (الزخرف: ۸۱، ۸۲)“ اے کذاب! اگر
تجھے اسلام سے اہم دینی ہے۔ مکہ اور مدینہ اور روم اور ایران اور افغانستان کو کیوں ہر موقع پر کوستا
ہے؟ کیا تیرا یہی منشاء ہے کہ اسلام کے چند کھنڈرات جو روئے زمین پر رہ گئے ہیں وہ بالکل صاف
ہو جائیں۔ تاکہ تیرے قبرستان اور منارہ کی خوب پرستش ہو۔ تیری الوہیت، ولدیت اور والدیت
کے خلاف کوئی قوم تقدیس و تحمید و توحید و تحمید باری تعالیٰ کا نام لینے والی نہ رہے۔ اصل تو یہ ہے کہ
تجھے نہ گورنمنٹ برطانیہ سے اہم دینی ہے نہ عیسائیوں سے نہ مسلمانوں سے۔ بلکہ تو تو سراسر خود
غرضی اور خود پرستی کا پتلا ہے۔ تجھے تو اپنے مریدوں اور چندوں کی کثرت چاہئے۔ خواہ عیسائیوں
کی ہلاکت سے یہ مراد ملے یا مسلمانوں کی ہلاکت سے یا کل دنیا کی جاہلی سے یا انگریزوں کی جاہلی
یا عروج سے یا روس کی جاہلی اور عروج سے۔ چنانچہ گورنمنٹ برطانیہ کی حمایت میں تیرے یہی
الفاظ ہیں کہ ان کے زیر سایہ ہم ایسی ترقی کر رہے ہیں۔ جو نہ مکہ میں ہو سکتا ہے نہ مدینہ میں، نہ روم
میں نہ ایران میں۔ نہ افغانستان میں۔ پس یہ تو خود غرضی کی اہم دینی ہوئی نہ کہ حق اور انصاف کی۔

باب دوم

مرزائے قادیانی نبوت و رسالت کا مدعی ہے اور ہر ایسے شخص کو جو اسے نہ مانے ملعون،
کافر اور جہنمی اور خدا کا مغضوب قرار دیتا ہے۔

- ۱..... ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران: ۳۱)“ سنا
دے کہ اگر اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ مرزا قادیانی کا
اپنی نسبت الہام و کھو (براین احمدیہ ص ۲۳۹، خزائن ج ۱ ص ۲۲۳ حاشیہ) پر یہ آیت ہے۔ ”یا ایہا
الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف ینالی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ .
اذلہ علی المؤمنین اعزہ علی الکافرین“ (براین احمدیہ ص ۵۰۳، خزائن ج ۱ ص ۶۰۶)
- ۲..... ”قل جاءکم نور من اللہ فلا یکفرون ان کنتم مؤمنین سادے کہ اللہ کا
نور تمہارے پاس پہنچ چکا ہے۔ پس کفر مت کرو۔ اگر تم مؤمن ہو۔“ مرزا کا اپنی نسبت الہام۔
(براین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۶۱، خزائن ج ۱ ص ۶۷۰ حاشیہ)

- ۳..... ”میں نبی ہوں۔ میرا انکار کرنے والا مستوجب سزا ہے۔“
 (توضیح المرام ص ۱۸، خزائن ج ۳ ص ۶۰)
- ۴..... ”خدا نے میرے پر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی ہے۔ میرا دشمن جہنمی ہے۔“
 (انجام آتھم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)
- ۵..... ”قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ علیکم جمیعاً“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۵۲)
- ۶..... ”میں ان تمام لوگوں کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں۔ خواہ وہ یورپ کے رہنے والے ہوں۔ خواہ ایشیاء کے، خواہ امریکہ کے۔“
 (مرزا کی تحریر اپنی جماعت کے لئے ص ۲۲ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)
- ۷..... ”جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہو وہ تیرا مخالف رہے گا۔
 وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۳۶)
- ۸..... ”یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ منکر اور کذب یا متردد کے پیچھے نرا پڑھو۔“ (ازہین نمبر ۳ ماہیہ ص ۲۸، خزائن ج ۱۲ ص ۳۱۷)
- ۹..... ”اے مجنن حمایت اسلام کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میرے منکر ہو۔ تمہاری دعائیں طامون کے بارے میں قبول نہ ہوں گی۔ کیونکہ تمہارے مناسب حال اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے: ما دعوا کفارین الا فی ضلال“ (دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۲)
- ۱۰..... ”لعنت اللہ علی من تخلف منا والی اللہ کی لعنت اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا یا انکار کیا۔“ تمام پیر مرہ علی شاہ۔ (مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۳۱)
- ۱۱..... ”اس وقت بھی خدا کا رسول تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان خدا یوں کی خبر دے رہا ہے۔ پس سوچو اور ایمان لاؤ تاکہ نجات پاؤ۔“ مرزا کا اشتہار النداء من دجی من السماء (مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۰۵ء)
- ۱۲..... ”مجا کو جو مانے اس کو وہ مؤمن سمجھتا تھا۔ مسیحا کا منکر شخص، نزدیک اس کے کافر تھا۔
 عبدالکریم کے سب مرزا کا کتبہ جو مرزا قادیانی نے لکھوایا۔“
- ۱۳..... ”قطع“ ذاب القوم الذین لا یؤمنون اس قوم کی جزا کاٹ دی جائے گی۔“ جو
 (مرزا قادیانی کو نہ مانے گی) مرزا قادیانی کا الہام۔
 (شہترہ البدر مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۰۶ء، تذکرہ طبع سوم ص ۵۹۰)

- ۱۳..... ”بہر حال خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔“ دیکھو
(تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۷ مرزا قادیانی کا خط مندرجہ الذکر الحکم نمبر ۳۳ ص ۲۳)
- ۱۵..... ”اسم اور اسم مبارک ابن مریم می نہند۔ آن ظلام احمد است و میرزائے قادیان۔ گر کسے آروٹھے در شان او آن کافر است۔ جائے ادہا شد جنم پیشک وریب و گمان۔“
(نور الدین کا خط مندرجہ الحکم مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)
- ۱۶..... ”آج چودھویں صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کا رسول اس کی طرف سے خلقت کے لئے رحمت اور برکت ہے۔ ہاں جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو نہ مانے گا۔ وہ جنم میں اونہا کرے گا۔“
(الحکم مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۹ء)
- ۱۷..... ”مرزا قادیانی کا الہام نص صریح ہے اور نص صریح کا منکر کافر ہے۔“
(الحکم مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۹ء)
- ۱۸..... ”آپ صبح موجود مامور من اللہ ہیں۔ انکار کرنے والا خارج از امت ہے۔“
(الحکم مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۰ء)
- ۱۹..... ”مومنو! ڈرو اللہ سے اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔“ (الحکم مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۰۰ء)
- ۲۰..... ”انگریزوں کی حکومت جو مذہب کی رو سے کافر ہیں۔“ (الحکم مورخہ ۱۰ جون ۱۸۹۷ء)
- اس قسم کے اور صد ہا مقامات ہیں جن میں مرزا اور مرزائیوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ جو کوئی مرزا کو نہیں مانتا وہ کافر، ملعون، جنمی اور مغضوب علیہ ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا سکھ، یا آریا یا انگریز ہو یا روسی یا جاپانی یا چینی وہ تمام ذلیل اور ہلاک ہوں گے۔ ان تمام کی جڑ کاٹ جائے گی۔ ان صاف اور صریح الفاظ پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہے کہ بعض بعض مقامات پر جو مرزا یا مرزائی ظلی و بروزی کا لفظ استعمال کرتے ہیں وہ محض دفع الوقت یا تقیہ کے طور پر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ منسوخ الفاظ قرار دے لئے جائیں گے۔ بلکہ ”اللہ یحمدک من العرش“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۹۹) ”انت منی وانا منک“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۲۲) ”ظهورک ظہوری“ (تذکرہ طبع سوم ص ۷۰۳) ”انت منسی بمنزلة اولادی“ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۹۹) ”انت منسی بمنزلة توحیدی و تفریدی“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۶) ”لولاک لما خلقت الافلاک“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۲) وغیرہ الہامات اس امر کی دلیل ٹھرائے جائیں گے کہ مرزا خدا اور خدا کا فرزند اور افضل الانبیاء ہے۔ حوالہ جات بالا سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اپنے منکر و کفر کوئی کافر نہیں

کہتا بلکہ ان کو بھی جو اس کو نہیں مانتے۔ کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ بعض اوقات مرزا قادیانی یا مرزائیوں کا یہ کہہ دینا کہ ہم محض ان لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ جنہوں نے پہلے ہمیں کافر کہا۔ سفید جھوٹ اور کافی بات ہے۔ مگر واہ رے دجال ہاں جو اس قدر تحریرات کے پھر ایک چشمی میں جوڈا کٹر محمد حسین کے نام لکھی اور البدر میں شائع ہوئی۔ لکھتا ہے کہ ہماری کوئی تحریر دکھلاؤ جس میں ہم نے سوائے اپنے ملکہ یمن کے دوسروں کو کافر کہا ہو اور پھر بے حیائی اور چالاک کی کے طور پر لکھتا ہے کہ مسلمان ہم کو کافر نہ کہیں۔ ہم انہیں کافر نہ کہیں گے۔ آپ تو ہیں رب العالمین حقیر انبیاء اور تدلیل اسلام چھوڑ دیں تو آپ کو دوسرے مسلمان کافر نہ کہیں گے۔

باب سوم

مرزا قادیانی تمام عالم کے خون کا بیاسا اور ہر قوم کی جاہی کا طالب و شکر ہے۔ عالم کی جاہی اس کی فتح اور دنیا کی مصیبت اس کی خوشی ہے۔ چنانچہ ان تمام افراد اور اقوام کی نسبت جو اس کو نہ مائیں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کے چند کلمات حسب ذیل ہیں:

۱..... دنیا کی جاہی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ مرزا قادیانی کا الہام ششترہ (الحکم و البدر ۱۹۰۶ء) دیکھو دنیا کی جاہی میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی عید ہے۔

۲..... ”ما ارسل نبی الا اخزی بہ اللہ قوماً لا یومنون“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۲۱) کوئی نبی نہیں بھیجا گیا۔ مگر اللہ اس سے اس قوم کو جو ایمان نہیں لاتی ذلیل کرتا ہے۔ مرزا قادیانی کا الہام آج تک نہ عیسائی ذلیل ہوئے نہ آریہ، نہ سکھ، نہ ہندو، نہ انگریز، نہ روس۔ حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے۔ مگر دعویٰ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے وجود سے خدا کا جلال دنیا پر ظاہر ہوا۔

۳..... منظور محمد کے لڑکے کا الہامی نام بشیر الدولہ، عالم کہاب، شادی خان، مکتبہ اللہ خاں اور ڈائریٹور لڑ، پھر ان ناموں کی تفسیر کی۔ بشیر الدولہ اس واسطے نام ہے کہ وہ ہماری دولت و اقبال کی بشارت ہے اور عظیم الشان فتح ہوگی۔ عالم کہاب اس واسطے نام ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد دنیا پر ایک سخت جاہی آئے گی۔ گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ شادی خان اس واسطے کہ وہ اس جماعت کے لئے شادی کا موجب ہوگا۔ ایک کلمہ اور دو لڑکیاں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ منظور محمد کے دو لڑکیاں موجود ہیں اور اب وہ کلمہ پیدا ہوگا۔ (حقیقت الوقی ص ۱۰۱، ۱۰۰) ساتھ ہی اس الہام کو اپنے الفاظ میں گول مول کر دیا کہ اگر خدا کو کچھ مہلت دینی منظور ہے تو ابھی وہ لڑکا پیدا نہ ہوگا جب اس الہام کے بعد تیسری لڑکی پیدا ہوئی اور ایک کلمہ اور دو لڑکیوں والا الہام نشانہ تضحیک و تمذیب بنا

تو جھٹ بول اٹھے کہ یہ پیش گوئی تھی۔ وہ کلمہ پھر پیدا ہوگا تو کیا دو پہلی لڑکیاں منظور محمد کی لڑکیوں میں بھی شمار نہ ہوں گی۔ اس پر طرفہ یہ ہے کہ ایسی گول مول اور لنگڑی پیش گوئیوں کو جن کے مقابلہ پر پانڈوں اور درتالوں کے الفاظ بھی زیادہ صاف ہوتے اور اوسطاً زیادہ صحیح لگتے ہیں۔ عظیم الشان نشان قرار دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان سے خدا کا ظہور ہوا اور ان کے بغیر فطرتی دین ایک لعنت ہے۔ جب عالم جاہ ہوگا اور دنیا کا خاتمہ ہوگا تب مرزائیوں کی خوشی اور فتح ہوگی۔ کیوں نہ ہو رحمت اللعالمین جو ہوئے۔

۴..... ”دیکھو میں آسمان سے تیرے لئے برسوں کا اور زمین سے لکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔“ (مرزا قادیانی کا الہام مندرجہ ابدر مورخہ ۱۶ اراگست ۱۹۰۶ء)

۵..... ”انسی مع الافواج یاتیک بغتاً“ (تذکرہ طبع سوم ۱۹۲۲ء) میں فوجوں کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا۔

۶..... (مرزا قادیانی کے اشعار مندرجہ ابدر مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۶ء)

پھر چلے آتے ہیں یا زلزلہ آنے کے دن
کیوں غضب بجز خدا کا مجھ سے پوچھو غافل
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
ہوئی ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جان ہے زیر و زبر
ایک نظر فرما کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دن
دیکھو مرزا قیامت خیز زلزلہ اور عالمگیر جاہی کا کیا مشاق ہے۔

۷..... حامد حسین مرزائی نے (بدر مورخہ ابدر مورخہ ۱۹۰۷ء) میں ایک عجیب و غریب خط شائع کیا ہے۔ اس وقت (مارننگ پوسٹ مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۰۷ء) میرے سامنے پڑا ہوا ہے۔ اس کے ٹیٹ ٹیلی گراموں کے کالموں میں سخت موسم سرما یورپ میں۔ سرفی کے میچے ۲۳ جنوری ۱۹۰۷ء کا تاریخ شائع ہوا ہے۔ جس میں یہ تحریر ہے کہ مغربی جانب موسم سرما آ رہا ہے اور برٹن میں سردی نہایت شدت سے بڑھ رہی ہے۔ آلہ مقام اس الحاررت درجہ صفر پر پہنچ گیا ہے اور آسٹریا و ہنگری میں صفر سے پندرہ درجہ اور کم ہو گیا ہے۔ اس سے بہت سی اموات ہو رہی ہیں اور براعظم کی ریلوے نہایت اثر حالت میں ہے۔ کیونکہ انجن کے پائپ بوجہ ان کے اندر کے پانی جم جانے سے پھٹ رہے ہیں اور دریائے ڈینیوب اور ڈینیوب کی ہاربرز بالکل ٹنڈ ہو گئی ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے حضرت اقدس کا وہ الہام جو (بدر مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء ص ۲۴۲) میں شائع ہوا تھا یاد آ گیا اور وہ یہ ہے۔

(۵ مئی ۱۹۰۶ء)

پھر بہار آئی تو آئے سچ کے آنے کے دن

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۳)

اب موسم بہار شروع ہے اور صبح کے دن بھی آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔ کنکشن کے زلزلہ کی وجہ سے جو حالت ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔ ابھی لوگ اس جاہی کی خبر سے پورے طور سے واقف بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک جزیرہ بنام سال ایسٹ اٹرن آرجی ہالیو جن میں پندرہ سو آدمی تھے زلزلہ کے دھکے سے غائب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مخالفین پر کسی کسی جیتیں پوری کر رہا ہے۔ کاش یہ لوگ خواب خرگوش سے جاگ اٹھیں اور دعاؤں میں لگ جائیں۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ کیا ہے۔ بلکہ اس سے بدتر اور کئی گنا جاہی کا ہندوستان کو سامنا کرنا پڑے گا اور پھر کچھ بتائے نہ بنے گا۔

۸..... "حماتہ البشری" میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی۔ سو وہ قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیلی۔ (حقیقت الوحی ص ۲۲۲، خزائن ج ۲ ص ۲۳۵)

کذاب اور بے حیاء

۹..... قاسم علی مرزائی کے اشعار جو (الحکم مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء) میں شائع ہوئے۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔

زلزلہ آتش نشانی سیل اور طاعون کا

ہو گئے باعث غلام احمد کے جھٹلانے کے دن

الہامات و اقوال بالا سے صاف ظاہر ہے کہ دنیا کی جاہی مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی عید اور فتح ہے۔ کہیں دنیا میں آتش نشانی ہو، طوفان آئے، زلزلے سے جاہی ہو، وہاں پھیلے، کوئی بڑا آدمی ہلاک ہو جائے۔ یہ فرور اُشادیا نے بجاتے ہیں۔ اخباروں اور اشتہاروں میں اپنی شادمانی اور کامیابی کا اعلان کرتے ہیں اور ہمیشہ تاک میں لگے رہتے ہیں کہ کہیں سے کسی کے مرنے کی خبر آئے یا کسی بہستی کی جاہی کی۔ مگر ہیں بڑے کذاب اور بے حیا۔ جس منہ سے دنیا کی جاہی چاہتے ہیں اسی منہ سے یہ بھی کہتے ہیں کہ جہاد منہ ہے۔ دل سے زلازل، آتش نشانیوں، طوفان اور

۱۔ بہار کی موسم ۲۱ مارچ سے ۲۱ جون تک شمار ہوتی ہے۔ مگر مرزائیوں کی بہار دسمبر اور جنوری میں ہی شروع ہو گئی۔ مخالفت ہو ہندوستان میں اور تباہ ہو جائیں کنکشن و ایسٹ اٹرن۔ آرجی ہالیو اور برف زدہ ہوں برٹن و یورپ۔ ایسا ہی اکیوے ڈور، سانس فرانسکو، اٹلی، فارموسا کی جاہی کے وقت مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے شادیاں بجاتے اور شیخیاں بگھاری تھیں۔ پھر آپ ہی مرزا قادیانی نے شائع بھی کر دیا کہ اہل امریکہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔ جب تک ان پر تبلیغ نہ کی جائے اور مرزائی شائع کرتے ہیں کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا۔ خواہ وہ مشرک اور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ سچ ہے کہ دروغ گورا حافظہ باشد۔ دجال کا تاہو گا پھر خدا کا تا نہیں۔

دہاؤں کی خبریں کمال شوق اور انبساط کے ساتھ سنتے ہیں۔ ساتھ ہی مہدی خونی پر طعنہ کرتے اور شاہ کابل کی سیاحت ہند کے ایام میں الحکم والہد ہار ہار یہی اعلان کرتے رہے کہ ملاں عبداللطیف کو امیر صاحب نے محض اس بناء پر قتل کروایا تھا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتا اور گورنمنٹ انگریزی کا خیر خواہ تھا۔ خود تو یہ حال کہ جب میں نے چند اصلاحی تجاویز پر ایک نیاز نامہ بھیجا تو فوراً مجھ کو مرتد اور واجب القتل قرار دے دیا اور صاف الفاظ میں لکھ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے محض اپنے منوانے کے لئے خون کی نہریں چلا دی تھیں اور زمین کو خون سے بھر دیا تھا۔ جس میں صاف اشارات تھے کہ جو مرزا قادیانی کو نہ مانے وہ واجب القتل ہے اور اگر کوئی فدائی حوصلہ کر کے ایسا کرے تو قازی اور شہید بن سکتا ہے۔ اس غربت اور مسکینی کی حالت میں تو دل کے دلوں اور پھوکوں سے دنیا کو ہلاک کر رہے ہیں اور دنیا کی تباہی میں خوشیاں منا رہے ہیں۔ اگر کچھ طاقت ہاتھ میں آجائے تو خدا جانے عملاً کیا کروکھائیں۔ سچ ہے۔

گر یہ مسکین اگر پر داشتے
حکم کجنگ از جہاں برداشتے

جہاد منع ہے۔ یہ لفظ منہ سے نکال کر بڑے اتراتے اور اخباروں میں ہار ہار شائع

کرتے ہیں۔ اے کافر کیا قرآن مجید نے نہیں فرمایا: "لا اکراه فی الدین (البقرہ: ۲۵۶)"

دین میں کوئی زبردستی جائز نہیں۔ "فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (الکہف: ۲۹)"

پس جو چاہے مؤمن بے اور جو چاہے انکار کرے۔ کیا آنحضرت ﷺ کے تمام جہاد نا جائز اور

خالصاً نہ تھے جو آج آپ کو بند کرنے پڑے؟ کیا آنحضرت ﷺ کے تمام جہاد اندفاعی نہ تھے؟ اور

آج آزادی دین اور حفاظت جان و مال کے واسطے حملہ آوروں کے مقابلہ پر کھڑا ہونا بھی جائز

نہیں؟ کیا قرآن مجید میں پہلے سے یہ حکم موجود نہیں۔ "وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین

یقاتلونکم ولا تعدوا ان اللہ لا یحب المعتدین (البقرہ: ۱۹۰)" کیا یہ اصول باطل

تھا اور آج پورے کھیل افراس سے اس کی تردید ضروری ہے..... پھر آپ کا بار بار یہ جملانا کہ ملا

عبداللطیف محض اس وجہ سے مارا گیا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کا خیر خواہ تھا اور جہاد کے مخالف و عجز

کیا کرتا تھا۔ یہ صاف جھوٹ اور ایک دجل ہے۔ آپ کی جماعت کا یہ کوئی خاص مشن نہیں۔ بلکہ

آپ کا مشن یہی ہے کہ آپ کے ماننے کے بغیر کوئی نجات پانہیں سکتا۔ خواہ وہ کیسا ہی خدا پرست

اور باعمل کیوں نہ ہو۔ آپ خدا کا مظہر ہیں۔ خدا آپ سے اور آپ خدا سے ہیں۔ آپ خدا سے

بمزلہ اولاد بلکہ بمزلہ توحید و تفرید ہیں۔ پہلی تعلیمیں مکہ (گدلی) ہیں اور محض آپ کی تعلیم ایسی

ہے جو قیامت تک مکدر نہ ہوگی۔ آپ کے مقبرہ میں دفن ہونے والا بہشتی ہے۔ تمام علمائے دین سور، حرا مزادہ، چوہڑے، چمار، کتے، طعون، جہنمی اور سانپ ہیں۔ یسوع، اور مسیح کو آپ محس گالیاں نکالتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نسبت آپ لکھتے ہیں کہ انہوں نے محض اپنے منوانے کے واسطے خون کی نہریں چلا دی تھیں اور زمین کو خون سے بھر دیا تھا۔ محمد ﷺ تو خدا کا ایک بندہ تھا اور آپ کہتے ہیں کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔ باوجود بددیانت، خائن، شکم پرور، نفس پرست، آرام طلب، کذاب، مغلوب، مغضب، بدفہم اور متکبر ہونے کے آپ دعوے کرتے ہیں۔

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتنبے باشد

(درشین قاری)

آپ ساری دنیا کی تباہی اور تمام قوموں کی ذلت و ہلاکت کے مشتاق ہیں اور دن رات اسی امید اور اسی طلب میں رہتے ہیں اور یہی دعا مانگتے رہتے ہیں کہ طاعون پھیلے اور دنیا تباہ ہو۔ براہین کے بہانہ سے ہزاروں روپیہ ٹھگا۔ پھر سراج منیر کے بہانہ سے۔ پھر کتابوں کی مفت اشاعت کے لئے ڈھائی سو روپیہ ماہوار۔ پھر طاعون اور توسیع مکان کے بہانہ سے۔ پھر مینارہ کے بہانہ سے اور بہشتی مقبرہ کے بہانہ سے۔

الغرض جس قدر غضبناک تو ہیں خدا تعالیٰ، و تذلیل انبیاء و تحقیر ایمان و اعمال آپ کے وجود سے ہوئی ہے آج تک نہیں ہوئی تھی۔ انہیں بناؤں پر علمائے اسلام نے آپ کی تکفیر اور تکذیب کی اور آپ کو مرتد اور واجب القتل ٹھہرایا نہ کہ گورنمنٹ کی خیر خواہی اور منع جہاد پر۔ یہ مسائل تو میری تفاسیر اور تمام علمائے محققین کی تصانیف میں بھی موجود ہیں۔ سرسید احمد مرحوم نے ان امور میں اعلیٰ درجہ کا علمی اور عملی نمونہ پیش کیا۔ اگر محض خلاف جہاد اور وفاداری گورنمنٹ کی وجہ سے عبد اللطیف مرتد ٹھہرایا جاتا اور قتل ہوتا تو آج امیر حبیب اللہ خان، علی گڑھ کالج اور اسلامیہ کالج لاہور کی کیوں اس قدر تعریف کرتے اور ۲۰ ہزار روپیہ نقد اور ۶ ہزار روپیہ سالانہ سے امداد فرماتے۔ کیا ہی سچ ہے۔ ”دجال کا نا ہوگا پر خدا کا نا نہیں۔“

باب چہارم

مرزا کی پیش گوئیاں

مرزائے قادیانی کے اصول مشتملہ کے مطابق قرآن اور حدیث کا کوئی لفظ قابل اعتبار

نہیں اور جس قدر پیش گوئیاں مرزا قادیانی نے صاف الفاظ میں بڑے دعوؤں کے ساتھ شائع کیں اور جن کو اس نے اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا وہ تمام غلط ثابت ہوئیں۔

اشہار (مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء، مجموعہ اشہارات ج ۳ ص ۴۳۵) میں مرزا قادیانی نے شائع کیا: ”میں جیسا قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔“ اس مضمون کا ٹکرا اخباروں اور رسالوں میں ہوتا رہتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی وحی کو ایسا ہی یقینی اور قطعی مانتا ہے جیسا کہ قرآنی وحی کو اور ایک ذرہ برابر فرق نہیں سمجھتا۔ ذیل کی چند مثالوں سے ظاہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کو اپنی وحی کے الفاظ پر مطلق اعتبار نہیں۔ اس لئے قرآن مجید پر بھی نہیں۔ جن الفاظ سے کوئی مطلب برآمد ہو ان کو آگے رکھ لیتا ہے۔ ہاتی سب کچھ سرور کا نہیں۔

زلزلۃ الساعة

۱..... ۱۸ مارچ ۱۹۰۵ء کو اشہار الا نذار میں الہام ذیل شائع کیا۔ ”تازہ نشان، تازہ نشان کا دکھا، زلزلۃ الساعۃ۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۳۳) ”پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۴۱) اس وحی کے الفاظ کی یہ تشریح ہے۔ ”مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا اور کوئی شدید آفت۔“ بہار کی نسبت لکھا۔ ”ممکن ہے کہ اس وحی کے کچھ اوز معنی ہوں اور بہار سے کچھ اور مراد ہو۔“ اے دجال اور دجالو! کیا قرآنی الفاظ پر بھی آپ کا یہی ایمان ہے کہ لغت کے خلاف جو چاہیں معنی لے لیں۔

بشیر موعود

۲..... ۱۸ مارچ ۱۸۸۶ء کو بشیر موعود کی نسبت شائع کیا کہ: ”اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔“ (تلخیص رسالت ج اول ص ۱۰۰۰۹۹) حمل موجودہ میں توڑکی پیدا ہوئی اور دوسرے حمل میں لڑکا پیدا ہوا تھا جو فوت ہو گیا۔ جس کی نسبت پیش گوئی میں یہ الفاظ بھی تھے کہ ”وہ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ صاحب شکوہ دولت و عظمت ہوگا۔ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ وہ مظہر الاول و لا آخر، مظہر الحق و العطا ہوگا۔ گویا کہ اللہ آسمان سے اتر آیا ہے۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۱۳۹)

مگر ظاہری الفاظ کے لحاظ سے یہ پیش گوئی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ اے کانے دجال اور کانے دجالو! کیا لغوی معنوں کے لحاظ سے قرآن بھی سراسر غلط ہے۔ مبارک احمد جو تین کو چار کرنے والا تھا وہ ۱۶ دسمبر ۱۸۸۷ء کو فوت ہو گیا..... تین کو چار کرنے والا کہاں ہے؟

خواتین مبارکہ

۳..... (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۲) کے اشتہار میں یہ الہام بھی تھا۔ ”اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا حیرتی نسل بہت ہوگی۔“ گذشتہ بائیس سال میں آج تک ایک بھی نئی خاتون اس کو نہیں ملی۔ چہ جائیکہ خواتین؟ اور ایک خاص خاتون جس کی نسبت بڑے دھڑلوں کے ساتھ پیش گوئیاں کیں۔ جس کی خاطر بیوی اور بیٹوں کو طلاق اور عاق کیا۔ وہ آج تک دوسرے کے نکاح میں ہے اور گیارہ بچہ جن چکی ہے۔ الفاظ کے لحاظ سے یہ پیش گوئی سراسر غلط ثابت ہوئی۔ مگر مرزا قادیانی اور مرزانیوں کو کچھ پرواہ نہیں اور ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی وحی ایسی ہی قطعی اور یقینی ہے جیسا کہ قرآنی وحی۔

سخت زلزلہ

۴..... ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء کو الہام شائع کیا۔ ”سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔“

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۹۹)

الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ زلزلہ آچکا اور اس کے بعد بارش بھی ہوگی۔ مگر الحکم مورخہ ۸ مارچ ۱۹۰۷ء لکھتا ہے کہ اسی دن بارش ہوگئی اور ۲ مارچ کے بعد رات کو زلزلہ آ گیا۔ کیا یہی حیثیت قرآنی الفاظ کی ہے؟

بہار اور ریح کے دن

۵..... ۱۵ مئی ۱۹۰۶ء الہام شائع کیا۔ پھر بہار آئی تو آئے طبع کے آنے کے دن۔

(تذکرہ ص ۶۱۳)

پھر طبع جس کے معنی برف ہیں۔ اس کی نسبت لکھا کہ طبع سے مراد یا تو برف ہے یا بارش، یا شدت سردی یا اطمینان قلب، یا خوشی و راحت، یا شہ و شک کو دور کرنا اور تسلی بخشایا کثرت نشانات، واللہ اعلم بالصواب۔ کیا یہی وقعت قرآنی الفاظ کی ہے؟

زلزلہ اور مرزا کا منہ کالا

۶..... ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کے بعد بڑے زور و شور اور لم ترانیوں کے ساتھ شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۹۹) یعنی وہ قیامت نغیر زلزلہ جو دنیا کو ایک دم میں زیر و زبر کر دے گا آنے کو ہے۔ خون بھی قادیان سے نکل کر خیموں میں مقیم ہو گیا اور تمام مریدوں کے نام اشتہارات بھیج دیئے۔ مگر ظاہر الفاظ کے لحاظ سے یہ بھی غلط ثابت ہوئی اور تین ماہ بعد منہ

کالا کرنا قادیان میں جاگھسا۔

بارش اور مخالف

۷..... ”دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤں کا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔“ (الحکم مورخ ۱۷ اگست ۱۹۰۷ء) اگست و جون میں جب بارشیں ہوئیں تو مرزا بیوں نے بارشوں کے لفظ کو پکڑ کر اس کی دھوم مچائی۔ چنانچہ ایک سیالکوٹی مرزائی نے اپنا سیلاب میں مبتلا ہونا اور ایک دہلوی مرزائی نے اپنے مکان کا گرنا شائع کیا۔ مگر دوسری شق کا کچھ خیال نہ کیا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔

موت ۱۳ ماہ حال

۸..... ”موت، تیرہ ماہ حال کو (بدھ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء) ماہ حال کی نسبت لکھا کہ نہیں معلوم اس سے مراد یہی شعبان ہے یا کوئی آئندہ کا شعبان۔ پھر جب تیس شعبان کو صاحب نور کا انتقال ہو گیا تو فوراً یہ کہہ دیا کہ الہام میں تیرہ تھا یا تیس یا تیس ٹھیک یا نہیں۔ تو گویا قرآن مجید کے الفاظ بھی ایسے ہی منکوک ہیں۔ کیونکہ مرزائی اور قرآنی دہی ایک ہی پایہ کی ہیں۔“

ڈاکٹر عبدالحکیم خان

۹..... میری نسبت (۳۰ مئی ۱۹۰۶ء) کو شائع کیا۔ ”فرشتوں کی کھنٹی ہوئی تلواریں تیرے آگے ہے۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۳) جس کے معنی الفاظ کے لحاظ سے فوری موت کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے میں آج تک صحیح سلامت ہوں۔ دجالی فتنہ کو پاش پاش کر رہا ہوں۔ مفہوم کے لحاظ سے یہ الفاظ بالکل غلط ثابت ہوئے۔

ایک ہفتہ تک باقی نہیں رہے گا

۱۰..... ۱۰ فروری ۱۹۰۷ء کا الہام۔ ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۶) آج اگست ۱۹۰۷ء ایک الفاظ کے مطابق کچھ بھی نہیں ہوا۔

قرآن مجید کا مقابلہ

۱۱..... ”ما انا الا كالقرآن وسيظهر على يدى ما ظهر من الفرقان“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷، الہام مورخ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۶ء) ظاہری مفہوم کے لحاظ سے یہ قول بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے روحانیت اور اخلاق کے ہر پہلو پر کامل تعلیم پیش کی ہے۔ مگر کانے دجال نے سوائے اپنی مشیخت اور کبریائی کے اور کچھ بھی نہیں کیا۔ قرآن مجید نے عرب کے بت خانوں کو

صاف کر دیا۔ مرزا قادیانی سے ایک قادیان کے بت بھی صاف نہیں ہوئے۔ قرآن مجید نے سوا لاکھ مشرکین اور کفار کو مسلمان بنا دیا۔ مرزا قادیانی سے ایک بھی دیا مسلمان نہ ہوا۔ قرآن مجید نے اقوام عرب کی پشتینی دشمنی اور خونخواری کو دور کر کے ان کو بھائی بنا دیا۔ مگر مرزا قادیانی نے برس مسلمانوں کو باہم بھاڑ دیا۔ قرآن مجید نے اول سے آخر تک باری تعالیٰ کی حمد، تقدیس، تجمید اور توحید کا بیان کیا۔ مگر مرزا قادیانی دن رات اپنی ہی حمد، تقدیس، تجمید اور توحید کا بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا۔ ”فسبح بحمد ربك واستغفره (النصر: ۳)“ اور فرمایا ”الحمد لله“ مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے: ”لیس کمثلہ شیء (الشوری: ۱۱)“ مرزا قادیانی اپنے بیٹے کو کہتا ہے۔ ”کأن الله نزل من السماء“ (تذکرہ طبع سوم ص ۱۳۹) قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ ”قل هو الله احد، الله الصمد، لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد (الاخلاص: ۱ تا ۳)“ مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میرا بیٹا گویا کہ خدا ہے۔ میں خدا کی توحید اور تفرید کے برابر ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۶) اگر میں نہ ہوتا تو خدا زمین و آسمان کو پیدا نہ کرتا۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۲) میں خدا کی اولاد کے برابر ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۳۹۹) خدا مجھ سے اور میں خدا سے ہوں۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۴۳۳) قرآن مجید فرماتا ہے: ”من یعتصم بالله فقد ہدی الی صراط مستقیم (آل عمران: ۱۰۱)“ مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میرے بغیر خدا کوئی چیز نہیں۔ قرآن مجید فطرت کے عین مطابق ہے اور فطرت اللہ کو دینِ قیم فرماتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی فطرتی دین کو لنت قرار دیتا ہے۔ قرآن مجید نے بددیانتی، حرامخوری، آرام طلبی، کذب، ریا، لغو، بدعہدی، فحش، تکبر، قبر پرستی، منارہ پرستی، سب و شتم، خونخواری اور کینہ و ریزی کو دور کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے براہین کا بیٹھکی چندہ، سراج منیر کا چندہ، منارہ کا چندہ، ڈھائی سو روپیہ ماہوار مفت اشاعت کتب کا چندہ، توسیع مکان و مسجد کا چندہ خورد برد کیا۔ ہر معاملہ میں بددیانتی ظاہر کی۔ آرام طلب، کذاب، ریا کار، لغو گو، بدعہدی، فحش گو، متکبر اور تمام قوموں کے خون کا بیجا سا اور ان کی تباہی کا مشتاق ہے۔ دنیا کی تباہی اس کے واسطے عید ہے۔ کسی عالم، فاضل اور مجاہد کی موت اس کے واسطے جشن کا موجب ہوتی ہے۔ قبر پرستی اور منارہ پرستی اور تصویر پرستی کا خود بانی اور مہمانی ہے۔ قرآن مجید خالص اسلام کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی انسان پرستی کی، مغلوب الغضب فحش گو اور بد زبان ایسا ہے کہ الامان، خدا کی فطرت کو لنت کہتا ہے۔ انبیاء کو گالیاں لٹاتا ہے۔ ایک ذرہ بھر اختلاف پر فوراً بد دعاؤں اور گالیوں پر اتر آتا ہے۔ قرآن مجید میں خالص سچائی اور ہر بات میں علمی رنگ

ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی ہر ایک بات یا تو ”تقولون ما لا تفعلون (الصف: ۲)“ کی مصداق ہے یا ”یحبون ان یحمد وایمالم یفعلوا (آل عمران: ۱۸۸)“ کی اوروں سے وصول کرنے کو کہتا ہے کہ صدیق اکبرؓ کی طرح سارا مال دین کے واسطے قربان کرو۔ مگر خود ایک جبہ دین کے واسطے نہیں نکالتا۔ بلکہ اوروں سے لٹکتا رہتا ہے۔ کہیں براہین کے نام سے ٹھگا، کہیں سراج منیر کے نام سے، کہیں مفت اشاعت کتب کے نام سے، کہیں لنگر کے نام سے، کہیں توسیع مکانات کے نام سے، کہیں منارہ کے نام سے، کبھی بہشتی مقبرہ کے نام سے، کہیں توسیع مسجد کے نام سے۔ مفسر القرآن ہونے کا دعویٰ، مگر تفسیر ندارد۔ حکم ہونے کا دعویٰ مگر فیصلہ ندارد، فتاویٰ الرسول ہونے کا دعویٰ مگر عمل میں مخالف، مظہر محمد ہونے کا دعویٰ مگر اعمال میں مفسر، یا خلاف۔

ترک دنیا بدنگر آموزند
خوشمن سیم و قلہ اندوزند

اب گھر کے چوہاڑوں کا نام مسجد رکھ کر توسیع مسجد کے نام پر چند سے وصول کر رہا ہے۔
۱۲..... اسی طرح پر مرزا قادیانی کے صد ہا بہانات و اقوال ہیں جن میں الفاظ کے خلاف مراد لی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزائیوں کا ایمان قرآن و احادیث کے الفاظ پر مطلق نہیں رہا۔ بلکہ محض اپنے مفید مطلب اشارات نکال کر صریح الفاظ سے ارتداد کرتے ہیں۔ ختم نبوت پر ایمان نہیں۔ ”لا نبی بعدی“ پر ایمان نہیں۔ ”الحمد لله“ پر ایمان نہیں۔ فطرت اللہ پر ایمان نہیں۔ نزول مسیح پر ایمان نہیں۔ منارہ دمشق پر ایمان نہیں۔ ”من امن بالله والیوم الآخر“ پر ایمان نہیں۔ ”لم یلد ولم یولد“ پر ایمان نہیں۔ خداوند عالم کے بعد ”صمد“ ایسے کمثلہ شے ہونے پر ایمان نہیں۔ ”انک لا تہدی من احببت“ پر ایمان نہیں۔ ”لا تجزی نفس عن نفس شیئاً“ پر ایمان نہیں۔ ”لا تزد وازرة وذر اخری“ پر ایمان نہیں۔ حرمت تصویر پر ایمان نہیں۔ ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً“ پر ایمان نہیں۔ ”من شد فقد شد فی النار“ پر ایمان نہیں۔ ”اوفوا بالعہد“ پر ایمان نہیں۔ ”لعنة الله على الكاذبین“ پر ایمان نہیں۔ ”ماکان لنبی ان یغل“ پر ایمان نہیں۔ توحید و تقدیس باری تعالیٰ پر ایمان نہیں۔ نزول عیسیٰ ابن مریم پر ایمان نہیں۔ روپیہ کی ہوس دل میں اٹھی تو براہین کی قیمت چھٹکی ملنے کے لئے بڑے زور و شور سے اشتہار دیا۔ یہاں تک کہ ایک جلد ہی اشتہار میں ختم کر دی اور لاکھوں اشتہار علیحدہ شائع کئے۔ جب کل روپیہ وصول ہو چکا تو اس کا نام تک نہیں لیا۔ نہ ایقائے عہد کا خیال ہوا۔ نہ ادائے امانت کا براہین کے بعد سراج منیر کے نام پر۔ پھر اس کے بعد مفت اشاعت

کتاب کے نام پر پھر لنگر کے نام پر۔ پھر توسیع مکانات کے نام پر۔ پھر بہشتی مقبرہ کے نام پر خوب روپیہ کمایا اور مزے سے اڑایا۔ نبی بننے کا شوق ہوا۔ تو ظلی اور بروزی کے الفاظ ایجاد کر لئے اور تمام قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال دیا۔ ہاں! نادانوں کو چھانسنے کے واسطے ”العلماء امتی کنا نذیباً بنی اسرائیل“ کو کھڑ لیا۔ مگر ساتھ ملائے امت پر دن رات لعنتیں برسائی جاتی ہیں۔ منارہ سے خوب روپیہ وصول ہوتا معلوم ہوا تو نزول کے لفظ کو نظر انداز کر کے تعمیر کا بیڑا اٹھالیا۔ خدائی منصب کا شوق ہوا تو خدا کی اولاد اور خدا کی توحید کے برابر ہو بیٹھے اور برسر بازار اعلان دے دیا کہ خدا میری حمد کرتا ہے۔ جس سے میں خوش اس سے خدا خوش۔ جس سے میں ناراض اس سے خدا ناراض۔ میرا مقبرہ بہشتی مقبرہ ہے۔ آدم تو بن ہی چکے، اب محض اس قدر حکم باقی ہے کہ اے لوگو! مجھے سجدہ کرو۔ کیونکہ قرآن میں حکم ہے۔ ”اسجد والادم“ اے لوگو! میری پرستش کرو۔ فطرت کا خیال مت کرو۔ کیونکہ وہ لعنتی شے ہے۔ اے لوگو! قرآن وحدیث کو چھوڑو۔ کیونکہ انہوں نے تمیں کروڑ مسلمانوں کو ملعون اور کافر اور جہنمی بنا دیا۔ اے لوگو! خدا کو چھوڑو۔ کیونکہ وہ کوئی چیز نہیں۔ آد میری پرستش کرو۔ میرے بہشتی مقبرہ میں چندہ دو اور بہشتی بنو۔

۱۳..... ”ترد عليك انوار الشباب سيأتي عليك زمن الشباب وان كنهتم في ريب مما تنزلنا على عبدنا فاتوا بشفاه من مثله رد عليها روحها وريحانها“ (تذکرہ طبع سوم ۶۱۷) یعنی تیری طرف نوجوانی کی قومیں..... رو کی جائیں گے اور تیرے پر زمانہ جوانی کا آئے گا۔ یعنی جوانی کی قومیں دی جائیں گی تا خدمت دین میں حرج نہ ہو اور اگر تم اے لوگو! ہمارے اس نشان سے شک میں ہو تو اس کی نظیر پیش کرو اور تیری بیوی کی طرف بھی صحت اور تازگی رو کی جائے گی۔

”ان الہامات کا باعث یہ ہے کہ عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہو گئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر اور عصر کی نماز کے لئے بھی نہیں جاسکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بالکل بیکار ہو رہا ہے اور جسمانی قوائے ایسے متضعل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حال ہے۔ گویا مسلوب القوائے ہوں اور آخری وقت ہے ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم و جگر داعیہ ہیں۔ پس میں نے دعا کی تھی کہ خدا تعالیٰ مجھے پہلی قوت جوانی کے عالم کی عطا کرے تا میں کچھ خدمت دین کر سکوں اور اپنی بیوی کی صحت کے لئے بھی دعا کی تھی۔ اس دعاء پر یہ الہام ہوئے ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے۔ خدا تعالیٰ ان کے معنی بہتر جانتا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ

خدا تعالیٰ ہمیں صحت عطاء فرمائے گا اور مجھے وہ قوتیں عطاء کرے گا جن سے میں خدمت دین کر سکوں۔ واللہ اعلم بالصواب!“

اور اس میں یہ بھی خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بیوی کو بھی صحت اور تندرستی عطاء کرے گا۔ چونکہ مرزا قادیانی کو اپنے الہاموں کی نسبت خوب تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ واقعی طور پر کبھی بھی پورے نہیں ہوئے۔ ایسا ہی واقعات اس کو بھی جھوٹا ثابت کریں گے۔ اس لئے پہلے ہی ”ان کنتم فی ریب من نزلنا علی عبدنا فاتوا بشفاء من مثله“ کے دعویٰ کی اپنے الفاظ میں ہی تردید کر دی۔ گویا کہ الہام میں کوئی دعویٰ تھا ہی نہیں یا الہام کے لفظ ناقابل اعتبار۔ بلکہ سراسر لغو اور جھوٹ ہوتے ہیں۔ صاف الفاظ میں تحدی آمیز دعوے اور اس پر یہ حاشیہ کہ ”خدا تعالیٰ ان کے بہتر معنی جانتا ہے۔ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں صحت عطاء فرمائے گا۔“ کیا قرآنی وحی کی بھی یہی عزت و عظمت ہے کہ اس کے الفاظ بھی قابل اعتبار نہیں۔ بلکہ سراسر لغو اور جھوٹ ہوتے ہیں؟ اے کانے دجالو! یہی قرآنی عظمت ہے جس کو تم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہو؟ اسی حوصلہ پر مرزا قادیانی دو سال سے حقیقت الوحی کے پھنکارے مار رہا ہے۔

۱۳..... ”من نالذی هو لیسعد منک“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۹۵) تجھ سے زیادہ سعادت مند کون ہے۔
 ۱۵..... ”کل الفتن بعدہ“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۹۶، ۱۸، فروری ۱۹۰۷ء) اس کا کچھ انجام نہیں ہوا۔ مگر کوئی مرزا کی نہیں سوچتا۔

۱۶..... ”ارید ما تریدون“ (۲۵ مئی ۱۹۰۸ء) خداوند عالم کسی کے ارادہ کا تابع نہیں۔ بلکہ ہر ارادہ اسی کے ارادہ کے موافق ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ”ما تشاؤون الا ان یشاء اللہ رب العالمین (التکویر: ۲۹) وهو علی کل شیء قدید“ پس یہ الہام صریحاً باطل ہے۔

۱۷..... میں اس عورت کو سزا دوں گا۔ ”ویل الامرلة بعلمها“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۱۰) اس عورت اور اس کے خاوند کے واسطے عذاب ہے۔ یہ ایک مرزائی ہمید کے متعلق ہے۔ جس پر کوئی مرزائی روشنی ڈال سکتا ہے۔ دو سال سے یہ الہام ہورہے ہیں۔ مگر وہ بھارے بیگانہ مرد و عورت اب تک صحیح و سلامت ہیں۔ ہاں قادیان سے ضرور نکالے گئے۔

۱۸..... ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کا الہام۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۵۹۶) آج اگست ۱۹۰۷ء تک اس کا کوئی نتیجہ نہیں۔ نہ معلوم اب اور دلجوئی سے کیا مراد ہے؟

عبداللہ آتھم

۱۹..... ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی کی کہ ”جو فریق عدا جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دلوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہادیہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی۔ بعض اندھے سو جا کھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔“ (جگ مقدس ص ۱۸۸، ۱۸۹، خزائن ج ۶ ص ۲۹۲، تذکرہ طبع سوم ص ۲۳۵، ۲۳۶) پندرہ مہینہ گزر گئے مگر عبداللہ آتھم اس عرصہ میں مرا، نہ اس نے عاجز انسان کو خدا بنانے سے رجوع کیا، نہ اس کو سخت ذلت پہنچی اور نہ بعض اندھے سو جا کھے ہوئے، نہ لنگڑے چلنے، بہرے سننے لگے۔ مگر میعاد گزرنے کے بعد مرزا قادیانی نے یہ کہہ دیا کہ عبداللہ آتھم ڈرتا رہا تھا۔ اس واسطے موت ٹل گئی اور اتنی ہی بات پر عجیب عجیب رنگ آمیزیوں کے ساتھ سینکڑوں صفحہ لکھ مارے۔ کیا کذاب ہونے کا ثبوت اس سے بھی کوئی بڑھ کر ہو سکتا ہے؟

محمدی بیگم

۲۰..... ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو مرزا احمد بیگ کی لڑکی کی نسبت الہامات شائع کئے۔ ”انما زوجناکھا“ ہم نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا۔ ”فسیکفیکم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید“ (تذکرہ طبع سوم ص ۱۵۹) اللہ ان سب کے مقابلہ پر تجھے کفایت کرے گا اور ان کو ترے پاس واپس لائے گا۔ اللہ کے کلمات کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ بے شک جو تیرا رب چاہے کر سکتا ہے۔ مگر ۲۰ فروری ۱۸۸۰ء کے اشتہار میں یہ بھی تھا کہ اگر وہ لڑکی کسی اور سے بیاہی جائے گی تو اس کا خاندان دروز نکاح سے اڑھائی سال تک فوت ہو جائے گا اور اس کا والد تین سال تک اور ان کے گھر پر بھگی اور تفرقہ اور مصیبت پڑیں گے۔“ مگر ۱۸۹۲ء میں اس لڑکی کا نکاح سلطان محمد سے ہوا۔ جس کو پیش گوئی کے مطابق ۲۱ اگست ۱۸۹۳ء کو فوت ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر وہ فوت نہیں ہوا اور اب تک زندہ ہے۔ پہلے ایک سپاہی تھا اب نان کیشن آفیسر ہے اور اس بیوی سے گیارہ بچے ہو چکے ہیں۔ مرزا احمد بیگ ضرور تین سال کے اندر فوت ہوا۔ باقی تمام دعوے خاک میں مل گئے۔

مولانا محمد حسین بیٹالوی

۲۱..... ۱۵ نومبر ۱۸۹۸ء کو مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بیٹالوی، ملاح محمد بخش اور ابوالحسن تہتی کی ذلت اور عذاب کی بابت بڑے زبردست الفاظ میں پیش گوئی کی کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک تیرہ ماہ میں وہ سخت ذلیل ہوں گے اور عذاب شدید میں مبتلا۔ تب وہ اپنے کئے پر پچھتا ئیں گے۔ اللہ کے عذاب سے کوئی ان کو بچانہ سکے گا۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۲۲۳، ۲۲۴) وہ اگست ۱۹۰۷ء تک صحیح سلامت اور باعزت موجود ہیں۔
دلوں پر قبضہ

۲۲..... (۵ نومبر ۱۸۹۹ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۷۷) کو ایک زبردست نشان آسمانی کی نسبت پیش گوئی کی کہ: ”وہ آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک نازل ہوگا اور وہ بطور سلطان کے ہوگا۔ جماعتی قبولیت اور روشنی کی وجہ سے دلوں پر قبضہ کر لے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں مردود، ملعون، کافر، بے دین، اور خان۔“ وہ تیس سال بھی گزر گئے اور کوئی زبردست آسمانی نشان ایسا ظاہر نہ ہوا جو دلوں پر قبضہ کر لیتا۔

قادیان کشتی نوح

۲۳..... ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو کشتی نوح ایک کتاب شائع کی جس میں بڑے زور و شور کے ساتھ یہ شائع کیا کہ طوفان طاعونی میں قادیان کشتی نوح کی طرح محفوظ رہے گی اور بے حد وعظوں کے ساتھ، تمام مسلمان، نیچریوں، عیسائیوں اور آریاؤں کو لٹکا کر اور کہا کہ آؤ میرے مقابلہ پر کسی دوسری بہتی کو تو طاعون سے ایسا بچا کر دکھاؤ۔ جیسا کہ میرے ذریعہ سے خرق عادت کے طور پر قادیان بچائی گئی ہے۔ مگر جب مارچ و اپریل ۱۹۰۴ء تک ۲۸۰۱ کی آبادی میں سے ۳۱۳ آدی طاعون سے ہلاک ہو گئے تو جہت ”نسبتاً“ کا لفظ پکڑ لیا اور ”ان احافظ کل من فی الدار“ (تذکرہ طبع سوم ص ۴۰۸) کا الہام شائع کر دیا۔ مگر خاص ان کے گھر میں بھی عبدالکریم سیالکوٹی اور بیرویں دتا مرزا کا خاص ملازم طاعون سے فوت ہوئے اور محمد اسحاق کو پلنگ ہوا۔ اب اس کی یہ صورت رہ گئی۔ ”انسی احافظ کل من فی الدار نا احافظک خاصة“ میں ان سب کی حفاظت کروں گا جو گھر میں ہیں اور خاص کر تیری حفاظت کروں گا۔

مولوی ثناء اللہ کی قادیان آمد

۲۴..... مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت ایک پیش گوئی شائع کی کہ وہ قادیان میں پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہ آئیں گے۔ مگر اس تجدی کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گئے۔

باون سال کا کتا

۲۵..... ”الکلب یعوت علی الکلب“ (تذکرہ طبع سوم ۱۸۰) ایک مولوی کی نسبت کہ وہ کہتا ہے اور کلب کے یعنی باون سال کی عمر میں فوت ہو جائے گا۔ مگر وہ ستر سال کی عمر کو پہنچ چکے۔

تجھے عزت کا خطاب

۲۶..... ”لک الخطاب العزت“ قیصر ہند کا شکر یہ۔ (تذکرہ طبع سوم ۳۳۹، ۳۴۱) ملکہ معظمہ قیصر ہند کی شہت جو ملی کے مقام پر یہ الہامات شائع کئے۔ مگر آج تک کوئی نتیجہ نہیں۔

۵۵ صد کی دعا

۲۷..... سید امیر علی شاہ صاحب رسالہ دار میجر سردار بہادر سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر دعا کے ذریعہ سے فرزند زینہ دلانے کا وعدہ کیا۔ جس کی نیعادہ ۱۵ اگست ۱۸۸۹ء تک تھی۔ مگر نتیجہ کبھی نہیں ہوا۔

تباہی خیز زلزلہ

۲۸..... ۱۹ اپریل ۱۹۰۳ء کو ایک تباہی خیز زلزلہ کی بابت پیش گوئی کی اور یہ لکھا کہ وہ ایسا زلزلہ ہوگا جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کے بعد ۲ مارچ کو شائع کیا۔ زلزلہ آنے کو ہے۔ (تذکرہ طبع سوم ۵۹۹) پہلے اپریل ۱۹۰۳ء میں قیامت خیز زلزلہ کے خوف سے میدانوں میں خیمہ زن ہو گئے تھے۔ پھر مارچ ۱۹۰۶ء کو زلزلہ آنے کو ہے، والے الہام کے بعد میدانوں میں چلے گئے اور مریدوں کے لئے اشتہارات جاری کر دیئے کہ وہ بھی خیموں میں رہیں۔ الغرض دونوں دفعہ چند مہینے انتظار کے بعد گاؤں میں واپس چلے گئے اور اب دنیا کے کسی حصہ سے زلزلہ کی خبر آئے تو فوراً شائع کر دیتے ہیں کہ زلزلہ کا نشان پورا ہو گیا۔ اگر یہ خبر ملے کہ شدت زلزلہ سے فلاں شہر یا جزیرہ تباہ ہو گیا تب تو ان کی عید ہو جاتی اور فتح و شادمانی کے اشتہار شائع ہوتے ہیں اور دنیا کو سنایا جاتا ہے کہ دیکھو مامور کے خلاف سے اٹلی تباہ ہوئی۔ ایکوے ڈور تباہ ہوا۔ کنگلٹن تباہ ہوا، فارموسا تباہ ہوا۔ سانس فرانسکو تباہ ہوا۔ اگر اب بھی نہ مانو گے تو یہ حال ہوگا۔ دنیا کی تباہی اور ہمارے واسطے عمید کا دن، عالم کباب ہوگا اور ہماری فتح، خوشی اور کامیابی ہوگی۔ کیا ہی سچ ہے۔ ”و جان کا نا ہوگا پر خدا کا نا نہیں۔“ مخالفت ہو پنجاب میں اور تباہ ہو جائیں اٹلی، فارموسا، ایکوے ڈور، سانس فرانسکو، کنگلٹن، لندن، فرانس اور سویڈن وغیرہ۔

پھر زلزلوں کی کثرت اور تواتر سے ثابت کیا جاتا ہے کہ زلزلہ کا نشان کس طرح متواتر پورا ہو رہا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کی بھی پیش گوئی تھی کہ زلزلہ بکثرت اور متواتر آئیں گے تو وہ الفاظ کہاں ہیں۔ ہاں غیر متعلق طور پر اس قدر ضرور ہے۔ میں زلزلہ کا نشان دکھا دوں گا۔ بیچ باز پچاس ساٹھ زلزلے آئیں گے۔ مگر کتنے عرصہ میں اور کس کس جگہ محض یہ کہہ دینا کہ زلزلے آئیں گے یا پچاس ساٹھ زلزلے آئیں گے۔ کوئی پیش گوئی نہیں۔ کیونکہ زلزلہ ہمیشہ آتے ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر جان ہلنی جو علم زلازل میں ایک مشہور و معروف شخص ہیں۔ انہوں نے ایک چشمی اخباروں میں شائع کرائی ہے۔ جس میں وہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ خیال کرنا قلط ہے کہ گزشتہ بارہ مہینوں میں زمین غیر معمولی زلازل سے ہلائی گئی۔ زمین میں ہر سال پچاس ساٹھ زلزلے آتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر غیر آباد قطععات میں واقعہ ہوتے ہیں۔ اکیلے جاپان کو بارہ سو صدہ سالانہ پہنچتے ہیں۔ ایسے صدہ لندن میں دو صدیوں میں یک دفعہ ہوتا ہے۔ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۰۷ء کثرت زلازل کے متعلق مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی شیخی اور مرزائیوں کا یہ کافی جواب ہے۔

سعد اللہ لدھیانوی

۲۹ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو مرزا قادیانی نے ایک طویل اشتہار میں مولوی سعد اللہ نو مسلم لدھیانوی کی نسبت الہام ذیل شائع کیا۔ ”ان شانک هو الابقو“ (تجربہ حقیقت الوحی ص ۱۲۱۱، خزائن ج ۲۲ ص ۴۳۲، ۴۳۳) اور ہم نے اس طرح آتھم کا رجوع بحق ہونا بے ثبوت نہیں کیا۔ مگر ۳ جنوری ۱۹۰۷ء کو مولوی سعد اللہ کا انتقال ہوا تو جٹ مرزائیوں نے اپنے اخباروں اور رسالوں میں شور مچھریا کر دیا کہ وہ اہتر مرا۔ ایک تو سلسلہ اولاد کے لحاظ سے، دوسرے اپنی امیدوں میں نامرادی کے لحاظ سے۔ سوم باوجود جوان اور قوی الجیش ہونے کے مرزا کی زندگی میں فوت ہوا۔ ان ہر سے امور کا جواب نہایت معقول المل حدیث مورخہ ۸ فروری ۱۹۰۷ء میں چھپا تھا۔ جس کو ہم باختصار اس جگہ درج کرتے ہیں۔ ”اس مضمون میں ایڈیٹر الحکم نے کمال جسارت سے کام لیا ہے اور دروغ گویم بروئے تو کی مثال کو بالکل صادق کر دکھایا ہے۔ فشی سعد اللہ مرحوم کو جوان اور قوی الجیش لکھا ہے۔ حالانکہ وہ پنشن یاب تھے جو گورنمنٹ کے قاعدہ سے کسی طرح مضبوط اور قوی الجیش اور کم عمر نہیں ہو سکتے۔ پھر مرحوم کی عمر کا مقابلہ کرشن جی سے کرتا ہے۔ مگر انفس کہ مولوی عبدالکریم کرشن جی کے امام سے نہیں کرتا۔ جس کی نسبت حضرت کوکئی ایک الہام ہوئے تھے کہ بیماری سے صحت یاب ہوگا۔ مگر آخر کار وہ اسی بیماری میں مرا۔ خیر یہ تو اس کی معمولی لاف و گزاف ہے۔ اب سنئے اصل مضمون کا جواب۔

ہم بتلاتے ہیں کہ کرشن جی کی پیش گوئی بالکل جھوٹی ہوئی۔ کیونکہ کرشن قادیانی کا الہام تھا کہ منشی مرحوم اہتر ہوگا اور اہتر کے معنی ہیں جس کی اولاد نہ ہو۔ چنانچہ مفروقات راغب (جس کو حکیم نور الدین قابل احتمالات قرآنی جان کر حوالے کرویا کرتے ہیں) لکھا ہے۔ ”فقیل فلان اہتر اذا لم یکن له عقب تخلفہ“ یعنی اہتر اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پیچھے اولاد نہ ہو اور سنے قاموس میں ہے۔ ”الذی لا عقب له ولا نسل له“ یعنی اہتر وہ ہے جس کی اولاد اور نسل نہ ہو اور سنے صراح میں ہے۔ بے فرزند شدن۔ چونکہ کرشن قادیانی فقہ حنفیہ کی نسبت لکھا کرتے ہیں کہ میرا اس پر عمل ہے۔ سنے فقہ کی کتاب رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۵ پر ہے۔

”العقب عبارة عن وجد من الولد بعد موت الانسان“ یعنی عقب اس کو کہتے ہیں جو مرنے کے بعد انسان کی اولاد رہتی ہے۔ پس ان حوالہ جات کے ملانے سے ثابت ہوا کہ جس انسان کی اولاد خصوصاً نرینہ اولاد ہو۔ وہ اہتر نہیں۔ چنانچہ تم خود ہی لکھتے ہو کہ منشی مرحوم نے حکیم نور الدین کے بیٹا مرنے پر حکیم کے لئے اہتر ہونے کی آرزو کی تھی جن کے جواب میں یہ آیت اہتر والی نازل ہوئی تھی۔ منشی سعد اللہ مرحوم کے ہاں جوان لڑکا ہے۔ پھر وہ اہتر کیسے ہوئے؟ چونکہ مرزا نیوں کو معلوم تھا کہ منشی صاحب مرحوم کے ہاں لڑکا ہے۔ جس کی عمر خدا کے فضل سے ۱۹ برس کی ہے اور وہ دفتر سرکاری میں ملازم ہے اور اس کی نسبت بھی حضرت حاجی عبدالرحیم خان ساکن کوم شملع لدھیانہ کی دختر نیک اختر سے ہو چکی ہے اور عنقریب شادی ہونے والی تھی کہ منشی صاحب کا انتقال ہو یا۔ اس لئے بڑی جالا کی اور ہوشیاری یا مکاری سے اس بات کو تسلیم کر کے کہ منشی صاحب مرحوم کا لڑکا ہے۔ یہ بڑا ہانک دی کہ لڑکا ہے۔ مگر آگے کو اس کے اولاد نہیں۔ اس لئے منشی صاحب اہتر ہیں۔ تف ہے ایسی نبوت پر اور لعنت ہے ایسی بیجا حمایت پر۔ مرزا نیو! ایمان سے کہنا بھی تمہاری ایمان داری ہے کہ پیش گوئی تو منشی سعد اللہ کے بے اولاد ہونے کی کی جاوے اور نبوت اس کے بیٹے کے بے اولاد ہونے سے دیا جاوے۔ شرم چہ کنتی ست کہ پیش مراد! بیاید۔

یہاں تک تو اہتر اور جوان موت مرنے کا جواب آ گیا۔ اب رہا دوسرا شق کہ وہ اپنی امیدوں میں نامراد مراد مرزا کو اپنے ہامراد رہنے کا بڑا گھمنڈ اور دھوئی ہے۔ حالانکہ اس کو اس قدر کامیابی بھی نہیں ہوئی۔ جو دیانند سروتی کو قوم ہنود میں اور سرسید کو مسلمانوں میں ہوئی۔ آج تک مرزا قادیانی اور مرزا نیوں کے ہاتھ پر اس قدر ہندو، عیسائی، سکھ، آریا اور مشرک بھی مسلمان نہیں ہوئے۔ جس قدر اور عام مولویوں کے ہاتھ پر ہوتے ہیں۔ ریاست پنجالہ میں ایک مولوی محمد

اسحاق، کے ہاتھ پر سینکڑوں لوگ مسلمان ہو چکے، نہ مسلمانوں کا عیسائی ہونا مسدود ہوا۔ بلکہ ہزاروں مسلمان ہر سال عیسائی ہوتے جاتے ہیں۔ مسلمان عیسیٰ کی بھی انجمن حمایت اسلام نے دیکھیری کی۔ مگر مرزا قادیانی کو سوائے اپنے ننگر اور منارہ اور بہشتی مقبرہ اور توسیع مکان اور عیش و تنعم کے کچھ اور فکر ہی نہیں۔ ہاں فحشی سعد اللہ مرحوم اور دیگر علمائے اسلام کو جو کاسمیائی ہوئی وہ ظاہر ہے کہ دجالی طوفان جو سیلاب کی طرح بڑھنا چاہتا ہے۔ اس کو ہر طرف سے بندھ لگ گئے۔ باوجودیکہ وجاہت کی حمایت میں ساٹھ ہزار اخبار، اشتہارات اور رسائل ماہوار شائع ہوتے ہیں اور ایک دو لاکھ کے قریب دجالی گرے یا ایجنٹ ذریت شیطان کی طرح جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی تیس کروڑ مسلمانان عالم میں سے اس وقت آتیس کروڑ اور اٹھانوے لاکھ شیطان مکیہ سے بچے ہوئے ہیں اور محض دو لاکھ کے قریب پھنسے ہیں۔ یہ تعداد ہالوے صاحب کے مرہم اور جوہب کے خریداروں سے بھی بدرجہا کم ہے۔ جس نے اشتہار بازی کے ذریعہ سے اپنے مرہم اور جوہب کے اس قدر خریدار پیدا کر لئے تھے کہ مرتے ہوئے تین کروڑ روپیہ خیرات دے کر مر اٹھا۔ اگر علمائے کرام اس وقت اسلام کی حفاظت نہ کرتے تو آج تک تمام مسلمان مرتد ہو جاتے۔ بلکہ مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں بھی دجال کا قدم پہنچ جاتا۔ مرزا قادیانی نے اس کے متعلق (تحہ حقیقت الہی ص ۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۵) میں حسب ذیل لکھا ہے۔

”اور وہ پیش گوئی جس میں میں نے لکھا تھا کہ (سعد اللہ) نامرادی اور ذلت کے ساتھ میرے رو بروں سے گا۔ وہ انجام آتھم کے عربی شعروں میں ہے اور وہ یہ ہے (صفحہ کا حوالہ ندر اٹھا کہ کوئی مقابلہ نہ کر سکے)

یا ربنا افتح بیننا بکر امة

یا من یرے قلبی ولبّ لسانی

اے میرے خدا مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر یعنی جو کاذب ہے اس کو صادق کے سامنے ہلاک کر۔ اے وہ عظیم و خیر جو میرے دل کو اور میرے اندر کی پوشیدہ باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

یا من ان ابوابہ مفتوحة

لساقلین فلا ترد دعائی

اے میرے خدا میں تیری رحمت کے دروازہ دعا کرنے والوں کے لئے کھلے دیکھتا ہوں۔ پس یہ جو میں نے سعد اللہ کے حق میں دعا کی ہے اس کو قبول فرما اور رونہ کر یعنی میری زندگی میں اس کو ذلت کی موت دے۔“

مگر جب انجام آتھم آواز اول تا آخر دیکھا تو (ص ۲۸۲، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۲) پر ان شعروں کا ترجمہ حسب ذیل ملا۔

”یا ربنا افتح بیننا بکرامة

یا من یرے قلبی ولت لحائی

اے خدائے درنا بکرامت خود فیصلہ کن..... اے آنکھ دل مراد مغز پوست مرا می بینی۔

یا من ارے ابوابہ مفتوحة

لسائلین فلا ترد دعائی

اے آنکھ درہائے اورا..... برائے سائلان کشادہ می یتیم دعائے مراد کن۔“

اب ناظرین غور فرمادیں کہ اول تو تہہ حقیقت الوحی میں ان شعروں کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ ذیل بڑھادیے ”یعنی کاذب کو صادق کے سامنے ہلاک کر۔ یعنی میری زندگی میں سعد اللہ کو ذلت کی موت دے۔“ اصل الفاظ میں نہ تو سعد اللہ کے مرنے یا مرزا قادیانی کی زندگی میں مرنے کا ذکر ہے۔ دوم: یہ مرزا قادیانی کی ایک بددعا ہے کہ پیش کوئی اور اس کی جس کی جبلی عادت ہے کہ تمام مسلمان، علماء، فضلاء کو ہمیشہ کوستا رہتا ہے۔ جب کوئی مر جاتا ہے تو اپنے کو سننے اور سب دشتم کو پیش کوئی بتالیتا ہے۔ سوم: اپنی طرف سے اکثر پیش کوئیاں کرتا رہتا ہے۔ جب کوئی پیش کوئی پوری نہ ہو تو اس کو اپنی آرزو میں شمار کر لیتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین اور اس کے رفقاء کی پیش کوئی کی نسبت (حقیقت الوحی ص ۱۸۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۵) میں لکھتا ہے۔ ”صرف میری طرف سے دعائیں کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خداوند تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں ہے جو اپنی طرف سے التجا کی جائے۔ یعنی اس کو طوطا رکھے۔“ پس جو دعایا بدو عا اتفاقاً پوری ہو گئی وہ پیش کوئی بن گئی اور جو پوری نہ ہوئی اس کا کوئی ذکر نہیں۔

ڈوئی کی نسبت

۳۰..... آج کل ڈوئی امریکہ کی وفات پر مرزائی شادیا نے بجا رہے ہیں۔ مگر آج تک پیش کوئی کا الحکم یا البدر نے کوئی پتہ نہیں دیا کہ وہ کب اور کن الفاظ میں کی گئی تھی۔ تاکہ اصل الفاظ سے انجام کا مقابلہ کیا جائے۔ ہاں مرزا قادیانی نے اپنے الفاظ میں ضرور اس کو مہلبہ کے واسطے مدعو کیا تھا۔ اس طرح پر تو اس نے (انجام آتھم ص ۲۲۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۲۶) میں ایک سو چار مشائخ کا نام لکھا کہ کل علماء اور مشائخ کو مہلبہ کے واسطے مدعو کیا تھا اور جگہ دیا تھا کہ اگر مہلبہ میں میرے مقابلہ پر آئے تو سب کے سب ایک سال کے اندر فنا ہو جائیں گے یا مہلک امراض میں

جتلا اور اگر ان تمام میں سے خواہ ہزار ہی کیوں نہ ہوں ایک بھی بچا رہا تو میں جموٹا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا تھا کہ اگر سنائے اور تکفیر و کفذب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔ ڈوٹی بھی گویا کہ اسی فہرست میں شامل تھا۔ کیونکہ اسی قسم کے متحد یا نہ الفاظ میں اپنی طرف سے ہی اس کو بھی مدعو کیا تھا۔ نہ کسی خاص الہام کی بناء پر۔ پس جب کہ اس فہرست میں سے ایک سال کے اندر کوئی نہ مرا۔ بلکہ چند ایک مرے بھی وہ مرزا قادیانی کی رو سیاہ کرنے کو ساہا سال کے بعد مرے تو مرزا قادیانی جموٹا ٹھہرا۔ پھر یہ کیسی بے شرعی ہے کہ ایک کی موت کو پکڑ کر مرزائی بظلمتیں بجانے لگ جاتے اور ڈٹتیں مارتے ہیں۔ شلا فشی سدا اللہ کی موت پر جو اس مہبلہ سے ہارہ سال بعد قدرت طور پر واقع ہوئی مرزائیوں نے جھٹ ان کا نام فہرست مہبلہ میں دس نمبر پر پیش کر کے ظاہر کر دیا کہ اس کے ساتھ مہبلہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ صادق کے سامنے مر گیا۔ حالانکہ دعویٰ یہ تھا کہ اگر ایک سال کے اندر ایک بھی ان میں سے باقی رہا تو میں جموٹا۔ (انجام آقہم ص ۶۷، نزاہت ج ۱ ص ۶۷) ایسا ہی ڈوٹی کی موت پر لم تر انیاں اور نیکد لاف و گزاف جب مرزا قادیانی کا کوئی الہام پیش نہیں کر سکتے تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ کاذب نبی تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کے سامنے جو سچا نبی ہے فوت ہو گیا۔ اگر یہ قطعی اصول ہے کہ صادق کے سامنے تمام کاذب فنا ہو جائیں تو پھر مسیحا اور محمد ﷺ کاذب نبی ٹھہرے۔ (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) کیا مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد مدعیان الہام یا فہرست مہبلہ میں سے جو شخص زندہ رہ جائیں گے وہ سب صادق ہوں گے اور مرزا قادیانی کاذب ٹھہرے گا۔ پس جب تک کلام الہی سے کسی کی موت کا تعین نہ ہو جائے۔ اس کا پہلے یا پیچھے مرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

فشی الہی بخش

۳۱..... فشی الہی بخش اکا بکھٹ مرحوم کے انتقال پر اسی طرح غل گپاڑہ شروع کر دیا اور الہام ذیل کو موت کی پیش گوئی قرار دے دیا۔ بر مقام فلک شدہ یارب۔ گر امیدے وطم مدار جب بعد ۱۱ (گیارہ) اس کے ساتھ (اربعین نمبر ص ۲۱ حاشیہ، نزاہت ج ۱ ص ۴۵) پر نوٹ ہے۔ ”میں نہیں جانتا کہ گیارہ دن ہیں، یا گیارہ ہفتہ یا گیارہ مہینے۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریت کے لئے اس مدت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں۔ جب تک کہ میرا قاور خدا ان جموٹے الزاموں سے مجھے بری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کرے۔“ اصل الہام اور مرزا قادیانی کی تنہیم و تشریح میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو یہ ثابت کرے کہ فشی الہی بخش مرحوم مرزا قادیانی سے پہلے فوت ہو جائیں گے۔ موت

کی طرف اشارہ تک نہیں بلکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں کوئی نشان مرزا قادیانی کی بریت میں ظاہر ہوگا۔ جس سے وہ سخت شرمندہ ہوگا۔ گویا کہ وہ زندہ رہے گا۔ پھر یہ بات اڑاتے ہیں کہ وہ موسیٰ ہونے اور فرعون کو فریق کرنے کا مدعی تھا۔ مگر خود ہی طوفان طاعون میں غرق ہو گیا اور نامراد دنیا سے چل دیا۔ حالانکہ وہ خود عصائے موسیٰ کے سرورق پر اس کی تردید کر چکا ہے کہ میرا ہرگز ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ میں موسیٰ ہوں۔ ہاں ایک خواب میں اس نے دیکھا تھا کہ تین کلڑوں کا چنگ تیس تار کی ڈور پر اڑایا گیا ہے۔ جس کو انہوں نے عصائے موسیٰ کے ذریعہ سے اتار لیا۔ سو اس خواب کے بعد مرزا قادیانی کا رسالہ ضرورۃ الامام معہ خط عبدالمکریم و معانی ٹیکس پہنچا۔ جس کے تیس صفحے تھے۔ سو یہ تیس تاروں کی ڈور والا تین کلڑوں کا چنگ تھا۔ جس کی تردید مرحوم نے ایک نہایت ہی زبردست کتاب میں کی اور خواب کی بناء پر اس کا نام ”عصائے موسیٰ“ رکھا جو سراسر قرآن اور احادیث مجھ سے کبریٰ ہے۔ ان کو مرزا نالی و بدرود، روگند اور کچھڑ سے بھری ہوئی یا سنڈاس پاخانہ سے بھرا ہوا کہتا ہے۔ پس الہی بخش مرحوم نے اس کتاب کو کمال خوبی کے ساتھ پورا کیا اور شائع کر دیا۔ یہی اس کی مراد تھی جس میں وہ کامیاب ہوا۔ چنانچہ خود اس کا الہامی شعر جو (عصائے موسیٰ ص ۲۳) پر درج ہے۔ شاہد ہے۔

اس تقویم بس است کہ چوں زاہدان شہر
نار و کرشمہ بر سر منبر نمی کنم

مگر مرزا قادیانی اپنی ساری مرادوں میں نامراد رہا۔ مثلاً کھیل براہین احمدیہ، من الرحمان، تفسیر کتاب عزیز، تعمیر منارہ، کسر صلیب، اصلاح اندرونی اور اشاعت اسلام میں، اب رہا الہی بخش مرحوم کی موت سے مرزا قادیانی کی بریت۔ تو اس کی موت سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی نے براہین کی نسبت کوئی بد عہدی نہیں کی۔ بلکہ وہ اس کے تین سو دلائل اور تین سو جزو بکمال و تمام چھپوا کر شائع کر چکا۔ اس نے پانچ ہزار کمال اپنی بیوی سے لے کر اس کے نام پر جدی باغ بہ نیت فاسد تیس سال کے واسطے رہن نہیں کیا۔ سراج منیر کا بیٹگی چندہ اس نے خورد برد نہیں کیا۔ بلکہ اس کو چھپوا کر مفت شائع کر دیا۔ فتح علی شاہ رسالہ دارمجر سے پانچ سو روپیہ بیٹگی دعائے فرزند زینہ کے واسطے نہیں لیا تھا۔ یا اس میں نامراد نہیں رہا۔ مرزا قادیانی نے علمائے دین اور ذاکرین خدا کو محض اپنے منوانے کی خاطر حرام زادہ، ملعون، سوز، چوہڑے، بھار، کتے، علیہم نعال لعن اللہ الف مرۃ نہیں کہا۔ کیا الہی بخش مرحوم کی وفات سے مرزا قادیانی کی صدہا ہفتوات و کذب کی تطبیق اور تصدیق ہوگی؟ کیا اس کی موت سے یہ ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے

جس قدر الہامات جموں نے ثابت ہوئے تھے وہ سچے ہیں؟ مسک علیہ السلام کی پیش گوئیاں واقعی محض قیافہ اور قیاس تھے اور ان کے معجزات مسمریزی کرشمے تھے اور چار سو نبیوں کی پیش گوئی جموںی نکل گئی تھی۔ اگر ایک دو فی لاکھ مخالفین کا کسی مدعی نبوت کی زندگی میں مرجانا اس کی صداقت کا یقینی اور قطعی ثبوت ہو سکتا ہے تو پھر وہ کون سا نبی ہے جس کی صداقت اس طرح پر ثابت نہ ہو سکے؟ اور اگر اسی قدر ثبوت کافی و دوانی تھا تو سارا قرآن شریف لغو ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ وہ توحید، نبوت، جزائے اعمال، حشر و نشر اور ہر مسئلہ کے متعلق رنگارنگ دلائل پیش فرماتا ہے۔

ہاں! مرحوم الہی بخش کی موت نے مرزا قادیانی کی اس پیش گوئی کو ضرور جموٹا کر دیا۔ جس میں مرزا قادیانی بڑے زور کے ساتھ شائع کیا تھا کہ مولوی محمد حسین اور الہی بخش صاحبان اس پر ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ وہ پیش گوئی (اعجاز احمدی ص ۵۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۳) پر اشعار میں معہ ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اقلب حسین بہتدی من یظنہ

عجیب وعند اللہ هین والبصر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا یہ کون گمان کر سکتا ہے..... عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک اہل اور آسان ہے۔

ثلاثہ اشخاص بہ قدر ائیتہم

ومنہم الہی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں..... ایک ان میں سے الہی بخش اکاؤنٹ ملتان ہے۔

پس سن اور سناؤ۔

مگر (ترجمت الہی ص ۱۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۳۹) پر بڑی چالاکی سے یہ لکھ دیا ہے کہ ”جب الہی بخش جلائے طاعون ہوا اور موت یقیناً سامنے آئی اور سخت دکھ اس کو پہنچا تو وہ اپنی غلطی پر متنب ہوا ہوگا۔“ پھر اس خیال کو واقعی امر بنا کر لکھا ہے۔ ”چنانچہ اس واقعہ سے بہت پہلے میرے پر خدا نے ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ان خیالات فاسدہ پر قائم نہیں رہے گا اور آخر ان خیالات سے رجوع کرے گا۔“ اب ناظرین سابقہ الفاظ اور موجودہ الفاظ کا خود مقابلہ کر لیں اور واقعی حالت سے ان کو ملا لیں۔ شی عبدالحق کے مکان پر ان کا انتقال ہوا۔ ”یا حسی یا قیوم برحمتک استغیث“ آخر دم تک ان کی زبان پر جاری تھا۔

بیٹا نامبارک

۳۲..... مبارک احمد اس کے متعلق مرزا قادیانی کی بہت سی بشارات تھیں۔ وہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں بخار مسلسل میں مبتلا ہوا۔ مرزا قادیانی نے بہت دعا کی۔ الہام ہوا۔ ”قبول کی گئی۔ ٹودن کا تپ ٹوٹ گیا۔“ چند یوم کے بعد جو کچھ تخفیف ہوئی تو اس تخفیف کو کھلا نشان کی نشانیوں سے اخباروں میں شائع کیا گیا اور جنت اس کی شادی کر دی۔ مگر وہ تمام خوشی شادی مرگ ثابت ہوئی۔ کیونکہ ۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کی صبح کو وہ فوت ہو گیا۔ جس سے میرے دو الہام پورے ہوئے۔ اول: یہ کہ ۷ ستمبر ۱۹۰۷ء کو عین مرزا قادیانی کے جشن صحت و شادی پر مجھے الہام ہوا تھا۔ ”آج مرزا قادیانی کے ٹوسٹ میں قلع ہے۔“ دوم: ”ایک خواب میں تین مرزائی ڈھائی کٹڑیوں کی صورت میں کھائے گئے جو گاؤں خوردہ تھے۔“

نتیجہ..... الہامات ہالا کے الفاظ اور ان کے نتائج پر مجموعہ نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی ہیں اور ابن صیاد کے الہامات سے مشابہ۔ کیونکہ:

اول..... مرزا قادیانی کے تو سارے الہامات شیطانی ہوئے جو اسکے بار اور نفس پرستی کا پتلا ہے اور دن رات اپنی کبریائی اور روپیہ کمانے کی چالوں میں فرق رہتا ہے۔

مرزا کے الہامات

دوم..... جن الہامات میں کسی واقعہ کی پیش گوئی ہوتی ہے وہ عموماً غلط ثابت ہوتے ہیں۔ پانچ زیادہ سے زیادہ ایسے جیسے کہ ابن صیاد نے اپنے الہامات کی نسبت اقرار کیا تھا کہ میرے پاس کچھ سچے اور کچھ جھوٹے خبر رساں آتے ہیں۔ کبھی دو سچے اور ایک جھوٹا، اور کبھی دو جھوٹے اور ایک سچا۔ آنحضرت ﷺ نے ابن صیاد کو فرمایا تھا۔ تم پر بات غلط ملط ہو گئی۔ ایسا ہی مرزا قادیانی اپنی تصدیق پر پیش گوئیوں کا انجام دیکھ کر ہر ایک پیش گوئی کو رنگ حاشیوں اور تاویلوں کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ جیسا کہ نمونہ اوپر ظاہر کیا جا چکا۔ مگر آخر ہے کا نا دجال پھر بھی یہ کہنے اور لکھنے سے باز نہیں آتا کہ اس کے سارے الہامات قرآنی وحی کی طرح قطعاً سچے اور شیطانی آمیزش سے پاک ہیں۔

سوم..... مجھ کو مرزا قادیانی کے الہامات کی نسبت خواب میں مفصلہ ذیل انگریزی فقرہ دکھایا۔

The Revelations of Mirza are Demonic Inspiration.

یعنی مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی القاء ہیں۔

چہارم..... اوروں کو جب مرزا قادیانی کی طرح کے الہامات ہوتے ہیں تو وہ ان کو سن کر فروراً شیطانی کہہ دیتا ہے۔

پہچم..... اس کے اپنے الہام ”قرآنی وحی“ کے صریحاً خلاف ہوتے ہیں۔
 ششم..... ان کا اکثر حصہ جھوٹا ثابت ہتا ہے اور جن الہامات میں کثیر حصہ جھوٹ ہو، وہ شیطانی
 ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ”هل انبئکم علیٰ من تنزل الشیاطین تنزل علیٰ
 افاک ائیم یلقون السمع و اکثرهم لکاذبون (الشعراء: ۲۲۱ تا ۲۲۳)“
 ہفتم..... مرزا قادیانی کا بدعہد، خائن، منکبر، جش گو، کذاب، طحان، لہان، خود پسند، نفس پرست
 ہونا خداوند عالم کی توہین، انبیاء علیہم السلام اور اسلام کی تحقیر کرنا، اسخ الدجال اور کانے دجال میں
 بخوبی ثابت کر دیا گیا اور قرآن مجید کی اسی آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مفسری، بد عمل لوگوں پر ہی
 شیاطین نازل ہوا کرتے ہیں۔

ہشتم..... جموئے وعدے دینا، بے بنیاد آرزوں میں پھولنا، چکنی چپڑی باتوں اور بے حد
 ترانیوں، خالی مشغف اور دھوکے سے پر ہونا، زخرف القول اور غرور کا پورا نقشہ ہونا، شیطانی
 الہاموں کی خاص شناخت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ”یعدہم ویعنیہم وما یعدہم
 الشیطان الا غرورا (النساء: ۱۲۰)“ شیطان ان کو وعدے دیتا اور امید دلاتا ہے۔ مگر
 شیطان جو ان کو وعدے دیتا ہے وہ جموئے ہی ہوتے ہیں۔ ”و کذالک جعلنا لکل نبتی
 عدو الشیاطین الجن والانس یوحی بعضهم الی بعض زخرف القول غرورا
 (الانعام: ۱۱۲)“ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے واسطے شیاطین جن وانس مقرر کئے ہیں جن میں
 سے بعض بعض کی طرف چکنی چپڑی اور دھوکہ آمیز باتیں وحی کرتے رہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے
 الہامات عموماً اسی قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نمونہ اوپر بیان کئے گئے اور اب خود مرزا قادیانی کو
 بھی ان پر اعتبار نہیں رہا۔

نہم..... مولوی عبدالرحمان لکھو کے والے اور شیخ الہی بخش اکا و نحف کے الہامات مرزا قادیانی
 کی نسبت ہیں۔ ”وما یعدہم الشیطان الا غرورا“

مرزا کے الہامات

دہم..... اگر مرزا قادیانی کے بعض خواہات یا الہامات صحیح بھی ہو جائیں تو شیطانی الہامات کا
 مصداق ہوں گے۔ جیسا کہ شیطانی الہامات کی نسبت قرآن مجید فرماتا ہے۔ ”واکثروہم
 لکاذبون“ یا زیادہ سے زیادہ ابن صیاد کے الہامات کا نمونہ جس نے کہا تھا کہ میرے پاس دو
 جموئے خبر رساں آتے ہیں اور ایک سچا اور کبھی دو سچے آتے ہیں اور ایک جھوٹا اور جس کی نسبت
 مکتوٰۃ نبوت نے یہ فیصلہ دیا تھا۔ غلط علیک الامر۔ تجھ پر غلط ملط ہوگی۔ وہ رحمانی الہامات کسی طرح

نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ اکثر جموں نے لکھتے ہیں۔ اکثر میں ذاتی مشیخت، کبریائی اور اغراض کا آمیز ہوتا ہے اور اکثر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہوتے ہیں۔

باب پنجم

قرآن مجید کی طرح براہین کے میں برس

براہین احمدیہ کی نسبت مرزا قادیانی نے ۱۸۸۰ء میں شائع کیا کہ انہیں تین سو بے نظیر دلائل سے قرآن مجید کی حقانیت و افضلیت ثابت کی گئی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کا پانچواں حصہ بھی اپنی کتابوں میں دکھائے یا ہمارے دلائل کو ہی نمبر وار توڑ سکے تو میں حلفیہ شریٰ اقرار کرتا ہوں کہ اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ اس کی اشاعت کے لئے پانچ روپیہ قیمت رکھ کر پیشگی امداد چاہی۔ اس طرح پر جب کافی روپیہ وصول ہو یا تو اس کی اشاعت بند کر دی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ چکی ہے اور اس کی قیمت دس روپیہ اور پچیس روپیہ رکھ دی۔ جب بے حد انتظار کے بعد لوگوں نے تقاضے شروع کئے تو ایک عجیب اشتہار شائع کیا جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ ”اس توقف کو بطور اعتراض پیش کرنا محض لغو ہے۔ قرآن کریم بھی ہاؤ جود کلام الہی ہونے کی تیس برس میں نازل ہوا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی حکمت نے بعض مصارع کی غرض سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کون سا ہرج تھا اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ بطور پیشگی خریداروں سے روپیہ لیا ہے تو ایسا خیال کرنا بھی حق اور ناواقف ہی ہے۔ کیونکہ اکثر براہین احمدیہ کا حصہ مفت تقسیم کیا گیا ہے اور بعض سے پانچ روپیہ اور بعض سے آٹھ آنہ تک قیمت لی گئی ہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں جن سے دس روپیہ لئے گئے اور جن سے پچیس روپیہ لئے گئے ہوں وہ تو صرف چند ہی انسان ہیں۔ پھر ہاؤ جود اس قیمت کے جو ان حصص براہین احمدیہ کے مقابل جو مطبوع ہو کر خریداروں کو دیئے گئے کچھ جب نہیں۔ بلکہ عین موزوں ہے۔ اعتراض کرنا سراسر کینہگی اور سفاقت ہے۔ مگر پھر بھی ہم نے بعض جاہلوں کے ناحق شور و غوغا کا خیال کر کے دو مرتبہ اشتہار دیدیا کہ جو شخص براہین احمدیہ کی قیمت واپس لینا چاہے وہ ہماری کتابیں ہمارے پاس روانہ کر دے اور اپنی قیمت واپس لے لے۔ چنانچہ وہ تمام لوگ جو اس قسم کی جہالت اپنے اندر رکھتے تھے انہوں نے کتابیں واپس کر دیں اور قیمت لے لی اور بعض نے کتابوں کو بہت خراب کر کے بھیجا۔ مگر ہم نے قیمت دے دی اور کئی دفعہ ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم ایسے کینہہ طبعوں کی ناز برداری کرنا نہیں چاہتے اور ہر ایک وقت قیمت واپس دینے پر تیار ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کا

شکر ہے کہ ایسے دنی الطبع لوگوں سے خدا تعالیٰ نے ہم کو فراغت بخشی۔“

(تلخیص رسالت ج ۷ ص ۷۷، ۷۸، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۸۶، ۸۷)

کیا کوئی شریف یا غیبیث اور ہا حیا آدمی سفلہ اور کمینہ اور احمق اور دنی الطبع کہلا کر واپسی قیمت کا مطالبہ کر سکتا تھا؟ واپسی قیمت کا عجب اعلان ہے۔
تین سو نہیں صرف تیس

اب ناظرین انصاف سے اس اشتہار کی عیاریوں پر غور فرمادیں:

..... ۱..... حیا اور دیانت اور افاقہ کا تو یہ تقاضا تھا کہ جب حد سے زائد براہین کی اشاعت میں دیر ہوگئی اور مرزا قادیانی اس کام کو نہ کر سکا تو معذرت کے ساتھ لوگوں کا رویہ بلا طلب واپس کر دینا اور ان کی پریشانی و مایوسی کی بابت معافی مانگنا یا افسوس کے ساتھ یہی ظاہر کرنا کہ جو صاحب پیشگی روپیہ عنایت فرما چکے ہیں ان میں سے جو اپنی امداد کو واپس لینا چاہیں ہمیں اطلاع دیں۔ بلکہ برعکس ان محسنوں کو جنہوں نے قبل از وقت کتاب کے بغیر امداد دی اور پھر بے حد انتظار کے بعد طلب حق کیا تو ان کو سفلہ، کمینہ، جاہل، دنی الطبع، احمق، سفیہ وغیرہ الفاظ سے پکارا گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ بہت ہی کم لوگوں نے ایسے الفاظ دیکھ کر مطالبہ کیا۔ قیمتی کتابوں کے خریدار عموماً اہل ثروت اور اہل دل لوگ ہوتے ہیں تو وہ عموماً کیوں مطالبہ کرنے لگے تھے۔ اس طرح دو چار فیصدی کو روپیہ واپس دے کر تین سو جز کی کتاب دینے کی بجائے تیس جز میں ہی فراغت حاصل کر لی۔ خلیفہ سید محمد حسن صاحب مرحوم وزیر اعظم ریاست پٹیالہ نے صما، پانچ سو روپیہ (حقیقت الہی) جیب حاصل سے اور پچھتر روپیہ اوروں سے جمع کر کے بھیجا تھا جو براہین کے حصہ دوئم میں شائع ہو چکا ہے اوروں کی رقومات شائع نہیں ہوئیں۔ جب وہ توہین حسین علیہ السلام کی بناء پر مرزا قادیانی سے سخت ہزار ہو گئے تو انہوں نے واپسی کا کوئی مطالبہ نہیں کیا۔

ساڑھے آٹھ ہزار

..... ۲..... یہ جتنا کہہ کر اکثر کتابیں مفت دی گئیں اور اکثر کو پانچ روپیہ اور آٹھ آنے میں سر خود بن بیٹھے۔ کیا عمدہ حساب ہے جو کتاب براہین کی طرح کثیر الاشاعت ہو جو ستائیس برس میں چار دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس کی قیمت پانچ سو صفحہ کے لئے آٹھ آنہ ہو سکتی ہے۔ پس اگر یہ مان لیا جائے کہ اوسطاً پانچ روپیہ ہی فی کتاب وصول ہوئے تو دو ہزار کتابوں کی قیمت دس ہزار روپیہ ہوئے۔ اگر پانچ فیصدی قیمت واپس کر دی گئی ہو تو دو ہزار میں سے سو اشخاص کی قیمت واپس ہوئی۔ یعنی کل پانچ سو روپیہ جب بھی ۹۵۵۰ روپیہ پس انداز رہے۔ اس حجم کی کتابوں پر دو ہزار

کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک ہزار روپیہ صرف آ سکتا ہے۔ اس لئے یہ صرف نکال کر بھی آٹھ ہزار پانچ سو پچاس روپیہ پس اندازہ رہا۔ جو مخلوق خدا کی امانت ہے۔ یا تو حصہ رسد سب کو واپس ہونا چاہئے یا تین سو جزو جو عرصہ ستائیس سال سے حسب تحریر مرزا لکھے ہوئے پڑے ہیں۔ مکمل چھپ کر خریداران کو ملنی چاہئے۔

۳..... اس قدر روپیہ خورد برد کر جانا یا خریداروں کو خلاف عہد یہ کہہ کر ٹال دینا کہ اس قدر حصص کی قیمت پانچ روپیہ موزوں ہے۔ اگر بددیانتی اور بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے؟

۴..... پھر اگر حساب دینے بیٹھے تھے تو صحیح صحیح حساب کیوں نہیں دیا کہ کل براہین اس قدر چھپی۔ اس پر کل اس قدر صرف ہوا، مفت اس قدر گئی۔ پانچ روپیہ میں اس قدر، دس روپیہ میں اس قدر، پچیس روپیہ میں اس قدر، امداد اس قدر، موصول ہوا کل اس قدر ادا کیا گیا۔ باقی اس قدر محسنین براہین احمدیہ کی امانت ہے۔ جس سے دنیا صحیح نتیجہ نکال سکتی کیا ایسا گول مول حساب پیش کرنا ابلہ فریبی اور دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے؟

۵..... اپنے اعلان میں یہ جتلا یا کہ بعض نے کتابوں کو خراب کر کے بھیجا اور ہم نے قیمت ادا کر دی۔ مگر یہ نہ جتایا کہ آٹھ آنہ کی چیز کے بعض سے پانچ سو اور بعض سے سو سو روپیہ لیا۔

تنزیل قرآنی سے تشبیہ

۶..... ہر ایک انسانی معاملہ کو تنزیل قرآنی سے تشبیہ دینا، اگر گستاخی اور بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا قرآن مجید کی نسبت بیگنی روپیہ وصول کر لیا گیا تھا؟ کیا قرآن مجید کی نسبت خریداروں کو وعدہ دیا گیا تھا کہ اب اس کی طبع میں دیر نہ ہوگی؟ کیا آپ کی براہین کی طرح قرآن مجید آنحضرت ﷺ کی تصنیف تھا۔ کیا قرآن مجید تکمیل کو پہنچ کر ستائیس سال تک پوشیدہ رکھا گیا تھا؟ جب مرزا قادیانی خود اشتہار دے چکا کہ اس میں تین سو دلائل سے اسلام کی افضلیت کل مذاہب پر ثابت کی گئی ہے اور کتاب تین سو جزو پہنچ گئی ہے پھر اس تمام کو کیوں شائع نہ کیا گیا۔ اگر اس میں یہ حکمت نہیں کہ اس کی اشاعت سے اپنی لیاقت اور حقیقت کا دعویٰ طشت ازہام ہو جائے گا اور دس ہزار روپیہ انعام کے مدعی کھڑے ہو جائیں گے یا خریداروں کا ہضم کیا ہو اور روپیہ اگلنا پڑے گا تو اور کیا مصلحت ہے؟

خدا نے وعدہ خلافی کرائی

۷..... پھر یہ ظاہر کرنا کہ خدا تعالیٰ نے کس مصلحت سے براہین کی تکمیل میں توقف ڈال دی تو اس میں کیا ہرج ہے۔ کیا تین سو بے نظیر اور قوی دلائل کا پوشیدہ رکھنا جن سے اسلام کی افضلیت

روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتی کوئی مصلحت رکھتا ہے؟ کیا یہ ایسا ہی جواب نہیں جیسا ایک چور یا خونی ثبوت جرم کے بعد یہ کہہ دے کہ تقدیر نے ایسا کر دیا۔ میرا کیا قصور ہے؟
کمینہ کون؟

۸..... جب بعض لوگ بے حد انتظار کے بعد براہین احمدیہ یا واپسی قیمت کا مطالبہ کرنے سے، جاہل، احمق، سفسطہ، کمینہ، دنی الطبع، سفسطہ ٹھہرے۔ تو مرزا قادیانی جس نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد براہین کی پہلی جلد کی بابت جو محض ایک اشتہار ہے۔ تمام لوگوں سے اس کی واپسی یا بیٹھگی قیمت کا مطالبہ سخت الفاظ میں شروع کر دیا تھا۔ کیا ٹھہرا؟ احمق یا جاہل، یا سفسطہ، کمینہ، دنی الطبع یا سب کچھ؟

۹..... پھر وہی چار جلدیں جو محض دیباچہ یا تمہید میں ہار ہار چھوڑ کر معراج الدین عمر اشتہار دیتا ہے کہ ستائیس سال سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ لیکن کسی کو اس کا مقابلہ کرنے اور انعام کے مطالبہ کرنے کا حوصلہ ہی نہیں پڑا۔ کیا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے؟ کیا وہ تین سو بے نظیر دلائل جن کے مقابلہ کے واسطے دس ہزار روپیہ انعام رکھا گیا تھا۔ ان حصوں میں آ چکی، کیا کمال براہین احمدیہ اسی قدر تھی اور مرزا قادیانی کا یہ شائع کرنا کہ اب یہ کتاب تین سو جز تک پہنچ چکی۔ اس میں تین سو بے نظیر دلائل ہیں۔ محض جھوٹ تھا؟ کیا انہی حصوں کی قیمت پچیس روپیہ اور سو روپیہ بھی لگی تھی؟

مرزا کی عیاری

۱۰..... پھر عجیب بے حیائی اور عیاری سے وہ لکھتا ہے کہ پہلے پہل جو ۱۸۸۰ء میں حضرت مصنف لئے اس کتاب کو چھپوایا تھا تو اس کی قیمت پچیس روپیہ رکھی تھی۔ پھر اس کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ اگر سو روپیہ بھی قیمت رکھی جاتی تو کم تھی۔ لیکن محض ہمدردی خلائق کے لحاظ سے انہوں نے اس کی قیمت نہ بڑھائی اور کتاب ہاتھوں ہاتھ اٹھ گئی۔ کیا سو روپیہ قیمت کے بھی تیس جز تھے؟ پھر موجودہ ایڈیشن کی بابت لکھتا ہے کہ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت بلا جلد کے صرف پانچ روپیہ اور جلد کے پانچ روپے بارہ آنے رکھی ہے۔ اے کانے دجالو! کیا اسی کا نام دیانت، امانت، خدا پرستی، راست بازی اور خدا ترسی ہے کہ صریح جھوٹ بولا جائے۔ دھوکہ دیا جائے۔ آٹھ آنہ کی شے کی قیمت پانچ روپیہ رکھ کر اس کا نام ہمدردی خلائق رکھا جائے۔ تمہید اور دیباچہ کو پوری کتاب بتلا کر پوری قیمت وصول کی جائے۔ پوری قیمت وصول کر کے اور سو سو آدھوں کو قیمت واپس دے کر کل کی طرف سے اپنے آپ کو فارغ البال سمجھا جائے۔ محض ایک دلیل کو تین سو دلائل کے برابر مستہم کیا جائے۔ اے کانے دجالو! کیا نجات یافتہ ہونے کے یہی دلائل ہیں؟ کیا سچے رسولوں اور امتوں کی یہی علامات ہیں؟ کیا انہی خوبیوں میں تمام دنیا پر فوق لے جانا، اپنے لئے بہشتی

ہونے کی دلیل اور دوسروں کے واسطے جہنمی ہونے کی دلیل ہے؟ کیا قبل از وقت یہ شائع کرنا کہ براہین میں تین سو بے نظیر دلائل سے اسلام کی افضلیت تمام مذاہب پر ثابت کی گئی ہے۔ سراسر جھوٹ اور جھوٹی شہنشاہی نہیں تھا؟ اے کانے دجالو! کیا ایسے مکاید سے دنیا کو اپنے جال میں پھنسا لینا اور روپیہ ٹھگ لینا۔ تمہارے الہی کارخانہ کی عظیم الشان کامیابی کی دلیل ہے؟ کیا سچ ہے کہ ”دجال کاٹا ہوگا مگر خدا کا ناخمس۔“

تحریر بالا جو اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا جواب بدر مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا ہے جو مرزا نیوں کی معقولیت اور شائستگی اور راست بازی کا نمونہ ہے۔ اس لئے لفظ بلفظ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مرزائی تو ہمیں میری تحریر کو اپنے رسالوں اور اخباروں میں شائع نہیں کرتے اور یک طرفہ نقل مپاڑہ مارا کرتے ہیں۔ کیونکہ ”کانے دجال“ ہیں۔ تاکہ اصل بات دُبی رہے اور شرک طبع، انسان پرست، دام افتادوں کی تسلی ہو جائے۔ میں ہمیشہ ان کے اصل الفاظ نقل کر کے اس پر قلم اٹھاتا ہوں تاکہ حق و باطل کا مقابلہ ہو جائے۔ مگر باطل پرستوں میں یہ طاقت کہاں ان کا تو کام ہی خیانت، افتراء اور شور و غوغا سے چلتا ہے۔ وہ تحریر بدر حسب ذیل ہے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرتد کی دروغ بیانیوں

”اخویم مفتی حبیب الرحمن صاحب ریکس حاجی پورہ نے ڈاکٹر مرتد سے خریدی ہوئی چند ایک کتابیں اسے واپس کی ہیں۔ اس پر خان صاحب یک دفعہ آگ بگولا ہو کر ناپاک طبع لوگوں کی طرح مرزا قادیانی کو گالیاں دینے اور چوہڑے چماروں میں جیسے ناپاک الفاظ بولے جاتے ہیں وہ بولنے لگ پڑے ہیں اور اس گندہ دہانی کے اظہار کے واسطے آپ نے پیسہ اخبار کے پرچے کو بزرگزیہ کیا ہے۔ پیسہ اخبار نے بھی غالباً قیمت سمجھا ہے کہ ہندوؤں کے حق میں منافقانہ مضامین لکھ کر جو وہ اسلامی پبلک کو ناراض کر چکا ہے تو شاید اس کا عوض اس طرح ہو جائے کہ حضرت امامنا (مرزا قادیانی) کے حق میں دشنام دہی کے ساتھ اپنے اخبار کے کالم سیاہ کر کے پھر عوام کا لافنام کو فریفتہ بنائے۔ کتابیں تو حبیب الرحمن نے واپس کیں اور ڈاکٹر صاحب نے گالیوں کی بوچھاڑ حضرت (مرزا قادیانی) پر شروع کر دی ہے۔ لیکن یہ تعجب کی بات نہیں۔ کہینے لوگوں میں لڑائی کا ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ جب کسی پر فحاشی ہوتی ہے تو اس کے پیچھے کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔ اس مضمون میں ڈاکٹر مرتد نے اول سے آخر تک یہ رونا رویا ہے کہ براہین کی قیمت حضرت صاحب نے پیشگی وصول کر لی تھی۔ جس طرح جاہل عیسائیوں نے یہ طرز اختیار کیا ہوا ہے کہ مسئلہ جہاد، غلامی، قصہ نعب وغیرہ کے متعلق ہزاروں دفعہ تسلی بخش جواب دیئے جاتے ہیں۔ مگر گورے

اور کالے پادری سر بازار پھردی مرنے کی ایک ٹانگ کا راگ الاپے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے مخالف بھی انہی باتوں کے معقول جوابات ہزاروں دفعہ سن کر پھردی بات رٹے چلے جاتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب میں کچھ دیانت اور امانت کی بوہتی تو ان کو مناسب تھا کہ اول ان لوگوں کی فہرست پیش کرتے۔ جنہوں نے قیمت پیش کی تھی۔ جو چند ایک محدود آدمی تھے اور پھر اس کے مقابل میں ان لوگوں کی فہرست بھی رکھ لیتے جن کو کتاب مفت تقسیم کی گئی تھی یا صرف برائے نام قیمت پر اور پھر اس زمانہ میں لکھائی، چھپائی، کاغذ وغیرہ کے خرچ کا اندازہ کرتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں قادیان میں کوئی مطبع نہ تھا۔ کام امرتسر میں چھپتا تھا۔ ریل بھی نہ تھی۔ پھر حضرت صاحب کے اشتہار پر جن لوگوں نے قیمتیں داہیں لے لیں ان کی فہرست پیش کرتے۔ پھر اس کتاب کے ذریعہ سے غیر مسلمین پر جو حجت قائم ہو چکی ہے اس کی طرف نگاہ کرتے۔ پھر اسی براہین کے معاملہ میں مخالفین کو جو جواب وہ خود (خواہ صدق دل سے خواہ منافقانہ طور پر) دیا کرتے تھے ان پر ہی غور کر لیتے تو ان کو اس قدر دکھ نہ اٹھانا پڑتا۔ خیر اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور ایسا ہی حضرت صاحب کے پاس چندوں کے بہت آنے، یا گھر میں زیور کے ہونے پر جو کچھ مارے حسد کے ڈاکٹر صاحب یا ان کے ہم خیالوں کے سینوں کے اندر تار جنم شعلہ زن ہے۔ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جاسکتا ہے۔ جس کے واسطے سردست گنجائش نہیں۔ میں نے اس وقت ایک نہایت مختصر لیکن ضروری بات کے لکھنے کے واسطے قلم اٹھایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اسی مضمون میں جہاں لنگر اور مدرسہ اور میگزین اور انجم کو بڑے بڑے چندے دیئے کا احسان بتلایا ہے۔ وہاں اس اخبار کو بھی پانچ روپے سالانہ چندہ عطاء کرنے کا مضمون احسان بتایا ہے۔ حضرت کے پاس جو چندہ آتا ہے اس کا تو کوئی حساب نہیں رکھا جاتا۔ کوئی اپنی خوشی سے کچھ حضرت کے پیش کرتا ہے تو وہ لیتے ہیں۔ ورنہ وہ کبھی کسی سے نہ مانگتے ہیں نہ جلاتے۔ اس واسطے اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب کو ہزاروں چھوڑ لاکھوں کا جموٹ بولنے کی بھی گنجائش ہے۔ مدرسہ کا انتظام بھی کچھ مدت عاجز کے پاس رہا تھا۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ ڈاکٹر صاحب کے نام پر کبھی کوئی اسی رقم دیکھی گئی ہو جس پر وہ ڈیکٹیں مار رہے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے ان تمام دعویٰ کی حقیقت کی مثال میں صرف اس اخبار کے ہی دلیرانہ جموٹ کا انشاء کرنا کافی ہوگا۔ آج ڈیڑھ سال سے اخبار بدر کا چارج میرے پاس ہے اور آج تک اخبار برابر ڈاکٹر صاحب کو بھیجا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے چندے میرے سامنے لوگوں سے وصول ہوئے ہیں۔ بلکہ ۱۹۰۷ء کی بھی پیشگی قیمت بعض سے وصول ہو رہی ہے۔ لیکن اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ڈاکٹر

صاحب نے ایک پائی بھی آج تک میرے سامنے اخبار کو نہیں دی۔

میں تعجب کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے مرزا قادیانی کو چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت کو بے کار مانا۔ انبیاء پر ایمان لانا غیر ضروری قرار دیا۔ مگر کیا عام اخلاقی باتیں بھی اب ان کے نزدیک قابل عمل نہیں اور کیا اب وہ ایسے خطرناک ہو گئے کہ صریح جھوٹ بولنا ان کے نزدیک نہ صرف جائز بلکہ فرض اور واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ میں نے اس خیال سے کہ شاید گذشتہ سالوں میں برادر محمد افضل کو وہ پانچ پانچ روپیہ دیا کرتے ہوں پرانے رجسٹر نکال کر بھی دیکھے ہیں۔ مگر ان سے بھی کہیں شہادت نہیں ملتی کہ ڈاکٹر صاحب نے کبھی اخبار بدر کی ۵ روپے قیمت سالانہ دی ہو۔ رجسٹروں سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۰۳ء کی قیمت آپ نے صرف دو روپے چھ آنہ دی تھی اور اس کے بعد کے سالوں کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ کے حساب سے دی تھی۔ حالانکہ قیمت دو روپے بارہ آنہ سالانہ ہے۔ اس سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ لنگر کو جو آپ نے ہزاروں روپے دیئے ان کی حقیقت کیا ہے۔ باوجود اس جھوٹ کی عادت کے پھر ملہم ہونے کا دعویٰ جس شخص نے ایسی بے باکی سے دروغ بیانی پر کمر باندھی ظاہر ہے کہ اس کے الہامات میں شیطان کا کس قدر حصہ ہوگا اور رحمان کا کس قدر۔ اول تو خود ہی یہ کیسنگی اور سفلہ پن ہے کہ میں نے یہ دیا تھا۔ وہ دیا تھا اور پھر اس پر جھوٹ۔ دراصل ڈاکٹر نے معلوم ہوتا ہے کہ خیال کیا ہوگا کہ وہاں کسی نے پڑتال تو کرنی ہی نہیں۔ چلو پیٹ بھر کر جھوٹ بولو کہ میں نے ہزاروں دے اور سینکڑوں خرچ، مگر جھوٹے کی عقل ماری جاتی ہے۔ ساتھ ہی اخبار بدر کے متعلق بھی پانچ روپیہ سالانہ چندہ دینے کا ذکر لکھ مارا اور یہ سوچ لیا ہوگا کہ محمد افضل مرحوم فوت ہو گیا ہے۔ کون پوچھے گا مگر یہ نہ سوچا کہ ممکن ہے کہ پرانا ریکارڈ موجود ہو اور موجودہ کارکنان پرانے رجسٹروں کی پڑتال ہی کر بیٹھیں۔ نہایت افسوس ہے کہ اس کم حوصلگی اور دروغ بیانی کے ساتھ ایک شخص الہی سلسلے کی مخالفت میں غم ٹھونکتا ہے اور نہیں خیال کرتا کہ اس کی ہستی کیا ہے۔ باقی آئندہ!

جواب بدر از ڈاکٹر

باقی آئندہ کی توفیق باطل کو نہ ملی اور نہ مل سکے گی۔ بحکم ”جاء الحق وزهق الباطل

ان الباطل کان زهوقا“ میرے سوالات کے جوابات خوب دیئے گئے۔ اب ان پر کچھ اور لکھنے کی مجھے ضرورت نہیں۔ ہاں اس تحریر میں جو نئے وجہ کھلے ہیں اور جھوٹ کو اس مارا ہے۔ اس کو جتلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دجل و جھوٹ و بکواس

اؤل تو مجھ سے پیشگی قیمت دینے والوں کی فہرست طلب فرمائی ہے۔ سبحان اللہ! روپیہ تو وصول کرے مرزا اور فہرست طلب ہو مجھ سے؟ پہلے ایڈیشن کی تمام جلدیں فروخت ہو چکیں۔ اس کا ثبوت اسی قدر کافی ہے کہ پہلی ایڈیشن کے بعد براہین احمدیہ کئی بار چھپ چکی ہے۔ جن لوگوں نے پانچ روپیہ سے زیادہ قیمت دی۔ ان میں سے چند ایک کے نام جو مجھے معلوم ہیں حسب ذیل ہیں۔

آزمہیل خلیفہ سید محمد حسن صاحب بہادر مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ، پانچ سو روپیہ۔ نسی
الہی بخش صاحب اکاؤنٹ مصنف عصائے موسیٰ، دو سو روپیہ۔ مقبول شاہ صاحب شملہ پندرہ
روپیہ، نسی ودر علی صاحب شملہ دس روپے۔ میاں چراغ الدین صاحب کلرک چالیس روپیہ۔ بید
بخش صاحب دس روپیہ۔ شیخ عبداللہ صاحب دس روپیہ۔ میر عبداللہ صاحب دس روپیہ۔ مولوی علی
محمد صاحب دس روپیہ۔ داروغہ عبدالرحیم خان صاحب دس روپیہ۔ نسی غلام محی الدین صاحب
پندرہ روپیہ۔ نسی عبدالحق صاحب اکاؤنٹ دس روپیہ۔ ڈاکٹر سید امیر شاہ صاحب دس روپیہ۔
میاں غلام رسول صاحب دس روپیہ۔ شیخ شمس الدین صاحب دس روپیہ۔ میاں چراغ الدین
صاحب تاجر کتب دس روپیہ۔

اب رہا وہاں ہی کا حساب سواس کی کیفیت یہ ہے کہ جو جلدیں واپس ہوئیں تھیں وہ بھی
فروخت ہو چکی۔ جو باقی رہی یا مفت دی گئی اس کا حساب البدر کو دینا چاہئے جو مرزا قادیانی کا
اخبار ہے۔ نہ کہ غیر کوچ ہے ”دجال کا ناہوگا پر خدا کا نا نہیں۔“

مرزا کا چندہ مانگنا

دوم مرزا قادیانی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتے اور نہ جلتا ہے ہیں۔
یہ سفید جھوٹ ہے۔ بار بار اخباروں اور اشتہاروں اور پرائیویٹ خطوں میں مرزا قادیانی اور
مرزائیوں کے سوالات پختے ہیں۔ ۲۳، ۳۰، جنوری ۱۹۰۷ء کے البدر میں مرزا قادیانی نے شائع
کیا کہ ہر ایک بیعت کنندہ پر فرض ہے کہ حسب توفیق ماہواری یا سہ ماہی دار لنگر خانہ کا چندہ روانہ
کرتا رہے۔ ورنہ ہر تین ماہ کے بعد اس کا نام بیعت سے خارج کیا جائے گا۔ اب رہا جلتا تو یہ حق
دینے والے کا ہے۔ نہ کہ لینے والے کا۔ لینے والا تو خاص کر جب بدعتی اور بے ایمانی ساتھ ہو تو
ہمیشہ چھپایا کرتا ہے۔ نہ کہ بتایا کرتا ہے۔ ”سچ ہے دجال کا ناہوگا پر خدا کا نا نہیں۔“

البدر کے جھوٹ کی دستاویزی تردید

سوم..... لکھتا ہے کہ: ”آج ڈیڑھ سال سے اخبار البدر کا چارج میرے پاس ہے اور آج تک اخبار برادر ڈاکٹر صاحب کو بھیجا جاتا ہے۔ ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء کے چندہ لوگوں سے میرے سامنے وصول ہوئے۔ بلکہ ۱۹۰۷ء کی بھی قیمت چھٹکی بعض سے وصول ہوئی ہے۔ لیکن اس ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایک پائی بھی آج تک میرے سامنے نہیں دی۔ پھر بقول شخصے، دروٹگورا حافظہ باشد۔ اسی اخبار میں آگے چل کر لکھتا ہے۔ رجسٹروں سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۰۳ء کی قیمت آپ نے صرف دو روپیہ چھ آنہ دی تھی اور ۱۹۰۴ء کی بھی دو روپیہ چھ آنہ اور اس کے بعد سالوں کی قیمت سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ کے حساب سے دی تھی۔ حالانکہ قیمت سالانہ دو روپیہ بارہ آنہ ہے۔ پہلے تو لکھا کہ ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء میں ایک پائی نہیں دی اور پھر لکھا کہ ۱۹۰۳ء کے بعد سالانہ دو روپیہ آٹھ آنہ کے حساب سے قیمت دی۔ ”ماشاء اللہ نجات یافتہ جو ہوئے۔ سب جھوٹ معاف ہے۔ دروغ گویم بروئے تو۔ یہ صادق کا جھوٹ ہوا۔ اب محمد افضل سابق منبر البدر کی بددیانتی اور کذب کا حال ملاحظہ فرمائیے۔ میں ہمیشہ بدر کی قیمت پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے دیتا رہا اور ۱۹۰۵ء، ۱۹۰۶ء کی بابت محمد افضل سابق منبر البدر نے کارخانہ البدر کی نازک حالت ظاہر کر کے چھٹکی قیمت کی بابت درخواست شائع کی تھی۔ اس پر میں نے اس کو اجازت دے دی تھی کہ ایک ہار اخبار دس روپیہ میں دی جانی بھیج کر مجھ سے دو سال کی قیمت وصول کر لے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس بیان کی تصدیق کے لئے میں پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب ڈاکخانہ جات ریاست کی اصل چٹھی کا ترجمہ ذیل میں شائع کرتا ہوں۔

محکمہ ڈاکخانہ جات ریاست پٹیالہ نمبر ۱۲۲۱

از جانب لالہ رکھمہ چند صاحب پوسٹ ماسٹر جنرل ڈاکخانہ جات ریاست پٹیالہ

بنام اسٹنٹ سر جن عبدالحکیم خان صاحب ریاست پٹیالہ

جناب من! آپ کی چٹھیات مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۶ء، ۵ جنوری ۱۹۰۷ء کے جواب میں، میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ مفصلہ ذیل قیمت طلب پارسل آپ کے نام قادیان سے ماہ جنوری ۱۹۰۵ء میں پہنچے تھے جو سنور کے برانچ آفس سے تواریخ ذیل پر آپ کو دے گئے۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ جو قیمت طلب پارسل آپ کو مارچ ۱۹۰۳ء میں ملے تھے۔ میں ان کا سراغ نہیں لگا سکتا۔ کیونکہ اس وقت کاریکارڈ اس وقت موجود نہیں ہے۔

دستخط: پوسٹ ماسٹر جنرل ریاست پٹیالہ

پارسل نمبر ۲۳۵، قیمتی پانچ روپیہ بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۰۴ء
پارسل نمبر ۸۵۵، قیمتی دس روپیہ تین آندہ بتاریخ یکم جنوری ۱۹۰۵ء
ہردو پارسل آپ کو بتاریخ ۸ جنوری ۱۹۰۵ء کو ادا کئے گئے۔

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ صادق کا جھوٹ تو خود اس کی تحریر میں دیکھ لو اور
محمد افضل کا پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کی تصدیق سے۔ یہ ہردو مرزائی تعلیمات کے پھیلانے کے
ذمہ دار وجود ہیں۔ میں نے صادق مرتد کے نام پوسٹ ماسٹر جنرل صاحب کی تصدیق بھیج کر لکھا
کہ آپ معذرت کے ساتھ اس کو شائع کر دیں۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ لائے مل کے واسطے یہ
معاملہ کیسا صاف ہے۔ مگر جوابے ندارد۔

ایک الحکم کا بھی قول صادق سنئے۔ ۷ نومبر ۱۹۰۶ء کو مرزا قادیانی کے کلمات اخبار البدر
میں حسب ذیل شائع ہوئے۔ ”آج رات لنگر خانہ کے اخراجات کی نسبت میں قریباً ۱۲ بجے رات
کے اپنے گھر کے لوگوں سے بات کر رہا تھا کہ اب خرچ ماہواری لنگر خانہ کا پندرہ سو سے بھی بڑھ گیا
ہے۔ کیا قرضہ لے لیں۔“ مگر ۷ جنوری کا اخبار الحکم یہ لکھتا ہے کہ ”کسی صورت میں لنگر خانہ کا
خرچ تین ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔“ سالانہ جلسہ کے اخراجات کے لئے الحکم ۷ اربو ستمبر
۱۹۰۶ء میں کم از کم ڈیڑھ ہزار روپیہ علیحدہ طلب کیا۔ اب نہ معلوم میر سچا ہے یا مزید؟ مگر دیانت
وامانت اور صفائی حساب میں دونوں کامل ہیں۔ یہ کسی نے نہیں بتلایا کہ سال بھر میں مہمانوں کی
اوسط کیا ہے۔ جس کے واسطے بقول میر ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار سے زیادہ چاہئے اور بقول مرید
تین ہزار سے زیادہ اور سالانہ جلسہ کے لئے ڈیڑھ ہزار علیحدہ۔ کیا کوئی مرزائی سچ بولنے کا حوصلہ کر
کے البدر یا الحکم کے ذریعہ شائع کر سکتا ہے کہ سال گذشتہ میں مہمانوں کی اوسط پومیہ کیا رہی۔ ریو پو
آف ریٹچر کے دو جھوٹ بھی قابل بیان ہیں۔ اذل: تو یہ کہ میری نسبت شائع کیا کہ پٹیا لہ میں بھی
ایک جھوٹا نبی ظاہر ہوا ہے۔ جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے۔ (یکم دسمبر ۱۹۰۶ء) امیر حبیب اللہ
خان شاہ افغانستان کے ایام سیاحت میں محمد علی ایم اے نے شائع کیا کہ امیر صاحب مرحوم نے ملا
عبداللطیف کو محض اس بنا پر قتل کرایا کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کا وفادار اور جہاد کا مخالف تھا۔ یہی سفید
جھوٹ مرزا قادیانی نے البدر مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء میں شائع کیا اور اسی کا اعادہ بار بار حقیقت الوحی
میں کیا ہے۔

باب ششم

تمام اہل الہام لوگ جو دجال کے جال میں پھنس بھی دعائیں
آخر کار ہدایت عیبی کے ذریعہ سے اس کے مخالف ہو جاتی ہیں

اس امر کی تشریح کے لئے ہمیں بہت سے نظائر جمع کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس
بارہ میں خود مرزا قادیانی بدر مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کو اکل آف
گو لیکے نے شائع کرایا ہے اور وہ اسی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے۔

”ازاں بعد میں نے عرض کیا ایک نوجوان احمدی یہ الہامات سنا تا ہے۔ روایا میں
خلقت نے مجھے سجدہ کیا۔ بہشت کی سیر کی اور الہام ہوا۔ ”انا النذیر المبین“ فرمایا یہ بڑے
اتناء کا مقام ہے۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ جب تک درخشاں نشان اس کے ساتھ بار بار نہ لگائے
جائیں۔ تب تک الہام کا نام لینا بھی سخت گناہ اور حرام ہے۔ پھر یہ بھی دیکھتا ہے کہ قرآن مجید اور
میرے الہامات کے خلاف تو نہیں ہے اگر ہے تو یقیناً خدا کا نہیں ہے۔ بلکہ شیطانی القاء ہے۔ اصل
میں ایسے تمام لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار ہلاک ہوتے ہیں۔“

خود ہی تو اپنے الہامات شائع کر چکے ہیں اور تورات سے تصدیق پیش کیا کرتے ہیں
کہ اہل الہام لوگ مسیح کے مریدوں میں بکثرت ہوں گے اور خدا الہام کے ذریعہ سے لوگوں کو اس
کی طرف متوجہ کرے گا اور عام اعلان شائع کرتے رہے ہیں کہ جن لوگوں کو ہماری نسبت خوابات
آئیں یا الہامات ہوں۔ وہ قسمیہ ہمارے نام لکھتے اور اخباروں میں شائع کراتے رہیں۔ چنانچہ
الحکم اور البدر میں مدتوں مرزا قادیانی کی تائید میں لوگوں کے خوابات اور الہامات شائع ہوتے
رہے۔ ایک خط میں یہاں تک لکھا کہ فطری دین ایک لعنت ہے۔ جب تک اس کو نشانوں سے
قوت نہ ملے۔ مگر تجربہ معلوم ہو گیا کہ تمام اہل الہام لوگ آخر کار ہدایت ربانی سے اس کے خلاف
ہی ہوتے رہے تو صاف اقرار کرنا پڑا کہ اصل میں ایسے لوگوں کی نسبت میرا تجربہ ہے کہ انجام کار
ہلاک ہوتے ہیں۔ سچ ہے۔ ”الحق یعلووا ولا یعلیٰ“ حق غالب ہوتا ہے۔ مغلوب نہیں ہوتا۔
آخر کار سچا اقرار منہ سے نکل ہی گیا۔ مگر ساتھ دجاہلیت ضرور ملادی۔ یعنی تمام اہل الہام لوگوں کا
آخر کار اس کے مخالفت ہو جانا تو سچ امر ہے اور مسیحیت کا جزو ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ کہہ دینا کہ وہ
ہلاک ہوتے ہیں۔ یہ اس کی دجاہلیت ہے۔ اس واسطے ”مرزا قادیانی کا نام احادیث مجھ میں اسخ
الذجال ہے۔“ یعنی جس قدر خداوند عالم کی توحید، تجید، حمید، تسبیح اور تقدیس میں یا نعمت رسول

اللہ ﷻ میں یا تا نید اسلام اور تقدیس انبیاء میں یا تعلیم، دعاء، تقویٰ اور اخلاق میں اس کی کلم سے نکلتا ہے..... یہ سب کچھ خلوص نیت سے نہیں ہوتا۔ بلکہ مسلمانوں کو پھنسانے کے واسطے ایک جال ہوتا ہے اور ساتھ ہی صریح دجالیت کے قول اور فعل اس سے صادر ہوتے ہیں۔ مثلاً دعویٰ نبوت و رسالت، بد عہدی، بددیانتی، کسی کام کے واسطے بڑے بڑے اشتہار دے کر روپیہ وصول کر لینا۔ اس کو خورد و برد کر جانا، کذابی، عیاری، اصراف، بہشتی مقبرہ کی تیاری، ہتارہ کی تعمیر۔ اپنے آپ کو بجز خدایا بجز لوحِ وحید و تفریدِ خدا۔ یا بجز اولادِ خدا کہنا..... یہ اس کی دجالیت کا تقاضا ہے۔ پس اس کی بعض پیش گوئیوں اور اچھی باتوں سے مطلق انکار کرنا بھی غلطی ہے۔ کیونکہ نبی صادق ﷺ نے اس کو مسیحیت اور دجالیت کا مرکب فرمایا ہے۔ اگر اس میں مسیحیت کے اجزاء نہ ہوں اور خالص دجالیت ہی ہو تو مسلمان کیسے اس کے جال میں پھنسیں اور رسول صادق کی پیش گوئی کیسے پوری ہو۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ستر ہزار چھٹہ پوش میری امت میں سے اس کے تابع ہو جائیں گے۔ اسح الدجال کا نام اس پر کیسے منطبق ہوا اور انجیل شریف کے وہ الفاظ کیسے صادق ہوں کہ جو نئے مسیح انھیں گے اور نشان دکھلائیں گے اور قریب ہے کہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں۔ اگر بڑے بڑے نشانات کے ساتھ کانی باتیں ملی جلی نہ ہوں تو پھر حدیث کے وہ الفاظ کیا معنی رکھ سکتے ہیں کہ ”دجال کا نام ہوگا پر خدا کا نام نہیں۔“

ایک طرف تو یہ قول کہ دنیا میں تمام جاہی، مصیبت، زلزلہ، آتش فشاںی، وبا، طوفان وغیرہ اسی کے خلاف کا نتیجہ ہے۔ ساتھ ہی کسی ارادے میں کامیاب نہ ہونا اور سخت از سخت مخالفوں کا صحیح و سلامت رہنا۔ گویا کہ خدائی کا کا تا دعویٰ ہے۔ ”الغرض صحیح صحیح یہ اسح الدجال کا تا دجال ہے۔“

میرے خواب

اب میں تمثیلاً اپنے ان خوابات والہامات کا مختصر اذکر کرتا ہوں۔ جن کے ذریعہ سے خداوند عالم نے میری رہنمائی کی اور آخر کار مجھ کو دجالی پھندے سے نجات بخشی۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ابتداء سے مجھ کو الہامات مرزا قادیانی کے برخلاف ہوتے رہے۔ مگر اس کی مسیحیت کے جالوں نے مجھے کچھ سمجھنے نہ دیا۔ آخر کار خداوند عالم کے زبردست ہاتھ نے اپنے خاص فضل سے مجھے اس دلدل سے نکالا۔ فالحمد للہ! الحمد للہ! جب مجھے الہامات مرزا قادیانی کے خلاف بکثرت ہونے شروع ہوئے۔ تب میں نے خیال کیا کہ یہ خلاف اور رنج کی وجہ سے شیطانی القاء نہ ہوں اور میں نے دعاء کی کہ اے خداوند اپنے کلام کے طفیل میرا اطہیان فرما۔ تب آیات قرآنی و احادیث صحیحہ مرزا قادیانی کی تردید میں بذریعہ خواب والہام معلوم ہونی شروع ہوئیں۔

جیسا کہ تمثیلات ذیل سے ظاہر ہوا۔

۱۵ جولائی ۱۸۹۷ء کو مرزا قادیانی نے ایک درخواست الفاظ ذیل میں شائع کی تھی کہ ”نسب (مخالف) میری نسبت دعا کریں اور جو حال میرا ان پر خوابوں میں ظاہر ہو۔ اس کو میرے پاس لکھنے کر بھیجیں میں شائع کر دوں گا۔“ مگر مرزا قادیانی نے حسب عادت مستمرہ دست موکدہ خود اس وعدے کا ایفا نہ کیا۔ میں نے جس قدر خواہات لکھ کر بھیجے۔ وہ اس نے اپنے اخبارات میں شائع نہ کئے۔ بلکہ نور الدین کے خطوط تو الحکم والہد میں شائع ہوئے۔ مگر میری طرف سے جو ان کے جوابات پہنچے وہ مطلق شائع نہ کئے۔ اس لئے حسب درخواست مرزا اس کے متعلق خواہات کو اپنے اس رسالہ میں شائع کرنا پڑا۔

مرزا کی تائید آنحضرت ﷺ سے علیحدگی

پہلے پہل جب میں نے الذکر الحکیم نمبر: ۱، ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی کی تائید میں لکھنا شروع کیا تو مجھ کو خواب میں یہ ارشاد ہوئے تھے۔ ”قل الحمد لله رب العالمین . لا اله الا الله محمد رسول الله“ ان الہامات میں صاف ارشاد تھا کہ اس خدا کی حمد کہ جو رب ورب العالمین ہے۔ اللہ کے سوائے کوئی اور معبود نہیں اور محمد اللہ کا رسول ہے اور کسی شخص کی حمد کی ضرورت نہیں۔ نہ کسی اور کی رسالت کی ضرورت ہے۔ مرزا قادیانی کی تائید میں کچھ لکھنا گویا کہ خدا کی حمد اور توحید اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت سے علیحدہ ہونا تھا۔ مگر اسح الدجال کے اندھیروں نے مجھے کچھ دیکھنے نہ دیا۔ پھر جب مرزا قادیانی کے بارہ میں استخارہ کیا تو خواب میں ارشاد ہوا۔ ”ولہم عذاب الیم بما کانوا یکنذبون“ مگر مرزا پرستی کے نشہ میں میں نے یہ سمجھا کہ یہ مخالف علماء کی طرف اشارہ ہے۔ حالانکہ اگر مخالفوں کی طرف اشارہ ہوتا تو ”یکذبون“ چاہئے تھا نہ کہ ”یکذبون“ تاہم چونکہ دل میں مرزا قادیانی کی طرف سے تردد ہوا اور دل نے چاہا کہ مرزا قادیانی کی تائید میں کچھ معلوم ہو تو پھر خواب میں معلوم ہوا۔ ”ناقة الله وسقیها“ میں نے اس آیت کو مرزا قادیانی کے حق میں اچھے معنوں میں لیا اور یہ نہ سوچا کہ اول: تو تمنا کی وجہ سے القائے شیطانی ہے۔ دوم: اگر اس کو رحمانی مانا جائے تو اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ مرزا قادیانی انسانیت سے دور اور ایک حریص اونٹنی کے مشابہ ہے۔ اس کا مشن محض یہی ہے کہ اس کو چندے دیتے رہو۔

مرزا چندوں سے موٹا ہو گیا

ایک خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی ایک کیم و شیم جرنیل کی صورت میں ایک تیز

کھوڑے پر سوار تیزی کے ساتھ دوڑائے جا رہا ہے اور میں ایک پتیل کے درخت کے نیچے کھڑا ہوں۔ اس کی تعبیر ظاہر یہ ہے کہ پتیل کا درخت اسلام ہے۔ مرزا قادیانی کو اس سے کچھ تعلق نہیں اور چندوں سے موٹا تازہ ہو کر اپنے نفس کے راستہ پر سوار چلا جا رہا ہے۔ تمام خواہات متذکرہ بالا الذکر الحکیم نمبر ۱۰ میں درج ہیں۔ جو ۱۸۹۱ء میں چھپا تھا۔ الذکر الحکیم نمبر ۴۰ کا دوسرا خط جب میں نے لکھا تو اس سے پہلی رات کو مجھے نہایت صفائی کے ساتھ یہ الہام ہوا۔ ”یا ایہا النفس مطمئنة الرجعی الی ربک راضیة مرضیة ، فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی“ اے نفس الطمینان یافتہ تو اپنے رب کی طرف واپس آ۔ تو اس کو خوش کرنے والا اور وہ تجھے خوش کرنے والا ہے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو۔ گویا کہ مرزا قادیانی کے مخالف ہونا، انسان پرست جماعت سے نکل کر خدا پرستوں میں داخل ہونا اور جنت میں داخل ہونا تھا۔

برہنہ مرزائی، برہنہ لاش

پھر اسی رات کو مرزا قادیانی مشن کا خاکہ دکھایا گیا کہ چند برہنہ مرزائی ہیں جو ایک سیاہ ننگی لعش کو اٹھائے جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ صلی آ گیا، صلی مر گیا، صلی آ گیا، صلی مر گیا۔ الذکر الحکیم نمبر ۴۰ کی نسبت الہام ہوا..... دجالی فتنہ حیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا۔ ”فربقاً کذبتم وفربقاً تقتلون“ مرزا قادیانی نے جو میری ہلاکت کا الہام شائع کیا اور رو رو کر میرے برخلاف بد دعائیں کیں تو اس کے مقابلہ پر مجھے یہ الہامات ہوئے۔ سرداد ونداد دست در دست یزید۔ آسمان بار امانت نخواست کشید۔ لاجرم قرعہ بنام من دیوانہ زدند۔

تمام خواہات والہامات متذکرہ بالا الذکر الحکیم نمبر ۴۰ میں درج ہیں۔ ذیل میں بے شمار خواہات میں سے چند ایک اور درج کرتا ہوں۔

اول وہ خواہات والہامات جن میں مرزا قادیانی کی جانی اور ہلاکت کی خبر ہے اور اپنی سلامتی و عزت کی:

مرزا قادیانی کذاب

۱..... ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء۔ مرزا قادیانی معرف ہے، کذاب ہے اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریفنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتلائی گئی۔

مرزا دجال

۲..... ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء۔ ایک جگہ پر چند مرزائی میلے کھیلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے نجات یافتہ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا خداوند عالم رب العالمین نہیں رہا اور وہ کسی اور کی نہیں سنتا؟ ایک میلے پوش مرزائی نے کہا کہ ہماری ہی سنتا ہے۔ میں نے کہا کہ تیری حیثیت ضرور ایسی معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ مرزائی ایک میلے خیمہ کی طرف چلے۔ جو گویا کہ مرزا قادیانی کا خیمہ ہے۔ اس کے اندر مرزا قادیانی ہے اور اس کے اندر دونوں کی روشنی ہے۔ میں اس خیمہ کے قریب سے ایک راستہ کی طرف روانہ ہوا اور دعا کرتا جا رہا ہوں۔ اے خداوند! ان ظالموں کو عارت کر۔ اے خداوند! ان بدمعاشوں کو عارت کر۔ پھر ایک جگہ مجھے فشی محبوب عالم صاحب ایلیٹر پیسہ اخبار ملے وہ کہنے لگے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو مرزا قادیانی کے برخلاف بہت غصہ ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا آپ کے نزدیک اس کو دجال، عیار اور کذاب کہنا غصہ کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ یہی الفاظ حدیث شریف میں دجال کے وسطے آئے ہیں جو شخص کذاب ہو اور نبوت کا مدعی وہ بلا شک و دجال ہے۔ پھر اس کی عیاری کا بیان انجیل شریف میں اس طرح پر آیا ہے کہ کراہتیں اور نشانات دکھائے گا اور قریب ہے کہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دے، اور حدیث شریف میں اس طرح پر آیا ہے کہ ستر ہزار سبز پوش میری امت میں سے دجال کے تابع ہو جائیں گے اس پر فشی محبوب عالم صاحب نے جواب دیا کہ نہیں یہ الفاظ غصہ کے نہیں ہیں۔

مرزا شیطان

۳..... جس روز مرزا قادیانی کا یہ الہام میری نظر سے گذرا، صبر کر خدا تیرے دشمن کو ہلاک کرے گا۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۰) دوپہر کے وقت میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کہہ رہا ہوں کہ ملا محمد بخش کا کیا بگڑ گیا جو میرا کچھ بگڑ جائے گا اور پھر ایک کمرہ میں پھرتا ہوا مرزا قادیانی کی نسبت کہہ رہا ہوں۔ شیطان، شیطان، شیطان اور گویا کہ قریب کے کمرہ میں مرزا قادیانی ہے اور وہ سن رہا ہے۔ پھر لفظ جو شریف کی نسبت میں شائع کر چکا تھا۔ اس کی نسبت معلوم ہوا کہ دجالی کارخانہ تباہ ہو جائے گا۔ مگر چونکہ فنا کا لفظ شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے اللہ اس کو بھی پورا کرے گا۔

۴..... ۱۲ یا ۲۸ اگست ۱۹۰۸ء۔ ایک خواب میں مرزا قادیانی کے ساتھ بحث کرتے ہوئے کہا کہ خدا اپنے بندے کو سلامت رکھے گا۔

۵..... ۳ ستمبر ۱۹۰۶ء صبح بیداری کے وقت یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ میرے خداوند کی طرف سے ہیں۔ ”یلقى الروح علی من یشاء من عبادہ“ اشارہ سہ سالہ پیش گوئی کی طرف۔

۶..... ۵ ستمبر ۱۹۰۶ء کو مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا۔ وہ بالکل جھوٹا ہے۔

۷..... ۲۳ ستمبر صبح ۳ بجے کے قریب۔ (۱) فتح محمد خاں کی طرف سے ایک خط آیا ہے۔ اس کی پیشانی پر لکھا ہے: ”حکم حاکم سے۔“ میں اڈل تو پیشانی دیکھ کر بہت ڈرا کہ یہ کیا فوجداری معاملہ ہے۔ مگر جب اس کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ میری نسبت بہت تعریفی الفاظ ہیں۔ (۲) ایک جگہ چار پائی پر میں پڑا ہوں اور ڈپٹی نصر اللہ خان میرے سر اٹھنے کی طرف بیٹھے اور مجھ سے نسخہ پوچھتے ہیں۔ میں گویا بخار میں مبتلا اور حالت ضعف میں ہوں اور جواب نہیں دیتا۔ تب حکیم عبدالرحمن نے جو میرے داہنی طرف پانچسی کی طرف بیٹھے تھے میری پیشانی پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ بخار ہے اور کہا کہ میں آپ کے واسطے نسخہ لکھ دوں۔ میں نے کہا اچھا لکھ دو۔ منگو الیا جائے گا۔ اتنے میں ایک شخص کہتا ہے کہ آپ کے مکان کی چھت پر دستکری نے ایک سانپ مارا ہے۔ یہ سن کر میں ایک لکڑی لے کر اس کے مارنے کے واسطے بھاگا اور اوپر چڑھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سانپ حرکت کر رہا ہے۔ تب قریب پہنچ کر میں سب سے لکڑی سے چھیننا شروع کیا۔ پھر اس سانپ کے چند ٹکڑے ہو گئے۔ مگر تب بھی وہ بولتا اور شور کرتا رہا۔ ایک ٹکڑا اچھل کر اڑا۔ میں نے لکڑی سے مار کر اسے ایک طرف پھینک دیا۔ پھر وہ اچھا۔ پھر لکڑی سے اسے ایک طرف پھینک کر چھیننا شروع کیا۔ دل میں یہ بھی خیال ہے کہ کہیں یہ اڑ کر کاٹ نہ لے۔ مگر جب اس ٹکڑے کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں اس کا سر نہیں ہے۔

۸..... خواب والدہ مبارک احمد۔ ایک مکان ہے اس کے بائیں طرف ایک چوترہ چونہ کا عمدہ سامنا ہوا ہے۔ سانپ والی عورت سانپ لے بیٹھی ہے۔ مبارک کہ بھی دیکھنے لگی۔ جب مجھے خبر ہوئی کہ مبارک کہ گئی ہوئی ہے تب میں نے اسے بلوانا چاہا۔ تب میری ممانی خورد نے کہا کہ وہ سانپ کا شائیں اسے تو سانپ والی گلے میں ڈالتی ہے اور ہاتھ میں پکڑتی ہے۔ میں نے مبارک کو بلوایا۔ پھر میں نے ڈاکٹر صاحب سے کہا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آج تو سانپ کو پکاؤ۔ میں نے کہا کہ سانپ والوں کی تو یہ تکمائی ہے۔ وہ پکانے کے واسطے کیوں دیوے گی۔ خیر اتنے میں وہ سانپ والی عورت سانپ لے کر ہمارے پاس آئی اور کہتے لگی کہ سانپ پکا لو۔ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ میں نے کہا سانپ میں تو زہر ہوتا ہے۔ میں نہیں پکاتی۔ اس نے کہا کہ زہر تو پونچھ میں ہوتی ہے۔ خیر وہ یہ کہہ کر چاقو لے کر اسے کاٹنے لگی اور اسے اس کا نام لے کر بلاتی جاتی تھی جو کہ میرے یاد نہیں رہا اور کہتی تھی کہ خوب ہوشیاری سے لے پھر وہ کاٹ کر جب قریب سر کے آئی۔ میں نے کہا مجھے ڈر لگتا ہے۔ پھر سانپ والی نے اس کا منہ کھولا۔ اس کی زبان منہ تک نکلی ہوئی

تھی۔ اسے کہا کہ اس کی زبان پر ہاتھ لگا۔ زہر نہیں۔ پھر میں نے اس کے کہنے سے اس سانپ کی زبان پر انگلی رکھی مجھے انگلی میں اکڑ سی معلوم ہوئی۔ پھر مبارکہ زبان پکڑنے لگی میں نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ پھر اس عورت نے گوشت کاٹ کر دیا کہ لو پکالو۔ بہت عمدہ ہوگا۔ میں نے کہا میں تو نہیں پکاتی۔ مجھے تو اس سے ڈر لگتا ہے۔

مرزا پر لعنت اور تلف

۹..... ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ مرزا قادیانی برہنہ ایک چارپائی پر لیٹا ہوا ہے اور میں پر زور الفاظ میں اس کو کہہ رہا ہوں کہ تو خداوند عالم کا یہی جلال قائم کرنے آیا تھا کہ خداوند عالم کی پرستش سچ ہے۔ جب تک مجھ کو نہ مانا جائے لعنت ہے تیری اس توحید پر اور تلف ہے تیری اس تفرید پر۔ لعنت اور تلف کے الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔

۱۰..... (مرزائیوں کی طرف اشارہ) انہیں کا شیرازہ کھل جائے گا۔

۱۱..... ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ ایک خط پہنچا۔ جس میں یہ درج تھا۔ ”مرزا قادیانی پھپھروے کے مرض سے ہلاک ہو گیا ہے۔“

۱۲..... ۷ نومبر ۱۹۰۶ء صبح ساڑھے پانچ بجے بہران بیگ کی زبان پر حالت نیم بیداری میں، الفاظ ذیل جاری ہوئے۔ یا اللہ! یاد دہ لا شریک۔ صدقہ اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ ڈاکٹر صاحب کو امتحان میں پاس کر دے۔

۱۳..... ۱۰ نومبر کی صبح کے ۵ بجے امتحان فرسٹ گریڈ کے متعلق ڈاکٹر چارلس صاحب نے خواب میں کہا۔

Well Abdul Hakim Khan, you have done excellently.

مرزا پر الٹ گئیں

۱۴..... ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو محمد حسین مراد آبادی مرزائی خواب میں ملا۔ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اب وہی لعنتیں جو مرزا قادیانی اور اوروں پر برسایا کرتا تھا اب اس پر الٹ پڑیں اور وہ تمہیں اب کچل ڈالیں گی اور تمہارا تمہیٹا ہو جائے گا۔

۱۵..... ۱۸ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ دجالی قند میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا اور میں سچ ہوں۔

۱۶..... ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔ (۱) مرزا قادیانی پر ایک بجلی گرنے کی۔ تاسیہ روے شود ہر کہ دروش ہاشد (۲) شب رام ملازم شفا خانہ نے مجھ سے کہا کہ کوہو گیا۔ پھر یہاں ہوا۔ ”انسان نبشروک

غلام اسمہ یحییٰ، فالحمد لله، کہ یہ لڑکا ۲۸، ۲۹، اپریل کی درمیانی رات میں پیدا ہوگا۔
پھٹے منہ

۱۷..... ایک طویل خواب میں میں نے مسلمانوں کے اتفاق پر گفتگو کرتے ہوئے تقریر ذیل کی کی۔ اسلام ایک ایسی رسی کے مشابہ ہے جو مختلف قسم کے ریشوں سے بنی ہوئی ہے۔ جن میں بعض روٹی کے، بعض اون کے، بعض ریشم کے اور بعض پٹ سن کے۔ پس اگر آپ اپنے ریشوں کو الگ کر لیں اور میں اپنوں کو۔ تو وہ رسی نہ رہے۔ اسی مثال کے ساتھ قرآن مجید میں حکم ہے۔ ”واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا“ اور بھی آیات بیانات میں نے بلا کسی تحریف و تاویل کے اس ثبوت میں پیش کیں۔ مرزائی عبدالکریم نے ان کا خلاف کرنا چاہا۔ میں نے کہا۔ ”پھٹے منہ تیری اس سمجھ اور مخالفت پر۔“ پھر میں نے مرزا قادیانی کی خود پرستی پر گفتگو کرتے ہوئے مرزا قادیانی اور اس کے ایک ساتھی کے طرف خطاب کر کے کہا۔ لعنت ہے تیری اس توحید پر۔ کیا تو یہی جلال الہی ظاہر کرنے آیا تھا کہ فطرت اللہ لعنت سے خدا کا ماننا۔ اعمال اور فطرت سچ ہیں۔ جب تک تجھ کو نہ مانا جائے۔ اے خدا ان بد معاشوں کو عارت کر۔ اے خدا ان ظالموں کو عارت کر۔ اے خدا ان حرامزادوں کو عارت کر۔ اس کے بعد آیت ذیل میری زبان پر جاری ہوئی اور میں بیدار ہو گیا۔ ”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیٰ ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا والیٰ یوم القیامۃ“

چودہ ماہ میں مرزا مر جائے گا

۱۸..... یکم جولائی ۱۹۰۷ء (مرزا قادیانی کی نسبت) آج سے چودہ ماہ تک ہوائے موت ہادیہ میں گرایا جائے گا۔

دوم..... وہ خواہات والہامات جن میں آیات قرآنی واحادیث نبوی در دلائل علمی مرزا قادیانی کے ہیں دکھائی گئیں:

۱..... ۲۸ نومبر ۱۹۰۶ء صبح بیداری کے وقت، خواب میں مولوی عبداللہ خاں اور چند مرزائی مجھے ملے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ احقاق حق کے طور پر آپ گفتگو کر لیں۔ تب میں نے حدیث ذیل پڑھی۔ ”ثلثون دجالون کذابون، کلہم یزعم انه نبی اللہ الا لا نبی بعدی وانا خاتم النبیین“ یہ حدیث سنا کر میں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں چار بار کیسی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ میرے بعد جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ دجال، کذاب ہے۔ مرزا قادیانی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لئے وہ دجال، کذاب ہے۔ اس پر ایک مرزائی بولا

کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت کا نہیں اس پر مولوی عبداللہ خان نے کہا کہ نہیں نبی ہونے کا دعویٰ تو ہے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔

۲..... ۲۷ نومبر ۱۹۰۶ء کی رات کو مولوی عبداللہ خاں نے ایک کاغذ میرے پیش کیا۔ جس میں کچھ چندہ یا کسی درخواست کے واسطے چند لوگوں کی ایک فہرست ہے۔ میرا نام مولوی عبداللہ خان نے خود ہی خوشخط عبدالحکیم لکھ رکھا تھا اور اس کے نیچے وہ میری قلم سے رقم یاد سخت لکھوانا چاہتے تھے۔ میں نے اس کاغذ کو دیکھ کر کہا یہ معاملہ دین کا نہیں۔ بلکہ مسجد ضرار کے مشابہ ہے۔ اس لئے میں اس پر دستخط نہیں کرتا۔ پھر میں نے یہ حدیث سنائی۔ ”ومن شذ فقد شذ فی النار“ اس کے علاوہ اور چند حدیثیں مرزا قادیانی کی تردید میں سنائیں جو یاد نہیں۔

۳..... ۸ دسمبر ۱۹۰۶ء، قریب ۵ بجے صبح کے۔ منشی عبدالحق والہی بخش صاحبان کو خواب میں دیکھا۔ پھر خلیفہ رشید الدین کو۔ گویا کہ میں کھانا کھا رہا ہوں اور کھاتے کھاتے خلیفہ سے گفتگو کرنے کے واسطے اٹھا اور تقریر ذیل شروع کی۔

خلیفہ صاحب! آپ نے میرے خط کا عجب جواب دیا۔ سوال دیکر جواب دیکر۔ مرزا قادیانی انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین کرتا ہے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام کی نسبت اس نے (نور القرآن میں) شائع کیا کہ اس کی نائیاں اور دادیاں حرام کارہیں۔ اس کے خون میں حرام کا آمیز تھا۔ وہ حرام مادہ جوش مارتا تھا۔ اس وجہ سے مسیح فاحشہ عورتوں سے ملا کرتے اور ان کا ساس کیا کرتے تھے۔ (نور القرآن حصہ دوم ص ۴۶، خزائن ۹ ج ص ۴۳۸، معیار المذہب ص ۱۰۱، خزائن ۹ ج ص ۴۸۰) حالانکہ قرآن مجید میں مسیح علیہ السلام کی تعریف ایسی کثرت اور تواتر کے ساتھ ہے کہ ظاہر اودہ سارے انبیاء سے بڑھ کر معلوم ہوتے ہیں۔ خداوند عالم کو تو مرزا قادیانی نے کچھ سمجھایا نہیں۔ بلکہ صاف لکھتا ہے کہ خدا کے ماننے سے نجات نہیں..... یہ تقریر سن کر خلیفہ مسکرائے اور قائل معلوم ہوئے۔ تب میں نے ان کی پشت پر تھمکی دے کر کہا کہ حق طلیبی کی یہی علامت ہے کہ جب حق ظاہر ہو جائے تو انسان فوراً مان جائے۔

۴..... ۱۱ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ مولوی نور الدین کو خواب میں دیکھا۔ پہلے متفرق گفتگو ہوتی رہی اور مولوی صاحب مرزا قادیانی کی تصدیق کرتے رہے۔ بعد میں میں نے تقریر شروع کی جو نہایت ہی پر زور اور موثر تھی۔ کل تقریر میرے یاد نہیں رہی۔ مگر اس کا مضمون یہ تھا۔ مرزا قادیانی نے جلال باری تعالیٰ پر کیسا سخت حملہ کیا۔ جب یہ کہا کہ خدا کا ماننا بیچ، جب تک کسی انسان کو ساتھ نہ مانا جائے پھر فطرت اللہ پر کیسا غضبناک حملہ کیا۔ جب یہ کہا کہ فطرت ایک لعنت ہے۔ جب تک اس کے

ساتھ نشان نہ ہو۔ فطرت تو بذات خود ایک بے نظیر نشان ہے۔ جس امر کی استعداد اور قابلیت، انسان کے اندر نہ ہو۔ اگر تمام انبیاء علیہم السلام از ازل تا اب دوزر لگائیں تو وہ استعداد اور قابلیت پیدا نہیں کر سکتے۔ میری تقریر کے بعد مولوی نور الدین کہنے لگے کہ یہ مرزا قادیانی کی غلطی ہے۔

نور الدین پر سواری

۵..... ۲ دسمبر ۱۹۰۶ء صبح کے وقت ایک طول طویل خواب میں مولوی نور الدین کو دیکھا۔ میں گویا ان کے کندھوں پر سواریوں اور بار بار دعا کر رہا ہوں کہ اے خداوند اس بندہ کو ہدایت کر۔ اے خداوند اس مسکین پر رحم کر۔ اصل الفاظ میرے یاد نہیں رہے۔ مگر ان کے لئے ہدایت اور رحمت کی دعا دیر تک بار بار کرتا رہا اور خواب میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں بیدار ہوں۔

قادیانی بد معاش ہیں

۶..... ۱۳ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ چند مرزائیوں کے سامنے میں توحید اور تہجد باری تعالیٰ پر تقریر کر رہا ہوں..... مرزا قادیانی کے ماننے سے نجات ہے؟ تقریر نہایت پر زور اور مدلل ہے۔ آخر میں ان کی بد حالت دیکھ کر میں دعا کرتا ہوں۔ اے خدا ان بد معاشوں کو عاقبت کر۔ اے خدا ان ظالموں کو عاقبت کر۔

قادیانی فتنہ پاش پاش ہوگا

۷..... ۸ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ مولوی نور الدین کو خواب میں دیکھا کہ وہ ایک مجمع میں وعظ کر رہے ہیں۔ جس میں زیادہ تر غیر مرزائی ہیں۔ اثنائے وعظ میں انہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہارے تہمیدار ہوں۔ اس پر لوگ برا فروختہ ہو کر میری طرف دیکھنے لگے۔ مگر میں نے یہی کہا کہ تہمیدار نے سے کیا حاصل ہوگا۔ آپ مجھے قائل کر دیں۔ وہ نطفہ حرام ہے جو قائل ہو کر پھر انکار کرے۔ اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجمع میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔ میں نے کہا مجمع میں نہیں علیحدگی میں ہی سہی۔ پھر میں ایک علیحدہ مکان میں گیا۔ مگر مولوی صاحب وہاں نہیں پہنچے۔ ایک اور خواب میں معلوم ہوا کہ دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہوگا۔

مرزا ابذر بان

۸..... ۲۰ دسمبر ۱۹۰۶ء۔ مرزا مراد بیگ سسامانہ میرے مکان پر آئے اور ولینز سے آواز دیتے ہیں۔ میں ان کی آواز سن کر اس خیال سے کہ یہ مرزائی ہیں۔ السلام علیکم نہ کہیں۔ ایک چک کے پیچھے ہو گیا ہوں۔ مگر انہوں نے دور سے السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا پھر باہر نکلا۔ پھر

دلہیز میں بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ بعد میں کرسیاں اور چار پائیاں باہر کشادہ ہوا میں بیٹھنے کے واسطے لکھوائیں اور دروازہ کے آگے بیٹھے۔ بیس تیس لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ تب میں نے مرزا قادیانی کے خلاف تقریر شروع کی کہ قرآن مجید میں تو حکم ہے: ”لا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتی ہی احسن (العنکبوت: ۶۷)“ حالانکہ وہ اہل کتاب سخت مشرک اور خلاف کتاب چلنے والے تھے۔ مگر مرزا قادیانی مسلمان علماء کو جو قرآن وحدیث کی بناء پر مرزا قادیانی کا خلاف کرتے ہیں۔ کہتے، سورہ حرا مزادہ، گوہ کھانے والے، چوہ بڑے، چمار، ہندو زادہ، ملعون، علیہم نعال، لعن اللہ، الف الف مرہ وغیرہ کہتا ہے۔ آج تک کسی نبی نے کسی موجد، خدا پرست کو گالیاں نہیں نکالیں۔ اس پر مرزا مراد بیگ بولے کہ پھر ہم خلیفہ اکرم کی بت پرستی ہی کرتے رہے۔ پھر مرزا قادیانی کے خلاف الہاموں کا ذکر شروع کیا۔ پہلے میں نے مرزا مراد بیگ کو ان کا اپنا الہام یاد دلایا۔ ”انہم فی طفیانہم یعمہون“ تحقیق وہ اپنی سرکشیوں میں اندھے ہوئے پھر رہے ہیں۔ پھر اپنے الہامات کی طرف اشارہ کیا۔

۹..... ۲۱ نومبر ۱۹۰۶ء۔ ایک طول طویل خواب میں جس کا بہت سا حصہ میرے یاد نہیں رہا۔ میں کہہ رہا ہوں کہ خداوند میری گردن کو تلواری سے محفوظ رکھے گا۔ قریباً ۸ ماہ سے مرزا قادیان کا یہ الہام شائع ہو چکا ہے۔ مگر میں فضل خداوندی سے ہر طرح سلامت ہوں۔ مگر مرزا قادیانی سخت امراض میں مبتلا ہوا۔

مرزا ٹھگ ہے

۱۰..... ۳۴ فروری ۱۹۰۷ء۔ چند مرزائی ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مرزائی مجھ سے بڑے بھاگتے ہیں۔ ان میں مولوی عبداللہ خان اور محمد حسین مراد آبادی بھی ہیں۔ ایک مرزائی نے ایک حدیث پڑھ کر سنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ ایک امام آئے گا۔ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ اس سے مرزا قادیانی کی صداقت کہاں ثابت ہوئی۔ میں بھی کہہ سکا ہوں کہ میں وہی امام ہوں۔ اس پر وہ مرزائی بولا کہ آپ کے پاس کیا نشانات ہیں۔ میں نے کہا کہ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں میرے پاس سینکڑوں اور ہزاروں درجہ بڑھ کر نشانات ہیں۔ اگر پیش گوئیاں لیتے ہو جس پر تمہارا بڑانا ہے۔ میری پیش گوئیوں پر بہ لحاظ کثرت اور صفائی کے مرزا قادیانی کی نسبت سینکڑوں درجہ بڑھ کر ہیں۔ اگر انہار اور جان نثاری کا حساب کرتے ہو تو میرا حساب مرزا قادیانی سے ہزاروں درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی تو دینی کتابوں اور رسالوں کے نام پر آج تک ہزاروں روپیہ ٹھگا ہے۔ میں نے ہزاروں جیب سے خرچ کیا ہے۔ پھر اس کی تمام کتابوں میں خود پرستی، خود ستائی

اور ذاتی مشیخت کے سوائے اور کچھ نہیں۔ میری تصانیف میں نفسانیت کا نام نہیں بلکہ سر اسرتہ کراۃ القرآن، توحید و تجمید ہاری تعالیٰ اور اشاعت اسلام ہے۔ پھر میں جوش میں آ کر کہتا ہوں کہ جو ظاہر طرز پر خائن، بدعہد، بددیانت، کذاب، فحش گو، بد معاش، خود پسند، خود ستا، نفس پرست، آرام طلب اور متکبر ہے۔ وہ کیسے امام ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ مؤمن بھی کیسا ہے؟ مولوی عبداللہ خان بولے کہ آپ کی پیش گوئیاں شیطانی ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ لوگ مرزا قادیانی کی حمایت میں قرآن مجید پر بھی لات مارتے ہو۔ کیا تمہیں ارشاد قرآنی یاد نہیں۔

۱۱..... مرزا قادیانی کے خوابوں کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہوں کہ وہ جو اپنے خوابوں پر گمنبہ کرتے ہیں کہ میں نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ خواب آنا یا الہام ہونا خاص آدمی کا کام نہیں۔ پھر میں ایک شخص سے کہتا ہوں۔ یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم پڑھتے ہوئے سو جایا کرو۔ الہام اور خواب آنے شروع ہو جائیں گے۔

۱۲..... ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۰۷ء۔ مولوی نور الدین کی ایک تحریر ہے جو کچھ نثر ہے اور کچھ نظم ہے۔ نثر کا مضمون یاد نہیں۔ مگر نظم کا مضمون استنفا اور توہ پر ہے۔ تین شعر میں نے پڑھے ہیں۔ ہر شعر کے ساتھ مجھ پر عجب رقت طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو بکثرت جاری ہوئے۔ اتنے میں مولوی نور الدین یہاں میرے مکان پر تشریف لائے ہیں اور میں بظلمت ہو کر ان سے ملا ہوں اور ان کو اندر اپنے مکان میں لے آیا ہوں۔ میں اور وہ دونوں کھانا کھانے بیٹھے ہیں۔ کھانا کھاتے ہوئے میں نے ذکر کیا کہ مرزا قادیانی نے مجھے محض اس بات پر مرتد ٹھہرایا کہ میں خدا پر ایمان اور نیک عملوں کو مدارِ نجات کہا ہوں اور وہ نہیں مانتے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مرزا قادیانی کی اس بات سے تو مجھے اتفاق نہیں۔ مرتد تو وہ ہو سکتا ہے جو مشرک اور کافر ہو۔ پھر مولوی صاحب تو تھوڑا سا کھانا کھا کر ہٹ گئے اور میں کھاتا رہا۔ پھر مولوی صاحب نے کہا کہ جب تمہارا پہلا خط مرزا قادیانی کے پاس پہنچا تو وہ اس کو پڑھ کر حیران ہوئے اور کربلا کر کہنے لگے میرا کچھ ترمن کے پتھر کو توڑنا چاہتا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کوئے کا سر ہوا۔

۱۳..... ۱۲/۱۳ اپریل ۱۹۰۷ء۔ امیر عبدالرحمن اور مہاراج کو دیکھا اور میں نے کہا کہ ایک سخت آفت آنے والی ہے۔ خدا کی بہت یاد کرو۔ تقویٰ اور راست بازی اختیار کرو۔

۱۴..... ۲۳/۲۴ اپریل ۱۹۰۷ء وقت دوپہر یہ آیت میری زبان پر جاری ہوئی۔ مرزا قادیانی کی بیعت سے نکلنے اور خلاف پر ہونے کی طرف اشارہ۔ ”الحمد لله الذی هدانا لهذا انما كنا لنهتدى لولا ان هدانا الله (الاعراف: ۴۳)“

.....۱۵ ۲۲ جون ۱۹۰۷ء کو۔

پھر ایک خواب میں محمد حسین مراد آبادی اور عبدالصمد سنوری کو ذیکھا۔ میں ان سے بڑے زور کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ایک طرف تو مرزا قادیانی یہ کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ماننے سے نجات ملتی ہے۔ دوسری طرف تمام مسلمانوں کو جو آنحضرت ﷺ کو ماننے اور حتی الوسع متابعت کرتے ہیں۔ کفار جنہمی قرار دیتا ہے۔ تمہیں اس بات کا جواب دینا ہوگا۔

.....۱۶ ۱۹ جولائی ۱۹۰۷ء۔ بوقت دوپہر خواب میں مرزا قادیانی کی حالت ایک ششے کی صورت میں دکھائی گئی۔ جس پر سیاہی پھری ہوئی ہے اور درمیان سے کچھ حصہ صاف ہے۔
.....۱۷ ۱۷ اگست ۱۹۰۷ء کو دیکھا کہ ایک مسلمانوں کی جماعت ہے اور ایک مرزائیوں کی۔

پھر الہام ہوا۔ **May lord, Mombine the two into one.**

.....۱۸ ۱۸ اگست ۱۹۰۷ء۔ خلیفہ رشید الدین خواب میں ملے۔ محبت آمیز گفتگو کے بعد میں نے کہا۔ دیکھو سلام کرنا تو کافروں کے واسطے بھی جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ”اذا خراطبہم الجاہلون قالوا سلاما (الفرقان: ۶۳)“ (مؤمنوں کی یہ بھی شناخت ہے) کہ جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں۔ تب وہ سلام کہتے ہیں۔ جاہلوں میں کافر بھی داخل ہیں۔ دوسری آیت میں ہے۔ ”اذا حیتم بتحیة فحیوا باحسن منها اور دوہا (النساء: ۸۶)“ جب تمہیں کسی طرح سلام کہنا بھی جائز قرار نہیں دیتا۔ اور ہمدردی کیا کر سکتا ہے۔ وہ تو حیوانوں سے بھی بدتر ہے۔

قادیان میں جھوٹ و فریب

.....۱۹ ۲۱ اگست ۱۹۰۷ء۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں قادیان جاؤں گا۔ میں نے کہا کیوں جاتے ہو۔ وہاں تو سوائے جھوٹ اور فریب کے اور کچھ نہیں۔

.....۲۰ ۲۳ اگست ۱۹۰۷ء۔ میں ایک مکان میں گیا۔ جہاں مرزائی جمع تھے۔ میں مرزا قادیانی کے خلاف دلائل پیش کر رہا ہوں۔ اتنے میں خلیفہ رشید الدین آئے۔ بدن دبلا اور اتر اٹھا ہے۔ میں نے انہیں دیکھ کر کہا کہ آپ کب آئے اور مجھے کیوں اطلاع نہیں کی۔ مجھے آپ سے محبت ہے۔ آج آپ میری دعوت قبول کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ مرزا قادیانی کے خلاف تقریر کرتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا اگر تقریر کمزور اور جھوٹی ہو تو آپ ہا سانی تردید کر سکتے ہیں اور اگر صحیح اور مدلل ہو تو آپ کو قبول کرنی چاہئے۔ اگر مرزا قادیانی سچا اور برگزیدہ خدا ہوتا

تو اس کے خلاف سے میں ملعون ہو جاتا اور مجھے بشارتیں نہ ملتی۔ مجھے ایام مخالفت میں اس قدر بشارتیں ملی ہیں کہ پہلے کبھی نہ ملی تھیں۔ منجملہ ان کے ایک امتحان فرسٹ گریڈ میں کامیاب ہونے کی بشارت ہے اور ایک یہ ہے: ”انا نبشرك بغلام اسمه يحيى“ یہ پوری ہو چکی۔ پھر ایک یہ ہے ”لذکون کا سلسلہ“ مبارکہ بی بی، تو عصمت بی بی کو کہلایا کر۔ اگر میں جموٹ بولتا ہوں تو خداوند عالم مجھے ایک منٹ کے اندر ہی ہلاک کر دے۔

سب مرزائی کافر

۲۱..... ۲۵ اگست ۱۹۰۷ء۔ ایک طول طویل خواب میں کہتا ہوں کہ چودہ مہینہ والی پیش گوئی الہام قطعی دینی کی بناء پر میں نے شائع کی تھی۔ مگر مرزائیوں نے اس کو نہیں مانا۔ اس لئے وہ سب کافر ہیں۔ ان کو میرے الہامات سن کر قرآن مجید کی اس آیت پر عمل کرنا چاہئے تھا۔ ”ان يك كاذباً فعليه كذبه وان يك صادقاً فيصيبكم بعض الذي يعدكم“

چودہ ماہ سے دو ماہ گزر گئے

۲۲..... ۲۶ اگست ۱۹۰۷ء کے صبح ۵ بجے۔ ایک کمرہ میں چند مرزائی اور دیگر مسلمان ہیں۔ منجملہ ان کے مولوی عبدالعزیز اور ان کی اہلیہ اور میری بیوی ہیں۔ مولوی عبدالعزیز کہتے ہیں کہ آپ نے مولوی نور الدین کو السلام علیکم کیوں نہیں لکھا۔ میں نے جواب میں کہا کہ میں تو لکھتا رہا پھر وہ کہنے لگے کہ آپ نے خلاف کیوں کیا۔ میں نے جواب دیا کہ میں اپنے خداوند عالم، عقل اور وجدان سے کام نہ لیتا۔ کیا جب تک زبان آپ کے منہ میں ہے۔ آپ اس سے بولنا چھوڑ دیں گے اور اگر آپ کو کوئی گالیاں دے تو آپ کچھ نہ بولیں گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ بحث اور اختلاف کب تک رہے گا۔ میں نے کہا کہ چودہ مہینہ والی پیش گوئی کے پورا ہونے میں بارہ مہینہ اور پانچ یوم باقی ہیں۔ تب آپ بھی ایمان لے آئیں گے۔ دیکھو ان الفاظ میں مرزائی پیش گوئیوں کی طرح کوئی الہام اور گولائی نہیں۔ بلکہ صاف ہیں۔ مولوی عبدالعزیز نے اقرار کیا کہ ہاں بے شک صاف ہیں۔ پھر ان کے کندھے پر ہاتھ مار کر کہتا ہوں کہ تم مجھ پر ایمان لاؤ گے۔ پھر دو اور مرزائیوں کے کندھے پر چھکی دے کر کہتا ہوں کہ تم بھی ایمان لے آؤ گے۔

۲۳..... ۲۶ اگست کی شب میں خواب میں کہہ رہا ہوں۔ ڈاکٹر عبدالکیم خان صاحب یہ تو ٹھیک کہتے ہیں کہ مرزائیوں نے جو اپنے اخباروں میں ان کا الہام پر خلاف مرزاشائع کیا۔ یہ امداد الہی ہے۔ ورنہ وہ کیوں ایسا کرتے۔ (قاضی محمد سلیمان)

باب ہفتم

مرزائی مبالغوں کا تماشہ

مرزا قادیانی نے مفصلہ ذیل علماء و مشائخ کو ۱۸۹۱ء میں مبالغہ کے لئے انجام آہتم میں مدعو کیا تھا:

- (۱) مولوی نذیر حسین صاحب، (۲) شیخ محمد حسین صاحب ٹالوٹی ایڈیٹر اشاعت السنہ، (۳) عبدالحمید صاحب دہلوی مہتمم مطبع انصاری، (۴) مولوی رشید احمد صاحب گنگوٹی، (۵) مولوی عبدالحق صاحب دہلوی مؤلف تفسیر حقانی، (۶) مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی، (۷) مولوی محمد صاحب لدھیانوی، (۸) مولوی محمد حسین صاحب رئیس لدھیانہ، (۹) سعد اللہ صاحب نو مسلم مدرس لدھیانہ، (۱۰) مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری، (۱۱) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری، (۱۲) مولوی غلام رسول صاحب عرف رسل بابا امرتسری، (۱۳) مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی، (۱۴) مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی، (۱۵) مولوی عبدالحق صاحب غزنوی، (۱۶) محمد علی صاحب بھوپری و اعظہ، (۱۷) مولوی غلام دیکگیر صاحب قصوروی، (۱۸) مولوی عبداللہ صاحب ٹوکی، (۱۹) مولوی اصغر علی صاحب (ردی) لاہور، (۲۰) حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی، (۲۱) مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی، (۲۲) شیخ حسین صاحب عرب یمانی، (۲۳) مولوی محمد ابراہیم صاحب آڑہ، (۲۴) مولوی محمد حسین صاحب مؤلف تفسیر امرودی، (۲۵) مولوی احتشام الدین صاحب مراد آباد، (۲۶) مولوی محمد اسحاق صاحب اجراوری، (۲۷) مولوی عین القضاة صاحب لکھنؤ فرنگی محل، (۲۸) مولوی محمد قاروق صاحب کانپور، (۲۹) مولوی عبدالوہاب صاحب کانپور، (۳۰) مولوی سعید الدین صاحب کانپور رام پوری، (۳۱) مولوی حافظ محمد رمضان صاحب پشوری، (۳۲) مولوی دلدار علی صاحب الور مسجد دائرہ، (۳۳) مولوی محمد رحیم اللہ صاحب مدرس مدرسہ اکبر آباد، (۳۴) مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان صاحب چشتی، (۳۵) مولوی ابوالمنون صاحب امرودی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجیرہ، (۳۶) مولوی محمد حسین صاحب ٹولہ والے دہلی، (۳۷) مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شمعہ ہند میرٹھ، (۳۸) مولوی نذیر حسین ولد امیر علی صاحب امیٹھ ضلع سہارنپور،

(۳۹) مولوی احمد علی صاحب سہارنپور، (۴۰) مولوی عبدالعزیز صاحب دینا نگر ضلع گورداسپور،
 (۴۱) قاضی عبدالاحد صاحب خانپور ضلع راولپنڈی، (۴۲) مولوی احمد صاحب رامپور ضلع
 سہارنپور، (۴۳) مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور، (۴۴) مولوی فقیر اللہ صاحب مدرس مدرسہ
 نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگور، (۴۵) مولوی محمد امین صاحب بنگور، (۴۶) مولوی قاضی
 حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگور، (۴۷) مولوی عبدالغفار صاحب فرزند
 قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگور، (۴۸) مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی حال مقیم بنگور،
 (۴۹) مولوی عبدالقادر صاحب پیارم چینی ساکن پیارم ہیٹ علاقہ بنگور، (۵۰) مولوی محمد عباس
 صاحب ساکن وانہاری علاقہ بنگور، (۵۱) مولوی آل حسن شاہ صاحب میرٹھ، (۵۲) امیر علی
 شاہ صاحب اجیر، (۵۳) مولوی احمد حسن صاحب گجپوری حال دہلی خام جامع مسجد،
 (۵۴) مولوی محمد عمر صاحب دہلی فرشتانہ، (۵۵) مولوی مستعان شاہ صاحب سانمبر علاقہ جے
 پے، (۵۶) مولوی حفیظ الدین صاحب دو جانہ ضلع رتھک، (۵۷) مولوی فضل کریم صاحب نیازی
 غازی پور، (۵۸) مولوی حاجی عابد حسین صاحب پوہ بند۔

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں:

(۱) غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی، (۲) میاں اللہ بخش
 صاحب سجادہ نشین سلیمان صاحب تونسوی، (۳) سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب
 مہارنوالہ، (۴) میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچاں علاقہ بہاول پور، (۵) الفتاح احمد شاہ
 صاحب سجادہ نشین ردولی، (۶) مستان شاہ صاحب کالمی، (۷) محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ
 معین الدین شاہ خاموش حیدر آباد دکن، (۸) محمد حسین صاحب گدی نشین شیخ عبدالقدوس
 صاحب گنگوہی، (۹) گدی نشین اوچہ شاہ جلال الدین صاحب بخاری، (۱۰) ظہور الحسنین
 صاحب گدی نشین پٹالہ ضلع گورداسپور، (۱۱) صادق علی شاہ صاحب گدی نشین اتر جمتر ضلع
 گورداسپور، (۱۲) سید صوفی جان صاحب مراد آبادی صابری چشتی، (۱۳) مہر شاہ صاحب سجادہ
 نشین گوڑہ ضلع راولپنڈی، (۱۴) مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آی عوان والد پنجاب،
 (۱۵) حیدر شاہ صاحب جلال پور کتکیاں والد، (۱۶) محمد توکل شاہ صاحب انبالہ، (۱۷) مولوی
 عبداللہ صاحب گکوٹھی والد، (۱۸) محمد امین صاحب چکوٹری علاقہ گجرات پنجاب، (۱۹) مولوی
 عبدالغنی صاحب جانشین قاضی اسماعیل صاحب مرحوم بنگور، (۲۰) مولوی ولی النبی شاہ صاحب

نقشبند راپور دارالریاست، (۲۱) حاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوانہ مقام دریا ضلع لکھنؤ، (۲۲) میر اند علی شاہ صاحب سجادہ نشین شاہ ابوالخلا نقشبند، (۲۳) سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی، (۲۴) عبداللطیف شاہ صاحب خلیفہ حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جوڈپور، (۲۵) قطب علی شاہ صاحب دیوگڑھ علاقہ اودھ پور میواڑ، (۲۶) میرزا اہل شاہ صاحب بدایونی، (۲۷) مولوی عبدالوہاب صاحب جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنؤ فرنگی محل، (۲۸) علی حسین شاہ صاحب کچھو چھو ضلع فقیر آباد، (۲۹) شیخ غلام محی الدین صاحب صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور، (۳۰) حافظ صابر علی صاحب راپور ضلع سہارنپور، (۳۱) امیر حسن صاحب خلیفہ پیر عبداللہ صاحب دہلی، (۳۲) منور شاہ صاحب فاضل پور ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی، (۳۳) محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابوسعید صاحب رام پور دارالریاست، (۳۴) بدرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین پھلوارے ضلع پٹنہ، (۳۵) شاہ اشرف صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ، (۳۶) مظہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین لواد ضلع پٹنہ، (۳۷) لطافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لواد، (۳۸) ثار علی شاہ صاحب الور دارالریاست، (۳۹) دزیر الدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحب الور، (۴۰) مولوی سلام الدین شاہ صاحب سہم ضلع رھنک، (۴۱) غلام حسین خاں شاہ صاحب ٹھانوی ضلع حصار، (۴۲) سید اصغر علی شاہ صاحب نیازی اکبر آباد، (۴۳) واجد علی شاہ صاحب فیروز آباد ضلع اکبر آباد، (۴۴) سید احمد شاہ صاحب ہردوی ضلع لکھنؤ، (۴۵) مقصود علی شاہ صاحب شاہجہاں پور، (۴۶) مولوی نظام الدین صاحب چشتی صابری تھمر، (۴۷) مولوی محمد کامل شاہ صاحب اعظم گڑھ ضلع خاص، (۴۸) محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص۔

پھر اس فہرست کو الفاظ ذیل سے غیر محدود بنا دیا۔ بہر حال یہ تمام مکلفین اور مکذبین مہابلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکلف یا مکذب ہیں اور درحقیقت ہر ایک شخص جو با خدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہیت رکھتا ہے۔ وہ مکذبین میں داخل ہے۔“ (انجام آرقم ص ۶۹، خزائن ج ۱۱ ص ۷۲۵) اور اسی صفحہ پر یہ ظاہر کیا کہ: ”میں ان سب کو اللہ جل شانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مہابلہ کے لئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مہابلہ میں آئیں اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر و کذب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مرے گے۔“ مہابلہ کا نتیجہ جو ص ۶۶ میں بیان کیا گیا یہ ہے۔ ”دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو امداد نہ کر دے اور کسی کو عجز و آدم اور کسی کو مظلوم اور کسی کو مجنون اور کسی کو معرود اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت

نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔“ (انجام آقہم ص ۶۷، خزائن ج ۱۱ ص ۶۶)

پھر (انجام آقہم ص ۶۷، خزائن ج ۱۱ ص ۶۷) پر یہ شائع کیا۔ ”میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب وہ تمام لوگ جو مہبلہ کے لئے میدان میں بالقابل آویں۔ ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگر چہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کر لوں گا۔ گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مہبلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توبہ چھوڑے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کو۔ آمین!“

گویا کہ تمام علماء، مشائخ، صوفی، سجادہ نشین مرزا قادیانی کے مہبلہ میں آچکے اور ان تمام کے خلاف مرزا قادیانی کی بددعا اور لعنت ہو چکی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ تمام ایک سال کے اندر ہلاک یا ذلیل، یا جملائے عذاب یا سخت مریض، یا اندھے یا مجذوم، مفلوج، مجنون، مصروع ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو مرزا قادیانی سچا اور اگر نہیں ہوئے یا ان تمام میں سے ایک دو بھی بچ رہے تو مرزا جھوٹا۔ مگر مرزائیوں نے ایک سال کے اندر سب کے جملہ ہونے کی شرط کو مطلق نظر انداز کر دیا اور جو کوئی ان تمام میں سے کبھی مر جاتا ہے یا کسی مرض، یا نقصان، یا ذلت میں مبتلا ہوتا ہے تو فوراً اخباروں میں شور مچانا شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو فلاں شخص جو مرزا قادیانی کا بڑا مخالف تھا فوت ہو گیا۔ یا سخت بیمار ہو گیا یا قید ہو گیا۔ یا اس پر عدالت سے جرمانہ ہو گیا۔ دنیا کے تئیں کروڑ مسلمانوں میں سے اتنیس کروڑ ستائیس لاکھ تو مرزا قادیانی کے مخالف کذب، منکر یا اس کے نہ ماننے والے اور جب کبھی ان میں سے کوئی مر جائے یا کسی بلا میں پھنس جائے تو جھٹ مرزائیوں کے شادیاں بچنے شروع ہو جائیں اور ستر ہزار اخباروں میں غوغا مچایا جائے۔ دیکھو فلاں مر گیا یا ذلیل ہو گیا اور سرنخی یہ دی جاتی ہے۔ ”انسی مہین من اراد اهانتك“ (تذکرہ مطبع سوم ص ۳۳) یا صادق کے سامنے شریف نفا ہو گیا۔ یا ایک نشان ظاہر ہوا۔ کیا ہی سچ ہے ”دجال کا نا ہوگا پر خدا کا نہیں۔“

اول تو یہ مہبلہ قرآنی مہبلہ کے مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں جس مہبلہ کا ذکر ہے وہ خاص توحید اور عظمت باری تعالیٰ کے واسطے سچ علیہ السلام کو خدا اور راہبوں کو رب پکارے جانے کے خلاف تھا۔ کسی نبی یا رسول نے آج تک ایسی قوم سے کبھی مہبلہ نہیں کیا۔ جو خدا کو احد،

صمد، لم یلد، ولم یولد، وليس كمثلہ شی، رب العالمین، الرحمن، الرحیم اور
 مالک یوم الدین ماننے والی تھی اور ان کے ہاتھ میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب محفوظ اور
 غیر متحرف صورت میں موجود تھی۔ جس پر وہ عامل تھے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی تمام علماء و مشائخ
 اسلام کو محض اپنے منوانے کے واسطے مباہلہ کے لئے مدعو کرتا اور ان پر لعنتیں برساتا ہے۔ اگر کوئی
 مرزائی اس کی مثال انبیاء کی حالات سے پیش کر سکے تو میں پانچ سو روپیہ بطور انعام دینے کو تیار
 ہوں۔ جس طرح پرچا ہے اطمینان کر لے۔ ورنہ لعنت اللہ علی الکاذبین!

مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ

دوم..... مرزا قادیانی کا مباہلہ واقعی مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ساتھ ہوا تھا۔ وہ ایک
 سال کے اندر ہلاک نہیں ہوئے۔ نہ جتلائے امراض مہلکہ۔ پس مرزا قادیانی جھوٹا ثابت ہوا۔
 سوم..... تمام انبیاء علیہم السلام کا خاص مشن۔ جو قرآن مجید کی آیات بیانات سے صاف طور پر
 ثابت ہوتا ہے۔ وہ ایک خدا کی پرستش اور اصلاح اعمال ہے..... مگر مرزا قادیانی کا خاص مشن تمام
 انبیاء علیہم السلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ تمام موحّد، خدا پرستوں، علمائے دین اور ذاکرین خدا کو
 ہی مباہلہ کے واسطے بلاتا، اپنی کبریائی جتلاتا اور اپنے نہ ماننے والوں کو لعنتی اور جہنمی ٹھہراتا ہے۔
 خواہ وہ کیسے ہی عابد و زاہد کیوں نہ ہوں۔

چہارم..... غیر خدا کے واسطے کفار اور مشرکین کے جھگڑے انبیاء علیہم السلام اور موحّدین کے
 خلاف ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی محض اپنے منوانے کے واسطے کل علمائے اسلام اور
 ذاکرین خدا سے جھگڑتا ہے۔ ان کو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا۔
 ”اتحاجوننا فی اللہ وهو ربنا وربکم وانا اعمالنا ولكم اعمالکم ونحن له
 مخلصون (البقرة: ۱۳۹)“ سو یہی جواب تمام مسلمانوں کی طرف سے مرزا قادیانی کی دعوتوں
 اور مباہلوں کا ہونا چاہئے۔

پنجم..... مرزا قادیانی تمام خدا پرستوں پر لعنت برساتا اور ان کی عام جاہلی اور ہلاکت کا مشاق
 ہے۔ یہاں تک کہ اس کو الہام ہوتے ہیں۔ دنیا کی جاہلی اور ہمارے لئے عید کا دن۔ یہ حالت
 اصحاب خندق کے مشابہ ہے۔ جنہوں نے خدا پرستوں کو آتشین خندق میں جلایا تھا۔ جیسا کہ
 قرآن کریم فرماتا ہے۔ ”قتل اصحاب الاخدود النار ذات الوقود اذا هم علیہا
 قعود وہم علی ما یفعلون بالمؤمنین شہود وما نقموا منهم الا ان یؤمنوا باللہ

العزیز الحمید الذی له ملک السموات والارض (البروج: ۴: ۹۱) ”ہلاک ہوں آگ کی خندق والے لوگ جس میں ایبھن جلا یا گیا۔ جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے تھے جو وہ مؤمنین کے ساتھ کرتے تھے۔ انہوں نے ان کا کوئی جرم نہیں پکڑا۔ مگر یہی کہ وہ اللہ کو مانتے ہیں۔ جو تمام عزت اور خوبیوں کا مالک ہے۔ جس کی ملکیت آسمان اور زمین ہیں۔

ششم..... قرآن مجید نے نصاریٰ کو دعوت تو حیددی تھی۔ ”تعالوا الی کلمۃ سواہ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا نتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ (آل عمران: ۶۴)“ (اے عیسائیو) ایک بات کی طرف آ جاؤ۔ جو ہم اور تم میں برابر ہے۔ یعنی کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی پرستش نہ کریں اور کسی شے کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ بعض ہم میں سے بعض کو اللہ کے سوائے رب سمجھیں۔ مگر مرزا قادیانی تمام موحد اور خدا پرستوں کو عام طور پر کہتا ہے۔ ”لعنت اللہ علی من تخلف منا وانکر“ اللہ کی لعنت اس پر جو ہم سے خلاف کرے اور انکار کرے۔

ہفتم..... قرآنی اصول پر مرزا قادیانی کا مہلہ مئی ۱۹۰۶ء میں محض میرے ساتھ تھا۔ کیونکہ میں نے بار بار لکھا کہ مدارجات تو حید اور اعمال صالحہ ہیں اور قرآنی آیات نہایت تواتر اور کثرت کے ساتھ اس مسئلہ کی تائید میں پیش کیں۔ مگر مرزا قادیانی اس کے مقابلہ پر بھی لکھتا رہا کہ مدارجات میں ہوں۔ میرے ماننے کے بغیر تو حید اور اعمال صالحہ کوئی چیز نہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار اس نے ایک اعلان پر طغیان (۳ مئی ۱۹۰۶ء) کو میرے برخلاف شائع کر دیا۔ جس میں اس نے سراسر دشنام دہی اور دروغ گوئی سے کام لیا۔ بدو عائن کیں اور گول مول طور پر ظاہر کیا۔ ”انما اشکو بئس و حزنی الی اللہ تعالیٰ واعلم من اللہ ما لا تعلمون“ میں اپنا دکھ اور درد محض اللہ کے آگے روتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔ ۸ مئی ۱۹۰۶ء کو جو میں نے ایک خط مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں لکھا۔ اس میں میں نے اپنے خلاف کی ہابت جگلا دیا کہ اگر میں نے خالصاً خدا کے واسطے اور اس کی عظمت و جلال کے واسطے نہیں کیا تو میں آج ہی جاہ ہو جاؤں۔ سچ تو میری ہلاکت اور تباہی اپنی نفسانی اغراض کی بناء پر کسی اور وقت پر چاہتا ہوگا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اے خداوند میں نے اگر یہ سب کچھ تیری عظمت و جلال کی خاطر نہیں کیا تو مجھے ابھی ایک منٹ کے اندر ہی اس دنیا سے اٹھالے۔ آمین آمین آمین!

(ادکر الہکیم نمبر ۳۷ ص ۴۷)

مارچ ۱۹۰۶ء میں میرے پہلے خط کے جواب میں ہے۔ مرزا قادیانی نے قرآنی آیات سے صاف اغراض اور ارتداد شروع کر دیا تھا۔ اس لئے ”ویل لكل افاك اثم یسمع آیات اللہ تتلىٰ علیہ ثم یصر مستكبرا اكان لم یسمعها فبشره بعذاب الیم (الحاشیہ: ۸۰۷)“ ہر ایک جھوٹے بدکار پر لعنت ہے۔ جو اللہ کی آیتوں کو جو اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ سنتا مگر تکبر سے اصرار کرتا ہے۔ گویا کہ اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ پس اس کے واسطے عذاب دردناک ہے۔ اس قرآنی ارتداد اور مہلکہ کے بعد جو مرزا قادیانی کی حالت ہوئی۔ اس کے متعلق۔

مرزا قادیانی کے الفاظ جو اخباروں میں شائع ہوتے رہے۔ ”کافی عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہو گئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر و عصر کے نماز کے لئے بھی مسجد میں نہیں جاسکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں۔ اگر ایک سطر بھی لکھوں یا کچھ فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگ جاتا ہے۔ جسم بالکل بیکار ہو رہا ہے۔ جسمانی قوائے ایسے متعطل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القوائے ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم و جگر دامنگیر ہیں۔“

(الحکم مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۶ء)

”حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی طبیعت بدستور ناساز رہی۔ تکلیف درد پاکی ہے۔ نفرس کا درد بتایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرما دے۔“

(الحکم مورخہ ۳ جون ۱۹۰۶ء)

اس ہفتہ حضرت اقدس کی طبیعت زیادہ علیل رہی۔ (الہدیر مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء، ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء) کو اس کا ہمشیر بیٹا مبارک احمد فوت ہو گیا۔

خان صاحب فتح محمد خان صاحب فیخبر مطبوع عزیز می کا مضمون

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی سہ سالہ پیش گوئی جو انہوں نے ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء کو کی تھی۔ مرزائی اصولوں کے مطابق پوری ہو چکی۔ اصل پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ ”مرزا مسرف کذاب ہے اور عیار ہے۔ صادق کے سامنے شریفنا ہو جائے گا۔“ اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی ہے۔

مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ اور الہامات جو اخبارات پدر والحکم میں شائع ہوتے رہے۔ ان سے ظاہر ہے کہ جس بناء پر مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سے خلاف کیا۔ اس عرصہ میں اس نے اس سے صاف رجوع کیا۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سے خوابوں میں بھی ڈرتا رہا۔ الفاظ ذیل اس کے منہ سے نکلے۔ ”اے سیف تو اپنا رخ پھیرے۔“

(تذکرہ مطبوع موسم ۶۸۲، ۶۸۳ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۶ء)

”اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچا دے، اندھا ہونے، مفلوج ہونے اور مہر دم ہونے سے۔“

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۶، بدر مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

”کترین کا بیڑا فرق ہو گیا۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۸۳، الحکم مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے یہ مسئلہ پیش کیا تھا کہ جن لوگوں پر کسی رسول کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ ان میں جو خدا کو مانتے اور عمل صالح کرتے ہیں نجات پا سکتے ہیں۔ اس پر مرزا قادیانی نے ان کو مرتد قرار دیا تھا۔ مگر اب الحکم میں فضل دین کے الفاظ شائع ہوتے ہیں۔ ”بے خبر کو خدا تعالیٰ عذاب نہیں دیتا۔ جب کہ وہ انذار اور منذر سے غافل ہے۔ خواہ وہ مشرک اور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔“ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے جب یہ لکھا کہ اٹلی، فاروسا، اکیوے ڈور، کاگڑہ اور سانس فرانسکو کے زلازل و آتش فشاں آپ کے خلاف کا نتیجہ کیسے ہو سکتی ہیں۔ جب کہ ان پر آپ کی پوری تبلیغ ہی نہیں ہوئی۔ اس کے جواب میں مرزا غضبناک ہو کر بیہودہ جواب دیتا رہا۔ نور الدین نے یہ لکھا کہ نبیوں کے آنے سے ساری دنیا پکڑی جاتی ہے۔ اب خود مرزا قادیانی کے الفاظ الحکم مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوتے ہیں کہ اگر اہل امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ تو وہ معذور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے دلائل نہ پیش کئے جائیں۔ وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔

خواب میں عبدالحکیم سے مرزا کا ڈرنا

خواہات میں ڈاکٹر عبدالحکیم خاں سے ڈرنا مرزا قادیانی کے خواب ذیل سے ظاہر ہے۔ جو بدر مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔ ”میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم ہمارے مکان کے پاس کھڑا ہے اور والدہ محمد اطلق اس کو اپنے گھر میں بلاتی ہیں۔ مگر میں نے اسے اندر نہیں آنے دیا اور میں نے کہا کہ میں نہیں آنے دیتا۔ اس میں ہماری بے عزتی ہے۔ دشمن کے گھر میں داخل ہونے سے مراد کوئی مصیبت یا موت ہوتی ہے۔“ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی مخالفت کے بعد مرزا قادیانی مسلسل بیماریوں میں مبتلا چلا آتا ہے۔ بار بار دوار اور صداع کے دور ہوتے ہیں۔ مرض نفرس میں مبتلا رہا۔ ایک بار فالج بھی محسوس ہوا۔ الغرض جیسا کہ اس نے شائع کیا تھا۔ ”خدا اس کے واسطے سلامتی نہیں چاہتا۔“ ”اننا اخذناہ بعداب الیم“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۸۳) فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلواریں تیرے آگے ہے۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۸۳) یہ ہو بہو نقشہ

مرزا قادیانی کی حالت کا ہے۔

اس عرضہ میں ڈاکٹر عبدالکیم خان صاحب غیر معمولی طور پر صحیح و تندرست رہے۔ فرسٹ گریڈ کے امتحان میں بعزت کامیاب ہوئے۔ صد ہا بشارات پوری ہوئیں۔ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو بشارت ہوئی۔ ”انسان بشارت بفلان اسمہ یحییٰ“ یہ بشارت ڈاکٹر صاحب نے مولوی نور الدین کے نام بھی ایک خط میں لکھ دی تھی۔ سوا الحمد للہ! کہ ۲۹ اپریل ۱۹۰۴ء کو رات کے ۱۲ بجے کے قریب ان کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام حسب بشارت خداوندی رکھی رکھا گیا۔ پٹیا لہ میں یہ بشارت قبل از وقت بہت اشخاص کو سنادی گئی تھی۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔ مولوی فضل حق دھرم بیگ۔ یہ دونوں مرزائی ہیں۔ مولوی فضل متین صاحب جنرل رجسٹرار ریاست پٹیا لہ، سردار سزوپ سنگھ فرسٹ گریڈ ہاسپٹل اسسٹنٹ۔ یہ تو مرزا قادیانی کے دکھ درد، امراض تو حش، رجوع اور پریشانی دماغ کا بیان ہوا۔ اب اصل موت کا ذکر اس کے الفاظ میں سنئے وہ کتنی ہار اس پر وارد ہوئی اور کس طرح ٹلی۔

مرزا اور موت کے نظارے

۱..... مرزا لکھتا ہے۔ ”۱۶ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو میں نے دیکھا کہ کسی کی موت قریب ہے۔ یہ متعین نہیں ہوا کہ کس کی موت آئی ہے۔ تب اس کشفی حالت میں میں نے دعا کی۔ الہام ہوا۔ ”ان المعنایا لا تطیش سہا مہا“ یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ جب میں نے اسی کشفی حالت میں ہی پھر دعا کی کہ اے خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تب الہام ہوا۔ ”ان المعنایا قد تطیش سہا مہا“ (موتوں کے تیر بھی کس بھی جایا کرتے ہیں) اس کے بعد یہ بھی الہام ہوا۔ رسیدہ بود بلانے ولے۔ بخیر گذشت۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہم سب میں سے کسی کے حق میں ہے۔

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۸)

۲..... حکم ۱ نومبر ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی نے اپنا الہام شائع کیا۔ ”کترین کا بیڑا فرق

(تذکرہ طبع سوم ص ۶۸۳)

ہو گیا۔“

۱۔ مرزا قادیانی کا الہامی لڑکا مبارک احمد فوت ہو گیا۔ باوجودیکہ اس کی ایام بیماری میں اس کی نسبت بہت دعا کی اور الہام بھی ہوا کہ قبول کی گئی اور نولوم کا تپ ٹوٹ گیا۔ کچھ افاقہ ہونے پر اس کی شادی بھی کر دی۔ ڈاکٹر صاحب کو ۷ ستمبر ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ آج مرزا قادیانی کے ٹوسٹ میں قلع ہے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد کا افاقہ اور شادی کے بعد انتقال ہوا۔

۳..... بدر ۱۳ ستمبر ۱۹۰۶ء میں ڈاکٹر عبدالکھیم خاں کو خواب میں دیکھنے کے بعد یہ تعبیر بھی شائع کی۔ ”دشمن کے گھر میں داخل ہونے سے مراد کوئی مصیبت یا موت ہوتی ہے۔“

۴..... موت ۲۳ مال حال کو۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۵) الہام مندرجہ بدر مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء

۵..... ”ایک دم میں دم رخصت ہوا۔ نہ معلوم کس کے حق میں۔“ مرزا قادیانی کا الہام مذکورہ حکم مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۶ء۔

۶..... ”خواب میں ڈاکٹر عبداللہ سامنے آئے نظر آئے۔ جب قریب پہنچے تو مسکرا کر مجھے کہنے لگے کہ تارا گئی ہے۔ دوپہل ٹوٹ گئے ہیں۔“ (تذکرہ طبع سوم ص ۶۷۳)

۷..... ”مت ایہا الخوان“ مراے بڑے خیانت کرنے والے۔ (تذکرہ طبع سوم ص ۷۱۳)

چونکہ مرزا قادیانی کے خود اپنے الفاظ خوابات اور الہامات سے ڈرنا، متوحش رہنا، عدم تبلیغ کی حالت میں یورپ و امریکہ کو معذور سمجھنا، عبدالکھیم خاں کے حق میں دعا کرنا، بے خبر لوگوں کو معاف سمجھنا، پھر موت، جہاں اور مصیبت کا مختلف صورتوں میں سامنے آنا، موت کا اس کی دعا اور زاری کے بعد ملنا، رسید بود بلائے ولے بخیر گذشت اس کے بعد منہ سے نکلتا۔ صاف طور پر ظاہر ہے۔ اس لئے انجام آتھم کی طرح ہمیں ضرورت نہیں کہ پیش گوئی کی میعاد گزر جانے کے بعد ہم خود ہی مدعی بنیں اور مکرر و مبسوط اشتہارات و رسالہ جات میں شاعری انشاء پر دازی اور فسانہ طرازی پر سارا زور خرچ کر کے دنیا کو دکھانا چاہیں کہ وہ ڈر گیا تھا۔ ہمیں آتھم کی طرح مرزا قادیانی کو قسم دینے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ خود مرزا قادیانی کے بیانات پہلے ہی صاف طور پر اسی کے اخباروں میں شائع شدہ ہیں۔ عبداللہ آتھم کے محض ڈرنے کو کافی سمجھ کر مخالفین نے جو شور مچایا تو مرزا قادیانی نے ان کو بے شرم، جاہل اور یہودی صفت کہا تھا۔ اب دیکھئے مرزائی اس پیش گوئی کی نسبت کیا کہتے اور کہاں تک راسی اور ایمانداری دکھاتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالکھیم خان صاحب ایم۔ بی کے دیگر خوابات جو مرزا قادیانی کے متعلق پورے ہو چکے۔

مرزا انگلڈا

۱..... مرزا قادیانی کو ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا۔ اس کا باپاں پاؤں باہر کی طرف مڑا ہوا ہے اور ٹخنہ پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ دیکھو (الذکر حکیم نمبر ۳ ص ۵، مطبوعہ ۲۳ مئی ۱۹۰۶ء) اس کے بعد مرزا قادیانی نقرس میں مبتلا ہوا اور اس کے پاؤں میں درد ہوا۔ دیکھو حکم۔

۲..... میں مولوی فضل حکیم کے مکان پر گیا ہوں اور مرزا قادیانی کے خلاف ذکر ہو رہا ہے۔

پھر ایک جگہ محمد حسین مراد آبادی خوشنویس ملا۔ چہرہ افسردہ ہے۔ میں اسے کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کی آپ ایک حدیث بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ جس پر ساتھ کے ساتھ عمل قائم نہ ہوا ہو۔ مگر مرزا قادیانی کے اقوال میں باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں اور عمل مطلق نہیں ہوتا۔ دیکھو (الذکر الہکیم نمبر ۳۹) چنانچہ اشاعت (الذکر الہکیم نمبر ۴) کے بعد ڈاکٹر صاحب کا مولوی فضل حکیم صاحب کے مکان پر بکثرت جانا ہوا۔ محمد حسین مراد آبادی بھی وہاں ملتا رہا اور یہی اذکار ہوتے رہے۔

۳..... تیرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش کرایا جائے گا۔ (الذکر الہکیم نمبر ۱۲) اس کے بعد رسالہ المسح الذی جال ایسا ایک زبردست حربہ ڈاکٹر کے ہاتھ سے نکلا۔ جس سے حقیقت میں دجالی فتنہ پاش پاش ہو گیا۔ جس شخص کو یہ رسالہ یاد ہوتا ہے۔ مرزائی اس کے مقابل بالکل نہیں ٹھہر سکتے اور جیلہ بہانہ کر کے بھاگ جاتے ہیں جس شہر یا گاؤں میں یہ رسالہ پہنچ چکا ہے۔ مرزائیوں کا جوش دب گیا۔ ان کے طوفان کا سیلاب بند ہو گیا اور سینکڑوں مریدان مرزا رجوع کر چکے ہیں۔ جن کی فہرست علیحدہ شائع کی جائے گی۔ جن صاحبوں نے ابھی تک مطبع کر کے شائع کی جاوے۔

۴..... مرزا قادیانی کے الہامات دکھ د مصیبت و قتل کے بعد ڈاکٹر صاحب کو بشارتیں ملیں۔ ”ولمن خاف مقام ربہ جنفتان“ جس کی تعبیر ڈاکٹر صاحب نے یہ کی کہ وہ دشمنوں کے گزند سے محفوظ رہیں گے اور دشمن کی بددعا میں اور رونا، بیٹنا اس پر کچھ اثر نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ گزشتہ سولہ ماہ میں ڈاکٹر صاحب خدا کے فضل سے صحیح سلامت رہے۔ ترقی حاصل کی اور مرنا سخت دکھ اور مصیبت کی حالت میں رہا۔ اس کا مبشر بیٹا فوت ہوا۔

۵..... ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو خواب میں دیکھا کہ محمد حسین مراد آبادی ہے۔ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اب وہی لعنتیں جو مرزا قادیانی اوروں پر برسایا کرتا تھا اب اس پر الٹ پڑیں اور وہ تمہیں پھل ڈالیں گی اور تمہارا تھینا ہو جائے گا۔ اس خواب کے بعد سنور، سامانہ اور محمود پور میں مرزائی بکثرت مرے۔ ابراہیم اور اس کی بیوی اور اس کے دونوں بیٹے اور ان کی بیویاں پلیگ سے فوت ہوئیں اور ان کا گھر بند ہو گیا۔

باب ہشتم

مرزائے قادیانی کی مطلب پرستی

میں تو مانوں گا وہی جس میں ہو مطلب کا نشان
باقی سب لغو ہے اور جموٹ حدیث اور قرآن

مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے صاف الفاظ اور حکمت سے صاف
اعراض کر کے تشابہات کو پکڑ لیتے اور شاعرانہ رنگ آمیزیوں سے ایک ذرہ کو پہاڑ بنا دیتے ہیں۔
تعمیر مینار قادیان

۱..... احادیث صحیحہ میں تو یہ ذکر ہے کہ مسیح ابن مریم منارہ پر نازل ہوگا۔ جو دمشق کے مشرق
میں ہے۔ مگر جب دیکھا کہ مینارہ کی تعمیر کی بناء پر خوب روپیہ وصول ہوگا تو فوراً دس ہزار کا تخمینہ تیار
کرا کے سوا اہل وسعت مریدوں سے سو سو روپیہ وصول کر لیا۔ متفرق رقومات علیحدہ لیتا رہا۔ یہاں
تک کہ دس ہزار سے کئی گنا زیادہ روپیہ وصول ہو گیا اور ظاہر کیا کہ مینارہ کی تعمیر سے آنحضرت ﷺ
کی پیشین گوئی کی تصدیق ہوگی۔ حالانکہ یہ کہیں ارشاد نہیں کہ مسیح منارہ تعمیر کرانے گا۔ مگر تعمیر سے
چونکہ ہزاروں روپیہ وصول ہوتا تھا۔ اس لئے اس کے نقوش و تخمینوں اور چندوں کے واسطے بڑی
مستعدی کے ساتھ اخبار میں اشتہارات دیئے۔ الفاظ ابن مریم، بزدل اور مشرق و مشرق سے صاف
اعراض کیا اور ان میں ریکٹ تاویلات کیں۔ پھر جب تک اس کا چندہ وصول نہ ہوا۔ جب تک
تیاری اور اشتہارات میں بہت مستعدی دکھائی۔ مگر جب دس ہزار سے بھی کئی گنا روپیہ وصول
ہو چکا تو تعمیر بند کر دی۔

بہشتی مقبرہ

۲..... احادیث صحیحہ میں قبروں کے خلاف سخت ارشادات ہیں۔ مرزا نے جب دیکھا کہ
مقبروں کی آمد تمام اسلامی دنیا میں خوب ہے تو فوراً اپنی موت کا اشتہار دے کر الہام ذیل شائع کر
دیا۔ ”جاء اجلك المقدر“ تیری اجل مقدر آن پہنچی تاکہ اس کی موت کی خبر سے تمام مریدوں
میں جوش پیدا ہو جائے اور فوراً وہ مال و جان قربان کرنے کے لئے مستعد ہو جائیں۔ رسالہ
الوصیت شائع کیا جس میں ایک بہشتی مقبرہ کا اعلان دیا گیا جو کوئی اسلامی خدمات کے لئے بہشتی
مقبرہ کے نام پر اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا دسواں حصہ وقف کر دے گا۔ اس کو اس مقبرہ میں
جگہ مل سکے گی اور وہ بہشتی ہو جائے گا۔ اس کی تیاری کے لئے اس وقت ہزاروں روپیہ علیحدہ وصول
ہو رہا ہے۔ مگر بہشتی مقبرہ کی آمد میں سے کوئی اسلامی خدمت نہیں کی جاتی۔ تعلیم الاسلام سکول
قادیان جو ایک طرح پر خدمت کر رہا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کی ذات کو اس سے کچھ فائدہ نہیں۔
اس لئے اس سے آپ کو اس قدر بھی ہمدردی نہیں کہ اس کی شاخوں کو مہینہ میں ایک دو بار ملاحظہ کر
لیا کریں۔ ہاں مینارہ، معرہ اور لنگر کے نام پر جو منی آرڈر آتے ہیں ان کی وصولیت کے لئے ہر
وقت منتظر اور مستعد رہتے ہیں۔

منی آرڈروں کی وصولیت کے واسطے فرصت ہے۔ مگر اس کے حساب و کتاب اور نگرانی لنگر کی مطلق فرصت نہیں۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ۱۹۰۶ء میں لنگر کی آمد کیا ہوئی؟ اس میں سے مہمانوں کی خوراک پر کیا صرف ہوا اور مرزا قادیانی کی ذاتیات پر کس قدر؟ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ آج تک مینارہ کے نام پر کس قدر روپیہ وصول ہوا اور اس میں سے مینارہ پر کس قدر صرف ہوا اور مرزا قادیانی کی ذاتیات پر کس قدر؟ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ہشتی مقبرہ کے نام پر کل آمد کس قدر ہوئی اور اس میں سے کس قدر صرف ہوا اور مرزا قادیانی کی ذاتیات پر کس قدر؟ آج تک مرزا قادیانی کو نذرانوں میں کس قدر وصول ہوا اور کس قدر ان کی جائیداد کی آمد ہے۔ مرزا قادیانی کے نذرانوں اور جائیداد اور آمد لنگر مقبرہ و مینارہ میں سے کس قدر صرف ہوتا ہے اور کس قدر مرزا قادیانی اپنے صرف میں لاتے ہیں۔

لنگر خانہ

۳..... لنگر خانہ کے نام سے چونکہ بڑی آمد ہے جو سینکڑوں روپیہ ماہوار کی بجائے ہزاروں روپیہ ماہوار ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کی آمد کے متعلق عجیب طریقوں میں اشتہارات جاری ہوتے رہتے ہیں۔ مگر سارا زور وصولیت پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ اس کے انتظام و حساب و کتاب کی طرف کوئی توجہ کی نہیں۔ یہاں تک کہ جب جماعت سیالکوٹ نے ایک خط میں لنگر کی بد نظمی کی طرف توجہ دلائی اور زبانی بعض مریدوں نے عرض کی تو جواب دیا کہ کیا میں قوم کا خزانچی ہوں یا کوئی ہنیا ہتھال ہوں یا کوئی بھٹیارا ہوں؟

حساب سے اعراض

۴..... قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں دیانت، امانت، صفائی حساب اور حسن معاملات کی بڑی تاکید ہے۔ مگر مرزا قادیانی خوب سمجھتے ہیں کہ حساب کتاب رکھنے میں قلعی کھلتی ہے اور دنیا معلوم کر سکتی ہے کہ مہمانوں پر کیا صرف ہوا ہے۔ لنگر کی اصل آمد کیا ہے اور اس میں سے آپ کی ذاتیات پر کیا صرف ہوتا ہے اور اسلامی خدمات پر کیا۔ اس لئے وہ حساب کتاب کے نہ رکھنے پر استقلال سے جتے ہوئے ہیں۔

براہین احمدیہ کا چندہ

۵..... براہین احمدیہ کے اشتہارات پیشگی امداد کے لئے بڑے شد و د کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے۔ پہلی جلد تمام اشتہار سے ہی بھر دی اور ظاہر کیا۔ اس میں تین سو دلائل بینظیر سے اسلام کی انفعلیت تمام مذاہب پر ثابت کی گئی ہے اور یہ کتاب تین سو جڑ و کوٹھی گئی ہے۔ مگر

جب فرسٹ ایڈیشن کے ۵۶۲ صفحہ شائع ہو چکے اور کل کتاب کی قیمت منطقی وصول ہو چکی۔ تب ایسے خاموش ہوئے کہ باوجود دنیا کے طعن و طنز اور تقاضا ہائے شدید کے کچیس سال سے اس کا نام تک نہیں لیا اور اپنا پیچھا چھڑانے اور بد عہدی کا الزام خداوند عالم پر رکھنے کے لئے یہ لکھ دیا کہ ”اب اس کا متولی اور مہتمم رب العالمین ہے۔“

۶..... جب احادیث کی رو سے مرزائیوں کو سنایا جائے۔ آنے والے مسیح آنحضرت ﷺ کے مدفن میں مدفون ہوں گے تو اس سے صاف انکار کرتے ہیں یا اس کے خلاف عقلی دھکوسلے نکالتے ہیں یا یہ تاویل کرتے ہیں کہ قبر سے مراد ظاہری قبر نہیں۔ بلکہ عالم برزخ میں کوئی قبر ہے۔ مگر جب اپنے بہشتی مقبرہ کا اعلان دیا تو اس سے ایک خاص مقام مراد لے کر اس کا بڑا اہتمام ہو رہا ہے۔

علامات مسیح

۷..... جب مرزائیوں کو سنایا جائے کہ قرآن مجید آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرماتا ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں جو آپ کے بعد رسالت و نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ کذاب اور دجال ہے۔ اسی مسئلہ پر تمام امت محمدیہ کا آج تک اجماع چلا آیا ہے۔ مگر ان تمام الفاظ سے صریح انکار کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ آنے والے مسیح کی نسبت احادیث میں نبی و رسول کا لفظ آیا ہے۔ پھر جب ان سے سوال کیا جائے کہ جب اس درجہ کی احادیث کے الفاظ و رسول کو لفظاً مانتے ہو تو اعلیٰ درجہ کی احادیث کے صاف الفاظ میں کیوں تاویل کرتے ہو۔ جن میں یہ ارشاد ہے کہ حضرت کے بعد کوئی نبی نہیں جو مسیح آنے والا ہے۔ وہ ابن مریم ہوگا۔ اس کے وقت میں مال کی اس قدر فراوانی ہوگی کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ ملے گا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے مدفن میں دفن ہوگا۔ وہ تمام مسلمانوں کو ایک کر دے گا اور الحرب کو بند کر دے گا۔ تمام دجال نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ دجال مکہ نہ جاسکے گا۔

۸..... جب مرزائیوں سے پوچھے کہ قرآن مجید نے حمد کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے مخصوص کر دیا ہے۔ قرآن مجید الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ الہام ”بِحمدك اللہ من العرش“ غیر خدا کی طرف سے نہیں تو پھر کیا ہے۔ خاص آنحضرت ﷺ کو تو حکم بتا ہے کہ ”سبح بحمد ربك واستغفره (النصر: ۲)“ مگر مرزا قادیانی کو الہام ہوتا ہے کہ اللہ تیری حمد کرتا ہے تو کہتے ہیں جو حدیثوں میں آیا ہے کہ لوگ مہدی کی تسبیح کریں گے۔ آپ ہی تو کہا کرتے تھے کہ مہدی کے متعلق تمام حدیثیں غیر صحیح ہیں اور قرآن کے خلاف جو حدیث ہو وہ قابل

سند نہیں۔ مگر جب اپنا مطلب لکھا دیکھا تو فوراً انہیں حدیثوں سے دلیل لانے لگے اور قرآنی آیات سے صاف انکار کرنے لگے۔ جن میں ارشاد ہے۔ ”یسبح اللہ ما فی السموات وما فی الارض (الجمعه: ۱) سبح اسم ربك الاعلیٰ (الاعلیٰ: ۱)“ خدا مرزا قادیانی کی تعریف کرتا ہے اور مجلس ہی میں بیٹھ کر مرزا قادیانی اپنی نسبت حمد یہ شعر بڑے شوق سے سنتے اور مریدوں سے تسبیح کرواتے ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب یہ حکم بھی ہو جائے کہ اے لوگو! مجھے مجددہ کرو۔ کیونکہ میرا نام اللہ تعالیٰ نے آدم رکھا ہے اور آدم کے واسطے حکم ہے کہ ”اسجدوا لادم“

۹..... جب مرزائیوں سے کہا جائے کہ قرآن مجید میں بار بار ارشاد ہے کہ کوئی نفس دوسرے نفس کے کام نہیں آسکتا۔ آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہے کہ جس سے تو محبت کرے تو اس کو ہدایت نہیں کر سکتا۔ نوح علیہ السلام کو بیٹے کی نسبت اور ابراہیم علیہ السلام کو آذری کی نسبت سفارش کرنے پر تنبیہ ہوتی ہے۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ الہام کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ جس سے تو راضی اس سے خدا راضی۔ جس سے تو ناخوش اس سے خدا ناخوش؟ اور مرزا قادیانی کا مقبرہ دوسروں کے لئے نجات کا موجب کیسے ہو سکتا ہے؟ تو تمام آیات قرآنی کو لغو اور باطل سمجھ کر اور تعلیمات انبیاء علیہم السلام سے صاف انکار کر کے کہنے لگتے ہیں کہ خدا ایسوں کو ہی اس جگہ دفن ہونے کا سامان میسر کرے گا جو بہشتی ہوں تو ظاہر انظر میں قادیان اور اس کے قرب و جوار کے واسطے تو بہشت میں داخل ہونا نہایت آسان ہوا اور باقی دنیا کے لئے مشکل اور ناممکن۔ مثلاً مکہ، مدینہ اور بیت المقدس والوں کے واسطے عام طور پر اس بہشتی مقبرہ میں مدفون ہونا۔ ایسا ہی ناممکن ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کو باوجود اس قدر ثروت اور جماعت کے مدفون رسول اللہ میں مدفون ہونا۔

۱۰..... جب میں نے بار بار اپنے خطوط میں لکھا کہ جن لوگوں پر تبلیغ نہیں ہوئی وہ کیسے انکار اور خلاف کے مجرم ہو سکتے ہیں اور قرآنی آیات اس کے ثبوت میں پیش کریں۔ ”لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها (البقرہ: ۲۸۹) ما کفنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا (الاسراء: ۱۰)“ ان آیات سے صاف انکار کرتے رہے اور آنحضرت ﷺ پر خود پرستی اور خوزیزی کے الزام لگاتے رہے۔ مگر جب باہیوں کی جماعت امریکن کا حال سنا اور دیکھا کہ وہاں لوگوں میں اس کی قبولیت ہو کر خوب کام چل سکتا ہے تو جھٹ کہہ دیا کہ امریکہ کے لوگ اگر ہمارا انکار کریں تو ان کا حق ہے۔ جب تک ان پر پورے طور پر تبلیغ نہ ہو جائے اور محمد علی ایم اے کو حکم دیا کہ ایک مبسوط کتاب ہمارے دعاوی پر تصنیف کر کے بھیجی جائے۔

۱۱..... جب میں نے لکھا کہ جن لوگوں پر کسی رسول کی تبلیغ نہیں ہوئی ان میں سے ایسے لوگ

نجات پاسکتے ہیں جو خدا کو مانتے اور عمل صالح کرتے ہیں اور قرآنی آیات اس کے ثبوت میں پیش کیں۔ تب ان سے صاف انکار کیا اور آنحضرت ﷺ پر خود پرستی اور خوزیری کا الزام لگایا۔ مگر جب کسی شخص نے یہ اعتراض کیا کہ قرآن کریم کی رو سے مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کے متولی وہی لوگ ہوں گے جو حقیقی ہوں گے اور وہ ہیں آپ کے مخالف تو وہ متقی کیسے ہوئے؟ تو جھٹ پھلو بدل گئے اور مولوی فضل دین نے الحکم میں شائع کر دیا کہ بے خبر کو خدا عذاب نہیں کرتا۔ خواہ وہ مشرک اور ظالم کیوں نہ ہو۔

الغرض مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن و حدیث کے انہیں الفاظ کو پکڑتے ہیں۔ جن سے ان کی مطلب براری ہو سکتی ہو۔ خواہ کیسی ہی بعید تاویلات کرنی پڑیں اور کتنا ہی آیات ٹھکرات اور احادیث سمجھو کا انکار کرتا پڑے۔

میرتا ناصر نواب دہلوی خسر مرزا قادیانی کے چند اشعار حالات مرزا میں

(سقول از اشعار النمبر ۱۲ ج ۱۳)

آؤ لوگو ہم پہ ہے فضل خدا
ہم تمہیں دیں فیض تم دو ہم کو بھیک
گر بجا خدمت ہماری لاؤ گے
تم پہ رحمت ان پہ ہوگی حق کی مار
اس کے دل میں بالخصوص اخلاص ہے
شمر اس کو جان لو یا ہے یزید
ہائے دنیا میں پڑا ہے یہ غضب
تا کہ حاصل ہو کہیں وجہ معاش
گوٹے صدقہ کہ مل جائے زکوٰۃ
رٹھیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو
حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
ان کے حال و حال بے تاثیر ہیں
یہ ہی لوگوں نے کیا ہے روزگار
خلق کو اس طرح دم دیتے ہیں وہ
اس طرح کا پڑ گیا یارو غضب

ہے کہیں نوٹس بزرگی کا لگا
ہو ہمارے فضل میں تم بھی شریک
مال و دولت اور بیٹے پاؤ گے
تم پھلو پھولو گے دشمن ہوں گے خوار
مال جو دے وہ مرید خاص ہے
جو نہ دے کچھ مال وہ کیسا مرید
ہے مریدی واسطے پیوں کے اب
ہر گھڑی ہے مالداروں کی تلاش
قرض سے ایک دفعہ ہو جائے نجات
ہو پیوں ہی کا یا راطوں کا ہو
کچھ نہیں تقیش سے ان کو غرض
آج کل مکار ایسے بھر ہیں
اور کہیں تصنیف کے ہیں اشتہار
بیٹگی قیمت مگر لیتے ہیں وہ
بعض کھا جاتے ہیں قیمت سب کی سب

جیسے آتا تھا کہیں ان کا ادھار وہ بڑا ملعون اور شیطان ہے سارے بد بختوں کا وہ سردار ہے دوسرے بدنام اپنے کو کیا کچھ گھٹا ہرگز نہ اس کا اتقا بومسلم آج احمد بن گئے ہر طرف مارے انہوں نے جال ہیں سارے عالم میں وہ گویا ایک ہیں مال پر لوگوں کے دندان تیز ہیں یہی تدبیر ہر دم سوچتے کچھ نیا اب شعبہ دکھلائے میوہ زر کی وہ دے دے ان کو قاش ان کے دل کو اس نے پہنچایا سرور جو شقی دے ان کو ہے وہ متقی کر کے تعریفیں اڑا لیتے ہیں مول اس قدر ہے ان کے دل میں حرص و آرزو دینداری کی نہیں ہے کوئی بات دولت دنیا ہے کھانے کے لئے ہتے رہتے ہیں کبھی روتے نہیں اپنی چالاکي پہ اترتے ہیں وہ آیت قرآن ہیں گویا ان کے خواب

قیصیں کھا کر نہیں لیتے ڈکار جو کوئی مانگے وہ بے ایمان ہے بد گمانی کا اسے آزار ہے ایک تو پہلے سے اس نے زر دیا کھا گیا جو مال وہ اچھا رہا بد معاش اب نیک از حد بن گئے صیسی دوراں بنے و جال ہیں ظاہری افعال ان کے نیک ہیں عالم و صوفی ہیں اور شب خیز ہیں ہر طرح سے مال ہیں وہ نوچتے جس طرح ہو مال کچھ کھا جائے ہو کوئی کیسا ہی گرچہ بد معاش پھر تو وہ مقبول رحمن ہے ضرور متقی ان کو نہ دے تو ہے شقی ہیں امیروں سے بڑھاتے میل جول جو کوئی دے ہاتھ کر دیں گے دراز ہیں امیر اور لیتے ہیں صدقہ زکوٰۃ علم ہے دنیا کمانے کے لئے دل میں اپنے منفعل ہوتے نہیں غیظ میں بدست ہو جاتے ہیں وہ اپنی تعریفوں سے بھرتے ہیں کتاب

دیگر

کوئی بنتا ہے صیسی دوراں نہ ہدایت کا اس میں نام و نشان نہ امیروں میں شکر کا ہے نشان

مہدی وقت ہے کوئی مشہور نہ عیاں اس میں عیسوی برکت نہ فقیروں میں صبر ہاتی ہے

ہیں ملائک خصال جو انسان
لوگ کہتے ہیں جن کو قطب زماں
ان کی صدقہ پہ ہے فقط گزراں
ان کے دیکھے اگر کوئی سماں
دور دولت پہ ہیں کئی درہاں
مال کرتے ہیں مفت میں ویراں
حق تیری مشکلیں کرے آساں

مرغ بریاں کا شوق ہے ان کو
قورمہ اور پلاؤ کھاتے ہیں
جو ولایت میں ہیں قدم رکھتے
جب حقیقت کھلے بزرگی کی
شاٹھ ہیں ان کے سب امیرانہ
رات دن ہیں عمارتیں بنتیں
ناصر اب ختم کر کلام اپنا

باب نہم

قطع و تین

مرزائیوں کی یہ دلیل بڑی مایہ ناز ہے اور حسب معمول مرزا قادیانی نے اس کے متعلق
بھی اربعین اور دوسری کتابوں میں سخت دجالت اور کذابی سے کام لیا ہے اور سخت طول کلامی، انشاء
پردازی، بکرا اور بے جا تقرقات سے حق کو دھانا چاہا ہے۔
اس لئے میں پہلے تلخیصاً چند فقرات اربعین سے نقل کر کے اظہار حقیقت کروں گا۔

”انہ لقول رسول کریم وما هو بقول شاعر قليل ما تؤمنون ولا
بقول كاهن قليلاً ما تذكرون . تنزيل من رب العالمين ولو تقول علينا
بعض الاقوال لاخذنه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين فما منكم من احد عنه
حاجزين (الحاقہ: جزء: ۲۹۰)“ اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ یہ قرآن کلام رسول کا ہے۔ یعنی وحی
کے ذریعہ سے اس کو پہنچا ہے اور یہ شاعر کا کلام نہیں۔ مگر چونکہ تمہیں فراست سے کم حصہ ہے۔
اس لئے تم اس کو پہچاننے نہیں اور یہ کابن کا کلام نہیں۔ یعنی اس کا کلام نہیں جو جنات سے کچھ تعلق
رکھتا ہو۔ مگر تمہیں تدبر اور تدکر کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا خیال کرتے ہو۔ تم نہیں
سوچتے کہ کابن کیسی پست اور ذلیل حالت میں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو
عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں کا رب ہے۔ یعنی جیسا کہ وہ تمہارے اجسام کی تربیت کرتا ہے۔
ایسا ہی وہ تمہاری روحوں کی تربیت کرتا جاتا ہے اور اسی ربوبیت کے تقاضا کی وجہ سے اس نے اس
رسول کو بھیجا ہے اور اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر
وحی کی ہے۔ حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا، نہ خدا کا، تو ہم اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ

جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچانہ سکتا۔ یعنی اگر وہ ہم پر افتراء کرتا تو اس کی سزا موت تھی۔ کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوے سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتربانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو دنیا کے لئے بلاکت کی راہیں پیش کرتا ہے اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے اور خدا پر افتراء کر کے گستاخی کرتا ہے۔“

(اربعین نمبر ۳ ص ۴۳، خزائن ج ۱ ص ۳۸۸، ۳۸۹)

نوٹ..... جن الفاظ کے نیچے خط کھینچا گیا ہے وہ مرزا قادیانی کا اپنا تصرف ہے۔ زاید اور بے جا تصرفات سے آیت قرآنی کو اپنے خیال کے سانچہ میں ڈھالنا چاہا ہے۔ اگر مفتربانہ تصور پر ہلاک کیا جانا ضروری ہے کہ وہ دنیا کو بگاڑتا ہے تو پھر شیطان کو کیوں مہلت دی گئی جس نے ساری دنیا کو بگاڑ دیا۔ ظالم، بت پرست، قبر پرست، منارہ پرست، چور، ڈاکو، رنڈیاں، اور دیگر بدکار لوگ کیوں دنیا میں باقی ہیں۔ جن کی بد تعلیم، بد صحبت اور بد نمونے سے تمام دنیا تباہ ہو گئی اور بگڑ گئی۔ پھر آیات ذیل کے کیا معنی ہوں گے۔ ”نمذہ ہولاء و ہولاء من عطاء ربك“ ہم ان لوگوں کی بھی مدد کرتے ہیں اور ان لوگوں کی بھی (یعنی نیکیوں کی بھی اور شریروں کی بھی) تیرے رب کی عطاء ہے۔ ”ولو شاء اللہ لهدیکم اجمعین (النحل: ۸)“ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کی ہدایت کر دیتا۔ اور پھر واقعی دنیا میں ایسا نظر کیوں آتا ہے کہ دنیا میں ہلاک شدہ لوگ زیادہ ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی بھی اپنے ایک دو لاکھ مریدوں کے علاوہ تمام دنیا کو طغیوں اور جہنمی قرار دیتا ہے۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۴۳، خزائن ج ۱ ص ۳۸۹) ”اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی سچائی پر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے نہ ہوتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے اور وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتا۔ گو تم لوگ اس کے بچانے کے لئے کوشش بھی کرتے۔“

استخفاف قرآن یا دلیل کلمہ کفر ہے۔ اگر قرآن شریف کی ایک دلیل کو رد کیا جائے تو امان اٹھ جائے گا۔ جس امر میں قرآن اور رسول کریم ﷺ پر زور آتی ہو ایماندار کا کام نہیں کہ اس پلید پہلو کو اختیار کرے۔ یہ سب قول صحیح اور بالکل صحیح مگر اس مسیحیت کے ساتھ وہی وجہ دلالت ملی ہوئی ہے۔ میں تو مانوں گا وہی جس میں ہو مطلب کا نشان۔ باقی سب لغو ہے اور جھوٹ حدیث و قرآن۔ کیوں جناب پھر آپ ان تمام دلائل و آیات قرآنی کا استخفاف کیوں کرتے ہیں جو آپ کے دعادی اور الہامات کے خلاف ہوں؟ جیسا کہ آپ میرے خطوں کے جواب میں کرتے

رہے۔ کیا جس قدر آپ کے عقائد والہامات قرآن و احادیث کے خلاف اس رسالہ میں ثابت کئے گئے ہیں۔ ان تمام سے آپ فوراً رجوع کریں گے۔ یا قرآن مجید کا استخفاف؟ ہاں اب اتنی کے وائت دکھانے کے اور ہوتے ہیں اور کھانے کے اور۔

۳..... (اربعین نمبر ۲۴ ص ۵، خزائن ج ۱ ص ۴۳۳) ”صاقوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح بیان ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جمعاً ہو کر اور خدا پر افتراء کر کے آنحضرت ﷺ کے زمانہ نبوت کے موافق یعنی تیس برس تک مہلت پاسکے۔“
نوٹ..... اس کا جواب قطع و تین سے لفظ بلفظ نقل کیا جاتا ہے۔

۲۳ سالہ مہلت کی قید مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی اپنی اختراع ہے۔ ورنہ آیت ”لو تقول“ سے جس پر ان کو بہت کچھ تازہ دار و دار ہے۔ یہ میعاد بالکل ثابت نہیں ہوتی اور ہم اختیار دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کسی طرح اور ہی آیت یا حدیث سے یہ میعاد ثابت کر دیوں۔
مرزا قادیانی کے اس قاعدہ ۲۳ سالہ سے ایک بڑی بھاری خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کئی سچے نبی ۲۳ سال سے پہلے ہی مر گئے یا ہلاک کر دیئے گئے تو وہ بقول مرزا قادیانی کے کاذب ہونے اور اگر بالفرض آیت کے معنی موت لئے جائیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جموٹے نبی کو ایک دن کی بھی مہلت دیوے اور کیوں اس کو فوراً ہلاک نہ کر دیوے تاکہ لوگ اس کی ضلالت سے بچ جاویں اور جب کہ بقول مرزا قادیانی مسیلمہ کذاب یا کسی اور مفتری کو ۲۲۔۲۱ سال تک مہلت مل جانی محال نہیں ہے اور اس عرصہ تک اس کا لوگوں کو گمراہ کرنا اللہ تعالیٰ پر ندرکتا ہے تو ۲۳ سال یعنی اور دو سال تک اس کی گمراہی کو پسند نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ پس مرزا قادیانی کے نزدیک اس آیت ”لو تقول“ کے یہ معنی ہونے کہ اللہ تعالیٰ ۲۲ سال تک مفتری کی تعلیم و تہلیل کو پسند فرماتا ہے اور اس سے ایک ماہ بعد پسند نہیں فرماتا۔ یہ تو ہوا مرزا قادیانی کا خدا۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے خداوند تعالیٰ نے اس کو یہ حکم دیا تھا کہ مسیلمہ کذاب کا فوراً قلع قمع کیا جاوے۔ افسوس ہے آپ کی تفسیر دانی پر۔ مرزا قادیانی کے اس معنی سے ایک اور مسئلہ بھی مستہیلہ ہوا کہ اگر کوئی مفتری مامور من اللہ یا ملہم ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کی تبلیغ کو چپ چاپ ۲۲ سال تک سنتے رہنا چاہئے اور اس کی تردید وغیرہ نہیں کرنی چاہئے اور اس پر قبل از ۲۳ سال ایمان بھی نہیں لانا چاہئے۔ کیونکہ اس کی معیار شناخت بقول ان کے ۲۳ سالہ میعاد ہے۔ مگر اپنے خود ہی اس قاعدہ کو توڑ دیا اور ہا وجودیکہ ان کے دعوے کو ابھی دس سال ہوئے اور ۲۳ سال نہیں ہوئے۔ آپ لوگوں کو اپنی بیعت کی تخریب دیتے ہیں اور ادھر مفتی الہی بخش صاحب ملہم ربانی کی تردید بھی آپ نے شروع کر دی اور ۲۳ سال تک انتظار نہیں کیا۔

۴..... (اربعین نمبر ۴ ص ۵، خزائن ج ۱ ص ۴۳۳، ۴۳۵) ”خدا تعالیٰ کا یہ قول محل استدلال پر ہے اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جو ناسخ دعوئی کرنے والا ہلاک ہو جائے۔ ورنہ یہ قول منکر پر حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے لئے بطور دلیل ظہر سکتا ہے۔“

سبحان اللہ عجیب منطوق ہے۔ میں بھی چاروں طرف سے آنکھیں بند کر کے مرزا قادیانی کی طرح چند کانی باتیں پیش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ مرزا قادیانی اور مرزائی اس میں کیا بولتے ہیں؟

۱..... دنیا میں اس وقت کوئی ظالم نہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ ”قطع دابر القوم الذین ظلموا (الانعام: ۴۰)“ ”ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔“

۲..... دنیا سے باطل دور ہو چکا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ ”جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (الاسراء: ۸۱)“ ”حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ کیونکہ باطل تو بھاگنے والا ہی تھا۔“

۳..... دنیا سے سود اور سود خور مٹ چکے۔ کیونکہ تیرہ سو صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا۔ خداوند عالم فرما چکا ہے۔ ”يعحق الله الربا ويربئ الضمقات (البقرة: ۲۷۶)“ ”اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ ہر ایک ظالم ہر ایک باطل پرست اور ہر ایک سود خور مرزا قادیانی کی طرح کہہ سکتا ہے کہ میں ظالم نہیں ہوں، باطل پرست نہیں ہوں اور سود خور نہیں ہوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ کوئی ظالم، باطل پرست اور سود خور دنیا میں باقی نہ ہو اور چونکہ ہر ایک ظالم، باطل پرست اور سود خور اپنی ناپاک تعلیم اور مثال سے دنیا کو بگاڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو بھی مغفروں کی طرح نیست و نابود کر چکا ہے۔“

۴..... اس وقت تمام سلطنت، دول، عزت، تجارت، حرفت اور ہر قسم کی برکت اور کثرت امت محمدیہ میں ہے اور دنیا میں آنحضرت ﷺ کا کوئی دشمن موجود نہیں۔ تمام دشمنان محمدی کی نسل منقطع ہوتے ہوتے خاتمہ ہو چکا۔ کیونکہ قرآن مجید فرماتا ہے: ”انا اعطينك الكوثر فصل لربك وانحر ان شانك هو الابتر (الکوثر: ۱ تا ۳)“ ”اے محمد! ہم نے تجھے ہر قسم کی بہتات دی ہے۔ پس تو اپنے رب کے اسلئے نماز ادا کر اور قربانی کر۔ بے شک تیرا دشمن منقطع نسل ہے۔ پس اس دلیل قرآنی کی رو سے عیسائیوں کے ہاتھ میں نہ سلطنت ہے، نہ دولت، نہ عزت، نہ تجارت، نہ حرفت، نہ دنیا میں کوئی محمد ﷺ کا دشمن موجود ہے۔ بلکہ تمام یورپ سچا مسلمان ہے۔ اگر سچا مسلمان نہ ہوتا تو یورپ تنگ، ذلیل اور منقطع نسل ہو جاتا۔ تمام عیسائی حضرت

سے دشمنی کرتے ہیں۔ وہ مقلوع النسل ہیں اور جن پادریوں کی اولاد ہوتی ہے وہ حضرت کے دشمن نہیں ہیں۔ اے کانے دجالو! جو کہ تم ان آیات کا جواب تجویز کرو گے وہی آپ کے استدلال "کو تقول" کا جواب ہوگا۔

۵..... (اربعین نمبر ۴ ص ۷۷، خزائن ج ۱ ص ۴۳۷) تورات میں لکھا ہے کہ "اگر تمہارے درمیان کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا ظاہر ہو اور تمہیں کوئی نشان اور معجزہ دکھلاوے اور اس نشان یا معجزہ کے مطابق جو اس نے تمہیں دکھایا بات واقع ہو اور وہ تمہیں کہے آؤ ہم غیر معبودوں کی جنہیں تم نے نہیں جانا پیر دی کریں۔ یعنی خدا کے سوا کسی اور کا حکم منوانا چاہے یا اپنی ہی پیر دی ان باتوں میں کرانا چاہے جو تورات کے مخالف ہیں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر کان مت دھرو کہ خداوند تعالیٰ خدا تمہیں آزما رہا ہے۔ تا در یافت کرے کہ تم خداوند اپنے خدا کو اپنے سارے دل اور ساری جان سے دوست رکھتے ہو کہ نہیں۔ چاہئے کہ تم خداوند اپنے خدا کی پیر دی کرو۔ (یعنی اسی کی ہدایتوں کے موافق چلو۔ دوسرا شخص گو کوئی فلاسفر ہو، یا حکیم ہو اس کی بات نہ مانو) اور اس سے ڈرو اور اس کے حکموں کو حفظ کرو اور اس کی بات مانو، تم اسی کی بندگی کرو اور اسی سے لپٹے رہو اور وہ نبی یا وہ خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا۔" (دیکھو تورات استثناء باب ۱۳)

نوٹ..... ان آیات توراتی سے تو مرزا قادیانی نے اپنی جڑوں کو آپ کاٹ ڈالا۔ اول: تو ان سے یہ ثابت ہوا کہ جموٹا نبی بھی نشان اور معجزہ دکھلا سکتا ہے اور اس کے مطابق بات واقع ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے بعض نشانات پورے ہو جائیں۔ دوم: جموٹے نبی کی یہ شناخت ہے کہ اس کی تعلیم کتب مقدسہ کے خلاف ہوگی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کی تعلیم سر اسر قرآن مجید کے خلاف ہے۔ جیسا کہ ہم نمونہ باب اول میں بیان کر چکے ہیں۔ سوم: جموٹا نبی قتل کیا جائے گا۔ مگر مولوی چراغ الدین اور نسی الہی بخش جو مرزا قادیانی کے دہم میں جموٹے نبی قتل نہیں ہوئے۔ اس لئے وہ جموٹے نہ ٹھہرے اور چونکہ ان کی تمام تعلیمات، تورات و انجیل و قرآن کے مطابق تھیں۔ اس لئے وہ اپنے دعوؤں میں سچے ٹھہرے۔ چہارم: مرزا قادیانی جموٹا نبی ثابت ہوا۔ کیونکہ اس کی تعلیم قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔

۶..... (اربعین نمبر ۳ ص ۸، خزائن ج ۱ ص ۴۳۸) "لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرنے کے کوئی بات میرے نام سے کہے۔ جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا تو وہ نبی قتل کیا جائے۔"

(تورات استثناء باب ۱۸)

اس آیت کے مقدمہ و موخر کو مرزا قادیانی نے دور کر کے سخت دھوکا دینا چاہا ہے۔ جیسا

کہ بے نماز لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ”لا تقربوا الصلوٰۃ“ کا حکم قرآن مجید میں ہے۔ ہم اس پر عامل ہیں۔ یہی مقام تو مرزا قادیانی کے لاطائل دعاوی کو بیخ و بن سے اکھاڑنے والا اور آیت ”لو تقول“ کا مفسر ہے۔ اس لئے ہم اس مقام کو پورے طور پر ذیل میں درج کرتے ہیں۔

”میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تمہارا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا جواب اس سے لوں گا۔“

”لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جاوے اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں؟ تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور جو اس نے کہا ہے واقعہ نہ ہو یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی، بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔“

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام پیش گوئی آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حق میں ہے جو مثیل موسیٰ علیہ السلام ہیں اور جو نبی اسرائیل کے بھائیوں نبی اسماعیل میں پیدا ہوئے۔ جن کی شان ہے۔ ”ما یطق عن اللہ ان ہو الا وحی یوحی“ جن کا ہر قول اور ہر فعل ہمیشہ کے واسطے ایک پاک سنت قرار پایا جو روحانیت اور اخلاق میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ پس ان کا ہر فعل اور ہر قول تعلیم الہی کے مطابق ہونا ضروری تھا۔ اس لئے یہ آپ کے لئے مخصوص ہے کہ اگر وہ نبی گستاخی سے کوئی بات اپنی طرف سے خدا کے نام پر کہے تو قتل کیا جائے گا۔ اسی تو راقی پیشگوئی کے مطابق ان یہود و نصاریٰ پر حجت قائم کی گئی ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے حالات اور تعلیمات سے خوب واقف تھے۔ اکثر باتوں کو تسلیم کرتے اور بعض سے انکاری ہو جاتے تھے۔ ان کو پوری اطاعت اور کامل ایمان کے واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی تمام باتیں جن کو یہ خدا کے نام سے کہتا ہے۔ نبی الحقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ اگر گستاخی سے بعض باتیں اپنی طرف سے بنا کر خدا کی طرف منسوب کرنا تو قتل کیا جاتا۔ اگر اس خاص بات کو عام کیا جائے اور اس آیت کے یہ معنی لئے جائیں کہ جموئے نبی کی یہی شہادت ہے کہ قتل کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ جو انبیاء علیہم السلام مقتول ہوئے۔ وہ سب جموئے نبی تھے۔ ”یقتلون الانبیاء بغیر حق (آل عمران: ۱۱۲) و قتلہم الانبیاء (النساء: ۱۰۵)“ جو یہودیوں کی حالت میں وارد ہیں۔ شاہد ناطق ہیں کہ سچے نبی قتل ہوتے رہے۔ درنہ قرآن مجید کا یہ بیان خلاف واقعہ ٹھہرتا

ہے۔ انجیل سے یوحنا کی کاتل ہونا ثابت ہے۔ (متی باب ۱۴ ص ۱۰) خود مرزا قادیانی نے (حقیقت الہی ص ۱۶۴، خزائن ص ۲۲ ج ۱۶۸) پر ان کو ”بچی شہید“ لکھا ہے۔ مگر مرزا قادیانی ہے کہ ہر موقع پر صاف سنی سے اعراض کر کے من گھڑت معنی اور من گھڑت دلائل میں کتاب میں لکھ مارتا ہے۔ مرزا قادیانی کا اس خاص نفلان کو عام بنا کر اپنی تائید میں دلیل پکڑنا ایسا ہی بیہودہ ہے۔ جیسا کہ کوئی دشمن اسلام ”ان شاء اللہ ہو الا بقدر“ کو عام کر کے استدلال کرے کہ میں محمد ﷺ کا دشمن نہیں ہوں۔ کیونکہ میں صاحب اولاد اور صاحب جاہ و حشم ہوں۔ پھر یہودی پر پورا یہودی ہے جو ۲۳ سال کی قید لگائی جاتی ہے۔ کیونکہ قیامت و انجیل میں ۲۳ سال کی قید کہاں لگائی گئی تھی کہ جموں نامی ۲۳ سال تک مہلت پاسکتا ہے۔ زیادہ نہیں تاکہ ان پر ۲۳ سال کی تبلیغ حجت ہو سکے۔ انسائیکلو پیڈیا سے ثابت ہے کہ یوحنا نبی ۴ سالہ تبلیغ میں ہی مقتول ہو گئے تھے تو کیا وہ جموں نے ہی تھے؟ طرف تریہ ہے کہ ایک طرف تو یہی ہے کہ خدا اس کا محافظ ہے۔ کوئی دشمن اس کو قتل نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہے۔ دوسری طرف یہ اقرار ہے کہ وہ اور اس کی جماعت کہہ یا دینہ یا کسی اور اسلامی ملک میں چل جائے تو ایک ہفتہ کے اندر قتل کر دیئے جائیں اور ان کاموں کو دنیا سے اڑا دیا جائے۔ (المجموع والہدوی ص ۱۹۰ء)

چونکہ اس آیت کے متعلق مرزائی دفتر کے دفتر سیاہ کر چکے ہیں۔ اس لئے کچھ فضول نہ ہوگا۔ اگر قلع و دین کا کچھ حصاں جگہ نقل کر دیا جائے۔

”اب اس موقع پر بھی ایک فہرست مفتریان درج کی جاتی ہے تاکہ عام مسلمین اس بات سے بخوبی آگاہ ہو جاویں کہ زمانہ گذشتہ میں ایسے بہت سے مفتریان گذر چکے ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی اور ان میں سے اکثروں نے مثل مرزا قادیانی دعویٰ مہدی موعود کا اور بعض نے مسیح موعود کا کیا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں مرزا قادیانی کرتے ہیں۔ مگر سب کے سب آخر کار اس قدر مہلت کے بعد جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ازل میں مقرر کی ہوئی ہے۔ ناپود و ذلیل و خوار ہو گئے اور ان کے سلسلے ناپود ہو گئے۔“

عبید اللہ مہدی

اس شخص نے ۲۹۶ ہجری میں دعویٰ مہدی موعود کا کیا۔ اس نے افریقہ میں خروج کیا اور ایک مذہب جدید جاری کیا۔ جماعت کثیر اس کے ساتھ ہو گئی۔ کئی مقامات طرابلس وغیرہ کو فتح کر کے مصر کو بھی فتح کر لیا اور ۳۲۲ ہجری میں اپنی موت سے مر گیا۔ تاریخ کامل (ابن اثیر ج ۸ ص ۹۰) میں درج ہے کہ ”اس کا زمانہ مہدویت ۳۳ سال ایک ماہ ۲۰ یوم رہا۔“

حسن بن صباح

اس شخص نے بھی ایک جدید مذہب ملک عراق، آذربائیجان و افریقہ وغیرہ میں جاری کیا اور مدعی الہام بھی تھا۔ ایک جہاز جس میں وہ سوار تھا۔ طوقان میں آ گیا۔ اس نے پیش گوئی کے طور پر کہا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ یہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ کہتا تھا کہ میں اس دنیا پر متصرف ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل مثل تعمیل حکم خدا کے ہے اور جو اس سے روگرداں ہوا۔ وہ خدا سے روگرداں ہوا اور اس نے اپنے مریدوں کو پھسلانے کے واسطے ایک بہشت بھی بتایا ہوا تھا۔ چنانچہ ہزار ہا آدمی اس کے مرید ہو گئے اور اس کے گروہ کا نام فدائی تھا۔ اس مذہب کے ذریعہ حکمران بھی ہو گیا۔ آخر ۳۵ برس دلائیت و حکومت کر کے اور ہزار ہا مسلمانوں کو گمراہ کر کے ۵۱۸ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔

سجاح

اس عورت نے میلہ کذاب کے وقت میں دعویٰ نبوت کیا اور گردہ کثیر قبیلہ تھیں۔ اس کے مرید ہو گئے اور بہت سے رؤسا اس کے ساتھ ہو گئے اور بجد خلافت معاویہ نائب ہو گئے۔ اس کا زمانہ ۳۰ سال سے بھی زیادہ ہوا۔ جیسا کہ تاریخ کامل (ابن عربین ص ۲۴ ص ۵۶) میں لکھا ہے کہ سجاح ہمیشہ اپنی قوم تغلب میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت معاویہ اس کو اور اس کی قوم کو بغداد لے گئے اور سب نے وہاں اسلام کو قبول کیا۔

عبدالمومن مہدی

یہ شخص بھی افریقہ میں مہدی بنا اور صد ہا آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہزار ہا لوگ اس کے مرید ہو گئے اور حاکم مرا کو وغیرہ سے مقابلہ و جنگ کرتا رہا اور ۳۵۸ھ میں اپنی موت سے مر گیا۔ اس کا زمانہ دلائیت و مہدویت ۱۳ سال سے بہت زیادہ ہے۔

حاکم بامر اللہ

اس شخص نے ملک مصر میں دعویٰ نبوت سے گذر کر خدائی کا دعویٰ کیا ہوا تھا اور ایک کتاب اپنے گروہ کے لئے تالیف کی اور ایک نیا فرقہ قائم کیا۔ جن کو روز کہتے ہیں اور اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا۔ شراب و زنا عام کر دیئے تھے اور علیحدہ شریعت بنائی ہوئی تھی اور بہت خواہات اس کے ہیں۔ کذافی حج الکرامہ۔ تاریخ کامل ابن اثیر کی ج ۹ میں لکھا ہے کہ یہ ۲۵ برس تک حکومت کر کے مر گیا۔

اکبر بادشاہ ہند

اس بادشاہ نے دعویٰ نبوت کا کیا اور ایک نیا مذہب جاری کیا جس کا نام مذہب الہی رکھا اور کلمہ لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ ایجاد کیا اور کہتا تھا کہ مذہب اسلام پرانا ہو گیا۔ اس کی ضرورت اب نہیں رہی اور لوگوں سے اقرار نامے لکھوائے جاتے تھے کہ مذہب اسلام آبائی کو چھوڑ کر مذہب الہی اکبر شاہی میں داخل ہوا ہوں۔ نماز، روزہ، حج ساقط ہوا تھا۔ شیخ عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں اس کے مفصل حال درج ہیں۔ اس نے ۱۵۸۱ء میں دعویٰ نبوت کیا اور ۱۶۰۵ء میں اپنی موت سے مر گیا۔

عبداللہ بن تو مرت

یہ شخص بھی مہدی موعود بنا ہوا تھا اور ہزار ہا لوگ اس نے مرید بنائے ہوئے تھے اور اس امامت کے ذریعہ اس نے حکومت بھی حاصل کر لی اور موقعہ جنگ پر پیش گوئیاں بھی کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک موقعہ پر پیش گوئی کے طور پر کہا کہ خدا کی طرف سے ہم کو اس جماعت پر نصرت اور مدد پہنچے گی اور ہم اس امداد اور فتح سے خوشحال ہو جاویں گے۔ چنانچہ یہ بات سچی ہو گئی اور لوگوں کو اس کے مہدی ہونے کا یقین کامل ہو گیا اور ہزار ہا لوگوں نے اس کے ساتھ بیعت کی۔ یہ شخص عالم، فاضل تھا اور بڑے عروج میں اپنی موت کے ساتھ مر گیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اس کی حکومت کا زمانہ ۲۰ سال کا تھا اور ضرور حکومت حاصل کرنے کے پہلے چار پانچ سال مہدی بنا اور بعدہ حاکم بنا۔

محمد علی بابی

اس شخص نے ملک فارس میں بچہ محمد شاہ کا چار جو ۱۲۵۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا ایک نیا مذہب بابی نام جاری کیا اور کہتا تھا کہ میں مہدی موعود ہوں اور کہتا تھا کہ میری کلام میرا معجزہ ہے اور اپنا ایک نیا قرآن تصنیف کیا۔ جس کو وہ مثل قرآن شریف اور بجائے قرآن شریف کے تعلیم دیتا اور الہامِ دہی کا مدعی تھا۔ شراب کو حلال کر دیا۔ رمضان کے روزے ۱۹ کر دیئے۔ عورتوں کو ۹ شوہر تک اجازت دی۔ حسن خاں حاکم فارس نے اس کے شعبدہ ہانے دیکھ کر اس پر اعتقاد کر لیا۔ یہ شخص چالیس سال سے زیادہ زندہ رہ کر مر گیا اور اس کا گروہ ”بابی“ اب تک ملک فارس میں موجود ہے۔ مشنریوں کی مزاحم اور آیات قرآنی میں بھی دیکھتے ہیں۔

”قال اللہ تعالیٰ: ومن اظلم ممن افترى على الله كذباً او قال اوحي ولم يوحي اليه ومن قال سانشزل مثل ما انزل الله ولوترى اذا الظالمون فى غمرات الموت والملائكة باسوطو ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب

الھون بما كنتم تقولون على الله غير الحق وكنتم عن آياته تستكبرون (الانعام: ۹۳) ”دوسری آیت: ”فمن اظلم ممن افترى على الله كذباً او كذب باياته اولئك ينالهم نصيبهم من الكتاب حتى اذا جاءتهم رسلنا يتوفونهم قالوا انما كنتم تدعون من دون الله قالوا ضلوا عنا وشهدوا على انفسهم انهم كانوا كافرين (الاعراف: ۳۷)“ تیسری آیت: ”ومن اظلم ممن افترى على الله كذاً او كذب باياته انه لا يفلح الظالمون (الانعام: ۲۱)“ چوتھی آیت: ”قل ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون متاع في الدنيا ثم الينا مرجعهم ثم كذبهم العذاب الشديد بما كانوا يكفرون (يونس: ۶۹، ۷۰)“ پانچویں آیت: ”ان الذين يتخذوا العجل سينالهم غضب من ربهم وذلة في الحياة الدنيا وكذلك يخزي المفتريين (الاعراف: ۱۵۲)“

ان آیات خمسہ خبر کہ اور امثالہا میں سے ایک پر بھی نظر ڈالنے سے صاف روشن ہوا ہے کہ مفتریان کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں جو سزا مقرر ہے۔ وہ ذلت و خواری و بنا کا میاں ہی ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ بعضوں کو یہ ذلت ان کی موت اور جانگی کے وقت ملائکہ کے ہاتھوں سے ملتی ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ جو ان کا نصیب نوشتہ میں سے یعنی رزق اور عمر وہ ان کو پہنچتے رہتے ہیں۔ ان میں کی نہیں ہوتی۔ نہ رزق کی تنگی اور نہ اجل مسیٰ میں کوتاہی ان آیات شریفہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے سزائے موت نکلتی ہو۔ بلکہ سارے قرآن میں بھی اس کا پتہ نہیں اور شریعت میں جو مدعی نبوت و امثالہ کے لئے سزا مقرر ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ مفتری علی اللہ ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس نے اس ایک نص قطعی و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین کا انکار کیا اور مرتد ہوا۔ پس مرتدین کی ذیل میں سزائے ارتداد قتل کیا جائے۔ نہ سزاء افتراء بھی سبب ہے جو مرزا قادیانی بھی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسری آیت جس میں مفتری کی سزا جان سے مار ڈالنا ہو۔ نہیں لاسکے۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۴، خزائن ج ۷ ص ۴۳۳) میں دو آیتیں لائے ہیں۔ ایک کے معنی میں خود لفظ مرنا زیادہ کر دیا۔ یعنی آیت ”قد خاب من افترى“ کا ترجمہ یوں کر دیا کہ مفتری نادر امرے گا۔ باوجودیکہ خاب کے معنی میں موت داخل نہیں ہے۔ دوسری آیت کا آخر وہی ہے جو ہم آیات خمسہ میں پورا پورا لکھ آئے ہیں۔ یعنی ”من اظلم ممن افترى على الله كذباً“ اور ”كذب باياته اولئك ينالهم نصيبهم من الكتاب حتى اذا جاءتهم رسلنا يتوفونهم“ مرزا قادیانی نے ”ينالهم نصيبهم من الكتاب“ کا خیر تک چھوڑ دیا۔

(اربعین نمبر) میں اس کو نہیں لایا۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مفتزیوں کو ان کا نصیب نوشہ سے پہنچ رہتا ہے۔ یعنی عمر اور رزق جو ان کے واسطے ہے۔ وہ ان کو دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب فرشتے جان لینے کو آتے ہیں تو ان کو زجر ملامت کرتے ہیں۔ دوسری جگہ اس آیت کے آخر صرف ”انہ لا یفلح الظالمون (الانعام: ۲۱)“ سے یعنی وہ ظالم مفتزی کامیاب نہیں ہوتے۔ مرزا قادیانی نے یہ عبارت آخر سے گرا دی اور تمام آیت کو جو ان کے دعویٰ کے مخالف تھی، چھوڑ دیا۔ دعویٰ یہ تھا کہ صدا جگہ قرآن میں پاؤ گے۔ خدا مفتزیوں کو ہلاک کرتا ہے۔ مگر ایک آیت بھی پیش نہ کر سکے۔ ”بجو لوتقول“ کے یہ تو قرآن ہے۔ احادیث میں بھی جہاں ان دجالوں، کذابوں کا ذکر ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے خرد و جہل کی خبر دی ہے اور ان کی ہلاکت اور کوئی عذاب آسمانی کی ان کے حق میں پیش کوئی نہیں فرمائی۔ ”وانہ سیکون فی ابنتی کذابون ثلثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (الحدیث)“ ان کے کُل ہلاکت کا کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ ”ولا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ“ جس میں صاف اشارہ ہے کہ اسی اہل حق طاقتور کے ہاتھ سے وہ کذاب مفتزی ذلت اور خواری اٹھادیں گے اور ان پر حجت قائم ہوگی اور اہل حق غالب رہیں گے۔

باب دہم

مرزا قادیانی کی حقیقت الوحی کے رد میں

کانے وجال کا مسودہ میں ختم کر چکا تھا کہ مرزائے قادیانی کی ”حقیقت الوحی“ میرے

نظر سے گذری۔

اوّل تو یہ کتاب سراسر فضول ہے۔ کیونکہ اس میں بار بار انہیں مضامین کا ذکر ہے۔ جو سینکڑوں دفعہ مرزا قادیانی کی کتابوں، رسالوں، اشتہاروں، اخباروں اور دیگر مرزائیوں کی تعنیفات میں بے حد طوالت و تکرار کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں اور جن کا ذکر تمام مرزائیوں میں دن رات دیوانوں کی طرح ہوتا رہتا اور ہمیشہ بحثیں ہوتی ہیں اور یہ باتیں عموماً تمام مرزائیوں کے ازب ہو چکی ہیں۔

دوم یہ کتاب خود فرضی کا کامل آئینہ ہے۔ کیونکہ اس کتاب کا اصل صرف زیادہ سے زیادہ چھ آذنی جلد ہو سکتا ہے۔ دو آذنی جلد منافع کا کراٹھا آذنی ہو جاتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے پانچ روپیہ

قیمت رکھ دی۔ میری تفسیر القرآن مجم میں اس کی نسبت چہار چہد ہے۔ مضامین کے لحاظ سے سینکڑوں گنی ہے۔ کیونکہ اس میں محض ایک ہی مضمون پر بحث ہے اور میری تفسیر القرآن میں ایسے سینکڑوں مضامین پر بحث کے لحاظ سے اس سے ہزاروں گنی سمجھنی چاہئے۔ کیونکہ اس کی تمام تحریر اتناپ شاپ قلم برداشت ہے۔ مگر میری تفسیر میں فی صفحہ بیسیوں آیات، تورات، انجیل و قرآن معہ نمبر درج ہیں۔ ہاں جو سینکڑوں گنی زیادتی کے قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ ہے۔ بلا کسی محنت و تردد کے مرزا قادیانی نے اس اتناپ شاپ تحریر سے چار ہزار روپیہ نقد کما لیا۔

سوم..... اصول رفاه عام کے لحاظ سے اس کی قیمت اصل مصارف سے کچھ ہی زیادہ ہونی چاہئے تھی۔ جیسا کہ اہل یورپ اپنی تمام اشیاء کی قیمت رکھتے ہیں۔ مگر افسوس مرزا قادیانی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ فنا فی اللہ ہے۔ وہ خدا کے راستہ میں اپنا سب کچھ قربان کر چکا ہے۔ اس نے نفس کو کلیتہً ہلاک کر دیا ہے۔ مگر عملی اسلام جیسا نبیوں کے برابر بھی نہیں۔ جن کو وہ دجال کہتا ہے۔ عیسائی لوگ تو مذہبی کتابوں کو قریب قریب اصل قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی عموماً اس گنی قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ کیا سو دو سو کی نسبت اس میں زیادہ خود غرضی نہیں ہے؟ اگر سو دس ہزار پر حرام ہے کہ بلاتر دو زیادہ منافع لیا جاتا اور خود غرضی اور بیدردی پیدا ہوتی ہے تو پھر کیا یہ حرام نہیں کہ اسلامی خدمت کے دو پیسے سے ایک کتاب اتناپ شاپ چھپوا کر اس گنی قیمت وصول کی جائے؟ کیا تمام انبیاء علیہم السلام ایسا ہی کیا کرتے تھے؟

چہارم..... ہر مضمون میں بے حد مکرر اور طوالت کے ساتھ بے فائدہ کتاب کا حجم بڑھا دیا ہے۔ یہی تمام مضامین موصولہ میں نہایت صفائی کے ساتھ آ سکتے تھے۔ یہ اسراف بے جا ہے۔ ساتھ ہی اس میں ایک تو یہ چال ہے کہ حجم بڑھا کر زیادہ روپیہ وصول کر لیا جائے۔ دوم یہ کہ خلاف علم اور خلاف عقل امور کو بت پرستی کی طرح ذہن نشین کر دیا جائے۔

پہلے باب..... میں مرزا قادیانی نے یہ بیان کیا ہے کہ بعض لوگوں کو سچے خواب آجاتے اور بعض سچے الہام ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی فاسق و فاجر کیوں نہ ہوں۔ ان کو خدا سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔

دوسرے باب..... میں یہ بیان ہے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو بعض اوقات سچے خواب آتے اور سچے الہام ہو جاتے ہیں۔ ان کو خدا سے کچھ تعلق بھی ہوتا ہے۔

تیسرے باب..... میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ سے اسکل اور معطلی طور پر وحی پاتے اور کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ خواہ میں بھی ان کو لفظ الصبح کی طرح

ہجی آتی ہیں اور خدا تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔

یہ ہر سہ امور میں بدیہی الثبوت ہیں۔ ہر صحیح الفطرت انسان ان کو خود بخود تسلیم کر سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے بے حد گھرار اور طوالت کے ساتھ ان سادہ اصول کو چھین صفحہ میں پھیلا دیا ہے۔ مگر ان کے متعلق ایک ضروری مسئلہ کو بالکل مس نہیں کیا۔ وہ یہ کہ جن لوگوں کے دماغ فطرتاً الہامات اور خواہات کے مناسب ہیں۔ وہ خاص مشغلہ اور توجہ سے اس ملکہ کو بہت ترقی دے سکتے ہیں۔ خواہ ان کے اور عمل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔ مثلاً جس شخص کا دماغ فطرتاً الہامات و خواہات کے موزوں ہے۔ اگر وہ ہمیشہ اپنے خواہات و الہامات کا چرچا رکھے اور سوتے ہوئے یا اور اوقات میں اللہ کو اس کے مبارک ناموں سے پکارتا رہے۔ لوگوں میں اپنی عزت بڑھانے کے واسطے ہمیشہ اپنے رب سے اس امر کا طالب اور خواہاں رہے کہ اس کو غیب کی خبریں ملتی رہیں تو کثرت سے اس کو غیب کی خبریں ملتی رہیں گی۔ خواہ اور طرح پر وہ بددیانت، بدعہد، فاسق، فاجر، کذاب، مسرف اور عیاری کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی مؤمن یا غیر مؤمن۔ نیک یا بد سچے یا جھوٹے کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ ”انما لا یضیع اجر العاملین“ پس جو قانون میں محنت کرتا ہے۔ وہ آخر کار مقضیٰ بن جاتا ہے۔ جو ڈاکٹری میں محنت کرتا ہے۔ وہ ڈاکٹر بن جاتا ہے جو مسریم میں مشق کرتا ہے۔ وہ مسریم بن جاتا ہے۔ جو خوشنویسی میں محنت اٹھاتا ہے۔ وہ خوشنویس بن جاتا ہے جو زراعت میں محنت کرتا ہے۔ وہ اس کا پھل پالیتا ہے۔ خواہ وہ مؤمن ہو یا غیر مؤمن۔ نیک ہو یا بد۔ خدا رسیدہ ہو یا مروود۔ اسی طرح ہر جو شخص ہمیشہ خدا سے اخبار غیب کا طالب رہتا ہے۔ ہر مشکل کے وقت اضطراری دعائیں کرتا ہے تو ضرور اس کو غیب کی خبریں ملتی اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ خواہ وہ دراصل مؤمن ہو یا غیر مؤمن ہو۔ کیونکہ جیسی اللہ تعالیٰ کی ظاہری ربوبیت عام ہے۔ ویسی ہی باطنی ربوبیت بھی عام ہے۔ ایسا سبب اس کا نام ہے۔ رب العالمین اس نے خود فرمایا ہے۔ ”اجیب دعوة الداع اذا دعان (البقرہ: ۱۸۶)“ میں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ مشرکوں کے حالات میں ہے۔ ”اذا ركبوا في الفلك دعوا واللہ مخلصین له الدين فلما نجاهم الى البر اذا هم بيشركون (العنکبوت: ۶۵)“ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں۔ اللہ کو خالص دین کے ساتھ پکارتے ہیں۔ پس جب ہم ان کو حفاظت سے خشکی پر لے آتے ہیں تو وہ وہیں شرک کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ میں ایک سردار کہنیا سنگھ رام مہاراج جیکٹھ مراتب کے نفروں میں سے ہیں۔ ان کو کثرت سے خواب آتے ہیں۔ جن میں غیب کی خبریں بکثرت ہوتی ہیں اور

بڑے بڑے عظیم الشان تغیرات کی نسبت اس کو قبل از وقت خبر مل جاتی ہے۔ ایسا ہی لالہ بھگوان داس صاحب ممبر کونسل ہیں۔ جن کو بڑے معاملات میں قبل از وقت خواب آتے ہیں۔ پس جب تک کسی شخص کے معاملات اور اخلاق اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ اس کے ہر فعل سے ایثار، ثناء، ہمدردی اور راست ہازی ثابت نہ ہو۔ اس وقت تک محض کثرت روڈیائے صادقہ والہامات غیبیہ اس کی ولایت کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ اس اصول کو مرزا قادیانی نے عمداً بدعتی سے بیان نہیں کیا۔ کیونکہ اس سے اس کی تردید ہوتی تھی۔ بلکہ تمام کتاب میں اپنی پیش گوئیوں کا ہی ذکر کر کے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ وہ خدا کا برگزیدہ ہے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے نبیوں اور رسولوں میں سے ہے۔ حالانکہ اس نے براہین کی نسبت لمبے چوڑے اشتہارات دے کر تمام روپیہ جنگلی وصول کیا۔ مگر تین سو چودیس سے محض تیس جزو، تین سو لاکھ میں سے محض ایک دلیل شائع کر کے ایسا دم بخود ہوا کہ اٹھائیس سال سے اس کتاب کا نام تک نہیں لیا۔ سراج منیر کی مفت اشاعت کے واسطے چودہ سو روپیہ چندہ وصول کر کے خورد برد کر گیا۔ چند سال کے بعد سراج منیر شائع ہوا اور آٹھ گنی قیمت پر فروخت کیا گیا۔ ایسا ہی ڈھائی سو روپیہ ماہوار چندہ جو کتابوں کے مفت اشاعت کے واسطے مقرر ہوا تھا۔ سا لہا سال بلا حساب و کتاب خورد برد ہوتا رہا اور آخر کار اس کا نام لنگر خانہ کا چندہ رکھا گیا۔ ایسا ہی منارہ کے نام پر تیس ہزار سے زیادہ چندہ جمع ہوا اور وہ سب ہضم ایسے ہی توسیع مکان اور مسجد کا چندہ۔ براہین کے معاملہ میں بدعہدی کی۔ سراج منیر کے معاملہ میں، مشن تبت کے معاملہ میں، تفسیر کتاب عزیز، منارہ، اربعین، من الرحمان وغیرہ کے معاملہ میں۔ دماغ ایسا آتھیں اور قلب ایسا کینہ تو زور اور لایسا عالم سوز ہے کہ دنیا کی جاہلی اور مرزا قادیانی کے واسطے عید کا دن۔ عالم کہاب ہوا اور مرزا کی شادی اور فتح ہو۔ گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی جتلانے لگے۔ مکہ، مدینہ، روم، ایران اور افغانستان کی بربادی کے ولولہ جوش زن ہو گئے۔ دعویٰ تو محمد کے اتباع اور محبت کا۔ مگر اس کے تیس کروڑ جان فدا رفت کے جانی دشمن۔ یہاں تک کہ کتابوں میں دعائیں شائع کی جاتی ہیں کہ طاعون پھیلے اور مرزا قادیانی کے مخالف ہلاک ہوں۔ پھر طاعون کے پھیلنے پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ جب کہ اس کے ظاہری اعمال، اخلاق اور دین کا یہ حال ہے کہ اس قدر بغض اور کینہ عیسائیوں اور آریاؤں کو بھی امت محمدی سے نہیں۔ جس قدر کہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو ہے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر اس کے بعض خواہات اور الہامات سچے بھی ہوئے ہیں تو وہ اس کی ولایت یا نبوت یا رسالت کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ وہ تمام بنی نوع کا عموماً اور مسلمانوں کا خصوصاً سچا ہمدرد اور خیر خواہ ثابت نہ ہو جائے۔ جب تک عملیہ نظر نہ آئے کہ اور لوگ

نادان بچہ کی طرح دن رات اس پر بول و براز کرتے اور ہر وقت اس سے بلا کسی عوض کے خدمت لیتے ہیں۔ مگر وہ رحیم ماں کی طرح ہر وقت ان سے محبت کرتا، ان کی خیر خواہی کرتا، ان کی خدمت کرتا، ان کو پالتا اور ان کے تمام دکھ خوشی کے ساتھ برداشت کرتا ہے۔ وہ کبھی برگزیدہ خدا اور فانی اللہ اور فانی الرسول ہونے کے دعوے میں سچا نہیں ٹھہر سکتا۔ خاتمہ حقیقت الہی میں مرزا قادیانی نے مجتہدین کے اعتراضات کا جواب دینا چاہا ہے۔ جس کو پڑھ کر میں یہ سمجھا کہ یہ میرے ان خوابات کی تاویل ہے جس میں میں نے یہ دیکھا تھا کہ ایک بڑا سانپ ہے۔ جس کو دھمکری نے مارا ہے۔ پھر ایک لکڑی لے کر میں بھی مارنے کے واسطے پہنچا۔ اس سانپ کے کھلے کھلے ہو گئے مگر پھر بھی بولتا رہا اور اس کی بیوی نے دیکھا کہ سانپ نے جس کو اس نے کاٹ کر ہٹایا میں بھوننا شروع کیا۔ مگر پھر بھی وہ بولتا رہا۔ چنانچہ آسح الدجال نے مرزا قادیانی کے کھلے کھلے کر دیئے اور کوئی معقول جواب اس سے بن نہیں سکتا۔ مگر پھر بھی وہ بولنے سے باز نہیں آتا۔ عذر نامعقول ثابت میکند الزام را۔

میرے اعتراضات کا جواب شروع کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ ”سو پہلے وہ امر لکھنے کے لائق ہے۔ جس کی وجہ سے عبدالکحیم خاں ہماری جماعت سے علیحدہ ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ نجات اخروی حاصل کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہر ایک جو خدا کو وحدہ لا شریک جانتا ہے گو آنحضرت ﷺ کا کذب ہے۔ وہ نجات پائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک ایک شخص اسلام سے مرتد ہو کر بھی نجات پاسکتا ہے اور ارتداد کی سزا اس کو دینا ظلم ہے۔ مثلاً حال میں ہی جو ایک شخص عبدالغفور نام مرتد ہو کر آریہ سماج میں داخل ہوا اور دھرم پال نام رکھا اور آنحضرت ﷺ کی توہین اور تکذیب میں دن رات کمر بستہ ہے۔ وہ بھی عبدالکحیم خاں کے نزدیک سیدھا بہشت میں جائے گا۔“ (حقیقت الہی ص ۱۰۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۲) یہ ہے مرزا قادیانی کی دیانت اور امانت۔ میری کوئی عبارت نقل نہیں کی۔ بلکہ اپنے الفاظ میں ہی ایک بہتان باندھ کر اس پر انشاء پر دازی شروع کر دی اور کمال چالاکی سے اس افتراء کی تردید میں چالیس صفحہ سیاہ کرتا چلا گیا ہے۔ میرے رسائل الذکر الکحیم نمبر ۴ اور آسح الدجال میں سے اگر کوئی مرزائی یہ عبارت دکھا دے یا کوئی ایسی عبارت دکھا دے۔ جس کا یہ مفہوم ہو۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے بیان کیا ہے تو پانچ سو روپیہ انعام۔ اس بارہ میں چند فقرات اپنے اور مرزا قادیانی کے بالمقابل ذیل میں درج کر کے پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ناظرین ہآسانی غور فرما سکیں۔

مرزا قادیانی اور اس کے جیلوں کے فقرات	ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے فقرات
<p>”ہاں! جن لوگوں کو خدا تعالیٰ کا کلام نہیں پہنچا اور وہ بالکل بے خبر ہیں۔ ان سے ان کے ظلم اور عقل اور ایم کے موافق مواخذہ ہوگا۔“</p>	<p>محمد مصطفیٰ ﷺ سید المرسلین خاتم النبیین اور رحمت اللعالمین ہیں۔ جو شخص محمد ان کی مخالفت کرتا ہے وہ شقی اور بد بخت ہے۔ ہاں جن لوگوں پر آپ کی تبلیغ نہیں ہوئی یا جو نقص علم یا نقص فہم سے نہ خدا تعصب کی رو سے قائل یا مخالف ہیں۔ ان کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔</p>
<p>(حقیقت النور ص ۱۷۱، خزائن ج ۳۲ ص ۱۷۶)</p> <p>”جو شخص نام سے بھی ابلیس بے خبر ہے۔ اس پر مواخذہ کیونکر ہو سکتا ہے۔“</p>	<p>”وما کننا معذبین حتیٰ ننبیث رسولاً لا ینکلف اللہ نفساً الا وسعها (البقرہ: ۲۸۹)“</p> <p>(الذکر الحکم نمبر ۳ ص ۱۲۱) جو لوگ قرآن مجید کے خلاف چلتے یا کسی ایک حصہ کو ہی پکڑ کر توحید و رسالت محمدی کی حقیر کرتے ہیں۔ ان کا میں مخالف ہوں۔ ہر امر میں استساک بالقرآن اور استساک بالفطرت جو مرالیائے متکاہلہ ہیں۔ عین حکمت اور عین رشد و سعادت سمجھتا ہوں۔ (الذکر الحکم نمبر ۳ ص ۱۲۱) میں حیران ہوں۔ میری نسبت یہ کیسے تحریر فرمایا گیا کہ میں تمام جیسا تیزوں، دہریوں، مرتدوں اور کافروں وغیرہ کو جو آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ناجی سمجھتا ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں قرآن مجید کی آیات بیانات اور احادیث صحیحہ اور عقل سلیم اور فطرت اللہ کی بناء پر یہ ضرور مانتا ہوں کہ جن لوگوں پر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ ان میں جو خدا پرست اور صالح لوگ ہیں وہ ضرور نجات پائیں گے۔ جو لوگ نقص علم یا نقص فہم کی وجہ سے نہ شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالف بھی ہوں اور حقیقت میں راست باز خدا پرست اور نیک عمل ہوں۔ وہ قائل معافی ہیں۔</p>
<p>(حقیقت النور ص ۱۷۸، خزائن ج ۳۲ ص ۱۸۴)</p> <p>”جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ کذب اور منکر ہے تو گوشریعت نے جس کی بناء ظاہر پر ہے اس کا نام بھی کافر رکھا ہے اور ہم اس کو باجناح شریعت کافر کے نام سے پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک ہو جب آیت ”لا ینکلف اللہ نفساً الا وسعها“ قائل مواخذہ نہیں ہوگا۔“</p>	<p>متکاہلہ ہیں۔ عین حکمت اور عین رشد و سعادت سمجھتا ہوں۔ (الذکر الحکم نمبر ۳ ص ۱۲۱) میں حیران ہوں۔ میری نسبت یہ کیسے تحریر فرمایا گیا کہ میں تمام جیسا تیزوں، دہریوں، مرتدوں اور کافروں وغیرہ کو جو آنحضرت ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ناجی سمجھتا ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں قرآن مجید کی آیات بیانات اور احادیث صحیحہ اور عقل سلیم اور فطرت اللہ کی بناء پر یہ ضرور مانتا ہوں کہ جن لوگوں پر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ ان میں جو خدا پرست اور صالح لوگ ہیں وہ ضرور نجات پائیں گے۔ جو لوگ نقص علم یا نقص فہم کی وجہ سے نہ شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالف بھی ہوں اور حقیقت میں راست باز خدا پرست اور نیک عمل ہوں۔ وہ قائل معافی ہیں۔</p>
<p>(حقیقت النور ص ۱۸۹، خزائن ج ۳۲ ص ۱۸۶)</p> <p>”اگر اہل امریکہ و یورپ ہمارے سلسلہ کی طرف توجہ نہیں کرتے تو وہ محظور ہیں اور جب تک ہماری طرف سے ان کے آگے اپنی صداقت کے دلائل نہ پیش کئے جائیں وہ انکار کا حق رکھتے ہیں۔“</p>	<p>دیکھو (الذکر الحکم نمبر ۳ ص ۱۸)</p>
<p>(الحکم مدورہ ۱۱ مارچ ۱۹۰۷ء)</p> <p>بے خبر کو اللہ تعالیٰ طراب نہیں دیتا۔ جیسا کہ فرمایا: ”کم یکن دیک مہلک القرۃ بظلم و اہلیا غافلون“ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا۔ باوجودیکہ وہ مشرک، شرک، اور ظالم بھی ہوں۔ جب کہ وہ لوگ انذار منذر سے بے خبر ہوں اور ایسا کرنا ظلم ہے اور حیران پندوں پر ظلم نہیں کرتا۔</p>	<p>ان تمام فقرات کا نتیجہ اگر اسی طریق سے نکالا جائے جس طرح کہ مرزا اور مرزائیوں نے میرے کلمات سے نکالا ہے تو یہی لکھتا ہے کہ نجات کے واسطے تو خدا کی ضرورت ہے اور نہ رسول کی ضرورت ہے۔ نہ اعمال کی ضرورت ہے نہ ہمار نجات، نہ خدا ہے۔ نہ مہم ہے۔ نہ تعلیم قرآن و حدیث ہے۔ بلکہ ہمار نجات یا تو مرزائے قادیانی سے یا بے خبر ہونا۔</p>

مرزا قادیانی نے میرے صرف ایک ہی اعتراض کو لیا اور کس دیانت اور خوبی کے ساتھ جواب دیا۔ اس سے ناظرین خود سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک خانن اور کذاب کے طریق پر مرزا قادیانی نے خاص چالاکی سے اپنے ہی الفاظ میں مجھ پر ایک بہتان شائع کر دیا ہے تاکہ لوگ مجھ سے متنفر ہو کر میرے رسائل کو نہ دیکھ سکیں۔ ورنہ دیانت کا یہ طریق تھا کہ میرے الفاظ اور دلائل کو نقل کر کے پھر ان پر جرح کرتا۔ باقی الزامات جو واقعی طور پر خود مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تصانیف سے اسح الدجال میں صاف طور پر ثابت کئے گئے ہیں مثلاً: (۱) خلاف شرع دعاوی والہامات۔ (۲) ہشتی مقبرہ۔ (۳) رب العالمین اور انبیاء علیہم السلام کی سخت توہین و تذلیل۔ (۴) قرآن وحدیث اور تیرہ سو سالہ اسلام کو مردہ قرار دینا۔ اجاب محمدی، ایمان بالخدا، اور تمام اعمال کو بیخ قرار دینا۔ بلکہ تمام علمائے اسلام اور قبضین قرآن وحدیث کو کافر اور چہنمی قرار دینا۔ (۵) خداوند عالم کی فطرت کو لعنتی شے ٹھہرانا۔ (۶) متواتر خلاف عہدیاں۔ (۷) لمبے چوڑے اشتہارات سے روپیہ وصول کرنا۔ (۸) قس گوئی۔ (۹) تمام مسلمانوں اور تمام قوموں پر لعنتیں برسانا اور ان کی ہلاکت میں خوشیاں منانا۔ (۱۰) آرام طلبی و شکم پروری۔ (۱۱) ترک حج۔ (۱۲) اپنی کتابوں کے لئے مال زکوٰۃ طلب کرنا۔ (۱۳) تصادیر کھینچنا۔ (۱۴) تمام مسلمانوں سے پھٹ جانا۔ (۱۵) جمہوٹی شیخی اور کبریاں۔ (۱۶) بے حد غلو و بیانیوں۔ (۱۷) خالی دعوے۔ (۱۸) خالی شاعری، خوش خوری نفس پرستی اور بیہودہ انشاء پر دازی۔ (۱۹) تعمیر منارہ۔ (۲۰) انبیاء علیہم السلام کی حقیر۔ (۲۱) بے حد بیک ماتنگنا اور جس کا چندہ تین ماہ تک نہ پہنچے اس کے اخراج کا اعلان دینا۔ (۲۲) اس کی پیشین گوئیوں میں بے حد غلو اور کذب کی آمیزش۔ (۲۳) اس کے الہامات کا شیطانی الہامات سے مشابہ ہونا۔ (۲۴) اسح موعود کے متعلق جو احادیث صحیحہ ہیں ان سے مرزا قادیانی کی حالت کا مطابق نہ ہونا۔ (۲۵) اس کے دعاوی اور نشانات کے مشابہت ابن صیاد اور اسح الدجال اور احادیث صحیحہ و سنن انبیاء کا صریح خلاف۔ (۲۶) ان تمام واقعی امور کا جواب مرزا قادیانی نے محض اس قدر دیا ہے۔ ”کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ عبدالحکیم اور اس کے ہم جنسوں نے مجھے سمجھا ہے تو پھر خدا تعالیٰ سے بڑھ کر میرا دشمن اور کون ہوگا اور اگر میں خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا نہیں ہوں تو پھر میں یہی بہتر طریق سمجھتا ہوں کہ ان باتوں کا جواب خدا تعالیٰ پر چھوڑ دوں۔“

(حقیقت الہی ص ۱۸۲، خزائن ج ۲۳ ص ۱۸۸)

ثابت شدہ الزامات کا جواب ایسے طریق پر حلاف اور کذاب لوگ تو ضرور دیا کرتے ہیں جو بات بات پر قسمیں کھایا کرتے اور خدا کو گواہ بنایا کرتے ہیں۔ مگر قرآن مجید اور سنت انبیاء میں ایسے جواہرات کا کہیں پتہ نہیں چلتا نہ انسانی عدالتوں اور قوانین میں واقعی شہادتوں کے خلاف ایسے بیان قبول کئے جاتے ہیں۔ کئے ہوئے اور بننے ہوئے سانپ کی طرح چلنے سے بہتر ہوتا کہ مرزا قادیانی مطلق خاموشی اختیار کر لیتے اور عبدالحکیم خان کے اعتراضات کا نام ہی نہ لیتے۔ میرے رسالہ مسیح الدجال کی تردید کی طرف اشارہ تک نہ کرتے۔

اس قدر تمہیدی بیان کے بعد اب میں مرزا قادیانی کے ۲۰۸ نشانات کی طرف نظر اور چند فقروں میں تقسیم کر کے ان کا رد ذکر کرتا ہوں۔

فصل اول: ان نشانات کے بیان میں جو سراسر غلط ثابت ہوئے

۱..... عنموائل اور بشر کی ولادت کی پیش گوئی جس کی نسبت تھا۔ ”کأن اللہ نزل من السماء“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۱) اور جس کی ۸ مارچ ۱۸۸۶ء کو اشاعت کی تھی کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہوگا۔

۲..... بہت سی خواتین مہار کہ جو والدہ محمود کے علاوہ ہیں نکاح میں آئی تھیں۔

(اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۶ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۲)

۳..... ان خواتین سے جو زوجہ دوم کے علاوہ بہت نسل کا ہوتا۔ (ایضاً)

۴..... ۱۸ مارچ ۱۹۰۴ء کو ایک قیامت خیز زلزلہ کی خبر دی اور اس کی میعاد سال آئندہ کی مہار تک بتلائی۔

۵..... ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو پھر شائع کیا۔ ”زلزلہ آنے کو ہے۔“ خود پارخ میں ڈیرہ لگائے۔

۶..... دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برسوں گا اور زمین سے نکالوں گا۔ پر وہ جو تیرے مخالف ہیں پکڑے جائیں گے۔ مرزا قادیانی کے کوئی مخالف ہارشوں میں نہیں پکڑے گئے۔

۷..... موت تیرا ماہ حال کو۔ (تذکرہ ص ۶۷ طبع سوم، بدر مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۶ء) تیراں شعبان کو کوئی موت نہیں ہوئی۔

۸..... ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی نسبت ۳۰ مئی ۱۹۰۶ء کو شائع کیا۔ ”فرشتوں کی کھنٹی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۹-۵۶۰) آج ۲۰ ستمبر ۱۹۰۷ء تک میں بالکل صحیح سلامت ہوں اور جو جالی تبتہ (طعون قادیان) کو پاش پاش کر رہا ہوں۔

- ۹ ۱۵ فروری ۱۹۰۷ء کو شائع کیا۔ ایک ہفتہ تک ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ (تذکرہ ص ۶۹۶)
- ۱۰ فطی الہی بخش مرحوم کی نسبت پیش گوئی کہ مرزا قادیانی پر ایمان لے آئے گا۔
- ۱۱ سلطان محمد کی نسبت پیش گوئی کہ وہ یوم نکاح سے ڈھائی سال کے اندر فوت ہو جائے گا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۵، خزائن ج ۵ ص ۳۲۵، مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)
- ۱۲ دختر احمد بیک کی نسبت پیش گوئی کہ اس کے ساتھ مرزا قادیانی کا نکاح ہو چکا اور وہ ضرور واپس آئے گی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۵، خزائن ج ۵ ص ۳۲۵، مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)
- ۱۳ مولوی محمد حسین صاحب پر چالیس یوم کے اندر ذلت آنے کی پیش گوئی۔
- ۱۴ مولوی محمد حسین، ملا محمد بخش اور ابوالحسن تپتی کی ۱۳ مہینہ میں ذلت۔
- ۱۵ ”ما انا كالقران وسيظهر على يدي ما ظهر من الفرقان“ (تذکرہ ص ۶۳۹، طبع اول) جو کچھ اصلا میں قرآن مجید نے کہیں اس کا کروڑاں حصہ بھی مرزا قادیانی سے آج تک نہیں ہوسکا۔
- ۱۶ عود جوانی کا الہام۔ ششہرہ (مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء)
- ۱۷ ”رد علیہا ردحہا وریحاتہا“ نصرت جہاں بیگم زوجہ مرزا قادیانی کی تازگی اور جوانی واپس لائی جائے گی۔
- ۱۸ ۱۸ فروری ۱۹۰۷ء کا الہام ”کمل الفتح بعدہ“ (تذکرہ ص ۶۷۵، طبع اول)
- ۱۹ پہلے بیگم کی نسبت جو حکم جاری کیا تھا اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ (۱۱ فروری ۱۹۰۶ء)
- ۲۰ عبداللہ آتھم کی نسبت پیش گوئی۔ (جنگ مقدس ص ۲۱۱، خزائن ج ۶ ص ۲۹۳) میعاد ششہرہ کے اندر نہ تو فوت ہو ورنہ اس نے عاجز انسان کو خدا بنانے سے رجوع کیا، نہ اندھے دیکھنے لگے نہ لنگڑے چلنے لگے، نہ بہرے سننے لگے، نہ سچے کی بڑی عزت ہوئی، نہ جھوٹے کی ذلت۔
- ۲۱ دسمبر ۱۹۰۲ء تک نشانی آسانی کے ظہور کی پیش گوئی جو مخالفوں کو ساکت کر دے گا۔
- ۲۲ طاغون سے قادیان کے بچے رہنے کی پیش گوئی۔ (تذکرہ ص ۳۰۳، طبع اول)
- ۲۳ مولوی ثناء اللہ کی نسبت پیش گوئی کہ وہ پیش گوئیوں کی پڑتال کے واسطے کبھی قادیان نہ آئے گا۔
- ۲۴ مولوی محمد حسین کی نسبت پیش گوئی کہ وہ اس پر ایمان لے آئیں گے۔
- (الحجاز احمدی ص ۵۱، خزائن ج ۹ ص ۱۶۲، ۱۶۳)

۲۵..... ”کلب یموت علی الکلب“ ایک مولوی کی نسبت کہ وہ ہاون سال کی عمر میں مر جائے گا۔ مگر اب ان کی عمر ستر سالہ ہے۔

۲۶..... ”لک الخطاب العزة“

۲۷..... قیصر ہند کا شکر یہ۔

۲۸..... سید امیر شاہ رسالدار میجر سردار بہادر سے پانچ سو روپیہ پیشگی لے کر فرزند دلانے کا وعدہ۔

۲۹..... فحشی سعد اللہ لدھیانوی کے اہتر ہو جانے کی پیش گوئی۔

۳۰..... ”انسی احافظ کل من فی اللہ“ (کشتی نوح ص ۱۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰) خاص مرزا قادیانی کے گھر میں عبد الکریم سیالکوٹی اور پیر اندوہ طاعون سے ہلاک ہوئے۔

۳۱..... مریدوں کی طاعون سے حفاظت۔ (تحریر حقیقت الوقی ص ۱۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۲۹ حاشیہ)

مگر بڑے بڑے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ مثلاً مولوی برہان الدین جھلمی، محمد افضل ایڈیٹر الہدرا در اس کالژ کا، مولوی عبد الکریم سیالکوٹی، مولوی محمد یوسف سنوری، عبد اللہ سنوری کا بیٹا، ڈاکٹر بوڑھیخاں، قاضی ضیاء الدین، ملاں جمال الدین سید والہ، حکیم فضل الہی، مرزا افضل بیگ دکیل، مولوی محمد علی ساکن زیرہ، مولوی نور احمد ساکن لودھی منگل، ڈنگہ کا حافظ، زیادہ تفصیل کے لئے دیکھو: کانادا جال، باب چہارم۔

فصل دوم: ان نشانات کے ذکر میں جو محض ایک زمانہ کی طرف دلالت کرتے ہیں:

مگر مرزا قادیانی نے اپنے نشانات کی تعداد بڑھانے کے واسطے محض چالاکی سے ان کو

اپنی تصدیق میں پیش کر دیا ہے۔

۱..... ”اذا العشار عطلت“ جب اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی۔

۲..... ”اذ الصحف نشرت“ جب کتابیں پھیلائی جائیں گی۔

۳..... ”اذ النفوس زوجت“ جب لوگ ملائے جائیں گے۔

۴..... ”اذا البحار فجرت“ جب دریا چہر کر چلائے جائیں گے۔

۵..... ”یوم ترجف الراجفہ وتنبعہا الرادفہ“ جس روز کا مچنے والی کانپنے کی اور

اس کے بعد ویسا ہی زلزلہ آئے گا۔

۶..... ”وان من قرية الا نحن مهلكوها قبل يوم القيامة او معذبوها“ کوئی

بستی ایسی نہیں جس کو ہم یوم قیام سے پہلے ہلاک نہ کریں گے یا عذاب نہ دیں گے۔

(نزل سح ص ۱۸، خزائن ج ۱۸ ص ۳۹۶)

.....۷ حج کا بند ہونا۔

.....۸ ستارہ ذوالہین کا نکلتا۔

.....۹ چھ ہزار برس کے اخیر پر مسیح موعود کا ظاہر ہونا۔ یہ تمام بناوٹ ہے کسی آیت وحدیث میں اس کی تصریح نہیں ہے۔

فصل سوم: ان نشانات کے بیان میں جو فی الحقیقت مرزا قادیانی کے مخالف ہیں مگر چالاک سے اس نے ان کو نشان بنالیا ہے:

.....۱ دانیال نبی کی پیش گوئی۔ اس میں الفاظ ذیل قابل غور ہیں: ”جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک آتا ہے۔“ مرزا قادیانی خود لکھتا ہے کہ اس کو ۱۲۹۰ھ سے شرف مکالمہ حاصل ہے۔ پس یہی وہ مکروہ چیز ہے جس نے ہزاروں مسلمانوں کو خراب کیا۔ مبارک وہ ہے جو انتظار کرتا ہے اور ۱۳۳۵ سال تک آتا ہے۔

.....۲ نعمت اللہ ولی کی پیش گوئی۔ اس میں شعر ذیل قابل غور ہے۔

مہدی وقت و صیسی دوراں ہر دورا شہسوار ی بنم
اس شعر میں مہدی اور صیسی دو علیحدہ وجود بیان کئے گئے ہیں۔ مگر مرزا قادیانی ان کو ایک ہی بناتا ہے۔

.....۳ ”انسی احافظ کل من فی الدار“ یہ غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ ازل: تو خاص مرزا قادیانی کے گھر میں پیراں دیتا اور عبد الکریم طاحون سے ہلاک ہوئے۔ دوم: مرزا قادیانی نے لفظ فی الدار میں تمام مرید شامل کر لئے تھے۔ (کشتی نوح ص ۱۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰) مگر بڑے بڑے مرید ہلاک ہوئے۔ مثلاً محمد افضل، مولوی برہان الدین، مولوی محمد یوسف، مولوی نور احمد۔ سوم: اب اس کے خلاف یہ الہام ہو چکا۔ ”انسی احافظ کل من فی الدار واحافظک خاصة“

.....۴ ”سبحان اللہ، تبارک وتعالیٰ راد مجدک، سيقطع اباؤک ویددؤ منک“

.....۵ مرزا غلام قادر کا سخت بیمار ہونا۔ ان کی نسبت معلوم ہوتا کہ اب ان کی زندگی محض پندرہ یوم ہے۔ پھر دعا سے پندرہ سال زندہ رہتا۔

۶..... خدا تعالیٰ کی زیارت۔ سرخی سے ایک کتاب پر دستخط کرنا اور زاید سرخی چھڑکنا۔ جس کے چھیننے کرتے پر پڑے۔ ایسی بد تمیزی تقدیس باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔

مرزا شیطان مردود

۷..... عباس علی صوفی مرحوم کی نسبت۔ ”اصلها ثابت و فرعها فی السماء“ وہ بعد میں مرزا قادیانی کا مخالف ہو گیا اور سخت مخالفت کی حالت میں ہی مرا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کلمہ طیبہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں یہ الفاظ کلمہ طیبہ کی نسبت ہیں اور مرزا قادیانی دراصل شیطان مردود ہے۔ جس سے اللہ کریم نے عباس علی جیسے کلمہ طیبہ کو نجات دی اور اس کو اس نجات سے ایسا ہی ثابت کر دکھایا کہ اس کی جزا قائم تھی اور اس کی شاخیں آسمان میں تھیں۔

۸..... بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید۔ وپائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم اتحاد۔ مرزائی احمدی ہیں، نہ کہ محمدی۔

۹..... جب براہین احمدیہ کی اشاعت کے واسطے میرے پاس روپیہ نہ تھا۔ میں نے دعا کی۔ الہام ہوا۔ ”ہزی الیک بحذع النخلة تساقط عليك رطبا جنبا“ (براہین احمدیہ ص ۲۲۶، حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۲۵۰) چنانچہ میں نے خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ کی طرف خط لکھا۔ انہوں نے ڈھائی سو روپیہ ایک بار اور ڈھائی سو روپیہ ایک بار بھیجے۔ اس سے معلوم ہوا کہ براہین سے تمام مدعا روپیہ کمانا اور قس پروری تھا۔ سو روپیہ تو اور مرزا قادیانی نے پختہ کجوریں حرے سے کھائیں۔ مگر ستائیس سال سے براہین کا نام نثارو ہے۔ اسی کا مؤید و مصداق میرا وہ الہام ہے جو مجھے مرزا قادیانی کی نسبت ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا۔ ”نـ لـ اـ لـ لـ لـ و سـ قـ یـ ہـ ا“ جب استدلال مرزا جو اس نے عباس علی صوفی کے بارہ میں کیا تھا ضمیر مؤنث سے مراد ضعف اور حرص ہے۔

۱۰..... خدا تعالیٰ نے ۱۸۸۲ء کے بعد باقی حصہ براہین احمدیہ کا چھپنا روک دیا تھا۔ تاکہ اس کا یہ کلام پورا ہو کہ براہین احمدیہ کو بطور نشان بناؤں گا۔ سو اس عرصہ میں بہت سی پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ اگر پیش گوئیاں پوری ہونے سے پہلے ختم ہو جاتی تو وہ ایک ناقص کتاب ہوتی۔

یہ صاف بناوٹ ہے۔ اول: توکل کتاب کا پہلے شائع ہو جانا۔ پیش گوئیوں کی تصدیق کا منافی نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ ان کی اشاعت ساتھ کے ساتھ جب کہ اب اخباروں اور کتابوں میں ہو رہی ہے۔ بحیثیت براہین کے بعد بھی ہو سکتی تھی۔ دوم: وہ خدا کا کون سا حکم ہے جس میں براہین کی اشاعت کو روکا گیا۔ سوم: خلاف مہدی ایک جرم ہے۔

مرزا قادیانی فرعون

۱۱..... عبدالرحمن لکھنؤ کے والے کا الہام۔ مرزا قادیانی فرعون۔ مکروہ خود ہی میری زندگی میں مر گئے۔ حالانکہ فرعون موسیٰ کی زندگی میں مر تھا۔ یہ بھی ایک بناوٹ ہے۔ اگر فرعون نام ہو جانے سے یہ امر لازمی رہے کہ عبدالرحمن مرحوم موسیٰ بن گئے اور ان کی زندگی میں مرزا قادیانی کو غرق ہو جانا چاہئے تھا تو مرزا قادیانی کے محمد نام ہونے سے لازمی ہے کہ ہندوستان کے بت خانہ ہمیشہ کے واسطے منہدم ہو جائیں۔ اس کے موسیٰ نام ہونے سے لازمی ہے کہ مسلمان آزاد ہو کر کسی کھان کے وارث بنیں۔ ابراہیم نام ہونے سے لازمی ہے کہ مرزا قادیانی آگ میں ڈالا جائے اور زندہ رہے۔ یوسف نام سے لازمی ہے کہ وہ چاہ میں گرایا جائے۔ غلام بنے اور قید میں پڑے۔

۱۲..... ”وَكذٰلِكَ مَنَعْنَا عَلِيَّ يُوْسُفَ لِنُصْرَفَ عَنْهُ السُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ وَلِيُنذِرَ قَوْمًا مَّا اَنْذَرَ اَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَ“ مرزا قادیانی کے متعلق یہ تمام الفاظ غلط ثابت ہوئے۔ کیونکہ مرزا قادیانی ایسی قوم میں ہے جس میں دن رات قرآن اور احادیث کے وعظ ہوتے ہیں۔

۱۳..... ”اَنسِيْ مِهِيْنَ مِّنْ اِرَادَا هَا نَتَكَ“ اس میں کوئی تعین نہیں۔ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان اور پابیس کروڑ دیگر اقوام مرزا قادیانی کی دشمن اور مرزا قادیانی کی مٹی پلید کرتے ہیں۔ جب کبھی اتفاقات سے کسی پر کوئی آفت آتی ہے تو فوراً اس پر اس کو منطبق کر لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا کہ جس کسی نے مرزا قادیانی کی توہین کی وہ ذلیل ہو جایا کرتا۔ جیسا کہ ان الفاظ کا ظاہری مفہوم ہے۔ تو بات صاف تھی۔ اگر مرزائیوں کا کسی مخالف کی ذلت پر بظلمتیں بجانا، اور ہر ایک کتہہ جملے کے اقتداء کو اسی پیش گوئی کی تصدیق میں شائع کرنا صحیح ہے تو مجھے حق ہے کہ جو کوئی مرزائی مرتا جائے تو میں شائع کر دیا کروں کہ فلاں دشمن دینِ واصل جنم ہو چکا۔ کیونکہ مجھے بعض مرزائیوں کی نسبت الہام ہو چکا ہے۔ ”انہم لصالوا الجحیم“ وہ جہنم میں داخل ہونے والے ہیں۔

فصل چہارم: ان نشانات کے بیان میں جن کو مرزا قادیانی نے

بار بار دروج کیا ہے تاکہ اس کے نشانات کی تعداد بڑھ جائے

۱..... ”شامان تذبحان۔“ (نزل اسح ص ۱۵۲، پیش گوئی نمبر ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۵۳، ۵۴، ۱۸۲ پر ۱۸۲ ص ۵۱۲، حاشیہ و حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۱۰) سے عبدالرحمن اور عبداللطیف کی شہادت۔ ۱۱۳، ۱۱۴ پر ذکر ہے۔

۲..... لکھرام کے ساتھ مہبلہ اور اس کی موت نمبر ۱۲، ۱۱۴، ۱۱۵ پر مذکور ہے۔

- ۳..... عبدالحق کے ساتھ مہابلہ اور اس کا انجام۔ نمبر ۹۲، ۵۹ پر درج ہے۔
- ۴..... ”نزلت الرحمة علیٰ ثلث العین وعلیٰ الاخرین“ (نزول آسمان ۲۱۳، خزائن ج ۱۸، ۵۹۲) نمبر ۱۳، ۱۶۶ پر درج ہے۔
- ۵..... چراغ دین کی نسبت الہام۔ ”انسی اذیب من یریب“ میں فنا کردوں گا۔ میں غارت کردوں گا۔ میں غضب نازل کروں گا۔ اگر چراغ دین نے شک کیا۔ (دافع البلاء ص ۲۳ حاشیہ نمبر ۲، خزائن ج ۱۸، ۳۳۳) چنانچہ تین سال کے بعد وہ طاعون سے مر گیا۔ نمبر ۵، ۷۳ پر درج ہے۔
- ۶..... ڈوئی کا مہابلہ اور اس کی موت نمبر ۳، ۱۹۷ پر مذکور ہے۔
- ۷..... ”یعصمک اللہ من عنده ولولم یعصمک الناس“ نمبر ۸، ۶۳ پر مذکور ہے۔
- ۸..... مولوی غلام دھگیر قصوری نے خود ہی کا ذب کی موت کے واسطے دعا کی..... ہلاک ہو گیا۔
- ۹..... طاعون پھیلنے کی پیش گوئی نورالحق کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک نمبر ۵، ۷۵ پر مذکور ہے۔
- ۱۰..... کثرت جماعت و زائرین کی پیش گوئی۔ ۷۹، ۹۱، ۱۰۰ پر مذکور ہے۔

فصل پنجم: ان نشانات کے بیانات میں جو فی الحقیقت کچھ بھی نہیں

مگر مرزا قادیانی نے رنگ آمیزیوں اور چالاکیوں سے ان کو نشان بنا لیا ہے

۱..... ملا عبد اللطیف کی شادت۔ اگر ایک شہادت کسی کی صداقت کے لئے دلیل ہو سکتی ہے تو پھر پچاس ہزار سے زیادہ عالم فاضل بابی جو ایران میں قتل ہو چکے۔ وہ ہزاروں گئے سچے ہوئے۔ ابن صباح کے ہزاروں فدائی تھے۔ ایسا ہی رام سنگھ کو کے پر ہزاروں نے جان قربان کی۔

مسئلہ کذاب کے ساتھ ہزاروں نے جان دی۔

۲..... ملا عبد اللطیف کی شہادت کی پیش گوئی۔ اس کے متعلق کوئی الفاظ نہیں۔ براہین میں یہ الفاظ تھے۔ ”شادان تذبجان“ (براہین احمدیہ ص ۵۱۲، حاشیہ در حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۱۰) سو اس میں کسی کا نام نہیں۔ پہلے یہی الفاظ مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد پر چسپاں کئے گئے تھے۔ اگر یہ الہام رحمانی ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ جیسے بکری ذبح کیا جانا حلال ہے۔ ایسا ہی دونوں کی گردن زنی جائز تھی۔

۳..... مولوی محمد حسین کی بابت براہین میں پیش گوئی کی تھی کہ ہماری تکفیر کرے گا۔ پیش گوئی کے الفاظ عمارد۔ حوالہ عمارد۔

۴..... مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم کی تکفیر کی بابت براہین میں پیش گوئی تھی۔ الفاظ عمارد اور حوالہ عمارد۔

-۵ تو فصل رومی کی جہانی کی پیش گوئی۔ حوالہ مدار، الفاظ مدار۔
-۶ براہین میں مقدمات کی فتح کی بشارت۔ حوالہ مدار، الفاظ مدار۔
-۷ براہین میں طاعون پھیلنے کی پیش گوئی۔ حوالہ مدار، الفاظ مدار۔
-۸ مولوی غلام دیکھیر قصوری نے خود ہی کلاب کی موت کے واسطے دعا کی اور ہلاک ہو گیا۔ حوالہ مدار۔
-۹ مولوی محمد حسن بھین والا جو بڑا بدگوتھا ہلاک ہوا۔ کوئی پیش گوئی نہیں۔
-۱۰ مولوی نور احمد نے کتاب نیر اس کا حاشیہ لکھتے ہوئے میرے لئے بددعا کی۔ ”کس رہم اللہ تعالیٰ“ مگر وہ خود ہی معاذ اپنے مدگار بھائی نور محمد کے مر گیا۔
-۱۱ مولوی اسماعیل علی گڑھی کو مہبلہ کے واسطے بلایا۔ وہ ایک سال کے اندر فوت ہو گیا۔
-۱۲ حکیم کرم داد نے فقیر مرزا کے ساتھ مہبلہ کیا۔ ایک سال کے بعد فقیر مرزا طاعون سے ہلاک ہو گیا۔
-۱۳ فضل داد خان نمبر دار چنگا نے محمد افضل احمدی کے خلاف ہلاکت کی۔ بددعا کی مگر دس ماہ کے اندر وہ خود ہی ہلاک ہو گیا۔
-۱۴ کریم اللہ اسپکٹر ڈاکخانہ جا حلقہ گوجر خان نے محمد فضل احمدی کے رو برو مرزا قادیانی کے خلاف سخت الفاظ کہے۔ تموڑے دنوں بعد اس کے گھر میں نقب آ کر چوری ہوئی اور بہت سامان چوری ہوا۔
-۱۵ عبدالقادر ساکن بندر پور نے میرے خلاف مہبلہ کے طور پر ایک نظم لکھی۔ اس کے چند روز بعد وہ طاعون سے ہلاک ہو گیا۔
-۱۶ حافظ محمد دین ساکن موضع تنکر نے ایک کتاب لکھی جس کا نام اس نے ”فیصلہ قرآنی اور تکذیب قادیانی“ رکھا۔ مگر وہ ایک سال اور تین ماہ بعد مر گیا۔
-۱۹۳۱ء..... اخبار شہر چنگ جو میرے خلاف قادیان سے لکھا تھا اس کے ایڈیٹر و منتظم یعنی سومراج، اچھر چند اور بھگت رام طاعون سے ہلاک ہو گئے۔
-۲۰ مولوی عبدالجید نے مہبلہ کے طور پر بددعا کی۔ مگر وہ خود ہی نجات ہو گیا۔
-۲۱ ابوالحسن تنخی نے ”بھلی آسانی برسر دجال قادیانی“ میں مہبلہ کے طور پر بددعا کی۔ مگر وہ ہی طاعون سے مر گیا۔

۲۲..... منشی مہتاب علی احمدی نے فیض اللہ خاں کے ساتھ مہلبہ کیا۔ مگر فیض اللہ خاں طاعون سے ہلاک ہوا۔

نتیجہ

نمبر ۸ سے نمبر ۲۲ تک جن واقعات کو مرزا قادیانی نے نشانات بتایا ہے۔ یہ محض اتفاقات ہیں۔ ہزاروں شہروں اور دیہات میں جہاں جہاں مرزائی ہیں اکثر یہ معاملات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ کہیں مرزائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ بحث ہے۔ کہیں باہمی تکفیر و تکذیب اور ملامت ہے۔ کہیں مرزا قادیانی کی تردید دلائل سے کی جاتی ہے۔ کہیں بد دعائیں دی جاتی ہیں اور کہیں گالیاں سنائی جاتی ہیں۔ جب ہزاروں جگہ ایسا ہوتا ہے تو دس بیس جگہ اموات کا ہونا بھی لازمی ہے۔ خاص کر ایسے زمانہ میں جب کہ ہندوستان میں دس بارہ ہزار اموات روزانہ پلگ سے ہو رہی ہیں۔ دس بیس ایسی اموات کو جو مرزا قادیانی کے مکلفین، مکذبین، لاعینین وغیرہ میں واقعہ ہوئیں۔ ان کو مرزا قادیانی کے خلاف کا نتیجہ قرار دے دینا سراسر حماقت یا پر لے درجہ کی بے حیائی اور چالاکی ہے۔ اگر یہ طریق استدلال صحیح ہے تو جس قدر مرزائی مرتے جاتے ہیں ان کی نسبت تمام مسلمان کہہ سکتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی تکفیر، تکذیب اور بدخواہی کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ کوئی مرزائی ایسا نہیں جس کو مسلمانوں کے ساتھ تنازع اور طعن کا موقع نہ ملتا ہو۔ کیا مرزا قادیانی اور مرزائی انبیاء علیہم السلام اور ان کے صحابہ کے حالات سے اس قسم کی بد دعاؤں اور مبالغوں کا وجود ثابت کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی طرف سے جواب

اہم ایک ناچیز گنہگار انسان ہے جس کو خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ دجال قنہ تیرے ہاتھ سے پاش پاش کرایا جائے گا۔ اس لئے وہ عاجزان نشانات کا جواب بھی ترکی بہ ترکی عرض کرتا ہے۔

۱..... مولوی عبدالکریم نے میری تفسیر کا خلاف کیا تھا۔ اس لئے وہ کاربنکلو اور طاعونی نیومونیا کی نہایت دردناک موت سے ہلاک ہوا۔

۲..... مولوی محمد یوسف سنوری نے میری تفسیر کی نسبت خلاف الفاظ کہے تھے۔ وہ معذرفرزند خود طاعون سے ہلاک ہوا۔

۳..... محمد افضل ایڈیٹر الہدیر نے بدعتی سے کتہ چینی کی تھی۔ اس لئے وہ اور اس کا فرزند طاعون سے ہلاک ہوئے۔

۴..... عبداللہ سنوہی نے مقام بسی کے ایام میں مجھ پر اتہام لگانے شروع کئے تھے۔ اس لئے اس کا بیٹا حشمت اللہ طاعون سے ہلاک ہوا۔

۵..... مصطفیٰ خان نے قرآن مجید اور انبیاء علیہم السلام کے کلمات کو مرزائی پیش گوئیوں کی طرح میرے سامنے مہمل بتلایا تھا۔ مجھے الہام ہوا کہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ اس لئے وہ امتحان ایف۔ اے میں نفل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۶..... سعد اللہ خان مرزائی مجھے نظر حقارت اور تنفر سے دیکھتا تھا۔ مجھے خواب میں دیکھایا گیا کہ مولوی عبداللہ خاں کا چھوٹا بھائی اور انہیں کے ساتھ رہتا ہے۔ ایک بت پیدا ہوا۔

۷..... محمد حسین مراد آبادی پر میری تبلیغ ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ وجہ مفاسل کے دروناک عذاب میں مبتلا ہوا۔

۸..... سنور میں میرا ایک لیکچر ہوا جس میں میں نے صاف طور پر بیان کر دیا کہ مرزا قادیانی اور مرزائی قرآن اور احادیث مجھ سے سخت مرید اور سنت انبیاء کے سخت مخالف ہیں۔ اس طرح پر اسلام کی سنور میں تبلیغ ہوئی۔ مگر مرزائیوں نے نہیں مانا۔ اس لئے بہت سے مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے اور بہت سے خاندان ہلاک ہو گئے۔ مثلاً محمد ابراہیم پٹواری، محمد مصطفیٰ ولد منشی ابراہیم، محمد مرتضیٰ ولد منشی ابراہیم، زوجہ محمد مصطفیٰ، زوجہ محمد ابراہیم، محمد ابراہیم خورد پٹواری، اہلیہ شیخ محمد نواز، محمد زکریا ولد ابراہیم، دختر عبدالعزیز پٹواری، زوجہ رحمت اللہ، زوجہ عبدالرحمن پٹواری، زوجہ برادر غلام داد، دختر عبداللہ، محمد اختر ولد اختر محمد حسین، یہ کل ۲۱ نشان ہوئے۔

۲۲..... حافظ نور محمد سیکر ٹری ایجنٹ احمدیہ پٹیالہ کو مرنے سے چار یوم پہلے خواب میں دکھایا گیا کہ جب تک وہ ڈاکٹر عبدالکیم خاں صاحب سے علاج نہ کرائے گا۔ ہرگز اچھا نہ ہوگا۔ آخر وقت ہوش تک وہ یہی کہتا رہا کہ مجھے ڈاکٹر عبدالکیم خاں صاحب کے پاس لے چلو۔ مگر ایک لنگڑا مرزائی اس بات پر اڑا رہا کہ ہم وہاں نہیں لے جاتے۔ اس بھارہ مرحوم نے یہاں تک کہا کہ پھر میں کسی طرح نہیں بچ سکتا۔ مگر اوروں نے نہ مانا۔ مرزائیاں پٹیالہ میں یہ اک انسان آدمی تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ضائع ہونے نہیں دیا۔

۲۳..... مولوی عبدالحق سامانوی نے مجھ سے نبوت مرزا کے ثبوت میں بیہودہ بحث کی اور قرآن و حدیث سے ارتداد کا دھما ہر کیا۔ اس لئے اس کی اہلیہ طاعون سے ہلاک ہو گئی۔

کیوں جناب وہ الہام پورا ہوا کہ نہیں۔ جس پر کہ مرزا قادیانی کو بڑا ناز ہے۔ اے بسا خاندانِ ثمن کہ تو ویراں کر دی۔

اگر اتنے پر بس نہیں تو اور سنو۔ سامانہ میں میری تبلیغ رسائل کے ذریعہ سے بخوبی ہو چکی۔ مگر مرزائی بدستور قرآن وحدیث سے مرتد بنے رہے۔ اس لئے اموات ذیل طاعون سے ہوئیں۔ غلام محمد ولد برکت خیاط، اللہ وی زوجہ تو ماں خیاط۔ بی بی زوجہ چھو خیاط۔ سوند ہا ولد نبو خیاط۔ والدہ عطاء محمد خیاط۔ اہلیہ شیخ نور محمد۔

حمود پور جو سامانہ کے قریب ہے۔ اس میں حسب ذیل مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پیر اولد کریم بخش، نور محمد ولد اللہ بخش، مکاں باٹھا، نور محمد ولد مولیٰ، مسماۃ وزیراں زوجہ رحیم بخش، مسماۃ اسوز زوجہ عبدالکریم۔

مرزائیاں ذیل کی نسبت یہ اطلاع ملی ہے کہ وہ طاعون سے ہلاک ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر یوڑیخاں، مولوی برہان الدین چھلمی، قاضی ضیاء الدین، ملاں جمال الدین سید والد، حکیم فضل الہی، مرزا یعقوب بیگ کا بہنوئی، مرزا افضل بیگ وکیل اور اس کا کنبہ، معراج الدین عمر کی والدہ، حکیم محمد حسین قریشی کی لڑکی، ڈنگہ کا حافظ، مولوی محمد علی ساکن زیر ضلع فیروز پور، مولوی نور احمد ساکن لودی منگل۔

جو مرزائی طاعون سے مرتا ہے اس کا نام دعائے جنازہ کے واسطے بھی اخبارات الحکم والہدیر میں شائع نہیں ہوتا۔ کیا کوئی مرزائی حوصلہ کر کے کل فوت شدہ مرزائیوں کی تعداد شائع کر سکا ہے۔ تاکہ پبلک اندازہ لگا سکے کہ مرزائیوں میں تو فیصدی اموات کس قدر ہوئیں۔ باقی مسلمانوں اور ہندوؤں میں کس قدر۔ مرزائیوں کا پتہ تو مرزائیوں سے ہی لگ سکتا ہے۔ ہاتھوں کا نمبر جو اخبارات میں شائع ہو چکا حسب ذیل ہے۔ ۱۸۹۶ء میں ۱۷۰۴۔۱۸۹۷ء میں ۵۶۰۰۰۔۱۸۹۸ء میں ۱۱۸۰۰۰۔۱۸۹۹ء میں ۱۳۵۰۰۰۔۱۹۰۰ء میں ۹۳۰۱۰۔۱۹۰۱ء میں ۲۷۳۰۰۰۔۱۹۰۲ء میں ۵۷۷۰۰۰۔۱۹۰۳ء میں ۵۱۰۰۰۔۱۹۰۴ء میں ۱۰۲۲۰۰۰۔۱۹۰۵ء میں ۹۵۱۰۰۰۔۱۹۰۶ء میں ۳۳۲۰۰۰۔۱۹۰۷ء میں ۱۰۶۰۰۰۔

مرزائیوں! تمہار حق کا حوصلہ کرو گے یا گول مول دعوؤں اور اناپ شاپ پٹیاریوں میں ہی خیر متاؤ گے۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میرا کوئی غلط مرید طاعون سے نہ مرے گا۔ کیا یہ سب جو مر گئے منافق تھے اور جو بچیں گے وہی غلط ہوں گے۔ باقی سب منافق۔

۲۳..... دہلی والی شادی کی نسبت پیش گوئی۔ ”الحمد لله الذی جعل حکم الصہر وانسب“ تمام حمد اللہ کے واسطے ہے۔ جس نے تمہارے واسطے تاتے اور کسبت بتائے۔ اس میں دہلی والی شادی کی طرف اشارہ کہاں ہے۔

- ۲۴..... سید احمد خان آخری عمر میں تکلیف اٹھائے گا۔ حوالہ مدارد الفاظ مدارد۔
- ۲۵..... مبارک احمد کی آخری حالت تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ تو دو تین منٹ کے لئے لڑکے کو سانس آنے لگا۔ ایسے نظارے اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔ یہ نشان کیسے ہوا۔
- ۲۶..... ”اردت ان استخلف فخلقت ادم“ یہ کوئی پیش گوئی نہیں۔ نہ کسی طرح پر مرزا قادیانی کے لئے کوئی نشانی ہے۔
- ۲۷..... سردار خان نے ایک مقدمہ میں دعا کرائی اور اس کا اپیل منظور ہو گیا۔
- ۲۸..... سیٹھ عبدالرحمن کو ذیابیطس میں کار بنگل نکل آیا۔ دعا سے صحت یاب ہو گئے۔
- ۲۹..... سمیاں قاسم و رستم و مغل کے مقدمہ میں دعا کی گئی۔ فتحیاب ہوئے۔
- ۳۰..... سید ناصر شاہ کے بارہ میں دعا کی گئی۔ اس کی مشکلات دور ہوئیں اور ترقی ملی۔
- ۳۱..... مستری نظام الدین ایک فوجداری مقدمہ میں گرفتار ہوا۔ اس نے پچاس روپیہ نذرانہ مان کر درخواست دعا کی۔ اس کے لئے دعا کی گئی اور وہ بری ہو گیا۔
- ۳۲..... سید مہدی حسن کی بیوی سخت بیمار ہو گئی۔ امید زیست نہ تھی۔ ہماری دعا سے دوبارہ زندہ ہو گئی۔
- ۳۳..... عبدالکریم جس کو دیوانہ کہتے نے کاٹ لیا تھا اور کسولی پر اس کا علاج کرایا گیا تھا۔ مگر بعد میں اس کو تشحوں کا دور ہوا۔ کوئی امید زیست نہ تھی۔ اس کے لئے دعا کی گئی اور وہ صحت یاب ہو گیا۔ گویا کہ مردہ زندہ ہو گیا۔
- ۳۴..... سید ناصر شاہ کی تہذیبی کلکتہ کی ہو گئی تھی میری دعا سے ملتوی ہو گئی۔
- نمبر ۳۳ سے ۳۴ تک سراسر چالاکا ہے یا حماقت۔ جب ہزاروں کی درخواستیں دعا کے واسطے پیش ہوتی ہیں اور سب کے واسطے دعا کی جاتی ہے تو پھر دو چار فیصدی کی کامیابی کو دعا کا نتیجہ سمجھ لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ کیا یہ اسی قسم کا استدلال نہیں ہے۔ جو بت پرست، تعویذ پرست، قبر پرست پیش کیا کرتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص نے منت مانی تھی۔ فلاں کو بیٹا ملا۔ فلاں کو نوکری ہو گئی۔ فلاں مقدمہ جیت گیا۔ فلاں کا مرض دور ہو گیا؟ مرزا قادیانی نے تو چھ مثالیں پیش کیں۔ مگر ایک تعویذ پرستوں میں اس قسم کی لاکھوں مثالیں مل جائیں گی۔ یہی وجہ ہے کہ کروڑ ہا لوگ، بت پرستی، مقبرہ پرستی اور تعویذ پرستی میں غرق ہیں اور گندے تعویذوں پر یقین کرتے ہیں۔

طرف تریہ ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب کی رجوع کی نسبت (حجۃ الاسلام ص ۲۲، خزانہ ج ۶ ص ۵۹) میں صاف پیش گوئی کی تھی۔ پھر اسی کو (اعجاز احمدی ص ۵۱، خزانہ ج ۱۹ ص ۱۶۳) میں الفاظ میں دہرایا ہے۔ ”کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا۔ کون گمان کر سکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل و آسان ہے۔“ مگر اب اس کی نسبت (حقیقت الہوی ص ۱۸۷، ۱۸۸، خزانہ ج ۲۲ ص ۱۹۵) پر لکھتا ہے: ”صرف میری دعا میں اپنے الفاظ تھے۔ الہامی الفاظ نہ تھے اور صرف میری طرف سے دعا تھی کہ اتنی مدت میں ایسا ہو۔ سو خداوند تعالیٰ اپنی وحی کا پابند ہوتا ہے۔ اس پر فرض نہیں جو اپنی طرف سے التجا کی جائے۔ بعینہ اس کو ملحوظ رکھے۔“ یہ ہیں مرزا قادیانی کے ہچکنڈے، ہزاروں کے واسطے دعائیں، بددعائیں شائع کرتے رہے۔ جس کے مطابق وقوع ہو گیا۔ وہ ایک نشان اور خدائی قول بن گیا۔ جس کے مطابق کچھ وقوع نہ ہوا۔ وہ فوراً ذاتی آرزو اور انسانی کلام بن گیا۔

۳۵..... محمد احسن کی نسبت الہام ہوا۔ ازپے آں محمد احسن را۔ تارک روزگاری بنم۔ یہ کوئی پیش گوئی نہیں۔

۳۶..... مولوی عبداللطیف کی شہادت کے بعد کامل میں سخت ہیضہ پھیلا۔ اس میں بھی وہی لعنتوں اور دعاؤں والی چالاک ہے۔ مرزا قادیانی کی لڑکی عصمت کو بھی تو ہیضہ ہوا تھا تو پھر مسلمانوں کی تحقیر کا نتیجہ تھا۔

۳۷..... ”میری کتاب اہمام آہم ص ۵۸ میں ایک یہ پیش گوئی تھی جو عبدالحق کے مہبلہ کے بعد ہر ایک قسم سے خدا تعالیٰ نے مجھے ترقی دی۔ ہماری جماعت کو ہزار ہا تک پہنچا دیا۔ ہماری طبیعت کا لاکھوں کو قائل کر دیا اور الہام کے مطابق مہبلہ کے بعد ایک اور لڑکا عطاء کیا اور پھر ایک چوتھے لڑکے کے لئے مجھے متواتر الہام آئے اور ہم عبدالحق کو یقین دلاتے تھے کہ وہ نہیں مرے گا۔ جب تک کہ اس الہام کو پورا ہوتا نہ سن لے اب اس کو چاہئے کہ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دعا سے اس پیش گوئی کو نال دے۔“ (حقیقت الہوی ص ۳۵۱، ۳۵۲، خزانہ ج ۲۲ ص ۳۶۳، ۳۶۵)

(اہمام آہم ص ۵۸) کو جو پڑھا تو کہیں یہ پیش گوئی نہ ٹٹی۔ اذل تو مرزا قادیانی کسی کتاب کے صفحوں کا حوالہ ہی نہیں دیا کرتا۔ اس مقام پر جو دیا بھی وہ غلط۔ جب تحریر میں یہ حال ہے تو زہانی حکایتوں میں کیا کچھ معالطہ ہوگا۔

۳۸..... ”شیخ عیسیٰ کو یکم فروری ۱۸۹۷ء کے اشتہار میں میں نے وعدہ دیا کہ چالیس روز تک خدا تعالیٰ میرا کوئی نشان دکھائے گا۔ سو ۶ مارچ کو لکھرام مر گیا۔“ ذاتی وعدہ کوئی شے نہیں۔ جب تک الہاماً وعدہ نہ ہو۔ اگر آپ کے ذاتی وعدہ الہام الہی کے برابر ہیں تو براہین کا وعدہ کیوں پورا نہیں کیا؟ حالانکہ اس کی تمام قیمت پیشگی وصول ہو چکی تھی۔ سراج منیر کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ منارہ کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ تفسیر کتاب عزیز کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ کمیشن تبت کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا۔ مفت اشاعت کا وعدہ کیوں پورا نہ کیا؟

۳۹..... دیانند کی موت اور آریاؤں کے زوال کی پیش گوئی۔

دیانند کی نسبت کوئی الہام نہیں۔ ”سیہزم الجمع ویولون الدبر“ کا ایک الہام ضرور ہے۔ آریاؤں کی نسبت اشعار ذیل پیش گوئی قرار دے گئے۔

شرم و حیا نہیں ہے آنکھوں میں ان کے ہرگز وہ بڑھ چکے ہیں حد سے اب انتہا بھی ہے
ہم نے ہے جس کو مانا قادر ہے وہ تو اتنا اس نے ہے کچھ دکھانا اس سے رجا بھی ہے
میری مالک تو ان کو خود سمجھا آسمان سے پھر ایک نشان دکھلا
یہ مرزا قادیانی کے شاعرانہ ترانے اور اس کے خونی دماغ اور کینہ تو ز قلب کے دلولہ
ہیں۔ مگر ان کو بھی وہ پیش گوئیاں قرار دے کر کہتا ہے کہ ان کے مطابق شہ چٹک کے ایڈیٹر اور
مالک طاعون سے ہلاک ہوئے۔ پنجاب کے سرگردہ آریہ باغیانہ خیالات سے سزایاب ہوئے
اور بعض جلا وطن کئے گئے۔

۴۰..... معافی نگیں کی پیش گوئی۔ الفاظ عمارد ہیں۔

۴۱..... ایک لڑکے کی بشارت جس کا نام بشیر احمد رکھا گیا۔ الفاظ اور حوالہ عمارد۔

۴۲..... بشیر احمد کے بعد ایک لڑکے کی بشارت۔ الفاظ اور حوالہ عمارد۔

۴۳..... مبارک بیگم کے بعد ایک لڑکے کی بشارت۔ الفاظ عمارد ہیں۔

فصل ششم: ان نشانات کے بیان میں جو مرزا قادیانی کے آدم خور دماغ اور عالم کش قلب کا اظہار ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا ابولہب ہے

۱..... آتمارام کی اولاد کی موت۔ پیش گوئی کے الفاظ نامعلوم۔

۲..... لالہ چند لالہ بمسٹریت کا تنزل۔ پیش گوئی کے اصل الفاظ عمارد۔

۳..... ایک ڈپٹی انسپکٹر کی موت۔ پیش گوئی کے اصل الفاظ عمارد۔

۴..... (نورالحق حصہ دوم ص ۲۸۴-۲۸۵، خزائن ج ۸ ص ۲۲۷) میں طاعون پھوٹنے کی ہابت حسب ذیل پیش کوئی ہے۔ ”اعلم ان الله نفسانى روعى ان هذا نحسوف والكسوف فى رمضان ايتان نحوفتان لقوم اتبعو الشيطان ولقن ابوفان العذاب قدحان“
 ۵..... حملۃ البشرىٰ میں طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی۔ سو وہ قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل۔ (حقیقت الوحی ص ۲۳۳، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵) مگر جب گورنمنٹ کی خاص توجہ فتنہ پردازان کی سرکوبی کی طرف دیکھی تو منع جہاد اور وفاداری کے اعلان شروع کر دیئے۔ کیا وہ مہدی زیادہ خطرناک ہو گا جو کسی فرقہ کے خیال میں میدانوں میں لڑے گا یا یہ الہامی خونى زیادہ خطرناک ہے جو گھر بیٹھے اپنی پھونگوں سے ہلاک کر رہا ہے۔

۶..... سر الخلائفہ میں مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے دعا کی گئی۔ سو اس سے کئی سال بعد طاعون کا غلبہ ہوا۔ اب یہ الہامی خونى زیادہ خطرناک ہے۔ جس نے دعا سے دنیا کو تباہ کر دیا۔ یا وہ فرضی مہدی زیادہ خطرناک ہے جو میدانوں میں جنگ کرے گا؟ پھر طرفہ یہ ہے کہ جب ملک معظم کی طرف سے انسداد طاعون کے متعلق ایک چٹھی شائع ہوئی تو کمال بے حیائی سے شکرگزاری کے اعلان شائع کرتا ہے۔

۷..... بعض سخت مخالف جنہوں نے مہلبہ کے طور پر لعن اللہ علیہ کا ذہین کہادہ مر گئے۔ مثلاً رشید احمد گنگوہی، مولوی شاہ دین، عبدالعزیز، مولوی محمد، مولوی عبداللہ، عبدالرحمن محی الدین لکھو کے والے۔

اگر یہ نشان ہے تو بڑے بڑے مرزائی مولوی جو مسلمانوں کے مقابلہ میں لعنت اللہ علیہ کا ذہین کہنے کے مشاق تھے وہ کیوں فوت ہو گئے۔ مثلاً مولوی یوسف سنوری، مولوی برہان الدین چہلمی، مولوی عبدالکریم سیالکوٹی، محمد فضل ایڈیٹر البرد، حکیم فضل الہی، مرزا افضل، بیگ وکیل، مولوی نور احمد، قاضی ضیاء الدین، ڈاکٹر بوڑھیال، طاہر جمال الدین سیدوالہ، مولوی محمد علی ساکن زیرہ ڈنگہ کا حافظ، عبداللہ سنوری کالڑکا۔

فصل ہفتم: ان نشانات کے بیان میں جو مرزا قادیانی نے

بہ تقاضائے دجالیت ان کو اپنی نبوت و رسالت کی دلیل بنا لیا

عبدالحکیم خان کا تجزیہ

جن لوگوں کا دماغ خواہات اور الہامات کے مناسب ہے وہ اگر اپنے الہامات

دخوات کا چہ چار ہمیں اور خداوند عالم کو یا عظیم یا خیر، یا رب، یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم کے نام سے اکثر پکارتے رہیں۔ خاص کر سونے کے وقت تو وہ اس ملکہ میں بہت جلد ترقی پا سکتے ہیں۔ خواہ ان کے اعمال اعلیٰ درجہ کے ہوں یا نہ ہوں۔ میں ایک گنہگار اور بے عمل انسان ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے ادنیٰ خدام کے برابر بھی اپنے آپ کو کھٹا سخت ظلم اور گستاخی جانتا ہوں۔ مگر میرا ماغ الہامات اور خوابات کے لئے فطرتاً موزوں ہے۔ اس لئے مجھے غیب کی خبریں اور خوابات اور الہامات کے ذریعہ سے بکثرت ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی رات اور کوئی دن ایسا نہیں جس میں مجھے دو چار سچے خوابات نہ آتے ہوں یا الہامات نہ ہوتے ہوں۔ ادنیٰ ادنیٰ معاملات میں نہایت صفائی کے ساتھ مجھے خبر ملتی رہتی ہے۔ کبھی کبھی میں ان کا ذکر اپنے ہم نشینوں سے بھی کرتا رہتا ہوں اور میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میں خاص توجہ اور محنت کے ساتھ مشق کروں تو مرزائے قادیانی سے سینکڑوں درجہ بڑھ جاؤں۔ اس لا پرواہی کی حالت میں میرے خوابات اور الہامات کی یہ کثرت اور صفائی ہے کہ مرزا قادیانی سے بڑھ کر ہیں..... مگر یہ تمام کسی ادنیٰ مناسبت اور فضل خداوندی کا اظہار ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دامن دائم۔ اس جگہ پر میں اپنے چند خوابات والہامات جن کے شاہد بہت لوگ ہیں اور جنہیں بعض وقتاً وقتاً شائع بھی ہوتے رہے۔ مرزا قادیانی کے سچے الہامات و خوابات کے مقابلہ پر درج کر کے واقعات سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ جب مجھ سے گنہگار اور بے عمل انسان کو مرزا قادیانی جیسے ردیاً صادق آتے اور الہامات سمجھتے ہوتے ہیں پھر مرزا قادیانی کیسے ان کی بناء پر نبوت و رسالت کا مدعی بنتا۔ اپنے ماننے کو مدار نجات قرار دیتا اور خداوند عالم و نبوت محمدیہ اور اعمال صالحہ کو بیچ بھلتا ہے۔ نبوت محمدی کو تو نہ محض منسوخ کہتا بلکہ تمام امت محمدیہ کو جنہیں لکھو کھا عالم قرآن و حدیث و تفسیر اور مطیع قرآن و حدیث ہیں اپنے نہ ماننے کی حالت میں کافر اور جہنمی قرار دیتا ہے۔ عجب بات ہے کہ ایک طرف تو مجھ پر یہ الزام لگاتا ہے کہ عبدالحکیم خاں آنحضرت ﷺ کو نہیں مانتا۔ بلکہ خداوند عالم اور اعمال صالحہ کو ہی مدار نجات کہتا ہے۔ دوسری طرف خود دھڑکے ماننے والوں کو طعون اور کافر اور جہنمی بھلتا اور ان کو مہلہ کے لئے بلاتا ہے۔ الغرض یہ اس کا صریح کفر اور نہایت ہی خطرناک دہل ہے۔ مرزا قادیانی کی بے حد الہام ہانپوں، عیاریوں اور کذب پر نظر کرنے سے تو یہی اغلب معلوم ہوتا ہے کہ ہزاروں میں سے چند الہامات ذیل اتفاقہ طور پر پورے ہو گئے ہیں۔ میرے الہامات بھی اسی کے مؤید ہیں۔ مرزا قادیانی بالکل جھوٹا ہے۔ مرزا قادیانی کے الہامات شیطانی اتقاء ہیں۔ مرزا معترف، کذاب اور عیار ہے۔ مرزا قادیانی شیطان اور

الطافوت ہے۔ تاہم استدلال ہالا کے طریق پر میں ان کو صحیح فرض کر کے اپنی پیش گوئیاں بالقابل درج کرتا ہوں۔ جن کے شاہد بہت سے مرزائی اور وہ تمام معزز اشخاص ہیں جن کے متعلق وہ پیش گوئیاں ہیں۔

مرزا قادیانی کے خوابات والہامات

- ۱..... ”ترے نسلًا بعیدا“ تو دور کی نسل کو دیکھے گا۔
- ۲..... ”والسما والطارق“ اس سے والد کی وفات کی تخمینہ ہوئی۔
- ۳..... ”الیس اللہ بکاف عبده“ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ میرے لئے کافی ہوا۔
- ۴..... کرم دین چہلمی کے مقدمہ میں بشارات بریت درج۔
- ۵..... مجھے ایک لڑکے کی بشارت دی گئی۔ اس کا نام محمود یوار پر لکھا ہوا دیکھا گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔
- ۶..... شریف احمد کے بعد ایک لڑکی کی بشارت الفاظ ذیل میں ملی ”فتنا فی الحلیة“ یعنی زیور میں شوخ نما پائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نام مبارکہ بیگم رکھا گیا۔
- ۷..... ایک لڑکی کی خبر ملی کہ وہ پیدا ہوگی اور فوت ہو جائے گی۔ اس کا نام عاقس ہے۔ چنانچہ ایک لڑکی پیدا ہوئی اور وہ چند ماہ کی ہو کر فوت ہو گئی۔
- ۸..... ایک اور لڑکی کی نسبت الہام ہوا۔ ”دخت کرام“ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کا نام امتہ الحفیظ رکھا گیا۔
- ۹..... عرصہ میں اکیس سال کا ہوا کہ چار لڑکوں کی مجھے بشارت دی گئی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد چار لڑکے پیدا ہوئے۔
- ۱۰..... ایک پوتے کی بشارت الفاظ ذیل میں ملی۔ ”انسان بشرک بغلام نافلة لك نافلة من عندی“ چنانچہ محمود احمد کے لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام نصیر احمد رکھا گیا۔
- ۱۱..... نواب محمد علی خاں کے لڑکے کی صحت کی بابت اذن الہی سے دعا کی اور اس نے صحت پائی۔
- ۱۲..... مولوی نور الدین کے لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی۔ جس کے ساتھ پھوڑوں کا نشان تھا۔ چنانچہ عبدالحی پیدا ہوا جس کے بدن پر پھوڑے بکثرت نکلے۔
- ۱۳..... پنڈت دیانند کی موت دکھائی گئی۔ اسی سال میں وہ فوت ہو گیا۔
- ۱۴..... بشیر داس کی نصف قید کی معافی کا خواب دکھایا گیا اور ایسا ہی ہوا۔
- ۱۵..... عبداللہ سنوری کی ناکامی کی پیش گوئی۔

-۱۶ شیخ مہر علی کی گرفتاری اور رہائی کی پیش گوئی۔
-۱۷ شیخ مہر علی کی ابتلاء کی پیش گوئی۔
-۱۸ ذاتی حفاظت کی پیش گوئی۔
-۱۹ کثرت زائرین اور کثرت تحائف اور ترقی جماعت کی پیش گوئی۔
-۲۰ اصحاب الصفا کی پیش گوئی۔
-۲۱ عربی زبان میں فصاحت و بلاغت کی پیش گوئی۔
-۲۲ ”القیلت عليك محبة مني لتصنع علي عيني“
-۲۳ بشیر احمد کی آنکھیں اچھی ہونے کی پیش گوئی۔
-۲۴ چھوٹی مسجد کا تاریخی نام، ”مبارك مبارك كل امر مبارك يجعل فيه“
-۲۵ براہین احمدیہ میں ترقی جماعت کی خبر۔
-۲۶ ”تربے فخذنا الیما“ چنانچہ اس الہام کے بعد ایک شخص درود عرق النساء میں جلا
-۲۷ نصف حصہ کا قالج اور اس سے شفاء کی بشارت الفاظ ذیل میں۔ ”ان الله لا یخوی
المؤمنین“
-۲۸ قونج زجیری سے شفا عملی ذیلی سے جس کے ساتھ پانی بھی ہو۔ تسبیح اور درود کے ساتھ اپنے بدن پر ملو۔
-۲۹ وابت کے درود میں الہام ذیل سے شفا ”اذا مرضت فهو یشفین“
-۳۰ دلپ سنگھ کی صدم واپسی۔
-۳۱ خلاف ورزی قانون ڈاک میں رہائی۔
-۳۲ ”اجیب کل دعاءك لا فی شركائك“
-۳۳ دراشت کی نسبت الہام۔ نصف ترانصفا عمالتی را۔
-۳۴ پیالہ کے سفر میں نقصان کا الہام۔
-۳۵ نواب محمد علی خاں کی مشکلات میں کشائشی۔
-۳۶ آج حاجی ارہاب محمد لکڑی خاں کے قرائتی کاروبار پیا آتا ہے۔
-۳۷ ”انا اعطینك الكوثر ثلثة من الاولین وثلثة من الاخرین“

۳۸..... میں اپنی نچکار دکھلاؤں گا۔ اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا سے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

۳۹..... عبداللہ خاں ڈیرہ اسماعیل سے روپیہ بھیجے گا۔

۴۰..... ملا داخل تپ دق میں جلا تھا۔ اس کی نسبت الہام ہوا۔ ”یا نازکونی برداً و سلاماً“ وہ صحت یاب ہو گیا۔

۴۱..... ”یستلونک عن شانک قل اللہ ثم ذلہم فی خوضہم یلعبون“ چنانچہ فریق ثانی نے کرم دین کے مقدمہ میں یہی سوال کیا اور یہی جواب دیا گیا۔

۴۲..... دیوار کے مقدمہ کی پیش گوئی۔

۴۳..... امہات المؤمنین کے خلاف انجمن حمایت اسلام کے مقدمہ دائر کرنے کی نسبت یہ کہنا کہ یہ ٹھیک نہیں اور پھر یہ الہام ہوتا ”ستذکرون ما اقول لکم والوض امری الی اللہ“ اپنی نبوی کی علالت میں الہام ”ان معی ربی سیہدین“ پھر کتاب شفاء الاستقام کے ایک نسخہ کی طرف اشارہ۔

۴۵..... ایک بلند چہرہ پر ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھنا۔ پھر اس کو بلا کر ایک لطیف ناز دینا۔ اس کی تاویل لنگر خانہ ہوا۔

۴۶..... جلسہ اعظم مذاہب لاہور کے موقعہ پر اپنے مضمون کی نسبت یہ الہام مضمون بالا رہا۔ دس دن کے بعد روپیہ وصول ہوگا۔

۴۸..... عباس علی کی نسبت ”اصلہا ثابت وفرعہا فی السملہ“ اس کا اس قدر مطلب تھا کہ وہ اس زمانہ میں راسخ الاعتقاد تھا۔ پھر اس کی نسبت معلوم ہوا کہ عباس علی ٹھوکر کھائے گا۔ ٹھوکر کھانے والے الہام کے الفاظ عمارد ہیں۔ پہلا الہام ضرور سچا نکلا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جانی فتنہ سے نجات دے کر سواد اعظم میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ ایسا ہی میرا الہام نمبر ۳۶ ہے۔

۴۹..... سچ رام سرشتہ دار کشنری کی موت کی خبر ملی اور وہ اس وقت مر گیا۔

۵۰..... مولوی رسل بابا جو میرا مخالف تھا وہ طاعون سے ہلاک ہوا۔ اس کی نسبت الہام تھا۔ ”یموت قبل یوحی ہذا“ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۱..... بشیر داس کی قید نصف رہ جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۲..... خواب میں دیکھا کہ میں پہرہ کے لئے پھر رہا ہوں جب میں چند قدم گیا تو ایک شخص مجھے ملا۔ اس نے کہا کہ آگے فرشتوں کا پہرہ ہے۔ پھر الہام ہوا۔ ”امن است در مقام محبت سر اے ما“ اس کے بعد بشنگھ چوررات کو آیا اور پکڑا گیا۔

۵۳..... انگریزی الہامات۔

۵۴..... بست ویک روپیہ آنے والے ہیں۔

۵۵..... ”آج کل کوئی نشان ظاہر ہوگا۔“ چنانچہ محمد اسحق پلنگ میں جلا ہو کر ہماری دعا سے اچھا ہو گیا۔

۵۶..... نواب محمد حیات خان ڈویژنل جج کسی فوجداری الزام میں گرفتار ہو گیا تھا۔ اس کی درخواست پر میں نے دعا کی اور بریت کی خبر اس کو سنا دی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۷..... ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا۔ اسے بہت سارے پیوے میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا۔ بعد اصرار اس نے کہا کہ میرا نام ہے پٹی پٹی۔ (وقت پر آنے والا) چنانچہ اس کے بعد بہت سی فتوحات ہوئیں۔

۵۸..... میں درد گردہ میں جلا تھا۔ میں نے دعا کی الہام ہوا۔ ”سلام قنول من رب رحیم“ اس کے بعد صبح کے صبح بچے سے پہلے صحت ہو گئی۔

۵۹..... لکھ رام کے قتل کے بعد آریاؤں نے مجھے گرفتار کرانا چاہا۔ سلامت برتو اے مرد سلامت۔ پس میں سلامت رہا۔

۶۰..... ڈاکٹر مارٹن کلاڑک نے مجھ پر خون کا مقدمہ دائر کیا تو مجھے الہام ہوا مخالفوں میں پھوٹ اور ایک شخص متنافس کی ذلت اور اہانت۔

۶۱..... ۱۱ اپریل ۱۹۰۷ء کو عید الاضحیٰ کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو۔ تمہیں قوت دی گئی اور تزیہ الہام ہوا۔ ”کلام افصححت من لندن رب کریم“ اسی روز میں نے عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھا جو فی البدیہہ میرے منہ سے نکلا۔ جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا۔

۶۲..... ایک کشف میں ظاہر کیا گیا کہ کوئی شخص سرکاری میرے نام گواہی کے واسطے آیا اور بلا حلف میری گواہی لی۔ چنانچہ دوسرے، تیسرے دن ڈپٹی کمشنر صاحب ملتان کا شخص ایک گواہی کے لئے میرے نام آیا اور بلا حلف میرا اظہار لینا شروع کر دیا۔ بعد میں حلف لینا یاد آیا۔

۶۳..... پنڈت شیونارائن گئی ہوتی نے ایک خط میرے نام لکھا اسی وقت وہ خط کشفی حالت میں میرے سامنے آ گیا۔ میں نے اس کو پڑھا اور چند آریوں کو اس کے مضمون سے اطلاع کر دی۔ دوسرے دن انہیں آریوں میں سے ایک شخص ڈاکخانہ سے گئی ہوتی کا ایک خط لے آیا۔ جس کا وہی مضمون تھا۔

۶۴..... رسالہ اعجاز اسح کے مقابلہ پر جب میرے مرعلی شاہ گلزوی نے لکھنا چاہا تو الہام ہوا۔

”منفعہ مانع من السماء“ تب وہ ساکت اور لا جواب ہو گیا۔

۶۵..... کشف میں دکھایا گیا کہ ایک بڑا جوترا جو ہمارے مکان کے متصل تھا اس پر ایک لمبا دالان بن جائے اور اس زمین کے مشرقی حصہ نے ہماری عمارت کے بننے کی دعا کی اور مغربی حصہ نے آئین کجی۔ چنانچہ وہ دونوں مکان بذریعہ خریداری و وراثت ہمارے قبضہ میں آ گئے۔

۶۶..... ایک ہار خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ نے کسی اضطراب میں دعا کی التجا کی میں نے دعا کی تب یہ الہام ہوا۔ چل رہی ہے۔ نسیم رحمت کی جو دعا کچھ قبول ہے آج۔ اس کے بعد ان کی مشکل دور ہوئی اور انہوں نے شکر گزاری کا خط لکھا۔

۶۷..... ایک دفعہ پٹیالہ سے محمد اسماعیل کا خط آیا کہ اس کی والدہ اور چھوٹے بھائی فوت ہو گئے۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ یہ خیر وفات صحیح نہیں ہے۔ سو ایسا ہی ہوا۔

۶۸..... ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ مبارک احمد پھل کر گر پڑا اور چوٹ سے خون جاری ہو گیا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایسا ہی ہوا۔

۶۹..... ایک دفعہ کشفی حالت میں دیکھا کہ مبارک احمد سخت مبہوت اور بدحواس ہو کر میرے پاس آیا اور کہتا ہے۔ ”تباہی دو۔“ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد ایسا ہی ہوا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کے خوابات والہامات جو صحیح ثابت ہوئے

۱..... مجھے چالیس سال کی عمر میں جون ۱۹۰۷ء کو خواب میں دکھایا گیا کہ میرے بہت سے لڑکے ہوں گے پھر الہام ہوا۔ لڑکوں کا سلسلہ پھر ستمبر ۱۹۰۷ء میں ایک لڑکا دکھایا گیا جس کا نام مسلم ہے۔

۲..... شروع مئی ۱۹۰۷ء کو مجھے چند مرزائیوں کی نسبت الہام ہوا۔ ”انہم لصالو الجہیم“ اس کے بعد چند مرزائی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ مبارک احمد جس کی نسبت مرزا قادیانی کی بہت پیش گوئیاں تھیں۔ وہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو ایک خاص پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا۔

۳..... مرزا قادیانی کی بددعاؤں اور خونخوار الہامات کے بعد مجھے الہامات ہوئے۔ ”انک لمن المرسلین ولن خاف مقام ربہ جنتان“ خداوند عالم ہے میرا محافظ۔ اللہ تعالیٰ میری گردن کو کھوار سے محفوظ رکھے گا۔ فالحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا۔

۳..... امتحان فرسٹ کریڈ سے چھ ماہ پیشتر مجھے بتلایا گیا کہ میں اس امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ پھر ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء کو الہام ہوا۔ Dr. Charles appeared in a dream into me and said: "Well Abdul Hakim Khan, you have done excellently."

۵..... مصطفیٰ ولد مولوی عبداللہ خان کی نسبت خواب میں معلوم ہوا کہ وہ امتحان ایف۔ اے میں نکل ہو جائے گا۔ کیونکہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۶..... ۲۶ ستمبر ۱۹۰۳ء کو خواب میں فتح محمد خاں کا ایک کارڈ وصول ہوا جو درمیان سے شکستہ تھا اور اس کے بالائی حصہ پر لکھا تھا: "تمہارے کوشک میں بتعریب دورہ ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مبارک اجدر رکھا گیا ہے۔" چنانچہ ۱۸ مارچ ۱۹۰۵ء کو جب میں دورہ میں تھا اور میری بیوی میرے مکان میں تھی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی پیدائش سے دو یوم پیشتر عبدالحق کوہ اتمام مکان اندر اور باہر اور اوپر سے سفید پوش لوگوں سے پر نظر آیا۔ جو یہ کہتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کہاں ہیں۔ ان کو مبارک باد دو۔

۷..... ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ "انسان بشیرک بغلام اسمہ یحییٰ" چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا اور بعد کے خوابوں میں بتلایا گیا کہ بچی لکھی ہے۔

۸..... مولوی عبداللہ خان مرزائی کی نسبت خواب میں دیکھا کہ ان کے گھر میں ایک مینا (بکری کا بچہ) پیدا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ کر وہ اور ان کے دونوں بیٹے سخت متوحش ہو گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے چھوٹے بھائی سعد اللہ کے جوان کے ساتھ ہی اسی گھر میں رہتا ہے ایک بت خلاف معمول پیدا ہوا۔

۹..... بخشی گنڈ اسگھ صاحب کماثر راچیف افواج پٹیلہ کی نسبت ایک خواب میں دیکھا کہ وہ خشک نالے میں جا رہے ہیں اور رفتہ رفتہ زمین میں غائب ہو گئے۔ اس خواب کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

۱۰..... مجھے ایک خواب میں ایک لڑکا دکھایا گیا اور اس کی نسبت الہام ہوا۔ "هذا الشجره والطلوبہ" اس کے بعد میرا ابو الکا عبد العزیز نام پیدا ہوا۔

۱۱..... بشیر اول جس کی نسبت مرزا قادیانی نے بشیر موعود ہونا شائع کیا تھا۔ اس کی نسبت میں نے خواب دیکھا تھا کہ وہ ایک کھیت میں پھر رہا ہے اور رفتہ رفتہ زمین میں دھنس گیا۔ اس خواب سے ایک سال بعد وہ فوت ہو گیا۔

۱۲..... عبداللہ آتھم کی نسبت وقت مقررہ سے پیشتر مجھے دکھلایا گیا تھا کہ وہ زندہ بچ رہا ہے اور میاؤ کے اندر نہیں مرا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ عبداللہ آتھم کے زندہ رہنے کی نسبت ایک پیش گوئی پیسہ اخبار میں بھی شائع ہوئی تھی۔

۱۳..... جنرل گوردت سنگھ وزیر اعظم ریاست پٹیالہ کی نسبت جب کہ وہ عین عروج پر تھے۔ ایک خواب دیکھا کہ ان کے باغ کا مکان شکستہ ہو گیا ہے اور باغ ویران۔ اس کے بعد وہ وزارت سے علیحدہ کئے گئے اور ان کے باغ میں جو میلہ لگا رہتا تھا وہ بند ہو گیا۔

۱۴..... کرنل بہادر علی کی نسبت جب کہ وہ معاون دیوان تھے۔ ایک خواب دیکھا کہ آسان سے ایک بلائے ناگہانی ان کے سر پر آن پڑی ہے۔ اس خواب سے چار پانچ ماہ بعد وہ اچانک موقوف ہو گئے۔

۱۵..... ان کے ایام موتی میں پھر دیکھا کہ وہ بحال ہو گئے ہیں۔ پولیس کی وردی پہننے ہوئے ہیں۔ میں ان سے ملنے گیا۔ مگر انہوں نے مجھ سے رخ پھیر لیا۔ چنانچہ ان کی بحالی اس طرح شروع ہوئی کہ مہاراج راجندر سنگھ بہادر بیکٹھ مراتب کے انتقال پر مشتبہ لوگوں کی در بندی کی گئی اور پہرہ لگائے گئے اور کرنل بہادر علی ان کی نگرانی پر مامور ہوئے۔ میں ان کی بحالی کا خواب پہلے ان کو سنا چکا تھا۔ جب سادھوں میں ان کو اپنا خواب میں نے یاد دلانا چاہا تب انہوں نے رخ پھیر لیا۔

۱۶..... کرنل عبدالحمید خان صاحب فارن نیشنل ریاست پٹیالہ کی نسبت میں نے خواب دیکھا کہ ان کی انگلی میں سے مہر نکالی گئی۔ چنانچہ اس خواب سے چند روز بعد ایسا ہی ہوا اور مرزا امربیک نے جواب تک مرزائی ہے۔ آن کر مجھے خبر دی کہ آپ کا خواب جو میرٹھی کی نسبت تھا۔ وہ پورا ہو چکا۔

۱۷..... پہلے خواب سے چند یوم بعد ہی میں نے خواب میں کرنل عبدالحمید خان صاحب کے مرشد کو دیکھا۔ میں نے بھی ان کی بحالی کے واسطے دعا کی اور اس بزرگ نے بھی دعا کی جو قبول ہوئی۔ چنانچہ وہ تین چار یوم میں بحال ہو گئے۔

۱۸..... لالہ بنگوان داس میر کونسل جب کہ قحط کے بیکر ٹری تھے۔ منقول حالت میں تھے۔ ان کی نسبت میں نے خواب دیکھا کہ وہ کونسل کے ممبر ہو گئے ہیں۔ خواب میں ہی میں نے ان سے مل کر کہا۔ *It is decreed by God, it is destined by God that*

you have become a member of the Council. جواب دیا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ میں اس وقت منقول حالت میں ہوں۔ اس کی یہی تعبیر ہوتی کہ میں چیف کورٹ کالج ہو جاؤں۔ اس کا میں نے نہایت زور کے ساتھ یہ جواب دیا۔ *No, it*

is decreed by God, it is destined by God that you
 have become a member of the Council.

آیا۔ تب میں نے ان کو زور سے بھینچا اور دینی الفاظ دہرائے اور یہ کہ اگر یہ خواب پورا نہ ہو تو جو سزا
 چاہو تم مجھے دینا۔ اسی روز میں نے یہ خواب لالہ صاحب موصوف اور بعض احباب کو سنا دیا تھا۔ اس
 سے قریباً ایک ماہ بعد آنجناب کونسل کے ممبر ہو گئے۔

۱۹..... اللہ تعالیٰ نے طاعون کے خلاف مجھے بشارت دی کہ دنیا میں طاعون خواہ کسی شدت
 سے پھیلے تو طاعون سے ہلاک نہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تمہ کو ایک نشان بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے
 متعلق چار نشانات ذیل قابل غور ہیں۔

۲۰..... ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک دیوانہ بھڑیا لوگوں کو کاٹتا پھر رہا ہے۔
 میرے قریب سے بھی وہ گذرا۔ مگر مجھے اس نے کاٹا نہیں۔ اگلے دن ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت
 میں اپنے کمرہ میں لیٹا ہوا تھا۔ ایک شخص اپنے لڑکے کو گود میں اٹھائے ہوئے آگھا اور مجھے
 دکھانے لگا کہ اس کو طاعون ہو گیا ہے۔ بدھیں نکلی ہوئی ہیں۔ میں اسی وقت رات کے دیوانہ
 بھڑیے کا خیال کر کے کمرہ سے باہر دھوپ میں نکل آیا اور اس شخص سے کہا کہ لڑکے کو باہر دھوپ
 میں لا کر دکھاؤ۔

۲۱..... ایک روز خواب میں دیکھا کہ میں ایک قلعہ کی چھت پر پھر رہا ہوں۔ سامنے سے ایک
 بڑا کتا نظر آیا۔ مجھے خوف ہوا کہ یہ کتا نہ کھائے۔ اسی وقت مجھے یہ الہام ہوا۔ ”خداوند عالم ہے
 میرا محافظ۔“ اگلے دن میں مولوی فضل متین صاحب کے مکان پر بیٹھا تھا اور اس خواب کا ذکر کر چکا
 تھا کہ اتنے میں ایک شخص آ کر میرے قریب بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ مجھے پلگ ہو یا ہے۔ میری ہمشیرہ
 پلگ سے فوت ہو چکی ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے جنرل فضل متین سے کہا کہ باہر آ جاؤ اور اس شخص کو
 رخصت کر کے مکان کاؤس انفیکشن کراؤ۔

۲۲..... تراوڑی میں اس سال طاعون نہایت شدت سے ہوا کہ دو ہزار کی آبادی میں سے
 ڈیڑھ سو آدمی فوت ہو گیا۔ مگر میرے لڑکوں عزیزوں اور مطیع کے کارکنوں اور ملازموں میں سے کسی
 کو بھی طاعون نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ تمام طاعونی نشوں کے ساتھ جاتے رہے۔

۲۳..... میں چار سال متواتر پلگ ڈیوٹی پر رہا۔ ایک دن میں سو مریضان پلگ کو دیکھا۔ ان
 کو بدھوں میں شکاف دیئے۔ مریضوں کے کمروں میں گھسا۔ مگر طاعون سے وعدہ خداوندی کے
 مطابق محفوظ رہا۔

۲۳..... ۱۸۹۸ء میں جب کہ میں نارنول میں تھا۔ مجھے طاعونی شہروں کا نقشہ ایک ورہس کی شکل میں دکھایا یا۔ شہروں کے نشانات چھوٹے دائروں میں دکھائے گئے اور وسعت طاعون کے مطابق ہر شہر میں سیاحی دی گئی تھی اور کوئی گاؤں یا شہر بالکل بچا ہوا نہ تھا۔ اس کے بعد پنجاب میں طاعون شروع ہوا۔

۲۵..... ۱۹۰۲ء میں مجھے بڑے زور کے ساتھ الہام ہوا۔ ”انہم یکیدون کیدا و اکید کیدا انا سنلقى علیک قولاً رشیدا“ یہ الہام میں نے اپنے مطبخ کے ملازموں کو سنا دیا تھا۔ اس وقت میں اس کے کچھ معنی نہ سمجھ سکا۔ اس کے بعد فروری ۱۹۰۲ء میں پٹیالہ میں پلگ میڈیکل آفیسر مقرر ہوا۔ ۱۹ فروری کو شام کے ۴ بجے کے قریب شہر میں انتظام طاعون کے خلاف سخت بلوہ ہو گیا۔ میں اس وقت شہر سے باہر پلگ کیمپ میں تھا۔ شہر کو آتے ہوئے جب لاہوری دروازہ کے قریب پہنچا تب پرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سردار پریم سنگھ شہر کو گاڑی دوڑاتے ہوئے ملے۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر ہاتھ سے ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور اپنی گاڑی ٹھہرا کر کہا کہ شہر میں سخت بلوہ ہو گیا ہے۔ آپ ہرگز اندر نہ جائیں۔ ورنہ مارے جائیں گے۔ پھر اسی وقت انہوں نے گاڑی شہر کو دوڑانی میں بارہ وری کی طرف روانہ ہو گیا۔ الغرض خدا کی طرف سے یہ قول رشید تھا جس نے اس روز مجھ کو بچایا۔

۲۶..... ۱۸۹۹ء میں ایک آتھین خندق پٹیالہ میں دیکھی جو بہت بڑی ہے اور میں اس سے کچھ فاصلہ پر ایک قلعہ کی تفصیل کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد پٹیالہ میں شدت کا پلگ ہوا۔ ۲۷..... میری بیوی نے ایک خواب دیکھا کہ پٹیالہ سے سراج الحق نے اس کے نام ایک چراغ بھیجا ہے۔ اس کے بعد ایک خواب میں مجھے اس خواب کی نسبت یہ الہام ہوا۔ وہ ایک بشارت تھی اور پٹیالہ کا سراج الحق میں ہوں۔ اس سے تین سال بعد مبارک احمد پیدا ہوا۔ جس کی نسبت پھر یہ الہام ہوا۔ ”واجتہیناہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ لمن الصالحین“

۲۸..... جب کہ میں نارنول میں تھا۔ میں نے ایک خواب دیکھا کہ نظامت کا مکان کھلا ہو گیا ہے۔ ایک گوشہ میں سے ناظم ہر نام سنگھ روتے ہوئے نکلے اور پھر ایک نہایت ہی عمیق خندق میں غائب ہو گئے۔ نارنول کے تمام ہیروزادوں اور شرفاء میں یہ خواب مشہور ہو گیا تھا اس کے بعد جب پلگ کل ایجنٹ دورہ پر تشریف لے گئے تب وہاں کے حکام کے مظالم پر مطلع ہو کر ناظم، نائب، تحصیلدار، اور پرنٹنڈنٹ وغیرہ کو موقوف کر آئے۔ ناظم ہر نام سنگھ جگر کے پھوڑے سے چند ماہ بعد فوت بھی ہو گئے۔

۲۹..... پنڈت سندرالال ناظم جنگلات جب نظام سے علیحدہ کئے گئے اور ظاہراً کوئی صورت ان کی بحالی کی ظاہراً کوئی صورت نہ تھی۔ مجھے ان کی نسبت خواب میں معلوم ہوا کہ یہ مظلوم بحال کیا جائے گا۔ خواب میں نے ان کو سنا دیا تھا اور اس سے چند یوم بعد وہ بحال ہو گئے۔

۳۰..... سیکنڈ گریڈ کے امتحان میں شامل ہونے سے پیشتر میں نے ایک خواب دیکھا کہ ڈاکٹر غلام علی نے میری طرف پتھر پھینکنے شروع کئے۔ میں نے کہا کہ کیوں ناحق مجھ پر پتھر چلاتے ہو۔ ایک پتھر پلٹ کر ان کی دہنی ران پر جاگا۔ جس سے وہ ران ٹوٹ گئی۔ جب میں ایک ہفتہ کی رخصت لے کر سیکنڈ گریڈ کے امتحان کے واسطے گیا اور ڈاکٹر غلام علی میری بجائے سپرنٹنڈنٹ پور ہاؤس ہوئے۔ انہوں نے دشمنوں کے طور پر تمام اخراجات کی پڑتال شروع کر دی۔ تاکہ کوئی فیین ثابت کریں۔ مگر وہ ناکام رہے اور خود ہی ایک مواخذہ میں آ گئے۔ جس کے نتیجہ میں ان کی معذوہ بجائے سو روپیہ ماہوار کے پچاس روپیہ کی گئی اور آخر کار ریاست سے علیحدہ ہو گئے۔

۳۱..... امتحان سیکنڈ گریڈ میں شامل ہونے سے پہلے ایک خواب میں دیکھا کہ ایک ڈاکوؤں کا گروہ بندوقیں لئے ہوئے میرے مکان پر آن پڑا۔ میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کے مکان سے باہر آیا تو دروازہ پر کیا دیکھتا ہوں کہ کرٹل فتح محمد خان میری امداد کے واسطے کھڑے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ ڈاکو میرے مکان پر آ پڑے۔ فوج کو فوراً بلاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ ابھی آتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر غلام علی نے جوش میرے برخلاف بنانی چاہی تھی وہ دائرہ بھی نہ کی گئی اور ڈاکو میرے مکان کے اندر داخل نہ ہو سکے۔ یہ خواب میں نے قتل از وقت لالہ بھگوانداس ممبر کونسل اور خلیفہ محمد محسن مجسٹریٹ کو سنا دیا تھا۔

۳۲..... انیس ایام میں ایک خواب میں میں ڈاکٹر غلام علی کے مکان پر گیا۔ اندر سے ان کا بھائی بڑے قوم تراق کے ساتھ اکڑتا ہوا میرے آگے سے گذر اور ٹھم پر سوار ہو کر چل دیا۔ تھوڑی دور جا کر ٹھم ایک تالی میں پھنس کر الٹ گئی اور وہ زخمی ہوا۔ اس خواب کے بعد وہ مرض سیل میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا۔

۳۳..... مئی ۱۹۰۶ء میں خواب میں دیکھا کہ مرزا ایک لڑکے کی شکل میں ہے۔ اس کا ہایاں پاؤں باہر کی طرف مڑا ہوا ہے اور ٹھنڈے پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ دیکھو والد کر الیم نمبر ۳۷ ص ۱۵۰ اس کے بعد مرزا انقرس میں مبتلا ہوا اور اس کے پاؤں میں درد ہوا۔

۳۳..... ۱۸۹۱ء میں مجھے مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا تھا۔ ”نفاقة اللہ وسقیہا“ چنانچہ مرزا قادیانی کی تمام زندگی سے یہی ثابت ہوا کہ وہ انسانیت سے خارج ایک حریص اونٹنی ہے۔

جس کا مشن سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ پانی پلاتے رہو۔ یعنی چندے دیتے رہو۔
 ۳۵..... ۱۸۹۱ء میں مجھے مرزا قادیانی کی نسبت الہام ہوا تھا جو اللہ کریم نے مجھ کو نصیب فرمایا ہے۔
 ”ولہم عذاب الیم بما کانوا یکذبون“ چنانچہ پہلے مرزا کو ہسٹریا کے دورے ہوتے
 رہے۔ ہمیشہ در دسر اور دوار کے دور ہوتے ہیں اور نقرس بھی دوبارہ ہو چکا ہے۔ میری مخالفت کے
 بعد تو مسلسل بیمار چلا آتا ہے۔

۳۶..... ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء کو جب کہ میں مرزا قادیانی کو کسب الزمان ماننا تھا۔ الہام ہوا۔
 ”یا ایہنا النفس المطمئنة الرجعی الی ربک راضیة مرضیة فادخلنی فی
 عبادہی وادخلنی جنتہی“ اس الہام سے قریب دو ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی طرف
 واپس ہونے اور سواد اعظم اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ہر طرح سے مجھے
 اطمینان عطا فرمایا۔

۳۷..... ۳۰ مئی ۱۹۰۶ء کو جب مرزا نے میرے خلاف شائع کیا ”فرشتوں کی کھنٹی ہوئی تلوار
 تیرے آگے ہے۔“ اس کے بعد مجھے الہام ہوا۔ ”تیرے ہاتھ سے دجالی فتنہ پاش پاش کرایا جائے
 گا۔“ حالانکہ میں اس وقت تک کسب ماننا تھا۔ مگر آخر کار یہی ہوا کہ اسح الدجال کی نسبت مجھے الہام
 ہوا اور ”اسح الدجال“ اور ”کانا دجال“ دو سالہ میری قلم سے ایسے نکلے کہ دجالی فتنہ واقعی طور پر
 پاش پاش ہو گیا۔ ان کے مقابلہ پر مرزائیوں سے سوائے فرار کے نہ کچھ بن سکا اور نہ بن سکے گا۔
 پھر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ ”مرزا پر ایک بجلی گرنے کی۔ تاسیہ روئے شوہر کہ دروش
 ہاشم“ اس کے بعد ایک تو اللہ کریم نے مجھے ایک لڑکا بھیجا نام حسب بشارت عطا فرمایا جس کی
 اطلاع قادیان بھی پہنچ چکی تھی۔ دوم حقیقت الوحی جس کی دھوم دو سال سے پڑ رہی تھی۔ اس کے
 نکلنے ہی ایک ہفتہ میں اس کا کامل رد تیار ہو گیا ہے جس سے مرزائیوں کی ساری شیخی خاک ہو گئی اور
 ان کے نشانات کا طسم نکلنے نکلنے ہو گیا۔ سوم اس کا الہامی بیٹا مبارک احمد شادی سے چند یوم بعد
 اچانک فوت ہو گیا۔

۳۸..... اپریل ۱۹۰۷ء کو میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ مرزا قادیانی ایک مکان میں دعوت
 کر رہا ہے۔ میں نے اس کی بعض باتوں کی تصدیق کی۔ اس پر مرزا قادیانی میری طرف متوجہ
 ہوا اور اپنے مریدوں سے کہنے لگا کہ ان کے ساتھ بہت تواضع سے پیش آؤ اور مجھ سے پوچھا
 کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا دجالی فتنہ میرے ہاتھ سے پاش پاش ہو گا اور میں بچ ہوں۔
 اس کے بعد مرزا قادیانی کی حقیقت الوحی شائع ہوئی اور اتفاقاً ۳۰ جون ۱۹۰۷ء کو میری نظر

سے گذری۔ میں نے ایک ہفتہ میں اس تمام کو دیکھ کر اس کی سچی باتوں کی تصدیق بھی لکھ دی اور ہاتھی و بیل کی تردید۔ بہت مدت سے اس حقیقت الوحی کی ایسی دھوم مچ رہی تھی جیسا کہ روس کے بالنگ فلیٹ کی اور مرزائی شور مچا رہے تھے کہ اس میں مرزا قادیانی تمام دشمنوں کا منہ بند کر دیں گے۔ مگر پہنچے ہی اس کے ایسے پڑنے اڑانے گئے جیسی کہ جاپان نے ایک دن رات میں بالنگ فلیٹ کے اڑا دیئے تھے۔

۳۹..... جب میں اور نیشنل کالج بورڈنگ لاہور میں مقیم تھا مجھے چند شیر دکھائے گئے۔ جس کی تعبیر فساد ہوتی ہے۔ چنانچہ چار پانچ یوم کے بعد اس بورڈنگ میں فساد ہوا اور مجھے وہ بورڈنگ چھوڑنا پڑا۔

۴۰..... امتحان ایف اے سے دو شتر مجھے فارسی کا امتحان ایک گندے نالے کی صورت میں دکھایا گیا۔ چنانچہ اسی سال میں فارسی میں فیل ہو گیا۔

۴۱..... فرسٹ ایم۔ بی کے امتحان سے سات مہینے دو شتر مجھے امتحان کی نسبت بشارت ملی۔ ”ان للمعتقین مغازا“ چنانچہ میں اس امتحان میں کامیاب ہوا۔

۴۲..... لالہ سنگت رام جو میرے ہم جماعت تھے ان کی نسبت مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ وہ میرے سے کم درجہ پر رہیں گے اور یہ الہام ہوا۔ ”کتب اللہ لا غلبن انساور سلی“ چنانچہ فرسٹ ایم۔ بی میں وہ دوم رہے اور میں اول رہا۔ آخری امتحان میں وہ فیل ہوئے اور میں پاس ہوا۔

۴۳..... خواب میں معلوم ہوا کہ آخری امتحان میں میں اول رہوں گا اور خلیفہ رشید الدین دوم۔ چنانچہ ہم دونوں امتحان میں کامیاب ہوئے۔ بہ لحاظ تنخواہ و عزت میں اول رہا۔ وہ دوم ہیں۔ میں ۵ نومبر ۱۹۰۶ء سے فرسٹ گریڈ ہو چکا۔ میرے ساتھ پاس ہونے والوں میں سے کوئی بھی اس تاریخ سے فرسٹ گریڈ نہیں ہوا۔ مجھے اس وقت تنخواہ تین سو پچاس روپیہ ماہوار ملتی ہے جو اپنے ہم جماعتوں میں سب سے زیادہ ہے۔

۴۴..... درگاہ اس سنگل کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ پاس ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۵..... سردار زائن سنگھ کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۶..... لالہ امر اور لالہ لال کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۷ لالہ سریرام کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۸ لالہ چمن داس کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۴۹ لالہ پرسوتم داس کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۰ سردار دیپ سنگھ کی بابت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۱ لالہ شکر داس کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۲ لالہ بھگوان داس کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۳ شیخ غلام مصطفیٰ کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۴ مسٹر دیپ سنگھ جی کی نسبت دکھایا گیا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۵ لالہ رام لال کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ امتحان اسٹنٹ سرجنی میں پاس ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵۶ پنڈت مولراج کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ سوم رہیں گے۔ وہ میرے بعد تیسرے سال پاس ہوئے۔

۵۷ میں میڈیکل کالج کے دوسرے سال میں مدت تک سخت بیمار رہا اور مجھے امید نہ رہی کہ میں کالج کی تعلیم ماہ کر سکوں گا۔ الہام ہوا۔ ”والاخرة خیر للک من الاولیٰ“

۵۸ میڈیکل کالج میں داخل ہونے سے پیشتر مجھے تردد ہوا کہ قانون میں داخل ہوں، یا ڈاکٹری میں۔ الہام ہوا کہ ڈاکٹری بہتر ہے۔

۵۹ امتحان کے قریب مجھے تردد ہوا کہ اگر میں نفل ہو گیا تو وظیفہ کے بغیر میرے لئے تعلیم کا جاری رکھنا محال ہو جائے گا۔ الہام ہوا۔ ”دوستاں را کجائی محروم تو کہ ہادشمان نظر داں“

۶۰..... میرا نام غلطی سے امتحان ایم. بی کے واسطے نہیں بھیجا گیا تھا۔ مجھے سخت پریشانی ہوئی۔ خواب میں دکھایا گیا کہ میں پروفیسر چارلس سے ملا۔ انہوں نے پوچھا۔ عبدالحکیم خان تم کیسے آئے ہو۔ میں نے عرض کی کہ جناب نے میرا ایک سال علم حیوانات میں شمار نہیں کیا۔ حالانکہ میری حاضری اس مضمون میں دو تہائی ہے۔ ڈاکٹر چارلس نے فرمایا کہ تمہاری حاضریاں کافی ہیں۔ یہ میری غلطی ہے جو تمہارا نام نہیں بھیجا جاتا۔ محرر دفتر سے ابھی رجسٹراؤ۔ میں تمہارا نام ایم. بی میں لکھ دوں گا۔ اس خواب میں خوش و خرم اٹھا اور دوپہر کے وقت ڈاکٹر چارلس سے ملا۔ وہی گفتگو ہوئی اور ڈاکٹر موصوف نے فوراً پہل کے نام یہ چٹ لکھ دیا۔

Abdul Hakim Khan has completed his course in zoology, Khan over right his name was not sent you.

پہل صاحب نے اس چٹ کو دیکھ کر میرا نام امتحان ایم. بی کے واسطے بھجوادیا۔
۶۱..... میری ڈاڑھ میں سخت درد تھا اور سوڑھا سوج گیا تھا۔ رات کو خواب میں دکھایا گیا۔
طلائے طاعون (یہ میرا ایک نسخہ ہے) لگاؤ، صبح اٹھتے ہی میں نے جو طلائے طاعون لگایا تو فوراً درد بھی موقوف ہو گیا اور سوڑھے کا درم بھی تحلیل ہو گیا۔

۶۲..... میرے چچا غلام محی الدین خاں کو ایک ہارکیر تین دن متواتر جاری رہی اور خشی ہو گئی۔ میرے نام بتا دیا۔ رات کو خواب میں دکھایا گیا کہ میں کلمات ذیل ان پر دم کر رہا ہوں۔
”یا شافی، یا دافی، یا رب العالمین، یا رحمن، یا رحیم“ اور ان کی تکبیر بند ہو گئی۔ اگلے دن جو میں پہنچا تو ان کو آرام ہو چکا تھا۔

۶۳..... ایک بار میرے چچا غلام محی الدین خاں کو پھیپھڑوں کا کینسرین ہو گیا تھا۔ سیروں سے روزانہ کھانسی میں خارج ہوتی تھی۔ میں نے ان کے علاج کی بابت کوچہ کی تو انگریزی میں الہام ہوا۔

”لا الہ الا اللہ“ یعنی خدا بافراط اور ”لا الہ الا اللہ“ پھر ایک خواب میں بتلایا گیا کہ دس یوم تک آرام ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۶۴..... ۱۸۹۸ء میں مجھے خواب میں ایک نہایت ہی شاندار سبز طلسمی چوڑھ پہنایا گیا۔ جنہیں عجیب و غریب نقش و نگار تھے اور سبز روشنی اس میں سے جھلکتی تھی۔ اس کے بعد تفسیر القرآن میری

قلم سے نکلے۔ بجاواں ایک خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ لوگ اپنے اپنے اعمال لئے ہوئے میدان حشر میں جا رہے ہیں اور نہایت ہی سرور کی حالت میں یہ کہتا جا رہا ہوں۔ من نیز حاضر میثوم تفسیر قرآن در فضل۔

۶۵..... ۱۸۹۸ء میں مجھے الہام ہوا۔ ”اننا ارسلناک بالحق بشیراً ونذیراً ولا تسئل وعن اصحاب الجحیم“ اور میرا نام محمد رکھایا گیا۔ اس کے بعد تفسیر القرآن اردو و انگریزی اور مباح القرآن میری قلم سے نکلے۔

۶۶..... اپنے لڑکے عبدالعزیز خاں کی نسبت ۱۹۰۱ء میں الہام ہوا۔ عزیز انٹرنس میں پاس ہو گیا ہے۔ خوشیاں مناؤ۔ اس وقت وہ ڈبل میں تھا۔ اب ۱۹۰۷ء میں وہ انٹرنس میں پاس ہوا۔
۶۷..... ایک دفعہ مجھے اور میری بیوی کو خدمت گاروں کا اہتمام پیش آیا تو الہام ہوا۔ ”لا تلطف ولا تخف ان اللہ معنا“ نہ نری کرو۔ نہ خوف کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کے بعد خدمت گار مرد اور عورتوں کی افراط ہو گئی۔

۶۸..... ۱۸۹۸ء میں مجھے دکھایا گیا کہ یونیورسٹی کے کینڈر میں میرا نام بہت سی تعریفوں کے ساتھ چمپا ہے۔ خواب میں ہی میں نے اپنے چچا حشمت علی خان مرحوم سے ذکر کیا کہ میرا نام ڈاکٹر عبدالکیم خان ایم۔ بی بڑی تعریفوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں دکھلاؤ۔ جب میں کینڈر کی ورق گردانی کرنے لگا تو پہلے مولوی عالم اور مولوی فاضل کے پاس شدہ اشخاص کی فہرست نکلی۔ جس پر گہری دانہ دار بزرسیا ہی پھری ہوئی تھی۔ آخر کار یہ نام بجائے ڈاکٹر عبدالکیم خان کے محمود نکلا۔ اس خواب کے بعد میری تفسیر القرآن بالقرآن نکلی۔ جو بینظیر تفسیر ہے۔ گویا کہ میرے اس کام نے تمام علماء و فضلاء حال کومات دے دی۔

۶۹..... ۳۱ اگست ۱۹۰۶ء کو جب کہ میں اسکول آف ڈیپنٹیشن تھا اور ہمیشہ دورہ میں رہتا پڑتا تھا۔ خواب میں دکھایا گیا کہ پٹیالہ میں میرے لئے ایک پختہ مکان تیار ہوا۔ اس کے بعد ۲۷ مارچ کو میری ماموری خاص پٹیالہ میں ہو گئی۔

۷۰..... جن ایام میں میری تفسیر القرآن چھپ رہی تھی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت عمدہ بید کا عصا میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ درمیان سے ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد ایسا ہوا کہ پہلا کاتب محمد الدین نصف کے قریب لکھ چکا تھا۔ وہ فوت ہو گیا۔ پھر خواب دیکھا کہ وہ عصا جڑ گیا۔ مگر گاؤں میں ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے کاتب نے جو حصہ تفسیر کا لکھا وہ پہلے کے مقابلہ میں کم درجہ کا ہے۔ مگر آخر کار تفسیر مکمل ہو گئی۔

۷۱..... فرسٹ ایم. بی کے امتحان میں علم ادویہ کے امتحان سے پہلی رات کو میں نے دیکھا کہ امتحان میں پارہ کے مرکبات کی بابت سوال ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۷۲..... ایک نئی بیوی کی نسبت بشارت ملی کہ پہلی رات میں ہی وہ لڑکے سے حامل ہوگئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۷۳..... ۷ ستمبر ۱۹۰۷ء کو الہام ہوا۔ ”مرزا کے ٹوسٹ میں قلس ہے۔“ اس کے بعد مرزا قادیانی نے مبارک احمد کی صحت یابی کو خوشیاں منائی اور اس کی شادی بھی کر دی اور اس کی اخباروں میں دھوم دھام سے مبارکبادیاں شائع ہوئیں کہ مبارک احمد کی نسبت وہ الہام پورا ہو گیا ہے۔ جس کے الفاظ تھے دعائے صحت قبول کی گئی۔ لودن کا تپ ٹوٹ گیا۔ مگر وہ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہو گیا۔ تمام خوشیاں خاک میں مل گئی۔ تمام الہام شیطانی ثابت ہوئے اور تمام دعوے باطل ہو گئے۔ مجھے تین مرزائی ڈھائی لکڑیوں کی صورت میں دکھائے گئے تھے جو گاؤ خوردہ لکھیں۔ جن میں چھوٹی لکڑی تو مبارک احمد ہو اور وہ بڑی لکڑیوں کا انتظار ہے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۰۷ء کو یہ الہام ہوا تھا۔ ”مرزا قادیانی پر ایک بجلی گرے گی۔ تاسیہ روئے شود ہر کہ دروش ہاشد“ مبارک احمد کی اچانک موت جو شادی اور صحت کی خوشی سے چند یوم بعد ہوئی۔ فی الحقیقت بجلی کے گرنے کی منشاء ہوئی۔ جس سے مرزا قادیانی کے تمام الہامات دروغ ثابت ہوئے اور اس کی رو سیاہی ہوئی۔ کیونکہ تین کو چار کرنے والا بھی لڑکا تھا۔ جس کی نسبت مرزا قادیانی کے الہامات تھے۔ ”مکان اللہ نزل من السماء“ اسیروں کو رستگاری دے گا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پر ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ..... یہ ۷۳ خوابات مومن مرزا قادیانی کے ۷۱ خوابات کے مقابلہ پر بیان کئے گئے ہیں۔ جن کے پورا ہونے کے شاہد اول خوردہ لوگ ہیں جن کی نسبت وہ خوابات ہیں۔ دوم میرے ہم جنس اور معزز دوست ہیں۔ سوم میڈیکل کالج کے متعلقہ خوابات کے شاہد وہ صاحبان ہیں جو میرے ہم جماعت تھے۔ ہر خواب کے متعلق علیحدہ علیحدہ شاہد طوالت کے خوف سے درج نہیں کئے گئے۔ ہزار ہا خوابات ایسے ہیں جو روزمرہ آتے اور پورے ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذکر کرنے کا موقع نہیں ملتا اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اس جگہ پر مرزا قادیانی کا ایک کذب عمد قابل ذکر ہے۔ مولوی محمد حسن بیگ والا خواب ذکر کر کے لکھا ہے: ”مگر ہم یہ قبول نہیں کر سکتے کہ یہ شیطانی خواب ہے۔ کیونکہ شیطان کو کسی کے ہلاک کرنے کے لئے قدرت نہیں دی گئی۔ ہاں!

شیطانی خوابیں اور شیطانی الہام وہ ہیں جو اب میری مخالفت کی حالت میں اس کو ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ساتھ کوئی نمونہ خدائی طاقت کا نہیں۔“ (حقیقت الہی ص ۱۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۲) اس میں کئی امور قابل غور ہیں۔ اول: تو یہ کہ کسی موقعہ پر مرزا قادیانی مخالفین کی عہارت نقل نہیں کیا کرتے۔ تاکہ مصنفین کو مقابلہ اور فیصلہ کا موقع نہ ملے۔ مگر اس موقعہ کو مفید مطلب دیکھ کر میری تمام عہارت لفظ بلفظ جلی حروف میں نقل کی ہے۔ دوم: پہلے میرے خوابوں کو کلیتہً شیطانی لکھ دیا تھا۔ حالانکہ وہ بھی پیدائش اور موت کے متعلق تھے۔ سوم: یہ جھوٹ فرض کر لیا کہ مخالفت کے بعد کوئی ایسے خواب نہیں آئے جن میں خدائی قدرت کا اظہار ہو۔ حالانکہ بچی کی بشارت کے خواب کے شطوط میں ۲۶ مارچ ۱۹۰۷ء کو بنام مولوی نور الدین و میاں محمد بمقام قادیان ارسال کر چکا تھا اور ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء کی رات کو وہ لڑکا پیدا ہوا۔ مبارک احمد کی موت کے الہامات کی اطلاع بھی انہیں قبل از وقت مل چکی تھی۔ (حقیقت الہی ص ۱۷۶، خزائن ج ۲۲ ص ۱۸۱، ۱۸۲) پر مرزا قادیانی نے ایک دعویٰ پیش کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اس کے مرید تو واہ واہ اور سبحان اللہ کے نشہ میں لٹو ہو گئے ہوں گے اور شاید چودہ مہینہ تک وہ مطلق بیہوش رہیں۔ وہ دعویٰ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے۔ ”اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالفاظ امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی امداد کرتا ہے اور کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔“

مرزا کے مقابلہ کے لئے تیار ہوں

تمام دنیا کی قوموں کا جمع ہونا تو محال ہے۔ ایسی ناممکن الوقوع دعوت میں تو آپ ہلکے سچے ہی اتریں گے۔ ہاں ایک عاجز گنہگار انسان ہے۔ قبولیت دعا، پیش گوئیوں اور امداد غیبی میں مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ بغضہ و بھدہ اگر منظور ہو تو اپنے اخبارات، الحکم، البدور، ریلو کو اجازت دے دیں کہ آپ کے مقابلہ پر میرے الہامات اور خواہات اور دعائیں بھی شائع کر دیا کریں۔ پھر جو صاف طور پر پوری ہوں ان کو زاید حاشیوں اور لغو تاویلات کے بغیر شائع کر دیا کریں۔ تاکہ دنیا خود فیصلہ کر لے۔ اگر ایسا منظور ہو تو مجھے اطلاع دیں اور یہ مقابلہ تاریخ اطلاع سے شمار ہو۔

فصل ہشتم: ان نشانات کے بیان میں جو گول مول ہیں جس واقعہ پر چاہا ان کو منطبق کر لیا

-۱ پہلے غشی پھر بیہوشی، پھر موت۔ عموماً موت سے پہلے غشی اور بیہوشی ضرور ہوجاتی ہے۔ ایک ماہ بعد ڈاکٹر بوزیخاں پر اسے چسپاں کیا گیا۔
-۲ ڈاکٹر مارٹن کلاؤرک کے مقدمہ میں بریت خانی دعویٰ ہے۔ الفاظ عمارد۔
-۳ ”تخرج الصدور الى القبور“ کیا بڑے آدمی ہمیشہ نہیں مرا کرتے۔
-۴ قادر ہے وہ ہارگاہ جو ٹوٹا کام بنادے۔ بنانا یا توڑ دے کوئی اس کا مجید نہ پاوے۔ بعد میں اس الہام کو سیٹھ عبدالرحمن پر چسپاں کیا گیا۔
-۵ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا۔ اب ان کی دلجوئی ہوگی۔ سو بنگالہ کا ایفٹینٹ گورنر قلم مستغنی ہو گیا۔
-۶ دردناک دکھ اور دردناک واقعہ۔ اس کے بعد نواب محمد علی خان کی بیوی دردناک مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئی۔
-۷ پچیس دن یا پچیس دن تک۔ پچیس دن کے بعد جب شہاب ثاقب نمودار ہوا تو اس پر اس پیش گوئی کو چسپاں کر لیا۔

.....۸ ”اردت زمان الزلزلة“ اس کے بعد ایک زلزلہ آیا۔
فصل نہم: مختلف لوگوں کے خوابات مرزا قادیانی کی تصدیق میں
جن کو اس نے بطریق نشانات درج کیا ہے

-۱ سائیں گلاب شاہ کی پیش گوئی۔
-۲ صاحب العلم سندھی کا خواب۔
-۳ خواجہ غلام فرید کا خواب۔
-۴ ملاں عبداللطیف صاحب کا تصدیقی خواب۔

ان کو ہم بلا کسی جرح کے صحیح مان لیتے ہیں۔ ساتھ ان کے ان بزرگان کے الہامات و خوابات بھی ملائے ہیں۔ جن کو مرزا قادیانی کے خلاف میں الہامات ہوئے یا خواب آئے۔ مثلاً: (۱) مولوی احمد اللہ امرتسری کو الہام ہوا۔ ”ملعون ابن ملعون“ (۲) مولوی عبدالرحمن لکھو کے والے کے الہامات ہیں۔ ”وما یعدہم الشیطان الا غرورا واتخذوا یاتی ورسلی

هزوا اولئك هم الكافرون حقا ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه
 وكان امره فرطا“ (۳) مولوی عبدالحق غزنوی کے الہامات ”وما کید فرعون الا فی
 تباب“ (۴) مولوی الہی بخش اکاؤنٹ کے الہامات۔ ”ان اللہ لا یهدی من ہو مسرف
 کذاب“ (۵) قاضی محمد سلیمان منصور پوری کے خوابات۔ (۶) قاضی فضل احمد کے خوابات۔
 (۷) اس عاجز کے خوابات والہامات۔ (۸) دانیال نبی کی پیش گوئی کہ وہ مکروہ شے جو خراب
 کرنے والی ہے۔ ۱۲۹۰ھ میں قائم کی جائے گی۔ جو مرزا قادیانی کے ظہور اور اشاعت براہین
 احمدیہ کا زمانہ ہے۔ جو مبارک شے ہے۔ وہ ۱۳۳۵ھ میں آئے گی۔

ہر دو جانب کے خوابات والہامات پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مرزا
 ”السخ الدجال“ ہے۔ یعنی مرزا قادیانی کا جو دسیخت اور دجالیت کا مرکب ہے۔ بہ لحاظ مسیحیت
 کے کبھی کبھی بعض لوگوں کو اس کی نسبت اچھے خوابات آجاتے ہیں یا الہام ہوتے ہیں۔ مگر کثرت
 سے تمام اہل الہام لوگوں کو اس کے خلاف ہی الہام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ وہ خود بار بار اقرار کر چکا
 ہے کہ سارے اہل الہام لوگ آخر کار میرے مخالف ہو جاتے ہیں۔

پس میں سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا دماغ عطاء فرمایا ہے جو خوابات
 والہامات کے موزوں ہے اور ایسا دل دیا ہے جو بہت جلد خدا کی طرف جھکنے والا اور اس کے آگے
 گزرنے والا ہے۔ اگر آپ نفس پرستی، خود ستائی، خود پسندی کو چھوڑ دیں یعنی اپنا گذران اپنی
 جائیداد کی آمد پر محدود کر دیں جو نذرانے آتے ہیں ان کو اسلامی خدمات کے لئے وقف کر دیں جو
 ن فکر کے نام پر وصول ہوتا ہے۔ اس کے حساب کتاب کی ذمہ دار علیحدہ کمیٹی مقرر کر دیں جو اس کی
 بچت ہو۔ وہ اسلامی خدمات میں لگایا کریں۔ قرآن مجید واحادیث صحیحہ کو نجات کے لئے کافی مان
 کر مسلمانوں کی تکفیر و تحقیر سے باز آجائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی برابری کے دعوے سے تائب
 ہو جائیں۔ رب العالمین کو رب العالمین مانیں۔ شاعری اور رنگ آمیزی کو ترک کر کے خلوص اور
 راستی اختیار کریں تو آپ بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ جب مجھ جیسے فاسق و فاجر کو آپ جیسے خوابات
 آتے اور الہام ہوتے ہیں تو پھر آپ کس بناء پر اتنا دعویٰ کرتے ہیں۔ جس سے انبیاء علیہم السلام کی
 تحقیر ہوتی اور اسلام اور وحی کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ ایک سینٹ کے لئے بھی یہ خیال کرنا
 کہ انبیاء علیہم السلام ایسے ہی کذاب، بدعہد، خائن، عیار، مسرف، شیخی خور، تکبر، بد عقل، نفس گو،
 بد دل اور نفس پرست ہوتے تھے۔ جیسا کہ آپ ہیں سخت درجہ کا ظلم اور پرلے درجہ کی بد عقلی اور

گستاخی ہے۔ اگر آپ اب بھی نہ سمجھیں تو خدا آپ سے کبھے گا۔ وہ اب زیادہ مہلت آپ کو نہ دے گا۔ کیونکہ اس نے آپ کو بہت مہلت دی اور اب اس کا وہ قانون عمل کرے گا۔ جو آیت ذیل میں مذکور ہے۔

”فلما نسوا ما ذكروا به فتحنا عليهم ابواب كل شئ حتى اذا فرحوا بما اوتوا اخذناهم بغتة فاذا هم مبلسون“ پس جب انہوں نے ان نصیحتوں کو بھلا دیا جو ان کو کی گئیں تھیں۔ ہم نے ان پر ہر شے کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ ہماری نعمتوں پر وہ اترانے لگے۔ جب ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور تاگہاں وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ ”وما علينا الا البلاغ المبين والسلام على من اتبع الهدى“

فصل وہم: مرزا قادیانی کی چند عیاریوں کا ذکر
جو اس نے حقیقت الوحی میں ظاہر کیں

..... (تخریق حقیقت الوحی ص ۱۰۲، خزائن ج ۲۲ ص ۵۳۹) پر لکھا کہ: ”بابو الہی بخش نے میری نسبت کتاب عصائے موسیٰ میں پیش گوئی کی تھی کہ مرزا قادیانی اس کی زندگی میں طاعون سے مرے گا۔ اور اس کی تصدیق میں (عصائے موسیٰ ص ۸۳) سے الہام ذیل نقل کر کے ترجمہ میں حسب منشاء الفاظ بڑھا دیئے۔ ”سنسمه على الخراطوم ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى“ ترجمہ: اس مفری کو یعنی اس مفری کے ناک پر یا منہ پر ہم آگ کا داغ لگا دیں گے۔ یعنی اس کو طاعون سے ہلاک کریں گے یا یہ کہ جنم کی آگ میں ڈالیں گے۔ یہ تیر تو نے نہیں چلایا۔ بلکہ خدا نے چلایا۔“

(تخریق حقیقت الوحی ص ۱۱۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۵۰)

مگر (عصائے موسیٰ ص ۸۳) پر ان فقرات کا ترجمہ حسب ذیل ہے: ”شباب داغ دیویں گے ہم اس کو اوپر ناک کے۔ نہ پھینکا تو نے جب کہ پھینکا تو نے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔“ اب دیکھئے مرزا قادیانی کا کذب اور افتراء۔ یہ افتراء اس واسطے ہے کہ اپنے دام افتادوں کو یہ جتلیا جائے کہ الہی بخش نے میرے واسطے طاعونی موت کی پیش گوئی کی تھی اور خود ہی طاعون سے مر گیا۔ چونکہ وہ خود کا نہ ہیں۔ دوسری طرف نظر اٹھا کر دیکھ ہی نہیں سکتے۔ اس لئے اس قسم کے کلمات جادو کا اثر کرتے ہیں۔ ایسے ہی تصرعات اور تاویلات کے ساتھ الہی بخش مرحوم کے ذکر کو ص ۵۵ پر پھیلا کر لکھ دیا ہے تاکہ اس کے کذب پر پردہ پڑ جائے۔

..... (تخریق حقیقت الوحی ص ۱۱۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۶۰) پر لکھا ہے: ”پھر ایک اور بابو صاحب کا

الہام ہے جو ان کی کتاب کے ص ۲۲۳ میں درج ہے اور وہ یہ ہے۔ ”ان یقولون الاکذبا اتبع
 ہواہ وکان امرہ فرطاً“ یعنی جو دعویٰ یہ شخص کرتا ہے اس کا جھوٹا دعویٰ ہے اور اپنی خواہش
 نفسانی کے پیچھے چلتا ہے اور وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ یعنی اب اس کی ہلاکت کے دن آگئے۔“
 (حصائے موسیٰ ص ۳۲۳) پر یہ الہامات نہیں ہیں۔ ہاں ۲۲۳ صفحہ پر ضرور ہیں۔ مگر ان کا
 ترجمہ اس جگہ پر یہ ہے۔ ”وہ مرزا قادیانی جھوٹ کہتے ہیں۔ وہ اپنی ہوائے نفس کا تابع ہوا ہے اور
 اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے۔“ مگر مرزا قادیانی نے اس کو جھوٹا بنانے کے واسطے اپنے ترجمہ میں
 یہ الفاظ بڑھادیئے ہیں کہ: ”اس کی (مرزا قادیانی کی) ہلاکت کے دن آگئے ہیں۔“ اسی کا نام
 ہے آنکھوں میں خاک ڈالنا یا کافی بات۔

۳..... (تترہ حقیقت الوحی ص ۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۴۹۸) پر لکھا ہے: ”اور یہ کہنا کہ قرآن شریف
 میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں۔ یہ سراسر غلطی ہے۔ کیونکہ قرآن شریف نے..... صریح طور پر فرمایا
 ہے کہ آخری زمانہ میں جب کہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں
 گے۔ وہ عیسیٰ پرستی کی شامت سے ظاہر ہوں گے اور پھر دوسری طرف پر بھی فرمادیا۔ ”وما کنتا
 معذبین حتیٰ نبعث رسولاً“ پس اس سے مسیح موعود کی نسبت پیش گوئی کھلے کھلے طور پر
 قرآن شریف میں ثابت ہوتی ہے۔“ (خلاصہ مطلب کے طور پر) اس مضمون میں بہت سے
 مطالبہ دیئے گئے ہیں:

اول..... تو یہ کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے کہ آخری زمانہ میں آسمان اور زمین میں طرح طرح
 کے خوفناک حوادث ظاہر ہوں گے۔ حالانکہ کسی قرآنی آیت سے ایسا ظاہر نہیں۔

دوم..... یہ کہ اس زمانہ میں غیر معمولی حوادث ظاہر ہو رہے ہیں۔ مثلاً طاعون ہے۔ اس کی
 بابت کو مینز ڈکشنری آف ڈبلسن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ میں یہ مرض چھٹی صدی عیسوی سے
 شروع ہو کر ۱۸۴۲ء تک رہا۔ چودھویں صدی عیسوی میں اس شدت سے ہوا کہ دس کروڑ کی آبادی
 میں سے چار کروڑ انسان تلف ہو گئے۔ قحط ہے۔ جس شدت سے پہلے ہوتے تھے۔ اب ان کا نام
 وشنلن نہیں۔ زلازل ہیں۔ ان کی نسبت انسائیکلو پیڈیا بیری میڈیکا کو ملاحظہ کرو۔ جس سے ظاہر ہے
 کہ ہر سال پچاس ساٹھ زلازل زمین پر آتے ہیں۔ پھر ڈاکٹر جان ملنی کی چٹھی جو اخباروں میں
 شائع ہوئی تھی مرزا قادیانی کی نظر سے گذری ہوگی۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ یہ خیال کرنا قحط ہے کہ
 گزشتہ بارہ مہینوں میں زمین غیر معمولی زلازل سے ہلائی گئی۔ زمین میں ہر سال پچاس ساٹھ
 زلزلے آتے ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر غیر آباد قطعہ میں واقعہ ہوتے ہیں۔

الغرض مرزا قادیانی کی یہ صاف دھوکہ بازی ہے کہ اس وقت طاعون، زلزلہ، مری، قحط اور شہابیوں وغیرہ کی غیر معمولی کثرت ہے۔ ہر ملک کی تاریخ اس کا رد کرتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ مرزا قادیانی اور اس کے چیلے تمام کے تمام تواریخ عالم سے مطلق بے خبر ہیں۔ بلکہ وہ دانستہ جھوٹ بولتے اور سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ دیکھو طاعون اور زلزلہ مرزا قادیانی کی تصدیق اور تائید کے واسطے ہیں، اور ایک الہام گھڑ رکھا ہے جس وہ دہراتے ہوئے نہیں تھکتے۔

”دنیا میں ایک نذیر آیا۔ دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ پر خداوند اسے قبول کرے گا اور بڑے زور اور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔“ بقول شخصے سوال از آسمان و جواب از ربمان۔

جب تک کسی انسان کے چلن اور اخلاق کی صفائی نہ ہو اس وقت تک زلزلہ و ہائیں اور دیگر حوادث اس کی بریت کی کیسے دلیل ہو سکتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کے لئے اس جگہ پر ایک مضمون اخبار اہل حدیث سے لفظ بلفظ نقل کرتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے دھوکہ کا اظہار

”اے لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ قادیانی دھوکہ میں مت آؤ۔ اے ان پڑھ لوگو! تم پر افسوس۔ اے لکھے پڑھے لوگو! تم پر ڈبل افسوس۔ اس واسطے کہ جب کبھی خدا کی قدرت کا کوئی نشان آسمان سے یا زمین سے ظاہر ہوتا ہے تو قادیانی اس کو اپنا نشان بنا کر اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے پیش کرتے ہیں۔ اس کے مرید جو کتب تاریخ سے واقف نہیں جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ نشان مرزا قادیانی کے دعویٰ کے ثبوت میں ظاہر ہوا ہے اور جو مرید اپنے آپ کو مولوی بلکہ ڈبل مولوی کے نام سے مشہور کر رہے ہیں وہ بھی دیدہ دانستہ ہاں ہاں کرتے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان پر کتب تاریخ سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کے عجائب نشان ہمیشہ سے دنیا میں ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ پس میں اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں اور مریدان مرزا کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے تاریخ اہل خلفاء مترجم اردو سے اصل عبارت معہ پتہ صفحہ ذیل میں نقل کروں گا۔ جس میں خداوند تعالیٰ کی قدرت کے عجائب نشانات کا ذکر ہوگا اور تاریخ اہل خلفاء کا مصنف مرزا قادیانی کے نزدیک مسخر ہے۔ جس کے غیر معتبر کہنے کی مریدان مرزا کو گنجائش نہیں ہوگی۔“

”۱۸۰ء میں سخت زلزلہ آیا۔ جس سے اسکندریہ کے منارے گر گئے۔“ دیکھو ص ۱۵۸ میں ہو ہذا۔ ”۲۳۳ء میں عراق میں ایسی بادِ سونم چلی کہ کوفہ کی تمام کھیتیاں جل گئیں اور بغداد میں

بصرہ میں مسافر مر گئے۔ پچاس روز یہی قیامت کا نقشہ رہا۔ حتیٰ کہ ہمدان میں زراعت جل گئی اور مویشی مر گئے اور راستوں میں مسافر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد دمشق میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ ہزاروں مکان گر گئے اور خلقت ان کے نیچے دب گئی۔ اتنا کہیہ اور جزیرہ کا بھی یہی حال ہوا۔ اس واقعہ میں پچاس ہزار آدمیوں سے کم کا نقصان نہ ہوا ہوگا۔

پھر ۲۳۲ھ میں تارے بہت سے ٹوٹے اور بڑی رات گئی تک آسمان میں ستارے ٹڈیوں کی طرح اڑتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

پھر ۲۳۳ھ میں تونس اور قرب وجوار، نیزری، خراسان، نیشاپور، طبرستان، اصفہان میں سخت زلزلہ آیا۔ پہاڑوں کے ٹکڑے اڑ گئے۔ اکثر جگہ سے اتنی جگہ پھٹ گئی کہ آدمی سا جائے۔

مصر کے ایک گاؤں پر آسمان سے پتھر گرے۔ جس کا وزن ۱۰ ارطل کے قریب تھا۔

یمن میں پہاڑوں نے کچھ ایسی حرکت کی کہ کھیت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو گئے۔ حلب میں بمانہ رمضان ایک پرندہ کو لوگوں نے یہ کہتے سنا۔ اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ اللہ اللہ چار مرتبہ کہہ کر اڑ گیا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا۔ وہاں کے لوگوں نے اس واقعہ کی رپورٹ صدر میں کی اور قریباً پانچ سو آدمیوں نے اس کی شہادت دی۔“

دیکھو ص ۱۸۶ میں ہو ہذا۔ ”۲۳۵ھ میں تمام دنیا میں سخت زلزلے آئے۔ شہر اور قلعہ اور ہل گر کر پڑے اور اتنا کہیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں گر گیا۔ آسمان سے سخت ہولناک آوازیں سنائی دیں اور میں بہت آدمی ہلاک ہو گئے اور مکہ شریف کے چشموں کے پانی قابض ہو گئے۔ متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے لئے ایک لاکھ دینار دیئے۔“

دیکھو ص ۱۹۲ میں ہو ہذا۔ ”عراق میں وہاں پھیلی جو بربادی جنگ سے کم نہ تھی۔ اس میں بے تعداد آدمی مرے۔ وہاں کے بعد بہت سے زلزلے آئے۔ جن میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔“

دیکھو ص ۱۹۷ میں ہو ہذا۔ ”۱۲۸۰ھ میں دہلی سے اطلاع آئی کہ ماہ شوال میں چاند گرہن ہوا اور عصر کے وقت سخت اندھیرا ہو گیا۔ اس کے بعد کالی آمد ہی آئی۔ جس نے تین روز متواتر اندھیرا رکھا۔ اس کے بعد فرو ہونے پر ایسا سخت زلزلہ آیا۔ ہزاروں گھر گر گئے۔ یہاں تک کہ قریب ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کے مکانات کے نیچے سے نکالے گئے۔“

دیکھو ص ۱۹۸ میں ہو ہذا۔ ”۲۳۵ھ میں بصرہ میں ایک آمد ہی آئی۔ جس کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سبز ہو گیا اور پھر کالی ہو گئی اور کئی روز تک رنگ بدلتی رہی۔ آخر میں ایک چادر گری جس کا

وزن سو درم تھا۔ اس کے بعد یہ آندھی بند ہو گئی۔ قریباً پانچ سو درخت گر گئے اور آسمان سے سفید
وسیاہ پتھر برے۔“

دیکھو ص ۱۹۹ میں ہو ہذا۔ ”۲۸۹ھ میں کئی روز تک سخت زلزلے آئے گئے اور بصرہ میں
سخت آندھی آئی۔ ہزاروں درخت گر گئے۔“

دیکھو ص ۲۰۱ میں ہو ہذا۔ ”۳۰۰ھ میں ایک پہاڑ زمین میں دھنس گیا اور اس کے نیچے
سے پانی نکلنے لگا۔ جس سے بہت سے قریہ ڈوب گئے۔ اسی سال ایک مادہ خچر نے پھڑا دیا۔ خدا
قادر ہے جو کچھ چاہے کرے۔“

دیکھو ص ۳۱۱ میں ہو ہذا۔ ”۳۳۰ھ میں بغداد میں گرانی کی یہ حالت ہوئی کہ گیسوں کی
ایک بوری تین سو دینار کو بکی۔ لوگوں نے مردار چیریں کھائیں۔“

دیکھو ص ۳۱۳ میں ہو ہذا۔ ”۳۳۳ھ میں مصر میں تین ساعت برابر سخت زلزلہ رہا۔ جس سے
ہزاروں مکانات گر گئے۔ لوگوں نے بڑے خشوع و خضوع سے جناب احدیت سے دعائیں مانگیں۔

پھر ۳۳۶ھ میں سمندر اترا گیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نظر آنے لگے اور ایسی چیزیں نظر
پڑیں جو کبھی نہ دیکھی تھیں۔ بہت سے چھوٹے جزیرے بن گئے۔

ری اور نواح ری میں زلزلہ عظیم آیا۔ شہر طایقان خسف ہو گیا۔ کل تیس آدمی بچ سکے۔
باقی سب ہلاک ہو گئے۔ ری اور مضافات میں بھی کوئی ڈیڑھ سو گاؤں خسف ہو گئے۔ شہر حلوان کا

اکثر حصہ زمین میں دھنس گیا۔ زمین میں سے مردوں کی ہڈیاں باہر نکل پڑیں۔ ری میں ایک پہاڑ
ٹوٹ پڑا۔ ایک گاؤں ہوا میں معلق لٹک گیا اور پھر گر گیا۔ زمین سے پانی نکل آیا۔ بعض جگہ زمین
میں بڑے بڑے شکاف ہو گئے اور ان میں سے سخت بد بو نکل اور بعض جگہ سے دھواں۔

پھر ۳۳۷ھ میں رقم اور حلوان میں پھر زلزلہ آیا اور بہت سی خلق اللہ تلف ہو گئی اور بڑی
آئی اور تمام غلوں اور درختوں کو صاف کر گئی۔“

دیکھو ص ۲۱۳ میں ہو ہذا۔ ”..... میں عراق میں ایک تارہ ٹوٹا۔ جس کی روشنی
آفتاب جیسی تھی اور بعد میں ہادل کے گرجے کی آواز سنائی دی۔“

دیکھو ص ۲۲۲ میں ہو ہذا۔ ”۲۵۰ھ میں دروازے اوج کی طرف ایک لڑکی پیدا ہوئی۔
جس کے دوسرے دو پھرے اور دو گردنیں تھیں۔“

”پھر اسی سال میں ایک ستارہ چاند کے برابر نمودار ہوا اور دس راتوں کے بعد غائب
ہو گیا۔ لوگ اس ستارے کو دیکھ کر ڈرتے تھے۔“

”پھر ۱۶۰ھ میں رملہ میں ایسا زلزلہ آیا کہ اس کو بالکل تباہ کر دیا۔ زمین سے پانی نکل آیا۔ پچیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ سمندر بھدرا ایک روز راہ ہٹ گیا۔ لوگ وہاں مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ یکا یک پانی چڑھ آیا۔ لوگ وہیں رہ گئے۔“

دیکھو ص ۲۲۲ میں ہو ہذا۔ ”۱۶۳ھ میں جانوروں میں سخت وبا پڑی۔ جس میں ریوڑ غارت ہو گئے۔“

دیکھو ص ۲۳۲ میں ہو ہذا۔ ”۵۳۱ھ میں ۳۰ رمضان کو بھی چاند نہ دکھائی دیا۔ دوسرے روز لوگوں نے روزہ رکھا۔ شام کے وقت بھی چاند نہ دکھائی دیا۔ حالانکہ مطلع صاف تھا۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔“

دیکھو ص ۲۳۲ میں ہو ہذا۔ ”۵۳۳ھ میں بغداد میں نو، دس دفعہ زلزلہ آیا اور حلوان کا ایک پہاڑ ٹوٹ کر گر گیا۔“

دیکھو ص ۲۳۲ میں ”۵۳۵ھ یمن میں خون کا مینہ برسا۔ کئی روز تک زمین سرخ رہی اور لوگوں کے کپڑوں پر نشان باقی رہے۔“

دیکھو ص ۲۴۰ میں ہو ہذا۔ ”۵۹۲ھ میں ایک بڑا باراٹھوٹا اور اس کے بعد سخت آوازیں آئیں جس سے مکان اور دیواریں ہل گئیں۔ لوگوں نے بڑی دعائیں مانگیں اور خیال کیا کہ قیامت آگئی۔“

دیکھو ص ۲۴۱ میں ہو ہذا۔ ”۵۹۷ھ میں مصر میں اور شام میں جزیرہ میں سخت زلزلہ آیا جس سے بہت سے مکانات گر گئے اور قلعہ گر پڑے اور بصرہ کے پاس بہت سے گاؤں خراب ہو گئے۔“

دیکھو ص ۲۴۶ میں ہو ہذا۔ ”۶۰۲ھ میں عدن میں ایک آگ ظاہر ہوئی۔ جس سے شرارے رات کو سمندر کی طرف چلتے معلوم ہوتے تھے اور دن کو دریا سے دھواں اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔“

پھر ۶۳۵ھ میں مدینہ منورہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ ابو شامہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ منورہ سے خطوط پہنچے کہ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الاخرہ کو مدینہ منورہ میں گرج کی آواز آئی اور پھر سخت زلزلہ آیا اور تھوڑی دیر تک برابر زلزلہ آتا رہا۔ یہ حالت ۵ جمادی الاخر تک رہی۔ پھر حرہ

سے مرتضیٰ کے فریب سخت آگ معلوم ہوئی۔ شہر مدینہ شریف میں ہم گھروں میں بیٹھے ہوئے تھے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ ہمارے پاس ہی آگ لگی ہوئی ہے۔ اس کے اثر سے وادی شطام میں پانی نکل

میں ان کی بوچھاڑ نہایت کثرت سے نظر آتی ہے۔ نو مہر کی بوچھاڑ میں ہر ۳۳ سال کے بعد اجزاء درجہ کی روشنی ہوتی ہے اور مہینوں میں بوچھاڑیں کم ہوتی ہیں۔ دیکھو انسانیکلو پیڈیا بری ٹینیکا۔

دما درستارے بھی ہمیشہ گردش میں ہیں۔ ان میں سے ایک ایسے ہیں جو خاص مدت کے بعد ہمیشہ نظر آتے رہتے ہیں۔ ان میں سے بڑے مشہور یہ ہیں: (۱) ہیلے صاحب کا جو قریباً ۱۰۰ سال بعد نظر آتا ہے۔ (۲) ہینکی صاحب کا جس کا زمانہ ۱۶۶۰ء دن ہے۔ (۳) بیلاز کیٹ۔ (۴) لالینڈ صاحب نے سو کے قریب دما درستارے شمار کئے ہیں۔ جن میں سے نصف مشرق سے مغرب کو چلتے ہیں اور نصف ان کے مخالف سمت میں بعض کی دم ایک ہوتی ہے۔ بعض کی شاخوں یا دندانوں والی۔ (دیکھو ماڈرن انسائیکلو پیڈیا)

الغرض قدرت الہی کا یہ بھی ایک انتظام ہے کہ دما درستارے ایک خاص رفتار سے چلتے اور مقررہ مدتوں کے بعد بار بار نظر آتے رہتے ہیں۔ شہاب ثاقب بھی اسی کی قدرت اور نظام کے مسخر اپنے اپنے اوقات پر ظہور کرتے ہیں۔ مگر شیطانوں نے ان کو ڈھکونیلے بازیوں کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے: "وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ"

انہیں میں سے مرزا قادیانی اور مرزائی ہیں جو شہابیوں اور دما درستاروں کی نسبت رجما للغیب کرتے رہے اور ان کے ظہور کو اپنی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔

۶..... الہامات قدیم جو پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہوئے۔ پھر مختلف کتابوں میں شائع ہوتے رہے۔ پھر (اریبین ص ۵۲۳، خزائن ج ۱ ص ۲۸۵، ۲۸۶) شائع ہوئے۔ انہیں کو پھیلا کر (حقیقت الوحی ص ۱۰۸، خزائن ج ۲ ص ۱۱۳، ۱۱۴) شائع کر دیا۔

۷..... خاتمہ کی پیشانی تو یہ دی ہے۔ بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب مگر کسی معترض کی عبارتیں نقل نہیں کیں نہ ان کے دلائل کو توڑا۔ بلکہ اپنے ہی الفاظ میں ایک اعتراض پیش کر دیا ہے یا ایک مرید کے سوالات درج کر دیئے ہیں اور انہیں کا جواب دینا شروع کر دیا ہے۔ اس الحدال، بار بار کھٹکھٹایا ہے۔ مگر کوئی اعتراض اس سے نقل نہیں کیا۔ نہ اس کی کوئی دلیل نقل کی ہے۔ بلکہ ابلہ فریبی، بددیانتی اور دھوکہ دہی کے طریق پر اپنی طرف سے ایک آسان سوال گھڑ لیا اور آپ

ہی جواب لکھ مارا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ.....

عبدالحکیم خاں کی کتاب کو نہیں پڑھتے۔ اس لئے ان کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ مسیح الحدجال کا نام

معاملہ میں اس کے تحدیانیہ الفاظ کیسے کلام خدا ٹھہرا سکتے ہیں۔ چونکہ ڈوئی امریکہ دیورپ میں مشہور ہو چکا تھا۔ اس لئے وہاں کے اخبارات نے مرزا قادیانی کی دعوت مبہلہ کو شائع کر دیا تھا۔ اب مرزا قادیانی نے بے فائدہ بیس اخبارات یورپ دامریکہ کے حوالہ جات اپنی تائید میں پیش کر دیئے ہیں۔ جن میں وہ دعوت مبہلہ شائع ہو چکی تھی۔ بیس اخبار تو کیا۔ اگر کروڑ اخباروں کے حوالے بھی دیئے جائیں کہ ان میں دعوت مبہلہ شائع ہو گئی تھی تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا اور ڈوئی کا مبہلہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ مرزا قادیانی کی زندگی میں مر گیا یا مرزا قادیانی نے اس کی بابت کوئی پیش گوئی کی تھی۔ اس کے مطابق وہ مرا۔ ایک بے بنیاد بات پر بارہ صفحہ بھرتے چلے جانا صاف عیاری اور دھوکہ دہی کی دلیل ہے۔

۱۵..... ”پچیس دن یا پچیس دن تک۔“ اس میں کچھ ذکر نہیں کہ کیا ہوگا۔ گول مول الفاظ ہیں۔ خواہ کسی طاعونی موت پر چسپاں کر لیتے۔ خواہ کسی زلزلہ پر۔ مگر ۳۱ مارچ کو جب شہاب ثاقب کا ظہور ہوا تو فوراً اس پر چسپاں کر لیا اور باون مقامات سے مریدوں کے خطوط آمدہ درج کر کے اس کو روشن فشان بناتے چلے گئے۔ ۳۱ مارچ کو جو شہاب نمودار ہوئے۔ مرزا قادیانی کو اس کے ثبوت کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ ان کا ذکر تو تمام اخبارات میں تھا۔ مرزا قادیانی کو تو یہ ثابت کرنا تھا کہ شہاب ثاقب کی بابت فلاں فلاں اخبار یا اشتہار یا کتاب میں پیش گوئی کی گئی تھی۔

۱۶..... بابوالہی بخش اکا دکنٹ کی موت پر تو ۵۵ صفحہ سیاہ کر دیئے اور قوت انشا پر دازی کا کمال دکھایا۔ حالانکہ دکھانا محض اس قدر تھا کہ ہم نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی یا یہ کہا تھا کہ وہ میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہو جائے گا یا اس کے ساتھ کوئی مبہلہ ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ ان کے معاملہ میں عیاری اور چالاکی کی کوئی حد نہیں رکھی۔ ہاں اس کی نسبت مرزا قادیانی کا یہ الہام تو ضرور تھا کہ ”وہ اور مولوی محمد حسین اس پر ایمان لے آئیں گے۔“ سو اس داغ کو مٹانے کے واسطے رنگ آمیزیوں اور بے بنیاد تاویلات اور تحریفات میں ہی ۵۵ صفحہ سیاہ کر دیئے۔ میں نے ان تمام صفحوں کو ہر چند غور سے پڑھا۔ مگر سوائے بے فائدہ مکرار اور بیہودہ تاویلات کے کچھ بھی نہ ملا۔

۱۷..... بشیر یا عنموائل اور خواتین مبارکہ والی پیش گوئیاں جن کے متعلق الہامات بلحاظ حجم اور تحدی کے اور باقی تمام الہامات کے مجموعہ سے بھی زیادہ تھے۔ ان کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کیا اور تمام بے حدلم ترانیاں خاک میں مل گئیں۔ کیا تو یہ شور و شر۔ ”کأن الله نزل من السماء“ کیا یہ مطلق خاموشی۔

فصل یازدہم: دلیل خسوف و کسوف کا ابطال

”ان لمہدینا ایتین لم تکنونا منذ خلق السموات والارض تنکسف القمر لا اول لیلۃ من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه“ ہمارے مہدی کے واسطے دو نشان ہیں جو ابتدائے پیدائش زمین و آسمان سے آج تک نہیں ہوئے۔ یعنی قمر تو رمضان کے اول شب میں گھٹائے گا اور سورج اس کے نصف میں گھٹائے گا۔ یہ ایک موضوع قول ہے جس کو دارقطنی میں امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس کو مرزا ایمان بڑے دعووں کے ساتھ ہمیشہ مرزا قادیانی کی تصدیق میں پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک صریحاً باطل امر ہے۔ اول: تو علم حدیث کی رو سے یہ ایک ضعیف قول ہے۔ کیونکہ محدثین رحمہم اللہ نے اس قول کے دو راویوں یعنی عمرو اور جابر رضی اللہ عنہما کو کذاب اور ضاع احادیث بیان کیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے اس وضعی قول کو رسالہ اربعہ کے ص ۳۶ پر حدیث نبی قرار دیا اور ”من کذب علی متعمدا فلیبتوا مقعدہ من النار“ کا مصداق بنا ہے۔ دوم: یہ وضعی قول اس حدیث صحیحین کے خلاف ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے چاند سورج کو اللہ تعالیٰ کی دونشائیاں بتلا کر فرمایا ہے کہ ان کو گرہن لگنا کسی کی موت و حیات سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ سوم: الفاظ کے لحاظ سے یہ قول صریحاً باطل ہے۔ کیونکہ چاند گرہن پہلی رات کو نہیں ہوا کرتا اور نہ سورج گرہن نصف مہینہ میں ہوتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی تحریف معنی کر کے اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ چاند اس پہلی رات کو گھٹائے گا جو اس کے خسوف کی راتوں یعنی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں میں سے پہلی رات ہے اور سورج گرہن اپنے گرہن کے ایام یعنی ۲۷، ۲۸، ۲۹ تواریخ کے نصف گھٹائے گا۔ چہارم: علم نجوم اور ہیئت کی رو سے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ جس ترتیب سے کسی رمضان میں چاند سورج گرہن ایک بار ہویں پھر کبھی نہ ہوں۔ کیونکہ قمری دور ۲۲۳ سال کا ہوتا ہے اور شمسی دور ۱۸ سال ۱۰ دن (کبھی ۱۱ یا ۱۲ دن) ۷ گھنٹہ ۳۲ منٹ اور ۳۳ سیکنڈ کا۔ ایک دور کے بعد چاند اور سورج گرہن پھر اسی ترتیب سے واقعہ ہونے شروع ہو جایا کرتے ہیں کہ جس ترتیب سے دور گذشتہ میں واقع ہوئے تھے۔ (حدائق النجوم ص ۷۰ تا ۷۰۷، مسز نارین لوی کیٹر کی ابراہامی ص ۱۰۲) اس قاعدہ کے بموجب ستر گیتھ نے اپنی کتاب یوز آف دی گلوبس میں کسوف و خسوف کی جدول ص ۲۷۳ تا ۲۷۶ تک شائع کی ہے اور کلیہ قواعد بیان کئے ہیں جن کی رو سے ابتدائے سنہ ہجری سے ۱۳۱۲ھ تک جن سالوں میں اسی التزام سے چاند سورج گرہن ماہ رمضان المبارک میں واقع ہوئے۔ حسب ذیل ہیں۔

ایک گریہن دوسرے گریہن سے کتنے عرصہ بعد ہوگا	دور اول	دور دوم	دور سوم	دور چارم	دور پنجم	دور ششم
	۱۸	۲۳۱	۳۶۳	۶۸۷	۹۱۰	۱۱۳۳
ایک سال بعد	۱۹	۲۳۲	۳۶۵	۶۸۸	۹۱۱	۱۱۳۳
۳۳ سال بعد	۶۲	۲۸۵	۵۰۸	۷۳۱	۹۵۴	۱۱۷۷
ایک سال بعد	۶۳	۲۸۶	۵۰۹	۷۳۲	۹۵۵	۱۱۷۸
۳۲ سال بعد	۸۵	۳۰۸	۵۳۱	۷۵۴	۹۷۷	۱۲۰۰
۲۲ سال بعد	۱۰۷	۳۳۰	۵۵۳	۷۷۶	۹۹۹	۱۲۲۲
ایک سال بعد	۱۰۸	۳۳۱	۵۵۴	۷۷۷	۱۰۰۰	۱۲۲۳
۳۳ سال بعد	۱۵۲	۳۷۵	۵۹۸	۸۲۱	۱۰۴۴	۱۲۶۷
۳۳ سال بعد	۱۹۶	۴۱۹	۶۴۲	۸۶۵	۱۰۸۸	۱۳۱۱
ایک سال بعد	۱۹۷	۴۲۰	۶۴۳	۸۶۶	۱۰۸۹	۱۳۱۲

گریہن لگے

ماہ رمضان میں ہونے کی حدیثوں میں خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ان ہی تاریخوں ۱۳/۲۸ کو چاند گریہن ملک امریکہ میں ہوا۔ حکیم نور الدین نے رسالہ نور الدین کے ص ۶۸ پر لکھا کہ دوسری مرتبہ ملک امریکہ میں ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا۔ مگر آپ نے وہ حدیث نہیں لکھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے وقت میں دوسری مرتبہ چاند سورج گریہن ۱۳/۲۸ تاریخ کو ہوں گے اور رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ میں جو چاند گریہن اور سورج گریہن امریکہ میں ہوئے وہ تیرہویں رات اور ۲۸ویں دن کو نہیں ہوئے بلکہ چودھویں رات اور ۲۹ویں دن کو ہوئے تھے۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں ۱۳/۲۸ ہی تاریخیں تھیں۔ اس حساب سے وہ تمام کسوف و خسوف جو جدول متذکرہ بالا میں دکھائے گئے ہیں سب کے سب کسی نہ کسی ملک کے لحاظ سے ۱۳/۲۸ تاریخوں میں شمار ہو سکتے ہیں اور قول متنازعہ فیہ میں اول اور نصف کی قید بھی کل دنیا کے لحاظ سے باطل ہے۔

پنجم..... جب مرزا قادیانی کو یہ جگہ یاد گیا کہ تیرہویں اور اٹھائیسویں رمضان میں چاند سورج گریہن اکثر ہوتے رہے ہیں تو جھٹ چالاکی سے یہ شرط لگا دی کہ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس وقت کوئی مدعی مہدویت یا رسالت (سچا یا جھوٹا) موجود ہو۔ (رسالہ اربعہ ص ۳۶) اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ: ”کسی مدعی مہدویت یا نبوت یا رسالت کے وقت میں رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں کسوف

دخوف اس ترتیب سے جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دیوے۔“ (حقیقت الہی ص ۱۹۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵) اب ہم جھوٹے گوگھر تک پہنچانے کی غرض سے تیرہ سو سالہ ہجری میں چند ایسے مدعیان مہدویت کا ثبوت دیتے ہیں جن کے وقت میں ماہ رمضان میں چاند سورج گرہن اسی ترتیب سے جمع ہوئے۔ اس حساب سے ابتدائے آفرینش سے تو ایسے گرہن لاکھوں ہو چکے ہوں گے۔

سنین قمری جن میں ماہ رمضان میں کسوف و خسوف واقع ہوا۔ بہ موجب یوز آف دی گلوبس	حوالہ کتاب	سن پیدائش یا وفات یا دعویٰ جو معلوم ہے	مدعی مہدویت نبوت یا رسالت
۵۶۳، ۵۶۲	غایت المقصود ص ۳۸	۵۸۱ تا ۵۲۱	محمد بن حنفیہ
۵۱۰۸، ۵۱۰۷، ۵۱۰۵، ۵۱۰۵	غایت المقصود ص ۳۸	۵۱۳ تا ۵۸۰	امام جعفر
۵۱۵۲	ابن خلکان	۵۱۸۶ تا ۵۱۲۸	موسیٰ کاظم
۵۲۳۲، ۵۲۳۱	ابن خلکان ص ۱۳۷	۵۲۶۰ تا ۵۲۳۱	حسن مستری
۵۲۳۲، ۵۲۳۱	ابن خلکان	پیدائش ۲۳۵، نبوت ۲۶۶	محمد بن حسن عسکری
۵۷۷۷، ۵۷۷۷	عسل مصفی	۷۹۰ء میں دعویٰ کیا	عباس
۵۷۳۲، ۵۷۳۶	حدیث الغاشیہ ص ۳۳۱	صدی ختم کا شروع	تویزی
۵۱۰۸۹، ۵۱۰۸۸	مہدی نامہ ص ۹	۱۰۷۰ء میں دعویٰ کیا	محمد
۵۹۱۱، ۵۹۱۰	ہدیہ مہدویہ ص ۱۸۹	۹۱۰ء میں دعویٰ کیا	محمد بن عبداللہ بصری
۵۲۸۶، ۵۲۸۵	تاریخ اخطفاء ص ۲۵۸	۲۹۱ء میں فوت ہوا	عیسیٰ بن مہر وہ شامی
۵۶۸۸، ۵۶۸۷	مہدی نامہ	۷۷۰ء میں دعویٰ کیا	سید محمد
۵۱۲۲۳، ۵۱۲۲۲، ۵۱۲۰۰	تواریخ احمدی	تیرھویں صدی کے شروع	سید احمد بریلوی
۵۳۰۸، ۵۲۸۶، ۵۲۸۵	عسل مصفی	۲۹۶ء میں دعویٰ کیا	محمد عبداللہ مہدی
۵۱۲۶۷، ۵۱۳۱۲، ۵۱۳۱۱	عسل مصفی	۱۲۹۹ء میں دعویٰ کیا	محمد احمد سوڈانی
۵۱۳۱۲، ۵۱۳۱۱	عسل مصفی	۱۳۰۱ء میں دعویٰ کیا	محمد عبداللہ بن عمر
۵۱۲۶۷	عسل مصفی	۱۲۶۹ تا ۱۲۳۹	محمد علی بابی
۵۹۵۵، ۹۵۳، ۹۱۱، ۵۹۱۰	ہدیہ مہدویہ ص ۱۶۱	دسویں صدی ہجری تک	شیخ محمد خراسانی
۵۱۲۶۷	عسل مصفی	۱۲۷۶ء میں انتقال	محمد سینوسی
۵۱۳۱۲، ۵۱۳۱۱	آب زرور، حقیقت الہی	۱۳۲۵ء میں فوت ہوا	ڈوئی رسول امریکہ
۵۱۲۲۳، ۵۱۲۲۲، ۵۱۲۱۰	عسل مصفی	۱۲۱۳ء میں دعویٰ کیا	مہدی شامی
۵۱۳۱۲، ۵۱۳۱۱	عسل مصفی	۱۳۱۳ء میں دعویٰ کیا	وجہ الدین حیدر آبادی
۵۵۰۹، ۵۵۰۸	عسل مصفی	دعویٰ ۲۸۳، فوت ۵۱۸	حسن بن صباح
۵۵۳۱، ۵۵۰۹، ۵۵۰۸	عسل مصفی	۵۵۸ تا ۳۹۰	عبداللہ مومن

ایک گزین دوسرے گزین سے کتنے عرصہ بعد ہوگا	دور اول	دور دوم	دور سوم	دور چہارم	دور پنجم	دور ششم	
	۱۸	۲۲۱	۳۶۳	۶۸۷	۹۱۰	۱۱۳۳	اس نقشہ سے ظاہر ہے کہ
ایک سال بعد	۱۹	۲۳۲	۳۶۵	۶۸۸	۹۱۱	۱۱۳۳	۲۳ سال کے ایک دور قمری
۳۳ سال بعد	۶۲	۲۸۵	۵۰۸	۷۳۱	۹۵۳	۱۱۷۷	میں دس دفعہ ماہ رمضان المبارک
ایک سال بعد	۶۳	۲۸۶	۵۰۹	۷۳۲	۹۵۵	۱۱۷۸	میں چاند سورج گزین ہوتے
۲۲ سال بعد	۸۵	۳۰۸	۵۳۱	۷۵۴	۹۷۷	۱۲۰۰	ہیں۔ مرزا قادیانی نے (حقیقت
۲۲ سال بعد	۱۰۷	۳۳۰	۵۵۳	۷۷۶	۹۹۹	۱۲۲۲	الوقی ص ۱۹۵، خزائن ج ۳۳ ص ۲۰۲) پر
ایک سال بعد	۱۰۸	۳۳۱	۵۵۴	۷۷۷	۱۰۰۰	۱۲۲۳	یہ بھی جتلیا ہے کہ مہدی موعود
۳۳ سال بعد	۱۵۲	۳۷۵	۵۹۸	۸۲۱	۱۰۴۳	۱۲۶۷	کے وقت میں دو دفعہ چاند سورج
۳۳ سال بعد	۱۹۶	۴۱۹	۶۴۲	۸۶۵	۱۰۸۸	۱۳۱۱	گزین لگے
ایک سال بعد	۱۹۷	۴۲۰	۶۴۳	۸۶۶	۱۰۸۹	۱۳۱۲	

ماہ رمضان میں ہونے کی حدیثوں میں خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ دوسری مرتبہ ان ہی تاریخوں ۲۸/۱۳ کو چاند گزین ملک امریکہ میں ہوا۔ حکیم نور الدین نے رسالہ نور الدین کے ص ۶۸ پر لکھا کہ دوسری مرتبہ ملک امریکہ میں ۱۳۱۲ھ میں ہوا تھا۔ مگر آپ نے وہ حدیث نہیں لکھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی کے وقت میں دو مرتبہ چاند سورج گزین ۲۸/۱۳ تاریخ کو ہوں گے اور رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ میں جو چاند گزین اور سورج گزین امریکہ میں ہوئے وہ تیرہویں رات اور ۲۸ ویں دن کو نہیں ہوئے بلکہ چودھویں رات اور ۲۹ ویں دن کو ہوئے تھے۔ ہاں ایہ ضرور ہے کہ ہندوستان میں ۲۸ و ۱۳ ہی تاریخیں تھیں۔ اس حساب سے وہ تمام کسوف و خسوف جو جدول متذکرہ بالا میں دکھائے گئے ہیں سب کے سب کسی نہ کسی ملک کے لحاظ سے ۲۸ و ۱۳ تاریخوں میں شمار ہو سکتے ہیں اور قول تنازعہ فیہ میں اوّل اور نصف کی قید بھی کل دنیا کے لحاظ سے ہائٹس ہے۔

پنجم..... جب مرزا قادیانی کو یہ جتلیا گیا کہ تیرہویں اور اٹھائیسویں رمضان میں چاند سورج گزین اکثر ہوتے رہے ہیں تو جھٹ چالاکی سے یہ شرط لگا دی کہ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس وقت کوئی مدعی مہدویت یا رسالت (سچا یا جھوٹا) موجود ہو۔ (رسالہ اربعوں ص ۳۶) اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ: ”کسی مدعی مہدویت یا نبوت یا رسالت کے وقت میں رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں کسوف

دخوف اس ترتیب سے جمع ہوئے تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دیوے۔“ (حقیقت الوقی
 ص ۱۹۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۳ تا ۲۰۴) اب ہم جموئے کو گھر تک پہنچانے کی غرض سے تیرہ سو سالہ ہجری
 میں چند ایسے مدعیان مہدویت کا ثبوت دیتے ہیں جن کے وقت میں ماہ رمضان میں چاند سورج
 گرہن اسی ترتیب سے جمع ہوئے۔ اس حساب سے ابتدائے آفرینش سے تو ایسے گرہن لاکھوں
 ہو چکے ہوں گے۔

مدعی مہدویت نبوت یا رسالت	سن پیدائش یا وفات یا دونوں جو معلوم ہے	حوالہ کتاب	ستین قمری جن میں ماہ رمضان میں سورج و خوسف واقع ہوا۔ بوجہ یوز آف دی گلوس
محمد بن حنفیہ	۵۸۱ تا ۵۳۱	غایت المقصود ص ۳۸	۵۶۳، ۵۶۲
امام جعفر	۵۱۲ تا ۵۸۰	غایت المقصود ص ۳۸	۵۱۰، ۵۱۰، ۵۸۵
موسیٰ کاظم	۵۱۸ تا ۵۱۲	ابن خلکان	۵۱۵۲
حسن شہسری	۵۲۶ تا ۵۳۱	ابن خلکان ص ۱۳۷	۵۲۳، ۵۲۳
محمد بن حسن عسکری	پیدائش ۵۳۵، نبوت ۵۲۶	ابن خلکان	۵۲۳، ۵۲۳
عباس	۵۷۰ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۵۷۷، ۵۷۷، ۵۷۷
توزیری	صدی ہشتم کا شروع	حدیث الغاشیہ ص ۳۳۱	۵۷۳، ۵۷۳
محمد	۱۰۷۰ میں دعویٰ کیا	مہدی نامہ ص ۹	۵۱۰، ۵۱۰، ۵۸۸
محمد بن عبد اللہ بصری	۹۱۰ میں دعویٰ کیا	بدیہ مہدویہ ص ۱۸۹	۵۹۱، ۵۹۱
عیسیٰ بن مہرودیہ شامی	۲۹۱ میں نبوت ہوا	تاریخ الخلفاء ص ۲۵۸	۵۲۸، ۵۲۸
سید محمد	۷۰۰ میں دعویٰ کیا	مہدی نامہ	۵۶۸، ۵۶۸
سید احمد بریلوی	تیرھویں صدی کے شروع	تواریخ احمدی	۵۱۲، ۵۱۲، ۵۱۲
محمد عبد اللہ مہدی	۲۹۶ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۵۳۰، ۵۳۰، ۵۲۸
محمد احمد سوڈانی	۱۲۹۹ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۵۱۲، ۵۱۲، ۵۱۲
محمد عبد اللہ بن عمر	۱۳۰۱ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۵۱۲، ۵۱۲
محمد علی بابی	۱۲۳۹ تا ۱۲۶۹	عسل مصفی	۵۲۶، ۵۲۶
شیخ محمد خراسانی	دسویں صدی ہجری تک	بدیہ مہدویہ ص ۱۶۱	۵۹۵، ۵۹۵، ۵۹۱، ۵۹۱
محمد سینوی	۱۱۷۶ میں انتقال	عسل مصفی	۵۲۶، ۵۲۶
ڈوئی رسول امریکہ	۱۳۲۵ میں نبوت ہوا	آبزرور حقیقت الوقی	۵۱۲، ۵۱۲
مہدی شامی	۱۲۱۳ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۵۱۲، ۵۱۲، ۵۱۲
وجہ الدین حیدر آبادی	۱۳۱۳ میں دعویٰ کیا	عسل مصفی	۵۱۲، ۵۱۲
حسن بن صباح	دعویٰ ۲۸۳، نبوت ۵۱۸	عسل مصفی	۵۰۹، ۵۰۹
عبدالمومن	۳۹۰ تا ۵۵۸	عسل مصفی	۵۵۳، ۵۵۳، ۵۵۳

۱۰۰۰ھ، ۹۹۹ھ	تاریخ ہند	۱۰۱۳ھ، ۹۸۷ھ	اکبر بادشاہ ہند
۵۰۹ھ، ۵۰۸ھ	ابن خلیکان ص ۳۰	۵۲۳ھ، ۳۸۵ھ	محمد توہمات ہندی
۱۰۸۸ھ، ۱۱۳۳ھ، ۱۰۸۹ھ	عسل مندی	۱۱۱۸ھ میں مدنی ہوا	شمس

شمس..... اپنی معمولی چالاک اور افتراء سے (حقیقت اسی ص ۱۹۵) پر لکھ دیا کہ مہدی موعود کے وقت میں دودقہ چاند سورج گرہن کا ماہ رمضان میں ہونا احادیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ ایک بار تو ۱۳۱۱ھ میں ہندوستان میں پھر ۱۳۱۲ھ میں امریکہ میں ہوا۔ اس افتراء سے اغلباً اس کا یہ خیال ہوگا کہ اگر بالفرض کوئی صاحب کئی مدعی مہدویت یا رسالت کے وقت میں ایک بار چاند سورج گرہن کا ماہ رمضان میں ہونا ثابت کر دیں تو اغلباً دوبارہ ثابت کرنا محال ہے۔ مگر نقشہ بالا سے ظاہر ہے کہ ۲۶ مئیوں میں سے ۲۳ کے وقت میں دوبار چاند سورج گرہن ماہ رمضان میں ہوئے۔ یہ تو محض ان چند مدعیان کا بیان ہوا جو تیرہ سو سال ہجری میں زیادہ مشہور و معروف ہوئے اور جن کا نام بڑی تاریخوں میں درج ہو گیا۔ ابتدائے افریش سے جو سچے یا تھوٹے مہدی و رسول ہوئے ان کا تو کیا حد حساب ہے۔

ہفتم..... ایک قول مردود کو نبھانے کے واسطے مرزا قادیانی نے قرآن وانی کا بھی خوب ثبوت دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ: ”اگر اس حدیث میں مبینے کی پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہئے تھا نہ کہ قمر کا۔ کیونکہ کوئی شخص اہل لغت و اہل زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا لفظ اطلاق نہیں کرتا۔ بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔“ مرزا کہتے ہیں کہ آیات ذیل میں کیا قمر سے مراد محض وہ چاند ہے جو تین تاریخوں سے بعد کا ہو؟

۱..... ”والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (یسین: ۲۹)“

۲..... ”قدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب (یونس: ۵)“

۳..... ”والقمر اذا تلتها (الشمس: ۲)“

زبان عرب میں چاند کے واسطے اسم جنس سوائے ”قمر“ کے اور کیا ہے؟ کیا قرآن مجید نے لغت عرب کے خلاف قمر کا لفظ چاند کے واسطے غلطی سے استعمال کیا ہے؟ یہ ہے مرزا قادیانی کی سب سے بڑی دلیل جو محمد شین کے نزدیک موضوع ہے۔ جو علم ہیئت کے لحاظ سے سراسر لغو اور باطل ہے۔ جو لغت عرب کی رو سے لغو اور باطل ہے اور عام مشاہدہ کی رو سے لغو اور باطل ہے اور جس کے متعلق مرزا قادیانی اور مرزائی بار بار لاف و گزاف شائع کرتے نہیں جھٹتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مَدْرَسَةُ اِسْلَامِیَّةِ اَبْنِ اَبِی بَعْرَانَ
بِیْرُتْ

بلائے دمشق
اور
خلافت اسلامیہ



عبدالرب خان برنام

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!

”ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لدنک انک انت الوھاب“

بالائے دمشق اور خلافت اسلامیہ

آج ہم ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں جس کی وضاحت نہ صرف اس زمانے کے لئے ضروری ہے بلکہ شاید یہ موضوع دو صدیوں تک لوگوں کی رہنمائی کا کام دے۔ اگر ہم اس موضوع کی پوری تفصیلات میں جائیں تو ایک ضخیم کتاب تالیف ہو جائے۔ لیکن فی الحال ہمارے مد نظر اختصار ہے اور چونکہ مسئلہ کے تمام پہلو ہی نہایت اہم ہیں۔ لہذا یہ اختصار ہمارے لئے ایک ذہنی کوفت کا باعث بن رہا ہے اور قلم کی رفتار کے ساتھ ساتھ ذہن میں ایک جنگ جاری ہے کہ کس پہلو کو چھوڑیں اور کسے تحریر میں لادیں۔ ہمیں علم ہے کہ ہمارے بیشتر تقاد پیشرو اور ملازم ہیں اور بعض ان میں اپنی کارکردگی کے پیش نظر خطاب یافتہ ہیں اور پھر ان کی رہنمائی کے لئے زمانہ حال کا ایک نہایت خطرناک پرکار و عیار و ماخ کام کر رہا ہے جس کے پاس نہ مال کی کمی ہے اور نہ وسائل کی۔ ان خطاب یافتہ پائلٹوں مولویوں اور ان کے سرگردہ کو ہم پیشگی ہی خبردار کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اختصار سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ ان کی ذلت و رسوائی کی نوبت قریب آئی ہے۔ اگرچہ ہماری یہ تحریر مختصر ہے۔ مگر یہ حجم کاری کا کام دے گی اور اس سے انشاء اللہ تعالیٰ حق و صداقت کا ایک ایسا تناور درخت پیدا ہوگا کہ جس کی جڑوں کو یہ باطل پرست چوہے کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے اور اگر صحیح کئی کی نیت سے دانت ماریں گے تو اس کی تاثیرات سے ہی خود بخود ہلاک ہو جائیں گے کہ ان دابہ الارض اور طاعون کے چوہوں کے لئے اب یہی مقدر ہے کہ ہلاک کئے جاویں۔

ہماری اس تحریر کا فوری محرک خلیفہ ربوہ (مرزا محمود قادیانی) کی وہ تقریر ہے کہ جو انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء پر ”خلافت ھدہ اسلامیہ“ کے عنوان سے کی۔ ہمارے خیال میں یہ تقریر لوگوں کے دین و ایمان کو تباہ اور روحانی قدروں کو پامال کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے اور خلیفہ صاحب نے خلافت کو گمراہی کی لوث یا بتانے کے لئے گمراہی کا ایک ایسا جال تیار کیا ہے کہ جس میں آئندہ نسلوں کے چھٹنے اور اپنے دین و ایمان کو برباد کرنے کا خطرہ ہے۔ یہ ایک عظیم فتنہ ہے جس کا

سرکھنے کے لئے ہم نے اپنی ناتوانی کے باوجود مہل کی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ مردانِ خدا کی ایک فوج اس عفریت کا سرکھنے کے لئے تیار کی جائے گی کہ جو اس گمراہی کو جو اسلام کے نام پر پھیلائی جا رہی ہے بیخ و بن سے اکھاڑ کر رکھ دے گی اور خدا تعالیٰ خود بھی جیسا کہ اس کے کلام اور مواعد سے ظاہر ہے ایسے سامان پیدا کرے گا کہ جس سے پرستارانِ باطل کی کمر ٹوٹ جائے گی اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ پس جیسا کہ ہماری اس تحریر کا فوری محرک خلیفہ صاحب کی تقریر ہے۔ ہمارا موضوع زیر بحث بھی خلیفہ ربوہ، ان کی خلافت اور ان کی مصلحت ہے۔

قارئین کو شاید معلوم نہ ہو کہ ہم نے آج سے بیس سال قبل خلیفہ سے ان کے اس وقت کے محکم اور مضبوط ترین قلعہ یعنی قصرِ خلافت قادیان میں ان کے بعض خاص درباریوں کی موجودگی میں ان کے احوال کے بارے میں ان سے بالمشافہ گفتگو کی تھی۔ یہاں اس گفتگو کی تفصیلات کا موقعہ نہیں۔ پھر ہم نے ان کو ایک رجسٹری چٹھی بھی بھیجی جو کہ چھپالیس فل سیکپ سائز کے صفحوں پر مشتمل تھی مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۳۸ء کو تحریر کی تھی.....

ہم ادھر تحریر کر چکے ہیں کہ ہمارا موضوع سخن قادیانی فم ربوہ (چناب نگر) خلافت ہے۔ اگر یہ خلافت درست ہے تو مذہبی تاریخ میں اس کی کوئی مثال ہونی چاہئے تھی۔ مگر ہمیں ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ایسی خلافت کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا اور قرآن شریف اور جملہ آسمانی صحیفوں میں اس قسم کی خلافت کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ اگر کوئی ایسی انوکھی خلافت قائم ہونی تھی تو کم از کم مسیح موعود کی تحریرات اور الہامات میں اس کا ذکر ضروری تھا کہ ہر مامور کو بطور نشان اور اذیاد ایمان اور رہنمائی کے لئے ایسے امور غیب کی اطلاع دی جاتی ہے کہ جو آئندہ زمانے کے واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ لیکن بسیار تلاش کرنے پر بھی ہمیں مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات میں اس خلافت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ بلکہ اس کے برخلاف ایک عظیم فتنہ کی خبر ملتی ہے جس میں کہ جماعت جتلا ہو کر گمراہ ہو جائے گی.....

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے ذریعہ جہاں خدا تعالیٰ نے ایک عظیم مصلح موعود کی خبر دی وہاں "الفتنة هاهنا" (تذکرہ ص ۱۰۸) میں ایک عظیم فتنہ کی بھی خبر دی اور ہماری اس تحریر کا عنوان بلائے دمشق اسی فتنہ کی نشان دہی کر رہا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ مصلح موعود کی پیش گوئی کا اپنوں اور غیروں میں بہت جہ چار رہا ہے اور اس کے مقابل فتنہ والی پیش گوئی اتنی مشہور نہیں بلکہ وہ پس پردہ رہی ہے۔ حالانکہ جہاں تک الہامی

تفصیلات کا تعلق ہے۔ فتنہ والی پیش گوئی بہت وسیع ہے اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں مصلح موعود کی پیش گوئی کے بارے میں الہامی تصریحات تک جا کر دیوے تو ہم اس سے دو چند الفاظ میں ایسی الہامی تفصیلات پیش کر دیں گے کہ جو فتنہ کے بارے میں ہیں۔ دراصل مسیح موعود کے الہامات میں یہ دونوں پیش گوئیاں متوازی چلتی ہیں اور بسا اوقات ان دونوں پیش گوئیوں کا مشترکہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ دونوں پیش گوئیاں مسیح موعود (مرزا) کے ہی دولڑکوں کے بارے میں ہیں جن میں سے ایک نے ایک عظیم الشان مصلح بنا تھا اور دوسرے نے ایک عظیم فتنہ کی بنیاد رکھی تھی اور فتنہ پرداز لڑکے کا پہلے آنا مقدر تھا اور مصلح موعود نے بعد میں آکر اس کے پیدا کئے ہوئے بگاڑ کی اصلاح کرنی تھی۔ ہمیں انہوں سے ہے کہ ہم طوالت کے خوف سے حوالہ جات نہیں دے سکتے کہ اگر ہم حوالہ جات دینے لگیں تو ہماری یہ تحریر ایک ضخیم کتاب کی صورت اختیار کر جائے۔ فی الحال ہمارے پیش نظر ان الہامی حقائق کو سمجھنے کے لئے ایک فہم پیدا کرنا ہے۔ ورنہ ہمارے پاس حوالہ جات کے ذخیروں کی کمی نہیں۔ مثلاً مصلح موعود کی آمد اور پھر اس کے غلبہ پر "وامتاز والیوم ایہا العجرامون" (تذکرہ ص ۶۳۳، طبع دوم) یعنی فتنہ پردازوں اور مجرموں کا ظاہر ہو جانا اور پھر ان کا یہ کہنا: "اننا کنا خاطئین" (تذکرہ ص ۲۵۱، طبع دوم) کہ واقعی ہم خطا کار تھے۔ اس بات کی طرف صاف دلالت کرتا ہے کہ فتنہ پرداز لڑکا پہلے پیدا ہوگا اور مصلح موعود بعد میں آئے گا۔ خدا تعالیٰ کا کلام بلاغت و فصاحت کے لحاظ سے بے مثال ہوتا ہے اور پھر ہر لفظ اپنے مقام کے لحاظ سے بھی ایک حکمت اپنے اندر رکھتا ہے۔ قرآن شریف میں "اننا کنا خاطئین" کے الفاظ میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اعتراف جرم کیا تھا اور مصلح موعود کا بھی ایک الہامی نام یوسف ہے۔ پس ان الہامات سے بھی فتنہ پردازوں اور مصلح موعود میں رشتہ اخوت ثابت ہے۔ لیکن ہم طوالت کے خوف سے ان تفصیلات کو چھوڑتے جاتے ہیں۔

پس اپنی اولاد کے بارے میں مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف ایک لڑکے کی اطلاع نہیں دی جاتی رہی۔ بلکہ دولڑکوں کے بارے میں اطلاع دی جاتی رہی ہے جن میں سے ایک نے فتنہ پرداز ہونا تھا اور دوسرے نے مصلح موعود۔ لیکن جب مسیح موعود کو ایک عظیم الشان لڑکے کی بشارت دی گئی تو انہوں نے اس پیش گوئی کو شان دار طریق پر شائع اور شہرہ کر دیا۔ لیکن الہیات کی زبان میں لڑکے کا مفہوم بہت وسیع تھا اور پھر وقت کی تعیین بھی نہیں کی گئی تھی۔ اب بجز خدا تعالیٰ کے یہ کون جان سکتا تھا کہ لڑکے سے مراد پہلی نسل کا لڑکا ہے یا آئندہ نسل کا کوئی

فرمایا اس سے مراد روحانی اولاد میں سے کوئی لڑکا ہے۔ لیکن پیش گوئی کے شان نزول سے صحیح موعود نے یہی تاثر لیا کہ مصلح موعود فوری طور پر پیدا ہونے والا ہے۔ چنانچہ حضور خود بھی اس کی پیدائش کے لئے دعائیں فرمایا کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو بھی دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔

(تذکرہ ص ۷۵۹، ۷۶۰)

یہی وہ تاثر تھا کہ جس نے ”عبدا غیر صالح“ کی پیش گوئی کو پس حجاب ڈال دیا۔ اب جب کہ ملک بھر میں اس عظیم الشان پیش گوئی کی تسمیر کی جا چکی اور اپنے اور پرانے نحو انتظار ہو گئے۔ تو ہوا یہ کہ پہلے حمل سے لڑکی پیدا ہو گئی۔ جس پر مخالفوں نے شور برپا کر دیا اور ملک بھر میں ہسی مذاق اور تمسخر کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ لیکن الہامات میں چونکہ پہلے حمل کی شرط تھی۔ لہذا صحیح موعود نے مخالفوں کا منہ بند کرنے کے لئے اشتہارات چھپوائے۔ یہ پیش گوئی چونکہ ایک بہت بڑی خوشخبری تھی اور مامورین کو یہ شوق دائمگیر رہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے منہ کی باتیں جلد جلد پوری ہو کر تقویت ایمان کا باعث بنیں۔ لہذا یہی نیک خواہش قبیل کے رنگ میں (مرزا قادیانی کی) اجتہادی غلطیوں کا باعث بنی۔ صحیح موعود کا ذہن اس خوش کن اور پر شوکت پیش گوئی کے گرد گھومتا رہا اور انہوں نے لڑکے کے عام مفہوم کو ذہن میں رکھ کر اور نیز اس تاثر کے تحت کہ لڑکا موجودہ نسل سے ہوگا پے در پے اعلانات کئے اور پہلے حمل سے لڑکی کی ولادت پر جو مخالفت کا طوفان اٹھا تھا اسے فرو کرنے کی حتی الوسع کوشش کی۔ آخر کار دوسرے حمل میں بشیر اول پیدا ہوا۔ جس پر صحیح موعود نے یہ خیال کر لیا کہ یہی مصلح موعود ہے اور اس خیال سے استہزاء اور تمسخر کرنے والے مخالفوں کو لالکارا۔ مگر قدرت کی تم ظریفی یہ ہوئی کہ بشیر اول بھی ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا ملک بھر میں تمسخر کا ایک ایسا طوفان بدتمیزی برپا ہوا کہ الامان والحفیظ! ان حالات میں حضرت صحیح موعود مصلح موعود کی پیش گوئی کے بارے میں جہاں بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے وہاں وہ بہت زیادہ حساس بھی ہو گئے تھے۔ وہ مخالفوں کا منہ بند کرنے کے لئے برابر اپنی اولاد میں مصلح موعود کی تلاش کرتے رہے اور جہاں اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے فوت شدہ لڑکوں یعنی بشیر اول اور مبارک احمد پر حتی طور پر تو نہیں لیکن ظنی طور پر اس پیش گوئی کو چسپاں کر دیا تھا۔ وہاں موجودہ خلیفہ صاحب کی پیدائش پر بھی ان کا نام بطور نیک فال محمود احمد رکھا جو کہ درحقیقت مصلح موعود کا ہی الہامی نام ہے۔ اسی طرح ہمیں مصلح موعود کے ایک دو الہامی نام جیسا کہ ”قمر الانبیاء“ اور ”بادشاہ“ مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد کے ساتھ بھی منسلک نظر آتے ہیں۔

پس اس (مرزا کی) قبیل پسندی کی وجہ سے جس کا سرچشمہ نیک خواہشات تھیں مسیح موعود کو مصلح موعود کی پیش گوئی کے بارے میں بار بار اجتہادی ٹھوکریں کھانی پڑیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قبیل پسندی اور اجتہادی قیاس آرائیوں کو دور کرنے کے لئے بار بار بکثرت الہامات ہوئے۔ جیسا کہ الہام ”اتسی امر اللہ فلا تستعجلوه“ (تذکرہ ص ۳۶۵) اور تم ظاہر لفظ اور الہام پر قانع ہو اور اصل حقیقت تم پر یکجہ نہیں اور الہام ”وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہ ہوگا“ سے ظاہر ہے۔ مگر مصلح موعود کی عظیم الشان اور پر شوکت پیش گوئی مسیح موعود کے دل و دماغ پر ایسی چھائی ہوئی تھی اور اس کے متعلق وہ ایسے حساس ہو چکے تھے کہ ان کا ذہن مبارک احمد کی وفات تک دوسری طرف منتقل نہ ہوا اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات ستمبر ۱۹۰۷ء میں ہوئی اور مسیح موعود کا وصال اس کے سات ماہ بعد مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ اب قارئین خود ہی غور فرمائیں کہ مسیح موعود کا یہ تاثر کہ مصلح موعود موجودہ نسل سے ہی ہوگا کب دور ہوا۔

صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے معابد مصلح موعود کے بارے میں پھر الہامات ہونے شروع ہو گئے۔ جیسا کہ ان الہامات سے ظاہر ہے۔ ”انا نبشرك بغلام حلیم“

(تذکرہ ص ۷۳۳)

(تذکرہ ص ۳۳۸)

”سأهب لك غلام نكيا“

(تذکرہ ص ۳۳۸)

”انا نبشرك بغلام اسمه يحيى“

اور ان کے ساتھ ”جاء الحق و زهق الباطل“ کا الہام شامل کر کے بتلادیا کہ یہ الہامات مصلح موعود کے بارے میں ہیں کہ درحقیقت حق کا ظہور اور باطل کی شکست اسی کے زمانے میں مقدر تھی اور پھر ان الہاموں کے درمیان ایک اور الہامی دعا حضرت اقدس کی زبان پر جاری کر کے اس امر کی طرف ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا کہ موجودہ اولاد طیب اور پاک نہیں ہے۔ جیسا کہ الہام ”رب هب لي ذرية طيبة“ (تذکرہ ص ۷۳۸) سے ظاہر ہے کہ اس الہامی دعا کے بعد مرزا قادیانی کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اور اگر پہلے ہی پاک اور طیب اولاد موجود تھی تو پھر یہ الہامی دعا بے معنی اور فضول تھی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی عیب اور فضول کلام کی توقع ممکن نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ موجودہ اولاد پاک اور طیب نہیں تھی اور ”رب هب لي ذرية طيبة“ کی الہامی الفاظ میں بھی پاک اولاد کی صورت میں مصلح موعود کی ہی پیش گوئی پنہاں تھی۔ پس اس حقیقت کے پیش نظر کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات کے بعد مرزا قادیانی کے ہاں

کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی۔ ان الہامات کے حتمی طور پر یہ معنی تھے کہ مصلح موعود کسی آئندہ زمانے میں پیدا ہوگا۔ پس ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی مصلح موعود والی پیش گوئی کے متعلق جس کو بڑے مطہرات اور تضحی سے بار بار مشہر کیا جاتا رہا بار بار اجتہادی قیاس آرائیوں کا غلط ثابت ہونا ایک صدمہ تھا۔ جس سے مسیح موعود اور اس کے رفقاء کو دوچار ہونا پڑا اور اس تمام عرصہ میں مسیح موعود اس پیش گوئی کے بارے میں بڑے حساس ہو چکے تھے۔

مرزا کو بدکار لڑکا ہوگا

ایسے حالات میں استعارہ اور تمثیلاً ایک بدکار لڑکے کے بارے میں بھی مسیح موعود کو الہامات ہو رہے تھے۔ مگر وہ ذہن کہ جو اولاد میں مصلح موعود کی تلاش میں مستغرق اور محو تھا اور مخالفوں کے تیروں کا نشانہ بنا ہوا تھا ان الہامی استعارات اور تمثیلات پر پورا پورا دھیان نہ دے سکا۔ گویا مصلح موعود کی پیش گوئی نے بدکار لڑکے کی پیش گوئی پر ایک حجاب ڈالے رکھا اور یہ حجاب، ذہنی کیفیت، تمثیلات اور استعارات کے رنگ میں ہونا بھی چاہئے تھا کہ اگر مسیح موعود کو صاف اور کھلے الفاظ میں اور نام لے کر بتا دیا جاتا کہ آپ کا فلاں لڑکا بدکار اور جماعت کے لئے فتنہ کا باعث بنے گا تو اس سے مسیح موعود کو کس قدر تکلیف ہوتی اور ذہنی مہمات میں کس قدر رخنہ اور قطل پڑ جاتا اور پھر مسیح موعود اپنے لڑکے کو گھر میں رہنے ہی کیوں دیتے، فوراً حاق کر کے لاطلفی کا اعلان فرمادیتے اور گھر سے نکال دیتے۔ جیسا کہ موجودہ خلیفہ پر ایک شکایت کی بناء پر جو کہ ان کی بدچلتی کے ہی متعلق تھی۔ مسیح موعود نے حاق اور گھر سے نکال دینے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں یہ لڑکا خلیفہ کیوں کر بننا اور وہ سارا فتنہ جس کا ذکر الہامات الہی میں موجود ہے کیونکر پیدا ہوتا۔ پس دین کے اس حصہ کو جو امور غیب اور پیش گوئیوں پر مشتمل ہوتا ہے پر اسرار رکھا جاتا ہے اور ان کے بیان کرنے میں استعارات اور تمثیلات سے کام لیا جانا ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ تا الہامی حقائق لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو کر یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوتے رہیں۔ تا وقتیکہ وہ وقت آن پہنچے کہ جو پیش گوئی کے ظاہر ہونے کے لئے مقدر ہو۔ پس اس بات میں خدا تعالیٰ کے کلام کے پر اسرار ہونے میں بھی ایک حکمت ہوتی ہے۔

مقدر میں مصلح نہیں بدکار؟

اب یہ کس قدر پر اسرار کام ہے کہ مامور تو ایک مصلح کی تلاش میں مضطرب ہے۔ لیکن فی البدیہہ مقدر میں ایک بدکار لڑکا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ مزید وضاحت طلب ہے۔ مگر ہم

طوالت کے خوف سے معذور ہیں۔ مامور کا قیاس غلط ہو سکتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا کلام اٹل اور حتمی ہوتا ہے۔ زمین اور آسمان اپنے مقام سے ٹل سکتے ہیں۔ مگر خدا کے منہ سے نکلے ہوئی بات نہیں ٹل سکتی۔ جیسا کہ مسیح موعود فرماتے ہیں۔ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے۔ اب ہم مصلح موعود کے ذکر کو یہاں پر چھوڑتے ہوئے پیش گوئیوں کے اس حصہ کو لیتے ہیں کہ جو "الفتنۃ ہاھنا" اور "انہ عبد غیر صالح" (تذکرہ ص ۸۸) کے الہامی الفاظ میں ایک فتنہ باز اور بدکار لڑکے کے بارے میں ہے۔

مرزا کی لاعلمی

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مسیح موعود سلسلہ مامورین کے اسی خصوصی کردہ سے متعلق تھے جنہوں نے موجودہ زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے علاوہ آئندہ واقعات کی تعین و تصدیق بھی کرنی تھی۔ اس ضمن میں براہین احمدیہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جاں ان کے ذریعہ مفاسد زمانہ کی اصلاح کے لئے علوم ظاہری و باطنی پھیلائے جا رہے تھے۔ وہاں ان کے ذریعہ امور غیب پر مشتمل پیش گوئیوں کا ایک سلسلہ جاری تھا۔ آج وہ باتیں جو براہین احمدیہ کے زمانہ میں خواب و خیال اور فہم انسانی سے بالاتر معلوم ہوتی تھیں اور جن کے متعلق خود مسیح موعود سوائے یہ کہنے کے کہ یہ استعارات اور تشبیحات ہیں اور خدا ہی ان پھیدوں کو بہتر جاننے والا ہے اور کوئی وضاحت نہ کر سکے۔ اب واقعات کے رنگ میں پوری ہو کر ہمارے سامنے آگئی ہیں اور اب ہمارا ایسے معمولی فہم کے انسان بھی خدا کے کلام کی اعجازی شان اور صداقت کو دیکھ کر ایمان تازہ کر رہے ہیں۔ پس جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ الہام "تربی نسلأ بعیداً" کے ذریعہ مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے نہایت ابتدائی ایام میں اشارہٴ مصلح موعود کی خبر دے دی تھی۔ وہاں فتنہ کے بارے میں بھی ابتداء ہی سے الہامات شروع ہو گئے تھے۔ "الفتنۃ ہاھنا" اور "انہ عبد غیر صالح" (تذکرہ ص ۸۸) اور "ایلی ایلی لما سبقتنی" (تذکرہ ص ۹۴) جن میں اس فتنہ کی طرف اشارہ ہے۔ ابتدائی زمانہ کے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ ان اشارات کی مزید وضاحت کرتا گیا۔ یہاں تک کہ یہ داستان مکمل ہو کر الہامات کے رنگ میں محفوظ ہو گئی۔

یہ فتنہ جس کی خبر مامور زمانہ کو دی گئی کوئی معمولی فتنہ نہ تھا اور نہ ہی معمولی واقعات سے خدا تعالیٰ مامورین کو اطلاع دیتا ہے۔ جو بات جناب الہی کے حضور میں نہایت اہم اور سنگین ہو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ ہاں بعض اوقات حاضرین مجلس کے ازویاد ایمان کے لئے یعنی ان

لوگوں کی تعویذ کے لئے جو کسی مامور کے گرد جمع ہوتے ہیں بعض چھوٹی اور وقتی باتوں کی اطلاع بھی دے دی جاتی ہے۔ مگر وہ پیش گوئیاں کہ جن میں آئندہ زمانے کے حالات مخفی ہوتے ہیں۔ نہایت خاص اور اہم واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ پس معلوم ہونا چاہئے کہ جس فتنہ کے بارے میں خدا تعالیٰ کو پیش از وقت اپنے مامور کو اطلاع دینی پڑی وہ کوئی معمولی فتنہ نہیں ہو سکتا۔ پھر بغیر کوئی تفصیل بتلانے کے محض یہ کہہ دینا کہ فتنہ یاں ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ کوئی معروف فتنہ ہے جس کا ذکر پہلے بھی موجود ہے۔

مرزا محمود کا فتنہ درجالی ہے

گویا احادیث نبوی میں حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے لئے جس فتنہ درجال کا ذکر ہے یہ فتنہ بھی اسی کی ایک داخلی شاخ ہے۔ ”ہاھنا“ کا لفظ صاف طور پر اس فتنہ کی داخلی اور اندرونی ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے۔ دراصل حق و باطل کی جنگ تاہنوز ناتمام ہے۔

شیطان برکارواں

شیطان کو جب جملہ خارجی محاذوں پر خدا تعالیٰ کے مامور سے شکست فاش ہوئی تو اس نے داخلی طور پر ایک فتنہ عظیم کی طرح ڈالی اور مذہبی نقاب اڑھ کر مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہو گیا اور شدہ شدہ میر کارواں بن گیا۔ شیطان کی یہ چال نہایت خطرناک ثابت ہوئی اور وہ مامور کی جماعت کے بیشتر حصہ کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ آخر ”ایلسی ایلسی لما سبقتنی“ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا، کی الہامی فریاد جو مامور وقت کی زبان سے گردانی گئی عیب اور فضول نہ تھی کہ خدا تعالیٰ سے کسی عیب بات کا سرزد ہونا محال ہے۔ پس مسیح موعود کی اس الہامی فریاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی معمولی فتنہ نہیں تھا۔ معلوم ہونا چاہئے کہ مامورین بہت بڑے دل گردے کے مالک ہوتے ہیں اور انتہائی مایوسی اور جان کنی کی حالت میں بھی فریاد نہیں کرتے۔ البتہ جب وہ مشن جس کے لئے وہ مامور ہوتے ہیں بالکل تباہ ہوتا نظر آئے تو پھر اضطراب و بے بسی کے عالم میں بے ساختہ منہ سے فریاد نکل جاتی ہے۔ ”ایلسی ایلسی لما سبقتنی“ کی فریاد اس سے قبل مسیح ناصری نے تختہ دار پر لٹکائے جانے سے قبل کی تھی۔ جب مسیح ناصری علیہ السلام کو صلیبی موت یقینی نظر آنے لگی اور اس کے ساتھ ہی وہ مشن بھی تباہ ہوتا نظر آیا کہ جس کے لئے ان کو مبعوث کیا گیا تھا اور حالات انتہائی مایوسی کن اور بظاہر ناامیدی کے ہو گئے تھے اور خدا کا رسول بھی گھبرا گیا تھا۔ اس وقت یہ الفاظ بے ساختہ فریاد کی شکل

میں زبان پر آئے۔ اسی فریاد کا مسیح موعود کی زبان پر دہرائے جانا اور بار بار دہرائے جانا خدا تعالیٰ کا ایک عہدِ نفل تھا۔ ”فتندبروا“ میں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی مسیح موعود کے مشن کی قریباً قریباً جابجائی تھی اور جماعت کے بیشتر حصہ نے گمراہ ہو جانا تھا۔ تبھی تو مسیح موعود کو روحانی طور پر ”ایلی ایلی لما سبقتنی“ اور ”رب انسی مغلوب فانتصر“ کہنا پڑا۔ اب ”رب انسی مغلوب فانتصر“ سے بھی یہی مراد ہے کہ حق مغلوب ہو جائے گا اور باطل کو اپنی اکثریت و کامرانی پر ناز ہوگا۔

خلیفہ قادیان کے مظالم

ان الہامات کے پیش نظر جب ہم خلیفہ صاحب ریوہ اور ان کے پیروکاروں کی حالت کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ قادیان میں ان لوگوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ انسانیت کے روگنے کھڑے ہو گئے اور ہم چشم خود ان مظالم کو دیکھتے رہے ہیں اور ان حقائق کے پیش نظر خدا تعالیٰ کے الہامات میں بھی ان ظالموں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ الہام: ”انسی احافظ کل من فی الدار الا اللذین علو باستکبار“ میں ”الا اللذین علو باستکبار“ میں انہی ظالموں کا ذکر ہے اور مسیح موعود کو متعجب ہونا پڑا اور فرمایا: ”الا اللذین علو“ ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنی ہیں اور اکثر الہامات میں مسیح موعود نے ”واللہ اعلم“ اور خدا معلوم فرمایا کہ اس بات کو کھول دیا ہے کہ ان کے بیان کردہ معانی صرف قیاسی ہیں اور ان الہامی پیش گوئیوں کی اصل حقیقت صرف خدا تعالیٰ کو ہی معلوم ہے جو کہ اپنے وقت پر خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔ بھلا مسیح موعود کے وقت جب کہ جماعت نور علی نور تھی ان الفاظ کے معانی کیا کھلتے۔ ان الفاظ کے معنی تو بعد میں ہی کھلنے تھے جب کہ ظالموں کو ان کے ظلم و تشدد کی وجہ سے اس ہستی سے نکال دیا جاتا تھا۔ وقت گزرتا گیا اور موجودہ خلیفہ کا دور آیا اور رفتہ رفتہ ان کے چلن کے بارے میں خبریں پھیلنے شروع ہوئیں جو کہ دن بدن شدت اختیار کرتی گئیں۔ جب عام چرچا ہو گیا تو خلافت مآب کو فکر دامن گیر ہوا اور ان خبروں کو دہانے کے لئے گونا گوں خالمانہ کارروائیوں کا سہارا لیا گیا۔ خلیفہ صاحب کورات دن منافقوں کے بارے میں خوائیں آنے لگ گئیں۔ غریبوں کا مقلعہ شروع ہوا۔ ان کو قادیان سے نکالا جانے لگا۔ پانچو مولویوں کو قاتل کیا گیا۔ جنہوں نے اشارہ پاتے ہی اپنے ولی نعمت کی خوشنودی کے لئے جابجا جلسے کئے اور جلوس نکالے اور ایک طرف تو انہوں نے خلافت مآب پر نقس کے خلاف چڑھانے

شروع کر دیئے اور دوسری طرف یکس ناقدین کے خلاف پبلک کو مشتعل کرنا شروع کر دیا اور معترضین کو مرتد و منافق قرار دے کر کعب بن اشرف کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ نتیجہ واضح تھا۔ معترضین اور ناقدین پر سر بازار قاتلانہ حملے شروع ہو گئے۔ غریبوں کے مکانوں کو جلا یا اور لوٹا جانے لگا۔ ایک بار ہمیں مولوی عبدالکریم صاحب مہلبہ والے کے سوختہ مکان سے ملحقہ مکان میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ گرمیوں کا موسم تھا اور ہم مکان کے صحن میں سوئے ہوئے تھے کہ آدمی رات گزرنے کے بعد مکان کے پچھواڑے سے کھٹ پٹ کی آواز آئی اور اس کھڑاک کی وجہ سے ہی ہم بیدار ہو گئے تھے۔

قادیاہی ملا چور

پہلے خیال گذرا کہ شاید کوئی مکان کے پچھواڑے سے نقب لگا رہا ہے۔ سو بطور احتیاط نارچ اور تگوار لے کر اؤل اپنے کمرے کو کھولا۔ مگر خیریت نظر آئی۔ مگر پچھواڑے سے کھٹ پٹ کی آواز بدستور آرہی تھی۔ ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ہمیں اپنے صحن کی دیوار کے ساتھ آدیوں کے بولنے اور چلنے کی آواز آئی۔ ہم نے آہستہ سے اس طرف کا دروازہ کھول لیا اور تگوار سونت کر چوروں کے سامنے سے گزرنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب چور ہمارے مقابل پر آئے تو ہم نے حملہ کے لئے بالکل تیار ہو کر اؤل نارچ روشن کی۔ نارچ کی روشنی اؤل جس چور پر پڑی وہ ایک مولانا تھے اور مولوی عبدالکریم صاحب کے سوختہ مکان سے آہنی گارڈ رکال کر اپنے چند ساتھیوں کی امداد سے اپنے گھر لے چارے تھے۔ ہم نے لاجول پڑھا اور دروازہ بند کر کے پھر لیٹ گئے اور سوچنے لگے کہ ادھر مولویوں کا تو یہ حال ہے اور دوسری طرف خلیفہ صاحب کے خلوت خانوں کا نہ جانے اس وقت کیا رنگ ہو۔ ہاں اس واقعہ کو تو ہم نے ضمناً لکھ دیا ہے۔ غرض ان ظالموں نے یہاں تک ظلم کیا کہ اس پاک بستی کی گلیوں کو غریبوں کے خون سے لالہ زار بنا دیا۔ مولوی فخر الدین صاحب ملتانی کے نام نامی سے کون ناواقف ہے۔ وہ سلسلہ کی بیشتر کتب کے ناشر تھے اور ہم نے ان کو بارہا خلیفہ صاحب سے بے تکلف باتیں کرتے بھی دیکھا ہے اور پھر ان کی سینہ چاک اور دلغاز غش کو بھی دیکھا ہے اور ان کی غش پر ان کی بیوہ کو بین کرتے اور معصوم بچوں کو بلکتے بھی دیکھا ہے۔ اگر ہم ان مظالم کی طویل داستان کو تحریر میں لاویں کہ جو خلیفہ کے مصنوعی تقدس کے قیام کی خاطر غریبوں پر کئے گئے تو اس دلغزاش داستان سے انسانیت کا پٹھ اٹھے اور ہمیں ان باتوں کو تحریر میں لانے کے لئے ضخیم کتابیں لکھنی پڑیں۔ اب ان واقعات کی روشنی میں "الا الذین علو

باستکبار“ کا مفہوم کس قدر واضح ہو جاتا ہے۔
مرزا محمود کی رنگین داستانیں

ان روح فرسا مظالم کے باوجود خلیفہ کے خلوت خانوں کی رنگین داستانیں دن بدن زیادہ شدت کے ساتھ منظر عام پر آنے لگیں اور بات ایٹوں کے ہاتھوں سے نکل کر غیروں کی محفلوں میں جا پہنچی۔ اگر کوئی ایک آدھ واردات ہوتی اور پھر توبہ کر لی جاتی تو شاید یہ بات بھی دب جاتی۔ مگر شہوات نفسانیہ کا طوفان برپا تھا۔ اس طوفان کو کون روک سکتا تھا۔ اس پھرے ہوئے طوفان کے آگے بیوگان کے بین اور یتیم بچوں کے بلکنے کی کیا حقیقت تھی اور پھر ناقدین کوئی غیر نہ تھے۔ بلکہ سب کے سب قریبی لوگ اور خلیفہ کے حاشیہ نشین تھے۔ غرض اس ظلم و تشدد کے باوجود ان رنگین داستانوں نے اس قدر طول کھینچا کہ ملک کا کوئی اخبار ایسا نہ ہوگا کہ جس کے صفحات کی زینت یہ داستانیں نہ بنی ہوں اور آج تک پریس میں حلیفہ شہادتیں شائع ہو رہی ہیں اور مہابلہ کے پوسٹرو پواروں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہمیں آج ہی ایک پوسٹر موصول ہوا ہے کہ جس میں خلیفہ کو مہابلہ کے لئے لٹکارا گیا ہے۔ مگر مہابلہ کون کرے۔ کوئی نیک اور پاک طینت ہو تو میدان میں اترے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس ضمن میں خلیفہ کے موقف کی جو کہ سراسر روہاہ کاریوں کا مرقع ہے اور ان کے پالتو مولویوں کی ابلہ طراز یوں کی وضاحت نہیں کر سکتے۔ ان سب مسائل پر ہم نے اپنی اس چشمی میں کسی حد تک روشنی ڈالی ہے جس کا ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں اور اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو ہم اس تحریر کے بعد اس چشمی کو بھی شائع کر دیں گے۔ اس چشمی میں ہم نے ایک پالتو مولوی کا نام لے کر ذکر کیا ہے جو کہ آج کل خطاب یافتہ ہو چکے ہیں۔ غرض خلیفہ کی پروپیگنڈا تکنیک اور پالتو مولویوں کی جان توڑ کارگزار یوں کے باوجود یہ داستان اس ملک کے ہر شہر کے گلی کوچوں کے درو پوار پر ثبت ہو گئی اور جماعت خلافت مآب کے تقدس کی تشہیر پر کر ڈوں روپے صرف کر کے اور قریباً نصف صدی کا طویل عرصہ گزارنے پر بھی آج اسی مقام پر کھڑا ہے۔ جہاں آج سے تیس سال قبل تھا۔ اس عرصہ میں تحریک احمدیت کی اس قدر بدنامی ہوئی کہ سرعزامت کے مارے جھک جاتا ہے اور یہ روحانی تحریک لوگوں کی نظروں میں مشتہ اور مشکوک ہو کر رہ گئی اور ایسی قہر قدرت میں جا گری کہ رسوائی کے لحاظ سے کوئی دوسری تحریک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس حقیقت سے کوئی ہمیدہ انسان انکار نہیں کر سکتا کہ مذہبی لیڈروں میں خلیفہ صاحب ریوہ زمانہ حال کی بدنام ترین شخصیت ہیں.....

اخلاقی اور روحانی لحاظ سے کس قدر روح فرسا اور مکروہ اور ناقابل تسلیم نوعیت کی عکاسی کرتا ہے۔ مگر نفسیاتی اعتبار سے یہ حقیقت شہوانی بے اعتدالیوں کا ایک لازمی نتیجہ ہوتی ہے اور اس کے علاوہ بھی بعض معنی شہادوں نے ہمارے روبرو اس قسم کے مکروہ حقائق کا اعتراف کیا ہے۔ مگر یہ پروپیگنڈے اور اندھی عقیدت کی کرشمہ سازی ہے کہ کسی مرید سے جا کر پوچھو تو وہ فوراً خجالت کے مارے یہ کہہ کر بھاگ جائے گا کہ جناب مطہر لوگوں پر اس قسم کا گندا اچھلا ہی جاتا ہے اور پالتو مولویوں نے تو اس قسم کے جعلی اور گمراہ کن قصے از بر کئے ہوئے ہیں۔ ”نعوذ باللہ من هذا الخرافات“ غرض یہ ایک اور ظلم ہے کہ جو ان لوگوں اور ان کے سرغنہ کی بدولت جو مطہرین و اہل تقیہ پر ہو رہا ہے۔ بھلا اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ جملہ روحانی قدروں کو مٹھکوک بنا کر رکھ دیا جائے۔ یہ درندے ہر مڑکی پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور یہ سانپ ہر مٹی کو ڈس رہے ہیں۔ لیکن ہم ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں کو کس طرح سمجھائیں.....

مرزا محمود کی قلابازی

مسلمانوں کے مصہوم بچوں کو ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں سے تشبیہ دے کر ان کے جنازوں تک کو ناجائز قرار دیتے رہے اور جب محاسبہ کا وقت آیا تو یہ اولوالعزم خلیفہ گھبرا کر ریشہ منگھلی ہو گئے اور اگرچہ مگرچہ چونکہ چنانچہ کی فرسودہ اور رکیک تاویلات کی آڑ لے کر بمشکل تمام اپنے پچاس سالہ عقائد سے جان چھڑائی۔ غرض کوئی دین ہوتا تو اس پر قائم رہتے۔ ایک خانہ ساز بات تھی جب حالات سازگار نظر آئے۔ اقرار کر لیا اور جب ذرا درگوں دکھائی دیئے انکار کر دیا۔ خلیفہ خود تو کسی دین کے پیرو نہیں۔ البتہ جو بات ان کے منہ سے نکل جائے وہ پالتو مولویوں کی بدولت دین بن جاتی ہے۔ فی الحال ہمارے مد نظر ان کے خود ساختہ عقائد کا بطلان نہیں کہ یہ کام خادمان مسیح یعنی لاہور کے پاک ممبر یوحنا حسن سرانجام دے رہے ہیں۔ ہم اس تحریر کے ذریعہ خلیفہ کے دعاوی کی جانچ پڑتال کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو ان کے اصل مقام سے روشناس کروانا چاہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کے کلام میں ان کے لئے متعین اور مخصوص کیا گیا ہے۔

کاٹھ کی ہنڈیا

چونکہ خلیفہ کے پرانے عقائد کی قلعی ۱۹۵۳ء میں برسر عدالت کھل گئی تھی اور ان کے عقائد محاسبہ کی ٹھوک سے ایسے گرے کہ گرتے ہی چکنا چور ہو گئے۔ دنیا ان جعلی عقائد کی جابھی ویر بادی پر انگشت بدنداں تھی۔ کاٹھ کی ہنڈیا کب تک چولہے پر رہتی۔ آخر جلنا تھا جل گئی اور خلیفہ

کو پناہ حاصل کرنے کے لئے ایک نئے قلعے کی ضرورت تھی۔ مرید تو پہلے ہی افراد عقیدت سے اندھے تھے۔ پالتو مولویوں کی پلٹنیں موجود تھیں۔ اخبار اور پریس صرف ایک اشارہ کے منتظر تھے۔ غریبوں سے جمع کئے ہوئے چندوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور خلیفہ بھی یورپ کے شاہانہ ہوٹلوں کا طوفانی دورہ فرما کرتا رہ دم ہو چکے تھے۔ سوچا کہ لوگ ہمارے پرانے عقائد کی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہمارے چکنا چور عقائد کے انبار پر سے فی الحال اگرچہ، مگرچہ، چونکہ، چنانچہ کے فرسودہ پردے اٹھارے ہیں۔ کیوں نہ ہم عقیدت کے بندوں کو ایک نیا جل دیویں۔ ظاہر ہے کہ خلیفہ کا سارا تانا بانا ہی کھمچکا تھا اور وہ بہت زیادہ فکر مند تھے اور ایک عرصہ سے ایک گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ آخر کار جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء کا موقع آیا اور خلیفہ نے آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ نہ صرف یہ کہ خود آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بلکہ قیامت تک کے لئے آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کے قواعد و ضوابط بھی بنا کر پیش کر ڈالے۔

شیطان سجدے میں

اور پھر اس خلافت کو گھر کی لونڈی یا بہنانے کے لئے اہنائے فارس کی توحید پرستی پر بھی وعظ فرمایا اور بظاہر خلیفہ اول کی اولاد کو نشانہ بنا کر در پردہ خلیفہ پر اجارہ داری حاصل کرنے کی ایسی چال چلی کہ ابلیس بھی شکرانے کے طور پر اس دن سجدے میں گر گیا ہوگا۔ ہم حیران ہیں کہ الہام ”خذو التوحید التوحید یا ابناء الفارس“ (تذکرہ ص ۲۷۸) میں یہ عنایت کہاں ہے کہ اب اہنائے فارس تا قیامت توحید پرست اور نیکو کار رہیں گے اور اس سے یہ نتیجہ کیوں کر نکل آیا کہ اہنائے فارس سے خدا تعالیٰ کا کوئی خاص لگاؤ اور تعلق ہے۔

مرزا محمود شیطان

جو شخص ”نحن ابناء اللہ“ اور ”نحن ابناء الفارس“ کا قائل ہے۔ وہ تو کتب توحید میں داخل کئے جانے کے لائق ہی نہیں اور ”انسا خیر منہ“ کا نعرہ شیطانی ہے۔ لہذا جو شخص اس قسم کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ وہ بلاشبہ شیطان الرجیم ہے اور اس کی گمراہی سے بچنے کے لئے اس کی شناخت از بس ضروری ہے۔ پس ہمارے نزدیک خلیفہ کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء بعنوان ”خلافت حقہ اسلامیہ“ ایک ایسا دجل ہے جس کی مثال ملنی محال ہے۔ پھر اس دجل کاری کو مریدوں کو ذہن نشین کرانے کا خاص اہتمام کیا گیا۔ پالتو مولویوں کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کو یہ تقریر

ازیر کرادیں۔ لہذا انہوں نے تقریر کے مضمون کے پیش نظر نوجوانوں کے علاوہ بچوں، بوڑھوں اور خواتین تک سے امتحان لئے، ہا قاعدہ پرچے بنائے گئے اور جو لوگ کامیاب ہوئے ان کے نام اخبارات میں شائع کئے گئے۔ مدارس میں جن بچوں اور بچیوں نے کسی وجہ سے ان امتحانات میں شرکت نہ کی ان کو سخت سرزنش کی گئی اور سنا ہے کہ بعض کو جرمانے بھی کئے گئے اور جو بد قسمت اس درجہ کاروبار میں اوّل نمبر پر آئے ان کو انعامات دیئے گئے۔ تا خلافت سازی کا یہ خانہ ساز طریقہ مریدوں کو ازبر ہو جائے اور آیت استکفاف کی عملی تفسیر ایک ناکگ کی صورت میں لوگوں کے سامنے آجائے۔ گویا خلیفہ صاحب نے بزم خود آئندہ کے لئے خدا تعالیٰ کو اپنے ان قوانین سے سبکدوش کر کے جس کے تحت وہ خلیفے مبعوث کرتا ہے اور حدیث مجددین کو منسوخ قرار دے کر یہ کار خداوندی بھی خود سنبھال لیا اور اس کوشش میں انہوں نے اپنے بزرگ باپ کی مثال کو بھی نظر انداز کر کے روحانی طور پر اپنے ناخلف ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا۔ کیا مسیح موعود نے لوگوں کے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط کے تحت مامور اور آیت استکفاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر نہیں تو پھر کیا اس درجہ کاروبار سے حدیث نبوی کی تصدیق نہیں ہوتی کہ دجال نبوت اور خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ خلیفہ آیت استکفاف کے تحت خلافت کا دعویٰ کر کے اس قبائلیہ کو تار تار کر رہے ہیں کہ جو مامورین کے لئے مخصوص ہے اور پھر جعلی اور پر مصلح موعود بنے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ کوئی آسان سے نہیں آتا۔ جب تک موعود نہ ہو اور کوئی موعود نہیں ہو سکتا۔ جب تک مامور نہ ہو ہم خطاب یافتہ پالتو مولویوں کے علم کو کیا کریں کہ انہیں الہیات کی ”اب ت“ کا بھی علم نہیں۔ ان کی مثال کھمبل انہار کھمبل اسفار کی ہے۔ گدھے پر اگر علم و حکمت کی کتابوں کا انہار بھی لا دیا جائے تو پھر بھی وہ گندگی اور غلاظت پر منہ مارنے سے نہیں رکے گا۔ یہ اسی فتنے کا دوسرا رخ ہے۔

اب ہم اس فتنہ اور اس فتنہ باز لڑکے کے بارے میں خدا تعالیٰ کے کلام میں جو اطلاعات بطور پیش گوئی پائی جاتی ہیں۔ ان کی چند ایک مثالیں تحریر کرتے ہیں۔ ہم بارہا تحریر کر چکے ہیں کہ یہاں تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ ورنہ اس بارے میں خدا تعالیٰ کے کلام میں اس قدر تفصیل ہیں کہ اگر محض حوالہ جات درج کئے جائیں تو ایک کتاب کی صورت اختیار کر جائیں۔ لیکن پھر بھی جو کچھ ہم تحریر کریں گے وہ حقیقت حال کو سمجھنے کے لئے کافی ہوگا اور اس کی تردید انشاء اللہ تعالیٰ محال ہوگی۔

مرزا محمود پسر نوح

تفصیل نمبر: یہ حقیقت سب پر واضح ہے کہ مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مختلف ناموں سے پکارا ہے اور ہر ایک نام سے پکارے جانے میں کوئی خاص حکمت اور مناسبت ہے۔ پس جملہ ان ناموں کے خدا تعالیٰ نے مسیح موعود کو نوح کے نام سے بھی پکارا ہے اور ساتھ ہی ”اصنع الفلک باعیننا ووحینا“ (تذکرہ ص ۲۱۹) کا حکم صادر فرمایا اور ”انہ عبدا غیر صالح“ اور ”انہ عمل غیر صالح“ کے الہامات کے ذریعہ کسی بدکار لڑکے کی نشان دہی فرمائی اور یہ حکم بھی دیا کہ: ”ولا تخاطبونی فی الذین ظلمو انہم مغرورون“ (تذکرہ ص ۸۸) جس کی دوسری قرأت یوں بھی ہے۔ ”ولا تکلمنی فی الذین ظلموا انہم مغرورون“ (تذکرہ ص ۶۰) اب جب ہم قرآن شریف کو اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ قریباً قریباً اسی وحی کے الفاظ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام پر نازل ہوئی اور ”انہ عمل غیر صالح“ کے الفاظ نوح علیہ السلام کے اپنے لڑکے کے بارے میں استعمال ہوئے ہیں۔ اب کیا یہ وحی جو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی تھی۔ بغیر کسی مناسبت اور مشابہت کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوگی اور ”نعوذ باللہ من هذا الخیال“ کیا خدا تعالیٰ کا یہ کلام عبث، بے معنی اور بے وجہ تھا۔ اگر خدا تعالیٰ ایسی حکیم و عظیم ذات پر ایسا بیہودہ اور لغو گمان نہیں کیا جاسکتا تو ”انہ عمل غیر صالح“ کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ مسیح موعود کو ایک سرکش اور غیر صالح لڑکے کی اطلاع دی جا رہی ہے اور بعد میں واقعات نے بھی خدا تعالیٰ کے کلام کی صداقت ثابت کر دی اور ”عمل غیر صالح“ کے خلوت خانوں کی داستان اس ملک کے ہر اخبار میں شائع اور ہر شہر کے درو پوار پر چسپاں ہوگی اور آج ہم حضرت اقدس کے ایک لڑکے کو شہوات نفسانیہ کے طوفان میں جٹلا دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ شہوات نفسانیہ کے طوفان کی اصطلاح ایجاد بندہ ہے اور نوح کے طوفان سے اسے کیا نسبت ہے تو مسیح موعود کا اپنا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں:

”کیونکہ شہوات نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا خوفناک اور پر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرد نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا۔ ”و ما ابیرئ“ نفی ان النفس لامارة بالسوء الا من رحم ربی“ یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ نفس نہایت درجہ بندی کا حک دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے۔ مگر یہ کہ خود خدا تعالیٰ رحم فرمائے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ ”الا ما رحم ربی“ ہے۔ طوفان نوح کے ذکر

کے وقعت بھی اس کے مشابہ الفاظ ہیں۔ کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”لا عاصم الیوم من امر اللہ الا من رحم“ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفان شہوات نفسانیا اپنی عظمت اور ہیبت میں نوع کے طوفان سے مشابہ ہے۔“

(ضمیمہ برابن احمد یہ حصہ پنجم ص ۴۹، خزائن ج ۲۱ ص ۲۰۶)

صبح موعود فرماتے ہیں کہ تہمیدات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں۔

(ازالہ اوہام ص ۲، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸)

شہوات کا طوفان

لیکن یہاں تو تطبیق کی حد ہو گئی اور عرصہ تیس سال سے اس لڑکے کے ہارے میں ایک شورا ٹھہر رہا ہے کہ وہ شہوات نفسانیہ کے طوفان میں چملا ہے اور انسان تو انسان اس ملک کی درو دیوار اس پر شاہد ہیں۔ مگر لڑکے نے ایک چپ سا دمگی ہوئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر کوئی پاک دامن ہوتا تو اپنی صفائی باطن کے ہارے میں ایسی شدید اور ہیبت ناک موکد عذاب حلیفہ بیان دیتا کہ جس سے انسان تو انسان پہاڑوں کے دل بھی لرزہ بر اندام ہو جاتے اور لوگوں میں ایک کچکی اور ساناٹا چھا جاتا اور وہ ہیبت کے مارے ایسا کلمہ زبان پر لانے سے خوف کھاتے اور اگر کسی نے خلیفہ کی ذات کے متعلق آدھا لفظ ہی منہ سے نکالا ہوتا تو اس ہیبت ناک بیان کو دیکھ کر ہاتی کا آدھا لفظ منہ میں ہی نکل جاتا اور خدا تعالیٰ کے خوف اور اس کے عذاب کی دہشت سے کانپ اٹھتا۔ مگر یہاں کیا ہے کہ اصل معاملہ پر تو بالکل خاموشی ہے۔ مگر پالتو مولویوں اور مریدوں کے ذریعہ جملہ اقیام و اصفیاء کے دامن عفت کو پھاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ایک خطاب یافتہ پالتو مولوی تو خلیفہ کے تحریر کردہ ایک مسودہ کو ہی شائع کر کے لوگوں کو مغالطہ دیتا پھرتا ہے کہ دیکھئے صاحب انہوں نے حلف اٹھالی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مرزا محمود کا منہ کالا

دوسری طرف خلیفہ کو متعارف کرانے پر کروڑوں روپے خرچ کئے جا چکے ہیں۔ غرض پروپیگنڈا تکنیک سے چہروں کی اس سیاہی کو دور کرنے کی بے انتہاء کوشش کی گئی۔ مگر خدا تعالیٰ کے قول کے مطابق ”شہادت الوجوہ“ (تذکرہ ص ۵۵۳) یعنی منہ کالے ہی رہے۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولویو! دیکھو تم سب مل کر کروڑوں روپے کے اصراف سے خدا کے کلام کو جھٹلا نہیں سکتے

اور یاد رکھو کہ اب اگر تمہاری نسلیں بھی اس کام میں لگ جاویں تو بھی خدا کے کلام کی تکذیب محال ہے۔ اے نادانوں! ”انہ عبدًا غیر صالح“ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صداقت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کرنے کے لئے وہ خود تمہارے مقابل پر کھڑا ہے۔ پس اے جلسا ساز و غور کرو کہ تمہارا مقابلہ کس سے ہے۔ پھر ”انہ عبد غیر صالح“ میں کسی ایک مخصوص شخصیت کی طرف اشارہ ہے اور ”افہم مفرقون“ میں بہت سے افراد یعنی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے۔ پس ایک لڑکے کا علیحدہ طور پر خصوصیت سے ذکر اور اس کے مقابل ایک جماعت کے ذکر سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لڑکا جس کا دیگر لوگوں سے علیحدہ طور پر خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ ان کا سرگروہ ہے۔ یہاں کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ یہ سب معانی اور مطالب ہم اپنے پاس سے نکال رہے ہیں۔ اگرچہ ان الہامات اور واقعات کے ہوتے ہوئے اس کے یہی معنی ہیں کہ جو ہم نے بیان کئے اور کوئی دیگر معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ مگر خود مسیح موعود نے بھی ”ولا تکلمنی فی الذین ظلموا“ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: ”میرے خیال میں یہ الہام ہماری جماعت کے بعض افراد کی نسبت ہے۔“ (تذکرہ ص ۶۰۷، طبع دوم)

ہمارے خیال میں یہ بھی خدا تعالیٰ کی قدرت اور تصرف کا ایک کرشمہ ہے کہ مسیح موعود کے ذریعہ ہی یہ تشریح بھی کروادی۔ ورنہ حضرت اقدس کے وقت لوگوں کے اخلاص و ایمان اور تقویٰ و طہارت کے پیش نظر بھلا کون یہ خیال کر سکتا تھا کہ یہ جماعت بھی کبھی گمراہ ہو کر ”انہم مفرقون“ کے وعید کے نیچے آجائے گی اور یہ الہامی شعر بھی اسی مفہوم کا آئینہ دار ہے۔

قادر ہے وہ بارگاہِ ٹوٹا کام بناوے

بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا مجید نہ پاوے

(تذکرہ ص ۳۳۲، طبع ۲)

یعنی پہلے حضرت اقدس کے ذریعہ بگڑا کام بنایا تھا اور پھر وہ بنا بنایا کام ایک غیر صالح لڑکے کے ذریعہ ٹوٹ بھی گیا۔ پس ہم خطاب یافتہ پالتو مولویوں سے گزارش کریں گے کہ وہ ناقدین کو منافق و مرتد کہنے اور لوگوں کو بہکانے سے باز آجائیں اور دیکھیں کہ خود خدا بھی ان کا ہموار ہو کر پکار رہا ہے کہ آپ کا خلیفہ غیر صالح ہے۔ غریبوں کو تو منافق و مرتد کہہ لیا۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولویو! اب خدا تعالیٰ کو کیا کہو گے۔ باز آ جاؤ۔ تم نے خدا کے کلام کی طاقت کو دیکھ لیا ہے۔ اس کا مقابلہ ترک کر دو۔ ورنہ پیس ڈالے جاؤ گے۔

قادیان سے یزیدی نکالے جائیں گے

تفصیل نمبر ۲۰۰..... مسیح موعود فرماتے ہیں کہ قادیان کے متعلق مجھے یہ الہام بھی ہوا ہے کہ ”اخرج منه الیزیدیون“ (تذکرہ ص ۱۸۱) یہ چھوٹا سا الہام اپنے اندر بہت برا مفہوم لئے ہوئے ہے۔ سب سے اوّل اخرج کو لیجئے۔ اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ یزیدی اس بستی میں پیدا ہوں گے اور یہ معنی بھی ہیں کہ پیدا ہو کر پھر نکالے بھی جائیں گے۔ سبحان اللہ! خدا تعالیٰ کے کلام کی بلاغت اور وسعت معانی کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ یعنی اوّل قادیان میں یزیدی الطبع اور یزید پلیدی کی عادات و خصالت کے لوگ پیدا ہوں گے۔

دوئم..... پھر خدا تعالیٰ ان یزیدیوں اور خالم لوگوں کو قادیان سے نکال بھی دے گا۔ اب لفظ یزیدیوں پر غور فرمائیے۔ سبحان اللہ! اس کے اندر تو خلیفہ اور اس کے پیروکاروں کی ساری تصویر سمجھ کر رکھ دی ہے۔ ظاہر ہے کہ یزیدی کسی خاص قوم قبیلہ کا نام نہیں۔ بلکہ یزید پلیدی کی رعایت سے اس کے پیروکاروں کو یزیدی کہا جاتا ہے۔ یزید نہ ہوتا تو یزیدی بھی نہ ہوتے۔ پس یزیدیوں کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ کوئی یزید بھی ہے۔ جو کہ یزید پلیدی کی طرح خلافت حقہ اسلامیہ کا دعویدار ہوگا اور پھر یزید پلیدی کی طرح اس کے پیروکاروں کی تعداد بھی کثیر ہوگی اور پھر خدا تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ دور حاضر کا یزید اپنے لاوے لشکر سمیت قادیان سے نکال دیا جائے گا۔ یہ پیش گوئی معانی و معارف کے لحاظ سے جو وسیع مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے اور پھر جن غیر معمولی حالات میں جن کا وہم و گمان بھی کسی انسان کو نہیں ہو سکتا..... ہم پالتو اور خطاب یافتہ مولویوں سے دریافت کرتے ہیں کہ یزید پلیدی کی طرح قادیان میں خلافت حقہ اسلامیہ کا دعویدار کون ہے۔ جس کے پیروکاروں کی تعداد یزیدی کی طرح کثیر ہے۔ جس کو اپنے مریدوں کی کثرت اپنی دولت اور اپنے وسیع وسائل پر نازل ہے۔

پھر جو قادیان میں من مانی کارروائیاں کرتا رہا ہو اور سینکڑوں لوگ جس کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے ہوں۔ فریبوں کا مقاطعہ کیا جاتا ہو۔ قادیان سے خارج کیا جاتا ہو اور پھر فریبوں کی املاک کو لوٹا گیا ہو اور گھروں کو جلا یا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ بعض کو زد و کوب کر کے زخمی اور بعض کو شہید کر دیا گیا ہو۔ ”اناللہ وانا الیہ راجعون“

قادیان کون بھاگا؟

پھر وہ اولوالعزم کون تھا۔ جس نے پہلے قادیان سے نہ نکلے کا عہد کیا اور یہی عہد

مریدوں اور مریدینوں تک سے لیا اور پھر ”ان بطش ربك لشديد“ کے تحت جب خدائے جبار و قہار کی گرفت مضبوط ہوئی اور جان کے لالے پڑ گئے تو سب عہدوں اور قسموں کو بھول بھلا کر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ ہمیں پالتو مولوی بتائیں کہ یہ پیش گوئی بھی ”انہ عبدا غیر صالح“ کی طرح کس شوکت اور ہیبت سے پوری ہوئی۔ اے خطاب یا پالتو مولوی! اے تذکرہ نویسو! یہ ایک بہت بڑا نشان تھا کہ تم آنکھیں کھولتے اور یزید کو چھوڑ کر اپنی عاقبت درست کرتے اور خود بھی سمجھتے اور لوگوں کو بھی سمجھاتے۔ اے نادانوں! یہ تمہاری بد بختی کی انتہاء ہے کہ تم پھر اسی یزید کے گرد جمع ہو گئے اور تم نے اپنا خانہ ساز دین چلانے کے لئے ایک اور مرکز اور کفر گڑھ بنا لیا۔ قادیان سے اپنے نکالے جانے کو یاد کر کے خدا تعالیٰ کی طاقت کا اندازہ کرو کہ وہ تمہارے اس کفر گڑھ کو بھی تباہ کر سکتا ہے۔ باز آ جاؤ کہ ”فسحقہم تسحیقاً“ کا وعید تمہارے تعاقب میں ہے۔ کیوں ایک غیر صالح شخص کے گرد جمع ہو کر اور اس کے ہموا بن کر اپنی تباہی و بربادی کا سامان کر رہے ہو۔ اپنی حالتوں پر رحم کرو۔

پس جیسا کہ ”انہ عبدا غیر صالح“ اور ”انہم مغرقون“ میں خلیفہ اور جماعت دونوں کا الگ الگ ذکر الہامات الہی میں کر دیا گیا۔ اسی طرح یزید یوں کا لفظ بھی دونوں مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ لیکن اس کے علاوہ یزید کی تخصیص یہاں بھی موجود ہے۔ ”بلائے دمشق“ (تذکرہ ص ۱۷۶، طبع دوم) جو کہ مسیح موعود کا ایک الہام ہے اور ہماری اس تحریر کا عنوان بھی ہے۔ میں صاف بتلا دیا گیا ہے کہ قادیان میں نہ صرف یہ کہ یزیدی پیدا ہوں گے۔ بلکہ ”بلائے دمشق“ یعنی یزید بھی پیدا ہوگا اور بلا کے لفظ میں وہ سب بدکاریاں اور ظلم و ستم کے معانی پنہاں ہیں۔ جن کا ذکر ”عمل غیر صالح“ اور ”الا الذین علو باس تکبار“ کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ پس ”انہ عبدا غیر صالح“ کی طرح یہاں بھی بلائے دمشق کہہ کر خلیفہ کا خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے اور پھر اس ایک جملہ سے اس تمام داستان کی تصدیق کر دی ہے کہ جس کا آج ہم ذکر کر رہے ہیں اور جس کا چرچا متواتر تیس سال سے زبان زد خاص و عام ہے۔ گویا خدا تعالیٰ ”انہ عبدا غیر صالح“ اور بلائے دمشق کہہ کر خود گواہی دے رہا ہے کہ خلیفہ ظالم و غاصب اور غیر صالح ہیں۔ اب ہم حیران ہیں کہ اس سے زیادہ وضاحت اور پیش گوئی کی صداقت اور کیا ہو سکتی ہے اور پھر ان پیش گوئیوں کا ایک حصہ ہیبت ناک طور پر پورا بھی ہو چکا ہے۔ ”انہ عبدا غیر صالح“ کی تصدیق واقعات نے ڈٹکے کی چوٹ سے کر دی ہے اور دور حاضر کا یزید اور اس کے

ہیروکار نہایت بے بسی کی حالت میں قادیان سے نکال بھی دیئے گئے۔ پھر بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ اے لوگو! کیا تمہارے مقدر میں ہلاکت ہی ہے۔ خدا سے ڈرو اور اپنی کثرت اور غلیفہ کے خانہ ساز القابات اور حسب و نسبت کو حاضر میں نہ لاؤ۔ کوئی معمولی آدمی تمہیں بھلا کب بہکا سکتا تھا۔ تمہارے بہکانے کے لئے ایک بہت بڑی بلا یعنی بلائے دمشق کی ضرورت تھی اور بہت بڑے تقدس اور مذہبی نقاب کی ضرورت تھی۔ قومیں اسی طرح مغالطہ کھاتی اور بہک جاتی ہے۔ ہماری تحریر پر ہار ہار غور کرو۔ اگر آپ لوگ ہماری تحریر پر غصٹے دل سے غور فرمائیں گے تو آپ کے تمام دوسے دور ہو جائیں گے۔ اے لوگو! عرصہ قریباً نصف صدی سے آپ کو دھوکا دیا جا رہا ہے اور دین کے بارے میں بہت فظ نفوش آپ کے ذہن نشین کرائے گئے ہیں۔ آپ جب اپنے ذہنی تانے بانے کو ٹوٹا دیکھتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم ہر اس بات کا کہ جو غلط طور پر آپ کے ذہن نشین کرائی گئی ہے۔ تشریح بخش جواب دیں گے۔ خلافت کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑنے والورک جاؤ کہ ایک بہت بڑا فریب اور دھوکہ تمہیں دیا گیا ہے۔ دیکھو ہم خدا کے نام کا واسطہ دیتے ہیں اور خدا کے کلام کو اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ کیا تم خدا کے کلام کو بھی رد کر دو گے۔ اپنے خدا داد فہم کو اب مزید عرصہ کے لئے رہن نہ رکھو۔ اس سے خود کام لو اور کسی کی بات کو نہ سنو۔ خدا کے کلام کی طرف آؤ خدا کے کلام کو سنو اور اس خانہ ساز دین پر لعنت بھیجو۔ جیسا کہ ہم آئندہ جمل کر بیان کریں گے۔ خدا تعالیٰ بھی اس خانہ ساز دین پر لعنت بھیجتا ہے۔

قادیان کی گمراہی

تفصیل نمبر ۳..... سچ موعود فرماتے ہیں کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا:

۱..... ”زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔“ (تذکرہ ص ۵۱۲)

۲..... ”فسحقتهم تسحیقاً“ (تذکرہ ص ۵۱۲، طبع دوم)

خدا تعالیٰ کے مامور امین ہوتے ہیں اور بالخصوص الہامات کے بارے میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔ اب اس وقت جب کہ جماعت کی روحانی حالت بے مثال تھی ان الہامات کو کہ جو بظاہر ناممکن الوقوع نظر آتے ہیں صاف صاف بیان فرما دیا۔

اب ان الہامات میں تو معاملہ ہی بالکل صاف اور واضح کر دیا گیا ہے۔ دین حسن معاشرت کا ہی دوسرا نام ہے۔ جسے الہام الہی میں زندگی کے فیشن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی قادیان کی جماعت اسلام یعنی حسن معاشرت کو ترک کر کے خانہ ساز خیالات کی پیروی ہو جائے گی اور ”فسحقم تسحیقاً“ کے معنی ہیں کہ ان کو اس گمراہی کی وجہ سے پھین ڈالا جائے گا۔ یہ الہام خدا تعالیٰ کے غضب کا آئینہ دار ہے۔ واضح ہو کہ محض گمراہی ایک ذاتی بات ہے۔ مگر جب اس کے ساتھ علواً سنبھارا اور ظلم و تعدی شامل ہو جائے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزنش یقینی ہوتی ہے۔ پس ”فسحقم تسحیقاً“ سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت نہ صرف یہ کہ اسلام کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائے گی بلکہ اس سے ظالمانہ کارروائیاں بھی ہوں گی اور جب کوئی شخص یا جماعت ظلم کرتی ہے تو اپنی کسی کمزوری کو چھپانے کے لئے ہی ایسا کرتی ہے اور دوسرے الہامات ”عمل غیر صالح“ کی صورت میں اس کمزوری کی وضاحت کر رہے ہیں۔ پس الہامات کے ان چھوٹے چھوٹے فقروں میں بھی وہی داستان پوشیدہ ہے کہ جو ”انہ عمل غیر صالح“ اور ”انہم مغرورون“ اور ”اخرج منه الیزیدیون“ اور بلائے دمشق سے ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ان الہامی پیش گوئیوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قادیان کی جماعت کا نام لے کر فتنہ پردازوں کو بالکل بے نقاب کر دیا گیا ہے اور نام لے کر واضح کر دیا گیا ہے کہ اس جماعت کو سرگروہ بوجہ غیر صالح اعمال کے اور بیزیدی خصلت کے اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لئے ظلم و تشدد کرے گا اور واقعات نے ان الہامی پیش گوئیوں کی حرف بحرف تصدیق کر کے خدا کے کلام کی صداقت کو ظاہر کر دیا۔ لیکن شاید ظالم لوگوں کو انہی کرتوتوں پر عناد مت محسوس کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہر سال لاکھوں روپے کے پروپیگنڈہ اور پبلسٹی کی بدولت ان کے ذہنوں کو متواتر مآف کیا جا رہا ہے اور بدبختی کی انتہاء یہ ہے کہ خود مظہم عدالت عالیہ کی کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ لہذا اس کا علاج بجز ”فسحقم تسحیقاً“ یعنی پھین ڈالنے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے کلام کے مطابق کام شروع ہو چکا ہے۔ قادیان سے زمانہ حاضر کے بیزید اور اس کے پیروکاروں کو نکال دیا گیا ہے اور پھر خلیفہ کو مفلوج بھی کر دیا گیا ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دن بدن خدا تعالیٰ کے وعید کے دائرے تنگ ہو رہے ہیں اور ہمیں یقین کامل ہے کہ اس خانہ ساز دین کو بیخ دین سے اکھاڑ دیا جائے گا اور ان کے ہاتھوں کو پھین ڈالا جائے گا.....

سگان قادیان

شاید پالتو مولوی ہمارے اس نا تمام اشارہ کی طرف لپکیں۔ لیکن ہمارے لئے یہی ان کے بطلان کی ایک دلیل ہوگی۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں دلائل کا ایک ایسا عطا فرمایا ہے کہ جو سگان راہ کی سرکوبی اور ان کے حملے سے ہمیں مامون و محفوظ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

قارئین خود بخود غور فرمائیں کہ جو کچھ ہم نے اب تک تحریر کیا ہے کیا اس کی حرف بحرف تصدیق صحیح موعود کے مندرجہ بالا تحریر سے نہیں ہوتی۔ یہ کس قدر سرکشی اور بغاوت ہے کہ آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کے قواعد بنا دیئے گئے ہیں۔ تاکہ دولت کی یہ دیوی یعنی خلافت گھر کی لوٹھی بنی رہے اور لاکھوں روپے نذرانوں کی صورت میں ہڑپ کئے جاتے رہیں اور پھر کس قدر یہ گمراہی ہے کہ قیامت تک کے لئے مریدوں کو انہی قواعد و ضوابط پر قائم رہنے کی تلقین کی جا رہی ہے اور ساتھ کے ساتھ اپنائے فارس کی توحید پرستی کا سبق بھی ازبر کروایا جا رہا ہے اور پھر خلافت سازی کی شرائط ایسی مقرر کر دی ہیں کہ بیرونی جماعتوں کے انتظار کو غیر ضروری قرار دے کر روے کے نوکری پیشہ ملازمین اور پالتو مولویوں کو کہ جو پہلے ہی خلیفہ اور ان کے خاندان کے ہاتھوں میں بے بس و مجبور ہیں۔ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ خلیفہ مقرر کر لیا کریں اور ان مجبور و بے بس اور ضمیر فروش جی حضور یوں کا بنایا ہوا خلیفہ گویا آیت استخلاف کے تحت خدا تعالیٰ کا مبعوث کردہ خلیفہ متصور ہوگا۔ گویا جب خلیفہ کے یہ دفتری ملازم اور راہی چٹ تنخواہ خور خطاب یا آنتہ پالتو مولوی آیت استخلاف کے تحت خلیفہ بنا دیئے گئے کہ جو ایک خدائی کام ہے۔ تو پھر خلیفہ کی اپنی فرعونیت کا کیا حال ہوگا۔ کیا یہ ”انار بکم الاعلیٰ“ کا مقام نہیں.....

رات دن دین کی قدروں کو ملیا میٹ کرنے میں مصروف ہیں۔ نذرانوں کو جھکار اور عقیدت مندوں کی بھرمارنے ان لوگوں کو فرعون الطبع بنا دیا ہے۔ یہ اپنی چہرہ دستیوں سے ہر اس مرید کو خوف زدہ کر دیتے ہیں کہ جو اپنے ماحول پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر پھر بھی کوئی غریب سر اٹھائے تو اس کی سرکوبی کے لئے دیگر وسائل اختیار کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور پالتو مولویوں کو بھی اس کے پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ کوئی لواب اور لجنہ بھی یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنے حرم خانے یا محل خانے کی زینٹوں کو اور ستراسی درباریوں کو اپنے ساتھ لے کر یورپ کے شاہانہ ہوٹلوں کا مہینوں تک طواف کرتا پھرے۔ مگر خلیفہ کے لئے یہ ایک معمولی بات ہے۔ پھر جس لکشی دیوی یعنی خلافت کی بدولت یہ سب عیش آرام میسر ہو، اسے اپنے خاندان کی ذیعت بنانے کے لئے

کیوں نہ قواعد بنائے جاتے۔ یہ اس شخص کے تقدس کا حال ہے کہ جو خود کو افضل عمر کہتا ہے.....
 ”بہنیں حال ہماری جماعت کے لوگوں کا ہے کہ غریب ہوتے ہیں۔ گھر میں فاقہ ہوتا ہے۔ مگر پھر بھی آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے اتنا چندہ لے لیا جائے۔ بعض اوقات عورتیں آجاتی ہیں کہ یہ چار اٹھے ہیں۔ انہیں بیچ کر جو کچھ ملے چندہ میں دے دیں۔ اب اٹھے بیچنے والی کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ ایک یا دو مرغیاں انہوں نے رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ مرغیاں ایک دو اٹھے دے دیتی ہیں اور وہ ان اٹھوں کو بھی چندہ میں دے دیتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۶ء مندرجہ افضل مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۵۶ء)

یہ ہیں یورپ کے شاہانہ ہونٹوں کے طواف کرنے والے پیر اور اٹھے بیچ کر چندہ دینے والے مریدوں کا حال۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم خلیفہ صاحب کی مالی دراز دستیوں کی داستان بخوف طوالت بیان نہیں کر سکتے۔ ورنہ یہ داستان بھی ہوش رہا ہے۔ یہ شخص غریب قوم کے بل بوتے پر شاہانہ زندگی بسر کرتا ہے اور ساتھ کے ساتھ یہ فسوں بھی کرتا جاتا ہے کہ میں افضل عمر ہوں۔ غرض ان لوگوں کی گمراہی و سرکشی کا کوئی ایک پہلو نہیں۔ نہ ہی نقاب کے پیچھے لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے اور نعرہ اور ریزولوشنوں کا شور مچا رہا ہے۔ حال ہی میں حضرت خلیفہ اول کی اولاد کے کانٹے کو اس بری طرح سے اپنی راہ سے دور کیا گیا ہے کہ دنیا حیران ہے۔ اس ضمن میں خلیفہ کی گہرا فطانی کی ایک ادنیٰ مثال ملاحظہ ہو۔

”کیا ایسے خبیثوں کا ہم ادب کریں گے یا ان کا مقابلہ کریں گے۔ ہم نے ان کے باپ کو اس لئے مانا تھا کہ وہ مسیح موعود کا غلام تھا۔“

(خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ جولائی مندرجہ افضل مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۵۶ء)

گویا خلیفہ نے خلیفہ اول کی اولاد اور اپنے حقیقی سالوں کو خبیث کہہ کر مسیح موعود کے مندرجہ بالا بیان کو پورا کر دیا کہ میرا قبیلہ نبٹ اور عناد میں بڑھ جائے گا۔ جب خلافت کی گدلی پر قبضہ رکھنے کے لئے بلائے دمشق کا اپنے قریب ترین رشتہ داروں اور خلیفہ اول کی اولاد سے یہ سلوک ہے تو دوسرے لوگوں سے جو سلوک کیا جاتا ہوگا اس کا اندازہ قارئین کر لیں۔ ہم ان سادہ لوح مخلصین کو بھی جن کو اپنے اغلاص پر ناز ہے دعوت دیتے ہیں کہ وہ خلیفہ کی کسی کارستانی پر تنقید کر کے دیکھ لیں۔ انجام وہی ہوگا جو دوسروں کا ہوا ہے۔ وہی خطبے، وہی گالی گلوچ، وہی جلے، وہی نعرے، وہی ریزولوشن، وہی ہنگامہ برپا کیا جائے گا جو کہ اب یہ سادہ لوح مخلصین کا ثواب سمجھ کر

اپنے بھائیوں کے خلاف برپا کر رہے ہیں۔ یہی چکر چلے گا۔ یہ لوگ گرفتار ہو چکے ہیں۔ وہ بلا جسے خدا تعالیٰ نے بلائے دمشق کا نام دیا ہے اور جس نے یزید کی طرح خلافت حتماً اسلامیہ کا نقاب بھی ڈال رکھا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم خلیفہ کی گوبر افشانیوں کی بوجہ خوف طوالت مزید مثالیں نہیں دے سکتے کہ اس قسم کی گالیاں ان کا تکیہ کلام بن چکی ہیں اور نہ ہی ان کے مالی وسائل پر کچھ مزید روشنی ڈال سکتے ہیں۔ ان کے ایک سب سے چھوٹے بھائی ہیں جو خلیفہ کے مقابل ایک قلیل سا گھرانہ رکھتے ہیں۔ خلیفہ نے تو ماشاء اللہ سات شادیاں کی ہیں اور کثیر الاولاد ہیں۔ اب یہ دونوں بھائی ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ان دونوں میں مالی لحاظ سے جو فرق ہے وہ صرف خلافت اور نذرانوں کا فرق ہے۔ غرض ایک طرف لوٹ کھسوٹ جاری ہے اور دوسری طرف دین کے چہرے کو بگاڑا جا رہا ہے اور نفی اور طغی کی کوئی انتہاء نہیں رہی۔ سینکڑوں تنخواہ خور ملازم اور پالتو مولوی موجود ہیں۔ مال و زر کی انتہاء نہیں۔ ہمہ وقت دھن کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ ایڈیٹر صاحبان بھی ملازم ہیں۔ غرض اچھی خاصی نوکر شاہی موجود ہے۔ ادھر خلافت مآب کے لیوں میں جنبش ہوئی۔ ادھر پریس چلنا شروع ہوا۔ آن کی آن میں کانڈوں کے انبار کے انبار سیاہ کر کے مریدوں میں تقسیم کر دیئے گئے۔

قادیناں کی جماعت کی حالت

اس پر بھی جو کمی رہ جاتی ہے۔ وہ خطاب یافتگان پوری کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی غریب حق بات کو زبان پر لانے کی جرأت کرے تو اڈل اس کا انسانیت سوز ہائی کاٹ کر دیا جاتا ہے۔ ملازمت والے کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ کاروبار والے کا کاروبار ٹھپ کر دیا جاتا ہے۔ مار پیٹ املاک کو لوٹا اور چلانا اس کے علاوہ یہیں ان سب ضروری اقدامات کے بعد پھر وہ مشینری حرکت میں آتی ہے۔ خلیفہ منبر پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ پریس چلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اخباروں کی زینت دو چند ہو جاتی ہے۔ خطاب یافتہ پالتو مولوی قال اللہ اور قال الرسول کی وضاحتیں فرماتے ہیں اور اس کی روشنی میں اڈل ربوہ کی جماعت ریزولیوشنز و دشمنی کی طرح ڈالتی ہے۔ بس پھر کیا نہیں ہوتا۔ سب جماعتوں کو یہی دورہ پڑ جاتا ہے اور قضاغروں، ریزولیوشنوں اور پدم سلطان بود کے شور سے گونج اٹھتی ہے۔ یہ ہے تحریک احمدیت کے موجودہ دور کی ایک معمولی سی جھلک اور "انہ عمل غیر صالح" کی اپنی سیاہ کاریوں کو چھپانے کا ایک طریق۔ غرض آن کی آن میں ایک قلعہ کا قلع فتح کر دیا جاتا ہے۔ میرے دوستو! آپ لوگوں کی گمراہی کی حد ہو چکی

ہے۔ میرے بھائیو! تپ کے ظلم و تشدد کی انتہا ہو چکی ہے۔ گر ہم اصل حقائق قلم کی نوک پر لائیں تو انسانیت کا حیرت کے مارے منہ کھلا کا کھلا رہ جائے۔ آپ لوگ کیا تھے اور کیا بن کر رہ گئے۔ آپ کو مسلمان تو درکنہ ہمیں انسان کہنے میں حجاب محسوس ہوتا ہے۔ آپ کا کیا حلیہ ہو گیا ہے۔ ہمیں علم ہے کہ آپ آیت استخلاف کے تحت خلیفہ ساز تو بن گئے۔ مگر اپنی انسانیت کو کھو بیٹھے۔

اے ظالمو! مسیح موعود کی اس فریاد کو سنو۔ یہ فریاد انتہائی کریمہ و اضطراب کی آئینہ دار ہے۔ باز آ جاؤ کہ یہ فریاد کبھی بھی رائیگاں نہ جائے گی۔ یہ مامور وقت کی سچ و پکار ہے۔ رک جاؤ کہ تم خدا کے وعید کی حدود میں داخل ہو چکے ہو۔ اپنے آپ پر رحم کرو۔ اپنی نسلوں چرچم کر دو۔ در نہ ایسے پیسے جاؤ گے جیسا کہ پیسے جانے کا حق ہے۔ ان قہری پیش گوئیوں کا جو حصہ پورا ہو چکا ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔ دیکھو تم قادیان سے نکال دیئے گئے اور اب تمہارا محبوب خلیفہ بھی مفلوج ہو چکا ہے۔ حالانکہ اس بیماری سے خدا کے بندوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ مسیح موعود کو عبدالحکیم کے الہامی نام سے پکار کر فرماتا ہے۔

”اے عبدالحکیم خدا تعالیٰ تجھے ہر ایک ضرر سے بچا دے۔ اندھا ہونے مفلوج ہونے اور مجذوم ہونے سے۔“

(تذکرہ ص ۶۷۱، طبع دوم)

پس خدا کے بندوں کو فاجح نہیں ہوا کرتا۔ مگر تمہارا مصلح موعود خلیفہ جسے حسن و احسان میں مسیح موعود کے نظیر ہونے کا دعویٰ ہے۔ مفلوج ہو چکا ہے۔ ممکن ہی نہیں بلکہ اغلب ہے کہ یہ بیماری پھر حملہ کرے اور وہ بالکل مثل اور مختل ہو کر رہ جائے۔ پھر کیا کر گے۔ کیا پھر بھی جیسا کہ تمہیں قبل از وقت مرزا بشیر احمد نے ایک مضمون لکھ کر تیار کر لیا ہے۔ ”جسد الہ فوار“ کا چھچھا نہ چھوڑ دے اور عبرت حاصل نہ کر دے۔ اب انتہا ہو چکی ہے۔ رک جاؤ اور دین کا تسخیر نہ بناؤ۔ روحانی قدروں کو پامال نہ کرو۔ کچھ مثل خدا داد سے کام لو۔ جس خلافت پر تمہیں اس قدر ناز ہے۔ اسلام میں اس کا کوئی مقام نہیں۔ ہماری تحریر کو فور سے پڑھو۔ اس میں خدا کا کلام ہے۔ بیشتر فقرے ہماری تحریر کے الہامات ہی کا ترجمہ ہیں۔ مگر ہم طوالت کے خوف سے حوالہ نہیں دے سکتے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ سے لغو اور فضول باتیں ممکن نہیں۔ ”ایلی ایلی لما سبقتنی“ کی فریاد تمہاری انتہائی گمراہی پر دلالت کرتی ہے۔ اس الہامی فریاد پر کان دھرو۔ خدا کا مسیح کیوں فریاد کتنا ہے۔ یہ فریاد محض تمہاری گمراہی کا نتیجہ ہے۔ در نہ مسیح موعود کی اس دنیا میں کھتیاں نہیں کہ جو اجڑ رہی ہیں اور وہ فریاد کتنا ہیں۔ اے ظالمو! ہماری تحریر پر کان نہیں دھرتے تو نہ دھرو۔ خدا کے پیارے مسیح اپنے پیارے مسیح موعود کی اس فریاد کو تو سنو کہ جو حسب ذیل ہے۔

-۱ اے میرے خدا! میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔
-۲ اے میرے خدا میں مغلوب ہو چکا ہوں۔ میری مدد کر۔
-۳ اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔

ایک نیک دل انسان کا اس فریاد سے سینہ شق ہو جاتا ہے۔ اس وقت کہ ہم یہ سطور لکھ رہے ہیں۔ ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور اپنی تحریر نظر نہیں آتی۔ ایک طرف قلم چل رہا۔

..... آہ! کیا پھر بھی تم غور نہیں کرو گے۔ اے جماعت کے عالمو! اے بڑے لوگو! اپنے علم اور اپنی بڑائی اور اپنے باہمی تعلقات کو نظر انداز کر کے خدا کے پیارے مسیح کی فریاد کو سنو اور اس خانہ ساز دین سے باز آ جاؤ۔ کم از کم ایک بار تو اپنا محاسبہ کرو۔ تھوڑی دیر کے لئے ہی رک جاؤ اور اپنے ماحول کی طرف تنقیدی نظر ڈالو۔ دیکھو! مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میرا قبیلہ ہاردم فساد کرے گا اور حبش اور عتاد میں بڑھ جائے۔ میرے قبیلہ کے لوگ باغی دغاغی بد سیرت اور شقی القلب ہو جائیں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ خدا تعالیٰ بذریعہ الہام قبیلہ کے سرگردہ کا تعارف ”انہ عمل غیرا صالح“ اور بلائے دمشق کے الفاظ سے کرواتا ہے اور الہاماً جماعت قادیان کی گمراہی کی اطلاع دیتا ہے اور ”اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ“ کی فریاد تو یقیناً یقیناً بیڑا غرق ہونے پر ہی کی جاسکتی ہے۔ اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم عقل نہیں کرتے۔ کیا تمہاری جمعیت فرعون سے بھی زیادہ ہے۔ پھر وہ غرق کیا گیا کہ نہیں۔ دیکھو تمہارے لئے بھی ”انہم مغرقون“ کا وعید موجود ہے۔ رک جاؤ قبل اس کے کہ پکڑے جاؤ اور یقین جانو کہ ساری دنیا مل کر بھی آیت استکفاف کے تحت روحانی خلیفہ نہیں بنا سکتی۔ یہ بہت بڑا فریب ہے کہ جو تمہیں دیا گیا اور یہ بہت بڑی گمراہی ہے جس میں کہ تم جہلا کر دیئے گئے۔

محمدی بیگم

حضرت اقدس کے الہامات میں محمدی بیگم عورت کا جو قصہ ہے جیسے حضرت اقدس اجتہادی طور پر کبھی احمد بیگ کی لڑکی اور کبھی پیر منظور محمد کی بیوی خیال کرتے رہے۔ اس سے مراد بھی جماعت ہی ہے۔ جس کے سلطان سے مصلح موعود نے پیدا ہونا ہے اور ”ویردھا الیک“ (تذکرہ ص ۲۸۳، طبع دوم) اور ”انسا رادوھا الیک“ میں اس گمراہ شدہ عورت کے ہارے میں دوبارہ روحانیت اور اسلام پر لوٹ آنے کی پیش گوئی کی گئی ہے اور الہامات ”ویردھا الیک“ اور ”انسا رادوھا الیک“ کے اور الہام ”یصلح اللہ جماعتی انشاء اللہ تعالیٰ“ (تذکرہ

ص ۶۳، طبع دوم) کے ایک ہی معنی ہیں۔ افسوس ہے کہ ہم الہامات کے اس سلسلہ کی بخوف طوالت مزید تشریح نہیں کر سکتے اور اس کو آئندہ کسی وقت پراٹھا رکھتے ہیں۔ بہر حال ہم یہ بیان کر رہے تھے کہ عورت سے مراد جماعت ہوتی ہے اور قرآن شریف میں بعض جماعتوں کی تشبیہ عورت سے دی گئی ہے اور الہیات کی زبان میں سے ایک مشہور عالم تشبیہ اور استعارہ ہے۔ چنانچہ صحیح موعود بھی فرماتے ہیں: ”خدا کی کتب میں نبی کے تحت امت کو عورت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ نیک بندوں کی تشبیہ فرعون کی عورت سے دی گئی ہے اور دوسری جگہ عمران کی بیوی سے مشابہت دی گئی ہے۔“

(تذکرہ ص ۵۵۶، طبع دوم)

قادیا نیوں کی مہار شیطان کے ہاتھ میں

اے نادانوں! تم نے ان خانہ ساز عقائد کو اپنا کر اپنی مہار اٹلیس کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ وہ تمہیں جہاں چاہے لے جائے۔ اے نادانوں! کیا اب مجددین نہیں آیا کریں گے۔ ماسوز نہیں آیا کریں گے۔ کیا اب آسمان سے کوئی نہیں آئے گا۔ خلیفہ کا دفتری اور مخواہ دار پالتو عملہ ہی جسے چاہے گا محدودیت اور ماموریت کے مقام پر کھڑا کر دیا کرے گا۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تمہاری خلافت کیا ہے۔ جس کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لڑکر مرٹنے کی بلائے دمشق نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ رک جاؤ! خدا را ان شاطرانہ چالوں کو سمجھو۔ بلائے دمشق تم پر مسلط ہے۔ یعنی طزم خود عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے۔ جس نے تمہاری چال بگاڑ دی ہے اور تم زندگی کے فیشن یعنی اسلام سے دور جا پڑے ہو۔ عورت کی چال کے الفاظ کے بعد ماموریت کی الہامی فریاد کے بھی معنی ہیں کہ عورت کی چال بگاڑ چکی ہے اور وہ زندگی کے فیشن یعنی اسلام کو چھوڑ بیٹھی ہے اور ایک عیار کے ہاتھوں میں پڑ کر سراسر گمراہی و ضلالت پر قدم مار رہی ہے اور اس کی گمراہی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ وہ کسی کی آواز پر کان نہیں دھرتی۔ حق مغلوب ہو چکا ہے اور بلائے دمشق یعنی باطل کا غلبہ ہے.....

مگر ہم طوالت کے خوف سے بہت کچھ چھوڑتے جاتے ہیں۔ ہمارے اشارے کو سمجھو۔ ایک ایک اشارہ تمہارے اصلاح کے لئے کافی ہے۔ کچھ تو اپنے ذہنوں کو بھی کھولو اور ۲۳ سالہ گمراہیوں کے اثر کو دور کرو۔ اے اس جعلی خلافت کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑنے والو۔ رک جاؤ۔ شاید کہ تم طاغوت کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑکر اپنی روحانیت کو تباہ کر رہے ہو۔ تمہیں فریب دیا گیا ہے۔ خدا کے لئے اس ظلم و تعدی اور بغاوت و سرکشی اور خانہ ساز دین سے باز آ جاؤ۔ کیا تم اتنے فارس کے خیال میں خدا کو بھی چھوڑ دو گے تو گوش ہوش سے دور حاضر کی

اس سب سے بڑی سچائی کو ہم سے سن لو کہ تمہاری گمراہی بھی ایسے فارس کے ہاتھوں ہی مقدر تھا۔ ہوش میں آؤ۔ ایسے فارس کا کچھ حلال بن چکے ہو اور سنو۔

دیکھو خلیفہ اور جماعت کو کس طرح الگ الگ اور واضح بیان یہاں بھی موجود ہے۔ ہم کہاں تک اس داستان کو بیان کریں۔ اے لوگو! ہم تفصیلات میں جانے سے معذور ہیں۔ خلیفہ صاحب شامت اعمال کی وجہ سے خود تو جسمانی طور پر مفلوج ہوئے ہیں۔ لیکن آپ لوگوں کو ذہنی طور پر مفلوج کر چکے ہیں۔

اے لوگو! خدا را اپنی اس ذہنی بیماری کا علاج کرو اور کچھ غور و فکر کی عادت ڈالو۔ یہ کیا بیماری ہے کہ جو کچھ انفضل کے اعدا ہیروں نے خلیفہ کے ایماء اور پالتو مولویوں کے ذریعہ سامنے کر دیا وہ تو آپ کو نظر آتا ہے اور اس کے ماسوا کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ آنکھیں کھولو۔ شاید آنکھیں کھولنے کا بھی یہ آخری موقعہ ہو۔ دیکھو قرآن شریف کی گمراہ کن تفسیر کی جارہی ہے۔ مسیح موعود کے الہامات اور تحریرات کو نظر انداز اور مسخ کیا جا رہا ہے۔ کبھی مصلح موعود ہونے کا دعویٰ ہے اور کبھی آیت استخفاف کے تحت خلیفہ ہونے کا۔ پھر خلافت سازی کے قواعد بتائے جا چکے ہیں۔ یہ سب کچھ کیا ہے۔ کیا یہ قرآن شریف اسلام اور دین سے مذاق نہیں۔ کیا دور حاضر کی بدنام ترین شخصیت مصلح موعود اور آیت استخفاف کے تحت خلیفہ بن سکتی ہے۔ اس طرح اگر آسمانی رشتوں کے بغیر مصلح موعود بننے لگیں اور آیت استخفاف کے تحت خلیفے آنے لگیں تو دین پر سے امان اٹھ جاتی ہے اور جانتے ہو کہ آسمان پر سے جو آتا ہے وہ کون ہوتا ہے۔ وہ مامور ہوتا ہے۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولوی کیا اس زمانے میں کوئی آسمان سے نہیں آیا۔ جس نے مصلح موعود اور آیت استخفاف کے تحت خلیفہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ اے ظالمو! کیا تم مرزا غلام احمد قادیانی مصلح اور خلیفہ ربانی کے نام نامی سے واقف ہو کہ نہیں۔ پھر بتاؤ کہ کیا ان کو تم نے یا تمہارے باپ دادوں نے خود منتخب کیا تھا۔ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر بتاؤ کہ اب تم کو کون سے سرخاب کے پر لگ گئے کہ تم نے اس خدائی کام کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اب مصلحین اور خلفائے روحانی کو لانا تمہارے ایک اشارہ ابرو پر موقوف ہو گیا۔ کیا تم نے وہ حدیث نہیں پڑھی کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ کیا یہ دعویٰ اور وہی تو نہیں کہ جس نے نہایت عیاری سے قوم کی مالیات پر پورا پورا قبضہ کر کے تمہیں اپنا ملازم اور پھر ہموار کر زمین کے رشتوں کو آسمان سے توڑنے کی کوشش کی ہے۔ آہ! تم کہاں تھے اور کہاں آ رہے۔ ”شرا الذین انعمت علیہم“ میں ان لوگوں کو مرزا دوں گا۔ میں اس عورت کو

سزا دوں گا۔ میں تمہاری اور تمہارے خلیفہ کی ہی داستان بیان کی گئی ہے۔ عالم ہو کر جاہل نہ بنو اور خدا کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کرو اور اس گمراہی اور لعنت کو چھوڑ دو۔ جس میں کہ تم جلا ہو گئے ہو۔ مامورین کسی نسل اور قوم قبیلے کو آسمان پر چڑھانے کے لئے نہیں آیا کرتے۔ اے ابنائے فارس کے متوالو، رب العالمین پر گورے کا لے شرقی غربی کا رب ہے اور عند اللہ اکرم وہی ہے جو امتی ہے۔ ابنائے فارس اگر نیک نمونہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اور یہاں تو خدا تعالیٰ کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ یہ لوگ گمراہی کا باعث بنیں گے۔ ہماری تحریر کا ایک ایک لفظ دلیل کاری اور فسوں کاری کا توڑ ہے۔ اے نادانوں! ہماری تحریر کو سمجھنے کی کوشش کرو اور خدا کے لئے ان لعنت کے خطابات کو اس کے منہ پر دے مارو۔ جس نے ان خطابات کے ذریعہ تمہیں الو بنایا ہے۔ دیکھو یہ داستان طویل ہے اور ہم اشارات میں بیان کرنے پر مجبور ہیں۔ ان اشارات کو ہی غنیمت جانو اور کچھ خود بھی عقل خدا داد سے کام لو۔

اے دوستو! افضل کی طرف نہ دیکھو کہ افضل اور اس کے ایڈیٹر صاحب تو ہر ماسٹر و اُس ہیں اور اس طاغوتی نظام کے کل پرزے ہیں جو تمہیں گمراہ کرنے کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ نظام سلسلہ کے متوالو! ”عمل غیر صالح“ اور بلائے دمشق اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نظام کے ذریعہ ایک بیٹے کو اس کے حقیقی باپ سے اور ایک بھائی کو اس کے حقیقی بھائی بہنوں سے عمر بھر کے لئے جدا کر دیتا ہے اور اس جذباتی نعرے سے بہت بڑا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ پس اس انسانیت سوز نظام سلسلہ کے نعرے کو سمجھو کہ اس خوش کن نعرے کے نیچے ہزاروں مظلوموں کی آہیں دبی ہوئی ہیں.....

اور اب یہ جماعت بغیر کسی اصول اور روحانیت کے گمراہی میں جلا ہے اور ناک کٹنے کا محاورہ تو آپ نے سنا ہوگا۔ ناک بطور استعارہ نیک نامی کی علامت ہے اور ناک کے زبور گم ہونے سے مراد بدنامی ہے۔ جب تم اپنے خلیفہ کے اعمال بد کے بارے میں بڑے بڑے پوسٹر اس ملک کے شہروں کی درددلیار پر چسپاں پاتے ہو تو اپنی عزت محسوس کرتے ہو یا بے عزتی؟ بس یہی مفہوم لوگ کے گم ہونے کا ہے اور یہ روڈ یا بھی ”عمل غیر صالح“ کے الہام کی صدق ہے اور پھر اس لوگ کے دل جانے سے مراد جماعت کی اصلاح ہے جو کہ الہام ”یصلح اللہ جما علی انشاء اللہ تعالیٰ“ سے واضح ہے۔ مگر یہ لوگ زمین کی بلندی سے ملا ہے۔ یعنی اب جو تم خود ہی آیت استخلاف کے تحت ظلیفے بناتے پھرتے ہو یہ زمین اور سفلہ مکر ہیں۔ نور ہمیشہ آسمان

سے ہی نازل ہوتا ہے۔ اس لئے موعود مصلح بھی آسمان سے ہی نازل ہو گا نہ کہ وہ جس کو دفتری اور ملازم عملہ اور پالتو مولوی منتخب کریں اور کاغذ کے اندر لپٹے کے یہ معنی ہیں کہ بلاخر حضرت اقدس کے ہی الہامی مندرجات سے جماعت کو اپنی عظیم غلطی کا احساس ہو جائے گا اور جعلی اور حقیقی مصلح موعود کی پیش گوئی واضح ہو جائے گی۔ دیکھو ہم بھی یہ حقائق کاغذ کے ذریعہ ہی آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ اب یہ کس قدر صاف اور واضح حقائق ہیں۔ کاش کہ آپ ان پر غور کریں اور ان باتوں میں کس قدر تسلسل اور ربط ہے۔ افسوس کہ ہم اس تسلسل اور ربط کی پوری طرح وضاحت نہیں کر سکتے کہ اس سے ہماری تحریر بہت طول پکڑ جائے گی۔ عورت کے مفہوم کو حضرت اقدس کی زبان سے ایک دفعہ پھر ذہن نشین کر لو۔ فرماتے ہیں: ”خدا کی کتب میں نبی کے ماتحت امت کو عورت کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ایک جگہ نیک بندوں کی تشبیہ فرعون کی عورت سے دی گئی اور دوسری جگہ عمران کی بیوی سے مشابہت دی گئی۔“ (تذکرہ ص ۵۵۶، طبع دوم)

آؤ ہم آپ کو آپ کا پورا ناک نقشہ دکھائیں۔ شاید آپ کو خود بھی اپنی مکروہ شکل آئینے میں دیکھ کر گھن آئے۔ مگر یقین جانو کہ یہ آپ لوگوں کی ہی مکروہ تصویر ہے۔ جسے کہ خدا تعالیٰ نے امام وقت پر ظاہر فرمایا۔

کمینہ عورت سے مراد مرزا محمود

تفصیل نمبر ۳۰..... صحیح موعود فرماتے ہیں کہ: ”قبل از نماز صبح رویا دیدیگا کہ میں اپنے مکان میں کمرے کے اندر کھڑا ہوں۔ اس وقت دیکھا کہ باہر ایک عورت زمین پر بیٹھی ہے جو مخالفانہ رنگ رکھتی ہے۔ وہ بہت بری حالت میں ہے اور اس کے سر کے بال مقرض سے کٹے ہوتے ہیں۔ کوئی زیور نہیں اور نہایت روی اور مکروہ حالت میں ہے اور سر پر ایک میلا کپڑا چھڑی کی طرح لپٹا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ بات کرنے سے مجھ کو کراہت آتی ہے۔ نماز عصر کا وقت ہے۔ میں جلدی سے اٹھا ہوں کہ نماز کے لئے چلا جاؤں۔ کچھ کپڑے میں نے ساتھ لئے ہیں کہ نیچے جا کر پہن لوں گا۔ یہ جلدی اس لئے کہ اس عورت کو میرے ساتھ بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ پس میں نے جلدی کے سبب چھڑی کو ہاتھ میں لیا اور پشینہ کی سرخ جاہر اوپر لے لی اور کمرے سے نکلا۔ جب میں اس کے برابر سے گذرا تو میرے منہ سے یا آسمان سے آواز آئی کہ: ”لعنت اللہ علی الکاذبین“ ساتھ ہی الہام ہوا۔ اس پر آفت پڑی آفت پڑی۔“

اب آپ نے دیکھ لیا اپنا پورا ناک نقشہ۔ زمین پر بیٹھنے سے مراد عقلی خیالات اور خانہ

ساز عقائد ہیں۔ سر کے بال کٹے ہوئے سے مراد بدنامی اور روحانی حالت کی ابتری ہے۔ کوئی زیور نہ ہونے سے مراد اخلاق باختگی ہے۔ سر پر بطور پگڑی ایک میلے پٹے کے لپٹے ہونے سے مراد تمہارا غیر مصالح خلیفہ ہے۔ جو بطور شامت اعمال ایسا لپٹا ہے کہ رہائی مشکل ہے اور جو کہ روحانیت سے کلیتہً عاری ہے اور بدنام ترین شخصیت ہے۔ نماز عصر کے وقت سے مراد "والعصر ان الانسان لفسی خسو" کے تحت جماعت کی اکثریت کے زوال اور خسران و تباب کا وقت ہے اور حضرت اقدسؒ جو آپ سے باخبر نہ تھے چاہتے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اب آپ کا مسخ موعود سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ آپ کی ایسی مکروہ حالت پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہی پڑنی چاہئے تھی۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے آپ پر "لعنت اللہ علی الکاذبین" کہہ کر لعنت ڈالی اور ساتھ ہی حضرت اقدس کو بھی الہام ہوا۔ اس پر آفت پڑی آفت پڑی۔

دیکھو یہ ساری روکھیا ہماری اس تحریر کی تصدیق کر رہی ہے۔ اس سے قبل خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ میں ان لوگوں کو سزا دوں گا۔ میں اس عورت کو سزا دوں گا۔ میں ان کو پتلیں ڈالوں گا۔ میں ان کو فخر کر دوں گا اور یہاں پھر الہام آیا کہ اس عورت پر آفت پڑی آفت پڑی۔ غرض ہر جگہ مضمون واحد ہے اور یہ ایک مختلف ہے۔

قادیا نیوں پر لعنت

اخبار الحکم میں جب یہ روکھیا شائع ہوئی تو ایڈیٹر صاحب الحکم نے لکھا کہ یہ وہی عورت معلوم ہوتی ہے کہ جس کے متعلق اخبار میں درج ہوا تھا کہ میں ان لوگوں کو سزا دوں گا۔ میں اس عورت کو سزا دوں گا اور اس زمانہ کے اخبار ہی مندرجات حضرت اقدس کی نظر سے گذرتے تھے۔ چنانچہ حضور نے الحکم کی رائے پر خاموش رہ کر اس بات کی تصدیق فرمادی کہ ایڈیٹر الحکم کا نوٹ اور ہماری یہ تحریر درست ہے۔ ہمیں بہت افسوس ہے کہ ہم اس ضمن میں الہامات کا ایک کثیر حصہ چھوڑتے جاتے ہیں کہ ہماری تحریر طولانی ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح حضرت اقدس کی دیگر روکھیا کو بھی ہم لکھنے سے محذور ہیں۔ ان سب روکھیا کثوف اور الہامات میں ایک گہرا ربط ہے۔ مگر ہم کیا کریں۔ ہماری تحریر ہمارے اندازے سے پہلے ہی بہت بڑھ چکی ہے۔ ہم خیر ان ہیں کہ ہم چند اشارات لکھنے بیٹھے تھے۔ مگر ان اشارات کا بھی دامن دراز ہوتا جاتا ہے۔ پس اے لوگو ہمارے لکھنے سے کوئی کام نہیں۔ خود اپنے ذہنوں کو کھولو اور عقل خدا داد سے کاٹو۔ تم کیوں اپنے ہی بنائے ہوئے بت سے اس قدر خائف ہو کہ اس سے صفائی باطن کے بارے میں عرصہ میں سال سے ایک

موت کا عذاب حلف تک نہیں دے سکے اور زمانے بھر میں خود بھی رسوا ہو رہے ہو اور تحریک احمدیت کو بھی بدنام کر رہے ہو۔ خود اس کو لاکھوں روپے کے نذرانے دیتے ہو اور خود اس کو پال پوس رہے ہو اور پھر خود ہی اس سے خائف بھی ہو۔ تاؤ کہ اس کی ذات سے تمہیں رسوائی اور روسیاهی کے سوا اور کیا حاصل ہوا۔ یہ دو چار مشن اور مساجد کیا ہیں یہ تو تم جس سے چاہتے چندہ دے کر بنا سکتے تھے۔ خلیفہ صاحب کو تو عمر بھر زنان خانے سے باہر نکلنے کی توفیق نہیں ملی۔ دیکھو ان کا قصر خلافت ایک زنان خانہ ہے۔ ان کو عام دفتروں کی طرح مردانے میں صدر انجمن کے دفاتر میں ایک کمرہ مخصوص کر کے ایک دن بھی کام کرنے کی دلفریبوں سے باہر آنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ آخر ان ہاتوں نے رنگ لانا تھا۔ پھر تمہارا یہ عقیدہ جو بتا دیا گیا ہے کہ کوئی غیر ماسور بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے۔ روحانی قدروں کے منافی ہے۔ پھر تمہاری یہ تعلیم کہ تم خود آیت اسخلاف کے تحت روحانی خلیفے پر پا کر سکتے ہو۔ سراسر کار شیطان ہے۔ پھر نظام سلسلہ کے خوش کن نعروں کے تحت جو تم سے ظلم و تشدد کروایا جاتا ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے تمہاری وہ مکروہ شکل بن گئی ہے جو حضرت اقدس کو روایا میں دکھلائی گئی اور تم پر خدا تعالیٰ نے لعنت ڈالی۔ آفات کے نزول کی ابتداء بھی ہو چکی ہے۔ تم کو روحانی مرکز سے نکال دیا گیا۔ عدالت میں تمہارے مایہ ناز عقائد کا کھوکھلا پن ظاہر ہو گیا اور تمہارے خلیفہ قاج کے حملہ کے شکار بھی ہو چکے ہیں۔ ان ہاتوں سے عبرت حاصل کر کے اپنی اصلاح کر لو۔ ورنہ آفات کی نوعیت دن بدن شدید ہوتی جائے گی اور تم حسب فرمان الہی ضرور پیس ڈالے جاؤ گے۔

دابتہ الارض مرزا محمود ہے

تفصیل نمبر: ۵..... ہم بار بار عرض کر چکے ہیں کہ ہم صرف نمونہ از خردار آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں اور ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے۔ اس کی بھی پوری پوری وضاحت نہیں کی۔ مگر ہم مزید وضاحت کریں تو ہمیں ان سینکڑوں الہامات پر سیر کن بحث کرنی پڑے گی کہ جو بیان کردہ الہامات کی ذیل میں آتے ہیں۔ دیکھو صحیح موعود "دابۃ الارض" کے متعلق فرماتے ہیں: "یہی وہ "دابۃ الارض" ہے جو ان آیات میں مذکور ہے۔ جس کا صحیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتداء سے مقرر ہے۔"

دابتہ الارض سے صرف طاعون کے چوہے ہی مراد نہیں۔ جیسا کہ حضرت اقدس کے مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے۔ بلکہ اکثر امور غیب کی پیش گوئیاں ذرا لوجہ ہوتی ہے۔ لہذا دابتہ

الارض کے معین کا دوسرا پہلو بھی حضرت اقدس کی قلم سے ہی ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اقدس اپنے زمانہ ظہور کی علامات کی وضاحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

”گیارہویں علامت دابتہ الارض کا ظہور میں آنا یعنی ایسے واعظوں کا بکثرت ہوجانا جن میں آسمانی نور ایک ذرہ بھی نہیں اور صرف وہ زمین کے کینڑے ہیں۔ اعمال ان کے دجال کے ساتھ ہیں اور زبانیں ان کی اسلام کے ساتھ یعنی عملی طور پر وہ دجال کے خادم اور مسوخ صورت اور حیوانی شکل ظاہر کر رہے ہیں۔ مگر زبانیں ان کی انسان کی ہی ہیں۔“

(شہادت القرآن ص ۲۵، خزائن ج ۶ ص ۳۲۱)

اب دابتہ الارض کے ان دونوں پہلوؤں پر غور کرتے وقت ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن شریف میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کو تباہ کرنے کا باعث بنا تھا۔ پس جہاں دابتہ الارض کے دوبارہ آخری زمانہ میں پیدا ہونے کا ذکر موجود ہے۔ وہاں آخری زمانہ میں جس موعود مرد خدا نے آنا تھا اس کا نام بھی خدا تعالیٰ نے سلیمان رکھا۔ سبحان اللہ و بحمہ! ہم نے شروع ہی میں لکھا تھا کہ ”الفتنة هاهنا“ میں جس فتنہ کی خبر دی گئی ہے۔ وہ مشہور فتنہ دجال کی داخلی شاخ ہے اور دابتہ الارض کے ظہور کی علامت نے ہماری تحریر کردہ حقیقت کی تصدیق کر دی۔ پس جیسا کہ حضرت اقدس کو نوح کا نام دے کر نوح ہی کی طرح ”انہ عمل غیر صالح“ کے الفاظ میں ایک بدکار لڑکے کی خبر دی۔ اس طرح حضرت اقدس کو سلیمان کا نام دے کر سلیمان ہی کی طرح دابتہ الارض کے الفاظ میں ایک بدکار لڑکے کی خبر دی۔ سبحان اللہ و بحمہ! دیکھو کس طرح قرآن شریف اور حضرت اقدس کے الہامات ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جس طرح حضرت سلیمان کے دور کے زوال کا علم ایک عرصہ تک لوگوں کو نہ ہوسکا۔ ایسا ہی یہاں بھی رجعت ثانی کے پیر و کاروں کو ہم اکثریت کے نشہ میں چور پاتے ہیں۔ مگر اب تقدیر کے نوشے پورے ہو چکے ہیں اور رحام ثانی اور اس کے پیر و کاروں کو مکافات عمل کا سامنا ہے اور اب خلیفہ ربوہ کے مظلوم ہو جانے سے ہر ایک دل میں میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا ہوا۔ درحقیقت یہ فتنہ ایک عظیم ابتلاء تھا اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی بیخ کنی بھی خدا تعالیٰ نے خود ہی کرنی تھی۔ سو اول اس نے ان کو روحانی مرکز سے نکال دیا اور اب اس فتنہ کے ہانی مہانی کو مظلوم کر دیا ہے اور کل کو جو ہونے والا ہے وہ انتہائی عبرت آموز ہوگا۔ انے لوگو! اگر نہیں علم ہو جائے کہ ہم تمہیں کتنی بڑی جانی سے خبردار کر رہے ہیں۔ تو تم ضرور ہمارا شکر ادا کرو۔ دیکھو ہم صحیح صحیح کر پکار

رہے ہیں۔ خود مسیح موعود کی حج و پکار اور دلدوز فریاد بھی تم کو سنا چکے ہیں۔ لیکن اسے بہرہ ہمیں تمہاری بدبختی کو کوئی انتہاء نظر نہیں آتی.....
جعلی مصلح موعود

اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور خطاب یافتہ مولویوں سے عرض کرتے ہیں کہ تمہارے بنائے کیا بنتا ہے۔ تم نے ایک جعلی مصلح موعود اور خلیفہ بنایا اور خبیث کو طبعیت ثابت کرنے کی از بس کوشش کی۔ مگر خدا تعالیٰ نے خبیث اور طیب میں امتیاز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (تذکرہ ص ۳۹۵ طبع دوم) ”ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین . وماکان اللہ یسترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب“ یعنی یزیدیوں نے مکر کیا اور خبیث کو بطور طیب پیش کیا۔ مگر خدا تعالیٰ ان کے مکر کو توڑ دے گا اور خبیث و طیب میں امتیاز کر کے چھوڑے گا اور ہمارے اس خیال کی تصدیق ان الہامات سے بھی ہوتی ہے۔ ”وماکان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب انظر الی یوسف واقبالہ“ یہاں یوسف سے مراد مصلح موعود ہے اور یہاں بھی خبیث اور طیب میں امتیاز کرنے کا وعدہ ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خبیث اور جعلی مدعی بھی ہوگا۔ لیکن طیب اور حقیقی مصلح موعود باقبال ہوگا۔ پس جیسا کہ ہم شروع میں تحریر کر آئے ہیں۔ مسیح موعود کے الہامات میں ”عمل غیر صالح“ اور مصلح موعود دو لڑکوں کے بارے میں پیش گوئیاں ہیں اور جب وہ مصلح موعود اور قمر الانبیاء اور یوسف آئے گا تو اس کے جعل ساز بھائی ”اناکنا خاطئین“ کہہ کر اپنی خطا کاری اور جلسازی کا اقرار کریں گے اور یسای خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”ماکان اللہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیب . اذا جاء نصر اللہ والفتح وتمت کلمۃ ربک . هذا الذی کنتم بہ تستعجلون“ یعنی خدا تعالیٰ خبیث اور طیب میں امتیاز کر کے چھوڑے گا۔ جب خدا کی فتح اور نصرت آئے گی یعنی جب مصلح موعود آئے گا (کہ درحقیقت فتح و نصرت مصلح موعود کے آنے کے ساتھ مقدر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”کمل الفتح بعدہ“ یعنی کمل فتح اس کے آنے کے بعد ہوگی) اس دن خدا تعالیٰ خبیث کے بھید کاروں کو کہے گا۔ دیکھو یہ ہے وہ موعود مصلح جس کے لئے تم شباب کاری کر رہے تھے اور ایک جعلی دعویدار کے پیچھے لگ گئے تھے اور تذکرہ میں ”هذا الذی کنتم بہ تستعجلون“ کئی بھراہوں میں آیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس ضمن میں جماعت جعلی کاری کا شمار ہو کر ایک جعلی مدعی کے پیچھے لگ چکی ہوگی اور حقیقی مصلح موعود کے آنے پر اس کے

جلسہ زبہائی اور ان کے ہوا جو اس وقت تک باقی رہ گئے ہوں گے۔ یوسف علیہ السلام کے ہائیوں کی طرح ”اننا کننا خاطئین“ اور ”هذا الذی کنتم بہ تستعجلون“ میں خمیشت اور طیب یعنی جلی اور حقیقی مصلح موعود کا حال کھول کر بیان کر دیا گیا ہے اور دیکھو خدا تعالیٰ کے دونوں کلام یعنی قرآن شریف اور الہامات مصلح موعود کس طرح ایک دوسرے کے شارح اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم طوالت کے خوف سے اس قسم کی تفصیلات بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ درنہاں سب الہامات میں ایک ربط ہے اور کئی پیرائے ہیں۔ جن سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ پس الہامات الہی تو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ مصلح موعود کے بارے میں جماعت قبیل کاری کا شکار ہوگی اور ایک جلی مدعی کے پیچھے لگ جائے گی۔ کیا خطاب یا مصلح مولوی اس قدر گمراہ اور غمی الذہن ہیں کہ اس صاف اور کھلے کلام کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور تازیانہ پر تازیانہ کھانے کے بغیر باز نہیں آئیں گے۔ دیکھو قادیان سے تمہارا اور تمہارے مصلح موعود کا نکالے جانا ایک تازیانہ تھا۔ پھر عدالت میں تمہارے خلیفہ کا اگرچہ، مگرچہ، چونکہ، چنانچہ کی ریک اور فرسودہ تاویلات سے اپنے پچاس سالہ عقائد سے پیچھا چھڑانا ایک دوسرا تازیانہ تھا اور پھر اب تمہارے خلیفہ کا مفلوج ہو جانا ایک تیسرا تازیانہ ہے۔ یہ عجیب اور انوکھی فتح و نصرت ہے کہ جو مصلح موعود کے دعویٰ کے بارے تمہارے اور تمہارے خلیفہ کے حصہ میں آئی۔ کیا یہی وہ صدیم المثال اور عظیم الشان فتح و نصرت ہے جس کا خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور جس کے ذکر سے تذکرہ بھرا ہوا ہے اور جو مصلح موعود کے آنے کے ساتھ مقدر تھی اور یہ جو اس ملک کے شہروں کی درود پوار خلیفہ کے خلوت خانوں کی رنگین داستاؤں سے آئے دن آراستہ اور مزین ہوتی رہتی ہیں۔ یہ کیا تماشا ہے۔ ہم نے مانا کہ تم کو ساتھ کے ساتھ جل دیا جا رہا ہے۔ مگر فریب خوردگی کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ تمہاری سادہ لوحی اور گمراہی کی تو کوئی حد نظر نہیں آتی۔ اگر تم یونہی ان تازیانوں اور زنائے دارنچہڑوں کو خدا کی طرف سے میٹھی لوریاں قرار دیتے رہے تو سنواں لوریوں سے ایک دن تمہارا سمجھ لکل جائے گا کہ ”فسحتہم تسحیفاً“ کے یہی معنی ہیں۔ پھر تم یہ بتاؤ کہ اپنے جلی مصلح موعود کے دعویٰ پر تم نے ”وامتاز والیوم ایہا المعز مون“ کا نظارہ کب دیکھا اور کب مجرمین نے خلافت مآب کے سامنے قطار اندر قطار دست بستہ کھڑے ہو کر ”اننا کننا خاطئین“ کا نعرہ لگایا۔ کیا ہماری یہ تحریر ”اننا کننا خاطئین“ کا نعرہ ہے اور پھر وہ کون لوگ تھے جنہوں نے حقیقی مصلح موعود کی آمد سے قبل ہی قبیل کے رنگ میں ایک جلی مصلح

موجود کو مان لیا تھا..... کہ حقیقی مصلح موعود کی آمد پر خدا تعالیٰ کو کہنا پڑا۔ ”ہذا الذی کنتم بہ تستعجلون“ اے نادانوں یہی ایک الہام جو مصلح موعود کے ظہور میں بار بار مختلف پیرایوں میں آیا ہے۔ تمہاری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ اس سے یہ صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ حقیقی مصلح موعود سے قبل ایک جعلی مصلح موعود ہو گذرے گا اور جماعت شباب کاری کے طور پر اس کے پیچھے لگ جائے گی۔ اب یا تو اپنے مصلح موعود کے علاوہ کسی جموعے دعویٰ کی نشان دہی کرو۔ جس کے پیچھے جماعت لگ گئی ہو اور یا پھر اگر اوّل اور جعلی مدعی بھی ہے اور بعد میں آنے والا حقیقی مصلح موعود کوئی اور ہے تو اے ظالمو! ایک بار تو اپنی قبیل پسندی کا اقرار کر کے ”اننا کنا خاطئین“ کا نعرہ بلند کرو اور اپنی عاقبت کرسنوار لو اور خبیث اور طیب میں امتیاز کر لو۔ دیکھو ”ہذا الذی کنتم بہ تستعجلون“ کے الہام سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حقیقی مصلح موعود جلدی نہیں آئے گا۔ اے مولویو! تمہاری عقل خدا داد اور فہم و فراست کو کیا ہو گیا۔ دیکھو ہم کس کس طرح تم کو سمجھا رہے ہیں۔ ہماری کسی ایک بات پر بھی اگر غضبے دل سے غصہ کر لو گے تو اس گمراہی اور خانہ ساز دین سے بچ جاؤ گے.....

ہم تو شروع میں ہی تحریر کر آئے ہیں کہ شیطان کو جب جملہ خارجی محاذوں پر خدا تعالیٰ کے مامور سے شکست فاش ہوئی تو اس نے خفیہ طور پر چھپ کر حملہ کرنے کی ٹھانی اور داخلی طور پر ایک فتنہ عظیم کی طرح ڈالی اور مذہبی نقاب اوڑھ کر مسیح موعود کی جماعت میں داخل ہو گیا اور شدہ شدہ میر کاروان بن بیٹھا۔ شیطان کی یہ خفیہ چال نہایت خطرناک ثابت ہوئی اور وہ مامور وقت کی جماعت کے بیشتر حصہ کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا.....

اگر سب مسلمان اسم ہاسمی ہونے تو معاشرہ نور علی نور ہو جاتا اور یہاں تو محمود احمد خلیفہ ربوہ کا حقیقی نام نہیں۔ یہ نام تو محض بطور نیک فال کے رکھا گیا تھا۔ درحقیقت خلیفہ ربوہ کے الہامی نام تو ”عبد اغیور صالح“ بلائے دمشق اور دابۃ الارض وغیرہ ہیں اور حضرت اقدس نے یہاں پر ابتداء کے انجام اچھے ہونے کا جو تاثر لیا ہے۔ وہ محض ان ناموں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس اچھے تاثر کی زیادہ ترویج الہام بریت ہے۔ جس میں قطعیت پائی جاتی ہے۔ ورنہ کسی بھی مسلمان کے بارے میں کسی بھی خواب کی کوئی بری تعبیر کرنا محال ہو جائے گا.....

ہم ان گدھوں کی بات نہیں کرتے کہ جن پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہو۔ البتہ ایک دہقان سے دہقان انسان بھی یہ جانتا ہے کہ بیڑے سے مراد خاندان اور قبیلہ ہوتا ہے۔ یہ ایک

مشہور عام محاورہ ہے۔ ایک شخص جب دوسرے کو کہتا ہے کہ تیرے بیڑی یا بیڑا خرق ہو تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ کنی الواقعہ دوسرے شخص کی بیڑیاں یا بیڑے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد خاندان اور قبیلہ ہوتا ہے۔ پس مندرجہ بالا الہامی فریاد کا مفہوم صاف ہے کہ وہ حضرت اقدس کے قبیلہ کی ہی خرقابی کے پیش نظر کی گئی ہے اور اس میں جسمانی اور روحانی دونوں قبیلے شامل ہیں..... کہ زمین اپنی فراخی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی اور میں مغلوب ہو چکا ہوں سے یہ مراد ہے کہ جماعت خود ہی بلائے دمشق کو زمام اقتدار سونپ کر اور اس کے دام عقیدت میں گرفتار ہو کر گمراہ ہو جائے گی اور بلائے دمشق نہایت دقیق اور نظر فریب مکر کے ساتھ اسلامی نظریات کو مسخ کرتا جائے گا اور ایسا سوانگ رچائے گا کہ لوگوں کو اس پر اصل حقیقت کا گمان ہوگا اور اصلاح حال کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔ علماء کی حیثیت خیمہ برداروں کی سی ہوگی اور حق مغلوب اور باطل کو اپنی اکثریت پر ناز ہوگا اور نظام سلسلہ کے نعروں کی گونج میں انسانیت سوز بایکاٹ اور ظلم و تشدد کیا جائے گا اور کدا کے دین اور اس کے بندوں پر زمین تنگ کر دی جائے گی اور تم ظریفی کی اتہام نہ ہوگی کہ یہ سب کچھ مسیح موعود کے نام سے کیا جائے گا۔ اس وحشت ناک منظر کے پیش نظر مامور وقت کی زبان پر یہ الہامی فریاد جاری کی گئی۔

۱..... اے ازلی ابدی خدا بیڑیوں کو پکڑ کے آ۔

۲..... اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔

۳..... اے میرے خدا میں مغلوب ہو چکا ہوں میری مدد کو آ۔

..... دوستو جمراحمی کہتے ہو کیا تم میں کوئی ”رجل رشید“ ہے کہ جو مسیح موعود کی

اس دلدوز دلفگار الہامی فریاد پر ایک آنسو بہا دیوے اور اپنی اصلاح کر ليوے۔

ہم دراصل مسیح موعود کی ایک خواب کا ذکر کر رہے تھے۔ آداب ہم آپ کو اس خواب کی تعبیر بتائیں کہ جو واقعات کے رنگ میں پوری ہو چکی ہے۔ مسیح موعود کو جو پھل دکھایا گیا ہے وہ روحانی پھل تھا کہ جو ان کی دن رات کی روحانی کاوشوں کا نتیجہ تھا۔ یعنی معاشرے کا اسلامی رنگ میں رنگین ہو جانا اور ہنوز دنیائے اس سے متنجع ہونا تھا کہ محمود ایک فرنگی یعنی دجال کو لے کر گھر میں داخل ہو گیا اور اول اول وہ وہاں گئے جہاں پانی رکھا ہوا تھا۔ پانی سے مراد روحانی پانی یعنی روحانیت ہے۔ یعنی سب سے اول محمود نے دجال کی معیت یا متبع میں جماعت کی روحانیت کو پھال کیا۔ اب آپ خود دیکھ لیں کہ جماعت کے پاس بجز جلسوں،

جلوسوں، نعروں اور ریزولوشنوں کے اور رکھا ہی کیا ہے۔ پھر وہ حضرت اقدس کی تالیفات پر متوجہ ہوا۔ خواب کے اس حصہ کی اگر واقعاتی تعبیر بیان کی جائے تو ایک ضخیم کتاب تالیف ہو جائے کہ کس طرح میاں محمود احمد نے مسیح موعود کی تالیفات کو مسخ اور نظر انداز کیا۔ انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء پر خلافت حقہ اسلامیہ کے عنوان سے ایک گمراہ کن تقریر کی۔ جس میں آیت استخلاف موضوع سخن تھی۔ مگر اس ساری تقریر میں انہوں نے حضرت اقدس کی مایہ ناز تصنیف ”شہادت القرآن“ کا نام تک نہیں لیا۔ حالانکہ شہادت القرآن آیت استخلاف کی ہی پر از معارف تفسیر ہے اور اگر میاں محمود احمد شہادت القرآن کا کوئی ایک حوالہ بھی دے دیتے تو ان کی ساری دجل کاری کا مکمل دھڑام سے زمین پر آ رہتا اور پھر محمولہ بالا تقریر میں انہوں نے حدیث مجددین کا بھی ذکر نہیں کیا کہ جو درحقیقت آیت استخلاف کی ہی شارح ہے۔ غرض دین میں ان کے تصرف بے جا کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔ پھر انہوں نے حضرت اقدس کی الہامی پیش گوئیوں میں بھی اس قدر تصرف کیا ہے کہ الامان والحفیظ! ایک مصلح موعود کی پیش گوئی کے ہی جملہ الہامات زیب تن کئے بیٹے ہیں اور تذکرہ کو دیکھے سے اس قسم کے بے جا تصرفات کی کئی ایک مثالیں ملتی ہیں۔ جن کا ایک آدھ نمود آئندہ چل کر ہماری اس تحریر میں بھی آدے گا۔ غرض ان لوگوں پر حضرت اقدس کا مندرجہ ذیل الہام بالکل صادق آتا ہے۔

”ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا۔ میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں۔ میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چولہوں کی طرح میرے نبی کی حدیث کو کتر رہے ہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۶۷ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۰)

غرض ان لوگوں نے ایک ایسا سوانیک رچایا ہے اور ایسی گمراہی پھیلائی ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور پالتو مولوی سارے کے سارے قرآن شریف کو اور احادیث نبوی کو دھڑا دھڑا خلیفہ کی تعریف و توصیف میں چسپاں کئے جاتے ہیں اور ان کی طاغوتی یلغار سے نہ قرآن شریف محفوظ ہے نہ اسلام محفوظ ہے اور نہ ہی پاک اور مطہر لوگ محفوظ ہیں۔ کروڑوں روپے کے اصراف سے ایک ایسا شیطان چکر چلایا ہے کہ ہم تو ہم خود مامور وقت کی روح گھبرا گئی اور چلا اٹھی۔

”عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتنی“ (تذکرہ ص ۵۹۸ طبع دوم)

پس قادیان کو الہامی طور پر دمشق قرار دینے اور پھر بلائے دمشق کی الہامی اطلاع دینے کے بعد حضرت اقدس کا حسب ذیل بیان ان لوگوں کے احوال کے عین مطابق ہے: ”جس میں

(یعنی قادیان میں) ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزید الطبع اور یزید پلیدی کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الہی کی کچھ عظمت نہیں..... اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی ان کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے۔“

(ازالہ اوہام حاشیہ ص ۶۶، خزائن ج ۳ ص ۱۳۵)

اب اس وقت جب کہ یہ سب باتیں پردہ غیب میں تھیں اور جماعت کی روحانی حالت قابل رشک تھی۔ حضرت اقدس کی قلم سے یہ سب کچھ لکھا جانا ایک کرشمہ سے کم نہیں اور ان الہامات کی روشنی میں جن کا ہم اب تک ذکر کر چکے ہیں۔ حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریر خدا تعالیٰ کے تصرفات کی ایک مثال ہے۔

مرزا محمود دجال ہے

پس علاوہ ان سب وضاحتوں کے مندرجہ بالا خواب میں محمود احمد کا دجال کو لے کر مسیح موعود کے گھر میں داخل ہونا گلی اور واقعاتی رنگ میں بھی پورا ہو چکا ہے۔ دیکھو خلیفہ اپنی تقریر خلافت حقہ اسلامہ میں کہتے ہیں: ”لیکن میں نے ایک کمیٹی بھی بنائی ہے جو عیسائی طریقہ انتخاب پر غور کرے گی۔ کیونکہ قرآن شریف نے فرمایا ہے کہ: ”وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم“ جس طرح اس نے پہلوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ اسی طرح تم کو بھی بنائے گا۔ سو میں نے کہا کہ عیسائی جس طرح انتخاب کرتے ہیں۔ اس کو بھی معلوم کر لو۔ ہنسنے اس کو دیکھا ہے۔ گو پوری طرح تحقیق نہیں ہوئی اس میں جو بڑے بڑے علماء ہیں ان کی ایک چھوٹی سی تعداد پوپ کا انتخاب کرتی ہے اور باقی عیسائی دنیا سے قبول کر لیتی ہے۔“

اے دے پالتو مولو پو! جو خطاب یافتہ ہو۔ تم اس وقت کہاں تھے جب کہ یہ خرافات قرآنی آیات شریفہ سے حریں کر کے سنائی جا رہی تھیں۔ کیا تم اس وقت بھائی ہوش و حواس زعمہ تھے۔ کیا تم میں ایک بھی رجل رشید نہ تھا کہ جو خلیفہ صاحب کا منہ بند کر دیتا اور پکارا اٹھتا کہ یا حضرت اب کفریات کی حد ہو گئی ہے۔ تم نے پاپائیت کو قرآن شریف کا شارح اور قاضی بنا دیا ہے۔ ان خرافات اور کفریات کو اب بند کیجئے۔ ہم ان جعلیات کو نہیں سن سکتے اور ہم اس وجہل کاری کو اپنے گھر یعنی احمدیت میں دخل نہیں ہونے دیں گے۔ شاید تمہارا خیال اس وقت کمانے کی ٹھوسٹیوں میں الجھا ہوا تھا۔ اے رکابی مذہب کے پرستار وقف ہے تمہارے اس علم پر اور حیف ہے

تمہاری اس شکل پر..... ہمارے خیال میں عالم ہو کر ایسی خرافات اور کفریات کو سننا اور احتجاج نہ کرنا پیشاب پینے سے بھی بدتر ہے۔ دیکھنا ان رانوں کی دیوی یعنی خلافت کو امانے قارس کی لوٹ پیا بنانے کے لئے تمہارے خلیفہ کیا کیا پر از معارف شاطرانہ چالیں بیان کرتے ہیں۔ کیا اس تقریر کے بعد بھی حضرت اقدس کے خواب کی تصدیق نہیں ہوتی کہ محمود دجال کو لے کر ہمارے گھر میں داخل ہو گیا۔ ہمارے خیال میں اس تقریر کے بعد اٹلیس نے بھی شکرانے کے لوافل ادا کئے ہوں گے۔ کیا اب بھی آپ کو ”عورت کی چال ایلی ایلی لما سبقتنی“ کے معنی سمجھ نہیں آئے.....

اگرچہ ہمیں خلیفہ کی اس بات سے اتفاق ہے کہ ان کی خلافت بھی پوپ کی شکل میں عیسائیوں کی طرح ہی کی ایک خلافت ہے اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ اٹلیس قیامت تک خدا کے بندوں کو گمراہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ مگر یہاں موضوع سخن آیت استخلاف ہے۔ لہذا خلیفہ کے ہر دو اقتباسات پر غور کرنے سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پاپائیت بگڑ چکی ہے تو پھر پاپائیت کی بگڑی ہوئی شکل کو بطور رہنما تسلیم کر کے اس کے اصولوں کو مطوم کرنے کے لئے ایک ایسی کمیٹی کیوں بنائی گئی کہ جس کی پیش کردہ سفارشات کی روشنی میں آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کے قواعد مرتب کئے جائیں گے۔ کیا قرآن شریف کی آیات کی تفسیر بگڑی ہوئی پاپائیت کے اصولوں کی روشنی میں کی جائے گی۔ کیا پاپائیت کی بگڑی ہوئی شکل میں بھی اس قدر سکت ہے کہ وہ قرآن شریف کی آیات کے مطوم کو بگھنے کے لئے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے بطور رہنما کام آئے۔ دوسرے الفاظ میں خلیفہ کے نزدیک جن کو قرآن دانی کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ اسلامی خلافت کو گج راستوں پر چلانے کے لئے بگڑی ہوئی پاپائیت کے نقش قدم پر چلانے چاہئے۔ پانچو مولو پو! اس سے بڑھ کر دجال لوانی اور ویل کاری اور کیا ہو سکتی ہے کہ جماعت کو ضال اور مضبوط قوموں کے نقش قدم پر چلا دیا جائے۔ واقعی خدا کے مامور کی خواب حرف حرف پوری ہو گئی کہ محمود دجال کو لے کر ہمارے گھر میں داخل ہو گیا۔ مسخ موعود تو پادریوں کو دجال کہتے کہتے نہیں جھکتے تھے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں: ”یہی علامت اس پادریوں کے گردہ پر فتن کی ہے جس کا نام دجال معبود ہے۔“ (شہادت القرآن ص ۶۴)

اور خلیفہ ان دجالوں کی بھری اور مسخ میں آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کی ہم چلانے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کرتے ہیں اور کمیٹی قائم کرنے کا تو ایک جھانسا تھا۔ ورنہ خلیفہ نے پاپائیت کے تتبع میں اسی تقریر میں قواعد اور شرائط مقرر کر ڈالے۔ چنانچہ عیسائیوں کے طریق

انتخاب کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ: ”وہ بہت سادہ طریق ہے۔ اس میں جو بڑے بڑے علماء ہیں ان کی ایک چھوٹی سی تعداد پوپ کا انتخاب کرتی ہے اور باقی عیسائی دنیا سے قبول کر لیتی ہے۔“

(تقریر خلیفہ ص ۲۲)

اس کے مطابق خلیفہ حکم دیتے ہیں کہ: ”آئندہ یہ نہ رکھا جائے کہ ملتان اور کراچی اور حیدرآباد اور کونینہ اور پشاور سب جگہ کے نمائندے جو پانچ سو کی تعداد سے زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ آئیں تو انتخاب ہو۔ بلکہ صرف ناظروں اور وکیلوں اور مقررہ اشخاص (یعنی ملازم عملہ) کے مشورہ کے ساتھ اگر وہ حاضر ہوں خلیفہ کا انتخاب ہوگا۔ جس کے بعد جماعت میں اعلان کر دیا جائے گا اور جماعت اس شخص کی بیعت کرے گی۔“

(تقریر خلیفہ ص ۲۰)

عیسائیوں کے پادری تو شاید صاحب المرائے ہوں۔ مگر خلیفہ تو سراسر اپنے ملازم عملہ اور پالتو مولویوں کو یہ اختیار دے رہے ہیں کہ وہ آیت استخلاف کے تحت خلیفہ مقرر کر لیا کرے اور باقی جماعت کو پابند کرتے ہیں کہ وہ اس کی بیعت کرے۔ پس کمیٹی وغیرہ مقرر کرنے کا تو ایک جھانسہ تھا۔ خلیفہ کی یہ تقریر لوگوں کو اذہر کردی جا چکی ہے اور وسیع پیمانے پر اس کے امتحانات لئے جا چکے ہیں اور ہم نے سنا ہے کہ دجل کاری میں اوّل نمبر پر آنے والے مریدوں کو انعامات بھی دیئے گئے ہیں۔

محمودی فتنہ دجالی فتنہ ہے

پس جیسا کہ ہم شروع میں تحریر کر آئے ہیں۔ یہ فتنہ بھی دجالی فتنہ کی ہی ایک داخلہ شاخ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ کو اپنی خلافت اور خلافت سازی کے قواعد کو مستند بنانے کے لئے بار بار پاپائیت کا حوالہ دینا پڑا اور بگڑی ہوئی پاپائیت کو قرآن شریف کا شارح اور قاضی بنا دیا پڑا اور ”مسل شسنی یسرجع الی اصلہ“ کے اصول کے تحت اس فتنہ کو بھی اپنے مورث اعلیٰ دجال کی طرف رجوع کرنا پڑا اور اس طرح حضرت اقدس کے خوب کی پوری پوری تصدیق ہو گئی کہ محمود دجال کو لے کر میرے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔

دوم دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی پاپائیت آیت استخلاف کے تحت خلافت الہیہ کی آئینہ دار ہے۔ خلیفہ صاحب کہتے ہیں کہ پاپائیت کی موجودہ شکل بگڑی ہوئی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ اور ان کے خطاب یافتہ پالتو مولوی پاپائیت کے کسی ایسے دور کی نشان دہی کریں کہ جب کہ وہ آیت استخلاف کے تحت خلافت الہیہ کھلانے کی مستحق تھی۔ ہمیں وہ اس دور کے پاپاؤں کا

نام بتلائیں اور اس بات کا ثبوت فراہم کریں کہ واقعی میں فلاں فلاں پوپ فلاں فلاں سنہ میں آیت استخفاف کے تحت خلیفہ اللہ تھے اور پھر ان کے طریق انتخاب پر تاریخی طور پر روشنی ڈالیں کہ نصرانیوں نے ان کو منتخب کیا ہوا اور پھر وہ اس انتخاب کے وجہ سے خلیفہ اللہ بن گئے ہوں۔ اگر خلیفہ اور ان کے خطاب یافتہ پاپائے مولوی پاپائیت کے کسی ایسے دور کی نشان دہی نہ کر سکیں اور وہ قیامت تک نہیں کر سکیں گے تو پھر اے خطاب یافتہ مولویو! تم خود ہی بتاؤ کہ ہم خلیفہ کی اس فریب کاری کا کیا نام رکھیں کہ وہ بار بار اپنی تقریر میں پاپائیت کے حوالہ سے اپنی خلافت کو مستند اور اپنے خلافت سازی کے طریقوں کو جائز قرار دیتے رہے ہیں۔

اے پاپائے مولویو! دیکھو ہم تمہارے خلیفہ کے بجز علمی کے دعویٰ کی قلعی کھول رہے ہیں۔ کچھ تو غیرت علمی دکھاؤ اور کسی ایک پوپ کا ہی نام لے دو کہ وہ حقیقی معنوں میں خلیفۃ اللہ تھا اور ساری عیسائی دنیا نے متفقہ طور پر اس کا انتخاب کیا ہوا تھا۔ تمہارے خلیفہ کا تفسیر دانی کو تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ جو سا لہا سال تک تفسیر کبیر لکھنے کی کوشش میں درجن بھر پاپائے مولویوں کو کبھی پہاڑوں پر اور کبھی میدانوں میں اپنے ساتھ تھسی کر کے گھسیٹتے پھرے۔ مگر کیا تم کو بھی یہ علم نہیں کہ اب تک دنیا کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ و وفات کا ہی علم نہیں۔ واقعہ صلیب اور حملہ خانہ میں ان کی فوجیدگی کے درمیان قریباً نوے برس کا طویل زمانہ حائل ہے۔ آخر کس تاریخ سے ان کی خلافت کے سلسلہ کو شروع کرو گے۔ ان کی خلافت کا مرکز ناصرہ تھا یا سری نگر۔ پاپائیت کو قرآن پر قاضی بنانے والو! کہیں تو شرم سے ڈوب مرو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ رومیوں نے عیسائیوں پر عرصہ حیات تک کر دیا تھا اور واقعہ صلیب کے بعد کوئی بھی خوف کے ہارے عیسائیت کا نام تک نہ لے سکتا تھا۔ کیا قرآن شریف میں اصحاب کہف کا صدیوں تک عاروں میں چھپے رہنے کا کوئی تذکرہ ہے کہ نہیں۔ اے ظالمو! کچھ تو اپنے ذہنوں کو بھی کھولو۔ آخر ہم سب دجل کاری کی تردید میں ساری تاریخ تو نہیں لکھ سکتے۔ دیکھو تمہارے خلیفہ اپنی تقریر میں خلافت موسویہ کے دو دور بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں: ”اور ایک دور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر آج تک چلا آ رہا ہے۔“ (تقریر خلیفہ ص ۴)..... پس غیر صالح بیٹے کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مسلسل خلافت کا ایک سلسلہ آج تک چلا آتا نظر آتا ہے اور اس کے بزرگ باپ مسیح موعود کو کوئی ولی تک نظر نہیں آتا۔ اب جس امت میں دلی ہی کوئی نہیں ہوا۔ اس میں آیت استخفاف: ”تحت خلیفہ صاحب والا خلفاء کا سلسلہ کیوں کر قائم کتا ہے۔“ پاپائے مولویو! بتاؤ کہ کیا تمہیں یہی ہماری باتوں کی سمجھ آتی ہے کہ

نہیں اور اگر آتی ہے تو شرم بھی آتی ہے کہ نہیں۔ یا تم اس مادے کو جو نصف ایمان کا درجہ رکھتا ہے بالکل ضائع کر چکے ہو۔ آگے چلئے.....

اے پالتو مولویو! ان حوالوں کا سلسلہ تو بہت لمبا ہے۔ مگر ہم تمہارے فہم کا کیا علاج کریں۔ اے خالمو! خلیفہ کی تمام تقریریں کفریات اور دجلیات کا مرقع ہے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم اس تقریر کے ایک ایک لفظ پر بحث کر کے یہ ثابت کریں کہ جملہ الفاظ کا تانا بانا فریب کاری ہی فریب کاری ہے اور خلیفہ کی تقریر کو اسلام اور الہیات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اب دیکھو سوچو موعود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موسوی خلافت کو ختم قرار دیتے ہیں اور خلیفہ پاپائیت کو بھی آیت استخفاف کے تحت گردان کر قرآن شریف کو اس پر پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ دجل کاری کی انتہا نہیں اور کیا اب بھی تمہیں حضرت اقدس کے اس خواب کی تعبیر سمجھ نہیں آئی کہ موعود دجال کو لے کر ہمارے گھر احمدیت میں داخل ہو گیا ہے اور اس نے جماعت کو نصاریٰ کے رنگ میں رنگین کر دیا ہے۔

..... یقیناً تینوں بھائیوں میں سے خلیفہ سب سے بڑے مجرم ہیں اور ان پر عذاب نازل ہو چکا ہے اور وہ مفلوج ہو چکے ہیں اور وہ اپنی مفلوجیت کو چھپانے کی بہت کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر خدا کی گرفت دن بدن مضبوط ہوتی چلی جائے گی اور نہ مال نہ اولاد اور نہ جماعت خدا کے عذاب سے ان کو بچا سکے گی۔ ان کا جرم نہایت سنگین اور شدیدہ قسم کا ہے۔ غیر صالح اعمال اور مظالم کے علاوہ انہوں نے خدا کے اس نور کو بچھانے کی کوشش کی ہے۔ جو چودہ صد سال کے بعد آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولوی، اور پاپائیت کو آیت استخفاف کے تحت خلافت الہیہ قرار دینے والا اور قرآن شریف کو پاپائیت پر پیش کرنے والا۔ سن لو اور گوش ہوش سے سن لو کہ تمہارا اور تمہارے خلیفہ کا انجام نہایت عبرت ناک ہونے والا ہے۔ دور حاضر کے سب سے بڑے مجرم ضمیر کو مکافات عمل کا سامنا ہے۔ جب نہیں کہ وہ بالکل مثل اور مثل کر دیا جائے اور ساری دنیا کے ساتھ تم بھی اس کی تکلف شدہ ذہنی صلاحیتوں کا تماشا کرو۔

..... اب آپ نے دیکھ لیا کہ خلیفہ خلافت کی جعلی تیسری قسم کی سند کہاں سے لائے ہیں۔ کہتے ہیں چنانچہ عیسائی اس کے لئے انتخاب کرتے ہیں۔ اے پالتو مولویو! کیا یہ عبرت کا مقام نہیں۔ واقعی پاپائیت کے علاوہ تمہاری اس جعلی خلافت کی کہیں اور سے سند نہیں مل سکتی تھی۔ شاید قارئین خیال کریں کہ ہم جواب تو خلیفہ کی تقریر کا دے رہے ہیں اور دیگر احوال بھی ان کا ہی تحریر کر رہے ہیں۔ پھر بار بار خطاب یافتہ پالتو مولویوں کو مخاطب کیوں کرتے ہیں۔ دراصل خلیفہ

نے تو ایک بار جو دعویٰ کرنا ہوتا ہے کر دیتے ہیں اور دین اور اسلام کے نام پر جو دخل کاری پھیلائی ہوتی ہے پھیلا دیتے ہیں۔ پھر ان کے بیان کو جائز اور "قال اللہ" اور "قال الرسول" سے ناکام تطبیق دینے کی ہم بھی پالتو مولوی چلاتے ہیں۔ بلکہ بطور خوشامد خلیفہ کے منہ میں نوائے دیتے رہتے ہیں کہ اجماعی حضور آپ کی کیا شان ہے اور واللہ آپ تو مصلح موعود ہیں۔ یعنی خلیفہ نے ہنوز مصلحت کا دعویٰ نہیں کیا تھا کہ یہ پالتو مولوی اپنی تحریرات میں خلیفہ کو مصلح موعود کہنے لگ گئے تھے۔ پس مسیح موعود کی جماعت کو گمراہ کرنے میں ان پالتو مولویوں کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ لہذا ہم ان خوشامد یوں کو بار بار مخاطب کرنے پر مجبور ہیں کہ شاید ان میں کہیں غیرت اور ایمان کی رتی باقی رہ گئی ہو اور یہ خوابیدہ لوگ ہوش میں آئیں کہ ان کی مدہوشی اور گمراہی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح یہاں بھی ایک نسل جاہ ہو گئی ہے۔ ہاں تو ہم بیان کر رہے تھے کہ خلیفہ کو اپنی جعلی خلافت کو مستند کرنے کے لئے پاپائیت کے سوا اور کہیں سے ثبوت نہ مل سکا۔ اے پالتو مولوی! اب تو خلیفہ نے خود ہی اپنا نام اور پتہ مکمل طور پر بتا دیا ہے۔ اب تو حسب خواب مسیح موعود ایک بار مان لو کہ محمود جلال کو لے کر مسیح موعود کے گھر یعنی احمدیت میں داخل ہو گیا ہے۔ ورنہ اگر تم واقعی عالم ہو اور اگر تم واقعی حیا دار ہو تو آیت استخفاف کے تحت صرف موسوی خلافت کے چودہ صد سالہ دور میں ہی نہیں بلکہ تاریخ ادیان میں کسی بھی ایک ایسے روحانی خلیفہ کی مثال پیش کرو جو مامور اور رسول نہ تھا اور جو لوگوں کی استخفاف کی وجہ سے روحانی خلیفہ بن گیا تھا۔

مرزا محمود کی وجاہت

..... خلیفہ کی تقریر کو ازبر کر کے امتحان دینے والا دیکھو یہ وہ معارف ہیں کہ جن سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ خلیفہ کا بیان تو سراسر عیاری پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ تو اگرچہ مگرچہ کے گورکھ وہ ہندوں سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ اول وہ اصطلاحات کو ایک دوسرے میں گڈلڈ کر دیتے ہیں۔ ظاہری خلافت کو حضرت علیؑ پر ختم کر کے نورالدین سے شروع کرتے ہیں۔ حالانکہ نورالدین کے وقت ظاہری خلافت یعنی حکومت نہ تھی۔ پھر کبھی ظاہری خلافت کو حضرت علیؑ پر اور کبھی حضرت حسنؑ پر ختم کہتے ہیں۔ غرض خلیفہ کی تقریر علمی اور تاریخی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک جال ہوتا ہے۔ جو مریدوں کو چھانسنے کے لئے وہ تیار کرتے ہیں۔ پھر وہ روحانی خلافت کا ذکر تک نہیں کرتے۔ جو اسلام میں اب تک جاری و ساری رہا اور ہر صدی کے سر پر آیت استخفاف کے تحت مجدد آتے رہے اور حضرت حسنؑ کے زمانہ سے ہی مسلمانوں کو کامل مومن خیال نہیں کرتے اور پھر کمال عیاری سے غلط

اصطلاح استعمال کر کے ظاہری خلافت کے تحت اپنی خلافت کا ذکر تو کرتے ہیں اور روحانی خلافت کا نام تک نہیں لیتے۔ اب اس ساری دجل کاری کا تجزیہ کون کرے۔ اس تحریر میں ہمارے لئے مشکل ہے کہ ہم خلیفہ کے عیارانہ بیان کے ایک ایک لفظ کی وضاحت کریں۔ جس طرح ان کا دین خانہ ساز اور انوکھا ہے۔ ان کی سب اصطلاحیں خانہ ساز اور انوکھی ہیں۔ جیسا کہ ہم پہچنے والے دے چکے ہیں۔ صحیح موعود نے خلافت کی ظاہری شکل سے حکومت مراد لی ہے۔ مگر خلیفہ کمال عیاری سے کہتے ہیں کہ دوبارہ خلافت کی ظاہری شکل نور الدین سے شروع ہوئی۔ اب ایسا مہمل بیان یا تو کسی کو دن کا ہو سکتا ہے اور یا کسی عیار کا۔

مرزا محمد کے پالتو

پس اے وہ پالتو مولویو! جو خطاب یافتہ ہو۔ ”ماہذا التماثل التي انتم لها عاكفون“ کیا تمہارا خلیفہ آیت استخلاف کی ظاہری شکل کے تحت کسی سلطنت کا سربراہ ہے یا اس کی باطنی اور روحانی شکل کے تحت مجدد اور مامور ہے۔ اگر آیت استخلاف کی ان دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت تمہارے مناسب حال نہیں تو اے ظالمو! اے فتنہ گردیدہ کیا پاکھنڈ تم نے رچایا ہے اور تمہارے خلیفہ اپنی تقریر کے ص ۱۵ پر کون سے آسمان سے حکم دیتے ہیں: ”کہ آئندہ خلافت کے لئے میں یہ قاعدہ منسوخ کرتا ہوں کہ شوریٰ انتخاب کرے۔ بلکہ میں یہ قاعدہ مقرر کرتا ہوں۔“ اب یہ کون سی طاغوتی خلافت ہے کہ جس کے قاعدے منسوخ ہو رہے ہیں اور مقرر کئے جا رہے ہیں۔ کیا اس خلافت کا بجز پاپائیت کے قرآن شریف اسلام اور تاریخ ادیان میں کوئی مثال ملتی ہے۔ اے ظالمو! یہ کس دجل کاری میں تم جتلا کر دیئے گئے ہو۔ خلیفہ کی تقریر میں خدا کا نام تو محض بطور بیت وزن استعمال ہوتا ہے۔ ورنہ جملہ قواعد تو وہ خود ہی بنا رہے ہیں اور ان قواعد کے تحت خلافت سازی کے اختیارات خود ہی اپنی پالتو اور ملازم عملہ کو دے رہے ہیں اور سراسر ایک کار خداوندی پر پنجہ مار رہے ہیں۔ اے ظالمو! ہم تمہیں تمہارے خلیفہ کی ہی زبان میں آگاہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اپنی تقریر کے ص ۱۹ پر کہتے ہیں کہ: ”شیطان نے بتا دیا ہے کہ ابھی اس کا سر نہیں کٹلا گیا۔ وہ ابھی تمہارے اندر داخل ہونے کی امید رکھتا ہے۔“

آلو

پیغام صلح کی تائید اور محمد حسین چیمہ کا مضمون بتاتا ہے کہ ابھی مارے ہوئے سانپ کی دم مل رہی ہے۔ اور وہ مفلوج ہونے کے باوجود اپنی سرشت سے باز نہیں آتا اور اپنی فطرت کے

مطابق برابر گمراہی پھیلا رہا ہے اور مسیح موعود کے فرمودات کو چوہوں کی طرح کتر کتر کر ایک خانہ ساز طاغوتی دین کی بنیاد رکھ چکا ہے اور تمہیں اٹو بنا کر برابر اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑ کر مرثیے کی تعلیم دے رہا ہے اور تمہیں پاپائیت کی مکمل تقلید کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔

..... اے دے پالتو مولویو! جو خطاب یافتہ ہو تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے خلیفہ کوئی بیان بھی قرآن، اسلام اور فرمودات مسیح موعود سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ان کا سارا وندا ہی عیار یوں پر چل رہا ہے۔ لہذا اب ہم پر زور الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ایک شخص تو کجا ساری دنیا مل کر بھی آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفہ برپا نہیں کر سکتی۔ نہ پہلے کبھی ایسا ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ یہ ایک بہت بڑا دجل ہے۔ جس میں کہ تم جتلا کر دئے گئے ہو اور اگر تمہیں ہمارے اس اعلان میں کچھ کلام ہے اور پھر اگر تم اپنے علم اور اپنے محبوب خلیفہ کے لئے کوئی غیرت رکھتے ہو تو ہمارے اس اعلان حق کی تردید میں کوئی ایک مثال لاؤ اور یاد رکھو تم کیا تمہاری تسلیں بھی ایسی کوئی مثال نہ لاسکتیں گے۔

اے دوستو! ہم طلیل ہیں اور باوجود طلیل ہونے کے جب ہم نے خلیفہ کی تقریر پڑھی اور دوسری طرف مسیح موعود کی دلدوز فریاد سنی تو ہیر کسی ساز و سامان کے لکھنے بیٹھ گئے اور بخاری حالت میں بھی ہمارا کلم چلا رہا۔ ہم نہ تو کوئی مولوی ہیں اور نہ ہی عالم ہیں۔ صرف آگ لگی دیکھی اور ننگے پاؤں اور ننگے سر بھانے کے لئے دوڑ نکلے۔ ہم نے شروع ہی میں تحریر کیا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ نہ صرف یہ کہ لوگوں کے لئے دین برپا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ بلکہ حسب آیت استخلاف تجدید دین کا کام بھی اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ اب تم لوگوں نے کسی حیار کے ہاتھوں میں پڑ کر اور اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنا انجام دیکھ لیا۔ ایک تو ”عبد غیر صالح“ کے ذریعہ تمہاری دنیا دہانہ میں جگہ ہنسی ہوئی اور اس ملک کے ہریا کے درو دیوار نے سیاہ ہو کر تمہارے چہروں کی سیاہی کو ظاہر کیا۔ پھر عقائد میں تمہارا یہ حال ہے کہ لڑھکتے پھرتے ہو اور اسلام تو کجا کبھی دین میں تمہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی اور تمہارے ہاں کہ تمہارے خلیفہ تمہیں وصال کے گھر یعنی پاپائیت میں لے گئے اور تمہیں یہ کہہ کر اٹو بنایا کہ یہی پاپائیت ہی اسلام ہے۔ اسی کے مطابق عمل کرو۔ یہ سب گمراہیاں تمہیں اس لئے نصیب ہوئیں کہ تم نے ابو بن کر خدا کی کام میں ہاتھ ڈال دیا۔ پس خدا تو تم نے کیا بننا تھا تم اپنی انسانیت کو بھی کھو بیٹھے اور ”واشر بوا فی قلوبہم الخلیفہ“ کے تحت تمہیں ایک زمینی خلیفہ کا تخیل گھوٹ گھوٹ

کر پلایا گیا۔ حتیٰ کہ وہ تمہاری رگ رگ اور نس نس میں رچ گیا اور اس طرح حسب الہام مسیح موعود اور ارشاد الہی تمہاری ایک نسل کی نسل گمراہ ہوگئی اور تقدیر کے نوشتے پورے ہو گئے۔ اب ہلاکت کے دن آپکے ہیں۔

مرزا محمود سانپ ہے

.....خلیفہ کا بیان نہیں ہوتا جاں ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ سانپ کی طرح بل ڈال ڈال کر چلتے ہیں۔ اب مندرجہ بالا بیان اس قدر لائینی ہے کہ اگر ہم صرف اس بیان کی گول باتوں کی وضاحت کرنے لگیں تو ہماری وضاحت حد درجہ طویل ہو جائے۔ اس بیان میں بلکہ اور اس کی یہ صورت بن گئی اور چنانچہ آپ کا الہام اور پھر مسیح موعود اور اس کی ذریت کا خاص طور پر ذکر یہ سب جاں کے پھندے ہیں۔ جن کی وضاحت سے ہم بخوف طوالت معذور ہیں۔ بہر حال انجیل کے ذکر کو چھوڑ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا قرآن شریف میں توحید کی تعلیم کی کوئی کمی رہ گئی ہے۔ اے ظالمو! قرآن شریف تو آخری اور مکمل صحیفہ آسمانی ہے۔ پھر اگر خلافت کا انحصار محض توحید کی تعلیم پر ہے۔ تو پھر تمہارے خلیفہ کے اس بیان کو کیا قرار دیں کہ اسلام کے پہلے دور کی خلافت حضرت علی پر ختم ہوگئی تھی۔ اگر خلافت کو توحید کی تعلیم پر مدار ہے تو پھر وہ تو بقول تمہارے خلیفہ ابتدائے اسلام میں تیس سال کے امداندر ختم ہوگئی تھی۔ اب کیا تمہارے خلیفہ کے اصول کے مطابق یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ ”نعوذ باللہ“ توحید کے بارے میں قرآن شریف کی تعلیم نامکمل ہے۔ جسے کہ مسیح موعود نے ”خدا والتوحید التوحید یا ابناء الفارس“ کہہ کر مکمل کر دیا ہے اور چونکہ اس الہام کے مخاطب ابنائے فارس ہیں۔ لہذا ان کی توحید پرستی پر قیامت تک شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ الہام نہ ہوتا تو پھر ایک بہت بڑا نقص لازم آتا کہ اب تو ابنائے فارس توحید پرستی پر قائم ہیں۔ پھر کوئی بھی نہ ہوتا۔ تمہارے خلیفہ کی ایسی ہی گول باتوں پر ہم ان کو خاص وہ سمجھتے ہیں۔

مرزا محمود یہود کا ہے

.....جس سے معلوم ہوا ہے کہ یہودیوں والی صورت یہاں بھی پیدا ہو چکی ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو ہر ایک انسان سے توحید پرستی کا خواہاں ہے۔ اگر ابنائے فارس کو خاص طور پر خبردار کیا گیا ہے تو جان لینا چاہئے کہ یہودیوں کی طرح کوئی خاص اعتبار ہے۔ مگر ابنائے فارس نے اعتبار کی پرواہ نہیں کی اور آیت استخلاف کے تحت خلافت سازی کو اپنے ہاتھ میں لے کر سراسر ایک خدائی کام پر پھرمارا اور خود بھی سخت گمراہ ہو چکی ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں اور آج

خلیفہ اور ان کے پیروکاروں سے کون زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے کہ جو روحانی قدروں کو ملیا میٹ کرنے اور آسانی رشتوں کو ہمیشہ کے لئے زمین سے توڑنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور جیسا کہ ہم وضاحت کر چکے ہیں۔ یہ دلدوز و لافکار الہامی فریاد انہی لوگوں کی سرکشی و بغاوت کے پیش نظر مامور وقت کی زبان سے نکلے ہے۔ اے ازلی ابدی خدا ہیڑیوں کو پکڑے آ۔

مرزا محمود کا تانا بانا

یہ سب کچھ کیا خرافات ہے۔ ان باتوں کو تو صرف پالتو مولوی ہی مان سکتے ہیں۔ اے خطاب یافتہ پالتو مولوی! خلیفہ کوئی معارف بیان نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ وہ تو ایک ایسا تانا بانا کر لائے تھے۔ جس کی رو سے یہ ثابت ہو جائے کہ اوّل خلیفہ منتخب ہو سکتا ہے اور دوئم اب قیامت تک ایتنائے فارس ہی خلافت کے اہل ہیں۔ اسلام میں ان کو یہ دور صرف تیس برس تک نظر آیا۔ اس کا ذکر کر دیا اور چونکہ وہ اپنی خلافت کو زیادہ مستند اور تاریخی بنانا چاہتے تھے۔ صرف تیس سال سے کام نہیں چلتا تھا۔

مصلح موعود

قارئین کو ہماری تحریر کے مطالعہ سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ ہم جو بات بھی تحریر کرتے ہیں علی وجہ البصیرت تحریر کرتے ہیں۔ ان مسائل کے بارے میں ہمارے دل میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ہمارا دل تو یقین سے بھر پور ہے اور اس ضمن میں ہم نے علماء کی ۴۳ سالہ بحث و تحقیق اور اسلوب بیان کو اختیار نہیں کیا کہ ہمارے نزدیک وہ تمام راستے صاف اور ہموار نہیں اور ہمیں خدا کے فضل سے اس بات کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم نے ایک نئے علم الکلام کی طرح رکھی ہے اور انشاء اللہ العزیز یہی وہ علم الکلام ہے جس سے بالآخر اس فتنہ عظیم کی سرکوبی ہوگی۔ ہم نے ہنوز بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن یقیناً یقیناً ایسے مردان خدا پیدا ہوں گے کہ جو ان حقائق پر مزید روشنی ڈالیں گے۔ ہم تو کچھ بھی نہیں اور جہاں تک تعلیم و تدریس کا تعلق ہے ہم بالکل صفر ہیں۔

اے فخر رسل قرب تو معلوم شد

دیر آمدہ زہ دور آمدہ

اس الہامی شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود دیر سے آئے گا اور دور کے راستے سے آئے گا اور نیز اس الہامی شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مصلح موعود مامور ہوگا کہ فخر رسل کوئی غیر رسول نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی الہام ”تدری نفسلاً بعیداً“ بھی مصلح موعود کے دور کی نسل میں ہونے کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ لڑکے کی اولاد کو دیکھنا کوئی مجھ بہ بات نہیں اور اگر صاحب اولاد لوگ

چالیس برس کی عمر میں ہی اپنے لڑکوں کی اولاد کو دیکھ لیتے ہیں۔ ہاں! خدا تعالیٰ کا کلام بیشتر طور پر ذوالوجہ اور ذوالعارف ہوتا ہے اور اولاد کی اولاد کو دیکھنا ایک عام بات ہے۔ سو ہم اس کے عمومی پہلو سے انکار نہیں کرتے۔ مگر اس کی خصوصیت دیر آمدہ ذرہ دور آمدہ کے ساتھ شامل کرنے سے ہوتی ہے۔ بالخصوص جب کہ اس الہام کے ساتھ وہ الہامات بھی شامل ہوں جو مصلح موعود کے متعلق ہوں۔ تو پھر اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ الہام بالخصوص مصلح موعود کی نشاندہی کر رہا ہے۔ جیسا کہ الہامات کے سلسلہ سے واضح ہے۔ ”وتروی نسلآ بعیداً مظهر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء“ پھر دوسری جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”یا تیک علیک زمان زوج مختلفه وتروی نسلآ بعیداً“ پس ان الہامات کا یہ مفہوم تو نہیں کہ حضرت اقدس دو بارہ زندہ ہو کر شادیاں کریں گے۔ بلکہ ازواج مختلفہ سے مراد جماعت کے مختلف دور ہیں۔ جس کے آخر میں مصلح موعود آئے گا۔ پس الہامات کے مندرجہ بالا ہر دو سلسلوں پر غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصلح موعود نے دیر سے مبعوث ہونا ہے۔ پھر حضرت اقدس کے الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی ابتدائی نسل پاک اور مطہر نہ ہوگی۔ جیسا کہ ہم بلائے دمشق کے بیان میں بھی کئی بیرواں سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ابتدائی نسل کے لوگ بجائے پاک اور مطہر ہونے کے شرارت کریں گے اور ایک عظیم ابتلاء کا باعث بنیں گے۔ جیسا کہ الہام ”شیر الذین انعمت علیہم“ سے ظاہر ہے کہ شرارت منعم علیہ کریں گے۔ اسی طرح زندگی کے آخری ایام میں اس الہامی دعا کہ ”رب ہب لی ذریۃ طیبۃ“ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو اولاد موجود ہے وہ پاک اور طیب نہیں۔ ان سب الہامات کے علاوہ اس الہام سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی ابتدائی اولاد بجائے پاک و صاف ہونے کے ابتلاء کا باعث بنے گی۔

”میں حیرتی نسل کو جڑ سے معدوم نہیں کروں گا بلکہ جو کچھ کھو گیا وہ خدائے کریم واپس دے گا۔“

(تذکرہ ص ۳۵، طبع دوم)

اب مندرجہ بالا الہام سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کی نسل کے ابتدائی بزرگ و ہار بوجہ غیر صالح ہونے کے کاٹ دیئے جائیں گے اور صرف جڑ باقی رہ جائے گی۔

گو سفندی دین

..... یہ گو سفندی دین جو تم نے اختیار کیا ہے اس لائق نہیں کہ غیور انسان اسے خاطر میں لائیں۔ یہ تو سراسر ایک چکر اور پالتو مولا یوں کی کرشمہ سازی ہے۔ اے اہلے فارس کے پرستار و خدا تعالیٰ فارسی، روسی، درافغانی نہیں۔ وہ بزرگ و بزرگ رب العالمین خدا ساری کائنات

اور سب انسانوں کا خدا ہے۔ وہ کسی ایک انسان یا ایک خاندان کا خدا نہیں۔ بلکہ وہ ان انسانوں میں سے ہر ایک انسان کا خدا ہے جو ازل سے لے کر اب تک پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ان میں سے کسی ایک انسان یا خاندان کو خصوصیت دنیا پر لے کر جے کی جہالت اور سراسر گمراہی ہے۔ خدا کا قرب کسی حسب نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ عمل کی وجہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی قاری انسل کو جنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے۔ کسی کلدوش کے استقبال کے لئے جنت کے فرشتے حاضر کئے جاویں۔ پس ہم خود اہنائے قارس کے لئے دعا گو ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اس گمراہی سے نکالے اور ان میں سے ہر ایک کا انجام بخیر کرے۔ اے اہنائے قارس کے متوالو! اپنے گم کردہ ضمیر کی تلاش کرو۔ ہماری یہ باتیں کسی بعض کی وجہ سے نہیں۔ درد کی وجہ سے ہیں۔ اگر اہنائے قارس کا دامن نعروں، ریزولوشنوں، انسانیت سوز مقطعوں اور ظلم اور طاغوتی نظام سے پاک ہوتا اور اگر وہ پاک طینت ہوتے تو ان پر جاٹاری میں ہم کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ احمد بیگے لئے ہمارے اسلاف نے اپنا خون تک پیش کیا ہے اور ابھی ربوے میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو اس بات کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ہمارے دادا (مہر و زار خاں عرف ملا میر و صاحب) کی مٹکیں کس کراور گدھے سے ان کے پاؤں باندھ کر سنگلاخ راستوں پر قریب قریب گھسیٹا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی کھال اتر گئی اور راستے ان کے خون کی گلکاری سے لالہ زار بن گئے۔ پھر ان کے کانوں اور ہاتھوں میں پھینچیں ٹھوک کر جیل خانے کی دیوار سے لٹکا دیا گیا۔ ہم نے وہ داغدار کان اور ہاتھ خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ پھر اسی احمدیت کے لئے اب اس انسانیت سوز مقلعہ کی وجہ سے جو تکالیف ہم نے اٹھائیں وہ نعرے لگانے والوں کو کیا معلوم۔ ہم پر پانی تک بند کر دیا گیا اور ہم مجبور کر دیئے گئے کہ اپنے گھر کے پانالوں کو خود صاف کر کے غلاطت کو اپنے ہاتھوں باہر پھینکیں۔ ماں باپ اور بھائی بہنوں کو عمر بھر کے لئے ہم سے جدا کر دیا گیا اور اب کہیں جا کر محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے سامان پیدا ہو گئے کہ خدا تعالیٰ نے ۴۷ کے گڑبڈ کے دنوں میں ایک خاندان سے ہمارے رشتے قائم کر دیئے۔ جن سے کچھ باز پرس تو ہوئی مگر وہ خدا کے فضل سے مقلعہ کی دراز دستیوں کے اثر سے بہت دور رہائش پذیر ہیں۔ لیکن ان تمام چرہ دستیوں کے باوجود کیا کوئی ہماری یہ تحریر پڑھ کر کہہ سکتا ہے کہ ہمارا ایمان حیران ہو گیا ہے۔ پس ہمیں کسی سے کوئی بغض و عناد نہیں۔ بالخصوص مسیح موعود کے اہل بیت سے بغض رکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اگر کوئی اس باغ کو ہی پامال کرنے لگ جائے۔ جو مسیح موعود نے لگایا ہے۔ خواہ وہ پامالی مسیح موعود کی اولاد کے ہاتھوں ہی کیوں نہ ہو رہی ہو تو ہم مجبور ہیں کہ احتجاج کریں اور اپنے بھائیوں کو

سمجھائیں کہ محض اس بات سے مطمئن ہو کر آنکھیں بند مت کرو کہ حضرت اقدس کے اہل بیت ہی ان کے باغ میں چل پھر رہے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ اس باغ کا پامال کر رہے ہیں جو حضرت اقدس کی بعثت کی غرض و غایت تھا۔ خدا را اس کی تباہی سے اہل قارس کو روکو اور اس ضمن میں حضرت اقدس کے اس خواب کو پڑھو جو تذکرہ ص ۲۲۶ تا ۲۳۲ میں درج ہے۔

پس اے پالتو مولویو! ایسے علم سے تو بہتر تھا کہ بھارت جھونک لیتے۔ بھلا کوئی مصلح موعود بھی غیر مامور ہو سکتا ہے۔ مگر ہو سکتا ہے تو قرآن شریف اور تاریخ ادیان سے اس کی کوئی ایک مثال تو لادو! اگر نہ لاسکو تو پھر خود ہی بتاؤ کہ تم نے اور تمہارے خلیفہ نے یہ کیا پانکھنڈر چایا ہے۔ اے عقل کے دشمنو! تمہیں اتنا بھی علم نہں کہ دین کی راہیں مامورین کے ذریعہ سیدھی کی جاتی ہیں یا غیر مامورین کے ذریعہ کیا اصلاح طلق کے لئے خدا تعالیٰ غیر مامورین کو بھیجا کرتا ہے۔ تف ہے تمہارے اس علم پر اور حیف ہے تمہاری اس عقل پر اور ویل ہے تمہارے اس دین پر اور لعنت ہے تمہاری اس جلسازی پر۔ تم نے ایک غیر مامور کو آسان پر اٹھا کر دیکھ لیا اور ایک غیر مامور کو خدا تعالیٰ کے وعدوں کا مصداق بنا کر دیکھ لیا۔ اس نے تمہارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ اس نے تمہاری صورتوں کو اس قدر مسخ کیا کہ روحانیت کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اس نے اپنے اعمال سے تحریک احمدیت کو مٹھلوک اور بدنام کر دیا۔ پھر بھی وہ جو چاہے کرتا پھرے۔ تم مجبور ہو کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹو۔ اے نادانوں! اگر وہ واقعی مصلح موعود ہوتا تو حسب قاعدہ کسی آئندہ آنے والے مامور کی تصدیق کرتا۔ مگر وہ تو قوم کو قیامت تک کے لئے ملازم اور پالتو عملہ کے سپرد کر رہا ہے۔ اس پر بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں۔ یا تم ۱۳ سال کے عرصہ میں روحانی بنیادی سے محروم کر دیئے گئے ہو۔ یاد رکھو یہ خانہ ساز دین و بیخ دین سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ یہ ایک کھلا کھلا چیلنج ہے کہ جو آسان والے کے پیش نظر ہے اور یہی وہ مکروہ اور مسخ شدہ صورت تھی جس کے پیش نظر مامور وقت کی زبان پر یہ الہامی فریاد جاری ہوئی۔

محمدی بیگم

..... اے پالتو مولویو! بتاؤ کہ اس لفظ صورت سے حسب بیان مسیح موعود کوئی مہر دار اور مامور اور مصلح موعود مراد ہے کہ نہیں۔ پھر دیکھو قرم الانبیاء کو بھی لفظ صورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی مصلح موعود اور قرم الانبیاء ایک ہیں کہ مسیح موعود کے کام کی تکمیل میں حق کا غلبہ مصلح موعود ہی کے زمانہ میں مقدر ہے۔ پھر ان الہامات میں چہ مرتبہ نہایت تھدی سے یہ یقین دلایا گیا ہے اور اس حقیقت کو اہل اور حتی قرار دیا گیا ہے کہ یہ عورت حضرت اقدس کی طرف لوٹائی جائے گی۔ اے نادانوں!

عمری پیغمبر تو ایک بار بھی نہ لوئی۔ پھر بتاؤ کہ تم جتنی طور پر کون اور مظلوم ہو یا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ دروغ گو ہے۔ شاید یہ مشہور عام حقیقی تم پر نہیں بلکہ تم پر لعنتیں ڈالنے کے لئے تمہاری نسلوں پر ظاہر ہوئی کہ الہیات کی زبان میں عورت سے مراد جماعت ہوتی ہے اور پھر اس سب الہامی بیان میں فتح صورت کی پیش گوئی لاکر خدا تعالیٰ نے سارے معاملہ کو واضح کر دیا ہے کہ اس جماعت کی گمراہی کی اصلاح مصلح موعود کے وقت میں ہوگی۔ دیکھو حضرت اقدس فرماتے ہیں: ”خدا کی کتب میں نبی کے ماتحت امت کو عورت کہا جاتا ہے۔“

شیطانی دعویٰ

اے پالتو مولو بوا جو خطاب یافتہ ہو تمہارا اور تمہارے خلیفہ کا یہ دعویٰ کہ تم آیت استکفاف کے تحت روحانی خلیفہ برپا کر سکتے ہو اور کہ کوئی غیر مامور بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے۔ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے جو شیطان نے روئے زمین پر کسی سے کر دیا۔ یہ دعویٰ خدا تعالیٰ کے ازلی قوانین اور روحانی اقدار کے لئے ایک چیلنج ہے اور ایک سرکش و مغرور انسان کا یہ چیلنج قبول کر لیا گیا ہے۔ اب کون ہے کہ اس کے ہولناک اور عبرتناک انجام سے اس کو بچا دے۔ اس فتنہ عظیم کو ضرور چل کر رکھ دیا جائے گا۔ خواہ اس کے لئے زمین کو تہہ دہالا اور پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کرنا پڑے۔ یہ فقط ہمارے منہ کی باتیں نہیں بلکہ خدا کا کلام ہے۔ ہوش میں آؤ کہ خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک رہا ہے۔ اے دوستو! جو احمدی کہلاتے ہو اگر امن اور سلامتی چاہے ہو تو ان طاغوتی خیالات اور عزائم پر لعنت ڈال کر خدا تعالیٰ سے صلح کر لو اور ”اید اللہ بنصرہ“ سے پرے ہٹ جاؤ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ ”اید اللہ بنصرہ“ سے کیا سلوک کرتا ہے۔ جہاں تک دلائل اور خبردار کرنے کا کام تھا وہ تو ہم نے کر دیا۔ مگر ہم تقدیر کے نوشتوں کو نہیں بدل سکتے اور ان بد بختوں کا مدد انہیں کر سکتے جن کے لئے ہلاکت اور گمراہی مقدر ہو.....

مگر ہماری یہ مختصر تحریر ان تفصیلات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم چالیس پچاس صفحات میں اپنا مافی الضمیر بیان کر دیں گے۔ لیکن خیالات کو نگارش کا پیراہن پہنانے کا ہمیں کوئی تجربہ نہ تھا۔ جس کی وجہ سے ہماری موجودہ تحریر ہی قریباً دو صد صفحات پر پھیل گئی ہے۔ لہذا ہم ایک دو ضروری وضاحتوں کے بعد اپنی تحریر کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔ دراصل یہ موضوع اس قدر طویل ہے کہ بلائے دمشق اور آیت استکفاف اور مصلح موعود کے عنوان پر علیحدہ علیحدہ جیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں اور دراصل ان مسائل پر روشنی ڈالنا علماء کا کام تھا۔ لیکن ان کی مسلسل خاموشی نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم قلم اٹھائیں۔ پس ہماری تحریر میں عبارات آرائی اور ادب کی تلاش مہٹ ہے۔ اس

مخلص کے لئے جس نے مضمون نویسی کا کام بھی نہ کیا ہو اور نہ ہی وہ ادیب عالم اور مولوی ہو۔ یہ ایک مشکل کام ہے۔ مگر جب خدا تعالیٰ کسی کے دل میں کوئی تحریک پیدا کرے تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ ”النالك الحديد“ یعنی تیرے لئے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا۔ لوہا ایک سخت چیز ہے اور لوہے کو نرم کر کے کوئی اولوالامر ہی کام لے سکتا ہے۔ جیسا کہ آج کل کی ترقی یافتہ اقوام لوہے سے گونا گوں طور پر کام لے رہی ہیں اور جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں لوہے کو نرم کر کے کام لیا جاتا رہا اور شاید مصلح موعود کے وقت میں بھی اس سے کام لیا جائے۔ لیکن جہاں تک دلائل کا اس الہام سے تعلق ہے یہ ایک مشکل کام ہے کہ ہمارے جیسا بے علم انسان خلیفہ اور ان کے مایہ ناز علماء سے خطاب کرے۔ ہمارے خیال میں ہمارے ذریعہ صرف آغاز اور حجم کاری کا کام ہو رہا ہے اور ہنوز الہام ”النالك الحديد“ کئی رنگوں میں اپنی شکل دکھائے گا۔ پس ہماری یہ تحریر محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔ وگرنہ ہم کون ہیں اور ہماری بساط کیا ہے۔ ہم نے اپنی اس حقیر اور ناچیز کوشش کے ذریعہ آئندہ آنے والے مجدد اور مصلح موعود کی راہوں کو صاف کیا ہے اور ہم اچھلیل القدر انسانوں کی خدمت میں اپنا سلام عرض کرتے ہیں اور اپنی بخشش کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ”ربنا ظلمنا انفسنا وانلم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين“

فتنہ خلیفہ ربوہ کا

حسب الہام مندرجہ بالا آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ ابی الہب کو فالج کے ذریعہ کچھ کچھ مشکل کر دیا گیا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے۔ اس کے دیکھنے کے لئے بھی منتظر ہو کہ خدا تعالیٰ کے قول اٹل اور حتمی ہوتے ہیں۔ پس دراصل ”الفتنة هاهنا“ کا اصل مصداق خلیفہ ربوہ ہی ہے کہ یہ الہام کہ جو پہلے پہل ۱۸۸۰ء کے قریب ہوا تھا۔ اس کے متعلق ۲۵ سال بعد حضرت اقدس کو دوبارہ اطلاع دی گئی کہ فتنہ بڑا ہو گیا ہے یا جوان ہو گیا ہے۔ جیسا کہ الہام ”کسبرت فتنہ“ سے واضح ہے۔ یہ الہامی اطلاع ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کو دوبارہ دی گئی۔ جب کہ مولوی محمد حسین حضرت اقدس کی ترقی اور ان کے ساتھ تائید الہی کو دیکھ کر خاموش ہو چکا تھا اور شغل تکفیر سے باز آ چکا تھا اور مولوی نذیر حسین دہلوی غالباً فوت ہو چکا تھا اور فتویٰ کفر پر بھی چودہ پندرہ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ پس ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کا الہام ”کسبرت فتنہ“ بتلاتا ہے کہ فتنہ یا فتنہ باز جوان ہو چکا ہے اور اس نے اپنے مشاغل کی ابتداء کر دی ہے اور اس الہام الہی کے وقت تک موجودہ خلیفہ کے متعلق آلودگی چلن کی شکایت بھی پیدا ہو چکی تھی۔ پس ”کسبرت فتنہ“ نے ثابت کر دیا کہ الہام ”الفتنة هاهنا“ کا

اصل مصداق ”عبد غیر صالح“ اور بلائے دمشق یعنی خلیفہ ربیعہ ہی ہے۔

خلیفہ صاحب نے اپنی تقریر میں بار بار جماعت احمدیہ لاہور کو شیطان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ اپنی تقریر کے ص ۱۳ پر کہتے ہیں کہ شیطان ابھی مایوس نہیں ہوا۔ پہلے تو شیطان نے پیغاموں کی جماعت بنائی۔ اور یہ ان کا آزمودہ ہتھیار ہے کہ جب ان کے خلوت خانوں کی جھلک قصر خلافت سے باہر نظر آنے لگے تو وہ مریدوں کی آنکھوں پر جماعت احمدیہ لاہور کی دشمنی کی پٹی باندھ دیتے ہیں اور ان کو شیطان وغیرہ کہہ کر مریدوں میں یہ تاثر پیدا کرتے ہیں کہ کوشش کرتے ہیں کہ عقیدت کے بندو یا اندھ کو کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو ۱۹۱۳ء والے جھگڑے کا ہی ایک شاخسانہ ہے۔ اب کہاں خلیفہ کے خلوت خانوں کی رنگین داستانیں اور کہاں ۱۹۱۳ء کا ایک اصولی اختلاف۔ افسوس کہ ہم فی الحال حربہ بائیکاٹ اور فتنہ منافقین پر روشنی نہیں ڈال سکتے۔ دراصل خلیفہ خود ہی بعض نوجوانوں کو اپنی بعض کمزوریوں میں ملوث کرتے ہیں اور پھر ان میں اگر کسی ایک کے منہ سے بے احتیاطی سے یا کسی اور وجہ سے کوئی بات نکل جائے تو پھر اس کو منافق و مرتد قرار دے کر روپے آزار ہو جاتے ہیں اور مریدوں کے ذہنوں کو پلٹا دینے کے لئے بطور ردیف پیغاموں کو ضرور گالیاں نکالتے ہیں۔ اگر خلیفہ واقعی مصلح موعود ہوتے تو گالیاں دینے اور منافقین کے خواب دیکھنے کی بجائے قصر خلافت کی رحمتوں سے باہر نکلنے اور پرویز کو لکارتے کہ جو الہام وغیرہ سے انکاری ہے اور اپنے موقف کی تائید میں جہیم کتابیں لکھ چکے ہیں کہ موعود مصلحین ان روحانی قدروں کے احیاء کے لئے ہی مبعوث ہوتے ہیں۔ اگر آج صبح موعود زندہ ہوتے جو مصلح موعود بھی تھے تو سب سے اول پرویز صاحب کو لکارتے اور خداتعالیٰ کے کلام کے نمونے پیش کرتے اور عجز ہوتا کہ پرویز کی ذات ہی کس زندہ جاوید نشان کی مثال بن جاتی۔ اے پالتو مولویو! تمہارے فکر و فہم اور عقل کو کیا ہو گیا ہے کہ خبیث اور طیب اور اصلی اور جعلی میں امتیاز کرنے سے قاصر ہو۔ پھر یہ نظام سلسلہ کی رٹ کیا لگا رکھی ہے۔ آخر بقول تمہارے خلیفہ طاغوت یعنی پاپائیت کا بھی تو ایک مضبوط نظام ہے جس کی بھڑی کے لئے انہوں نے جنہیں تیار کیا ہے۔ پھر خود سوچو کہ محض نظام سلسلہ کا نعرہ یعنی اور طاغوتی بھی تو ہوسکتا ہے اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ مرکز اور نظام سلسلہ کے نعروں میں خلیفہ کی ذات چھپی بیٹھی ہے اور یہی وہ گمراہ کن جھنڈے ہیں جن سے لوگوں کو جھانسا دیا جاتا ہے۔ مگر ان جھنڈوں اور جعلی کاریوں کے دن اب بیت چکے ہیں۔ خداتعالیٰ کے قول ”انہ عبد غیر صالح“ کو نہ پہلے جھٹلایا جاسکا اور نہ اب جھٹلایا جاسکے گا اور اب خداتعالیٰ خبیث اور طیب میں تمیز کرنے کے لئے بعض قہری نشان بھی دکھائے گا۔ خلیفہ عمر بھی منافقین کا روناروٹے رہے ہیں۔ مگر

یہ حیرت کا مقام ہے کہ جس طرح کج موعود کے الہامات اور تحریرات میں کہیں بھی اپنے بعد کسی خلافت کا ذکر نہیں۔ وہاں ہمارے خیال میں حضرت اقدس کے الہامات میں منافی کا لفظ تک موجود نہیں۔ سارے تذکرے میں جو حضرت اقدس کے الہامات کا مجموعہ ہے اور جو کہ ۸۴۰ صفحات کی کتاب ہے۔ منافقوں کا ذکر تو درکنار ہمیں لفظ منافق سوائے ایک غیر متعلق جگہ کے اور کہیں نظر نہیں آیا۔ پس خلیفہ کا سارا کاروبار ہی جلسازی پر مبنی ہے۔ جو احمدیوں کے لئے ایک ابتلاء کا باعث اور ان کے لئے ایک دھندلانا ہوا ہے۔ خلیفہ اپنی تقریر میں کہتے ہیں۔ اتنی بڑی جماعت کے لئے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ان میں سے کوئی خلیفہ ہوا اس کا نام اگر یہ رکھا جائے کہ میں اپنے فلاں بیٹے کو کرنا چاہتا ہوں تو ایسے قائل سے بڑا گدھا اور کون ہو سکتا ہے۔ خلیفہ کی اس بات کا ہم صرف اسی قدر جواب دینا چاہتے ہیں کہ ہر وہ شخص کہ جو خلیفہ کی ساری تقریر کو پڑھ ليوے اور تقریر میں اپنا نئے فارس کی توحید پرستی کے خصوصی بیان کو نوٹ کر ليوے اور خلافت سازی کے قواعد پر بھی غور کر ليوے کہ جن کی رو سے جی حضور یوں اور تنخواہ خور ملازموں کو بہ اختیار دے دیا گیا ہے کہ وہ جھٹ پٹ خلیفہ بنا لیں اور پھر بھی وہ شخص یہ سمجھ نہ سکے کہ خلیفہ بڑی کی طرح خلافت کو موروثی بنا لیا جاتا ہے تو اس سے بڑا کون اور گدھا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

ہم نے اس تحریر میں زیادہ تر پائلٹوں کو مخاطب کیا ہے۔ عجب نہیں کہ جماعت میں بعض علماء کو تحقیق نہ ہو اور وہ اپنی طرف سے پورے خلوص سے اس طائفی کاروبار میں شریک ہوں اور اب ہماری تحریر کو پڑھ کر اپنی غلطی کا احسان کریں۔ سو ایسے تمام علماء اور نیک نفس لوگ ہمارے نزدیک قابل قدر ہیں اور اس لائق ہیں کہ ہمیشہ ان کا احترام کیا جائے۔ ان تمام نیک بزرگوں سے ہماری گزارش ہے کہ خدا کی عبودیت میں سے اس جعلی خلیفہ کے تصور کو نابود کرنے کے لئے جہاد کرو اور اپنے بھائیوں کو اس ابتلاء عظیم سے نکالو اور اس انسانیت سوز ہائیکٹ کے خلاف شدید احتجاج کرو اور اس فتنہ عظیم کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر روحانی قدروں کے تقدس کو استوار کرنے کی کوشش کرو اور احمدی بھائیوں کے ذہنوں سے ان طائفی خیالات کو کھرچ ڈالو کہ لوگوں کا کوئی نولہ انتخاب کے ذریعہ آیت استخلاف کے تحت روحانی خلیفہ برپا کر سکتا ہے اور کہ موعود مصلحین غیر ماسور بھی ہو سکتے ہیں اور اس جملہ پرستی کا قلع بچ کر کے جماعت کو از سر نو نام وقت کی وصیت کے مطابق مل کر کام کرنے کی تلقین کرو۔ تا آنکہ کوئی روح القدس کی تائید سے کھڑا ہو کر زمام کار کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لے۔ ”واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین“

عبدالرب خاں برہم!